عن المضمرات اور صاحبین اور امام شافعی نے کہا کہ جو بعض غلام کو آزاد کریگا تو کل آزاد ہو جاویگا تو سعایت اُسپر لازم نہ ہوگی اور صحیح امام اعظم کا قول ہی کذا فی القہستانی
عن المضمرات ثم صحیحین مین موافق مذہب امام کے عبد اللہ بن عمرو سے حدیث مروی ہی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اپنا حصہ ایک غلام مین
سے آزاد کرے اور اُسکے پاس مال ہو بقدر قیمت غلام کے تو اُسکی معتدل قیمت ٹھہرائی جاوے تو اور شریکون کے حصے آزاد کرنیوالا ادا کرے اور غلام اُسکی طرف سے آزاد ہوگا
اور اگر اُسکو مقدور نہو تو غلام سے اُسیقدر آزاد ہوگا جتنا اُسنے آزاد کیا اس حدیث سے صاف معلوم ہوگیا کہ اعتاق بعض صحیح ہی والخلاف مبنی علی ان الاعتاق لوجب زوال
الملک عندہ وہو متجز وعندہما زوال الرق وہو غیر متجز اور امام اور صاحبین کے خلاف کی بنا یہ ہی کہ امام کے نزدیک آزاد کرنا موجب ہی زوال ملک کا اور چونکہ ملک
بالاتفاق قسمت پذیر ہی تو اعتاق بھی قسمت پذیر ہی اور صاحبین کے نزدیک اعتاق موجب ہی زوال رق کا اور حالانکہ رق قسمت پذیر نہین تو عتق بھی قسمت پذیر نہین م
معلوم ہوا کہ اختلاف مذہبین اعتاق کی تفسیر پر مبنی ہی خلاصۂ دلیل امام کے مذہب کی یہ ہی کہ اعتاق ازالۂ رق سے عبارت نہین جیسا کہ صاحبین کہتے ہین بلکہ اعتاق
عبارت ہی ازالۂ ملک سے اسواسطے کہ انسان کا اختیار نہین مگر اپنے ازالۂ ملک مین اور ملک بالاتفاق متجزی ہی تو اسیطرح اُسکا ازالہ بھی متجزی ہی تو اعتاق بعض کا بعض علت کا ثبت
ہی تو تحقق معلول یعنی عتق کا نہوگا بدون تحقق علت کل کے یعنی ازالۂ کل ملک کے کذا فی منح الغفار وعلی ہذا الخلاف التدبیر والاستیلاد ولاخلاف فی عدم تجزی العتق والرق
اور اسی خلاف پر تدبیر اور استیلاد بھی مختلف فیہ ہی کہ امام کے نزدیک تدبیر اور استیلاد متجزی ہی صاحبین کے نزدیک تو اگر نصف غلام کو مولی مدبر کریگا تو بعد موت مولی کے
نصف باقی کیواسطے غلام سعی کریگا اور صاحبین کے نزدیک بلا سعایت وہ آزاد ہی اور مشترک لونڈی کا استیلاد کریگا تو نصف استیلاد متحقق ہوگا اور نصف باقی کو ضمان سے
مالک ہوگا اور امام اور صاحبین مین اختلاف نہین عتق اور رق کی قسمت پذیری مین سواسطے کہ عتق عبارت ہی اُس قوت حکمیہ سے جسکے سبب سے آدمی لائق قضا اور شہادت
اور تصرفات مالیہ کے ہو اور یہ قوت حاصل نہین ہوسکتی تاوقتیکہ اسکی ضد زائل نہو یعنی رق عبارت ہی اُس ضعف حکمی سے جسکے سبب سے انسان اہل قضا اور شہادت اور تصرفات
مالیہ کے نرہے تو معلوم ہوا کہ ایک انسان مین عتق اور رق جمع نہین ہوسکتے کہ آدھا آزاد ہو اور آدھا رقیق اور جیسا عتق اور رق کے عدم تجزی پر امام اور صاحبین کا اتفاق
ہی ویسے ہی ملک کے متجزی ہونے پر بھی اتفاق ہی تو اختلاف نہین مگر اعتاق کی قسمت پذیری مین ومن الغریب ما فی البدائع من تجزیہما عند الامام لان الامام لو ظہر علی جماعۃ من
الکفرۃ وضرب الرق علی انصافہم ومن علی الانصاف جاز ویکون حکمہ لبقاء کالمعتق البعض اور غریب روایت وہ ہی جو بدائع مین ہی کہ امام کے نزدیک عتق اور رق قسمت پذیر ہین اسواسطے
کہ امام المسلمین جب غالب ہو کافرون کے کسی گروہ پر اور انین سے ہر شخص کے نصف نصف پر رقیت قائم رکھے اور نصف نصف پر احسان کرے بسبب آزاد کرنے کے تو یہ جائز ہی اور
ہوگا حکم ہر شخص کا بعد اس فعل کے مانند معتق البعض کے چاہے امام اُنکو آزاد کردے اور چاہے باقی کیواسطے سعی کرادے ہم اس روایت سے صاحب بدائع نے استدلال کیا کہ عتق
اور رق امام کے نزدیک قسمت پذیر ہی حالانکہ احسان امام کا عتق نہین بلکہ اعتاق ہی خلاصہ یہ ہی کہ قول بدائع کا غریب ہی لائق اعتماد کے نہین کہ روایات معتمدہ کے مخالف ہی لہذا
فتح القدیر مین اُسکو مستبعد کہا ہی ولو اعتق نصیبہ فلشریکہ ست خیارات بل سبع اما ان یحرر نصیبہ منجزا او مضافا والمدۃ کمدۃ الاستسعاء فتح اور اگر ایک غلام کے دو مالک ہون
اور ایک شخص نے اپنا حصہ آزاد کردیا تو دوسرے شریک کو چھ بلکہ سات امر مین اختیار ہی یا اپنا حصہ فی الحال آزاد کرے یا آزادی کی کچھ مدت مقرر کردے مانند مدت سعی کرادنے
کے کذا فی فتح القدیر یعنی اعتاق کو مدت طویل کی طرف اضافت نہ کرے نہین تو وہ تدبیر کے مساوی ہو جاویگی بلکہ یون کہے کہ برس یا دو برس مین تو آزاد ہوگا
نہایت یہ ہی کہ جتنی مدت مین وہ محنت مزدوری کرکے اپنی نصف قیمت ادا کرسکے اتنی مدت کی طرف اُسکے عتق کو مضاف کرے او یصالح او یکاتب لا علی اکثر من نصف قیمتہ
لو من النقدین ولو عجز استسعی فان امتنع اجرہ جبرا یا شریک صلح کرے مال پر یا مکاتب کرے غلام کو بشرطیکہ اُسکی نصف قیمت سے بدل کتابت زیادہ نہو اگر بدل کتابت
چاندی سونے کی قسم سے ہو اور غیر نقدین مین زیادتی بھی جائز ہی اور اگر غلام عاجز ہو ادائے بدل کتابت سے تو اس سے سعایت کرادے اگر وہ سعایت نکرے تو زبردستی اس سے
مزدوری کرادے او یدبر ویلزمہ السعایۃ للحال فلو مات المولی فلا سعایۃ ان خرج من الثلث یا شریک غلام کو مدبر کرے اور مدبر کرنے سے فی الحال اُسکو سعایت لازم
ہوگی اور نصف قیمت ادا کرکے آزاد ہو جاویگا سو اگر مولی یعنی شریک مر گیا تو غلام پر سعایت لازم نہین اگر غلام ثلث مال سے نکلے یعنی ثلث مال سے آزاد ہو سکے او

لیستعی العبد کما مر یا شریک سعایت کراوے غلام سے چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا مم سعایت بالکسر عبارت ہی اُس عمل سے جسکو معتق البعض ادا کرے اپنی ذات کیطرف سے تا کہ باقی آزاد ہو جاوے کذا فی القاموس والولاء لهما لان العتق منهما اور وراثت آزاد غلام کی مسائل سابقہ مین دونون شریکون کیواسطے ہی پہلا شریک مم جسنے اپنا حصہ بلا عوض آزاد کیا اور دوسرا شریک وہ جسنے اپنا حصہ آزاد کیا یا مال پر صلح کر کے یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیا یا اُس سے سعایت کی درخواست کی بہر صورت اس آزاد غلام کے یہی دونون شریک وارث ہونگے اسواسطے کہ اُسکے آزاد کرنے والے بھی یہی دونون ٹھہرے ویضمن المعتق لو موسرا وقد اعتق بلا اذن فلو به ستسعاه على المذهب یا شریک مذکور کو اختیار ہی کہ آزاد کرنے والے سے اپنے حصہ کا ضمان لے اگر مقدور والا ہو بشرطیکہ بے اذن شریک کے اُسنے آزاد کیا ہو اور اگر اُسنے اجازت لیکر آزاد کیا ہو تو شریک ضمان نہ لے سکیگا غلام سے سعایت کراویگا بنا بر ظاہر الروایت کے مم درصورت اجازت ضمان کے نفی مراد ہی نہ اعتاق اور صلح اور کتابت اور تدبیر کی اسواسطے کہ یہ امور بھی برابر سعایت کے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ویرجع بما ضمن على العبد والولاء كله لصدور العتق كله من جهته حيث ملكه بالضمان اور آزاد کرنے والا پھیرے غلام سے اتنا مال جتنا اُسنے ضمان دیا یعنی اُسقدر مال کے واسطے سعایت کروالے اور تمام وراثت غلام کی آزاد کرنے والے کو ملیگی بسبب صادر ہونے کل عتق کے اسکی جہت سے اسواسطے کہ غلام کا پورا مالک ہو گیا ضمان دیکر وهل يجوز الجمع بين السعاية والضمان ان تعدد الشركاء نعم والالا اور کیا جائز ہی جمع کرنا سعایت اور ضمان مین یا جائز نہین جواب یہ ہی کہ ہان جائز ہی اگر چند شریک ہون یعنی اگر مثلاً ایک غلام کے تین مالک ہون اور ایک نے اپنا حصہ آزاد کیا تو دونون شریکون کو اختیار ہی کہ ایک ضمان لے اور دوسرا سعایت کراوے اور اگر ایک ہی شریک ہو تو ضمان اور سعایت کا جمع کرنا جائز نہین کذا فی حاشیۃ المدنی عن البدائع والمبسوط ومتى اختار امرا تعين الا السعاية فله الاعتاق اور جبکہ شریک نے اختیار کیا ایک امر کو خیارات سبعہ سے تو وہی امر معین اور مقرر ہو جاتا ہی یعنی اسکو بدلکر دوسرا امر اختیار نہین کر سکتا سواے سعایت کے اسواسطے کہ اگر شریک معتق البعض کی سعایت کو اختیار کریگا تو اُسکو آزاد کر دینے کا اختیار ہی طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کتابت اور تدبیر اور صلح سعایت کو شامل ہی واللہ اعلم ولو باعه او وهبه نصيبه لم يجز لانه كمكاتب اور اگر شریک اپنا حصہ آزاد کرنے والے کے ہاتھ بیچے یا اسکو ہبہ کرے تو جائز نہین اسواسطے کہ معتق البعض مکاتب کے مانند محل تملیک باقی نہ رہا ويساره بكونه مالكا قدر قيمة نصيبه الآخر يوم الاعتاق سوى ملبوسه وقوت يومه في الاصح مجتبى اور آزاد کرنے والے کا مقدور ثابت ہوتا ہی بقدر قیمت حصہ شریک کے مالک ہونے سے اعتاق کے دن سواے لباس اور اُسدن کے کھانے کے یعنی اگر معتق بقدر قیمت حصہ شریک کے مالک ہو تو ضمان دینے مین اُسکا مقدور ثابت ہی قول اصح مین کذا فی المجتبی ولو اختلفا في قيمته ان قائما قوم للحال والا فالقول للمعتق لانكاره الزيادة وكذا لو اختلفا في يساره واعساره اور اگر معتق اور شریک اختلاف کرین غلام کی قیمت مین اعتاق کے دن تو اگر غلام موجود ہو تو فی الحال اُسکی قیمت ٹھہرالیجاوے اور اگر مر گیا ہو تو معتق کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہی زیادتی قیمت کا اور قول معتبر نہین مگر منکر کا اور اسی طرح اگر دونون مین اختلاف پڑے معتق کی مالداری اور مفلسی مین تو بھی معتق کا قول معتبر ہوگا ولو شهد اي اخبر لعدم قبولها ان تعدد والا بهم مغنما بدائع كل من الشريكين بعتق الآخر حظه فانكر كل سعى لهما اور اگر گواہی دے ہر شریک دوسرے شریک کے آزاد کرنے کی اور ہر ایک منکر ہو اپنے حصہ کے آزاد کرنے کا تو غلام سعایت کرے دونون کے حصہ ادا کرنیکو مم واسطے شارح کہتا ہی شہادت یہان بمعنی خبر دینے کے ہی اسواسطے نہ مقبول ہونے شہادت کے اگر چہ چند شریک ہون اور انہین سے دو شریک تیسرے کے اعتاق کی گواہی دین تو بھی گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ دونون اپنے واسطے منفعت کو کھینچتے ہین یعنی چاہتے ہین کہ اگر تیسرے پر اعتاق ثابت ہو تو ہم اپنے حصون کا ضمان اُس سے لین کذا فی البدائع ما لم يحلفهما القاضي فحينئذ يسترق او يستسعى في خطهما دونون شریکون کیواسطے غلام سعایت کرے تا وقتیکہ قاضی نے دونون سے قسم نہ لی ہو اور اگر قاضی نے دونون سے قسم لی تو اسوقت مین غلام کو اختیار ہوگا خواہ اپنی رقیت اختیار کرے خواہ دونون کے حصون مین سعایت کرے مم درصورت تحلیف قاضی رقیت کا اثبات خلاف تحقیق کے ہی اسواسطے کہ فتح القدیر مین مصرح ہی کہ اگر قاضی کے پاس جانے سے پہلے باہم دونون شریکون نے اعتاق کو دوسرے کیطرف نسبت کیا تو اُسکا حکم کچھ نہین سواے سعایت کے اور اگر قاضی کے پاس مقدمہ رجوع کیا اور قاضی نے دونون سے اعتاق کا حال دریافت کیا اور دونون نے انکار کیا اور قاضی نے دونون کو قسم دلائی اور ہر ایک نے قسم کھائی کہ مین نے آزاد نہین کیا تو غلام پر رقیت ثابت کیجاویگی اسواسطے کہ ہر شریک کا یہی گمان ہی کہ اُسکے شریک نے جھوٹی قسم کھائی مقر و اُسنے اپنا حصہ آزاد کیا ہی تو ہر ایک کا یہی اعتقاد ہوا کہ غلام

کا استرقاق حرام ہے اسواسطے کہ یہ عتق البعض ہے پھر جب اُسکا استرقاق صحیح نہوا تو ہر شریک کو سعایت کا اختیار ہوگا ہکذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولو کل احدہما صار حرفا اطلاعہ
اور اگر قاضی کے روبرو ایک شریک نے قسم کھائی کہ مین نے نہین آزاد کیا اور دوسرے شریک نے قسم سے انکار کیا تو وہ معترف ہوا اپنے اعتاق کا تو اسکے واسطے سعایت کا حق نہ رہا تو قسم
کھانے والا سعایت کراویگا ولو مات قبل ان یسعی فلبیت المال بحر اور اگر غلام مرگیا قبل اس بات کے کہ دونون ایک شخص کے اعتاق پر متفق ہون تو غلام کی ولاء بیت المال
کی ہوگی نہ مالکون کی اسواسطے کہ ہنوز کسی کا اعتاق ثابت نہین کذا فی البحر یہ مذہب ہے صاحبین کا نہ امام کا تو لازم تھا کہ اسکا ذکر صاحبین کے آیندہ قول مین ہوتا و امام کے
مذہب مین اُسکے ذکر کرنے سے خلط مذہبین ہوگیا مطلقا ولموسرین ومختلفین والولاء لہما سعایت کرے غلام امام اعظم کے نزدیک ہر طرح اگرچہ دونون شریک مالدار ہون یا مفلس یا
ایک مالدار ہو اور دوسرا مفلس اور ولا دونون کا حق ہے وقالا لا یسعی للمعسرین لا الموسرین ولو تخالفا یسعی للیسار ای للموسر لا لضدہ وہو المعسر والولاء موقوف فی الکل حتی یتصادقا کذا فی البحر
والملتقی وعامۃ الکتب قلت ففی المتن خلط لا یخفی فتنبہ ثم رایت شیخنا الرملی نبہ علی ذلک کذلک اور صاحبین نے کہا کہ غلام مذکور مفلس شریکون کے واسطے سعایت کرے نہ
مالدارون کیواسطے اور اگر دونون مقدور مین مختلف ہون یعنی ایک شریک مالدار ہو اور دوسرا مفلس تو سعایت کرے مالدار کیواسطے نہ مفلس کیواسطے ہو اسطے کہ مفلس بسبب
مفلسی اپنے شریک کے ضمان کا طالب تھا نہ سعایت کا اور ولا یعنی میراث غلام کی صاحبین کے نزدیک سب صورتون مین موقوف رہیگی اسواسطے کہ ہر شخص اعتاق کو دوسرے پر
ڈالتا ہے کہ یہانتک کہ دونون شریک متفق ہون ایک شخص کے اعتاق پر تب متفق وارث ہوگا اور اگر قبل اتفاق شریکین کے غلام مرگیا تو اُسکا مال بیت المال مین داخل ہوگا امام
اور صاحبین کا مذہب اسیطرح مصرح ہے بحر الرائق اور ملتقی الابحر اور شرح وقایہ اور ہدایہ اور باقی کتب فقہ مین شارح کہتا ہے تو متن مین خلط مذہبین ہوگیا ہے کہ مخفی نہین سواے ملاحظہ کرنے
والے کے ہوشیار رہیو سوپھر مینے اپنے استاد خیر الدین رملی کو دیکھا کہ اُسنے مصنف کی شرح منح الغفار کے حاشیہ مین اس خلط مذہبین سے اسیطرح سے آگاہ کردیا ہے مترجم فی الحقیقت ماتن
سے خلط دونون مذہب کا ہوگیا کہ مذہب امام مین بلا تنبیہ مذہب صاحبین کو مذکور کردیا یعنی تخالف یسار مین مالدار کے واسطے سعایت ہے نہ مفلس کیواسطے اسلیے کہ امام کے نزدیک مطلقاً
سعایت لازم ہے اور ولا غلام کی شریکون کو ہے اور صاحبین کے نزدیک قبل از اتفاق موقوف ہے لیکن طرفہ ماجرا ہے کہ اگر ماتن سے ایک خطا ہوئی تو شارح رحمۃ اللہ علیہ سے اسی مقام مین دو
خطائین ہوئین اول خطا یہ کہ در صورت تحلیف قاضی کے استرقاق کو ذکر کیا حالانکہ فتح القدیر مین مذکور ہوچکا کہ اسمین ہرگز استرقاق نہین اور ثانی خطا یہ کہ خلط مذہبین کا اعتراض ماتن پر کیا
پھر اسمین آپ بھی مبتلا ہوئے یعنی بیت المال کا مسئلہ مذہب ہے صاحبین کا اسکو امام کے مذہب کے ساتھ گھال میل کرکے بلا تنبیہ مذکور کردیا انسان ہر چند اپنے فن مین کامل ہو لیکن خطا
اور نسیان سے خالی نہین ہے لہذا ماخوذ اور معاتب نہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا قال احد الشریکین للآخر بعت منک نصیبی ان لم اکن بعتہ منک فہو حر وقال الآخر ما اشتریتہ وان کنت
اشتریتہ منک فہو حر فالقول لمنکر الشراء بیمینہ فان حلف ولا بینۃ للبائع عتق بلا سعایۃ لمدعی البیع بل للآخر فی حظہ بکل حال ایک غلام کے دو مالک ہین سو ایک شریک
نے دوسرے شریک سے کہا کہ مین نے اپنا حصہ تیرے ہاتھ بیچڈالا تھا قبل اسکے کہ تو اپنا حصہ آزاد کرے اور اگر مین نے اپنا حصہ تیرے ہاتھ نہ بیچا ہو تو وہ آزاد ہے اور دوسرے
شریک نے کہا کہ مین نے تیرا حصہ نہین خرید کیا اور اگر مین نے اُسکو تجھسے خرید کیا ہو تو وہ آزاد ہے تو اس صورت مین جو شریک کہ منکر ہے خرید کا اُسیکا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے پھر
اگر اُسنے قسم کھائی عدم خرید کی اور حالانکہ بائع کے گواہ نہین تو غلام آزاد ہوجاویگا بلا سعایت کے یعنی بائع کیواسطے اُسپر سعایت کرنا لازم نہوگا مفت آزاد ہوجاویگا اسواسطے
کہ اُسنے عتق کو عدم بیع پر معلق کیا تھا سو عدم بیع بسبب قسم کھانے مدعا علیہ کے ثابت ہوگئی بلکہ دوسرے شریک کیواسطے بقدر اُسکے حصہ کے سعایت کریگا ہر حال مین
خواہ بائع مالدار ہو خواہ مفلس وکذا عندہما لو البائع معسرا ولو موسرا لم یسع لاحد فی الاصح اور اسی طرح صاحبین کے نزدیک سعایت فقط منکر شراء کے واسطے ثابت
ہے اگر بائع مفلس ہوگا اسواسطے کہ اُنکے نزدیک مفلس پر ضمان نہین اور اگر بائع مالدار ہو تو غلام کسی کے واسطے سعایت نہ کریگا قول اصح مین اسواسطے کہ صاحبین
کے نزدیک دوسرے کی تونگری کی حالت مین سعایت نہین اور تضمین بھی نہین اسواسطے کہ دوسرا منکر ہے ولو علق احدہما عتقہ بفعل غدا مثلا کان
دخل زید الدار غدا فانت حر وعکس الشریک الآخر فقال ان لم یدخل فمضی الغد وجہل شرط ادخل ام لا عتق نصفہ وتحنث احدہما بیقین وسعی
فی نصفہ لہما مطلقا والولاء لہما اور اگر ایک شریک نے معلق کیا غلام کا عتق روز آیندہ کے کسی کام پر مثلاً یون کہا کہ اگر داخل ہوگا زید گھر مین

کل تو تو آزاد ہی اور اُسکے بالعکس دوسرے شریک نے یون کہا کہ اگر زید گھر مین داخل نہ ہوگا تو تو آزاد ہی سو کل کا دن گذر گیا اور شرط عتق کی نہ معلوم ہوئی کہ زید گھر مین داخل ہوا یا نہین تو غلام مشترک نصف آزاد ہوگا بسبب حانث ہونے ایک شریک کے بالیقین اور سعایت کرے غلام اپنے نصف باقی مین دونون شریکون کیواسطے اسلیے کہ ہر شریک یہ کہتا ہی کہ نصف باقی میرا حصہ ہی اور دوسرے شریک کا حصہ ساقط ہوگیا اور ترجیح کسیکو نہین لہذا نصف باقی کی سعایت دونون شریکون مین نصفا نصف ہوگی مطلقا خواہ دونون مالدار ہون یا مفلس یا مختلف اور میراث غلام کی دونون کے واسطے ہی **ولا عتق** والمسئلۃ بحالہا **لو حلفا علی عبدین کل** واحد **ہما لتفاحش الجہالۃ** اور اگر بطور سابق کے تعلیق کی دو مالکون نے ایسے دو غلامون مین جو ہر غلام ہر مالک کا جدا مملوک ہی تو کوئی غلام نہ آزاد ہوگا بسبب زیادتی جہالت کے یعنی مثلاً زید نے کہا کہ میرا سعید غلام آزاد ہی اگر خالد کل گھر مین داخل ہوا اور محمود نے کہا کہ میرا مبارک غلام آزاد ہی اگر خالد کل گھر مین نہ داخل ہو پھر وہ دن گذر گیا اور معلوم نہوا کہ خالد گھر مین داخل ہوا یا نہین تو کوئی غلام نہ آزاد ہوگا نہ سعید نہ مبارک اسواسطے کہ اس مسئلے مین بہ نسبت مسئلہ سابق کے دونی جہالت ہوگئی غلام مین بھی اور حانث مین بھی یعنی معلوم نہین کہ کون غلام آزاد ہوا سعید یا مبارک اور حانث بھی معلوم نہین کہ کون ہوا زید یا محمود بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان ایک ہی جہالت ہی یعنی حانث مین جہالت ہی معلوم نہین کہ کون شریک حانث ہوا اور غلام مین جہالت نہین اسواسطے کہ دونون کا ایک ہی غلام ہی **حتی لو اتحد المالک** **کان اشتراہما من علم بحلفہما عتق علم احدہما وامر بالبیان فتح** تا انیکہ اگر دونون غلامون کا ایک ہی شخص مالک ہو جاوے اسطرح کہ دونون غلامون کو وہ شخص خرید کرے جو دونون مالکون کی قسم یعنی تعلیق کو جانتا تھا تو اُسکے پاس ایک غلام آزاد ہو جاویگا اور مشتری پر بیان کا حکم کیا جاوے یعنی ورثون مین سے ایک غلام کو عتق کے واسطے معین کرلے کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہ کہ مسئلہ سابقہ مین بسبب تعدد مملوک و مالک کے جہالت زائد تھی اور اب بسبب اتحاد مالک کے جہالت کم ہوگئی اور ہر چند تعلیق عتق کی مشتری کی جانب سے نہین تھی لیکن چونکہ مشتری دونون مالکون کی تعلیق کو جانتا تھا لہذا اپنے زعم پر ماخوذ ہوا و **الحالف بان قال عبدہ حر ان لم یکن فلان دخل ہذہ الدار الیوم ثم قال امرأتہ طالق ان کان دخل الیوم عتق وطلقت** لانہ بکل یمین زعم الحنث فی الاخری بخلاف ما لو کانت الاولی باللہ اذ الغموس لا تدخل تحت حکم الحاکم لیکذب بہ بخلاف الاخری یا قسم کھانے والا ہوا ایک اسطرح پر کہ مثلاً زید نے کہا کہ اُسکا غلام آزاد ہی اگر اس گھر مین آج خالد نہ داخل ہوا ہو پھر زید نے کہا کہ اُسکی زوجہ مطلقہ ہی اگر اس گھر مین آج خالد داخل ہوا ہو تو زید کا غلام آزاد ہوگا اور اسکی زوجہ مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ ہر قسم مین دوسری قسم ٹوٹنے کا گمان کرچکا یعنی پہلی یمین مین شرط طلاق کے موجود ہونیکا مقر ہوا اور دوسری یمین مین شرط عتق کی موجود ہونیکا اقرار کیا برخلاف اسکے وہ صورت ہی اگر پہلی یمین بنام خدا ہوتی یعنی اگر یون کہے کہ واللہ مین اس گھر مین داخل نہین ہوا پھر یون کہا کہ اگر مین اس گھر مین داخل ہون تو میرا غلام آزاد ہی تو اسمین نہ کفارہ لازم ہی نہ عتق ثابت ہی اسواسطے کہ اگر عدم دخول مین صادق ہی تو کفارہ نہین اور اگر عمداً کذب بولا ہی تو یمین غموس ہی اور یمین غموس سے دوسری یمین کی تکذیب نہین ہوسکتی اسواسطے کہ غموس حاکم کے حکم کے تحت مین داخل نہین ہوئی تاکہ اُسکے سبب سے دوسری یمین کی تکذیب کیجاوے طحطاوی نے کہا کہ یمین اولی کا غموس ہونا اتفاقی قید ہی اگر دوسری یمین بھی غموس ہوگی تو بھی یہی حکم ہی چنانچہ اس مسئلہ کا ذکر کتاب الطلاق مین ہوچکا کذا فی حاشیۃ المدنی **ومن ملک قریبہ بسبب ما مع رجل اخر** عتق حظہ بلا ضمان علم الشریک بقرابتہ اولا علی الظاہر لان الحکم یدار علی السبب اور جو شخص کہ مالک ہو دوسرے شخص کے ساتھ اپنے قریب محرم کا کسی سبب سے خواہ سبب ملک کا خرید ہو یا ہبہ یا صدقہ یا وصیت یا بدل مہر یا میراث تو آزاد ہوگا حصہ قرابت والے کا بدون ضمان کے شریک کو اُسکی قرابت معلوم ہو یا نہو بنا بر ظاہر الروایت کے اسواسطے کہ حکم کا مدار سبب پر ہی یعنی ضمان کا سبب تعدی ہی سو یہان موجود نہین اسواسطے کہ عتاق قریب محرم کا امر اختیاری نہین و لشریکہ ان یعتق او یستسعی اور اُسکے شریک کو اختیار ہی کہ اپنا حصہ آزاد کرے یا اُس سے سعایت کراوے اما لو ملک مستولدتہ بالنکاح مع اخر فیضمن حظ شریکہ لکونہ ضمان تملک اور اگر اپنی مستولدہ منکوحہ کا مالک ہوگا دوسرے شخص کے ساتھ یعنی غیر کی لونڈی سے نکاح کیا اور اُس سے لڑکا پیدا ہوا پھر اُسکو خرید کیا دوسرے شخص کے ساتھ شریک ہو کر تو اپنے شریک کے حصہ کا ضمان دیگا اسواسطے کہ یہ ضمان ہی مالک ہونے کا **وان اشتری نصفہ اجنبی ثم القریب باقیہ فلہ ان یضمن المشتری** موسرا او یستسعی العبد ہذہ ساقطۃ من نسخ الشرح اور اگر خرید کیا نصف غلام کو اجنبی نے پھر باقی کو غلام کے قرابت والے نے مول لیا تو اجنبی کو اختیار ہی چاہے مشتری قریب سے ضمان لے اگر وہ عقد ور والا

ہو اور چاہے غلام سے سعایت کراوے یہ مسئلہ متن کے نسخون مین داخل ہی اور شرح مصنف کے نسخون سے ساقط ہی وان اشتری نصف قریبہ ممن یملکہ کلہ لا ضمین للبائع
مطلقا لمشارکتہ فی العلۃ اور اگر خرید کیا اپنے قرابت دار کے نصف کو اُس شخص سے جو اُسکا پورا مالک ہی تو قریب بائع کو ضمان نہ دیگا مطلقا خواہ مالدار ہو خواہ مفلس بسبب شریک
کر لینے بائع کے علت مین یعنی ملک مشتری مین دخول مبیع کی علت ایجاب اور قبول ہی سو یہین بائع نے مشتری کو اپنا شریک کر لیا وقید بملکہ لانہ لو اشتراہ من احد الشریکین لم
الضمان اجماعا للشریک الذی لم یبع لو المشتری موسرا اور عدم ضمان مشتری مین مصنف نے بائع مین پوری ملک کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اپنے قریب کو ایک
شریک سے خرید کریگا تو اُسپر ضمان دینا لازم ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے دوسرے شریک کیواسطے جسنے اپنا حصہ نہین بیچا اسواسطے کہ شریک ثانی نے مشتری کو بیع مین اپنا
شریک نہین کر لیا ضمان مشتری پر اُسوقت لازم ہوگا جبکہ وہ مالدار ہو اور اگر مشتری مفلس ہو تو شریک غلام سے سعایت کرا دیگا کذا فی العالمگیریۃ عبد لموالی ثلثۃ دبرہ واحد وبعدہ
اعتقہ آخر وہما موسران ضمن الساکت الذی لم یدبر ولم یحرر مدبرہ ان شاء ثلث قیمتہ قنا ورجع بہا علی العبد لا معتقہ لان التدبیر ضمان معاوضۃ وہو الاصل ایک غلام ہی
جسکے تین مالک ہین اُنمین سے ایک مالک نے اُس غلام کو مدبر کیا اور بعد اسکے دوسرے مالک نے اُسکو آزاد کر دیا اور وہ دونون مالک مالدار ہین تو تیسرا ساکت مالک جسنے
نہ مدبر کیا نہ آزاد کیا اگر چاہے تو مدبر کرنے والے سے خالص غلام کی تہائی قیمت کا ضمان لے اور مدبر کرنے والا اسقدر غلام سے بھرلے نہ ضمان لے تیسرا مالک آزاد کرنے والے
سے اسواسطے کہ مدبر کرنا ضمان ہی معاوضہ کا اور ضمان معاوضہ کا یہی اصل ہی ضمان مین خلاصہ یہ ہی کہ شریک اول کے مدبر کرنے سے دونون شریکون کے حصون مین نقصان
واقع ہو گیا تو ہر ایک کو اپنے حصے مین تدبیر اور کتابت اور ضمان اور سعایت عبد کا اختیار تھا جب دوسرے شریک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو فقط تیسرے شریک کا حصہ باقی رہا تو اب
تیسرے شریک کیواسطے دو طرف ضمان متوجہ ہوا ایک ضمان تدبیر اور دوسرا ضمان اعتاق لیکن چونکہ ضمان معاوضہ ہی یعنی مالک ہونیکا ضمان ہی اور ضمان اعتاق ضمان اتلاف
ہی اسواسطے کہ غلام مدبر کا اجارہ اور اعارہ اور استخدام درست ہی اور اعتاق مین یہ امور جائز نہین لہذا شریک ثالث کو مدبر کرنے والے سے ضمان لینا متعین ہو گیا نہ آزاد کرنیوالے
سے کذا فی حاشیۃ المدنی وضمن المدبر لمعتقہ ثلثہ مدبرا لا ما ضمنہ المدبر من ثلثہ قنا لنقصہ بتدبیرہ اور ضمان لے مدبر کرنے والا غلام کے آزاد کرنیوالے سے تہائی قیمت مدبر
کی نہ ضمان لے مدبر کرنیوالا اسقدر جتنا آپ ضمان دے چکا ہی یعنے خالص غلام کی تہائی بسبب ناقص ہو جانے غلام کے اسکے مدبر کرنے سے وسیجئ ان قیمۃ المدبر ثلثا قیمتہ قنا فی باب
التدبیر مین آویگا کہ غلام خالص کی قیمت سے مدبر غلام کی قیمت تہائی کم ہوتی ہی اسواسطے کہ منافع مملوک کی تین قسمین ہین ایک وطی کرنا دوسرے خدمت لینا اور تیسرے بیع
کرنا اور مدبر کر دینے سے بیع کا فائدہ فوت ہو جاتا ہی لہذا مدبر کی قیمت ثلث کم ہو گئی مثلاً اگر غلام خالص کی قیمت ستائیس درم ہون تو شریک ثالث مدبر کرنے سے نو درم ضمان لیگا اور
مدبر کرنیوالا آزاد کرنیوالے سے چھ درم ضمان لیگا اسواسطے کہ مدبر کی قیمت تہائی کم ہو کر اٹھارہ درم ہونگے اور اٹھارہ کا ثلث چھ ہی والولاء بین المعتق والمدبر اثلاثا ثلثاہ للمدبر
والباقی للمعتق لعتقہ ہکذا علی ملکہما اور میراث غلام مذکور کی آزاد کرنے والے اور مدبر کرنے والے مین تین تہائی ہوگی دو تہائیان مدبر کرنے والے کی اور ایک تہائی آزاد کرنیوالے
کی بواسطے آزاد ہونے غلام کے اسی طرح اُن دونون کی ملک پر آزاد کرنے والا ایک تہائی کا مالک تھا تو میراث بھی اُسنے ایک تہائی پائی اور مدبر کرنیوالا دو تہائی کا مالک
تھا ایک تہائی کا تو خود مالک تھا اور دوسری تہائی کا ضمان دیکر مالک ہوا لہذا دو تہائی میراث کی پاویگا ولو قال ہی ام ولد شریکی وانکر شریکہ ولا بینۃ تخدمہ یوما و
تتوقف بلا خدمۃ یوما عملا باقرارہ اور اگر لونڈی کے ایک مالک نے کہا کہ یہ لونڈی میرے شریک کی ام ولد ہی اور اُسکے شریک نے انکار کیا کہ یہ میری ام ولد نہین اور گواہ اس دعوی
کے نہین تو یہ لونڈی شریک منکر کی ایکدن خدمت کرے اور ایک دن کسی کی خدمت نہ کرے یہ اُسکے اقرار پر عمل کرنے سے اسواسطے کہ جب اسکی ام ولد ہونے کا قائل ہوا تو اپنے
سقوط حق کا مقر ہوا لہذا اپنے اقرار پر ماخوذ ہوا اور شریک منکر کا یہ گمان ہی کہ لونڈی ویسی ہی جیسی کہ پہلے تھی تو نصف لونڈی مین اُسکا حق موجود ہی ونفقتہا فی کسبہا والا
فعلی المنکر اور نفقہ لونڈی کا اُسکی محنت مزدوری مین ہی اور اگر کسب نہ کر سکے تو شریک منکر پر اُسکا پورا نفقہ ہی کذا فی المختلف من باب محمد اور دوسرا قول یہ ہی کہ
نصف نفقہ منکر پر ہی اسواسطے کہ وہ نصف کا مالک ہی فتح القدیر مین کہا کہ یہی قول الیق بقول امام ہی کذا فی حاشیۃ المدنی واما جنایتہا موقوفۃ اور جنایت لونڈی
کی موقوف رہیگی تاوقتیکہ ایک شریک دوسرے کی تصدیق کرے ہم لونڈی کی نصف میراث اور اُسکا نصف کسب منکر کا ہوگا اور اگر منکر مرجاوے تو

امام اعظم کے نزدیک وہ آزاد ہوگی اور بقدر حصہ منکر کے اُسکے وارثون کے واسطے سعایت کریگی کذا فی العالمگیریہ ولاقیمۃ لام ولد اور کچھ قیمت نہین ام ولد کی امام کے نزدیک اسواسطے کہ ابن ماجہ و دارقطنی اور حاکم نے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی کہ ابراہیم کی مان یعنی ماریہ قبطیہؓ کا ذکر ہوا رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو تو حضرت سنے فرمایا کہ اُنکو اُسکے ولد نے آزاد کردیا تو یہ حدیث مقتضی ہے حریت اور زوال قیمت کی لیکن حریت مین دوسری حدیث سے معارضہ ثابت ہوا ابن ماجہ اور حاکم نے حدیث مرفوع روایت کی کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس لونڈی کے اولاد پیدا ہوا مالک سے وہ بعد موت مالک کے آزاد ہے تو زوال تقوم بلا معارض باقی رہا کذا فی حاشیۃ المدنی الا لضرورۃ اسلام ام ولد النصرانی وتوماہا بثلث قیمتہا قنۃ ام ولد کی کچھ قیمت نہین مگر ام ولد نصرانی کی اسلام کی بضرورت یعنی اگر نصرانی کی ام ولد اسلام قبول کرے تو البتہ اس ضرورت سے بقدر اپنی قیمت کے اُسپر سعایت لازم ہوگی اسواسطے کہ مسلمان ہو کر کافر کی مملوک نہین رہ سکتی اور مالک کی ملک صحیح باطل بھی نہین ہوسکتی لہذا مانند مکاتبہ کے اسکی قیمت پر سعایت لازم آویگی اور صاحبینؒ نے ام ولد کی قیمت بقدر ثلث قیمت لونڈی کے ٹھہرائی ہے فلا یضمن غنی اعتقہا مشترکۃ بان ولدت فادعیاہ وصارت ام ولد لہما فاعتقہا احدہما لم یضمن وکذا لو ولدت فادعاہ احدہما ثبت نسبہ ولا ضمان ولا سعایۃ خلافا لہما پھر جب ام ولد کی کچھ قیمت نہ ہوئی تو ضمان نہ دیگا وہ مالدار جسنے مشترک ام ولد کو آزاد کردیا اسطرح پر کہ مشترک لونڈی ایک ولد جنی سو دونون مالکون سنے اُسکے نسب کا دعوی کیا اور وہ دونون کی ام ولد ہوگئی پھر ایک مالک سنے اُسی کو آزاد کردیا تو دوسرے مالک کو آزاد کرنے والا ضمان نہ دیگا اور اسی طرح مشترک لونڈی سے لڑکا پیدا ہوا اور ایک مالک نے اُسکا دعوی کیا تو اُسکا نسب ثابت ہوگا اور مدعی نسب پر ضمان دینا لازم نہوگا اور نہ لونڈی پر اور اُسکے ولد پر سعایت لازم ہوگی اسلیے کہ امام کے نزدیک ام ولد کی قیمت ہی نہین جو ضمان اور سعایت اُسپر متفرع ہو بخلاف صاحبینؒ کے کہ اُنکے نزدیک اگر مدعی نسب مالدار ہے تو اُسپر ضمان لازم ہوگا اور اگر مفلس ہے تو ولد پر سعایت لازم ہوگی وانما تضمن بالجنایۃ اجماعا فلو قربہا الی سبع فافترسہا ضمن لانہ ضمان جنایۃ لا ضمان غصب ولذا یضمن الصبی الحر مثلہ زیلعی اور البتہ ام ولد کا ضمان دیا جاویگا بسبب جنایت کے باتفاق امام اور صاحبینؒ کے تو اگر ایک مالک نے ام ولد کو مثلاً شیر کے پاس کردیا اور شیر نے اُسکو پھاڑ ڈالا تو یہ شخص ضمان دیگا دوسرے مالک کو اسلیے کہ یہ جنایت کا ضمان ہے نہ غصب کا ضمان اور ضمان جنایت کا تقوم پر موقوف نہین بخلاف ضمانت غصب کے اور اسیواسطے صغیر حر کا ضمان دیا جاتا ہے مانند اسکے کذا فی الزیلعی یعنی اگر صغیر حر کو کوئی تلف کروا ڈالے تو اُسپر ضمان جنایت لازم آویگا اور حالانکہ حر لائق قیمت کے نہین ولو قال لعبدین عندہ من ثلثۃ اعبد لہ احدکما حر فخرج واحد ودخل آخر فاعاد قولہ احدکما حر فمادام حیا یومر بالبیان ایک شخص کے تین غلام ہین سعید اور مرجان اور فیروز سو اُسنے اگر مثلاً سعید اور مرجان دو حاضر غلامون سے کہا کہ تم مین ایک آزاد ہے پھر ایک غلام مثلاً سعید باہر گیا اور تیسرا غلام آیا یعنی فیروز پھر مالک نے وہی پہلا قول دوبارہ کہا کہ ایک تم مین آزاد ہے سو تا وقتیکہ مالک زندہ ہے تو اُسپر بیان کرنیکا حکم کیا جاویگا یعنی اگر غلام قاضی سے نالش کرینگے تو قاضی بجبر مالک پر حکم کریگا کہ بیان کردے کہ قول اول اور ثانی مین کس کس غلام کو تونے آزاد کیا ہے جس جس کو مالک بیان کریگا وہی آزاد ہوگا وان مات بلا بیان عتق من ثبت ثلثۃ ارباعہ نصفہ بالاول ونصف نصفہ بالثانی اور اگر مالک بلا بیان مرگیا تو وہ غلام کہ دونون قولون مین ٹھہرا رہا یعنی مرجان سے تین ربع یعنی پون آزاد ہوگا نصف تو ایجاب اول سے آزاد ہوگا اور نصف النصف یعنی چوتھائی ایجاب ثانی سے آزاد ہوگا تفصیل اس اجمال کی یون ہے کہ جب مالک نے سعید و مرجان سے کہا کہ تم دو مین ایک آزاد ہے اور تعیین کسی کی مالک کے قول سے ثابت نہوئی تو ایجاب اول سعید اور مرجان مین دائر ہوا لہذا نصفا نصف ہوگیا آدھا سعید آزاد ہوا اور آدھا مرجان پھر جب سعید باہر گیا اور فیروز داخل ہوا پھر مالک نے وہی کہا کہ ایک تم دو مین آزاد ہے تو ایجاب ثانی بھی داخل اور ثابت مین یعنی مرجان اور فیروز مین دائر ہوا تو یہ بھی دونون مین نصفا نصف ہوگیا نصف مرجان کو اور نصف فیروز کو سو جو نصف کہ مرجان کو پہونچا وہ بالکل مرجان مین شائع ہوا اور پھیل گیا اور چونکہ نصف مرجان کا ایجاب اول سے آزاد ہوچکا تھا اور نصف فارغ غیر آزاد تھا تو جسقدر نصف آزاد کو پہونچا وہ تو لغو اور بیفائدہ ہوگیا اور جتنا فارغ کو پہونچا وہ باقی رہا یعنی چوتھائی اسواسطے کہ نصف کو جو دو حصہ کیجیے تو ربع ہوتا ہے تو اس تفصیل سے صاف معلوم ہوگیا کہ مرجان سے تین ربع آزاد ہوگئے دو ربع ایجاب اول سے اور ایک ربع ایجاب ثانی سے ہکذا فی الدر رو عامۃ الکتب وعتق من کل غیرہ نصفہ اور سوائے مرجان کے ہر ایک غلام خارج اور داخل سے نصف نصف آزاد ہوا ایجاب اول سے سعید نصف آزاد ہوا اور ایجا

ثانی سے فیروز نصف آزاد ہوا نزدیک امام اور ابو یوسف کے اور محمد کے نزدیک غلام داخل سے یعنی فیروز سے فقط چہارم آزاد ہوا اسواسطے کہ ایجاب ثانی سے جیسے ثابت غلام یعنی مرجان چہارم آزاد ہوا ویسے فیروز بھی چہارم ہی آزاد ہوا اگر کوئی سوال کرے کہ صاحبین کے نزدیک عتق تو قسمت پذیر نہین پھر کیا وجہ ہو کہ اس مسئلہ مین صاحبین تجزی عتق کے قائل ہین نہ اسکے سوا اور مسائل مین اسکا جواب شارح نے آئندہ قول مین بیان کیا الثبوتہ بطریق التوزیع والضرورۃ فلم تعد یعنی ثبوت تجزی عتق کا اس مسئلہ مین بطور تقسیم در ضرورت کے ہوگیا ہو تو سوائے محل ضرورت کے اور مسائل مین تعدی اور متجاوز نہوگا یعنی ایک غلام کا عتق مبہم بضرورت عدم تعیین کے دو مین منقسم ہوگیا تو سوائے اپنے محل کے اور محل مین متجاوز نہین ہوسکتا کذا فی حاشیۃ المدنی وشرح ابی المکارم عن المختصر وان صدر ذلک المذکور منہ فی مرضہ وضاق الثلث عنہم ولم یجزہ الورثۃ قسم الثلث بینہم کما مر بان جعل کل عبد سبعۃ اسہم سہام العتق لاحتیاجنا الی مخرج لہ نصف وربع واقلہ اربعۃ فنقول السبعۃ ہے ثلث المال اور اگر یہی دونون قول مذکور صادر ہون مالک سے اسکی بیماری مین اور بلا بیان وہ مرگیا اور ثلث مال سے غلام آزاد نہو سکین اسلیئے کہ سوائے تین غلامون کے کچھ اور متروکہ میت کا نہین اور وارث میت کے اسقدر آزاد ہونے کو جائز نہین رکھتے اور حالانکہ قیمت تینون غلامون کی برابر ہو تو اسصورت مخصوص مین بحساب سابق مذکور کے ثلث مال ان تینون غلامون مین منقسم کیا جاویگا اسطرح پر کہ ہر غلام کے سات سہم قرار دیے جاوین مانند سہام عتق کے چنانچہ اسکی تفصیل مذکور ہوچکی کہ تین سہم مرجان کے اور دو سہم سعید کے اور دو سہم فیروز کے آزاد ہوئے تھے تین ربع ایک کے اور نصف نصف دو کے ہر غلام کے سات سہم اسواسطے مقرر ہوئے کہ اس تقسیم مین ہمکو احتیاج ہوئی اس مخرج کی جسمین نصف اور ربع ہو اور اسکا اقل مخرج چار ہین اسواسطے کہ نصف چار کا دو ہین اور ربع ایک اور چونکہ چار مین گنجائش سات سہم کی نہین لہذا چار کو زیادہ کرکے سات قرار دیا اور یہی سات سہم ثلث مال ہو میت کا اور چونکہ عتق مرض کا در حکم وصیت کے ہی لہذا ثلث مین جاری ہوا اگر کوئی کہے کہ اہل فرائض نے تصریح کردی ہو کہ چار کی زیادتی سات تک نہین ہوتی اسکا جواب یہ ہو کہ چونکہ فرائض مین اجتماع دو نصف اور ربع کا نہین ہوتا لہذا اہل فرائض سات عول کے قائل نہوئے تو اس سے یہ لازم نہین آتا ہی کہ فرائض کے سوا اور کہین بھی جائز نہین اسیطرح مصرح کیا ہی شراح کلام اہل فرائض نے کذا فی الدرر وعتق ممن ثبت ثلثۃ من سبعۃ ویسعی فی اربعۃ وعتق من کل من غیرہ سہمان ویسعی فی خمسۃ فبلغ سہام السعایۃ اربعۃ عشر وسہام الوصایا سبعۃ لنفاذہا من الثلث اور اس غلام سے جو ثابت رہا دونون ایجاب مین یعنی مرجان کے تین سہم آزاد ہوئے سات سہم سے اور سعایت کرے چار سہم مین اور ثابت کے سوا ہر ایک غلام سے دو سہام آزاد ہوئے یعنی سعید کے دو سہم آزاد ہوئے تو باقی پانچ سہم مین وہ سعایت کرے اور فیروز کے بھی دو سہم آزاد ہوئے تو وہ بھی باقی پانچ مین کوشش کرے تو سعایت کے سہام تینون غلامون مین چودہ ہوئے اور وصیت یعنی عتق کے سہام سات ہوئے بسبب جاری ہونے وصیت کے کل مال کی تہائی سے تو کل مال میت کا اکیس سہام ہوئے انمین سے ثلث آزاد ہوئے یعنی سات باقی رہے دو ثلث یعنی چودہ ان طلق نسوۃ الثلث کذلک وہن کاور اگر طلاق دی ایک زوج نے اپنی تین عورتون کو اسیطرح یعنی ایک شخص کے تین عورتین ہین سو ایکدن اسکے پاس وہ عورتین حاضر تھین سو اُسنے کہا کہ تم دو مین سے ایک مطلقہ ہو پھر ایک اُنمین سے باہر گئی اور تیسری آئی سو اُسنے دوبارہ کہا کہ تم دو مین سے ایک مطلقہ ہو اور حالانکہ مہران تینون کے برابر ہین مہر کا برابر ہونا کچھ ضرور نہین شارح نے یہ قید باتباع صاحب درر کے زیادہ کی اسواسطے کہ حکم مسئلہ کا درصورت تفاوت مہر کے بھی یکسان ہو بلا تفاوت کذا فی حاشیۃ المدنی عن المفتی ابی سعود قبل وطی لیفید البینونۃ طلاق دی قبل وطی کے قید قبل وطی کی اسواسطے لگائی تا کہ ایجاب اول مفید ہو جدائی کا اسلیئے کہ زوجہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے جدا ہوجاتی ہو تو جس عورت کو ایجاب اول پہونچا وہ ایجاب ثانی کی محل باقی نرہی تو اس امر مین طلاق عتق کے مانند ہوگئی کذا فی شرح الوقایہ والدرر اس مسئلہ مفروضہ مین تین طرح کے احکام ہین ایک حکم مہر کا دوسرا حکم میراث کا اور تیسرا حکم عدت کا اور یہ سب احکام اُس صورت مین متبنی ہین جبکہ زوج یہ طلاق مبہم دیکر بلا بیان مرگیا اور اگر زوج بیان کردیگا کہ طلاق سے فلانی عورت مراد ہی تو وہ عورت بائنہ ہوجاویگی بلا عدت اور نصف مہر اپنا لے گی اور دوسری عورت کہ بوقت خطاب موجود تھی وہ نکاح مین ثابت رہیگی اور اگر بعد اس بیان کے زوج مرجاویگا تو وہ باقی عورت میراث اور پورا مہر پاویگی اور عدت وفات اُسپر لازم ہوگی کما لا یخفی سقط ربع مہر من خرجت وثلثۃ اثمان ممن ثبتت وثمن من دخلت لان بالایجاب الاول سقط نصف مہر الواحدۃ منصفا بین الخارجۃ والثابتۃ فسقط ربع کل ثم بالایجاب الثانی سقط الربع منصفا بین الثابتۃ والداخلۃ تو ساقط ہوگا زوجۂ خارجہ کا چہارم مہر اور زوجۂ ثابتہ کے مہر سے

تین ہشتم حصے ساقط ہونگے اور زوجہ داخلہ کا ہشتم حصہ مہر کا ساقط ہوگا اسواسطے کہ ایجاب اول سے ایک زوجہ کا نصف مہر ساقط ہوکر خارجہ اور ثابتہ مین نصف
نصف ہوگیا تو ہر زوجہ کا چوتھائی مہر ساقط ہوگیا پھر ایجاب ثانی سے چہارم مہر ساقط ہوکر ثابتہ اور داخلہ مین آدھون آدھ ہوگیا م ایجاب اول سے ایک زوجہ کا
نصف مہر اسواسطے ساقط ہوا کہ زوج نے طلاق نہین دی مگر ایک عورت کو اور طلاق قبل دخول مین نصف مہر ساقط ہوتا ہی اور چونکہ طلاق ایک عورت پر مخصوص نہین
لہذا سقوط نصف مہر کا دولون مین برابر منقسم ہوگیا تو خارجہ کا بھی چہارم ساقط ہوا اور ثابتہ کا بھی چہارم ساقط ہوا بعد اسکے ایجاب ثانی مین یہ تردد واقع ہوا کہ ایجاب اول
مین خارجہ مطلقہ ہوئی یا ثابتہ تو اگر واقع مین ثابتہ مطلقہ ہوئی تو ایجاب ثانی کا حکم ثابتہ پر باطل ہی اسواسطے کہ طلاق مانند عتاق کے تجزی نہین ہوتی کہ کچھ ثابتہ مطلقہ ہو اور کچھ
خارجہ اور اگر ایجاب اول مین خارجہ مطلقہ ہوئی تو اس تقدیر مین ایجاب ثانی دائر ہوگا ثابتہ اور داخلہ مین برابر تو بسبب اس تردد کے ایجاب ثانی مین ربع مہر ساقط ہوا اور ربع
دونون مین نصفا نصف ہوگیا ثابتہ کا بھی آٹھوان حصہ مہر کا ساقط ہوا اور داخلہ کا بھی بعضے علما نے کہا کہ یہ محمد کا قول ہی اور بعضون نے کہا کہ شیخین کا قول بھی ہی اگر امام محمد
کا فقط قول ہو تو ظاہر ہی اور اگر شیخین کا بھی قول ہی تو عتق اور طلاق مین فرق مذکور کے بیان کرنیکی البتہ حاجت ہی کذا فی الہدایہ شرح الوقایہ وحواشیہا ملخصاً واما المیراث
لہن من کل ربع وثمن فللداخلة نصفه لانه لا تزاحمها الا الثابتة وللنصف الآخر بین الخارجة والثابتة نصفان لعدم المرجح اور زوجات ثلثہ کی میراث خواہ ربع
ہو خواہ ثمن ہو داخلہ کو تو نصف میراث ہی اگر زوج کے اولاد نہین تو نصف ربع ہی اور اگر اولاد ہی تو نصف ثمن ہی اسواسطے کہ داخلہ کے ساتھ کوئی زوجہ شریک نہین مگر ثابتہ
اور نصف ثانی خارجہ اور ثابتہ مین نصفا نصف ہی اسلیے کہ کوئی مرجح نہین ایک کا دوسرے پر تو زوجیت کی میراث نصف داخلہ کی اور ربع خارجہ کی اور ربع ثابتہ کی و علی
کل منہن عدة الوفات احتیاطا لا الطلاق لعدم الدخول و ہر زوجہ پر انھین زوجات ثلثہ سے عدت وفات کی لازم ہوگی بنا بر احتیاط کے نہ عدت طلاق کی بسبب عدم
وطی کے عدت وفات مین احتیاط ہی بسبب احتمال منکوحہ ہونے کے کذا فی الکافی والوطی والموت بیان فی طلاق بائن مبہم کقوله لامرأتیه احدکما بائن فوطی احدیهما او ماتت
کان بیانا للاخری قیل وکذا التقبیل لا الطلاق اور وطی اور موت زوجہ بیان ہی طلاق بائن و مبہم مین چنانچہ یون کہنا زوج کا اپنی دو عورتون سے کہ ایک تم مین سے بائن
ہی پھر زوج نے ایک زوجہ کی وطی کی تو ظاہر ہوگیا کہ زوج کے نزدیک طلاق مبہم سے زوجہ ثانیہ مراد تھی اگر موطوءہ مطلقہ ہوتی تو اُس سے وطی نہ کرتا بعد طلاق مبہم کے
ایک زوجہ مر گئی تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی اس لیے کہ مردہ محل طلاق نہین بعضے علما نے کہا اور یہی طرح تقبیل کا بھی حکم ہی یہ کرخی کا قول زیادات کے مخالف ہی یعنی
اگر بعد طلاق بائن مبہم کے ایک زوجہ کا بوسہ لیگا تو معلوم ہوگا کہ زوجہ ثانیہ مطلقہ تھی اور طلاق بیان نہین ہوتی یعنی اگر دو عورتون سے کہا کہ ایک تم مین بائن ہی پھر ایک
زوجہ کو معین کرکے طلاق دی تو یہ طلاق ثانی مبہم کا بیان نہوگی یعنی دوسری زوجہ مطلقہ نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ طلاق بائن کے بعد عدت مین دوسری طلاق بھی
واقع ہوسکتی ہی تو جائز ہی کہ جسکو اول طلاق بائن ہوئی تھی اسی کو دوسری طلاق بھی ہوئی کذا فی حاشیة المدنی عن البحر و بل التهدید بالطلاق کالطلاق والعرض علی
البیعة کالبیع لم اره شارح کہتا ہی طلاق کی دھمکی طلاق کے مانند اور بیع کے واسطے پیش کرنا بیع کے مانند ہی بیان مین یا نہین مین نے اسکو مصرح نہین دیکھا م جب طلاق
بیان نہوئی تو بھلا دھمکی طلاق کیونکر بیان ہوگی اور عرض علی البیع کو شارح نے مانند بیع کے کسی کتاب مین نہین دیکھا الحمد لله کہ مترجم نے اختیار شرح مختار مین مصرح دیکھا
کہ عرض بھی مانند بیع کے بیان ہی عتق مبہم کا چنانچہ اسکی ملخص عبارت یہ ہی ولو قال لعبدیه احدکما حر ثم باع احدهما او عرضه علی البیع عتق الآخر لانه بالعرض قصد
وصول الثمن وانه ینافی الحریة) اور ملتقی الابحر مین یون ہی (والبیع بیان فی العتق المبهم وکذا العرض علی البیع) باوجودیکہ شارح ملتقی پر شرح لکھ چکا ہی در المختار سے
پہلے پھر بھی یہ مسئلہ یاد نہ پڑا انسان کتنا ہی بڑا کامل ہو لیکن خطا اور نسیان سے خالی نہین معاذ الله یہ شارح علامہ پر طعن نہین ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک *
غرض اس بیان سے عجز بشریت کا بیان ہی کبیع ولو فاسدا و موت ولو بقتل العبد نفسه وتحریر ولو معلقا وتدبیر ولو مقیدا او استیلاد وکذا کل تصرف لا یصح
الا فی الملک ککتابة واجارة وایصاء وتزویج ورہن وہبة وصدقة ولو غیر مسلمتین ذکره ابن الکمال لان المساومة بیان فهذه اوبے بلا قبض برائع
چنانچہ بیع کرنا ایک غلام کا عتق مبہم کا بیان ہی اگرچہ بیع فاسد ہی ہو اور مر جانا ایک غلام کا اگرچہ غلام نے اپنی ذات کو آپ قتل کیا ہو اور آزاد کرنا ایک غلام کا

اگرچہ اعتاق مطلق ہو اور مدبر کرنا ایک غلام کا اگرچہ تدبیر مقید ہو چنانچہ تدبیر مطلق اور مقید کا بیان باب التدبیر مین آویگا اور استیلاد یعنی دعوی ولد کرنا اور
اسی طرح عتق مبہم کا بیان ہے وہ تصرف جو صحیح نہین ہوتا مگر ملک مین جیسے مکاتب کرنا یا اجارہ یا وصیت کرنا یا مملوک کا نکاح کردینا یا گرو رکھنا اور اسیطرح ہبہ کرنا
اور خیرات مین دینا اگرچہ ہبہ اور خیرات بلاقبض ہو یہ قول ہے ابن کمال کا اسواسطے کہ فقط قیمت ٹھہرانا بلا تسلیم جبکہ بیان ہوتا ہے عتق مبہم کا تو ہبہ اور صدقہ بلاقبض ولی بین
بیان ہونے مین کذا فی البدائع اسواسطے کہ ہبہ اور صدقہ بلاقبض مین ایجاب اور قبول ہوتا ہے بخلاف قیمت ٹھہرانے کے فی حق عتق مبہم کقولہ احدکما حر فصل ذکر تعیین الآخر
امور مذکورہ عتق مبہم کے حق مین بیان مین چنانچہ مالک نے اپنے دو غلامون سے یا دو لونڈیون سے کہا کہ ایک تم مین آزاد ہے تو یہ عتق مبہم ہے معلوم نہین کہ کسکی آزادی مراد ہے پھر
امور مذکورہ مین سے کوئی امر کیا یعنی دو غلامون مین ایک کو بیع کرڈالا یا ایک غلام مرگیا یا ایک کو آزاد کیا معین کرکے یا مدبر کیا یا ایک لونڈی کے ولد کو اپنا بیٹا کیا یا ایک غلام کو مکاتب
کیا یا اجارہ مین دیا یا ایک غلام کے استخدام کی کسی کیواسطے وصیت کی یا ایک کا نکاح کردیا یا گرو رکھا یا ایک غلام کسیکو ہبہ کردیا یا خیرات دی یا تو ان افعال سے دوسرے غلام کا
عتق متعین اور مصرح ہوگیا ابہام دفع ہوا اسواسطے کہ تصرف مالکانہ قرینہ ہے کہ عتق اُسکا مالک کو مقصود نہ تھا بلکہ دوسرے غلام کی آزادی مراد تھی ولو قیل لہ ایہما نویت فقال لم
اعن ہذا عتق الآخر ثم ان قال لم اعن ہذا عتق الاول ایضا وکذا الطلاق بخلاف الاقرار اختیار اور اگر مالک نے اپنے دو غلامون سے کہا کہ ایک تم مین سے آزاد ہے اور کسی نے
مالک سے پوچھا کہ کس غلام کے آزاد کرنیکا تو نے ارادہ کیا سو مالک نے کہا ایک کیطرف اشارہ کرکے کہ اسکو مین نے نہین آزاد کیا تو دوسرا آزاد ہوگا اسواسطے کہ ایک کی نفی
کرنے سے دوسرا متعین ہوگیا پھر بعد اسکے دوسرے غلام کی طرف جسکا عتق متعین ہوگیا اشارہ کرکے کہا کہ اسکی آزادی کا مین نے ارادہ نہین کیا تو اول غلام بھی آزاد ہو جاویگا
یعنے دونون غلام آزاد ہو جاوینگے نفی اول سے دوسرا غلام آزاد ہوا اور نفی ثانی سے پہلا غلام آزاد ہوا اور یہی حکم ہے طلاق مبہم مین یعنی زوج نے اپنی دو عورتون سے کہا کہ ایک
تم مین مطلقہ ہے پھر کسی نے پوچھا کہ کسکو تو نے ارادہ کیا سو زوج نے کہا کہ اسکو مین نے ارادہ نہین کیا تو دوسری عورت مطلقہ ہوگی پھر اگر دوسری عورت کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ
اسکو بھی مین نے ارادہ نہین کیا تو دونون مطلقہ ہونگی بخلاف اقرار مبہم کے کہ اسمین ایک کی نفی سے دوسرے کی تعیین نہین ہوتی چنانچہ اگر یون کہا کہ ان دو شخصون مین سے
ایک شخص کے ہزار درم مجھپر ہین سو اگر کسی نے پوچھا کہ کون مراد ہے اور مقر نے ایک کی نفی کی تو دوسرے شخص کیواسطے کچھ واجب نہوگا وجہ فرق کی یہ ہے کہ طلاق اور
عتاق مین اُس شخص پر تعیین واجب ہے تو جب ایک کی نفی کی تو دوسرا متعین ہوگا بنا بر ضرورت اقامت وجوب کے بخلاف اقرار کے کہ اسکی تعیین مقر پر واجب نہین اسواسطے کہ اقرار
مجہول سے مقر پر کچھ لازم نہین آتا کہ جبر اُس پر جائز ہو تو اقرار مین ایک کی نفی سے دوسرے کی تعیین بھی نہوگی کذا فی الاختیار شرح المختار ولو جنی احدہما تعین الجانی وعلیہ الدیۃ وفعا
للضرر ولوالجیۃ اور اگر ایک غلام نے جنایت کی یعنی کسی کو مار ڈالا تو مارنے والا غلام متعین ہوجائیگا واسطے عتق کے اور اسی پر خون بہا دینا لازم ہوگا واسطے دفع ضرر مولی کے
کذا فی الولوالجیۃ یعنی غلام قاتل کی آزادی اسواسطے متعین ہوگئی تاکہ مولی کا ضرر نہو قاتل ہی پر خون بہا دینا لازم ہوگا اور اگر غلام غیر قاتل کو آزاد قرار دیجیے تو قاتل کی طرف
سے خون بہا دینا مولی پر لازم ہوگا لا یکون الوطی ودواعیہ بیانا فیہ وقالا ہو بیان حبلت اولا وعلیہ الفتوی لعدم حلہ الا فی الملک نہوگی وطی اور اُسکی دواعی بیان عتق
مبہم مین یعنی اگر ایک لونڈی سے مولے نے وطی کی تو دوسری لونڈی کا عتق ثابت نہوگا نزدیک امام اعظمؒ کے اور صاحبینؒ نے کہا کہ وطی بیان ہے عتق مبہم مین لونڈی
اس وطی سے حاملہ ہوئی یا نہو اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الہدایۃ اسواسطے کہ وطی حلال نہین مگر ملک مین اور ظاہر حال مسلم کا دلالت کرتا ہے کہ وہ مرتکب حرام کا نہوا
ہوگا **وکذا الموت لا یکون بیانا فی الاخبار اتفاقا فلو قال لغلامین احدکما ابنی او قال لجاریتین احدکما ام ولدی فمات احدہما لا تعین الباقی للعتق**
ولا للاستیلاد لان الاخبار یصح فی الحی والمیت بخلاف الانشاء اور اسی طرح موت بھی بیان نہین ہوئی خبر دینے مین باتفاق امام اور صاحبینؒ کے سو اگر مولی نے
اپنے دو غلامون سے کہا کہ تم مین سے ایک میرا بیٹا ہے یا دو لونڈیون سے کہا کہ تم مین سے ایک میری ام ولد ہے پھر ایک غلام یا ایک لونڈی مرگئی تو باقی غلام
عتق کے واسطے اور باقی لونڈی استیلاد کے واسطے متعین نہونگے اسلیے کہ خبر دینا زندہ اور مردہ دونون مین صحیح ہو سکتا ہے لہذا موت بیان نہین ہوسکتی
اخبار مین بخلاف انشاء کے کہ وہ مردہ مین صحیح نہین لہذا انشاء مین موت بیان ہوتی ہے قال لامتہ ان کان اول ولد تلدینہ ذکرا فانت حرۃ فولدت ذکر

او انثی ولم یدر الاول رق الذکر بکل حال وعتق نصف الام والانثی لعتقھا بتقدیم الذکر ورقھا بالعکس فیعتق نصفھا وتسعیان فی نصف قیمتھما کما مالک نے اپنی حاملہ لونڈی سے کہ اگر تو پہلا بچہ مذکر جنے گی تو تو آزاد ہی پھر وہ مذکر اور مؤنث ساتھ ہی جنی اور معلوم نہین کہ پہلے مذکر جنی یا مونث تو ولد مذکر تو ہر حال مین غلام ہی رہیگا خواہ مذکر کا اول تولد ہوا ہو خواہ مونث کا اسواسطے کہ اگر اول مذکر ہوا تو وہ مملوک ہوگا اسلیے کہ وقت تولد کے یا اسکی مملوکہ تھی اور وہ آزاد نہ ہوئی مگر بعد وضع حمل کے باعتبار شرط کے اور اگر اول مونث کا تولد ہوا تو نہ ماں اسکی آزاد ہوگی نہ مولود بسبب پائے جانے شرط کے اور جس صورت مین اولیت کسی کی معلوم نہو تو ماں اور اسکی بیٹی نصف نصف آزاد ہونگی بسبب آزاد ہونے دونون کے درصورت تقدم مذکر کے اور مملوک ہونے دونون کے درصورت تقدم مونث کے تو درصورت عدم ثبوت تقدم کے دونون نصف نصف آزاد ہونگی اور دونون سعایت کرینگی اپنی نصف نصف قیمت مین شہد العتق احد مملوکیہ لوامیۃ لغت عند ابی حنیفۃ رح لکونھا علی عتق مبھم و گواہون نے دو غلامون مین سے ایک کے آزاد کرنیکی گواہی دی تو نزدیک امام اعظم رح کے یہ گواہی لغو ہی اگرچہ دونون گواہون نے دو لونڈیون مین سے ایک لونڈی کے بھی اعتاق کی گواہی دی ہو اسواسطے کہ یہ گواہی عتق مبہم پر ہی اور عتق مجہول کی گواہی لائق سماعت کے نہین الا ان تکون شہادتھما فی وصیۃ ومنھا التدبیر فی الصحۃ والعتق فی المرض او طلاق مبھم فیقبل اجماعا اعتاق مبہم کی گواہی کسی صورت مین مقبول نہین مگر اسطرح مقبول ہی کہ دونون کی گواہی وصیت مین ہو اور وصیت مین داخل ہی صحت مین مدبر کرنا اور مرض الموت مین آزاد کرنا یا گواہی طلاق مبہم مین ہو تو باجماع امام اور صاحبین کے مقبول ہوگی م جبکہ تدبیر فی الصحۃ وصیت مین داخل ہوئی تو تدبیر فی المرض بطریق اولی وصیت مین داخل ہوگی بحر الرائق اور نہر الفائق مین گواہی وصیت کی یون مثال دی ہی کہ دونون گواہ گواہی دین کہ مالک نے اپنے مرض الموت مین دو غلامون سے ایک غلام کو آزاد کیا طحطاوی محشی نے کہا تو اس مثال مین وصیت اور عتق فی المرض مین کچھ فرق نہین معلوم ہوتا اور ممکن ہی کہ وصیت سے یہ مراد ہو کہ اپنے غلام کے اعتاق کی وارثون کو وصیت کر جاوے اور مرض الموت کے اعتاق سے یہ مراد کہ خود آزاد کر کے مرے والاصل ان الطلاق المبھم یحرم الفرج اجماعا فلا یشترط لہ الدعوی بخلاف العتق المبھم فلا یجری عندہ لکن لم یجز ان یفتی بہ فلیحفظ اور طلاق مبہم اور عتق مبہم مین اصل فارق یہ ہی کہ طلاق مبہم حرام کر دیتی ہی شرمگاہ کو باجماع امام اور صاحبین کے تو طلاق مبہم کی گواہی کیواسطے دعوے مشروط نہین اسواسطے کہ یہ حق اللہ ہی نہ حق العباد اور حق اللہ مین بلا شرط دعوی گواہی مقبول ہی بخلاف عتق مبہم کے کہ وہ محرم شرمگاہ کا نہین نزدیک امام کے لیکن اس مقام مین امام کے قول پر فتوی دینا جائز نہین کذا فی الھدایۃ اسواسطے کہ مزید احتیاط تحریم مین ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کما تقبل لو شھد بعد موتہ انہ ای المولی قال فی صحتہ لقنیہ احد کما حر علی الاصح لشیوع العتق فیھما بالموت فصار کل خصما متعینا وصححہ ابن الکمال وغیرہ چنانچہ مقبول ہی گواہی اگر دو شاہدون نے گواہی دی بعد موت مولی کے کہ اسنے اپنی صحت مین کہا تھا اپنے دو غلامون سے کہ ایک تم مین سے آزاد ہی گواہی مقبول ہوگی بنا بر قول اصح کے بسبب شائع ہو جانے عتق کے دونون غلامون مین مولی کی موت سے یعنی جبتک مولی زندہ تھا تو شہادت مذکورہ مقبول نہ تھی اس سبب سے کہ دعوے صحیح نہ تھا اسواسطے کہ مدعی مجہول تھا معلوم نہ تھا کہ دونون مین سے کون آزاد ہی اور جب مولی مر گیا تو دونون غلامون پر عتق پھیل گیا تو ہر غلام مدعی متعین ہو گیا اور تصحیح کی ہی اس قول کی ابن کمال وغیرہ نے یعنی فخر الاسلام اور صاحب کافی نے اور شارحین نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے شھد العتقہ سالما ولا یعرفونہ عتق گواہی دی دو گواہون نے کہ مولی نے اپنے سالم غلام کو آزاد کیا اور گواہ سالم کو پہچانتے نہین ہین تو سالم آزاد ہوگا بشرطیکہ مولے کے غلامون مین مسمی بہ سالم ایک ہی غلام ہو ولو لہ عبدان کل اسمہ سالم وجحد فلا عتق کشھادتھما بالعتقہ لمعینۃ سماھا فنسیا ھا اسمھا او بطلاق احدے زوجتیہ وسماھا فنسیاھا لم تقبل للجھالۃ فتح اور اگر مولی کے دو غلامون کا نام سالم ہو اور مولے اعتاق کا منکر ہو تو گواہون کی گواہی اس گواہی سے کہ مولے نے سالم کو آزاد کیا عتق نہ ثابت ہوگا چنانچہ دو گواہون کی ایسی گواہی کہ مولے نے معین لونڈی کا نام لیکر آزاد کیا اور گواہون کو اسکا نام یاد نہ رہا یا دو عورتون مین سے ایک عورت کی طلاق کی گواہی دی جسکا زوج نے نام لیا تھا اور گواہ اسکو بھول گئے تو ایسی گواہی نہ مقبول ہوگی بسبب کمال جہالت کے کذا فی فتح القدیر

باب الحلف بالعتق

یہ باب ہے عتق کی قسم کھانے کے بیان میں حلف بفتح حاء و سکون لام مصدر ہے بمعنی قسم کھانیکے اور حلف بمعنی عہد یمان کے ہے کذا فی الصراح اور حلف سے مراد بیان تعلیق ہے عتق
کی اور مسئلہ تعلیق بالولادۃ کا عتق البعض میں اسواسطے مذکور ہوا کہ درصورت عدم علم شرطکے بعض عتق ہوتا ہے فتامل کذا فی المنح قال ان دخلت الدار فکل مملوک لی یومئذ
حر عتق من لہ حین دخولہ ولیلا سواء ملکہ بعد حلفہ او قبلہ لان المعنی یوم اذ دخلت فاعتبر ملکہ وقت دخولہ کہا قائل نے کسی مخاطب سے کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگا تو جو میرا مملوک
ہوگا اُسدن سو آزاد ہے تو آزاد ہو جاویگا جو لونڈی یا غلام کہ متکلم کا مملوک ہوگا مخاطب کے داخل ہونے کے وقت اگرچہ مخاطب اتکو گھر میں داخل ہوا ہو خواہ متکلم مالک کا بعد
تعلیق کے ہوا ہو یا قبل تعلیق کے اسواسطے کہ معنی یومئذ کے بیان یہ ہیں کہ جس روز کہ تو گھر میں داخل ہوگا تو وقت دخول مخاطب کے ملک متکلم کی معتبر ہوئی تو گویا یون متکلم نے کہا کہ وقت
دخول کے جس غلام اور لونڈی کا میں مالک ہونگا وہ آزاد ہے اور مملوک لونڈی اور غلام دونون کو شامل ہے چنانچہ لفظ آدمی کا کذا فی الذخیرہ اور یوم شامل ہے دن میں یعنی مطلق وقت کے
ہے لہذا دخول لیل سے بھی عتق ثابت ہوگا ولذا لولم یقل یومئذ عتق من لہ وقت حلفہ فقط کقولہ کل عبد لی والمکاتب حر بعد غد او بعد شہر اعتبر وقت حلفہ لان
ادا الملکہ للحال فلا یتناول الاستقبال حتی لو لم یملک شیئا یوم حلفہ لغی یمینہ اور چونکہ مثال سابق یوم دخول سے ملک معتبر ہوگی لہذا اگر مولی یومئذ کا لفظ نہ کہتا تو وہی
فقط غلام آزاد ہوتا جو تعلیق کے وقت اُسکا مملوک تھا چنانچہ یہ قول مولے کا کہ جو غلام کہ میرا ہے وہ پرسون آزاد ہے یا جس غلام کا کہ مالک ہون وہ پرسون یا بعد مہینے کے آزاد
ہے تو اس سے مثال میں معتبر ہوگی ملکیت مولی کی اُسکے قسم کھانیکے وقت اسواسطے کہ لفظ لی اور ملک موضوع ہے زمانہ حال کے واسطے اسلیے کہ لی تعلق ہے ثابت کا اور
ثابت اسم فاعل ہے اور اسم فاعل اور اسم مفعول میں مذہب مختار یہ ہے کہ وہ حال کیواسطے ہے اور صیغہ فعل کا اگرچہ حال اور استقبال دونون میں مستعمل ہوتا ہے لیکن عندالاطلاق عرفا اور
شرعا اور لغۃ زمانۂ حال ہی مراد ہوتا ہے تو قول مذکور شامل نہوگا استقبال کو یہانتک کہ اگر متکلم مالک نہوگا کسی غلام کا تعلیق کے دن تو اُسکی تعلیق لغو ہو جاوےگی اور جس غلام کہ
کہ بعد تعلیق کے مالک ہوگا وہ ہرگز آزاد نہوگا و دبر بکل عبد لی والمکاتب حر بعد موتی من کان لہ مملوک یوم قال ہذا القول ور اس غلام سے کہ جو میرا غلام ہے یا جس غلام کا میں
مالک ہون وہ بعد میری موت کے آزاد ہے تو مدبر ہو جاویگا جو غلام کہ اُسکا مملوک ہوگا اُسدن جسدن یہ قول اُسنے کہا اسواسطے کہ اسم فاعل اور مضارع زمانہ حال کیواسطے ہے لا یکون
مدبرا مطلقا بل مقیدا من ملکہ بعدہ لکن ان مات عتق من الثلث لتعلیقہ بالموت فیصیر وصیۃ اور جس غلام کا کہ مولی مالک ہوگا بعد تعلیق مذکور کے وہ غلام مدبر مطلق نہوگا
بلکہ مدبر مقید ہوگا ولیکن اگر مولی بعد اس تعلیق کے مرجاویگا تو دونون غلام یعنی جو مملوک تھا قبل تعلیق کے اور جو مملوک ہوا بعد تعلیق کے آزاد ہو جاوینگے طرفین کے نزدیک
ثلث مال سے بسبب تعلیق کرنے مولی کے موت پر تو یہ تعلیق وصیت ہو گئی اور وصیت نہیں واقع ہوتی مگر بعد موت کے خلاصہ یہ ہے کہ جو غلام مملوک تھا قبل تعلیق کے وہ تو بسبب صیغہ
حال کے آزاد ہو گیا اور جو غلام کہ بعد تعلیق کے مملوک ہوا وہ باعتبار صیغہ کے آزاد نہیں ہوا کہ جمع بین الحال والاستقبال لازم آوے بلکہ ایجاب عتق ہوا بطریق وصیت کے ولہذا ثلث
مال سے معتبر ہوا اور وصیت حال اور استقبال دونون کو شامل ہے لہذا اگر کوئی ثلث مال کی وصیت کر گیا اور حالانکہ وہ مفلس ہوا اور بعد وصیت کے وہ مالک ہوا اور مرجاے
تو وصیت اُسمین جاری ہوگی کذا فی الدرر وحاشیۃ المدنی المملوک لا یتناول الحمل لانہ تبع لا مہ لفظ مملوک کا شامل نہین حمل کو اسواسطے کہ جنین تابع ہے اپنی ماں کا یعنی مملوک
سے متبادر وہ ہے جو بالقصد مملوک ہو اور جنین بالتبع مملوک ہے نہ بالقصد فلا یعتق حمل جاریۃ من قال کل مملوک لی ذکر فہو حر ولو لم یقل ذکرا دخل الحمل فیعتق
الحمل تبعا تو نہ آزاد ہوگا حمل اُس مولی کی لونڈی کا جسنے یون کہا کہ جو میرا مذکر مملوک ہے وہ آزاد ہے اسواسطے کہ لفظ مملوک کا حمل کو شامل نہیں اور اگر مولی لفظ ذکر کا نہ کہتا یعنے
فقط اسیقدر کہتا کہ جو میری مملوک ہے وہ آزاد ہے تو حاملہ لونڈی بھی عتق میں داخل ہو جاتی تو جنین بھی تابع اپنی ماں کا ہو کر آزاد ہو جاتا شارح کے کلام سے ثابت ہوا
کہ لفظ مملوک کا لونڈیون کو بھی شامل ہے چنانچہ اسکا بیان ذخیرہ سے منقول ہو چکا وکذا لفظ المملوک والعبد لا یتناول المکاتب ولا المشترک ویتناول المدبر والمرہون
والماذون علی الصواب اور اسی طرح لفظ مملوک کا شامل نہیں مکاتب اور عبد مشترک کو اور شامل ہے غلام مدبر اور مرہون اور ماذون فی التجارۃ کو بنابر قول درست کے شارح نے
قول درست کے کہنے سے مجتبیٰ کی عبارت کو رد کیا اُسمین کہا ہے کہ لفظ مدبر اور مرہون اور ماذون کو لفظ مملوک کا شامل نہیں ولو نوی الذکور او لم ینو المدبر رق اگر مولی کہا کہ ہر مملوک میرا

آزاد ہی اور مملوک سے نیت فقط غلامون کی کی نہ لونڈیون کی یا غلام مدبر کی نیت نہ کی تو دیانۃً اُسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اسواسطے کہ ظاہر استعمال کے مخالف ہی اور
دیانۃً اسواسطے تصدیق ہوگی کہ تخصیص عام کو لفظ محتمل ہی وفی ممالیکی کلہم احرار لم یدین لدفع احتمال لاختصاص بالتاکید اور اس قول مین کہ میرے مملوک بالکل آزاد ہین
اگر فقط ذکور کی نیت کریگا تو دیانۃً بھی اُسکی تصدیق نہ ہوگی بواسطے دور ہو جانے احتمال اختصاص کے بسبب تاکید کے یعنی جب عام کی تاکید ہوگئی تو اب تخصیص عام کا
احتمال نہ باقی رہا لہذا دیانۃً بھی تصدیق نہوگی سب غلام اور لونڈیان اُسکی آزاد ہو جاوینگی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے حلف ان لا یعتق عبدہ فکاتب او اشتری قریبا او
اشتری العبد نفسہ حنث قسم کھائی مولی نے کہ اپنے غلام کو نہ آزاد کریگا پھر اُسنے اپنے غلام کو مکاتب کیا یا اُسنے قریب محرم کو خرید کیا یا غلام نے خود اپنی ذات کو
مولی سے مول لیا تو قسم ٹوٹ جاویگی اسواسطے کہ کتابت بعد حصول بدل کتابت کے عتق ہی اور خرید کرنا قریب محرم کا سبب ہی عتق کا اور غلام کو خود غلام سے بیع
کرنا اعتاق ہی ان لم یعتک فانت حر فباعہ فاسدا عتق وصحیحا لا اگر مولی نے غلام سے کہا کہ اگر تجھکو مین نہ بیچون تو تو آزاد ہی پھر اسکو بیع فاسد کر دی تو وہ آزاد ہوگا اور اگر بیع
صحیح کر تو آزاد نہ ہوگا اسلیے کہ بیع فاسد کے بعد ملک بائع کی ضائع نہین ہوتی بدون تسلیم کے تو شرط عتق کی مولی کی ملکیت مین پائی گئی لہذا وہ آزاد ہو جاویگا اور بیع
صحیح مین بائع کی ملک باقی نہین رہتی تو شرط عتق کی اُس وقت پائی گئی جبکہ مولی کی ملک باقی نہ رہی لہذا وہ آزاد نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن المبسوط ان دخلت
دار فلان فانت حر فشہد فلان واخرانہ دخل عتق مولی نے غلام سے کہا کہ اگر تو مثلاً زید کے گھر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہی پھر زید نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی
کہ غلام زید کے گھر مین داخل ہوا تو غلام آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ دخول فعل غلام کا ہی نہ صاحب خانہ کا کہ وہ گواہی مین متہم ہو وفی ان کلمۃ لا لانہا علی فعل نفسہ
اور اس قول مین کہ موے نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو مثلاً زید سے کلام کریگا تو تو آزاد ہی پھر زید نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ غلام نے زید سے کلام کیا تو غلام
نہ آزاد ہوگا اسواسطے کہ گواہی زید نے اپنی ذات کے فعل پر دی لہذا مقبول نہ ہوگی باقی رہی گواہی ایک آدمی کی اُسکا شرع مین اعتبار نہین ولو شہد
ابنا فلان او کلمہ ابا ہما جازت بان جحد اور اگر مثلاً زید کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ غلام نے کلام کیا اُنکے باپ سے تو گواہی اُنکی درست ہوگی اگر باپ اُنکا
منکر ہو کلام کرنے کا اس لیے کہ بیٹون کی گواہی برخلاف باپ کے درست ہی محل تہمت نہین وکذا ان ادعاہ عند محمد والطلہما الثانی اور اسیطرح باپ اگر مدعی بھی ہو
کلام کا تو بھی بیٹون کو گواہی جائز ہی نزدیک محمدؒ کے اسواسطے کہ اس دعوی مین باپ کو کچھ منفعت نہین اور ابو یوسف نے بیٹون کی گواہی کو درصورت دعوی باپ کے باطل کیا

باب العتق علی جعل

بالضم وفتح المال یہ باب ہی عتق کا بشرط مال کے جعل بضم جیم بمعنے مال ہی اور فتح جیم کا لغت قلیل ہی جعل اس مال کو کہتے ہین جو انسان کو کسی فعل کے واسطے مقرر
کیا جاوے او جعالۃ بالکسر اور جعلیہ بھی اسی کے مانند ہی کذا فی الصحاح اعتق عبدہ علی مال صحیح معلوم الجنس والقدر فقبل العبد کل المال فی المجلس لعم مجلس علیہ
لو غائبا عتق وان لم یود لانہ معلق علی القبول لا الاداء حتی لو رد او اعرض بطل آزاد کیا موے نے اپنے غلام کو صحیح مال پر جسکی جنس اور قدر معلوم ہی سو قبول
کر لیا غلام نے سب مال کو مجلس مین مجلس عام ہی مجلس خطاب کو اگر غلام حاضر ہو اور اسکے علم کی مجلس کو اگر وہ غائب ہو تو غلام بمجرد قبول کے آزاد ہو جاویگا اگرچہ اُسنے
مال ہنوز ادا نہین کیا اسواسطے کہ عتق قبول پر معلق ہی نہ ادا پر یہان تک کہ اگر غلام اس کلام کو رد کرے یا اس سے اعراض کرے یعنی بلا قبول اُٹھ کھڑا ہو
مجلس سے تو عتق باطل ہو جاویگا بسبب نہ پائے جانے قبول کے اسواسطے کہ یہ معاوضہ ہی مال کا بغیر مال کے اسواسطے کہ غلام اپنی ذات کا مالک نہین اور
معاوضہ قبول عوض کا ضرور ہی جیسے بیع مین کذا فی الدرر مال صحیح کی اسواسطے قید لگائی کہ بعوض خمر یا خنزیر کے عتق صحیح نہین مسلم کے حق مین اور لفظ مال شامل
ہی نقد اور اسباب اور حیوان اور مکیل اور موزون کو بشرطیکہ معلوم الجنس ہو اور جہالت وصف کی مضر نہین اسواسطے کہ کمتر جہالت ہی کذا فی الدرر وشرح ابی المکارم
وان علقہ بادائہ **کان** اوبیت فانت حر صار ماذونا دلالۃ اور اگر معلق کیا عتق کو مال کے ادا کرنے پر چنانچہ یون کہا کہ اگر تو اسقدر مال ادا کریگا تو تو
آزاد ہی تو غلام ماذون فی التجارۃ ہوگا باعتبار دلالت حال کے اسواسطے کہ موے نے غلام کو ادا کرنے کی رغبت دلائی اور مال بدون کسب و تجارت کے

باب العتق علی جعل

حاصل نہین ہوتا تو گویا اُسنے تجارت کی اجازت دی کذا فی الزیلعی و ہل یصح حجرہ تردد فیہ فی البحر اور بعد اس قول کے غلام کو روکنا تجارت سے جائز ہی یا نہین اسکے جواب
مین بحرالرائق مین تردد کیا ہو نہ اسکے حکم مین صریح روایت پائی نہ قواعد مذہب سے استخراج کیا اور محشیون نے بھی اسمین قول فیصل نہین ذکر کیا واللہ اعلم لانکاتبا

لانہ صریح فی تعلیق العتق بالاداء وہو یخالف المکاتب فی عشرین مسئلۃ ذکر منہا تسعۃ اداے مال کی تعلیق سے غلام ماذون ہوگا نہ مکاتب ہوگا اسواسطے کہ قول مذکور مین ادا
مال پر تعلیق عتق کی صریح ہی بخلاف کتابت کے کہ اُسمین تصریح عتق کی نہین ہوتی بلکہ کتابت مین مولی یون کہتا ہو کہ مین نے تجکو مکاتب کیا ہزار درم پر مثلاً اور وہ یعنے
جس غلام کا عتق اداے مال پر معلق ہوا وہ مخالف ہی مکاتب سے بیس مسئلون مین جنمین سے نو مسئلون کو ماتن نے ذکر کیا اور باقی مسائل کو شارح نے ماتن کی عبارت کے
ساتھ ملا جلا بمناسبت کلام پورا کر دیا مترجم شمار مسائل کیواسطے ہر مسئلہ پر ہندسہ عدد کا واسطے اختصار کے رقم کریگا فقال فلا یتوقف عتقہ علی قبولہ سو ماتن نے کہا ا
تو موقوف نہین عتق غلام مذکور کا اسکے قبول پر یعنی اگر بلا قبول مال کو ادا کریگا تو آزاد ہوگا بخلاف مکاتب کے کہ اُسکا قبول کرنا مشروط ہی ولا یبطل بردہ ۲ اور باطل نہوگا عتق غلام کے
رد کرنے سے بخلاف مکاتب کے وللمولی بیعہ قبل وجود شرطہ وہو الاداء ۳ اور مولی کو جائز ہی بیع کرنا اُس غلام کا قبل وجود عتق کی شرط کے اور وہ شرط کیا ہو اداے مال ہی بخلاف
مکاتب کے کہ بدون عجز اداے بدل کتابت کے اُسکا بیع کرنا مولی کو جائز نہین ولو باعہ ثم اشتراہ ہل یجب قبول ما یاتی بہ خلاف ۴ اور اگر مولی اُسکو بیچے پھر اُسکو خرید کرے
کیا واجب ہی قبول کرنا اُس مال کا جسکو غلام لاوے اسمین اختلاف ہی ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا واجب ہو اور محمد کے نزدیک واجب نہین لیکن اگر مولی مال مذکور قبض کریگا
تو بالاتفاق آزاد ہوگا بخلاف مکاتب کے کہ اُسکے مال کے وجوب قبول مین اختلاف نہین کذا فی منح الغفار و عتق بالتخلیۃ بحیث لو مد یدہ للمال اخذہ ۵ اور آزاد ہوگا غلام مذکور
مال کو آگے رکھدینے سے اسطرح پر کہ اگر مولی ہاتھ اپنا بڑھاوے تو مال کو اٹھا لے م مکاتب بھی تخلیہ مال سے آزاد ہو جاتا ہی کذا فی الزیلعی تو دونون مین کچھ فرق نہوا تو اُسکا ذکر

بیان بے موقع ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ادی عنہ غیرہ تبرعا او امر غیرہ بالاداء فادی لا یعتق لان الشرط ادائہ ولم یوجد کما لا یعتق لو قید بدراہم فادی دنانیر
او بکیس ابیض فدفع فی کیس اسود او بہذا الشہر فدفعہ فی غیرہ ۶ اور اگر مال ادا کیا غلام کی طرف سے کسی غیر شخص نے بطریق احسان کے ۷ یا غلام نے غیر شخص کو اداے مال
کا امر کیا سو اُسنے ادا کر دیا تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ شرط عتق کی خود غلام کا ادا کرنا تھا سو پایا نہ گیا ۸ چنانچہ غلام آزاد نہوگا اگر مولی نے اداے مال مین دراہم
کی قید لگائی پھر غلام نے دینار ادا کیے ۹ یا مولی نے مثلاً ہزار درم دینے کی سفید تھیلی مین قید لگائی سو غلام نے ہزار درم سیاہ تھیلی مین دیے ۱۰ یا مولی نے اس مہینے
مین ادا کرنیکی شرط کی تھی سو غلام نے دوسرے مہینے مین مال ادا کیا سو ان چارون مسائل مین غلام آزاد نہوگا بسبب نہ پائے جانے شروط مذکورہ کے بخلاف مکاتب کے کہ وہ
چارون صورتون مین آزاد ہوگا بسبب حاصل ہونے مقصود بدل کتابت کے او حط عنہ البعض بطلبہ وادی الباقی ۱۱ یا مولی نے مال معین سے کچھ کم کر دیا یا غلام کی درخواست
سے اور باقی مال کو اُسنے ادا کیا تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ شرط عتق کی کل مال تھا نہ بعض بخلاف کتابت کے کہ مکاتب باقی دینے سے آزاد ہوگا وکذا لو ابراہ ۱۲ اور یہی
طرح غلام آزاد نہوگا اگر مولی مال کو معاف کر دیگا بخلاف مکاتب کے کہ وہ معاف کرنے سے آزاد ہوتا ہی م اس مسئلہ کا ذکر بھی بیان بے موقع ہی اسواسطے کہ ابرا نہین ہوتا
مگر دین مین اور یہان غلام مذکور پر دین کہان ہی جو ابرا کی گنجایش ہو کذا فی منح الغفار او مات المولی وادّاہ الی الورثۃ لعدم الشرط بل العبد باکسابہ للورثۃ ۱۳
یا مولی مر گیا اور غلام نے مال معین وارثون کو ادا کیا تو آزاد نہوگا بسبب نہ پائے جانے شرط کے اسواسطے کہ شرط یہ تھی کہ مولی کو دیوے بلکہ غلام اور غلام کا کمایا ہوا
مال وارثون کا مملوک ہی تو غلام بیچا جاویگا بخلاف مکاتب کے کما لو مات العبد قبل الاداء وترک کسبہ لمولاہ ۱۴ چنانچہ اگر غلام مر جاوے قبل ادا کرنے مال معین کے

تو متروکہ اُسکا مولی کا ہوگا اور اس مال سے غلام میت کے آزاد ہونے کے واسطے نہ ادا کیا جاویگا بخلاف مکاتب کے بل لہ اخذ ما ظفر بہ مما فضل عندہ من
کسبہ ۱۵ بلکہ مولے کو جائز ہی کہ قبل ادا کرنے مال کے جو مال کہ غلام کا پاوے لے لیوے بخلاف مکاتب کے ۱۶ یا کمائی غلام کی جو زیادہ ہو مال معین
سے اُسکے پاس اُسکا لینا بھی جائز ہی بخلاف مکاتب کے ولو ادی من کسبہ قبل التعلیق عتق ورجع السید بمثلہ علیہ ۱۷ اور اگر مال معین کو غلام نے ادا کیا
اُس کمائی سے جو قبل تعلیق عتق کے تھی وہ آزاد ہو جاویگا اور اتنا مال غلام سے مولے پھیر لیگا بخلاف مکاتب کے کہ قبل کتابت کے کمائی سے وہ آزاد نہ ہوگا

اسواسطے کہ وہ مال موے کی ملک ہو وتعلق ادا وہ بالمجلس ان علق بان واذا الا ۱۸ اور متعلق ہوگا ادا کرنا مال کا مجلس ایجاب یا مجلس علم مین اگر موے نے تعلیق
لمنظان شرطیہ کی ہو اسواسطے کہ یہ تخییر ہو تو مجلس ہی پر موقوف ہوگی اور اگر تعلیق بلفظ اذا اور متیٰ کی تو ادا اے مال مجلس پر مخصوص نہوگا بخلاف مکاتب
کے ولا یتبعہ اولادہ بخلاف المکاتب فے الکل ۱۹ اور تابع اسکی نہ ہوگی اولاد اسکی عتق مین یعنی اگر لونڈی کا عتق ادا اے مال پر معلق ہو پھر وہ اولاد جنے پھر مال کو ادا
کرے تو اسکی اولاد نہ آزاد ہوگی اسواسطے کہ وقت ولادت کے لونڈی پر کتابت کا حکم نہین کہ اولاد بھی اسکے ساتھ ہوجاوے بخلاف مکاتب کے جمیع مسائل سابقہ
مین چنانچہ مترجم نے ہر مسئلہ مین اسکی تصریح کردی وہو ای المال دین صحیح یصح التکفیل بہ بخلاف بدل الکتابۃ فانہ لا یصح الکفالۃ بہ وہذہ الموفیۃ عشرون
۲۰ اور وہ یعنی مال مذکور دین صحیح ہو تو کفالت اسکی جائز ہوگی بخلاف بدل کتابت کے کہ اسکی کفالت صحیح نہین اسواسطے کہ بدل کتابت عجز سے ساقط ہوجاتا ہو
اور یہ مسئلہ پورا کرنے والا ہو بیس مسائل کا شارح کو مناسب تھا کہ بجاے عشرون کے عشرین کہتا اسواسطے کہ مفعول ہو موقیہ کا م یہ جو ماتن نے مال معلق کو دین صحیح
کہا سو صحیح نہین اسواسطے کہ قبل حکم قاضی کے یہ مال دین نہین اسلیے کہ موے نے اس مال کو اپنے غلام پر واجب نہین کیا بلکہ بطریق تعلیق ذکر کیا اور بعد ادا کے بھی دین نہین تو اس مسئلہ
کا بیان ذکر کرنا ہی غلط ہو بلکہ اس مسئلہ کا محل ذکر اول باب تھا جہان اعتاق علی المال مذکور ہوا چنانچہ صاحب بحر اور صاحب درر و غرر نے وہین ذکر کیا ہو اسلیے کہ اعتاق
علی المال مین بمجرد قبول کے غلام آزاد ہوجاتا ہو اور آزاد پر دین کا ہونا صحیح ہو تو کفالت بھی اسکی جائز ہو بخلاف بدل کتابت کے کہ وہ دین صحیح نہین اسواسطے کہ مکاتب ہنوز آزاد
نہین کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحلبی ویزاد ما فی الذخیرۃ لو علقہ بالف فاستقرضہا ودفع لمولاہ عتق ورجع الغریم علی المولے الان غرماء الماذون احق بمالہ حتی تتم دیونہم اور مسائل
مذکورہ پر دو مسئلے اور زیادہ کیے جاتے ہین جو ذخیرہ مین مذکور ہین کہ اگر عتق غلام کا معلق کیا مولی نے ہزار پر پھر غلام نے ہزار قرض لیے اور اپنے مولی کو دیے تو غلام آزاد ہوجاویگا
اور قرض دینے والا موے سے ہزار پھیر لیگا اسواسطے کہ قرض دینے والے غلام ماذون کے غلام کے مال مین احق ہین تاوقتیکہ اُنکے دیون تمام ہون ولو استقرض الفین
فدفع واحدۃ بہا وکل الاخری فللغریم مطالبۃ المولے بہا لمنعہ بعتقہ من بیعہ بدینہ اور اگر غلام مذکور نے دو ہزار قرض لیے سو ایک ہزار مولی کو دیے اور ایک ہزار خود کھا گیا تو
قرض دینے والے کو موے سے دونون ہزار کا مطالبہ جائز ہو اسواسطے کہ موے نے بسبب اعتاق غلام کے دین کی بیع سے روک دیا یعنی اگر غلام آزاد نہ ہوا ہوتا تو
قرض دینے والا اپنے دین کے واسطے غلام کو بیچ لیتا اور اب غلام آزاد ہو تو وہ بیچ نہین سکتا اور چونکہ سبب عتق کا موے ہو لہذا وہ اپنے دین کا مطالبہ مولی
سے کریگا ولو قال انت حر بعد موتی بالف ان قبل بعدہ ای بعد موتہ عتقہ مع ذلک وارث او وصی او قاض عند امتناع الوارث ہو الاصح لان
المیت لیس باہل للاعتاق عتق لا لف والولاء للمیت اور اگر موے نے کہا اپنے غلام سے کہ تو آزاد ہو میری موت کے بعد بعوض ہزار درم کے اگر غلام نے ہزار درم کو
قبول کرلیا بعد موت موے کے اور ساتھ اس شرط کے موے کے وارث یا وصی یا قاضی نے امتناع وارث کے وقت غلام کو آزاد کردیا تو غلام آزاد ہوجاویگا
ہزار درم پر اور یہی قول اصح ہو مولی کو آزاد کرنا کافی نہین اسواسطے کہ مردہ آزاد کرنے کے لائق نہین اور ارث غلام کی میت کے واسطے ہو تو عصبات مذکور مولی
کے وارث ہونگے عورتون کو وراثت نہ ملیگی اور اگر میت کو ارث نہ ملتی وارثون کو ملتی تو عورت مرد سب وارث ہوتے کذا فی حاشیۃ الطحاوی عن البحر اور قبول غلام کا
بعد موت مولی کے اسواسطے مشروط ہوا کہ ایجاب عتق کا مابعد موت کیطرف مضاف ہوا تو اگر مولی کی حیات مین قبول معتبر ہوتا تو قبول مقدم ہوتا ایجاب پر اور حالانکہ
یہ صحیح نہین اور یہ بھی مشروط ہو کہ بعد موت مولی کے فی الفور غلام قبول کرے تب آزاد ہوگا کذا فی فتح القدیر والا یوجد کلا الامرین لا یعتق بذلک اور اگر دونون امر
نپائے جاوین یعنی بعد موت مولی کے غلام ہزار درم کو مثلاً فوراً نہ قبول کرے یا وارث وغیرہ نہ آزاد کرین اُسکو تو فقط اس مولی کے قول سے غلام آزاد نہوگا ولو حررہ
علی خدمتہ حولا مثلاً کاعتقتک علی ان تخدمنی سنۃ فقبل عتق فی الحال اور اگر آزاد کیا غلام کو اسکی ایک سال کی خدمت پر مثلاً چنانچہ یون کہا کہ مین نے
تجکو آزاد کیا اسپر کہ تو سال بھر میری خدمت کرے سو غلام نے اسکو قبول کیا تو فی الحال آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ علی الشئ قبول مجلس پر مشروط ہو وفی ان خدمتنی
سنۃ فانت حر لا یعتق الا بالشرط فلو خدمۃ اقل منہا او عوضہ عنہا او قال ان خدمتنی واولادی فمات بعض اولادہ لا یعتق لان التعلیق دعلی

للمعاوضۃ اور مولی کے اس قول مین کہ اگر تو میری خدمت سال بھر کرے تو تو آزاد ہو تو غلام آزاد نہ ہوگا بدون پائے جانے شرط کے یعنی خدمت یکسال
سو اگر غلام مولے کی خدمت سال بھر سے کم کریگا یا بعوض خدمت کے مولی کو مال دیگا یا مولے نے غلام سے یون شرط کی کہ اگر تو میری اور میری اولاد کی خدمت کرے
تو تو آزاد ہو پھر اسکی اولاد سے کوئی مرگیا تو ان تینون صورتون مین آزاد نہ ہوگا اسواسطے کہ ان شرط تعلیق کیواسطے موضوع ہو اور علی معاوضہ کیواسطے اور تعلیق مین بدون
وجود شرط معلق علیہ کے معلق نہین ہوتا اور معاوضہ یعنے مبادلہ مین فقط قبول کرنا کفایت کرتا ہو چنانچہ جمیع عقود معاوضات کا یہی حکم ہو وخدمتہ الخدمۃ المعروفۃ بین
الناس مدتہ ایا کانت اور جب خدمت پر عتق ٹھہرے تو غلام مولے کی وہ خدمت کرے جو لوگون مین معروف اور مروج ہو بقدر مدت مقرری کے جتنی مدت ہو فان
جہلت او مات ہو ولو حکما کعمی **او مولاہ قبلہا** پھر اگر مدت خدمت کی مجہول ہو یا غلام قبل خدمت کے مرجاوے اگرچہ موت حکمی ہو چنانچہ اندھا ہو جانا یا مولے
مرجاوے م اندھے کو بجاے میت کے قرار دینا یہ تجویز ہو صاحب نہر کی نہ روایت مذہب کی لیکن شارح نے بطور روایت کے ذکر کیا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو خدم بعضہا
فبحسابہ اور اگر غلام مولی کی تھوڑی مدت خدمت کرکے مرگیا تو اسکے موافق حساب کیا جاویگا مثلاً چار برس کی خدمت پر عتق ٹھہرا تھا سو غلام ایکسال خدمت کرکے مرگیا تو شیخین
کے نزدیک چہارم وضع کرکے یون قیمت غلام کی اوسپر لازم آویگی اور محمدؒ کے نزدیک تین سال کی خدمت کی قیمت اوسپر لازم ہوگی کذا فی البحر عن شرح الطحاوی تجب
قیمتہ فتو خدمتہ للورثۃ او من ترکتہ للمولی وعند محمد تجب قیمۃ خدمتہ وبہ ناخذ حاوی اگر قبل خدمت کے غلام یا مولی مرگیا تو امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک قیمت غلام
کی واجب ہوگی سو اگر مولی مرگیا ہو تو غلام سے اسکی قیمت وارثون کے واسطے لیجاوے اور یا غلام مرگیا ہو تو اسکے متروکہ سے مولی کیواسطے قیمت مذکورہ لیجاوے
اور محمد کے نزدیک غلام کی قیمت واجب نہین بلکہ اسکی خدمت کی قیمت واجب ہو اور یہی روایت ماخوذ اور مفتی بہ ہو کذا فی الحاوی القدسی م ہل نفقۃ عیالہ لو فقیر اعلی سیدہ
فی المدۃ کالموصی لہ بالخدمۃ او یکتسب للانفاق حتی یستغنی ثم یخدم المولے کالمعسر بحث فی البحر للثانی والمصنف الاول اور کیا نفقہ غلام کی عیال کا اگر وہ محتاج
ہون خدمت کی مدت مین اسکے مولے پر ہو جیسے اس غلام کا نفقہ مولے پر ہو جسکو مولے نے خدمت مین دیا کسی غیر شخص کے یا غلام اول کسب کرے عیال
کی نفقہ رسانی کے واسطے یہانتک کہ کسب کی حاجت نہ رہے پھر خدمت کرے مولی کی مدت معین تک جیسے مفلس غلام کا عتق مال پر ٹھہرے تو مقدور ہونے
تک اسکو مہلت ملتی ہو بحر الرائق مین امر ثانی کو تجویز کیا ہو یعنی کسب کو خدمت پر مقدم کیا ہو بقیاس غلام مفلس کے اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین امر اول کو
تجویز کیا ہو یعنی مولی پر اسکا اور اسکے عیال کا نفقہ واجب ہو بقیاس وصیت خدمت کے م محشی حلبی نے کہا کہ ظاہر اقیاس صاحب بحر کا صحیح ہو لہذا صاحب نہر نے بھی اسکو مسلم
رکھا ہو اور قیاس مصنف کا وصیت کی خدمت پر قیاس مع الفارق ہو اسواسطے کہ وصیت کی خدمت غلام بلاعوض کرتا ہو لہذا اسکا نفقہ مولی پر واجب ہو اور یہان مولی کی خدمت
بعوض اپنی گلوخلاصی کے کرتا ہو تو مانند مستاجر کے ہوا کبیع عبد عنہ بعین کبعتک نفسک بہذا العین **فہلکت** او استحقت **تجب قیمتہ** وعند محمد قیمتہا چنانچہ غلام کو بیچنا خود
غلام سے بعوض کسی چیز معین کے چنانچہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین نے تیری ذات کو تیرے ہاتھ بیچا بعوض اس گھوڑی کے مثلاً سو قبول کرلیا غلام نے پھر وہ گھوڑی
یا لونڈی ہلاک ہوگئی یا کسی اور شخص کی مملوک نکلی تو غلام کی قیمت غلام پر واجب ہوگی اور محمد کے نزدیک گھوڑی یا لونڈی کی قیمت واجب ہوگی **ولو قال رجل**
لمولی امۃ اعتق امتک بالف علی ان **تزوجنیہا ان فعل** العتق **وابت** النکاح **عتقت مجانا** ولا شی لہ علی آمرہ لصحۃ اشتراط البدل علی الغیر فی الطلاق
لا فی العتاق اور اگر کہا ایک مرد نے لونڈی کے مالک سے کہ آزاد کردے اپنی لونڈی کو بعوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ میرے ساتھ اسکا نکاح کردینا اگر مولے
نے اسکو آزاد کردیا اور عورت نے نکاح سے انکار کیا تو وہ مفت آزاد ہوجاویگی اور آزاد کرنے والے پر کچھ دینا لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ شخص غیر پر عوض کا
شرط کرنا طلاق یعنے خلع مین صحیح ہو نہ عتاق مین م اگر عورت اس مرد سے نکاح کریگی تو ہزار درم اسکی قیمت اور اسکے مہر مثل پر تقسیم ہونگے تو جسقدر قیمت کے درم
ہونگے وہ ساقط ہوجاوینگے اور جسقدر مہر مثل کے مقابلہ مین پڑینگے وہ مرد پر لازم ہونگے کذا فی فتح القدیر تو انکار نکاح کی قید بیفائدہ ہو لونڈی نکاح کرے
یا نکاح سے انکار کرے بہر صورت مفت آزاد ہوگی آزاد کرنے والے پر کچھ لازم نہ ہوگا **ولو زاد** لفظ **عنی قسم الالف علی قیمتہا** ومہرہا ای مہر مثلہا نقضہا

الشراء اقتضاء ولذا تجب حصتہ ما سلم ای القیمۃ وتسقط حصۃ المھر اور آزاد کرنے والے نے اگر قول مذکور مین لفظ عنی کا زیادہ کیا یعنی یون کہا مولے سے کہ
اپنی لونڈی کو آزاد کردے میری طرف سے عوض ہزار درم کے شرط پر کہ میرے ساتھ اُسکا نکاح بھی کردے سو مولی نے لونڈی کو آزاد کردیا اور اُسنے نکاح سے انکار کیا
تو ہزار درم تقسیم ہونگے لونڈی کی قیمت اور اُسکے مہر مثل پر بسبب متضمن ہونے اس کلام کے خریداری کو بنا بر اقتضاے کلام کے گویا اُسنے یون کہا کہ لونڈی کو میرے
ہاتھ بیع کر اور اُسکو میری طرف سے آزاد کر لیکن چونکہ قائل نے رقبہ کے ساتھ اُسکے نکاح کو بھی ملایا اور ہزار درم کو بعوض مجموع کے مقابل کیا لہذا ہزار درم مجموع پر منقسم
ہوگئے اور اسیواسطے قائل پر حصہ قیمت کا جسکی تسلیم ہوئی واجب ہوا اور حصہ مہر کا ساقط ہوگیا بسبب عدم تسلیم کے فلو نکحت القائل فحصۃ مہر مثلہا من الالف
مہرہا فیکون لہا فی وجہیہ ضم عنی او ترکہ سو اگر آزاد لونڈی نے مرد قائل سے نکاح کیا تو ہزار درم سے اُسکے مہر مثل کا حصہ جسقدر ہوگا وہی اُسکا مہر ہوگا تو اسیقدر عورت
کا مہر ہوگا دونون صورتون مین لفظ عنی کے ملانے مین اور اُسکے ترک کرنے مین جو اگر قیمت لونڈی کی اور اُسکا مہر مثل دونون برابر ہین اسطرح کہ سو درم کی اُسکی
قیمت ہے اور اسیقدر کا اُسکا مہر مثل ہے تو ہزار درم دونون پر منقسم ہونگے پانسو درم قیمت کا حصہ ہوگا اور پانسو مہر مثل کا تو مسئلہ سابقہ مین یعنی جبکہ قائل نے لفظ عنی کا
نہین ملایا تو قیمت کا حصہ ساقط ہوگا اور مہر کا حصہ یعنی پانسو درم قائل پر واجب ہونگے اور جبکہ قائل نے لفظ عنی کا زیادہ کیا تو اُسپر پانسو درم قیمت کے بابت مولی کے
واجب ہونگے اور پانسو درم مہر کے لازم آوینگے اور اگر قیمت اور مہر مثل مین تفاوت ہوگا اسطرح پر کہ قیمت کے دو سو ہون اور مہر کے ایکسو تو ہزار درم کے دو ثلث قیمت
پر اور ایک ثلث مہر پر منقسم ہوگا تو مسئلہ سابقہ مین حصہ قیمت کا تو ساقط ہوگا اور حصہ مہر کا اُسپر لازم ہوگا اور مسئلہ لاحقہ مین دو ثلث مولی کے واجب ہونگے اور ایک ثلث
عورت کے مہر کا وما اصاب قیمتہا فی الاولی ہدر وفی الثانیۃ لمولاہا باعتبار تضمن الشراء وعدمہ اور ہزار درم سے جسقدر لونڈی کی قیمت کو پہونچا وہ مسئلہ اولے
مین رائگان گیا اسواسطے کہ وہ مفت آزاد ہوگئی اور جسقدر اُسکی قیمت کو مسئلہ ثانیہ مین پہونچا وہ اُسکے مولی کا ہے باعتبار تضمن ہونے خریداری کے اور عدم
تضمن کے کما مر تفصیلہ اعتق المولی امتہ علی ان تزوجہ نفسہا فزوجتہ فلہا مہر مثلہا وجوزہ الثانی اقتداء بفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام فی صفیۃ قلنا کان علیہ
الصلوۃ والسلام مخصوصا بالنکاح بلا مہر آزاد کیا مولی نے اپنی لونڈی کو اس شرط پر کہ اپنا نکاح مولی سے کرے سو اُسنے اپنی ذات کا نکاح مولے سے کیا
تو اُسکا مہر مثل مولے پر لازم آویگا امام اعظم رح اور محمد رح کے نزدیک اسواسطے کہ عتق مال نہین اور مہر بدون مال کے نہین ہوتا اور جائز رکھا ہے اس معاوضہ
کو ابو یوسف نے باقتداے فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ام المومنین حضرت صفیہ مین صحیحین مین بروایت انس رض کے حدیث ثابت ہے کہ حضرت صفیہ
بنت حیی کو خیبر کے قیدیون مین سے حضرت نے اپنے واسطے اختیار کیا اور انکو آزاد کیا اور اُنسے نکاح کیا اُنکے عتق کو اُنکا مہر قرار دیا شارح کہتا ہے ہم طرفین
کی طرف سے ابو یوسف کو جواب دیتے ہین کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنص قرآنی مخصوص تھے ساتھ نکاح بلا مہر کے یعنی نکاح حضرت صفیہ کا بھی بلا مہر تھا نہ
بعوض عتق کے اور اُمور مخصوصہ مین اقتدا جائز نہین فان ابت فعلیہا السعایۃ فی قیمتہا اتفاقا اور اگر بعد اعتاق کے بشرط مذکور کے آزاد لونڈی نکاح سے انکار
کرے تو اُسپر اپنی قیمت کے ادا کرنے مین سعایت واجب ہوگی باتفاق امام اور صاحبین رح کے وکذا لو اعتقت المرأۃ عبدا علی ان ینکحہا فان فعل فلہا مہرہا وان ابی
فعلیہ قیمتہ اور اسی طرح اگر بی بی اپنے غلام کو آزاد کرے اس شرط پر کہ بی بی سے وہ نکاح کرے تو اگر غلام بی بی سے بعد آزاد ہونے کے نکاح کریگا تو بی بی کا
مہر اُسپر لازم ہوگا اور اگر نکاح سے انکار کریگا تو اُسپر قیمت اپنی ادا کرنا واجب ہوگا ولو کانت المعتقۃ علی ذلک ام ولدہ فقبلت عتقت فان ابت
نکاحہ فلا شئی علیہا خانیہ لعدم تقوم ام الولد اور اگر ام ولد آزاد ہو بشرط نکاح کے پھر اُسنے یہ شرط قبول کی تو آزاد ہو جاویگی پھر اگر ام ولد نے مولی کے
نکاح سے بعد آزاد ہونے کے انکار کیا تو اُسپر کچھ واجب نہ ہوگا کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ ام ولد لائق قیمت کرنے کے نہین جو بقدر قیمت اُسپر سعایت
لازم آوے فروع مسائل ملحقہ شارح کے قال اعتق عنی عبدا او امۃ حرا فاعتق عبدا جیدا الا العتیق وفی ادالی العتیق لانہ ادخل فی ملکہ فیکون ضیا
بالزیادۃ واما العتق اخراج لان کسبہ ملک للمولی مولے نے اپنے غلام سے کہا کہ میری طرف سے آزاد کر غلام کو اور تو آزاد ہے تو یہ غلام ماذون فی التجارہ

ہوا اور متوسط غلام کا آزاد کرنا اُسپر لازم ہوا سواس غلام مخاطب نے عمدہ غلام مولی لیکر آزاد کردیا تو یہ آزاد نہ ہوگا اور اسی طرح ناقص غلام کے آزاد کرنے سے بھی آزاد نہ ہوگا کذا فی العالمگیریہ اور سولے کے اس قول مین کہ مجکو ایک غلام دے اور تو آزاد ہو سو اُسنے عمدہ غلام لادیا تو غلام مخاطب آزاد ہوگا اسواسطے کہ عمدہ غلام کو اُسنے مولی کے ملک مین داخل کردیا تو مولی راضی ہوگا زیادتی ملک سے اور عمدہ غلام کا آزاد کرنا تو اُسکو ملک مولے سے نکالنا ہو اسواسطے کہ غلام مخاطب کسب مملوک ہو مولی کا تو مال جید کے اخراج سے مولی کیونکر راضی ہوگا

باب التدبیر

یہ باب ہو تدبیر کے احکام مین یعنی غلام کے مدبر کرنے کے احکام مین زندگی کے اعتاق کے بعد اعتاق بعد الموت کو شروع کیا اور استیلاد پر تدبیر کو مقدم کیا اسواسطے کہ تدبیر غلام اور لونڈی دونون کو شامل ہو بخلاف استیلاد کے کہ وہ فقط لونڈی پر مخصوص ہو ہو لغۃ الاعتاق عن دبر ہو ما بعد الموت وہ یعنی تدبیر لغت مین عبارت ہو اعتاق عن دبر سے یعنے بعد موت کے آزاد کرنا تدبیر کی اصل دبر ہو اور دبر بضم اول او سکون ثانی و بضمتین ضد ہو قبل کی قبل آگا اور دبر پیچھا لہذا مدبر اُس غلام کو کہتے ہین جو پیچھے مرنے مولی کے آزاد ہوا اور چونکہ یہ یعنی لغوی معنی شرعی سے زیادہ تر مناسب تھے اسیواسطے اکثر فقہا اسکو بیان کرتے ہین اور معنی ثانی تدبیر کے تفکر ہین کذا فی الصحاح یعنی انجام کار کو سوچنا اور یہی معنی معروف ہین اور بعضے فقہانے اسی کو لپسند کیا ہو مانند اتقانی اور صاحب درر کے اور وجہ مناسبت معنی شرعی سے یون بیان کی ہو کہ جب مولی نے اپنے انجام کار کا سوچ کیا تو اپنے غلام کو آزاد کیا تاکہ بعد موت کے ثواب خدا حاصل ہو و شرعاً تعلیق العتق بمطلق موتہ ولو معنی کان مت الی مائۃ سنۃ اور شرع مین تدبیر عبارت ہو تعلیق عتق سے ساتھ مطلق موت مولے کے اگرچہ اطلاق معنوی ہو نہ لفظی چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین سو برس تک مرون تو تو آزاد ہو ہم تدبیر دو قسم ہو ایک تدبیر مطلق اور دوسری تدبیر مقید اور یہ تعریف تدبیر مطلق کی ہو نہ مطلق تدبیر کی کہ دونون قسم کو شامل ہو خلاصہ یہ ہو کہ جب مولی نے اپنی موت پر بلا قید تعلیق عتق کی اُسکو تدبیر مطلق کہتے ہین اور اگر مولی کی عمر اسّی برس کی تھی اور اُسنے اپنے غلام سے کہا کہ اگر مین سو برس تک مرجاؤن تو تو آزاد ہو ہر چند ظاہر مین یہ کلام مقید ہو لیکن باعتبار معنی کے مطلق ہو اسواسطے غالب حال یہ ہو کہ اسّی برس کا آدمی سو برس اور کاہے کو زندہ رہیگا تو فی الحقیقت تقیید عین اطلاق ہو بخلاف نکاح کے کہ اُسمین توقیت اگرچہ مدت دراز کی ہو صحیح نہین اسواسطے کہ نکاح موقت ممنوع ہو تو تابید معنوی بنظر نہی کے وہان معتبر نہین اور تدبیر مین چونکہ کوئی مانع شرعی نہین لہذا تابید معنوی صحیح ہو اسواسطے کہ اعتبار معنی کا اصل ہو درصورت عدم مانع کذا فی حاشیۃ المدنی عن الشرنبلالیہ وخرج بقید الاطلاق التدبیر المقید کما یجئ وبموتہ تعلیقہ بموت غیرہ فانہ لیس بتدبیر اصلا بل تعلیق بشرط اور نکلگئی اطلاق کی قید سے تدبیر مقید چنانچہ اسکا ذکر آخر باب مین آویگا اور مولے کی موت کی قید سے تعلیق عتق بموت غیر نکل گئی یعنی یون مولے کا کہنا کہ تو بعد موت زید کے آزاد ہو تو یہ قول اصلا تدبیر نہین نہ یہ تدبیر مطلق ہو نہ مقید بلکہ یہ تعلیق ہو شرط پر گویا یون کہا کہ اگر زید مرے تو تو آزاد ہو تو یہ غلام بمجرد مرنے زید کے مولی کی زندگی مین مفت آزاد ہوجاویگا بسبب وجود شرط کے کذا فی المنح عن البحر کاذا مت او ان مت او ہلکت او حدث بی حادث فانت حر او عتیق او معتق او انت حر عن دبر منی او انت مدبر او دبرتک زاد بعد موتی او لا چنانچہ یون کہنا مولے کا اپنے غلام سے کہ جب مین مرون یا جسدم کہ مرون یا اگر مین مرون یا جب مجھ حادثہ ہو یعنی موت آوے تو تو حر ہو یا عتیق یا معتق ہو یا تو آزاد ہو میرے پیٹھ پیچھے یا تو مدبر ہو یا مین نے تجھکو مدبر کیا ان الفاظ کے کہنے کے بعد لفظ بعد موتی کا زیادہ کرے یا نہ کرے اسواسطے کہ معنی موت کے مدبر او تدبیر مین داخل ہین تو ذکر کرنا بعد موتی کا اور نہ ذکر کرنا دونون برابر ہو ہم عرب کے عرف مین حدث اور حادث اور اسی طرح وفات اور ہلاک موت مین مستعمل ہین اسواسطے کہ اُسمین معنی کا اعتبار ہو نہ لفظ کا فقط کذا فی البحر تو عرف ہندوستان مین انتقال کرنا اور اول منزل کو پہونچنا اسی طرح ہوگا او انت حر یوم اموت ان نوی بہ مطلق الوقت لقرانہ بما لا یمتد فان نوی النہار صح وکان مقیدا یا مولے نے یون کہا کہ تو حر ہو جس دن کہ مین مرون یوم سے مراد اس مثال مین مطلق وقت ہو بسبب متصل ہونے یوم کے اُس چیز سے جسکو امتداد اور قیام نہین ہو یعنے موت سے اور قاعدہ یہ ہو کہ جب لیل یا یوم امر غیر

مستند سے قرین ہوگا تو مطلق وقت مراد ہوگا جو رات اور دن دونون کو شامل ہو تو اگر بعد اس قول کے مولی رات کو مریگا تو بھی غلام آزاد ہوگا پھر اگر موے
بلفظ یوم نہار کا یعنی فقط دن کا ارادہ کریگا نہ رات کا تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ معنی حقیقی کا ارادہ کیا اور اسصورت مین یہ تدبیر مطلق نرہیگی بلکہ تدبیر مقید ہوجاویگی اسواسطے
کہ یہ ضرور نہین کہ موت اُسکی دن ہی کو ہو وان مت الی مائة سنة مثلاً وغلب موته قبلها ہو المختار لانہ کالکائن لامحالة یا مولی نے یون کہا کہ اگر مین سو برس تک مثلاً
مرون تو تو آزاد ہو اور ظن غالب اُسکی موت کا ہو قبل سو برس کے تو یہ مقید بجائے مطلق کے ہو قول مختار مین اسواسطے کہ مثلاً اسی برس کی عمر والے کی موت قبل سو
برس کے مانند ثابت ہونے کے ہو بلا شک باعتبار غالب عمار خلق کے اور غیر مختار وہ قول ہو جو ینابیع اور جامع الفقہ مین ہو کہ مثال مذکور تدبیر مقید ہو نہ مطلق باعتبار لفظ کے اور باقی
تفصیل اور تحقیق اسکی تعریف تدبیر مطلق مین ہو چکی وافاد بالکاف عدم الحصر حتی لو اوصی لعبدہ بسہم من مالہ عتق بموته ولو بجزء لا والفرق لایخفی وذکرناہ فی شرح الملتقی اور مصنف
نے کاف تشبیہ سے عدم حصر کا اشارہ کیا یعنی امثلۂ مذکورہ مین تدبیر مطلق منحصر نہین تا اینکہ اگر موے اپنے غلام کے واسطے اپنے مال مین سے ایک سہم کی وصیت
کرجاوے تو وہ آزاد ہوجاویگا اسکی موت کے بعد اور ایک جز کی اگر وصیت کریگا تو آزاد نہو گا اور فرق سہم اور جز مین فقہا کے نزدیک مخفی نہین اور ہم نے شرح ملتقی الابحر
مین فرق کو بیان کیا ہو مؤلف اختیار شرح مختار دونون مین فرق یون بیان کیا ہو کہ سہم عبارت ہو سدس مال سے اور جز عبارت ہو شی مبہم غیر معین سے تو جب
مولی نے اپنے کل مال سے غلام کے واسطے سدس کی وصیت کی تو سدس رقبہ غلام کا بھی وصیت مین داخل ہوا اسواسطے کہ غلام بھی مولی کا مال ہو تو غلام اپنی
ذات سے سدس کا مالک ہوا لہذا آزاد ہوگا اور چونکہ جز مبہم ہو تو اُسکی تعیین وارثون کے اختیار مین ہو لہذا رقبہ غلام کا بلا تردد جز مین داخل نہین ہوسکتا تو آزاد
بھی نہوگا اور محشی مدنی نے بھی اسی طرح کا فرق ملتقی سے مذکور کیا ہو اور دریافت کیا چاہیے کہ الفاظ مدبر کرنے کے چار طرح پر ہین اول صریح جسمین تدبیر مصرح
ہو اور ثانی بلفظ تعلیق موت اور ثالث اُن الفاظ سے مدبر کرنا جنسے تعلیق بعد الموت مفہوم ہو جیسے یون کہنا کہ میری موت کے بعد کسی کا اختیار تجھ پر نہین اور رابع
بلفظ وصیت ثلث مال یا سدس یا یون کہنا کہ مین نے وصیت کی تیرے واسطے تیری ذات کی یا تیری گردن کی اسواسطے کہ ایسی وصیت عبارت ہو ازالۂ ملک
سے کیونکہ غلام مین مالکیت کی صفت بدون اعتاق کے نہین ہوتی ولو دبر عبدہ ثم ذہب عقلہ فالتدبیر علی حالہ لما مر انہ تعلیق وہو لایبطل بالجنون مثلا رجوع مدبر
کیا اپنے غلام کو پھر مولی کی عقل زائل ہوگئی تو تدبیر قائم ہو اپنے حال پر اسواسطے کہ تعریف مین گذر گیا کہ تدبیر تعلیق ہو اور تعلیق باطل نہین ہوتی جنون اور رجوع
کرنے سے بخلاف الوصیة برقبتہ لانسان ثم جن ثم مات لبطلت بخلاف وصیت کے یعنی موے نے غلام کے رقبہ کی کسی انسان کیواسطے وصیت کی پھر موے مجنون
ہوگیا بعد اسکے مرگیا تو یہ وصیت باطل ہوجاویگی **ولا یقبل التدبیر الرجوع** عنہ ویصح مع الاکراہ بخلافہا فالتدبیر کوصیة الا فی ہذہ الثلث اشباہ وزاد مدبر
السفینة ومدبر قتل سیدہ اور تدبیر قبول نہین کرتی رجوع کو یعنے تدبیر کرکے اس سے پھر جانا جائز نہین اور تدبیر جبر اور زبردستی سے بھی صحیح ہو بخلاف وصیت
کے کہ اس سے پھر جانا درست ہو اور وصیت زبردستی سے صحیح نہین تو تدبیر مانند وصیت کے ہو سوائے ان تین امور مذکورہ کے یعنی جنون اور رجوع اور اکراہ کے کذا فی
الاشباہ والنظائر اور اشباہ کے تین امر پر دو امر اور زیادہ کیے گئے ہین ایک سفینہ کا مدبر دوسرا وہ مدبر جسنے اپنے مالک کو قتل کر ڈالا یعنے مرد احمق کی وصیت امر
خیر مین نافذ ہو اور تدبیر اُسکی اگرچہ نافذ ہو لیکن اُسکے مدبر پر کل قیمت مین سعایت لازم ہوگی کذا فی حاشیة المدنی عن الحموی اور مدبر اگر مولی کو قتل کریگا تو آزاد
ہوگا اور کل قیمت مین سعایت کرے اور موصی لہ اگر وصیت کرنے والے کو قتل کریگا تو وصیت باطل ہوگی **فلا یباع المدبر المطلق خلافا للشافعی** سو
مدبر مطلق کی بیع جائز نہین بخلاف مذہب امام شافعی کے کہ اُنکے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہو اسواسطے کہ صحیحین مین جابر سے حدیث ثابت ہو کہ
ایک شخص نے اپنا غلام مدبر کیا تھا اُسکے پاس کچھ مال نہ تھا سوائے اِس غلام کے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو آٹھ سو درم کو بیچا اور اُس سے
فرمایا کہ اپنا قرض اسی قیمت سے ادا کر اور امام مالک کی مؤطا مین ثابت ہو کہ عائشہ صدیقہؓ نے اپنے غلام مدبر کو بیچا اور امام اعظمؒ کی وہ حدیث دلیل ہو
جو دارقطنی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ مدبر نہ بیچا جاوے اور نہ ہبہ کیا جاوے اور وہ آزاد ہو ثلث مال سے دارقطنی نے رفع اس حدیث کی تضعیف

کی ہی اور موقوف ہونے کی تصحیح کی ہی اور چونکہ رقیت مدبر کی ہنوز زائل نہین تو ممنوعیت اسکی بیع کی مخالف قیاس کے ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ قول
ابن عمر کا بنا بر قیاس اجتہاد کے نہین تو بالضرور محمول ہی سماع شارع پر تو اب حدیث جابر کا معارض ہوا اور حدیث جابر کے چند جواب ہین اول یہ کہ ابتدائے
اسلام مین بیع حر کی جائز تھی پھر منسوخ ہوئی تو مدبر کی بیع بطریق اولی جائز ہوگی جواب ثانی یہ ہی کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے دارقطنی نے روایت
کی کہ مجھکو جابر سے اس حدیث کا مشاہدہ ہوا کہ غلام مدبر کی خدمت بیع ہوئی تھی یعنے اجارہ اسکا ہوا تھا نہ بیع رقبہ تیسرا جواب یہ ہی کہ حدیث جابر
کی حدیث قولی نہین جو عام ہو بلکہ واقعہ ہی حال کا اور واقعۂ حال کو عموم نہین بخلاف حدیث ابن عمر کے کہ وہ حدیث قولی ہی تو حدیث جابر کی حدیث ابن
عمر سے معارض نہین ہوسکتی چوتھا جواب یہ ہی کہ حدیث جابر کی مدبر مقید پر محمول ہی نہ مدبر مطلق پر جمعاً بین الاحادیث اور اسیطرح موطا کی حدیث کے جوابون کو
قیاس کرنا چاہیے کذا فی فتح القدیر ملخصا فلو قضی بصحۃ بیعہ نفذ پھر اگر قاضی شافعی المذہب بیع مدبر کی صحت کا حکم کریگا تو نافذ ہوگا اسواسطے کہ حکم قاضی کا رافع ہی اختلاف
مذہب کا وہل یبطل التدبیر قیل نعم اور کیا قاضی کا حکم تدبیر کو باطل کردیتا ہی بعضے علما نے کہا ہی کہ ہان قضائے قاضی مبطل تدبیر ہی م شارح نے ابطال تدبیر کو
بقول ضعیف مذکور کیا حالانکہ قضائے قاضی سے تدبیر کا باطل ہونا قول ضعیف نہین بلکہ منصوص ہی اہل مذہب کا اسواسطے کہ ظہیریہ مین مصرح ہی کہ اگر مولی
نے مدبر کو بیچا اور قاضی شافعی نے جواز بیع کا حکم کیا تو تدبیر فسخ ہوگئی تا اینکہ اگر یہ غلام پھر مولے کی ملک مین کسی ن کسی وجہ سے آویگا پھر بعد اسکے مولی مریگا
تو غلام نہ آزاد ہوگا کذا فی منح الغفار نعم لو قضے ببطلان بیعہ صار کالحر ہان اگر مولی حنفی نے غلام مدبر کو بیچا اور قاضی حنفی نے بطلان بیع کا بعد نالش غلام کے
حکم دیا تو یہ غلام آزاد کے مانند ہوجاویگا یعنی بالاتفاق اسکی بیع وغیرہ اب نہ جائز ہوگی اور یہ مطلب نہین کہ اسپر ہر طرح سے احکام حر کے جاری ہونگے ولا
یوہب ولا یرہن کالوقف فشرط واقف الکتب الرہن باطل لان الوقف فی ید مستعیرہ امانۃ فلا یتاتی الایفاء والاستیفاء بالرہن یہ بحر اور نہ ہبہ کرنا غلام
مدبر کا جائز ہوگا نہ اسکا رہن رکھنا جیسے وقف کا رہن جائز نہین تو کتابون کے وقف کرنے والے کو رہن کا شرط کرنا باطل ہی یعنی وقف کرنے والا یون
شرط کرے کہ مکان یا مسجد سے وقف کی کتاب مین باہر کوئی نہ لیجاوے بدون کسی چیز کے گرو رکھ جانے کے تو یہ شرط باطل ہی اسواسطے کہ وقف کا مال عاریت
لینے والے کے ہاتھ مین بطور امانت کے ہی اور امانت مین بدون تعدی کے ضمان نہین تو کسی چیز کے گرو رکھنے سے دین کا استیفا نہین ہوسکتا کذا فی البحر الرائق
صاحب بحر نے اشباہ مین کہا کہ رہن شرعی کا شرط کرنا تو وقف مین جائز نہین اور رہن لغوی البتہ جائز ہی یعنے مستعیر کتب سے کوئی چیز رکھ لینا یاد رکھنے کیواسطے
کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یخرج من الملک الا بالاعتاق والکتابۃ تعجیلا للحریۃ وستتضح فی بابہ اور نہ نکالا جاوے مدبر ملک سے مگر آزاد کردینے اور مکاتب
کردینے سے تاکہ آزادی اسکو جلد حاصل ہوجاوے اور باب المکاتب مین کتابت مدبر کے مسائل واضح ہونگے یعنی جب مولے نے غلام کو مدبر کیا تو اب
سوائے اعتاق اور کتابت کے کوئی تصرف سے اسکو اپنی ملک سے نہین نکال سکتا یہان تک کہ کسی کے واسطے وصیت نہین کرسکتا اور بدل صلح مین
نہین دے سکتا مانند حر کے والحیلۃ لمرید التدبیر علے وجہ یملک بیعہ ان یدبر مقیدا کان مت وانت فی ملکی او ان بقیت بعد موتی فانت حر او حیلہ اس
شخص کے واسطے جو تدبیر کا ارادہ کرے اسطرح پر کہ اسکو بیچ سکے یہ ہی کہ اسکو مدبر مطلق نہ کرے بلکہ مدبر مقید کرے اسطرح پر کہ اگر مین مرون اور تو میری ملکیت
مین ہو تو تو آزاد ہی یا یون کہے کہ اگر تو میری موت کے بعد باقی رہے تو تو آزاد ہی ویستخدم المدبر ویستاجر وینکح والامۃ توطأ وتنکح جبرا اور مدبر سے
خدمت لینا اور مزدوری کرانا اور اسکا نکاح زبردستی کردینا جائز ہی اور مدبر لونڈی سے وطی کرنا اور دوسرے مرد سے اسکا نکاح بجبر کردینا درست ہی والمولی
احق بکسبہ وارشہ ومہر المدبرۃ لبقاء ملکہ فی الجملۃ اور مولی مدبر کے کسب کا اور اسکے خون بہا کا اور مدبرہ کے مہر کا احق ہی بسبب بقائے ملک
مولے کے فی الجملہ م اور اگر مدبر کسی کا خون کریگا تو مولے پر اسکا خون بہا دینا لازم ہوگا اور بعضے نسخون مین بجائے ارش کے ارث کا لفظ ہی سو غلط ہی
اسواسطے کہ مدبر آزاد نہین مگر بعد موت مولے کے اور مولے کی حیات مین جو اسکے پاس ہی وہ مولی کی ملک ہی پھر مولی کا وارث ہونا بے معنی ہی وبموتہ

ولو حکما کلحاقہ مرتدا عتق سے آخرہ من حیوۃ المولے من ثلثہ ای من ثلث مالہ یوم موتہ الا اذا قال فی صحتہ انت حر او مدبر وما ت مجہلا فیعتق نصفہ من الکل ونصفہ من الثلث حاوی اور مولے کی موت سے اگرچہ حکمی ہی موت ہو چنانچہ معاذ اللہ مولے مرتد ہو کر دار الحرب مین مل جاوے آزاد ہوگا مدبر حیات مولے کے جزاخیر مین اُسکے ثلث مال سے یعنی اس مال کی تہائی سے جو مال کہ اُسکی موت کے دن موجود ہو مگر جبکہ مولی نے اپنی صحت مین کہا کہ تو حُر یا مدبر ہی اور پھر وہ بدون بیان کرنے حریت اور تدبیر کے مرگیا تو آزاد ہوگا غلام کا نصف اُسکے کل مال سے بنظر اعتاق کے اور نصف اُسکا مولی کے ثلث مال سے آزاد ہوگا بنظر تدبیر کے کذا فی حاوی القدسی وسعی بحسابہ ان لم یخرج من الثلث اور وہ غلام جسکی حریت اور تدبیر مبہم تھی سعایت کرے کل مال اور ثلث مال کے حساب سے تو اگر غلام کا خمس ثلث مال سے نکلے تو ثلث کے چار خمس مین سعایت کرے اور اگر اُسکا ربع نکلے تو تین ربع مین سعایت کرے وعلی ہذا القیاس یہ اس صورت مین ہی جبکہ ثلث مال سے نہ نکل سکے اور اگر ثلث مال مین گنجایش ہو تو سعایت کی کچھ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وفی ثلثیہ لان عتقہ من الثلث اور صریح مدبر اپنے دو ثلث مین سعایت کرے اسواسطے کہ عتق مدبر کا ثلث مال سے ہوتا ہی ان لم یترک غیرہ ولہ وارث لم یجزہ ای التدبیر فان لم یکن لہ وارث او کان واجازہ عتق کلہ لانہ وصیۃ مدبر اپنے دو ثلث مین سعایت کرے اگر مولے نے سواے اس غلام کے اور کچھ مال نچھوڑا ہو اور مولی کا ایسا وارث ہی جو تدبیر کو جائز نہین رکھتا یعنی آزاد ہونا کل غلام کا تدبیر سے مفت جائز نہین رکھتا تو اگر مولی کا کوئی وارث نہو یا وارث ہو اور اعتاق کل غلام کو جائز رکھے تو کل غلام آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ تدبیر درحقیقت وصیت ہی اور وصیت بدون اجازت وارث کے ثلث سے زیادہ جاری نہین ہوتی ولذا لو قتل سیدہ سعی فی قیمتہ کمدبر السفیہ ولو قتلتہ ام الولد لاشی علیہا کما بسط فی الجوہرۃ اور چونکہ تدبیر وصیت ہی لہذا اگر مدبر اپنے سید کو قتل کرے تو ثلث مال سے بھی نہ آزاد ہوگا بلکہ اپنی کل قیمت مین سعایت کریگا جیسے مرد سفیہ کا مدبر کل قیمت مین سعایت کرتا ہی اور اگر اپنے مالک کو ام ولد نے قتل کیا تو وہ آزاد ہو جاویگی مالک کی موت سے اور اُسپر کچھ سعایت لازم نہوگی چنانچہ یہ مسئلہ جوہرہ مین مصرح ہی مدبر قتل سید سے اسواسطے آزاد نہ ہوا کہ اعتاق درحقیقت وصیت تھی اور وصیت قاتل کے واسطے صحیح نہین ہوتی بخلاف ام ولد کی آزادی کے کہ وہ وصیت نہین لہذا سعایت اُسپر واجب نہین وسعی فی کلہ اے فی کل قیمتہ مدبرا مجتبی وہو حینئذ کمکاتب قالا حر مدیون لو المولی مدیونا بمحیط اور اگر مولی پر دین اسقدر ہو کہ سب متروکہ کو محیط ہو تو غلام اپنی سب قیمت مین سعایت کرے یعنی اس صورت مین ثلث بھی نہ آزاد ہوگا اور کل قیمت سے غلام مدبر کی قیمت مراد ہی نہ غلام خالص کی کذا فی المجتبی اور غلام مدبر زمانہ سعایت مین نزدیک امام اعظمؒ کے مانند مکاتب کے ہی تو اُسکی شہادت مقبول نہین اور نکاح اسکا نافذ نہین اور صاحبین نے کہا کہ وہ حر مدیون ہی تو اُسکی گواہی مقبول ہی اور اُسکا نکاح بھی نافذ ہی ولو دبر احد الشریکین فللآخر خیارات العتق فان ضمن شریکہ فمات سعی فی نصفہ مختار اور اگر غلام کے دو مالکون مین سے ایک شریک نے غلام کو مدبر کیا تو دوسرے شریک کو عتق مین سات یا چھ طرح کے اختیار حاصل ہین چنانچہ اُسکی تفصیل باب عتق البعض مین ہو چکی سو اگر شریک ساکت کو مدبر کرنے والے شریک نے ضمانت کیا اور بلا رجوع علی العبد مدبر کرنے والا مرگیا تو یہ غلام اپنی نصف قیمت مین سعایت کرے اُسکے وارثون کے واسطے کذا فی المختار وولد المدبرۃ تدبیرا مطلقا مدبر اور جو لونڈی مدبرہ بتدبیر مطلق ہو تو اُسکا لڑکا بھی مدبر ہی یعنی مان کے ساتھ وہ بھی مولی کے مرنے کے بعد آزاد ہوگا واما المقیدۃ فلا تبعہا اور وہ مدبرہ جسکی تدبیر مقید ہی لڑکا مدبر ہونے مین اپنی مان کا تابع نہوگا یعنی مان کے ساتھ وہ آزاد نہوگا وذکر فی البیع الفاسد ان ولد المدبر کابیہ فتامل اور ذکر کیا ہی ماتن نے بیع فاسد کے باب مین کہ غلام مدبر کا لڑکا اپنے باپ کے مانند ہی سو اُسکو تامل اور غور کرو وجہ تامل کی یہ ہی کہ یہ قول صحیح نہین کذا فی البحر اسواسطے کہ لڑکا اپنی مان کا تابع ہوتا ہی نہ باپ کا اور ہدایہ کے بعضے نسخون مین بھی واقع ہوا کہ مدبر کا ولد مدبر ہی حلبی نے کہا کہ ماتن اور صاحب ہدایہ کی طرف سے یہ جواب ممکن ہو سکتا ہی کہ لفظ مدبر کا مرد اور عورت دونون کو شامل ہی اور مراد مدبر سے عورت ہی نہ مرد کذا فی حاشیۃ المدنی واما تدبیر الحمل فلعتقہ اور مدبر کرنا حمل کا صحیح ہی جیسے حمل کا آزاد کرنا صحیح ہی لیکن جنین اُسوقت مدبر ہوگا جب مدبر کرنے کے وقت سے اقل مدت حمل مین تولد ہو ولو ولدت المدبرۃ من سیدہا فہی ام ولدہ وبطل التدبیر

لانہ من الثلث والاستیلاد من الکل فکان اقوی اور اگر لونڈی مدبرہ اپنے مالک سے لڑکا جنے تو وہ ام ولد اسکی ہو اور اسکی تدبیر باطل ہو گئی اسواسطے کہ تدبیر
مین عتق ثلث مال سے ہوتا ہو اور استیلاد مین عتق کل مال سے ہوتا ہو تو استیلاد قوی ہوا تدبیر سے اور قوی ضعیف کو توڑتا ہو ویبیع ویہب ام المدبر
المقید کان قال لہ ان مت من سفری او مرضی ہذا او الی عشرین سنۃ مثلا مما یقع غالبا اور مدبر مقید بیچا جاوے اور ہبہ کیا جاوے اور گرو رکھا جاوے
مدبر مقید کی مثال چنانچہ مولے نے غلام سے یون کہا کہ اگر مین سفر سے یا اپنی اس بیماری سے مرجاؤن تو تو آزاد ہو یا اب سے بیس سال تک مثلاً مرون ایسی مدت
مذکور کرے جسمین غالباً موت واقع ہو سکے خلاصہ یہ ہو کہ مدبر مقید وہ ہو جسکا عتق فقط موت پر نہ ہو بلکہ موت مین کچھ قید اور صفت زیادہ لگائی جاوے مثلاً اس
سفر کی موت یا اس مرض کی موت یا دس برس یا بیس برس تک کی موت مدبر مقید مین تصرفات مالکانہ مثل بیع وغیرہ کے اسواسطے جائز ہوے کہ مولی کی
موت ان مدتون مین محتمل ہو یقینی نہین بخلاف مطلق موت کے کہ وہ بالیقین ہونے والی ہو او ان مت وغسلت او کفنت یا یہ کہ مولی نے یون کہا کہ اگر
مین مرون اور غسل دیا جاؤن یا یون کہا کہ اگر مین مرون اور کفنایا جاؤن تو تو آزاد ہو او ان مت او قتلت خلافا لزفر ورجحہ الکمال یا مولی نے غلام سے کہا کہ اگر
مین مرون یا مقتول ہون تو تو آزاد ہو تو یہ غلام ابو یوسف کے نزدیک مدبر مطلق نہین اسواسطے کہ ایک امر خاص پر تعلیق نہین اور موت اور قتل مترادف اور متساوی نہین
اسواسطے کہ قتل کو موت البتہ لازم ہو اور موت کو قتل لازم نہین تو یہ مدبر مقید ہو بخلاف زفر کے کہ انکے نزدیک یہ غلام مدبر مطلق ہو اور اسی قول کی ترجیح دی ہو کمال الدین نے
فتح القدیر مین اس تقریر سے کہ فی الحقیقت یہ تعلیق ہو مطلق موت پر اسواسطے کہ دو حال سے خالی ہونا ممکن نہین کہ قتل سے موت ہوگی یا بلا قتل بہر صورت موت حاصل ہو
کذا فی منح الغفار او انت حر بعد موتی او موت فلان مالم یمت فلان قبلہ فیصیر مطلقا یا مولی نے یون کہا کہ تو آزاد ہو میری موت کے بعد اور فلانے شخص مثلاً
زید کی موت کے بعد تو یہ غلام مدبر مقید ہو جبتک کہ زید اس سے پہلے نہ مرے اور اگر زید مولی سے پہلے مرگیا تو یہ غلام مدبر مطلق ہو جاویگا اسواسطے کہ اب تعلیق عتق
کی فقط مولی کی موت پر منحصر ہو گئی او انت حر بعد موت فلان کما فی الدرر والکنز وردہ فی البحر بما فی المبسوط وغیرہ من انہ لیس تدبیرا بل تعلیقا حتی لو مات فلان
والمولی حی عتق من کل المال ولو مات المولی اولا بطل التعلیق یا مولے نے غلام سے کہا کہ تو حر ہو مثلاً زید کی موت کے بعد یہ مثال ہو مدبر مقید کی چنانچہ
درر اور کنز مین مذکور ہو اور رد کیا ہو اس قول کو بحر الرائق مین مبسوط وغیرہ کی روایت سے اسطرح پر کہ یہ قول تدبیر ہی نہین نہ مطلق نہ مقید بلکہ یہ تعلیق ہو عتق
کی مانند اور تعلیقات کے جیسے دخول دار کی تعلیق تا اینکہ اگر زید مثلاً مرے اور مولے زندہ رہے تو غلام کل مال سے آزاد ہوگا اور مدبر ہوتا تو مولی کی موت کے
بعد آزاد ہوتا اور ثلث مال سے آزاد ہوتا نہ کل مال سے اور اگر مولے پہلے زید سے مرگیا تو تعلیق باطل ہوگی اور غلام وارثون کا مملوک ہوگا ویعتق المقید ان وجد الشرط
بان مات من سفرہ او مرضہ ذلک کعتق المدبر من الثلث لوجود الاضافۃ الی الموت اور مدبر مقید آزاد ہوگا اگر شرط عتق کی پائی جاویگی اسطرح پر کہ مولے اپنے اسی
سفر یا اسی مرض مین مرگیا مانند آزاد ہونے مدبر مطلق کے ثلث مال سے مدبر مقید آزاد ہوگا بسبب موجود ہونے اضافت الی الموت کے تو بعد موت کے مدبر مطلق اور
مدبر مقید کا حکم برابر ہو گیا قال ان مت من مرضی ہذا فہو حر فقتل لا یعتق بخلاف ما لو قال فی مرضی ففرق بین من وفی مولی نے کہا کہ اگر مین اپنی اس بیماری
سے مرگیا تو وہ آزاد ہو سو مولی کو قتل کر ڈالا کسی نے تو آزاد نہوگا بخلاف اسکے اگر یون کہا کہ اگر مین اپنی اس بیماری مین مرگیا تو تو آزاد ہوگا سو تفرقہ کیا گیا ہو درمیان من اور
فی کے مجتبی مین اسکے مصنف نے من مرضی اور فی مرضی مین یون فرق بیان کیا ہو کہ من مفید ہو تعلیل اور سببیت کا تو مطلب ہوا کہ اگر مین اس بیماری کے سبب سے مرون
تو قتل دوسرا سبب ہوا سوا بیماری کے تو شرط عتق کی نہ پائی گئی اور لفظ فی کا مفید ہو ظرفیت کا یعنی موت مرض مین واقع ہو خواہ بیماری سے ہو یا کسی اور سبب سے ولو حم فتحول
صداعا او عکسہ قال محمد ہو مرض احد کجتبی اور اگر مولی نے کہا کہ اگر مین اس بیماری سے مرون تو غلام آزاد ہو اور مولی کو تپ کی بیماری تھی سو بدل کر درد سر کی بیماری ہو گئی یا
درد سر تھا سو تپ ہو گئی محمد نے کہا کہ تپ اور درد سر ایک ہی بیماری ہو کذا فی المجتبی ہر چند تپ اور درد سر جدا جدا دو مرض ہین لیکن چونکہ اکثر دونون باہم متلازم
ہین لہذا انکو ایک ہی شمار کیا وقیمۃ المدبر المطلق ثلثا قیمتہ قنا بہ یفتی اور قیمت مدبر مطلق کی دو ثلث اسکی قیمت کی ہو اگر وہ خالص غلام ہوتا ہو اسی قول پر فتوی ہو یعنی

اگر مدبر مطلق خالص غلام ہوتا تو اُسکے مثلاً تیس درم قیمت ہوتے تو اب مدبر ہونے سے بیس درم قیمت ہوگی والمدبر المقید یقوم قنا در رعن الخانیہ اور مدبر مقید کی قیمت خالص غلام کی سی قیمت ٹھہرائی جاویگی کذافی الدرر عن الخانیہ فائدہ قیمت ٹھہرانے کا یہ ہو کہ اسکے موافق سعایت کرے وفیہا عنہا صحیح قال لعبدہ انت حر قبل موتی بشہر فمات بعد شہر عتق من کل مالہ زاد فی المجتبی ان مولاہ جیہ فی الاصح اور درر مین خانیہ سے منقول ہو کہ مرد صحیح نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہو ایک مہینے بھر میری موت سے پہلے پھر وہ مرگیا بعد ایک مہینہ کے تو آزاد ہو دیگا اُسکے کل مال سے اسواسطے کہ امام اعظم رح کے نزدیک اُسکا عتق اول مہینے سے متعلق ہوا جبکہ مولی تندرست تھا کذافی الدرر اور مجتبی مین اتنا قول اور زیادہ کیا ہو کہ اُسکے مولی کو اُسکا بیچنا جائز ہو قول اصح مین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا قال مریض اعتقوا غلامی بعد موتی ان شاء اللہ صح الایصاء وفی ہو حر بعد موتی ان شاء اللہ لم یصح لان الاول امر والاستثناء فیہ باطل والثانی ایجاب فصح الاستثناء کہا ایک بیمار نے کہ آزاد کیجیو میرے غلام کو میری موت کے بعد انشاء اللہ تو یہ وصیت صحیح ہو اور ثلث مال سے آزاد کرنا لازم ہوگا اور اس قول مین کہ وہ آزاد ہو میری موت کے بعد انشاء اللہ تو یہ وصیت صحیح نہوگی اسواسطے کہ قول اول بصیغہ امر ہو اور استثناء امر مین باطل ہو اور قول ثانی ایجاب ہو اور استثناء اسمین صحیح ہو

باب الاستیلاد

ہو لغۃ طلب الولد من زوجۃ او امۃ وخصہ الفقہاء بالثانی یہ باب ہو استیلاد کے احکام مین استیلاد لغت عرب مین عبارت ہو خواہش اولاد سے خواہ زوجہ سے ہو خواہ لونڈی سے اور فقہا نے اُسکو مخصوص کرلیا ہو ثانی سے یعنی اصطلاح فقہ مین لونڈی سے اولاد لینے کو استیلاد کہتے ہین اذا ولدت ولو سقطا الامۃ ولو مدبرۃ من سیدہا ولو باستدخال فیہ فرجہا جبکہ جنی لونڈی اپنے مالک سے اگرچہ بچہ ناتمام پیدا ہوا اور گو کہ لونڈی مدبرہ ہوا اگرچہ لونڈی نے مالک کا نطفہ اپنی شرمگاہ مین ڈال لیا ہو بطور جبر کہ مالک نے محل مخصوص مین جماع نکیا ہو لیکن بعد انزال کے فوراً گرما گرم اُسکا نطفہ لونڈی نے داخل کرلیا ہو اور وہ حاملہ ہوگئی ہو اور لڑکا پیدا ہوا ہو تو یہ لڑکا کا مالک ہوگا اور لونڈی ام ولد ہو جاویگی کذافی النہر عن المحیط باقرارہ وینبغی ان یشہد لئلا یسترق ولدہ بعد موتہ لونڈی جنی مالک کے اقرار ولد سے اور یون لائق ہو مالک کو کہ لوگون کو گواہ کروے کہ یہ لونڈی میرا لڑکا جنی ہو تاکہ وارث اُسکے ولد کو بعد موت مالک کے غلام نہ بناوین ولو حاملا کقولہ حملہا او ما فی بطنہا منی کما مر فی ثبوت النسب وہذا قضاء واما دیانۃ فیثبت بلا دعوۃ کاستیلاد معتوہ ومجنون وہبانیہ اگرچہ اقرار مالک کا لونڈی کے حاملہ ہونے کے وقت ہو نہ ولادت کے وقت چنانچہ یون کہنا مولی کا کہ حمل اس لونڈی کا مجھسے ہو یا جو اُسکے پیٹ مین ہو سو مجھسے ہو اور یہ یعنے ثبوت نسب لڑکا موقوف ہونا مولی کے اقرار پر بنا بر حکم قاضی کے ہو اور دیانت مین یعنی فیما بینہ وبین اللہ تو نسب بدون دعوی کے بھی ثابت ہوگا تو مالک کو نفی ولد کی کرنا جائز نہین اگر لونڈی سے جماع کرتا ہو بشرطیکہ وہ کوچہ گردی نہو کذافی حاشیۃ المدنی جیسے استیلاد مرد بیہوش اور مجنون کا بلا دعوت ثابت ہوتا ہو کذافی الوہبانیہ یعنی اگر مرد بیہوش یا مجنون کی لونڈی اُسکے تصرف مین ہوگی اور جنے گی تو وہ لڑکا موے کا ہوگا بلا اقرار اسواسطے کہ مجنون وغیرہ مین اہلیت دعوۃ کی نہین او ولدت من زوج ولو فاسدا کموطی بشبہۃ فولدت فاشتراہا الزوج ای ملکہا کلا او بعضا فہی ام ولدہ من حین الملک یا جنی لونڈی اپنے زوج سے جسکے ساتھ اُسکے مولی نے نکاح کردیا تھا اگرچہ نکاح فاسد ہوا ہو مانند وطی بالشبہہ کے پھر وہ لونڈی جنی پھر اُسکو اُسکے زوج مذکور نے خرید کیا یعنی اُسکا مالک ہوا خواہ بیع سے یا ہبہ سے کل کا مالک ہوا یا بعض کا تو یہ لونڈی جو مولی کے اقرار سے جنی یا جسکو اُسکا زوج مالک ہوا ام ولد ہوگئی مالک ہونے کے وقت سے یعنی ابتداے علوق سے کذافی حاشیۃ الطحاوی فلو ملک ولدہا من غیرہ فلہ بیعہ جب ام ولد ہونا لونڈی کا ابتداے ملک سے ہوا تو اگر زوج مشتری اس لونڈی کے ولد کا جو غیر کے نطفے سے ہو مالک ہوگا تو اُسکو ولد کے بیچ لینے کا اختیار ہو وکذا لو استولدہا بملک ثم استحقت او تحققت ثم ملکہا فان عتق ام الولد یتکرر بتکرار الملک کالمحارم بخلاف المدبرۃ اور اسی طرح اگر لونڈی کو ام ولد بنایا بسبب ملک کے پھر وہ لونڈی غیر کی مملوکہ ثابت ہوئی یا مرتدہ ہو کر دار الحرب مین جا ملی پھر یہ شخص اُسکا مالک ہوا تو عتق ام ولد کا دوبارہ ثابت ہوگا بسبب دوبارہ مالک ہونے کے جیسے عتق محارم کا مکرر ہوتا ہو تکرار ملک سے بخلاف مدبرہ کے کہ اگر موے نے

اُسکو آزاد کر دیا یا پھر وہ مرتدہ ہو کر دار الحرب مین گئی اور گرفتار ہو کر مملوک ہوئی موے کی تو اب مدبرہ نہ ہوگی م یہ جو شارح نے کہا کہ عتق ام ولد کا مکرر ہوتا ہی
تکرار ملک سے مراد عتق سے عتق مجازی ہی یعنے ام ولد ہونا اُسکا پھر ثابت ہوگا اور عتق حقیقی مراد نہین اسواسطے کہ ام ولد بعد مرنے موے کے آزاد ہوتی ہو طحطاوی
نے کہا شارح کو مناسب تھا کہ اِس مسئلہ کو جداگانہ ذکر کرتا اسلیے کہ ارتباط اِسکا ماقبل سے مناسب نہین کذا فی حاشیۃ المدنی والمستولدۃ کالمدبرۃ وقد مر اور ام ولد کا
حکم مدبرہ کے مانند ہو چنانچہ اُسکا بیان ہو چکا یعنی اُسکی بیع اور ہبہ اور رہن جائز نہین الا فی ثلثۃ عشر مذکورۃ فی فروق الاشباہ والبیع الفاسد من البحر ام ولد
مثل مدبرہ کے ہو مگر تیرہ مسئلون مین فرق ہو جنکا ذکر اشباہ کے فرقون کی بحث مین اور بحر الرائق کے باب بیع فاسد مین مصرح ہو انمین سے ماتن اور
شارح نے چار صورتون کو مذکور کیا منہا انہا تعتق بموتہ من کل مالہ والمدبرۃ من ثلثہ من غیر سعایۃ والمدبرۃ تسعے اُن تیرہ مسئلون مین سے ایک یہ ہو
کہ ام ولد موے کی موت سے اُسکے تمام مال سے آزاد ہوتی ہو اور مدبرہ ثلث مال سے آزاد ہوتی ہو اور ام ولد بدون سعایت کے آزاد ہوتی ہو اور مدبرہ
سعایت کر کے آزاد ہوتی ہو م ام ولد بعد موت موے کے کل مال سے آزاد ہو جاتی ہو اُسکی بیع جائز نہین اور سعایت اُسپر لازم نہین اگرچہ موے قرضدار مرا ہو
اور یہی مذہب ہو جمہور صحابہ اور تابعین اور فقہاء معتبرین کا مگر بشر مریسی اور داؤد ظاہری جمہور کے مخالف اُسمین قائل ہین سو لائق اعتماد کے نہین کذا فی
فتح القدیر ولو قضی بجواز بیعہا لم ینفذ اور اگر قاضی غیر حنفی ام ولد کی جواز بیع کا حکم کرے تو اُسکا حکم جاری نہوگا نزدیک محمد کے اور اسی قول پر فتوی ہو کذا فی
حاشیۃ المدنی عن الخانیۃ والظہیریۃ بل یتوقف علی قضاء قاض آخر امضاء و ابطالا ذخیرہ وینفذ فی المدبرۃ لما مر بلکہ جواز بیع کا حکم موقوف رہیگا دوسرے قاضی کے
حکم پر جائز رکھنے مین اور باطل کرنے مین یعنے مجتہدین معتبرین کا اختلاف ہوتا تو قاضی کے حکم سے رفع اختلاف ہو جاتا اور چونکہ یہ حکم جمہور صحابہ اور فقہاء کے
مخالف ہو لہذا قاضی کا حکم رافع اختلاف کا نہین ہو سکتا بلکہ دوسرے قاضی کی قضا پر موقوف ہو تو اگر دوسرے قاضی غیر حنفی نے اول قاضی کے
حکم کو جاری کر دیا تو اب بیع ام ولد کی نافذ ہوگی کسی کے توڑنے سے نہ ٹوٹے گی اور اگر قاضی حنفی نے قاضی اول کا حکم باطل کر دیا تو اب بالاتفاق اسکی
بیع باطل ہو جاویگی کذا فی الذخیرۃ اور مدبرہ کے جواز بیع مین ایک ہی قاضی کا حکم نافذ ہوگا دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف نہ رہیگا اسواسطے کہ
مدبرہ کے جواز بیع مین مجتہدین معتبرین باہم مختلف ہین چنانچہ امام شافعی جواز کے قائل ہین وان ولدت بعدہ ولدا ثبت نسبہ بلا دعوۃ ان لم
تحرم علیہ بنحو نکاح او کتابۃ او وطی ابنہ او المولی امہا فحینئذ لو ولدت لاکثر من ستۃ اشہر لا تثبت الا بدعوۃ الا فی المزوجۃ فلا تثبت بل یعتق علیہ اور اگر ام ولد
ایک ولد کے بعد دوسرا ولد جنے تو اُسکا نسب بدون دعوی موے کے ثابت ہو جاویگا بشرطیکہ ام ولد بعد ولد اول کے موے پر حرام نہ ہو گئی ہو کسی
وجہ سے جیسے دوسرے کے ساتھ نکاح کر دینے سے یا مکاتبہ کر دینے سے یا ابن موے کے وطی سے یا بسبب وطی کرنے موے کے ام ولد کی مان سے
تو اُسوقت مین اگر ام ولد نے چھ مہینے یا چھ مہینے سے زیادہ مدت مین جنی تو اُسکے ولد کا نسب موے سے ثابت نہوگا مگر دعوی نسب سے البتہ نسب ثابت
ہوگا مگر ام ولد منکوحہ کے ولد کا نسب دعوی سے بھی نہ ثابت ہوگا اسلیے کہ اُسکا ولد زوج سے ثابت النسب ہو بلکہ موے کے دعوی کرنے سے ولد اُسکا
ولی پر آزاد ہو جاویگا بسبب مولی کے اقرار کے ولو لاقل من ستۃ اشہر ثبت بلا دعوۃ لفسد النکاح لندب الاستبراء لہا قبلہ وقدمناہ فی نکاح الرقیق و ثبوت
النسب اور اگر ام ولد ولد ثانی کو بعد عارض ہونے حرمت کے چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو اُسکے ولد کا نسب موے سے بدون دعوی کے ثابت ہوگا
اور در صورت نکاح کر دینے کے اُسکا نکاح فاسد ہو جاویگا واسطے مستحب ہونے استبرا کے لونڈی کے حق مین قبل نکاح کے یعنی مولی پر مستحب ہو کہ جب
ام ولد کا نکاح کر دینے کا ارادہ کرے تو قبل تزویج کے ایک حیض سے استبرا کروا کر نکاح کر دے کذا فی البحر شارح کہتا ہو اور ہمنے استبرا کے استحباب کو غلام کے
نکاح اور ثبوت نسب مین اول بیان کر دیا ہو لکنہ ینتفی بنفیہ من غیر توقف علی لعان لان الفراش اربعۃ ضعیف للامۃ ومتوسط لام الولد وعلم حکمہا وقوی
للمنکوحۃ فلا ینتفی الا باللعان واقوی للمعتدۃ فلا ینتفی اصلا لعدم اللعان ہر چند ام ولد کے ولد ثانی کا ثبوت نسب اقرار موے پر موقوف نہین

لیکن اُسکا نسب مولی کی نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہی بلا توقف کے لعان پر یعنے بدون لعان کے مجرد نفی کرنیکے نفی ہو جاتا ہی اسواسطے کہ فراش چار قسم پر ہی ایک فراش ضعیف لونڈی کا کہ بدون اقرار مولے کے اُسکا ولد ثابت النسب نہیں ہوتا دوسرا فراش متوسط ضعیف و قوی ام ولد کا اور اُسکا حکم معلوم ہوا کہ اُسکا ولد بدون اقرار مولی کے بھی ثابت النسب ہی لیکن نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہی تیسرا فراش قوی منکوحہ کا کہ اُسکے ولد کا نسب اقرار پر موقوف نہیں اور اُسکا نسب نفی نہیں ہو سکتا بدون لعان کے اور چوتھا فراش قوی تر معتدہ کا کہ اُسکے ولد کا نسب کسی طرح نفی نہیں ہو سکتا بسبب نہونے لعان کے اور لعان اسواسطے نہیں ہو سکتا کہ زوجیت قائم نہیں الا اذا قضی به قاض غیر حنفی یری ذلک فیتغیر مرالقضاء ام ولد کے ولد کا نسب نفی نہیں ہوتا مولی کی نفی سے مگر جب حنفی مذہب کے سواے اور کسی مذہب کا قاضی جسکے مذہب مین نفی کرنے سے نفی نہیں ہوتا وہ حکم کرے عدم نفی کا تو حنفی مذہب پر لازم ہو جاویگا ثبوت نسب کا بسبب قضا کے او تطاول الزمان وہو ساکت کما مر فی اللعان لانہ دلیل الرضا بحر فلا ینتفی بنفیه فی ہاتین الصورتین یا مدت دراز گذر گئی اور مولی ساکت رہا نفی کرنے سے چنانچہ اسکا ذکر باب اللعان مین گذر گیا اسواسطے کہ سکوت مدت دراز تک دلیل ہی رضامندی کی تو اب اُسکی نفی کرنے سے ان دونون صورتون مین اُسکا نسب نفی نہوگا اذا اسلمت ام ولد الذمی یعنی الکافر او مدبرته سکین عرض علیه الاسلام جب مسلمان ہوگئی ام ولد ذمی کی یعنی کافر کی تا کہ ذمی اور مستامن دونون کو حکم شامل رہے یا مدبرہ ذمی یا مستامن کی مسلمان ہوئی کذا ذکرہ مسکین تو کافر پر اسلام عرض کیا جاوے اسواسطے کہ مسلمہ کا کافر کے تحت مین رہنا جائز نہیں فان اسلم فہی له تو اگر ذمی یا مستامن نے اسلام قبول کیا تو ام ولد یا مدبرہ جیسے تھی ویسی ہی اُسکی ہی رہی والاسعت نظر اللجانبین لان خصومة الذمی والدابة یوم القیمة اشد من خصومة المسلم اور اگر ذمی نے اسلام سے انکار کیا تو ام ولد اسکے واسطے سعایت کرے بلحاظ دونون جانبون کے ام ولد کی جانب مین سعایت سے یہ رعایت ہوئی کہ وہ ذلت سے بچی آزاد ہوگئی اور ذمی کی جانب مین سعایت سے یہ رعایت ہوئی کہ مال ملنے سے اُسکا ضرر دفع ہوا ذمی کا حق شرع مین اسواسطے باطل نہوا کہ خصومت ذمی اور جانور کی قیامت کے دن سخت تر ہی مسلم کی خصومت سے اسواسطے کہ اگر مسلم دوسرے مسلم پر ظلم کریگا تو قیامت مین امید ہی کہ مسلم مظلوم عفو کرے یا ظالم کے حسنات مظلوم کو عوض مین ملین یا مظلوم کا وبال ظالم پر ڈالا جاوے بخلاف ذمی مظلوم کے کہ اُس سے توقع عفو کی نہیں اور حسنات مسلم ظالم کے ذمی کو نہین مل سکتے اسواسطے کہ وہ لائق ثواب کے نہین اور کافر کا وبال مسلم ظالم پر پڑنا اسمین تامل ہی پھر جب ذمی کی حق تلفی کا معاوضہ نہوسکا تو رہائی سخت مشکل ہی اور اسیطرح جانور بے زبان پر ظلم کرنا سخت اندیشہ ناک ہی کذا فی حاشیة المدنی اللهم انا نعوذ بک من مظالم عبادک اجمعین فی ثلث قیمتہا قنة وعتقت بعد ادائہا ای القیمة التی قدرہا القاضی ام ولد سعایت کرے اپنی ثلث قیمت مین خالص لونڈی ہونے کی حالت کی قیمت یعنی اگر ام ولد نہوتی خالص لونڈی ہوتی تو مثلاً اُسکی قیمت تیس درم ہوتے تو دس درم کا کما دینا اُسپر لازم ہی اور آزاد ہو جاویگی بعد ادا کرنے اُس قیمت کے جسکا قاضی نے مقرر کر دیا ہی ثلث قیمت کی سعایت غایة البیان مین مذکور ہی کذا فی منح الغفار وہی مکاتبة فی حال سعایتہا الا فی صورتین بلا رد الی الرق لو عجزت اذا اولدت لاصیدت اور وہ یعنی ذمی کی ام ولد مانند مکاتبہ کے ہی سعایت کی حالت مین مگر دو صورتون مین مکاتبہ کے برابر نہین پہلی صورت یہ کہ اگر وہ عاجز ہو ادائے قیمت سے تو رقیت کی طرف نہ پھیری جاویگی بخلاف مکاتبہ کے اسواسطے کہ اگر ام ولد رقیت کی طرف پھیری جاویگی تو کافر کی ملکیت پھر اُسپر ثابت ہوگی تو مسلمہ کو ذلت لازم آویگی اور حالانکہ شرعاً یہ جائز نہین ولو مات قبل سعایتہا دامادلد ولدہ فی سعایتہا سعی فیما علیہا والا عتقت مجانا لانہا ام ولد دوسری صورت یہ کہ اگر مولی مر گیا قبل سعایت ام ولد کے اور حالانکہ اُسکا ایک لڑکا ہی جسکو سعایت کی مدت مین جنی تو وہ لڑکا اپنی ماں کی قیمت مین سعایت کرے اور اگر لڑکا نہ ہو تو وہ مفت آزاد ہوگی اسواسطے کہ وہ ام ولد ہی اور ام ولد بعد موت مولے کے بلا سعایت آزاد ہوتی ہی ہم سعایت ولد کی قیمت مین درصورت ام ولد کی موت مین ہی نہ اُسکے مولے کی موت مین تو شارح کو مناسب تھا کہ مصنف کے کلام سے اپنے کلام کو یہان نہ ملاتا بعد حکم موت مولے کے ام ولد کی موت کا حکم بعد اُسکے بیان کرتا چنانچہ در المنتقی کی یون عبارت ہی ولو ماتت عتقت بلا سعایة ولو ماتت ہی ومعہا ولد ولدتہ فی سعایتہا سعی فیما علیہا یعنے اگر ام ولد کا مولے مر گیا تو وہ بلا سعایت

مفت آزاد ہوگئی اور اگر ام ولد قبل سعایت کے مرگئی اور اُسکا ایک لڑکا تھا جسکو سعایت کی حالت مین جنی تو وہ اپنی مان کی قیمت مین سعایت کرے بخلاف مکاتبہ
کے کہ اگر اُسکا مولی مریگا تو وہ مفت نہ آزاد ہوگی بلکہ اُسکے وارثون کیواسطے سعایت کریگی کذافی حاشیۃ المدنی وکذا الحکم المدبر فیسعی فی ثلثی قیمتہ اور یہی حکم
مدبر کا یعنی اگر ذمی اور مستامن کا مدبر مسلمان ہوجاوے اور اُسکا مولی مسلمان ہونے سے انکار کرے تو مدبر اپنی دو ثلث قیمت مین سعایت کرے یعنی جو خالص غلام کی
قیمت ہو اُسکے دو ثلث مین سعایت کرے کذافی حاشیۃ المدنی ولو اسلم قن الذمی عرض الاسلام علیہ فان اسلم فبہا والا امر ببیعہ تخلصا من ید الکافر ذکرہ مسکین
اور اگر ذمی کا خالص غلام مسلمان ہوگیا تو ذمی پر اسلام عرض کیا جاوے سو اگر وہ بھی مسلمان ہوا تو خوب بات ہی وہ اُسکا غلام بنا رہیگا جیسا کہ سابق مین تھا اور اگر اُسنے
اسلام سے انکار کیا تو غلام کے بیچ ڈالنے کا حکم کیا جاویگا تاکہ مسلمان کافر کے ہاتھ سے نجات پاوے کذا ذکرہ مسکین فی شرح الکنز فان ادعی ولد امۃ مشترکۃ ولو
مع ابنہ ثبت نسبہ منہ ولو کافرا او مریضا او مکاتبا لکنہ ان عجز فلا یبیعہا وہی ام ولدہ اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا مشترک لونڈی کے ام ولد کا اگرچہ شرکت
اپنے بیٹے کے ساتھ ہو تو ثابت ہوگا نسب لڑکا اس مدعی سے اگرچہ کافر ہو یا مریض بمرض الموت ہو یا مکاتب ہو لیکن مکاتب اگر ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو تو اُسکو
بیچنا لونڈی کا جائز ہی اور وہ لونڈی مشترک ام ولد ہی مدعی کی وضمن یوم العلوق نصف قیمتہا ونصف عقرہا ولو معسرا لا قیمۃ ولدہا لانہ علق حر الاصل اور ضمان
دے مدعی نطفہ رہنے کے دن اپنے شریک کو لونڈی کی نصف قیمت کا اور اُسکے نصف مہر مثل کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہ ضمان ہی تملک نہ ضمان عتق
کا اور نہ ضامن ہوگا ولد کی قیمت کا اسواسطے کہ ولد حر اصلی ہی کیونکہ وقت علوق سے ثابت النسب ہی اور اسیوقت سے ضمان لازم ہوا تو حدوث ولد کا ملک مدعی مین
ہوا نہ شریک کی ملک مین اور اگر مدعی باپ ہو اپنے شریک کا تو ضمان اُسپر نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ باپ کا حق ہی بیٹے کے مال مین فان ادعیاہ معا او جہل
السابق وقد استویا وقت الدعوۃ لا العلوق فی الاوصاف فہو ابنہما اور اگر مشترک لونڈی کے ولد کا دونون شریکون نے زمانۂ واحد مین ساتھ ہی دعوے کیا
یا ایک نے اول دعوی کیا اور دوسرے نے بعد چند ساعت یا چند روز کے دعوی کیا لیکن بالفعل معلوم نہین کہ کس نے پہلے دعوی کیا تھا اور حالانکہ دونون اسلام وغیرہ
اوصاف آیندہ مین برابر ہین دعوی کرنیکے وقت نہ نطفہ رہنے کیوقت تو وہ لڑکا دونون کا بیٹا ہی مگر یہ مطلب نہین کہ وہ لڑکا دونون کے نطفہ سے پیدا ہوا ہی اسواسطے کہ یہ
متصور نہین بلکہ جب دونون مالکون نے برابر دعوی کیا اور دونون جمیع اوصاف مرجحہ مین متساوی ہین تو ترجیح ایک کی دوسرے پر نہین ہوسکتی لہذا ولد کو دونون
کا بیٹا قرار دیا اور امام شافعی کے نزدیک اس صورت مین قیافہ شناس کا قول معتبر ہی اُسکا جواب یہ ہی کہ قیافہ شناسی حجت شرعی نہین کیونکہ قیافہ شناسی کی فقط
اٹکل پر ہی اور اگر قیافہ حجت ہوتا تو لعان مین اسی کی طرف رجوع کیجاتی اور نفی ولد کی حمل سے کاہے کو ہوتی لہذا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسکا اعتبار نہ کیا اور قاضی
شریح کو لکھ بھیجا کہ دونون شریکون نے تلبیس کی لہذا اُسکے مناسب حکم بھی دیا گیا اور اگر صاف بیان کرتے تو حکم بھی صاف ہوتا اور یہ حکم بحضور صحابہ
بلا نکیر ہوا تو لائق حجت کے ہوا اور یہی مذہب ہی علی مرتضی رض اور ابن عباس رض اور زید بن ثابت رض کا رضی اللہ عنہم کذا فی منح الغفار فلو لم یستویا قدم من العلوق فی
ملکہ ولو بنکاح پھر اگر دونون شریک برابر نہون زمانۂ مالکیت مین یعنے ایک زمانۂ سابق مین مالک ہوا ہو لونڈی کا اور دوسرا بعد اُسکے تو وہ شریک مقدم
ہوگا جسکی ملک مین نطفہ رہا اگرچہ تقدم ملک کا بسبب نکاح کے ہو فتح القدیر مین ہی کہ جب لونڈی حاملہ ہوئی ایک کے ملک مین پھر مالک نے نصف لونڈی
دوسرے کے ہاتھ بیچی پھر وہ پورے چھ مہینے مین بعد اس بیع کے جنی یا دونون شریکون نے ولد کے نسب کا دعوی کیا تو مالک اول مقدم ہی اسواسطے کہ
نطفہ اُسی کی ملک مین رہا محشی مدنی نے کہا کہ مناسب یون کہنا تھا کہ بعد بیع کے چھ مہینے سے کمتر مین جنی تاکہ مالک اول کی خالص ملک مین علوق
ثابت ہو اور اگر پورے چھ مہینے مین جنے گی تو دونون کی ملک مین علوق کا احتمال ہی کما لا یخفی اور اگر ایک شخص نے لونڈی سے نکاح کیا پھر اُسنے اور
دوسرے شخص نے لونڈی کو مول لیا پھر وہ چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی بعد خرید کے پھر دونون نے اُسکے ولد کا دعوے کیا تو یہ لونڈی نکاح کرنیوالے
کی ام ولد ہوگی کذا فی فتح القدیر واب ومسلم وحر وذمی وکتابی علی ابن وذمی وعبد ومرتد ومجوسی اور باپ اور مسلم اور آزاد اور ذمی اور کتابی مقدم ہی

بیٹے اور ذمی اور غلام اور مرتد اور مجوسی پر ہم یہ لف و نشر مرتب ہی یعنے اگر باپ اور بیٹا ایک لونڈی مین شریک ہون اور لونڈی کے ولد کا دونون ساتھ
ہی دعوی کرین تو باپ کا دعوی مقدم اور اولی ہو بیٹے پر اور اسی طرح مسلم مقدم ہو ذمی پر اور آزاد مقدم ہو غلام پر اور ذمی مقدم ہو مرتد پر اور کتابی مقدم
ہو مجوسی پر شارح نے تقدم ذمی کا مرتد پر بحر الرائق اور نہر الفائق اور شرح حموی کی تقلید سے نقل کیا لیکن یہ مخالف ہو زیلعی اور فتح القدیر کے زیلعی کی یہ عبارت ہی
المرتد اولی من الذمی اور فتح القدیر کی یہ عبارت ہو لو کانت الدعوة بین ذمی و مرتد فالولد للمرتد لانہ اقرب الی الاسلام مفتی ابو سعود نے کہا کہ تقدم ذمی کا مرتد پر سبقت قلم ہی
کذا فی حاشیة المدنی ثم لا تثبت نسب ولد ثان بلا دعوة لحرمة الوطی کما مر پھر نہ ثابت ہوگا دوسرے ولد کا نسب بدون دعوی کے جمیع صورتون مین جو مذکور ہو چکین
بسبب حرام ہونے وطی ام ولد مشترک کے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا کہ ولد ثانی ام ولد کا بلا دعوت اُسوقت مین ثابت النسب ہوتا ہی جب کہ ام ولد مولی پر حرام نہ ہو گئی
ہو بخلاف صور مذکورہ کے وہی ام ولد ہما ان حبلت فی ملکہما اور یہ لونڈی مشترک جسکے ولد کا دونون متساوی شریکون نے ساتھ ہی دعوی کیا دونون کی ام ولد ہی بشرطیکہ
وہ دونون کی ملک مین حاملہ ہوئی ہو اسطرح پر کہ دونون کی خرید کے بعد پورے چھ مہینے یا زیادہ مدت مین جنی ہو خرید کے دن سے لا لو اشتریاہا حبلے لانہا دعوة عتق فولا و
لہما دبا دعاء احدہما یضمن نصف قیمة الولد لا العقر اور اسطرح ام ولد نہ ہوگی اگر لونڈی کو دونون مالکون نے حاملہ خرید کیا اور وہ خرید کے دن سے اقل مدت
حمل سے کمتر مدت مین جنی پھر دونون نے دعوی کیا ولد کے نسب کا تو وہ لونڈی ام ولد نہ ہوگی اس دعوی سے اسواسطے کہ فی الحقیقت یہ دعوی عتق کا ہی نہ استیلاد
کا اسلیے کہ شرط استیلاد کی یہ ہی کہ علوق ولد کا ملک مین ہو سو یہان قبل ملک کے علوق حاصل تھا پھر جب یہ دعوی عتق ولد کا ہوا تو ولد کی ولاد دونون شریکون کے
واسطے ہوگی اور اگر ایک شریک ولد کا دعوی کریگا تو ولد کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور لونڈی کا نصف مہر دینا اپنے شریک کو لازم نہ آویگا اسواسطے کہ دعوے
استیلاد کا نہین وعلی کل نصف عقرہا وتقاصا اور درصورتیکہ دونون شریکون کی وہ لونڈی ام ولد ہوئی تو ہر شریک پر نصف مہر لونڈی کا لازم ہوگا ہر
حصہ دوسرے شریک کے اس شریک پر اُس شریک کو نصف مہر دینا چاہیے اور اُسپر اُسکو اور دونون باہم اپنے حق کو مجرا کرین کوئی دے نہ کوئی لے اگر کوئی کہے کہ جب دونون
حساب مین برابر ہو گئے تو ایجاب مہر کا کیا فائدہ ہی اُسکا جواب یہ ہی کہ اگر ایک شریک اپنا حق معاف کردے تو دوسرے کا حق باقی رہیگا اور اگر ایک کا حصہ درم پر
ٹھہرا اور دوسرے کا دینار پر تو اُسکو درم دینا اور دینار لینا جائز ہوگا کذا فی فتح القدیر الا اذا کان نصیب احدہما اکثر فیاخذ منہ الزیادة لان المہر بقدر الملک
دونون شریکون کو نصف نصف مہر کا مجرا کر لینا درست ہی مگر جبکہ ایک شریک کا حصہ ملک کا زیادہ ہو دوسرے کی ملک سے تو دوسرے شریک سے بقدر زیادتی
ملک کے مہر لے مثلاً ایک شریک دو حصہ کا مالک ہو اور دوسرا ایک حصہ کا تو ثلث مہر ایک حصہ والے کو دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ حق مہر کا بقدر ملک کے ہوتا
ہی بخلاف البنوة والارث والولاء فان ذلک لہما سویة وان کان احدہما اکثر نصیبا من الآخر لعدم تجزی النسب فیکون سویة لعدم
الاولویة فتبعہ الارث والولاء بخلاف فرزندی اور ارث اور ولا کے اسواسطے کہ یہ امور دونون شریکون کے واسطے برابر ہین اگرچہ ایک شریک کا حصہ زیادہ ہو
دوسرے شریک سے بسبب عدم قسمت پذیری نسب کے تو نسب دونون مین برابر ہوگا بسبب عدم اولویت کے یعنی دونون برابر ہین کسیکو تقدم اور رجحان نہین اور
ارث اور ولا نسب کے تابع ہین جب نسب مین تجزی نہوئی تو ارث اور ولا مین بھی تجزی نہوگی وورث الابن من کل ارث ابن کامل اور وراثت پاویگا بیٹا
ہر ایک شریک مدعی سے پورے بیٹے کی ارث اسواسطے کہ ہر واحد مقر ہی اُسکی فرزندی کا اور مقر کا اقرار اُسپر حجت ہی وہ ورثا منہ ارث اب واحد اور اگر ولد مر گیا تو
دونون شریک اُسکے وارث ہونگے ایک باپ کی ارث مین اسواسطے کہ فی الواقع مستحق ارث پدری کا تو ایک ہی شخص ہی لیکن چونکہ کسی کی یہان ترجیح نہین
لہذا ایک باپ کا حصہ دونون مین تقسیم ہوگا وکذا الحکم عند الامام لو کثروا ولو نساء وتمامہ فی البحر اور جیسا دو شریکون کا حکم ہی اسی طرح اگر زیادہ ہون دوسے
تو اُنکا بھی ایسا ہی حکم ہی اگرچہ دعوی کرنے والیان ولد کی عورتین ہون اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہی ہم پورا بیان بحر الرائق مین اسطرح ہی کہ اگر
دو شریکون سے زیادہ مدعی ہون ولد کے تو امام اعظم کے نزدیک مدعیون سے اُسکا نسب ثابت ہوگا اگرچہ وہ کثیر ہون اور ابو یوسف نے کہا کہ دو مدعیون

سے زیادہ مین نسب نہ ثابت ہوگا اور محمد کے نزدیک تین سے زیادہ مین نسب نہ ثابت ہوگا اور فتح القدیر مین ہو کہ اگر ایک لڑکے مین دو عورتون نے تنازع کیا
تو امام اعظم رح کے نزدیک وہ لڑکا دونون کا ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک بلکہ ایک عورت سے ملحق ہوگا اور اگر ایک لڑکے مین دو مردون اور دو عورتون نے تنازع
کیا ہر مرد یہ کہتا ہو کہ یہ لڑکا میرا ہو اس عورت سے اور عورت اسکی تصدیق کرتی ہو تو امام اعظم کے نزدیک وہ لڑکا دونون مردون اور دونون عورتونکا ہوگا اور
صاحبین کے نزدیک فقط دو مردون کا ہوگا نہ عورتون کا کذا فی منح الغفار **وفیہ لومات احدہما او اعتقا عتقت بلا شیء قلت فالعتق انما تجزی فی القنیۃ لا فی ام الولد
بل لعتق بعضها العتق کلها اتفاقا مجتبی فلیحفظ** اور بحر الرائق مین ہو کہ اگر ایک شریک مر گیا یا ایک نے ام ولد کو آزاد کر دیا اپنی زندگی مین تو وہ مفت بلا سعایت
آزاد ہو جاویگی شارح کہتا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک عتق متجزی نہین ہوتا مگر خالص لونڈی مین نہ ام ولد مین بلکہ بعض ام ولد کے آزاد ہونے سے کل آزاد ہو جاتی ہو
بالاتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی المجتبی تو تم اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ تجزی عتق کا امام کے نزدیک فقط خالص لونڈی مین منحصر ہو اور ام ولد کے عدم تجزی مین اتفاق ہو
جاریۃ بین رجلین ولدت فادعاہ احدہما واعتقہ الآخر وخرج الکلامان منہما معا فالدعوۃ اولی لاستنادہا للعلوق خانیۃ ایک لونڈی شترک ہو
دو مردون مین سو وہ جنی تو ایک شریک نے اسکے ولد کا دعوی کیا اور دوسرے شریک نے ولد کو آزاد کر دیا اور یہ دونون کلام دونون سے ساتھ ہی برابر نکلے تو کلام
دعوی نسب کا اولی اور مقدم ہو بواسطہ مستند ہونے دعوت کے بوقت علوق ولد کے کذا فی الخانیہ یعنی دعوی نسب کا وقت علوق سے تعلق ہوگا بخلاف اعتاق
کے کہ وہ بالفعل سے تعلق ہو تو گویا آزاد کرنے والے نے غیر کے ولد کو آزاد کیا اور یہ صحیح نہین کذا فی المنح **ادعی ولد امۃ مکاتبۃ وصدقہ المکاتب لزم النسب بتصادقہما
کدعوۃ ولد جاریۃ الاجنبی اما ولد مکاتبہ فلا یشترط تصدیقہا کما یجی** دعوی کیا مولی نے اپنے مکاتب کی لونڈی کے ولد کا اور تصدیق کی مکاتب نے اسکی تو مولی کو
نسب ولد کا لازم ہوگا دونون کے تصادق سے چنانچہ نسب ثابت ہوتا ہو جاریہ اجنبی کے ولد کے دعوی سے اور اجنبی کی تصدیق سے اور مولی اپنی مکاتبہ لونڈی کے
ولد کا دعوی کریگا تو ثبوت نسب مین مکاتبہ کی تصدیق شرط نہین چنانچہ کتاب المکاتب مین مذکور ہوگا **ولزم المدعی العقر وقیمۃ الولد یوم ولد** اور لازم ہوگا مولی مدعی
پر مہر لونڈی کا اور قیمت ولد کی پیدایش کے دن کی **وسقط الحد عنہ للشبہۃ** اور ساقط ہوگی حد مولی سے بسبب شبہہ جات کے **ولم تصر ام ولدہ لعدم ملکہ** اور
لونڈی مکاتب کی مولے کی ام ولد نہوگی اسواسطے کہ اسکی ملک نہین **وان کذبہ المکاتب لم یثبت النسب لحجرہ علی نفسہ بالعقد** اور اگر مکاتب نے مولی کی تکذیب
کی دعوی ولد مین تو نسب ولد کا ثابت نہوگا اسواسطے کہ مولی نے اپنی ذات کو باز رکھا تصرف سے بسبب عقد کتابت کے یعنی جب غلام کو مکاتب کیا تو اب مکاتب کے
کسب پر مولی کا تصرف کرنا جائز نرہا تو بدون تصدیق مکاتب کے دعوی مولی کا مسموع نہین **ولدت جاریۃ غیرہ وقال احلہا لی مولاہا والولد
ولدی فصدقہ المولی فی الاحلال وکذبہ فی النسب لم یثبت نسبہ** غیر کی لونڈی ایک شخص کے نطفے سے جنی اور اسنے دعوی کیا کہ لونڈی کے مولے نے
اسکو مجھپر حلال کر دیا اور اسکا ولد میرا ولد ہو اور تصدیق کی مدعی کی مولی نے احلال مین اور تکذیب کی اسکی نسب مین تو نسب نہ ثابت ہوگا م احلال سے
مراد احلال بالتزویج ہو نہ احلال بالملک اسواسطے کہ لونڈی کے مالک ہونے کا حکم بعد اسکے مذکور ہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبی **فان صدقہ فیہما جمیعا یثبت**
حلال کرنا نکاح سے ۱۲
والا فلا قال و قول الزیلعی ولو صدقہ فی الولد یثبت ای مع تصدیقہ فی الاحلال فلا مخالفۃ کما لا یخفی سو اگر مولی نے تصدیق کی مدعی کی سب دونون امرون مین
یعنی احلال اور نسب مین تو نسب ولد کا ثابت ہوگا اور اگر دونون امر کی یا ایک امر کی تصدیق نہ کی تو نسب ثابت نہوگا کذا فی الخانیہ والدرر اور یہ قول زیلعی کا کہ
اگر مولی مدعی کے ولد مین تصدیق کرے تو نسب ثابت ہوتا ہو یعنی تصدیق ولد کی ساتھ تصدیق احلال کے مثبت ہو نسب کی نہ فقط تصدیق ولد کی تو یہ کچھ
مخالفت نہین زیلعی اور غیر زیلعی کے کلام مین چنانچہ امر مخفی نہین اسواسطے کہ مسئلہ مفروض ہو تصدیق فی الاحلال مین کذا فی المنح **ولو ملکہا او ملکہ بعد تکذیبہ ای المولے
ولو مکاتبہ یوما من الدہر ثبت النسب وتصیر ام ولدہ اذا ملکہا لبقاء اقرارہ** اور اگر مدعی مالک ہوا لونڈی کا یا مالک ہوا اسکے ولد کا کسی دن بعد تکذیب
مولی کے اگرچہ مالک لونڈی کا مدعی کا مکاتب ہو تو نسب ثابت ہوگا در صورت ملک ولد کے اور لونڈی اسکی ام ولد ہوگی جبکہ اسکا مالک ہوگا واسطے

بقیہ

باقی رہنے اقرار مدعی کے ولو استولد جاریۃ احد ابویہ او جدہ او امرأتہ وقال ظننت حلہا لی فلا حد للشبہۃ ولا نسب الا ان یصدقہ فیہا اور اگر کسی شخص
نے استیلاد کیا اپنے باپ یا ماں کی لونڈی یا اپنے دادا یا اپنی زوجہ کی لونڈی سے اور کہا اُسنے کہ مین نے اس لونڈی کی حلت اپنے واسطے گمان کی تھی
تو اُسپر حد لازم نہ آویگی بسبب شبہۂ حلت کے اور نسب ولد کا ثابت نہوگا شارح نے کہا مگر اُسوقت نسب ثابت ہوگا جبکہ جاریہ کا مولی دونون امر مین اُسکی تصدیق
کرے ہم فیہا کے مرجع مین محشی درالمختار کے مختلف ہین شیخ عابد سندھی مدنی نے کہا کہ مرجع فیہا کی دو صورتین ہین یعنی جاریۂ اصول اور جاریۂ زوجہ اور شیخ رحمتی
وغیرہ نے کہا کہ مرجع اُسکا ظن حلت اور تصدیق ولد ہی لیکن بہرصورت سب محشی اسپر متفق ہین کہ شارح کی عبارت یعنی الا ان یصدقہ فیہا بے محل زیادتی ہی اسواسطے کہ
ظن حلت کی تصدیق سے نسب ثابت نہین ہوتا اور اس عبارت کو مصنف نے منح الغفار مین مذکور نہین کیا اور نہ بحر اور نہر اور زیلعی اور درر مین جسکو شک ہو وہ ان کتابونکی طرف
رجوع کرے کذا فی حاشیۃ المدنی وان ملکہ یوماً عتق علیہ اور اگر مستولد مالک ولد کا ہوگا کوئی دن تو اُسپر آزاد ہو جاویگا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے وان ملکہا

امہ لا تصیر ام ولدہ لعدم ثبوت نسبہ کذا ذکرہ المصنف تبعا للزیلعی لکنہ نقل ہنا وفی نکاح الرقیق عن الدرر والخانیۃ انہ لو ملکہا بعد تکذیبہ یوماً ثبت النسب لبقاء
الاقرار فتدبر اور اگر مستولد ولد کی ماں کا مالک ہوگا تو وہ اُسکی ام ولد نہ ہوگی بسبب نہ ثابت ہونے ولد کے نسب کے ایسا ہی مذکور کیا ہی مصنف نے اپنی
شرح مین باتباع زیلعی لیکن مصنف نے یہان اور باب نکاح الرقیق مین درر اور خانیہ سے نقل کیا ہی کہ اگر نسب ولد کا مدعی اُسکی ماں کا کسی دن مالک ہوا
بعد تکذیب مولے کے تو نسب ولد کا ثابت ہوگا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے سو اُسکو غور کرو شارح نے اس لفظ سے کلام مصنف کے تناقض ہونے کا
اشارہ کیا کہ ثبوت نسب اور عدم ثبوت مین صریح تناقض ہی شیخ عابد محشی مدنی نے کہا کہ ظاہر اکلام مصنف مین تناقض نہین اسلیے کہ یہان دو مسئلے مذکور ہین ایک
یہ کہ مستولد نے جاریہ غیر کے ولد مین کہا کہ مولے نے اپنی جاریہ مجھپر حلال کردی تھی اور دوسرا مسئلہ یہ کہ جاریۂ اصول مین ظن حلت کا دعوی کیا تو مصنف نے اپنی شرح
منح الغفار مین درر اور خانیہ سے ثبوت نسب کا بعد ملک کے پہلے مسئلہ مین مذکور کیا یعنی مسئلہ دعاے احلال مین نہ دوسرے مسئلہ مین یعنی ادعاے ظن حلت مین اور عدم
ثبوت نسب کا دوسرے مسئلہ مین مذکور کیا ہی تو تناقض نہ ثابت ہوا ہم منح الغفار مین فی الواقع ایسا ہی مذکور ہی جیسا کہ محشی نے کہا واللہ اعلم نعم فی الخانیۃ زنی بامۃ فولدت فملکہا

لم تصر ام ولدہ وان ملک الولد عتق ہان خانیہ مین ہی کہ ایک شخص نے زنا کیا لونڈی سے پھر وہ جنی پھر زانی اُسکا مالک ہوا تو وہ لونڈی اُسکی ام ولد نہوگی اور اگر ولد کا مالک
ہوگا تو وہ آزاد ہو جاویگا ہم اس روایت سے زیلعی کے کلام کی تائید ثبوت ہوئی وفی الاشباہ لو ملک اختہ لامہ من الزنا عتقت ولو اختہ لابیہ لا اور اشباہ مین ہی کہ اگر کوئی
اپنی مادری بہن کا وارث ہو جو زنا سے پیدا ہوئی تو وہ آزاد ہو جاویگی اسواسطے کہ مالک اور مملوک ایک پیٹ سے پیدا ہین اور اگر مالک ہوا اپنی سوتیلی بہن کا جو زنا
سے ہی تو وہ لونڈی رہیگی آزاد نہوگی اسلیے کہ بھائی کا رشتہ بہن سے بواسطے باپ کے ہی اور حالانکہ نسب ولد کا زانی سے شرعاً منقطع ہی تو اُسکا بہن ہونا نہ ثابت ہوا لہذا آزاد نہ
ہوگی اور چونکہ زنا سے نسب ماں کا منقطع نہین تو اُسکا بہن ہونا ثابت ہی اسواسطے ملک سے عتق ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی فروع مسائل ملحقہ شارح کے اراد وطی

امتہ ولا تصیر ام ولد یملکہا الطفل ثم یتزوجہا ارادہ کیا ایک شخص نے اپنی لونڈی کی وطی کا اور چاہا کہ وہ ام ولد نہو اولاد ہونے سے تو اپنے طفل صغیر کو اُسکا مالک کردے پھر
لونڈی سے نکاح کرے تو اُسکی اولاد آزاد ہوگی اور وہ لونڈی بنی رہیگی طفل صغیر کے مالک کرنیکا یہ فائدہ تھا کہ اُسکو نکاح کر لینے کا اختیار رہا ہے اقر بامومیتہا فی مرضہ ان

ہناک ولدا او حبل لعتق من الکل والا فمن الثلث وما فی یدہا للمولے الا اذا اوصی لہا بہ نعم فی المجتبی استحسن محمد ان یترک لہا ملحفۃ وقمیصا ومقنعۃ ولا شئ للمدبرۃ
اقرار کیا مولے نے اپنی بیماری مین لونڈی کے ام ولد ہونے کا اگر اُسوقت لونڈی کا ولد ہو یا اُسکا حمل ظاہر ہو تو وہ کل مال سے آزاد ہوگی بعد موت کے
اور اگر ولد اور حمل نہ ہو تو ثلث مال سے آزاد ہوگی اور جو اُسکے پاس مال ہوگا وہ مولے کا ہوگا یعنے وارث اُسکے مالک ہونگے مگر اُسوقت وارث نہونگے
جبکہ مولے نے اُس مال کی ام ولد کے واسطے وصیت کردی ہو ہان مجتبی مین یون ہی کہ محمد نے مستحب کہا ہی اُسکو کہ اُس مال سے ام ولد کے واسطے چادر
اور کرتی اور مقنع چھوڑ دیا جاوے اور مدبرہ لونڈی کے واسطے کپڑے دینے کو مستحب نہین کہا واللہ اعلم واستغفر اللہ العلی العظیم العلی الکریم

کتاب الایمان

یہ کتاب ہے ایمان کے احکام میں ایمان بالفتح جمع ہے یمین کی مناسبتہ عدم تاثیر الہزل والاکراہ وقدم الاعتاق لتشارکہ للطلاق فی الاسقاط والسرایۃ مناسبت
کتاب الایمان کی کتاب الاعتاق سے عدم تاثیر ہے ہزل اور اکراہ کی لیے جیسے ہزل اور اکراہ اعتاق کا مبطل نہیں ویسے ہی یمین کا مبطل نہیں لہذا دونون بابون کا
متصل ہونا مناسب ہوا اور مصنف نے اعتاق کو یمین پر مقدم کیا واسطے مشارک ہونے اعتاق کے ساتھ طلاق کے اسقاط اور سرایت میں یعنی جیسے طلاق عبارت ہے اسقاط
نکاح سے ویسے ہی اعتاق عبارت ہے اسقاط مملوکیت سے اور جیسے نصف یا ربع طلاق طالقہ کے کل بدن میں ساری ہوتی ہے یعنی پھیل جاتی ہے ویسے ہی نصف یا ربع اعتاق مملوک کے کل بدن میں
پھیل جاتا ہے بقول صاحبین بسبب عدم تجزی کے اور بقول امام چونکہ اعتاق تجزی ہے تو طلاق اور اعتاق سرایت میں شریک نہیں کذا فی الحاوی تو جب طلاق اور اعتاق شریک ہوئے اپنے
تمام معنی میں یعنی اسقاط میں اور اپنے لازم شرعی میں یعنی سرایت میں لہذا طلاق کے بعد اعتاق کا ذکر کرنا مناسب تر ہوا کذا فی النہر الفائق الیمین لغۃ القوۃ یمین لغت میں
بمعنے قوت کے ہے ہرچند لفظ یمین کا قوت اور ہاتھ اور قسم میں شریک ہے لیکن شارح نے فقط قوت کے معنے اسواسطے مذکور کیے کہ قوت مناسب تر ہے یعنی شرعی یمین سے نزدیک یمین
مذکور ہے کہ حلف کو یمین اسواسطے کہا کہ قسم کھانے والا بسبب حلف کے قوت حاصل کرتا ہے فعل یا ترک پر یا حلف کو یمین اسوجہ سے کہا کہ عرب ہاتھ پکڑ کر قسم کھاتے تھے

وشرعا عبارۃ عن عقد قوی بہ عزم الحالف علی الفعل او الترک فدخل التعلیق فانہ یمین شرعا الا فی خمس مذکورۃ فی الاشباہ فما جاء لا یحلف حنث بطلاق وعتاق
اور اصطلاح شرع میں یمین عبارت ہے اس عقد سے جس سے قوی ہو جاوے ارادہ حالف یعنی قسم کھانے والے کا کسی فعل کے کرنے پر یا چھوڑنے پر اس تعریف میں تعلیق داخل
ہو گئی اسواسطے کہ تعلیق بھی یمین ہے شرع میں اسواسطے کہ تعلیق سے بھی فعل یا ترک کا عزم قوی ہو جاتا ہے مگر پانچ چیزون میں تعلیق یمین نہیں جنکی تفصیل اشباہ میں مذکور ہے
پھر جب تعلیق یمین میں داخل ہوئی تو اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ قسم نہ کھاویگا تو طلاق اور عتاق کی تعلیق کرنے سے حانث ہوگا مصنف نے تعریف یمین کی باتباع صاحب
تبیین کنز اور صاحب کفایہ کی اور شرح نقایہ میں یون تعریف کی ہے کہ یمین عبارت ہے تقویت خبر سے بذکر نام خدا یا بتعلیق خلاصہ اشباہ یہ ہے قسم کھائی کہ قسم نہ
کھاویگا تو تعلیق سے حانث ہوگا مگر چند مسائل میں افعال قلوب کی تعلیق سے یا مہینہ آنے کی تعلیق سے اس صورت میں جسکی عبارت یون ہے یا تعلیق [illegible] کرے
سے یا یون کہنے میں اپنے غلام سے کہ اگر تو تمنا ادا کریگا تو تو آزاد ہے اور اگر نہ دے سکے گا تو غلام ہے یا یون کہے زوجہ سے کہ اگر تجھکو ایکبار یا میں بار حیض آیا تو
ایسا ہوگا یا طلوع آفتاب پر معلق کرنا دریافت کرنا چاہیے کہ قسم دو طرح پر ہے ایک قسم خدا کے نام کی یا اسکی صفات کی اور دوسری قسم غیر نام خدا کی اور دوسری قسم دو طرح پر ہے ایک
یہ کہ آبا و اجداد اور انبیا اور ملائکہ اور صوم اور صلوۃ اور کعبہ اور زمزم کی قسم کھاوے سو ایسی قسم کھانا شرعا جائز نہیں اور دوسری طرح یہ کہ بطور شرط اور جزا کے حلف
ہو سو اسکی بھی دو صورتین ہین ایک یہ کہ عبادات کر حلف کرے اسطرح پر کہ اگر مین فلانا کام کرون تو مجھپر صوم یا صلوۃ یا حج یا عمرہ یا قربانی یا آزاد کرنا غلام کا یا خیرات
کرنا لازم ہو دوسری صورت بغیر عبادات کے حلف کرنا چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین فلانا کام کرون تو زوجہ کو طلاق ہے یا غلام میرا آزاد ہے کذا فی العالمگیریۃ عن البدائع

وشرطہا الاسلام والتکلیف وامکان البر اور صحت یمین کی شرط ہے اسلام اور مکلف ہونا اور امکان بر یعنی قسم کا پورا کر سکنا تو کافر اور مجنون اور صبی کی قسم صحیح نہیں اور
اسیطرح مستحیل حقیقی کی قسم طرفین کے نزدیک صحیح نہیں خلافا لابی یوسف اور شرائط صحت مین سے یہ ہے کہ شرط اور جزا مین کوئی لفظ حائل نہو اور اگر حائل ہوگا تو تعلیق
نہ ہوگی بلکہ تنجیز ہو جاویگی کذا فی العالمگیریۃ اور علت غائی قسم کی دو چیزین ہین ایک یہ کہ تا سامع حالف کو سچا جانے دوسرے یہ کہ حالف با خبر نفس فعل یا ترک پر مستعد ہو
جاوے کذا فی منح الغفار وحکمہا البر او الکفارۃ اور حکم یمین کا بر ہے یا کفارہ تفصیل احکام یمین آگے مذکور ہوگی کہ قسم کا پورا کرنا کہان واجب ہے اور کہان مستحب ہے اور کہان
مباح اور توڑنا قسم کا کہان واجب ہے اور کہان مباح ورکنہا اللفظ المستعمل فیہا اور رکن یمین کا وہ لفظ ہے جو قسم مین مستعمل ہے ویکرہ الحلف بغیر اللہ تعالی وقیل لا
وبہ افتی الاسبیجابی زماننا وحملوا النہی علی الحلف بغیر اللہ لا علی وجہ الوثیقۃ کقولہم بابیک ولعمرک ونحو ذلک عینی اور کیا مکروہ ہے غیر خدا کی قسم کھانا جیسے طلاق اور عتاق کی
قسم بعضے علما نے کہا کہ ہان غیر خدا کی قسم مکروہ ہے بسبب وارد ہونے نہی کے اور اکثر علما کے نزدیک مکروہ نہیں اور عدم کراہت کا فتوی دیا ہے علما نے علی الخصوص ہمارے زمانہ مین

اور حمل کیا ہے نہی کو اُس حلف بغیر اللہ پر جو علی وجہ الوثوق نہین بلکہ بطور عادت عرب کے اپنے مخاطبات اور محاورات مین جاری تھی چنانچہ یون کہنا عرب کا کہ تیرے باپ کی قسم اور
تیری حیات کی قسم اور مانند اسکے کذا ذکرہ العینی یعنی ممنوع تو ہم ابغیر اللہ ہے جو بالقصد عرب اپنی گفتگو مین کھاتے تھے تو اگر حلف بغیر اللہ مین قصد متعلق ہو بطور وثوق کے تو قسم کا پورا کرنا
واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبی فی فتح القدیر مین ہے کہ حلف بغیر اللہ مانند طلاق اور عتاق کے حلف کے بعضون کے نزدیک مکروہ ہے بسبب اُس حدیث صحیح کے کہ جو قسم کھاوے سو خدا کی
قسم کھاوے اور اکثر علما کے نزدیک مکروہ نہین اور محمل حدیث مذکور کا یہ ہے کہ حالف بحرف قسم کے ہو سوائے تعلیق کے وہی ای الیمین باللہ لعدم تصور الغموس واللغو فی غیرہ فیقع بھما الطلاق
نحوہ علیہ فلیحفظ اور وہ یعنی یمین باللہ تین قسم ہوتی ہے غموس یعنی یمین باللہ کی قید اسواسطے لگائی کہ غموس اور لغو کا حکم یمین باللہ کے سوا مین متصور نہین اسواسطے کہ تعلیق طلاق
اور عتاق اور نذر کی امر موجود ماضی پر نہین ہوتی اسلیے اسمین غموس اور لغو متحقق نہین تو غموس اور لغو طلاق وغیرہ مین واقع ہوگی کذا ذکرہ العینی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
کہ غموس اور لغو فقط یمین باللہ مین منحصر ہے نہ تعلیق مین ولا یرد نحو ھو یہودی لانہ کنایۃ عن الیمین باللہ وان لم یعقل وجہ الکنایۃ بدائع اور اعتراض نہ وارد ہوگا مانند
اس قول کے کہ وہ یہودی ہے اسواسطے کہ یہ کنایہ ہے یمین باللہ سے اگرچہ قائل اسکا وجہ کنایہ کی نہ سمجھے کذا فی البدائع یعنی اگر کوئی اعتراض کرے کہ تمنے غموس اور لغو
کو یمین باللہ مین منحصر کیا حالانکہ یون کہنا اُس فعل کو جسکو کر چکا ہے کہ اگر مینے ایسا کیا ہو تو وہ یہودی ہے یا نصرانی تو یہ غموس ہے باوجودیکہ یمین باللہ نہین اُسکا جواب
یہ ہے کہ یہ قول بھی واقع مین یمین باللہ ہے لیکن کنایہ وجہ کنایہ کی یہ ہے کہ بظاہر مقصود حالف کا اس قول سے باز رہنا ہے شرط سے اور وہ مستلزم ہے یہودیت کی نفرت کو اور وہ
مستلزم ہے نفرت عن الکفر باللہ کو اور وہ مستلزم ہے تعظیم حق تعالی کو تو گویا اُسنے یون کہا کہ بخدائے عظیم مینے ایسا نہین کیا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الحلبی غموس تغمسہ فی الاثم ثم
فی النار وہی کبیرۃ مطلقا لکن اثم الکبائر متفاوت نہر اللہ کی جھوٹی قسم کو غموس اسواسطے کہا کہ وہ دنیا مین گناہ کے اندر ڈبوتی ہے پھر آخرت مین دوزخ کے اندر اور جھوٹی
قسم کبیرہ گناہ ہے ہر طرح سے خواہ جھوٹی قسم کھاکر مسلمان کا مال ناحق لے یا نہ لیکن گناہ کبیرہ گناہون کا متفاوت ہے کذا فی النہر م دلیل اطلاق کبیرہ ہونے غموس کی
صحیح بخاری کی حدیث شریف ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبائر اشراک باللہ اور عقوق والدین اور قتل نفس اور یمین غموس ہے کذا فی النہر اور صحیح ابن حبان مین
ابوامامہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جھوٹی قسم کھاکے امرء مسلمان کا مال کاٹ لے تو حقتعالی بہشت کو اسپر حرام کریگا اور دوزخ مین اُسکو ڈالیگا
کذا فی فتح القدیر ان حلف علی الکذب عمدا ولو بغیر فعل او ترک کو اللہ انہ حجر الان یمین باللہ غموس ہے اگر قسم کھائے جھوٹ پر قصدا اگرچہ وہ بغیر فعل یا ترک فعل ہو چنانچہ یون کہنا
کہ واللہ وہ پتھر ہے بالفعل مع شرح مقایہ مین واللہ انہ حجر مین کان یکون کا لفظ مقدر کیا ہے تاکہ غموس یا منعقدہ مین داخل ہو شارح نے لفظ الان کا زیادہ کرکے اس تاویل
کو رد کیا اسواسطے کہ غموس مین حال ماضی ہونا شرط تقییدی نہین چنانچہ اسکی تصریح عنقریب آتی ہے فی ماض کو اللہ ما فعلت کذا عالما بفعلہ او حال کو اللہ ما لہ
علی الف عالما بخلافہ و واللہ انہ بکر عالما انہ غیرہ یمین غموس زمان ماضی مین ہو چنانچہ یون کہنا کہ واللہ مین نے ایسا نہین کیا اُس فعل کو جانکر یا زمان حال
مین ہو چنانچہ یون کہنا کہ واللہ اُسکے مجھپر ہزار درم نہین یہ جانکر قسم کھائی کہ ہزار درم ہین اور واللہ وہ بکر ہے یہ جانکر قسم کھائی کہ وہ بکر نہین بلکہ زید ہے مثلا و تقییدہم بالفعل
والماضی اتفاقی او اکثری اور قید لگانا فقہا کا تعریف غموس مین فعل اور ماضی کی اتفاقی ہے یا اکثری نہ قید احترازی چنانچہ شروح ہدایہ وغیرہا مین مصرح ہے
کہ ذکر فعل اور ماضی کا شرط نہین لہذا مصنف نے دو اخیر مثالون مین اسکی طرف اشارہ کیا کذا فی منح الغفار و یاثم بھا فتلزمہ التوبۃ اور گنہگار ہوتا ہے مسلمان
یمین غموس سے تو اُسپر توبہ لازم ہے نہ کفارہ اور یہی مذہب ہے امام مالک اور احمد بن حنبل کا و ثانیہا لغو لا مواخذۃ فیہا الا فی ثلث طلاق و عتاق و نذر اشباہ فیقع
الطلاق علی غالب الظن اذا تبین خلافہ وقد اشتہر عن الشافعیۃ خلافہ اور دوسری قسم یمین کی لغو ہے اور اسمین مواخذہ نہین مگر تین چیز طلاق اور عتاق اور نذر مین کذا فی
الاشباہ تو طلاق واقع ہوگی گمان غالب پر جب ظاہر ہو جاوے مخالفت ظن غالب کی اور شافعیون سے اسکا خلاف مشہور ہے ان حلف کاذبا یظنہ صادقا
فی ماض او حال فالفارق بین الغموس واللغو تعمد الکذب یمین لغو ہے اگر جھوٹی قسم کھائی اپنے گمان مین سچ جان کر زمان ماضی کی قسم کھائی ہو یا حال
کی تو فرق درمیان غموس اور لغو کے فقط تعمد کذب کا ہے اگر عمدا کذب پر قسم کھائی تو غموس ہے اور نہین تو لغو ہے مع صاحب کنز نے جو تعریف لغو مین فعل

ماضی کی قید لگائی ہو سو اتفاقی ہو چنانچہ بدائع مین مصرح ہو کہ لغو ماضی اور حال دونون مین ہوتا ہو کذا فی النہر و اما فی المستقبل فالمنعقدۃ اور جو قسم کہ
زمان مستقبل مین ہوتی ہو وہ یمین منعقدہ ہو مع حلبی نے کہا کہ اس قول سے ثابت ہوتا ہو کہ نہین ہوتی ہو مستقبل مین مگر منعقدہ حالانکہ آگے مستقبل مین غموس بھی ہو تی
ہو چنانچہ اسکا ذکر آویگا تو شارح کو یون کہنا لازم تھا اما المنعقدۃ ففی المستقبل وخصہ الشافعی بما یجری علی اللسان بلا قصد مثل لا واللہ وبلی واللہ ولو لآت ما
امام شافعی نے لغو کو مخصوص کیا ہو اُس قسم پر جو لوگون کی زبان پر بلا قصد جاری ہوتی ہو چنانچہ یون کہنا لا واللہ و بلی واللہ اگرچہ زمان مستقبل کی قسم کھاوے بلا قصد
تو بھی لغو ہو تو مرجع خلاف حنفی اور شافعی کا اُس قسم مین ظاہر ہوتا ہو جو زمان مستقبل مین بلا قصد کھائی جاوے سو حنفی کے نزدیک وہ لغو نہین بلکہ منعقدہ ہو اور اُسمین
کفارہ لازم ہو اور شافعی کے نزدیک وہ لغو ہو اور اُسمین کفارہ نہین کذا فی النہر فلذا قال ویرجی عفوہ او تواضعا وتادبا اور چونکہ لغو کی تفسیر شافعی اور حنفی مین
مختلف فیہ ہو لہذا مصنف نے کہا کہ یمین لغو مین امید ہو عفو کی یا بنا بر انکسار کے اور آداب کے عفو بصیغۂ جزم نہین بولا شارح نے یہ دفع دخل مقدر کیا یعنی عدم مواخذہ
لغو کا قرآن مین منصوص ہو سو مصنف نے عفو کو بطور تعلیق رجا کیون بیان کیا وکاللغو حلفہ علی ماض صادقا کو اللہ انی لقائم وکان فی حال قیامہ اور لغو کے حکم کے
مانند ہو ماضی کی سچی قسم کھانا چنانچہ یون کہنا کہ واللہ مین ابھی قائم ہون یہ قسم کھائی اپنے قیام کے وقت وثالثہا منعقدۃ وہی حلفہ علی مستقبل آت یمکنہ نحو
واللہ لا اموت ولا تطلع الشمس من الغموس اور تیسری قسم یمین کی منعقدہ ہو کہ وہ قسم کھاوے امر مستقبل آئندہ پر جو حالف کو ممکن ہو تو مانند اس یمین کے کہ واللہ
مین نہ مرونگا اور واللہ آفتاب نہ نکلے گا یہ غموس مین داخل ہو کہ خارج از امکان بشر ہو وہذا القسم فیہ الکفارۃ لآیۃ واحفظوا ایمانکم ولا یتصور حفظ الا فی
المستقبل فقط اور اسی قسم مین یعنے منعقدہ مین کفارہ ہو بدلیل آیہ قرآنی کے کہ محافظت کرو اپنی قسمون کو اور متصور نہین محافظت مگر مستقبل مین فقط اسواسطے
کہ ماضی موجود نہین اور حال کو قیام نہین وعند الشافعی یکفر فی الغموس ایضا اور امام شافعی کے نزدیک یمین غموس مین بھی کفارہ دے ان حنث یمین
منعقدہ مین کفارہ ہو اگر قسم کو توڑے وہی اے الکفارۃ ترفع الاثم وان لم توجد منہ التوبۃ عنہا معہا ای مع الکفارۃ سراجیۃ اور وہ یعنی کفارہ
اٹھا دیتا ہو گناہ حنث کو اگرچہ حانث کو کفارہ کے ساتھ توبہ نہ پائی جاوے کذا فی السراجیۃ ولو الحالف مکرہا او مخطئا او ذاہلا او ساہیا اگرچہ قسم کھانے والے
پر یمین یا حنث مین جبر کیا گیا ہو یا خطا کار یا غافل یا اُسکو سہو ہو گیا ہو خطا کی صورت یہ ہو کہ کہا چاہتا تھا کہ مجھکو پانی پلا سو مُنہ سے نکل گیا کہ واللہ
مین پانی نہ پیونگا اور ذہول کی صورت یہ ہو کہ کسی نے کہا کہ تو ہمارے پاس نہین آتا سو اُسکے مُنہ سے بلا قصد نکل گیا کہ واللہ مین نہ آؤنگا کذا فی النہر
اکثر علما کے نزدیک سہو اور نسیان متحد ہین اسواسطے کہ لغت مین دونون سہو سے عبارت ہین بلا فرق اگرچہ دونون کے درمیان یون فرق کیا ہو
کہ اگر صورت مدرکہ سے زائل ہو اور حافظہ باقی رہے تو سہو ہو اور اگر مدرکہ اور حافظہ دونون سے زائل ہو تو نسیان ہو تو سہو مین کسب جدید کی حاجت نہین بخلاف
نسیان کے او ناسیا بان حلف ان لا یحلف ثم نسی فحلف فیکفر مرتین مرۃ لحنثہ واخری اذا فعل المحلوف علیہ عینی لحدیث ثلث جدہن جد وہزلہن جد منہا الیمین یا بھول
گیا ہو اسطرح پر کہ اُسنے قسم کھائی کہ قسم نکھاوے گا پھر یہ قسم کھانا بھول گیا پھر اُسنے قسم کھائی کہ مثلاً زید سے نہ بولیگا تو یہ شخص دوبارہ کفارہ دے ایک کفارہ قسم توڑنیگا
یعنی قسم کھانیکا اور دوسرا کفارہ زید سے بولنیکا کذا ذکرہ العینی خطا اور نسیان مین یمین اور کفارہ اسواسطے لازم ہوا کہ بروایت حاکم حدیث مرفوع وارد ہو
کہ تین چیزین ہزل اور جد برابر ہو طلاق اور عتاق اور یمین مین مصنف نے اپنی شرح مین باتباع زیلعی ناسی کی تفسیر مخطی کیساتھ کی ہو اسواسطے کہ نسیان حقیقی یمین
متصور نہین لیکن شارح نے بقول عینی نسیان کو اپنے حقیقی معنے پر رکھا اور مثال سے ثابت کیا اور شمنی بھی عینی کا ہمیشہ تبع ہو کذا فی النہر فی الیمین او
فی الحنث فیحنث بفعل المحلوف علیہ مکرہا خلافا للشافعی اگر حالف مکرہ یا ناسی ہو یمین یا حنث مین تو حانث ہوگا محلوف علیہ کے کرنے سے باکراہ
مثلاً قسم کھائی کہ مین زید کے گھر مین داخل نہ ہونگا اور کوئی اُسکو جبر سے گھر مین لے گیا تو حانث ہوگا کفارہ لازم آویگا بخلاف امام شافعی کے کہ اُنکے
نزدیک جبر سے حانث نہین ہوتا وکذا یحنث لو فعلہ وہو مغمی علیہ او مجنون فیکفر بالحنث کیف کان اور اسی طرح حانث ہوگا اگر محلوف علیہ کو حالت

مین ہو جاتا ہو ۱۲*

ہو دُنی یا جنون میں کرے تو کفارہ دے حنث سے کسی حالت میں کیون نہ ہو **والقسم باللہ تعالی** ولو برفع الہاء او نصبہا او حذفہا کما یستعملہ الاتراک وکذا وایم اللہ
کما فی النصارٰی وکذا بسم اللہ عند محمد ورجحہ فی البحر بخلاف بلہ بکسر اللام الا اذا کسر الہاء اور قسم ثابت اور صحیح ہوتی ہے اللہ کے لفظ سے اگرچہ اخیر کو پیش یا زبر
دیا ہو یا اسکو حذف کر ڈالا ہو چنانچہ حذف ترکون میں مستعمل ہے اور اسی طرح ہے وایم اللہ یعنے قسم ہے اللہ کے نام کی چنانچہ نواح عرب کے نصاری کی
عادت ہے اور اسی طرح بسم اللہ امام محمدؒ کے نزدیک یعنی قسم ہے اللہ کے نام کی اور اسی کو ترجیح دی بحر الرائق میں بخلاف بلہ بکسر اللام کے کہ وہ یمین نہین
مگر جب ہے کہ زیر دیوے اور یمین کا قصد کرے تو البتہ یمین ثابت ہوگی م بلہ بتشدید وکسر لام واما لہ وحذف الف یعنی باللہ اصل میں تھا لام کو کسرہ دیا اور
الف کو حذف کیا بلہ ہو گیا چنانچہ اکثر لوگون میں مستعمل ہے اور فتح لام کا حکم شارح نے مذکور نہ کیا کذا فی الطحطاوی اور فارسی اور اُردو زبان میں باللہ بہ فتح لام
وحذف الف بھی مستعمل ہے **او باسم آخر من اسمائہ ولو مشترکا تعورف الحلف بہ او لا علی المذہب** یا یمین ثابت ہے سوائے اللہ کے کسی اور نام سے منجملہ
اسماے الٰہی کے اگرچہ وہ اسم مشترک ہو اللہ اور غیر اللہ میں اس نام سے قسم کھانا مروج ہو یا نہ ہو بہر صورت قسم صحیح ہوگی بنا بر مذہب کے اور قول غیر صحیح یہ
ہے کہ حقتعالی کے اسم خاص سے یمین ہوتی ہے جیسے اللہ اور رحمن سے اور اسم مشترک سے یمین نہین چنانچہ حلیم اور علیم سے کذا فی المنح والعالمگیریۃ عن الکافی **کالرحمن**
والرحیم والحلیم والعلیم والملک یوم الدین والطالب الغالب اسماء الٰہی کی مثال چنانچہ رحمن اور رحیم اور حلیم اور علیم اور مالک یوم الدین اور طالب غالب م طالب غالب
سے قسم کھانا اہل بغداد سے متعارف ہے کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط **والحق معرفا لا منکرا کما یجیٔ** اور چنانچہ حق بشرطیکہ معرف باللام ہو نہ منکر چنانچہ اُسکا ذکر آویگا
م اگر یون کہے بحق اللہ لا افعل تو یہ یمین ہے کذا فی فتاوی قاضی خان اور کہے وحق اللہ لا افعل تو یہ امام اعظمؒ اور محمدؒ کے نزدیک یمین نہین کذا فی الخلاصۃ
وفی المجتبی لو نوی بغیر اللہ غیر الیمین دین اور مجتبے میں ہے اگر سوائے لفظ اللہ کے یعنی رحیم اور حلیم اور حق سے غیر یمین کی نیت کرے تو باعتبار دیانت کے اسکی
تصدیق کیجاویگی نہ بنا بر قضا کے **او بصفۃ یحلف بہا عرفا من صفاتہ تعالی صفۃ ذات لا یوصف بضدہا کعزۃ اللہ وجلالہ وکبریائہ وملکوتہ**
وجبروتہ وعظمتہ وقدرتہ او صفۃ فعل یوصف بہا وبضدہا کالغضب والرضا فان الایمان مبنیۃ علی العرف فما تعورف الحلف بہ فیمین وما لا فلا یا یمین ثابت
ہوتی ہے منجملہ صفات الٰہی کے اُس صفت کی قسم کھانے سے جس صفت سے قسم کھائی جاتی ہو عرف میں خواہ وہ صفت ذات کی ہو صفت ذات سے
مراد یہ ہے کہ اُسکی ضد سے حقتعالی نہ موصوف ہو جیسے اللہ کی عزت اور جلال اُسکا اور کبریا اُسکی اور ملکوت اُسکا جبروت اُسکا اور عظمت اور قدرت اُسکی
یا صفت فعل کی ہو صفت فعل سے مراد یہ ہے کہ حق تعالی اُس صفت اور اُسکی ضد دونون سے موصوف ہوتا ہو چنانچہ غضب اور رضا صفات میں اعتبار
عرف کا اسواسطے ہے کہ قسمون کی بنا عرف پر ہے تو جس صفت سے قسم کھانا مروج ہو گا تو وہ یمین ہوگی اور جس صفت سے قسم رائج نہین وہ یمین نہین م صفت
عبارت ہے اُس اسم با معنی سے جو ذات کو متضمن نہو اور ذات پر محمول نہو بلا اشتقاق چنانچہ عزت اور قدرت او منع اور عطا اسواسطے کہ حقتعالی کو عزیز
کہتے ہین نہ عزت اور قدیر کہتے ہین نہ قدرت سو صفت دو قسم ہے صفت ذات اور صفت فعل صفات ذاتیہ عبارت ہین اُن صفات سے کہ جنکی اضداد
سے حقتعالی موصوف نہو چنانچہ عزت اور قدرت کہ موصوف ہے نہ ذلت اور عجز کر اور صفات فعلیہ عبارت ہین اُن صفات سے کہ جنسے حق تعالی
موصوف ہو اور اُنکے اضداد سے بھی چنانچہ رضا اور غضب اور رحمت اور سخط اور منع اور عطا اسواسطے کہ حقتعالی مانع بھی ہے اور معطی بھی **لا بقسم**
بغیر اللہ تعالی کالنبی والقرآن والکعبۃ قال الکمال ولا یخفی ان الحلف بالقرآن الآن متعارف فیکون یمینا واما الحلف بکلام اللہ فیدور
مع العرف وقال العینی وعندی ان المصحف یمین ولا سیما فی زماننا وعند الثلاثۃ المصحف والقرآن وکلام اللہ یمین زاد احمد والنبی ایضا
نہ قسم کھائی جاوے غیر اللہ تعالے کے جیسے نبی اور قرآن اور کعبہ کی اسواسطے کہ حدیث صحیح متفق علیہ میں وارد ہے کہ جب قسم کھاوے
تو اللہ کی قسم کھاوے یا سکوت کرے کہا کمال الدین نے فتح القدیر میں اور یہ مخفی نہین کہ قسم قرآن کی اب مشہور ہو گئی ہے تو یمین ہوگی اور قسم کھانا

کلام اللہ کا سوا اسکا مار عرف پر ہی یعنے اگر رواج ہو قسم کھانے کا تو یمین ہی اور نہین تو نہین اور عینی نے کہا اور میرے نزدیک مصحف یمین ہی خصوصًا ہمارے زمانہ
مین یمین جھوٹی قسمین بہت رائج ہین کذا فی النہر اور تینون اماموں کے نزدیک یعنی امام مالک اور شافعی اور احمد کے مصحف اور قرآن اور
کلام اللہ یمین ہی احمد بن حنبل نے اتنا زیادہ کہا ہی کہ نبی بھی یمین ہی ولو تبرأ من احدہا فیمین اجماعا الا من المصحف فلا ان تبرأ مما فیہ بل لو تبرأ من دفتر فیہ بسملۃ کان یمینا اور
اگر برات کرے انمین سے کسی ایک سے یعنی مصحف اور قرآن اور کلام اللہ اور نبی سے تو بالاجماع یمین ہی مگر برات مصحف سے بالاجماع یمین نہین بلکہ
جسکے نزدیک قسم مصحف کی یمین ہی اُسکے نزدیک برات بھی یمین ہی اور جسکے نزدیک قسم مصحف کی یمین نہین اُسکے نزدیک برات بھی یمین نہین اسواسطے
کہ مصحف عبارت ہی اوراق اور نقوش سے نہ حقیقی کلام اللہ سے کذا فی حاشیۃ الحلبی مگر اسوقت برارت مصحف کی یمین ہی جب اُس چیز سے برارت کرے جو مضمون
اُسکے اندر مرقوم ہی بلکہ اگر برات کریگا اُس دفتر اور کتاب سے جسمین بسم اللہ مکتوب ہی تو یمین ہوگی ہم برات اسطرح پر ہوتی ہی کہ اگر ایسا کرے تو وہ شخص بری ہی
یعنی بیزار ہی قرآن یا کلام اللہ یا نبی سے ولو تبرأ من کل آیۃ فیہ او من الکتب الاربعۃ فیمین واحدۃ ولو کرر البراءۃ فایمان بعددہا اور اگر برات کرے ہر آیت
سے جو قرآن مین ہی یا برات کرے آسمانی چارون کتابون سے تو یہ ایک ہی یمین ہی اور اگر برات مکرر کریگا تو بشمار برات کے چند یمین ہونگی یعنے اگر یون کہے
کہ وہ شخص بری ہی توریت سے اور بری ہی انجیل سے اور بری ہی زبور سے اور بری ہی قرآن سے تو چار یمین ہونگی اور جس چیز سے بیزاری کرنا کفر ہی جیسے قبلہ
اور صوم اور صلوۃ تو اسکی برات یمین ہی کذا فی العالمگیریۃ عن الخلاصۃ و بری من اللہ بری من رسولہ یمینان اور یون کہنا کہ اگر فلانا کام کرے تو وہ شخص بری ہی
اللہ سے اور بری ہی رسول اُسکے سے تو یہ دو یمین ہین یعنے اگر قسم توڑیگا دو بار کفارہ لازم ہوگا ولو زاد و اللہ و رسولہ بریئان منہ فاربع اور اگر قول سابق
پر یہ قول اور زیادہ کریگا کہ اللہ اور اُسکا رسول بری ہین اس سے تو چار یمین ہونگی اور حنث سے چار بار کفارہ لازم ہوگا و بری من اللہ الف مرۃ یمین
واحدۃ اور یون کہنا کہ وہ شخص بری ہی اللہ سے ہزار بار ایک ہی یمین ہی و بری من الاسلام او صوم رمضان او الصلوۃ او من المؤمنین او اعبد الصلیب
یمین لانہ کفر اور یون کہنا کہ وہ شخص بری ہی اسلام سے یا صوم رمضان سے یا نماز سے یا مومنین سے یا مین ایسا کرون تو چلیپا یا بت کو پوجون تو یمین ہی اسواسطے
کہ برات اسلام وغیرہ سے اور عبادت غیر اللہ کی کفر ہی و تعلیق الکفر بالشرط یمین اور معلق کرنا کفر کا شرط سے یمین ہی یون کہنا کہ اگر ایسا کرے تو وہ کافر ہی و یکھیی انہ
ان اعتقد الکفر بہ یکفر و الا لا یکفر او عنقریب آویگا کہ اگر اعتقاد رکھتا ہو کہ شرط کے کرنے سے کافر ہوتا ہی تو کافر ہوگا اور اگر یہ اعتقاد نہین تو وہ شخص کافر
نہین یعنے اگر کہا کہ اگر زید سے بولے تو وہ مجوسی یا یہودی یا نصرانی ہی تو اگر بولے گا تو کفارہ لازم آویگا اور کفر مین اس شخص کے اختلاف ہی
قول مختار یہ ہی کہ اگر بعد تعلیق کے تکلم زید کو کفر جانتا ہو گا تو کلام سے کافر ہوگا اسواسطے کہ وہ کفر سے خود راضی ہوگیا اور کفارہ اسکا یہ ہی کہ یون
کہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اگر یہ جانتا ہو کہ اس شرط سے کافر نہین ہوتا تو کافر نہ ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن الذخیرہ و فی البحر عن الخلاصۃ
و التجرید و تعدد الکفارۃ لتعدد الیمین و المجلس و المجالس سواء ولو قال عنیت بالثانی الاول ففی حلفہ باللہ لا یقبل و بحجۃ او عمرۃ یقبل اور بحر الرائق مین
خلاصہ اور تجرید سے یون منقول ہی کہ تعدد کفارہ کا بسبب تعدد یمین کے ہی اور ایک مجلس اور چند مجالس اسمین برابر ہین اور اگر حالف
نے کہا کہ مین نے یمین ثانی سے یمین اول کو مراد رکھا یعنے واسطے تاکید کے ذکر کیا ہی تو اگر اللہ کی قسم ہی تو اُسکا یہ قول مقبول نہ ہوگا
اور حج اور عمرہ کی قسم مین اُسکا قول مقبول ہوگا و فیہ معزیا للاصل ہو یہودی و ہو نصرانی یمینان و کذا و اللہ و اللہ او و اللہ و الرحمن فی
الاصح و اتفقوا ان و اللہ الرحمن یمینان و بلا عطف واحدۃ اور بحر الرائق مین ہی اصل سے منقول کرکے یہ قول کہ وہ یہودی ہی وہ نصرانی
ہی یہ دو یمین ہین اور اسی طرح و اللہ و اللہ یا و اللہ و الرحمن بقول اصح دو یمین ہین اور اتفاق کیا ہی فقہانے کہ و اللہ اور و الرحمن دو
یمین ہین اور بدون عطف کے یعنی و اللہ الرحمن ایک یمین ہی و فیہ معزیا للفتح قال الرازی اخاف علی من قال بحیاتی و حیوتک و حیوۃ

قرآن کی قسم ... بیزاری

راسک انہ یکفر وان اعتقد وجوب البر فیہ یکفر ولو کان العامۃ یقولونہ ولا یعلمونہ لقلت انہ شرک وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ لان احلف باللہ کاذبا احب الی من ان احلف بغیرہ صادقا اور بحر الرائق مین فتح القدیر سے منقول ہو کہ کہا علی رازی نے کہ مین ڈرتا ہون اُس شخص کے کافر ہونے سے جو یون کہتا ہو قسم ہو مجھکو اپنی زندگی کی اور قسم ہو تیری زندگی کی اور قسم ہو تیرے سر کی زندگی کی اور اگر یہ قسم کھا کر جو بر کو واجب جانے یعنی اِس قسم کا پورا کرنا اور نہ توڑنا ضرور سمجھے تو وہ کافر ہو جاویگا اور اگر عوام خلق اِسکو نہ کہتی ہوتی ناوانستگی سے تو مین کہتا یہ صاف شرک ہو اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ اگر مین جھوٹی قسم کھاؤن اللہ کی میرے نزدیک پسندیدہ تر ہو اس سے کہ غیر خدا کی سچی قسم کھاؤن یعنے اللہ کی فقط جھوٹی قسم مین گناہ ہو اور غیر خدا کی قسم مین اگرچہ سچی ہو خوف ہو کفر کا ولا یقسم بصفۃ لم یتعارف الحلف بہا من صفاتہ تعالی کرحمتہ وعلمہ ورضائہ وغضبہ وسخطہ وعذابہ ولعنتہ وشریعتہ ودینہ وحدودہ وصفتہ وسبحان اللہ ونحو ذلک لعدم العرف اور قسم نہ کھائی جاوے صفات الٰہی سے اس صفت کی جسکی قسم کھانے کا رواج نہین جیسے خدا کی رحمت اور علم اُسکا اور رضا اُسکی اور غضب اور قہر اور عذاب اُسکا اور لعنت اُسکی اور شریعت اور دین اور حدود اور صفت اُسکی اور سبحان اللہ اور مانند اُسکے یعنے لا الہ اللہ واللہ اکبر کذا فی العالمگیریہ عن السراج ان الفاظ سے قسم جائز نہین بسبب عدم رواج کے م عرش اور سموات اور ارض اور شمس اور قمر اور حق رسول اور حق ایمان اور حق قرآن اور حق صوم اور صلوۃ اور اسی طرح نفس صلوۃ اور صوم اور حج کی قسم سے یمین نہین ہوتی کذا فی العالمگیریہ والقسم ایضا بقولہ لعمر اللہ ای بقاءہ وایم اللہ ای یمین اللہ وعہد اللہ ووجہ اللہ وسلطان اللہ ان نوی بہ قدرتہ ومیثاقہ وذمتہ اور قسم ثابت ہوتی ہو حالف کے اس قول سے لعمر اللہ یعنے قسم ہو بقا اور دوام اللہ کی اور ایم اللہ یعنے قسم خدا کی اور عہد اللہ اور وجہ اللہ یعنے ذات خدا اور سلطان اللہ سے یمین ہوتی ہو اگر لفظ سلطان سے قدرت خدا کی نیت کرے اور میثاق اور ذمہ الٰہی سے قسم ہوتی ہو م عمر اللہ بفتح عین یمین ہو اور بضم عین اگرچہ معنے بقا ہو لیکن قسم مین مستعمل نہین کذا فی النہر الفائق والقسم ایضا بقولہ اقسم او احلف او اعزم او اشہد بلفظ المضارع وکذا الماضی بالاولی کاقسمت وحلفت وعزمت والیت وشہدت وان لم یقل باللہ اذا علقہ بشرط اور قسم ہوتی ہو اس قول سے بھی یعنے اقسم اور احلف اور اعزم اور اشہد سے بلفظ مضارع اور اسی طرح بلفظ ماضی بطریق اولی چنانچہ اقسمت اور حلفت اور عزمت اور الیت اور شہدت سے اگرچہ لفظ اللہ کا نہ بولے یعنے اگرچہ یون نہ کہے کہ اقسم باللہ اور اشہد باللہ تو بھی یمین ہو بشرطیکہ معلق کرے ان الفاظ کو شرط پر یعنی یون کہے کہ اقسم لافعلن کذا یعنی قسم کھاتا ہون کہ مقرر ایسا کرونگا اور اگر بلا شرط یون کہیگا کہ قسم کھاتا ہون یا مجکو قسم ہو تو یمین نہوگی اور یہ جو نہایہ اور درایہ مین ہو کہ بلا تعلیق شرط کفارہ لازم ہو سو غلط ہو کذا فی فتح القدیر وعلی نذر فان نوی بلفظ النذر قربۃ لزمتہ والا لزمتہ الکفارۃ وسیتضح اور اس قول مین کہ علے نذر یعنے مجپر نذر ہو تو اگر لفظ نذر سے عبادت کا ارادہ کیا یعنی صوم یا صلوۃ یا حج کا تو وہ عبادت کرنا اُسپر لازم ہوگا اور اگر لفظ نذر سے عبادت کا ارادہ نہ کیا تو یہ قول یمین ہو کفارہ لازم آویگا بلا حنث بھی اور یہ مسئلہ آگے واضح ہوگا م جب یون کہیگا کہ علے نذر لا فعلن کذا تو یہ یمین ہو اور اگر محلوف علیہ کو نہ ذکر کریگا تو قسم نہ ثابت ہوگی کذا فی النہر وعلی یمین او عہد وان لم یضفہ الی اللہ اذا علقہ بشرط مجتبی اور یمین ثابت ہوتی ہو اس قول سے کہ مجھپر یمین اور عہد لازم ہو کہ مین فلانا کام کرونگا اگرچہ اسکو خدا کی طرف نسبت نہ کرے یعنی اگرچہ یون نہ کہے کہ مجھپر خدا کا عہد لازم ہو تو بھی یمین ہو بشرطیکہ تعلیق بالشرط کرے کذا فی المجتبیٰ والقسم ایضا بقولہ ان فعل کذا فہو یہودی او نصرانی او فاشہدوا علے بالنصرانیۃ او شریک للکفار او کافر فیکفر بحنثہ لو فی المستقبل اما الماضی عالما بخلافہ فغموس واختلف فی کفرہ والاصح ان الحالف لم یکفر سوار علقہ بماض او آت ان کان عندہ فی اعتقادہ انہ یمین وان کان جاہلا وعندہ انہ یکفر فے الحلف بالغموس وبمباشرۃ الشرط فی المستقبل یکفر فیہما لرضاہ بالکفر بخلاف

الکافر فالعبیر مسلما بالتعلیق لانہ ترک کما بسطہ المصنف فی فتاواہ اور قسم ثابت ہوتی ہو اس قول سے کہ اگر ایسا کام کرے تو وہ یہودی یا نصرانی
ہو یا ایسا کرے تو تم اُسکے نصرانی ہونے کی گواہی دو یا وہ شخص شریک ہو کافرون کا یا وہ شخص کافر ہو تو اس قول سے اُسپر کفارہ ہوگا قسم
توڑنے سے اگر زمان مستقبل کی قسم ہو اور زمان ماضی کی قسم خلاف شرط جانکر تو یمین غموس ہو اور اُسکے کفر مین اختلاف ہو اور صحیح تر قول یہ ہو
کہ قسم کھانے والا اس قسم مین کافر نہین ہوا خواہ اُس نے تعلیق ماضی کی کی ہو خواہ استقبال کی بشرطیکہ اُسکے نزدیک یعنے اُسکے اعتقاد مین یہ قول
یمین ہو نہ کفر اسواسطے کہ اُسنے اس قول سے قسم کا ارادہ کیا نہ کفر کا اور اگر ایسی قسم کھانے والا جاہل ہو اور اُسکے اعتقاد مین یہ ہو کہ غموس قسم کھانے سے
اور شرط کرنے سے مستقبل مین کافر ہو جاتا ہو تو ماضی اور مستقبل دونون مین کافر ہو جاویگا بسبب رضامندی کفر کے اسلیے کہ رضا بالکفر کفر ہو بخلاف کافر
کے کہ وہ ایسی قسم سے مسلمان نہین ہوتا یعنے اگر یون کہے کہ اگر وہ زید سے بولے تو وہ مسلمان ہو تو زید کے بولنے سے وہ مسلمان نہوگا جاہل مسلمان تعلیق
کفر سے کافر ہوتا ہو اسواسطے کہ کفر عبارت ہو ترک ایمان سے تو نگی تعلیق شرط سے صحیح ہوگی کذا فی حاشیۃ الحلبی چنانچہ اس مسئلہ کو مصنف نے مشرحا بیان کیا ہو
اپنے فتاوی مین وہکذا فی النہر ومنح الغفار وہل یکفر بقولہ اللہ یعلم او یعلم اللہ انہ فعل کذا ولم یفعل کذا کاذبا قال الزاہدی الاکثر نعم وقال الشمنی الاصح لا لانہ قصد

۶۵

ترویج الکذب دون الکفر وکذا الوطئ المصحف تا ملا ذلک لانہ لترویج کذبہ لا لاہانۃ المصحف مجتبی اور کیا کافر ہوتا ہو اس قول سے کہ اللہ جانتا ہو یا یون کہا کہ
جانتا ہو اللہ کہ اُسنے ایسا کیا مثلاً صبح کی نماز پڑھی اور حالانکہ اُسنے یہ نہین کیا یعنی نماز نہین پڑھی اُسنے جھوٹی قسم کھائی زاہدی نے کہا اکثر علمانے کہا کہ ان
دہ اس قول سے کافر ہو گیا اور شمنی نے کہا کہ اصح یہ ہو کہ وہ کافر نہین ہوا اسواسطے کہ اُس نے قسم سے ترویج اور تصدیق کذب کا ارادہ کیا نہ کفر
کا اور اسی طرح اگر اُس نے مصحف کو روندا یہی قول کہتے ہوئے تو کافر نہ ہوگا اسواسطے کہ یہ فعل اُسکا ترویج کذب کیواسطے ہو نہ واسطے اہانت
مصحف کے کذا فی المجتبے م اگرچہ یہ کفر نہ ہو لیکن سخت گناہ ہو اس سے توبہ کرنا واجب ہو کذا فی حاشیۃ الحلبی وفیہ اشہد اللہ لا افعل استغفر اللہ
ولا کفارۃ وکذا اشہدک واشہد ملائکتک لعدم العرف اور مجتبی مین ہو کہ اس قول مین کہ گواہ کرتا ہون اللہ کو کہ ایسا نہ کرونگا استغفار اور توبہ
کرنا چاہیے اور کفارہ آمین نہین اور اسی طرح یون کہنا کہ یا اللہ مین گواہ کرتا ہون تجھکو اور تیرے فرشتون کو کہ ایسا نہ کرونگا یہ بھی یمین نہین بسبب
عدم عرف کے وفی الذخیرۃ ان فعلت کذا فلا الٰہ فی السماء یکون یمینا ولا یکفر اور ذخیرہ مین ہو کہ یہ قول یعنے اگر مین ایسا کرون تو آسمان مین معبود
نہین یمین ہوگا اور اسکا قائل کافر نہ ہوگا وفی انا بریء من الشفاعۃ لیس یمینا لان منکرہا مبتدع لا کافر اور اس قول مین کہ مین بری ہون شفاعت
سے یمین نہین اسواسطے کہ منکر شفاعت کا مبتدع ہو نہ کافر اور یمین تعلیق کفر سے ہوتی ہو نہ بدعت سے وکذا فصلوتی وصیامی لہذا
الکافر واما فصومی للیہود فیمین ان اراد بہ القربۃ لا ان اراد بہ الثواب اور اسی طرح یہ قول یمین نہین کہ اگر مین ایسا کرون تو میری نماز اور
روزہ اس کافر کے واسطے ہو اور اگر یون کہیگا کہ اگر مین ایسا کرون تو میرا روزہ یہودیون کے واسطے ہو تو یمین ہوگی اگر صوم سے عبادت
مراد رکھیگا اسواسطے کہ عبادت سے غیر خدا کا تقرب چاہنا کفر ہو تو تعلیق کفر کی ہوگی اور اگر صوم سے ثواب صوم کا ارادہ کریگا تو یمین نہ ہوگی م
ظاہر امثال اول اور ثانی مین کچھ فرق نہین تو واجب ہو کہ دونون کا ایک ہی حکم ہو کذا فی حاشیۃ الحلبی وقولہ بتعدا رخیرہ قولہ الاتی لا وحقا لا
او اراد بہ اسم اللہ تعالی وحق اللہ واختار فی الاختیار انہ یمین للعرف ولو بالباء فیمین اتفاقا بحرو بحرمۃ وبحرمۃ شہد اللہ وبحرمۃ لا الہ الا اللہ
وبحق رسول اللہ او الایمان او الصلوۃ وعذابہ وثوابہ ورضاہ ولعنۃ اللہ وامانۃ لکن فی الخانیۃ امانۃ اللہ یمین وفی النہر نوی العبادات
فلیس یمین وان فعلہ فعلیہ غضبہ وسخطہ ولعنتہ او ہو زان او سارق او شارب خمر او آکل ربوا لا یکون قسما لعدم التعارف اور
یون کہنا وحقا اور حق اللہ اور بحرمۃ اللہ اور بحرمۃ شہد اللہ اور بحرمۃ لا الہ الا اللہ اور بحق رسول اللہ یا بحق الایمان

یا بحق الصلوۃ اور یون کہنا کہ قسم ہے اسکے عذاب کی اور اسکے ثواب کی اور اسکی رضامندی اور لعنت کی اور اسکی امانت کی اور اگر فلانا کام کرے تو اسپر غضب اللہ کا اور قہر اسکا اور لعنت اسکی یا کہ وہ شخص زانی ہے یا سارق یا شراب کا پینے والا یا بیاج کا کھانے والا ان اقوال سے قسم نہین ہوتی بسبب عدم رواج کے شارح کہتا ہے قولہ مبتدا ہے اور خبر اسکی لا ہے وحقا یمین نہین مگر جب اُس لفظ سے اسم اللہ تعالی کا مراد رکھے تو البتہ یمین ہوگی جیسا کہ حق اسکو آگے ذکر کریگا لیکن شارح نے اشارہ کیا کہ اسکا ذکر کرنا یہین مناسب تھا واسطے اختصار کے اور اختیار شرح مختار مین وحق اللہ کے یمین ہونے کو پسند کیا ہے بسبب رواج کے اور اگر بجاے واو کے بے لاوے یعنی یون کہے کہ بحق اللہ مین ایسا کرونگا تو یہ بالاتفاق یمین ہے کذا فی البحرالرائق لیکن خانیہ مین ہے کہ لفظ امانت کا یمین ہے اسواسطے کہ امانت صفت ہے اللہ کی ہو واسطے کہ اسماء الٰہیہ مین یہ یمین بھی ہے لیکن صفات الٰہی مین اعتبار رواج کا واجب ہے چنانچہ اسکی تفصیل ہو چکی کذا فی حاشیۃ الحلبی اور نہر الفائق مین ہے کہ اگر امانت سے عبادات کا قصد کریگا تو یمین نہوگی جیسے صوم اور صلوۃ سے نہین ہوتی فلو تعورف هل یکون یمینا ظاهر کلامهم نعم وظاهر کلام الکمال لا و تمامه فی النهر سو اگر اقوال مذکورہ سے قسم کھانا مروج ہو جاوے تو آیا یہ اقوال یمین ہونگے یا نہین ظاہر کلام فقہا کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ہان اور ظاہر کلام کمال الدین بن الہمام کا یہ ہے کہ رواج سے بھی یمین نہونگے اور پوری تقریر اسکی نہر الفائق مین ہے و فی البحر یا بیاج للضرورة لا یکفر مستحله کدم وخنزیر اور بحرالرائق مین ہے کہ جو چیز حرام مباح ہو جاتی ہو بسبب ضرورت کے تو اسکا حلال کہنے والا کافر نہین ہوتا جیسے خون اور سور تو اگر یون کہے کہ اگر وہ ایسا کرے تو وہ خون کھاوے یا سور تو یمین نہوگی اسواسطے کہ تعلیق کفر کی شرط سے یمین ہے اور استحلال خون اور سور کا ایسا نہین خلاصہ یہ کہ جو چیز کہ دائمی حرام ہے اسطرح کہ اسکی حرمت کسی حال مین ساقط نہین ہوتی چنانچہ کفر اور مانند اسکے تو اسکا استحلال بطریق تعلیق بالشرط کے یمین ہے اور جو چیز ایسی حرام ہے کہ گاہے اسکی حرمت بسبب ضرورت کے ساقط ہو جاتی ہے جیسے مردار اور شراب اور سور وغیرہ تو اسکا استحلال بطریق تعلیق بالشرط کے یمین نہین کذا فی الطحطاوی الا اذا اراد الحالف بقوله حقا اسم الله تعالی فیمین علی المذهب کما صححه فی الخانیة مگر جبکہ ارادہ کریگا قسم کھانے والا اپنے قول حقا سے اسم اللہ کا تو اب یہ لفظ یمین ہوگا بنابر مذہب صحیح کے چنانچہ اس قول کی تصحیح کی ہے خانیہ نے ومن حروفه الواو والباء والتاء ولام القسم وحرف التنبیه وهمزة الاستفهام وقطع الف الوصل والمیم المکسورة والمضمومة کقوله الله وبالله وتالله ولله وها الله وآلله وم الله ومُ الله اور منجملہ حروف قسم کے واو ہے اور بے اور تے چنانچہ والله وبالله وتالله اور لام قسم کا مفتوح چنانچہ لله اور حرف تنبیہ یعنے ہے چنانچہ ها الله اور ہمزہ استفہام کا ممدودہ اور قطع الف وصل کا چنانچہ الله اور میم مکسورۃ چنانچہ مِ الله اور میم مضمومہ چنانچہ مُ الله معانی ان سب حروف کے یہ کہ قسم کھاتا ہون اللہ کی مگر ہمزہ قسم کے بعد الف ہوتا ہے اور نام مقدس مجرور اور ہمزہ قسم کو ہمزہ استفہام مجازا کہا کذا فی حاشیۃ الحلبی وقد تضمر حروفه ایجازا فیختص اسم الله بالحرکات الثلث وغیره بغیر الجر ولتزم رفع ایمن الله ولعمر الله کقوله الله بنصبه بنزع الخافض وجره الکوفیون وسکتوا عن الرفع لا افعلن کذا افاد ان اضمار حرف التاکید فی المقسم علیه لا یجوز اور گاہے حروف قسم کے پوشیدہ لائے جاتے ہین واسطے اختصار کے تو اسم مقدس اللہ کا مخصوص بحرکات ثلثہ ہوتا ہے حالت اضمار مین اور سواے نام پاک کے مخصوص ہوتا ہے بغیر جر کے یعنے اُسمین رفع اور نصب آتا ہے نہ جر اور لازم ہو گیا ہے رفع ایمن اللہ اور لعمر اللہ کا یعنے نون اور رے کا اضمار کی مثال الله لافعلن کذا یعنی قسم اللہ کی ایسا کرونگا البتہ نام مقدس کا نصب جائز ہے بسبب نزع خافض کے اور کوفیون نے اسکو جر دیا ہے کذا ذکرہ مسکین شارح نے بیان رفع سے سکوت کیا کہ اسکا جواز ظاہر ہے محتاج وجہ کا نہین اسواسطے کہ اللہ حالت رفعی مین مبتدا ہے اور خبر محذوف یعنی اللہ قسمی کذا فی النہر ماتن نے لافعلن کی مثال دیکر اشارہ کیا کہ اضمار حرف تاکید کا جائز نہین مقسم علیہ سے یعنی جسپر قسم کھائی جاوے ثم صرح به بقوله الحلف بالعربیة فی الاثبات لا یکون الا بحرف التاکید وهو اللام والنون کقوله والله لافعلن کذا او والله لقد فعلت کذا مقرونا بکلمة التوکید و فی النفی بحرف النفی حتی لو قال والله افعل کذا الیوم کانت یمینه علی النفی وتکون لا مضمرة کانه قال لا افعل کذا لامتناع حذف حرف التاکید

فی الاثبات لاضمار العرب فی الکلام الکلمۃ لابعض الکلمۃ من البحر عن المحیط پھر عدم جواز حرف تاکید کو ماتن نے اپنے اس قول مین کھول کر کہدیا کہ قسم
عربی زبان مین اثبات مین نہین ہوتی بدون حرف تاکید کے اور حرف تاکید لام اور نون ہو مضارع مثبت مین چنانچہ (واللہ لافعلن کذا) اور ماضی مین حرف
تاکید لقد ہو چنانچہ (واللہ لقد فعلت کذا) مقرون بکلمۂ تاکید اور نفی مین حرف نفی ہوتا ہو چنانچہ (واللہ لا افعلن کذا او واللہ مافعلت کذا) یہان تک
کہ اگر اثبات مین بلا حرف تاکید یون کہے گا کہ (واللہ افعل کذا الیوم) تو اسکی یہ قسم نفی پر ہوگی اور کلمہ لا وہان مضمر ہوگا گویا یون کہا کہ واللہ لا افعل
کذا اثبات کو نفی اسواسطے ٹھرایا کہ حرف تاکید محذوف کرنا اثبات مین ممتنع ہو اسواسطے کہ عرب کلام مین پورا کلمہ حذف کرتے ہین نہ بعض کلمہ تو
لفظ لا پورا کلمہ ہو بخلاف لام اور نون کے کذا فی البحر عن المحیط مبنا براس تحقیق کے اگر کوئی یون قسم کھاوے کہ (واللہ اضرب الیوم زیدا) تو عدم ضرب
سے حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ یہ قسم ظاہر مین مثبت ہو اور واقع مین منفی کما لایخفی وکفارتہ ہذا اضافۃ للشرط لان السبب عندنا الحنث اور کفارہ قسم
شارح نے کہا اضافت کفارہ کی طرف قسم کی من قبیل اضافت شی کے ہو اپنی شرط کی طرف نہ اضافت شی کی طرف سبب کے اسواسطے کہ سبب کفارہ کا ہمارے
نزدیک حنث ہو کذا فی النہر تحریر رقبۃ او اطعام عشرۃ مساکین کما مر فی الظہار کفارہ قسم کا آزاد کرنا ہو گردن کا یا دس محتاجون کو کھانا دینا چنانچہ
اعتاق اور اطعام کی تفصیل باب الظہار مین مذکور ہوچکی یعنے اعتاق مین رقبہ مسلم ہو یا کافر مذکر ہو یا مونث صغیر ہو یا کبیر جائز ہو اور مفقود المنفعت
اور مدبر اور ام ولد اور وہ مکاتب جو بعض بدل کتابت ادا کرچکا ہو جائز نہین اور اطعام مین تملیک اور اباحت دونون کافی ہین تو تملیک مین نصف
صاع گیہون اور ایک کھجور یا جو ہر محتاج کو دے اور اباحت مین دن اور رات دونون وقت پیٹ بھر کے کھلاوے سو اگر گیہون کی روٹی کھلاوے
تو دال اور گوشت کی حاجت نہین والا سالن ضرور ہو بموجب تفصیل کفارہ ظہار کے اور مصرف کفارہ وہ ہی جو مصرف ہو زکوۃ کا تو اپنے اصول و فروع اور
غنی اور سید کو دینا جائز نہین او کسوتہم بما یصلح للاوساط وینتفع بہ فوق ثلثۃ اشہر ویستر عامۃ البدن فلم تجز السراویل الا باعتبار قیمۃ الاطعام
یا کفارہ قسم کا دس محتاجون کو لباس دینا ہو ایسی پوشاک جو متوسط لوگون کے مناسب حال ہو یعنے اغنیا کی پوشاک سے کم اور محتاجین کی
پوشاک سے زیادہ ہو اور تین مہینے سے زیادہ اسکو استعمال کرسکے اور ایسا کپڑا ہو جس سے اکثر بدن ڈھک جاوے تو فقط پاجامہ دینا جائز نہین
اور اسیطرح پگڑی مگر باعتبار قیمت اطعام کے پاجامہ دینا جائز ہو یعنے اگر قیمت اسکی بقدر نصف صاع گیہون کے ہو تو اسکا دینا کفایت کریگا نہ بنابر
لباس کے بلکہ باعتبار اطعام کے اسواسطے کہ حق تعالی نے قرآن مجید مین اداے کفارہ مین حالف کو اعتاق یا لباس یا اطعام مین اختیار دیا ہو ان
تینون چیزون مین سے جسکو چاہے اختیار کرے ولو ادی الکل جملۃ او مرتبا ولم ینو الابعد تمامہا للزوم النیۃ لصحۃ التکفیر وقع عنہا واحدا ہو
اعلاہا قیمۃ اور اگر سب کو ادا کیا کفارہ مین یعنے اعتاق اور کسوۃ اور اطعام یکبارگی ادا کیا یا ترتیب دیا اور نیت کفارہ کی نکی مگر بعد انکی تمامی
کے تو واقع ہوگا کفارہ کیجانب سے تینون مین سے وہ ایک جو قیمت مین سب سے اعلی ہو اعتبار نیت کا ہو بسبب لزوم نیت کیواسطے صحت کفارہ
ادا کرنے کے یعنی کفارہ بدون نیت کے صحیح نہین کذا فی النہر عن الفتح ولو ترک الکل عوقب بواحد ہو ادناہا قیمۃ لسقوط الفرض بالادنی اور اگر کفارہ
مین سب تینون چیزون کو ترک کیا تو عذاب کیا جاویگا اس چیز سے جو قیمت مین سب سے ادنے ہو بسبب ساقط ہونے فرض کے ادنی سے بھی فان عجز عنہا
کلہا وقت الاداء عندنا حتی لو وہب مالہ وسلمہ ثم صام ثم رجع بہبتہ اجزاہ الصوم مجتبی قلت وہذا مستثنی من قولہم الرجوع فی الہبۃ فسخ من الاصل سو اگر عاجز
ہو کفارہ سے سب تینون چیزون سے کفارہ ادا کرنے کے وقت ہم حنفیون کے نزدیک یہان تک کہ سب اپنا مال کسیکو ہبہ کیا اور تسلیم کردیا پھر اسنے روزہ
رکھا پھر اسنے اپنے ہبہ کو پھیر لیا تو اسکو روزہ کفایت کریگا اسواسطے کہ وقت اداے کفارہ وہ عاجز تھا اعتاق یا کسوت یا اطعام سے کذا فی المجتبی
شارح کہتا ہو اور یہ مسئلہ مستثنے ہو فقہا کے اس قول سے کہ ہبہ کا پھیر لینا فسخ ہو اصل ہبہ سے اسواسطے کہ اگر مستثنی نہوتا تو صوم کفایت نہ کرتا

صام ثلثة ایام ولاء ویبطل بالحیض بخلاف کفارۃ الفطر وجوز الشافعی التفریق واعتبر العجز عند الحنث مسکین یعنے اگر اعتاق یا کسوت یا اطعام وقت ادائے کفارہ عاجز ہو تو تین روزے رکھے متصل اور باطل ہوگا صوم تین دن کے اندر حیض آنے سے بخلاف کفارہ افطار رمضان کے کہ وہ حیض سے باطل نہین ہوتا اور جائز رکھا ہی امام شافعی نے تفریق صوم کو اور اعتبار کیا ہی عاجزی کو حنث کے وقت نہ ادا کیوقت کذا ذکرہ مسکین م کفارہ یمین کی تفصیل مین اصل نص قرآنی ہی (فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ما تطعمون اہلیکم او کسوتہم او تحریر رقبۃ فمن لم یجد فصیام ثلثة ایام) ہر چند قرآن مجید مین اتصال صیام کی قید نہین لیکن ابن مسعودؓ کی قرأت یون ہی کہ (ثلثة ایام متتابعات) اور قرأت انکی مانند انکی روایت کے ہی اور چونکہ قرأت مشہور ہی لہذا زیادت علی الکتاب اس سے جائز ہوئی کذا فی منح الغفار **والشرط استمرار العجز الی الفراغ من الصوم فلو صام المعسر یومین ثم قبل فراغہ ولو بساعة الیسر ولو بموت مورثہ موسرا لایجوزلہ الصوم ویستانف بالمال** خانیہ اور شرط کافی ہونے صوم کی برابر چلا جانا عاجزی کا ہی فراغت صوم تک تو اگر حانث محتاج نے دو روزے رکھے پھر یوم ثالث کے صوم سے فراغت ہونے سے پہلے اگرچہ ایک ہی ساعت دن باقی رہے وہ مقدور والا ہو گیا اگرچہ مقدور حاصل ہوا ہو اپنے تو انگر مورث کے مرنے سے تو یہ صوم جائز نہ ہوگا اور سر نو سے مال کا کفارہ دیوے یعنی اعتاق یا کسوۃ یا اطعام کا کذا فی الخانیہ **ولو صام ناسیا للمال لم یجز علی الصحیح** مجتبیٰ اور اگر روزہ رکھا اپنے مال کو بھول کر یعنے اسکا مملوک مال تھا سو اسنے آپکو محتاج جانکر صیام کا کفارہ ادا کیا اور پھر مال یاد آیا تو یہ صوم جائز نہو گا صحیح قول پر کذا فی المجتبیٰ م خانیہ مین ہی کہ اگر اسکے پاس مال ہو اور اسپر قرض ہو تو اگر اُسنے اس مال سے قرض ادا کیا تو بالاتفاق کفارہ صوم کا ادا کرے اور اگر قبل ادائے قرض کے روزہ رکھا تو بعضون کے نزدیک جائز ہی اور بعضون کے نزدیک جائز نہین کذا فی النہر **ولو نسی کیف حلف باللہ او بطلاق او بصوم لاشئ علیہ الا ان یتذکر** خانیہ اور اگر حالف بھول گیا کہ کیونکر قسم کھائی تھی اللہ کی قسم تھی یا طلاق یا صوم کی تو اُسپر کوئی چیز لازم نہین نہ کفارہ نہ طلاق مگر یہ کہ اُسکو یاد آجاوے کہ فلان چیز کی قسم تھی تو وہی لازم ہوگی کذا فی الخانیہ **ولم یجز التکفیر ولو بالمال خلافا للشافعی قبل حنث لان الکفارۃ لستر الجنایۃ ولا جنایۃ ولا یسترد من الفقیر لوقوعہ صدقۃ** اور جائز نہین کفارہ دینا قبل حنث کے اگرچہ کفارہ مال کا ہو بخلاف امام شافعی کے کہ اُسکے نزدیک کفارۃ مال کا قبل حنث کے صحیح ہی ہمارے نزدیک کفارہ قبل حنث کے اسواسطے صحیح نہ ہوا کہ کفارہ موضوع ہی واسطے چھپانے گناہ کے اور قسم توڑنے سے پہلے کوئی گناہ نہین جسکو کفارہ چھپاوے تو دوسرا کفارہ بعد حنث کے ادا کرنا لازم ہوگا اور جو طعام اور کسوہ قبل حنث کے دیا ہی اُسکو فقیر سے نہ پھیرلے اسواسطے کہ وہ صدقہ نافلہ ہو چکا م اگر کوئی سوال کرے کہ سنن ابو داؤد مین عبد الرحمن بن سمرہ سے روایت ہی (فکفر عن یمینک ثم ایت الذی ہو خیر) اس روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ اول کفارہ دے پھر قسم توڑے اسواسطے کہ لفظ ثم کا واسطے تعقیب کے ہی اُسکا جواب یہ کہ عبد الرحمن بن سمرہ سے صحیحین مین یون روایت ہی (قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا حلفت علی یمین فرایت غیرہا خیرا منہا فکفر عن یمینک وایت الذی ہو خیر) اس روایت مین واو ہی نہ ثم اور واو واسطے مطلق جمع کے موضوع ہی نہ واسطے تعقیب کے اور چونکہ روایت صحیحین کی معروف اور صحت مین مقدم ہی تو روایت ابو داؤد کی اُنکے مقابل مین شاذ ہی تو لائق تاویل کے ہی یعنی ثم بمعنی واو کے ہی اور صحیح مسلم مین عدی بن حاتم سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (من حلف علی یمین فرای خیرا منہا فلیات الذی ہو خیر ولیکفر عن یمینہ) اور اسی کی شاہد امام احمد کی روایت ہی عبد اللہ بن عمرو سے کذا فی فتح القدیر **ومصرفہا مصرف الزکوۃ فلا یجزی الا الذمی خلافا للثانی** بقولہ یفتی کما مر فی بابہا اور مصرف کفارہ یمین کا وہ مصرف ہی جو زکوۃ کا مصرف ہی اور جو زکوٰۃ کا مصرف نہین وہ کفارہ کا بھی مصرف نہین چنانچہ اُسکا ذکر ترجمہ مین قبل اسی کے ہو چکا بعضون نے کہا ہی مگر ذمی کو کفارہ دینا جائز ہی نہ زکوۃ بخلاف ابو یوسف کے کہ اُنکے نزدیک ذمی کو بھی کفارہ دینا جائز نہین اور اسی قول پر فتوے ہی چنانچہ باب الزکوۃ مین گذر گیا تو بقول مفتی بہ کلیہ قائم رہا کہ مصرف کفارہ بعینہ مصرف زکوۃ ہی **ولا کفارۃ بیمین کافر وان حنث مسلما** لآیۃ انہم لا ایمان لہم واما وان نکثوا ایمانہم فیعنی الصوری لتحلیف الحاکم اور کفارہ واجب نہین کافر کی قسم سے اگرچہ وہ

مسلمان ہوکر حانث ہو بدلیل اس آیت قرآنی کے کہ (انہم لا ایمان لہم) یعنی کافرون کے واسطے قسمین نہین ہین لہٰذا اول کتاب یمین مین مذکور
ہوچکا کہ شرط صحت یمین سے اسلام ہی اسواسطے کہ یمین عبادت ہی اور کافر اہل عبادت کا نہین اور یہ جو دوسری آیت مین وارد ہی (وان نکثوا ایمانہم) کہ
اگر وے اپنی قسمین توڑین تو مراد اُس سے یمین ظاہری ہی جسکو کفار اپنے صدق کیواسطے ظاہر کرتے ہین تحقیقی جیسے قسم لینا حاکم کا کافر سے اس توقع سے
کہ وہ قسم سے انکار کرے تو حق ثابت ہوجاوے اور اگرچہ کافر کے حق مین یمین شرعی ثابت نہین لیکن چونکہ وہ اپنے اعتقاد مین نام الٰہی کی تعظیم کرتا ہی تو جھوٹی
قسم سے انکار کریگا تو مقصود حاصل ہوگا یعنی ظہور حق اسواسطے کافر سے یمین ظاہری لینا چاہیے کذا فی النہر والمنح وہو ای الکفر یبطلہا اذا عرض بعدہا فلو حلف
مسلما ثم ارتد والعیاذ باللہ ثم اسلم ثم حنث فلا کفارۃ اصلا لما تقرر ان الاوصاف الراجعۃ الی المحل یستوی فیہا الابتداء والبقاء کالمحرمیۃ فی النکاح
اور وہ سبب یعنی کفر باطل کرتا ہی یمین کو جب عارض ہو بعد قسم کھانے کے تو اگر قسم کھائی حالت اسلام مین پھر معاذ اللہ کافر ہوگیا بعد اسکے مسلمان ہوا
پھر قسم توڑی تو اسپر ہرگز کفارہ نہین اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی اصول مین کہ جو اوصاف کہ رجوع کرتے ہین محل کی طرف انہین ابتدا اور بقا دونون برابر
ہین جیسے وصف محرمیت کا نکاح مین مہیان اوصاف سے مراد کفر اور اسلام ہی اور محل سے مراد قسم کھانے والا شخص ہی اور مراد بقا سے عروض ہی
چنانچہ نکاح مین محرمیت کا وصف خواہ ابتداءً خواہ پیچھے سے عارض ہو دونون برابر ہین تو زانی پر بنت مزنیہ حرام ہی جیسے اُسکی زوجہ حرام ہوجاتی ہی
زوجہ کی ماں سے زنا کرنے سے وکذا او نذر الکافر ما ہو قربۃ لا یلزمہ شیء اور اسی طرح مانند یمین کے اگر نذر ماننے کافر اُس چیز کی جو از قسم عبادت ہی چنانچہ صوم
یا صدقہ تو اسپر کچھ لازم نہین امام اعظم کے نزدیک نہ قبل اسلام کے نہ بعد اور یہی مذہب ہی امام مالک کا اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک کفارہ مالی لازم ہی نہ
صوم اور صدقہ اور یہ جو صحیحین مین عمر فاروق سے مروی ہی کہ مین نے کہا یا رسول اللہ مین نے جاہلیت مین ایک رات مسجد الحرام کے اعتکاف کی نذر مانی تھی
سو حضرت نے فرمایا کہ اپنی نذر کو ادا کر تو مراد یہ ہی کہ حالت اسلام مین عبادت جداگانہ کر قطع نظر جاہلیت کی نذر سے واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر ومن حلف
علی معصیۃ کعدم الکلام مع ابویہ او قتل فلان الیوم وانما قال الیوم لان وجوب الحنث لا یاتی الا فی الیمین الموقتۃ اما المطلقۃ فحنثہ فی آخر حیاتہ
فیوصی بالکفارۃ بموت الحالف ویکفر عن یمینہ بہلاک المحلوف علیہ غایۃ وجب الحنث والتکفیر لانہ اہون الامرین اور جو شخص قسم کھاوے گناہ پر چنانچہ
اپنے والدین سے نہ بولنے کی یا آج کے دن فلانے شخص کے قتل کرنے کی تو اس صورت مین قسم توڑنا اور کفارہ دینا واجب ہی اسواسطے کہ قسم توڑکر کفارہ
دینا آسان تر ہی ترک کلام والدین اور قتل ناحق سے اسی کی طرف شیخ سعدی نے اشارہ کیا کہ آرزون دل دوستان جہل ست وکفارہ یمین سہل اور ماتن نے
قتل مین آج کے دن کی قید اسواسطے لگائی کہ وجوب حنث حاصل نہین ہوسکتا مگر موقت قسم مین اور مطلق قسم مین تو حنث حالف کی آخر حیات مین ہوتا ہی
اسواسطے کہ تا حیات حالف مثلاً نفی قتل کی نہین ہوسکتی تو وصیت کیجاوے کفارہ دینے کی بعد موت حالف کے یعنی حالف وصیت کرجاوے کفارہ دینے کی اور
حالف اپنی حیات مین کفارہ نہین دے سکتا اسواسطے کہ کفارت قبل حنث کے صحیح نہین اور کفارہ ادا کرے حالف اپنی قسم کا محلوف علیہ کی موت سے یعنی جسکے قتل کی قسم
کھائی کذا فی غایۃ البیان خلاصہ یہ ہی کہ یمین مطلق مین حنث بدون موت حالف یا محلوف علیہ کے نہین ہوسکتا بشرطیکہ محلوف علیہ مثبت ہو اور اگر منفی ہو چنانچہ
عدم کلام والدین تو حنث فی الحال متصور ہی کلام کرنے سے تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ الیوم مثال ثانی کی قید ہی نہ مثال اول کی کذا فی حاشیۃ الحلبی
وحاصلہ ان المحلوف علیہ اما فعل او ترک وکل منہما اما معصیۃ وہی مسئلۃ المتن او واجب کحلفہ لیصلین الظہر الیوم فبرہ فرض او ہو اولی من غیرہ او
غیرہ اولی منہ کحلفہ علی ترک وطی زوجتہ شہرا ونحوہ وحنثہ اولی او مستویان کحلفہ لا یاکل ہذا الخبز مثلا فبرہ اولی وآیۃ واحفظوا ایمانکم
تفید وجوبہ فتح وبحر عشرۃ اور قسم توڑنے کے اقسام کا خلاصہ بطریق کلیہ کے یہ ہی کہ محلوف علیہ یعنی جسپر قسم کھائی وہ دو حال سے
خالی نہین کہ فعل ہی یا ترک فعل اور ہر ایک یا معصیت ہی اور یہی مسئلہ متن مین مذکور ہوچکا تو معصیت کی قسم مین حنث واجب ہی

یا فعل اور ترک واجب ہی چنانچہ یون قسم کھانا کہ واللہ مین آج کے دن ظہر کی نماز پڑھونگا یہ مثال ہی فعل کی اور ترک کی مثال یون ہی کہ واللہ مین شراب نہ پیونگا
تو واجب کی قسم مین بر واجب ہی یعنی قسم کو پورا کرنا ہر چند نماز ظہر اور عدم شرب خمر قسم سے پہلے بھی واجب تھا لیکن قسم سے زیادہ تر وجوب ہوگیا یا محلوف علیہ
اولیٰ ہی اپنے غیر سے چنانچہ واللہ مین صدقہ دونگا فقیرون کو یا اپنے مارنے والون کو نہ مارونگا تو اس حلف کو قائم رکھنا اولیٰ اور افضل ہی اور ممکن ہی کہ مثل
مباح کے اسکے بھی بر کو واجب کہیے بلکہ اسکا وجوب مباحات کے وجوب سے بالا ولے ہی یا محلوف علیہ کا غیر اولیٰ ہی محلوف علیہ سے چنانچہ قسم کھانا حالف کا
اپنی زوجہ کی ترک قربت پر ایک مہینے تک اور مانند اسکے چنانچہ واللہ مین آج کچی پیاز کھاؤنگا تو اس قسم کا توڑنا اولے اور افضل ہی یا محلوف علیہ اور غیر اسکا
دونون برابر ہون چنانچہ اسکی قسم کھانا کہ یہ روٹی نہ کھاونگا مثلاً یا واللہ مین دریا کی سیر کو آج جاؤنگا اور ایسی قسم کا قائم رکھنا اولے ہی اور یہ آیت قرآنی
کہ (واحفظوا ایمانکم) کہ محافظت کرو اپنی قسمون کی مباحات مین بھی وجوب بر کی مفید ہی کذا فی فتح القدیر آور یہ دس صورتین ہین جو مذکور ہو چکین

ومن حرم اے علی نفسہ لانہ لو قال ان اکلت من ہذا الطعام فہو علے حرام فاکلہ لا کفارۃ خلاصۃ واستشکلہ المصنف جو شخص اپنی ذات پر حرام
کردے ماتن نے تحریم منجز کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اسطرح تحریم معلق کریگا کہ اگر مین اس طعام کو کھاؤن تو وہ مجھپر حرام ہی پھر بعد اسکے اس طعام کو
کھایا تو اسپر کفارہ نہین کذا فی الخلاصہ اور مشکل سمجھا ہی اسکو مصنف نے م مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین وجہ اشکال کی یون بیان کی ہی کہ
معلق بالشرط نزدیک وقوع شرط کے مانند منجز کے ہی یعنی پھر کیا وجہ کہ حنث مین کفارہ نہین جواب اس اشکال کا یہ ہی کہ تحریم منجز اور معلق مین فرق ہی اسواسطے
کہ منجز مین طعام موجود کی تحریم ہی اور معلق مین تحریم ثابت نہین مگر بعد اکل کے اور بعد اکل کے طعام موجود نہین کذا فی حاشیۃ الحلبی شیئا ولو حراما او ملک غیرہ

کقولہ الخمر ومال فلان علی حرام فیمین مالم یرد الاخبار خانیہ جو شخص اپنی ذات پر کسی چیز کو حرام کرے اگرچہ وہ چیز حرام ہو یا غیر کی مملوک ہو چنانچہ یون کہنا کہ شراب
مجھپر حرام ہی یا مثلاً زید کا مال مجھپر حرام ہی تو یہ قول یمین ہوتا وقتیکہ اس قول سے خبر دینے کا ارادہ نہ کرے کذا فی الخانیہ اور اگر اخبار کا ارادہ کریگا نہ انشاء تحریم کا
تو یمین نہوگا تو اسوقت شراب پینے سے فقط گناہ ہوگا کفارہ لازم نہ آویگا بخلاف انشاء تحریم کے کہ اسمین گناہ کے سوائے کفارہ یمین کا لازم آویگا ثم فعلہ
باکل او نفقۃ ولو تصدق او وہب لم یحنث بحکم العرف زیلعی پھر بعد تحریم کے اس چیز کو کیا یعنے اگر طعام ہی تو اسکے کھانے سے یا دینار او ردرم ہی تو اسکے
خرچ کرنے سے قسم کو توڑا تو کفارہ دے اور اگر بعد تحریم کے اس شی کو خیرات کردیا یا کسی کو بخشدیا تو حانث نہ ہوگا بحکم عرف کذا ذکرہ الزیلعی کفر لیمینہ
لما تقرر ان تحریم الحلال یمین جو اپنی ذات پر کسی شی کو حرام کرے پھر اسکو کرے تو کفارہ دے اپنی قسم کا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی اصول مین کہ حرام
کردینا حلال چیز کو یمین ہی یعنے قسم کی ایک یہ بھی صورت ہی کہ حلال کو حرام کرڈالے ومنہ قولہا لزوجہا انت علے حرام او حرمتک علی نفسی فلو طاوعتہ
فی الجماع او اکرہہا کفرت مجتبے اور من قبیل قسم کے یہ قول ہی عورت کا اپنے زوج سے کہ تو مجھپر حرام ہی اور حرام کیا تجھکو مین نے اپنی ذات پر تو
بعد اس قول کے اگر اپنی خوشی جماع پر زوج کو قادر ہونے دیگی یا زوج اس سے زبردستی جماع کریگا تو وہ حانث ہوگی کفارہ دیوے کذا فی المجتبے
وفیہ قال لقوم کلامکم علی حرام او کلام الفقراء او اہل بغداد او اکل ہذا الرغیف علے حرام حنث بالبعض اور مجتبے مین ہی کہ کہا ایک شخص سے کہ کلام
تمہارا مجھپر حرام ہی یا کلام اہل بغداد کا مجھپر حرام ہی یا کھانا اس روٹی کا مجھپر حرام ہی تو حانث ہوگا بعض کے کلام اور کچھ روٹی کے کھانے سے
وفی واللہ لا اکلمکم او لا اکلہ لم یحنث الا بالکل زاد فی الاشباہ الا اذا لم یکن اکلہ فی مجلس واحد او حلف لا یکلم فلانا وفلانا ونوے احدہما او
لا یکلم اخوۃ فلان ولہ اخ واحد وتمامہ فیما قلت وبہ عرف جواب حادثۃ حلف بالطلاق ان اولاد زوجتہ لا یطلعون من بیتہ فطلع واحد
منہم لم یحنث اور اس قول مین کہ واللہ مین تم سے کلام نہ کرونگا یا روٹی نہ کھاؤنگا تو حانث نہ ہوگا مگر سب کے کلام سے اور سب روٹی کے کھانے
سے زیادہ بیان کیا ہی اشباہ مین مگر اسوقت بعض روٹی کھانے سے حانث ہوگا جب تمام روٹی کا کھانا مجلس واحد مین متصور نہو یا قسم

کھائے کہ کلام نہ کریگا فلانے اور فلانے سے اور نیت کی دو مین سے ایک کی یا یون قسم کھائی کہ مثلاً زید کے بھائیون سے نہ بولے گا اور زید کا ایک ہی بھائی ہی تو اُسوقت مین ایک ہی شخص کے بولنے سے حانث ہوگا اور پورا بیان اِسکا اشباہ مین ہی شارح کہتا ہی مین کہتا ہون کہ اس سے معلوم ہوگیا اس واقعہ کا جواب کہ ایک شخص نے طلاق زوجہ کی قسم کھائی اگر اُسکی زوجہ کی اولاد اُسکے گھر کو جھانکین سو زوجہ کی اولاد سے ایک ولد نے زوج کے گھر کو جھانکا تو زوج حانث نہ ہوگا یعنی طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ اولاد جمع ہی بدون الف اور لام کے اور اقل مرتبہ جمع کا تین ہین کذا فی

حاشیۃ الحلبی عن البحر کل حل او حلال اللہ او حلال المسلمین علی حرام زاد الکمال او الحرام یلزمنی ونحوہ فہو علی الطعام والشراب ولکن الفتوی فی زماننا علی انہ تبین امراتہ تطلیقۃ ولو لہ اکثر من جمیعا بلانیۃ وان نوی ثلثا فثلث وان قال لم انو طلاقا لم یصدق قضاء لغلبۃ الاستعمال ولذا لا یحلف بہ الا الرجال ظہیریۃ

کہا ایک شخص نے یہ سب حلال مجھپر حرام ہی یا یون کہا کہ حلال اللہ کا یا حلال مسلمین کا مجھپر حرام ہی کمال الدین نے اتنا اور بھی زیادہ کیا ہی کہ یا حرام مجھکو لازم ہوگیا اور مانند اس قول کے تو ظاہر مذہب مین تحریم حلال کے کھانے یا پینے پر محمول ہی تو بعد اس قول کے حانث نہ ہوگا مگر اکل اور شرب سے لیکن ہمارے زمانہ مین فتوے اسپر ہی کہ قائل کی عورت بائن ہو جاویگی ایک طلاق کر اور اگر اُسکی زوجات ایک سے زیادہ ہون تو سب ایک ایک طلاق سے بائن ہو جاوینگی بلانیت اور اگر اس کلام سے تین طلاق کی نیت کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر وہ کہیگا کہ تحریم حلال سے مین نے طلاق کی نیت نہین کی تو دیانۃً اُسکی تصدیق ہوگی اور قضاءً تصدیق نہ ہوگی بسبب غالب ہونے استعمال تحریم حلال کی طلاق ہین ولہذا اس لفظ سے قسم نہین کھاتے عرف مین مگر مرد نہ عورتین کذا فی المنح عن الظہیریۃ

وان لم تکن لہ امراۃ وقت الیمین سواء نکح بعدہ اولا فیمین فیکفر باکلہ او شربہ لو بینہ علی آت ولو باللہ علی ماض فغموس او لغو ولو کانت لہ امراۃ وقتہا فبانت بلا عدۃ فاکل فلا کفارۃ لانصرافہا الطلاق وتقدم فی الایلاء

اور اگر اُسکی عورت نہ ہو یمین کے وقت خواہ اُس نے بعد یمین کے نکاح کیا ہو یا نہ کیا ہو تو اُسوقت مین تحریم حلال کی طلاق نہوگی بلکہ یمین ہوگی تو کفارہ دیوے اپنے اکل و شرب سے اگر یمین اُسکی استقبال پر ہو اور اگر یمین اللہ جل شانہ کے نام پاک سے ہو یعنی بر اسطرح کہ اگر واللہ مین نے ایسا کیا ہو تو حلال اللہ کا مجھپر حرام ہی تو یہ یمین غموس ہی اگر جھوٹی قسم ہو یا یمین لغو ہی اگر اسکو صدق کا ظن ہو اور اگر اُسکی ایک عورت ہو یمین کے وقت پھر وہ بائن ہوگئی بدون عدت کے یعنی غیر مدخولہ تھی سو بعد یمین کے وہ مطلقہ ہوئی پھر اُسنے کچھ کھایا پیا تو اس اکل اور شرب سے اُسپر کفارہ نہ لازم ہوگا بسبب پھر جانے یمین کے طلاق کی طرف بسبب عورت ہونے کے سوا اب اکل اور شرب کے واسطے نہین ہو سکتی اور مسئلہ تحریم حلال کا باب الایلاء مین مذکور ہو چکا **فائدہ ضروریہ** بعد مسائل یمین کے اب مصنف مسائل نذر کو مذکور کریگا وجہ مناسبت یمین اور نذر کی یہ ہی کہ نفس وجوب مین دونون مشترک ہین اسواسطے کہ نذر عبادت ہی ایجاب مباح سے کذا فی المنح یعنے عبادات غیر واجبہ کو اپنے اوپر واجب کر لینا نسائی نے عمران بن حصین سے روایت کی کہ فرمایا رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نذر دو قسم ہی سو جس شخص کی نذر اللہ تعالی کی طاعت اور عبادت مین ہو تو وہ اللہ کے واسطے ہی اور اُسمین نذر کا ادا کرنا لازم ہی اور جس شخص کی نذر اللہ تعالی کی معصیت اور گناہ مین ہو وہ نذر شیطان کے واسطے ہی اُسکا ادا کرنا یعنے منت کا اُتارنا لازم نہین اور اُسمین کفارہ دیوے جو یمین کا کفارہ ہی اور علامہ شیخ قاسم نے شرح درر البحار مین مصرح بیان کیا ہی کہ یہ جو اکثر عوام الناس نذر مانتے ہین اسطرح کہ بعضے اولیاء اللہ کی قبرون پر جاتے ہین یون کہتے ہوئے کہ یا حضرت فلانے ہمارا غائب آدمی اگر وطن مین پھر آوے یا بیمار ہمارا اچھا ہو جاوے یا مراد ہماری بر آوے تو آپ کے واسطے اتنا سونا یا اتنی چاندی یا اسقدر کھانا یا چراغان کیواسطے اتنا تیل یا موم نذر کرینگے تو یہ نذر اور منت بالاتفاق فقہا و باجماع علما باطل ہی بہ چند دلیل اول یہ کہ نذر مخلوق کے واسطے جائز نہین یعنے نذر مخصوص بخدائے علیم و قادر ہی اور دوسری دلیل بطلان کی یہ ہی کہ جنکی نذر مانی ودمیت ہین اور میت کسی چیز کا مالک نہین ہوتا اور تیسری دلیل یہ ہی کہ ایسی نذر کرنے والون کے گمان مین یہ ہی کہ سواے خدا کے میت بھی

تادر ہو عالم مین کچھ اُسکا تصرف بھی جاری ہو اور یہ اعتقاد کفر ہو ہان اگر یون کہے کہ یا اللہ مین نے تیری نذر مانی کہ اگر تونے میرے بیمار کو شفا دی مثلاً
تو مین فلانی درگاہ کے فقیرون کو کھانا کھلاؤن گا یا دراہم دونگا ایسی چیزونکا ذکر کرے جسمین محتاجون کو فائدہ ہو اور ذکر دلی کا فقط اتنے واسطے ہو
کہ وہ محل صرف ہو نذر کا یعنے نذر خالص اللہ ہی کے واسطے ہو تو اسطرح البتہ نذر جائز ہو جب یہ معلوم ہوا تو یہ جو دراہم اور موم اور تیل وغیرہ اسکے
اولیا کی قبرون پر لیجاتے ہین اولیا سے قربت اور نزدیکی حاصل کرنے کو سو یہ باجماع مسلمین حرام ہو جبتک کہ وہان کے زندہ محتاجون پر صرف کرنا مقصود
نہو یہ قول واحد ہو اسمین فقہا کا اختلاف نہین انتہی ملخصا اور البتہ اس بلا مین لوگ مبتلا ہین خصوصاً شیخ احمد بزی کے مولد مین کذا فی النہر الفائق فی کتاب
الصوم مم جب یہ روایت اجماعی فقہا ء دین کی دریافت ہوئی تو مثل آفتاب کے روشن ہوگیا کہ یہ جو اکثر نذر اور نیاز اولیاء اللہ کی قبور پر یا حسنین رضی اللہ عنہما
کے ضرائح مجعولہ پر جنکو عوام تعزیہ کہتے ہین ہندوستان مین علی العموم رائج ہو سو سراسر باطل اور گمراہی ہو حقتعالی بادشاہ اسلام کو قائم کرے کہ ان گمراہیون کو مٹاوے
اور علماء دین کو توفیق دے کہ خوف عوام سے اُسکے بطلان کے بیان مین چشم پوشی نکرین اور تاویلات واہیہ کرکے اسکا جواز عوام کو نہ سکھاوین آمین

ومن نذر نذرا مطلقا او معلقا بشرط وکان من جنسہ واجب ای فرض کما سیصرح بہ تبعا للبحر والدرر وہو عبادۃ مقصودۃ خرج الوضوء وتکفین المیت
ووجد الشرط المعلق بہ لزم الناذر لحدیث من نذر وسمی فعلیہ الوفاء بما سمی اور جس نے نذر مانی خواہ نذر مطلق ہو یا معلق ہو کسی شرط پر اور ہمجنس نذر کے
کوئی واجب ہو مراد واجب سے یہان فرض ہو چنانچہ مصنف اُسکو خود تصریح کریگا باتباع صاحب بحر اور درر کے اور وہ واجب عبادت مقصودہ بھی ہو
تو عبادت مقصودہ کی قید سے وضو اور تکفین میت کی نکل گئی اسواسطے کہ وضو اگرچہ عبادت ہو لیکن عبادت مقصودہ نہین بلکہ شرط ہو واسطے صحت صلوۃ
کے اور شرط معلق علیہ پائی جاوے تو وہ نذر لازم الادا ہوگی نذر کرنے والے پر اس حدیث کی دلیل سے کہ جو نذر کرے اور معین کردے تو اُسپر ادا کرنا معین
چیز کا لازم ہو مم یہ حدیث غریب ہو لیکن لزوم منذور کا قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہو اس خاص حدیث پر موقوف نہین حقتعالی نے فرمایا ولیوفوا
نذورہم یعنی چاہیے کہ اپنی نذرون کو پورا کرین اور ایفا ء نذر مین بہت احادیث ہین منجملہ اُنکے ایک یہ حدیث مرفوع ہو صحیح بخاری کی عائشہ صدیقہ کی
روایت سے کہ جو نذر مانے خدا کی اطاعت کرنے کی تو چاہیے کہ اطاعت کرے اور جو نذر کرے خدا کی معصیت کرنے کی تو وہ معصیت نکرے اور اجماع
کے ذکر کی کچھ حاجت نہین کذا فی فتح القدیر نذر مطلق یہ ہو کہ شرط پر معلق نہو چنانچہ یون کہنا کہ خدا کے واسطے مجھپر ایک مہینہ کا صوم یا حج ہو یا صدقہ یا دو رکعت
نماز اور نذر معلق یہ کہ کسی شرط پر تعلیق ہو نذر کی چنانچہ یون کہنا کہ اگر میرا بیمار صحت پاوے یا منہم برے یا لڑکا پیدا ہو تو صوم یا صدقہ یا حج مجھپر لازم ہی کصوم

وصلوۃ وصدقۃ ووقف واعتکاف واعتاق رقبۃ وحج ولو ماشیا فانہا عبادات مقصودۃ ومن جنسہا واجب لوجوب العتق فی الکفارۃ والمشی للحج
علی القادر من اہل مکۃ والقعدۃ الاخیرۃ فی الصلوۃ وہی لبث کالاعتکاف ووقف مسجد للمسلمین واجب علی الامام من بیت المال والا فعلی
المسلمین فتح چنانچہ صوم اور صلوۃ اور صدقہ اور وقف اور اعتکاف اور آزاد کرنا کرونگا اور حج اگرچہ پیادہ نذر مانا ہو تو بھی نذر صحیح ہو اسواسطے کہ
امور مذکورہ عبادات مقصودہ ہین اور اُنکی ہمجنس واجب بھی ہو اسواسطے کہ وجوب عتق کا کفارہ ظہار اور یمین مین ہو اور پیدل چلنا حج کے
واسطے اہل مکہ پر واجب ہو بشرط قدرت اور قعدہ اخیرہ نماز مین واجب ہو اور قعدہ عبارت ہو یکجا ٹھہرنے سے مانند اعتکاف کے اور وقف کرنا مسجد
کا مسلمانون کے واسطے واجب ہو بادشاہ پر بیت المال سے اور اگر بیت المال نہ ہو تو مسلمانون پر وقف مسجد کا واجب ہو کذا فی فتح القدیر مم شارح نے
وجوب صوم اور صلوۃ اور صدقہ کا نہ بیان کیا اسلیے کہ وجوب صوم رمضان اور نماز پنجگانہ اور زکوۃ کا ظاہر تھا لہذا غیر ظاہر کے بیان وجوب پر
اکتفا کی ولم یلزم الناذر ما لیس من جنسہ فرض کعیادۃ مریض وتشییع جنازۃ ودخول مسجد ولو مسجد الرسول صلے اللہ علیہ وسلم او الاقصے
لانہ لیس من جنسہا فرض مقصود وہذا ہو الضابط کما فی الدرر اور ادا کرنا لازم نہین نذر کرنے والے پر اُس قسم کی نذر کا جسکی ہمجنس شرع مین

کوئی فرض نہین چنانچہ عیادت بیمار کی اور جنازہ کے ساتھ چلنا اور مسجد کا داخل ہونا اگرچہ مسجد رسول اللہ کی ہو صلے اللہ علیہ وسلم یا مسجد اقصے ہو یعنی اگر کوئی نذر مانے عیادت مریض یا مشایعت جنازہ یا دخول مسجد کی تو اُسکا ادا کرنا نذر پر لازم نہ ہوگا اگرچہ یہ امور عبادت ہین لیکن مجانس انکی کوئی فرض مقصود بالذات نہین اور یہی قاعدہ کلیہ ہی لزوم اور عدم لزوم نذر مین کذا فی الدرر اگر کوئی کہے کہ حج مین طواف الزیارۃ فرض ہی اور وہ بدون داخل ہونے مسجد الحرام کے نہین ہوتا اُسکا جواب یہ ہی کہ طواف فرض ہی نہ دخول تو دخول مقصود بالذات عبادت نہ ٹھہرا بلکہ واسطے اداے طواف کے چنانچہ وضو واسطے نماز کے اور اسی طرح پل اور خانقاہ اور سراے اور پانی کی سبیل رکھنے کی نذر اگر مانے گا تو لازم نہ ہوگی اسواسطے کہ انکی جنس کا کوئی شرع مین فرض نہین کذا فی المنح وفی البحر شرائطہ خمس فزاد ان لایکون معصیۃ لذاتہ فصح نذر صوم یوم النحر لانہ لغیرہ وان لایکون واجبا علیہ قبل النذر فلو نذر حجۃ الاسلام لم یلزمہ شئی غیرہا وان لایکون ما التزمہ اکثر مما یملکہ او ملکا لغیرہ فلو نذر التصدق بالف ولایملک الا مأتۃ لزمہ المأتۃ فقط خلاصہ انتہی اور بحر الرائق مین ہی کہ شرائط لازم ہونے نذر کی پانچ ہین سو مصنف نے دو شرطون پر تیسری شرط یہ زیادہ کی ہی کہ وہ معصیت بالذات نہ ہو تو صحیح ہی نذر یوم النحر کے صوم کی اسواسطے کہ صوم عید قربانی کا معصیت بالذات نہین بلکہ معصیت بالغیر ہی یعنے اسواسطے ممنوع ہی صوم عید اضحی کا کہ ضیافت ربانی کا دن ہی اور اگر معصیت بالذات کی نذر کریگا تو صحیح نہ ہوگی اور کفارہ لازم آویگا کذا فی حاشیۃ الحلبی عن الظہیریۃ اور چوتھی شرط نذر کی یہ ہی کہ وہ چیز اُسپر واجب نہ ہو قبل نذر کے تو اگر فرض حج کی نذر کریگا تو اُسپر کچھ لازم نہ ہوگا سواے فرض حج کے اور پانچوین شرط نذر کی یہ ہی کہ وہ چیز زیادہ نہ ہو اُس مال سے جسقدر کا کہ وہ مالک ہی یا وہ چیز غیر کی مملوک نہ ہو سو اگر نذر مانے ہزار درم کے خیرات کی اور حالانکہ وہ مالک نہین مگر سو درم کا تو اُسپر فقط سو درم لازم ہونگے نہ زیادہ کذا فی الخلاصہ انتہی کلام البحر خلاصہ یہ ہی کہ نذر کی شرطین پانچ ہین کہ بدون اُنکے نذر صحیح نہین شرط اول یہ ہی کہ اُسکی جنس کا فرض ہو یعنے منذور کے فرائض شرعیہ مین اصل ثابت ہو دوسرے یہ کہ عبادت مقصودہ ہو تیسرے یہ کہ وہ بالذات معصیت نہ ہو چوتھے یہ کہ منذور اُسپر واجب نہ ہو قبل نذر کے پانچوین یہ کہ منذور ناذر کی ملک سے زیادہ نہ ہو اور غیر کا مملوک نہ ہو قلت ویزاد مافی زواہر الجواہر وان لایکون مستحیل الکون فلو نذر صوم امس او اعتکافہ لم یصح نذرہ وفی القنیۃ نذر التصدق علی الاغنیاء لم یصح مالم ینو ابناء السبیل شارح کہتا ہی مین کہتا ہون اور بحر الرائق کی شرائط خمسہ نذر پر وہ شرط اور زیادہ کی گئی ہی جو زواہر الجواہر مین ہی وہ یہ ہی کہ منذور مستحیل الوجود نہ ہو تو اگر کل یعنے یوم گذشتہ کا صوم یا اعتکاف کی نذر کی تو یہ نذر صحیح نہین کہ ممکن الوجود نہین اور قنیہ مین ہی کہ نذر کی اغنیاء پر خیرات کرنے کی تو صحیح نہین جب تک اغنیاء مسافرین کی نیت نہ کرے اسواسطے کہ غنی پر صرف کرنا نذر کا جائز نہین مصرف نذر کا فقراء و مساکین ہین نہ اغنیاء یہ جو ہندوستان مین رواج ہی کہ نذر اللہ کا کھانا یا شیرینی سب کو کھلاتے ہین غنی کو بھی اور محتاج کو بھی سو خلاف شرع ہی غنی کے کھلانے سے نذر ادا نہین ہوتی تو اُسکا اعادہ لازم ہی اور جیسے نذر کا دینا غنی کو جائز نہین ویسی ہی سید کو بھی جائز نہین مانند زکوۃ کے غنی سے مراد یہان وہ ہی جو صاحب نصاب ہو یعنے جسکو ساڑھے باون روپیہ کا مقدور ہو خواہ اسقدر نقد ہو یا جنس چنانچہ باغ یا زمین یا رہنے کے سوا دوسری حویلی اتنی مالیت کی ہو کذا فی کتب الفقہ ولو نذر التسبیحات دبر الصلوۃ لم تلزمہ اور اگر نذر کی تسبیحات کی بعد نماز کے تو یہ نذر لازم نہین اسواسطے کہ سبحان اللہ کہنا فرض نہین ولو نذر ان یصلی علی النبی صلعم کل یوم کذا لزمہ وقیل لا اور اگر نذر مانے اتنا درود یعنے سو یا ہزار بار ہر روز پڑھا کرونگا تو یہ نذر اُسکو لازم الاداء ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ لازم نہین ہم لزوم نذر کی یہ وجہ ہی کہ اگرچہ نماز مین درود پڑھنا فرض نہین لیکن تمام عمر مین ایکبار درود پڑھنا فرض ہی چنانچہ کتاب الصلوۃ مین مذکور ہوچکا تو درود کی نذر کرنا صحیح ہوگا کہ اُسکی ہم جنس کی فرضیت ثابت ہی اور قول ثانی کی بنا یہ وجہ ہی کہ فرضیت درود کی قطعی نہین واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الحلبی ثم ان المعلق فیہ تفصیل فان علقہ بشرط یریدہ کان قدم غائبی او شفی مریضی یوفی وجوبا ان وجد الشرط وان علقہ بما لم یردہ کان زنیت بفلانۃ مثلا فحنث وفی بنذرہ او کفر لیمینہ علی المذہب لانہ نذر بظاہرہ یمین بمعناہ فیخیر

شرائط نذر

ضرورۃ بعد اسکے دریافت کرنا چاہیے کہ نذر معلق کے حکم مین تفصیل ہو سو اگر نذر کو معلق کیا ایسی شرط پر جسکی اُسکو خواہش ہو چنانچہ یون کہا کہ اگر میرا غائب
شخص آوے یا میرا مریض چنگا ہو تو مجھ پر صدقہ واجب ہو تو نذر کو پورا کرے بنابر وجوب کے اگر شرط پائی جاوے یعنی اگر غائب آجاوے یا بیمار چنگا ہو تو صدقہ دینا واجب
ہو نہ کفارہ یمین کا اور اگر نذر کو معلق کیا اس شرط پر جسکی اُسکو خواہش نہین چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین فلانی عورت سے زنا کرون مثلاً تو مجھپر صدقہ لازم ہو پھر وہ
حانث ہوا یعنے اُس عورت سے زنا کیا تو چاہے اپنی نذر کو پورا کرے چاہے صدقہ دیوے یا کفارہ دے اپنی اس قسم کا بنا بر مذہب صحیح مفتی بہ کے ایفاء نذر اور
کفارہ دینے کا اسواسطے اختیار رہا کہ یہ قول ظاہر مین نذر ہی اور باطن مین یمین تو بضرورۃ ایفاے نذر کفارہ دینے مین اسکو اختیار ہوگا وجہ یمین ہونے اس
قول کی یہ ہو کہ جب اُسنے منذور کو مثلاً صدقہ کو اُس شرط پر معلق کیا جسکی اسکو خواہش نہین مثلاً زنا پر تو معلوم ہوا کہ منذور اُسکو مطلوب نہین اسواسطے کہ اُسکو مانع قرار دیا
اس شرط کے فعل سے مانند دخول دار اور کلام زید کے اور یہی حقیقت ہی یمین کی یعنے منع نفس لیکن چونکہ بظاہر یہ قول نذر ہی لہذا اُسکو اختیار حاصل ہوا ایفاے
نذر اور کفارہ دینے مین بموجب دونون وجہ کے بخلاف اُس شرط کی تعلیق کے جسکی ناذر کو خواہش ہو کہ بعد وجود شرط کے وہ معلق بمعنی منجز کے ہو لہذا نذر معلق مذکور
نذر منجز کے حکم مین مندرج ہوگئی یعنے وجوب ایفاے نذر مین کذا فی حاشیۃ الحلبی عن البحر اور ظاہر مذہب یہ ہو کہ نذر مطلق اور نذر معلق مین مطلقاً ایفاے نذر واجب ہو
نہ کفارہ اور مجموع النوازل مین منقول ہو کہ امام اعظم نے ظاہر مذہب سے نذر معلق مین تفصیل مذکور کی طرف رجوع کیا اور یہی قول سرخسی و شہید کا مختار ہو اور اسی پر فتوی
ہو اور وجہ اس تفصیل کی حدیث صحیح مسلم کی ہو کہ کفارہ نذر کا وہی کفارہ ہو یمین کا کذا فی النہر الفائق نذر مکلف بعتق رقبۃ فی ملکہ اوفی بہ والا اثم بترکہ لا یدخل تحت الحکم
فلا یجبرہ القاضی نذر کی مکلف نے گردن آزاد کرنے کی اپنی ملک مین یعنی یون کہا کہ خدا کے واسطے مجھکو آزاد کرنا اس غلام کا لازم ہوا اور حالانکہ وہ غلام اسکا مملوک ہو
تو اُس نذر کو پورا کرے اور اگر پورا نہ کریگا تو گنہگار ہوگا ترک اعتاق سے اور یہ امر حکومت کے نیچے داخل نہین تو اُسپر قاضی جبر نہ کرے اعتاق کے واسطے نذر ان
یذبح ولدہ فعلیہ شاۃ لقصۃ الخلیل علیہ الصلوۃ والسلام والغاہ الثانی والشافعی لنذرہ بقتلہ نذر مانی ایک شخص نے کہ اپنے ولد کو ذبح کریگا تو اُسپر بھیڑ یا بکری
لازم ہو بدلیل قصہ ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ وہ ذبح فرزند پر مستعد ہوئے تھے بموجب رویت منامی کے سو حقتعالی نے اُنکا بدلا دنبہ قرار دیا چونکہ شریعت
انبیاے سابقین بشرط عدم نسخ واجب العمل ہو لہذا امام اعظم اور محمدؒ نے ذبح فرزند کی نذر مین بھیڑ یا بکری تجویز کی اور ابو یوسف اور شافعیؒ نے اس نذر کو لغو کہا
ہو اسواسطے کہ معصیت کی نذر ہو کذا فی المنح جیسے اپنے فرزند کے قتل کی نذر جائز نہین بالاتفاق اسواسطے کہ معصیت ہو اور قصہ خلیل علیہ السلام مین ذبح وارد
ہو نہ قتل کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولغا لو کان نذر بذبح نفسہ او عبدہ واوجب محمد الشاۃ ولو بذبح ابیہ او جدہ او امہ تعالی اجماعا لانہم لیسوا کسبہ اور لغو ہو
اگر اپنے ذبح کرنے کی نذر کی ہو یا اپنے غلام کی اور محمدؒ نے ذبح نفس اور ذبح غلام مین بکری واجب کی ہو اور اگر اپنے باپ یا دادا یا مان کی ذبح کی نذر مانی
تو بالاجماع لغو ہو اسواسطے کہ انسان کے اصول اُسکے کسب نہین بخلاف ولد کے کہ وہ کسب ہو انسان کا چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہو کذا فی المنح ولو قال ان
برئت من مرضی ہذا ذبحت شاۃ او علی شاۃ اذبحہا فبرأ لا یلزمہ شئ لان الذبح لیس من جنسہ فرض بل واجب کالاضحیۃ فلا یصح اور اگر یون کہا کہ اگر مین چنگا ہو گیا اپنے اس
مرض سے تو مین بکری ذبح کرونگا یا مجھپر بکری لازم ہو کہ اُسکو ذبح کر دونگا پھر وہ چنگا ہو گیا تو اُسپر کچھ لازم نہین اسواسطے کہ ہمجنس ذبح کوئی فرض نہین بلکہ ذبح واجب
ہو چنانچہ قربانی تو یہ نذر صحیح نہین اسواسطے کہ مذکور ہو چکا شرائط صحت نذر سے یہ ہو کہ اُسکی ہمجنس فرض ہو نہ واجب الا اذا زاد و اتصدق بلحمہا فیلزمہ لان
الصدقۃ من جنسہا فرض وہی الزکوۃ فتح و بحر و فی متن الدرر تناقض منح مگر جب ذبح کرنے کی نذر پر اتنا زیادہ کہے کہ اُسکے گوشت کو خیرات کرونگا تو اب یہ نذر
لازم ہو جاویگی اسواسطے کہ ہمجنس تصدق فرض ہو یعنے زکوۃ از قسم صدقات ہو کذا فی الفتح والبحر تو معلوم ہوا کہ درر کے متن مین تناقض ہی کذا فی المنح م منح الغفار
مین کہا کہ ملا خسرو نے درر غرر مین کہا کہ اگر ایک شخص بولا کہ اگر مین چنگا ہو گیا اپنے مرض سے تو بکری ذبح کرونگا تو اُسپر کچھ لازم نہین مگر جب یون کہے ﷲ
علی ان اذبحہا یعنے خدا کے واسطے ذبح کرنا بکری کا مجھپر لازم ہو اسواسطے کہ لزوم نہین ہوتا مگر نذر سے اور صیغہ نذر کا قول ثانی مین ہو نہ اول مین

انتہی کلامہ حالانکہ شرط نذر دوسری صورت مین بھی حاصل نہین یعنی ہم جنس ذبح کوئی فرض نہین چنانچہ خود صاحب درر نے اسکو صریح بیان کیا ہی تو اُسکے کلام مین تناقض
ہوا انتہی مضمون المنح طحطاوی نے کہا درر کی عبارت مین فی الواقع تناقض نہین اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین تاتارخانیہ سے منقول ہی رجل قال ان برئت من مرضی ہذا
ذبحت شاۃ فبرا لایلزمہ شئی الا ان یقول ان برئت فللہ علی ان اذبح شاۃ انتہی) تو اس سے معلوم ہوا کہ ذبح کی نذر بتصریح صیغہ نذر لازم ہی اگرچہ ہم جنس نذر یعنی اضحیہ واجب ہی
نہ فرض تو ثابت ہوا کہ وجوب سے مراد وجوب حقیقی ہی جو مصطلح ہی فقہا کا اور یہ جو صاحب درر نے کہا کہ جب منذور کی اصل فرض مین ہوگی تب نذر لازم ہوگی سو فرض سے
مراد بیان وہ ہی جو واجب کو بھی شامل ہی انتہی قول الطحطاوی ملخصاً خلاصہ یہ ہی کہ شرط لزوم نذر یہ ہی کہ اُسکے ہم جنس واجب ہو اور فرض ہونے مین بطریق اولی نذر لازم ہوگی
تو فرضیت کو شرط لزوم قرار دینا گمان ہی مصنف اور شارح کا ولو قال للہ علی ان اذبح جزورا واتصدق بلحمہ فذبح مکانہ سبع شیاہ جاز کذا فی مجموع
النوازل ووجہ لایخفی اور اگر کہا کہ خدا کیواسطے مجھپر لازم ہی ذبح کرنا اونٹ کا اور تصدق کرنا اُسکے گوشت کا پھر اُسنے اونٹ کے عوض سات بکریان ذبح کین تو
جائز ہی کذا فی مجموع النوازل اور وجہ اسکی مخفی نہین یعنے قربانی اور ہدی مین ایک اونٹ سات بکریون کے برابر ہی وفی القنیۃ ان ذہبت ہذہ العلۃ فعلی کذا فذہبت
ثم عادت لایلزمہ شئی اور قنیہ مین ہی کہ ایک شخص نے یون کہا کہ اگر میری یہ بیماری جاتی رہی تو مجھپر فلانی چیز لازم ہی سو وہ بیماری جاتی رہی بعد اسکے پھر آئی تو اُسپر
اداے نذر لازم نہین اسواسطے کہ مقصود زوال علت تھا اسطرح پر کہ عود نہ کرے سو حاصل نہ ہوا نذر لفقراء مکۃ جاز الصرف الی فقراء غیرہا التقرر فی کتاب
الصوم ان النذر غیر المعلق لایختص بشئی نذر مانی فقراے مکہ معظمہ کے واسطے تو جائز ہی صرف کرنا فقراء غیر مکہ کی طرف اسواسطے کہ کتاب الصوم مین ثابت ہو چکا ہی
کہ نذر غیر معلق کسی چیز سے مخصوص نہین یعنے خصوصیت فقیر اور درہم اور مکان اور زمان کی اُسمین نہین اسواسطے کہ مقصود دفع حاجت فقیر ہی تو خصوصیت
مکان کو اسمین دخل نہین کذا فی المنح نذر ان یتصدق بعشرۃ دراہم من الخبز فتصدق بغیرہ جاز ان ساوی العشرۃ تصدق بثمنہ نذر کی یہ کہ دس درم کی
روٹیان تصدق کریگا سو اُسنے روٹیون کے سواے اور کھانا تصدق کیا مثلاً گوشت اور چانول تو جائز ہی اگر قیمت مین دونون برابر ہون جیسے روٹیون
کی قیمت کا خیرات دینا جائز ہی اسواسطے کہ مقصود اصلی دفع حاجت فقیر ہی طعام کی کچھ خصوصیت نہین اور قیمت دینا زیادہ تر نافع ہی فقیر کو کذا فی المنح
نذر صوم شہر معین لزمہ متتابعا لکن ان افطر فیہ یوما قضاہ وحدہ وان قال متتابعا بلا لزوم استقبال لانہ معین نذر کی معین مہینے کے صوم کی
تو اُسپر پے درپے روزہ رکھنا لازم ہوگا لیکن اگر اُس مہینے مین ایکدن روزہ نہ رکھے گا تو فقط اُسی دن کی قضا کرے اگرچہ اُسنے برابر روزہ رکھنے کو کہا ہو
تو بھی ایک ہی دن کی قضا کرے بدون لزوم استقبال کے یعنے ایک دن کے ترک صوم سے اُسپر سرے سے روزہ رکھنا لازم نہین اسواسطے کہ وہ مہینہ معین ہی استقبال
اُسمین متصور نہین ولو نذر صوم الابد فاکل لعذر فدی اور اگر نذر کی ہمیشہ کے صوم کی پھر اُسنے عذر سے کھایا تو فدیہ دے مم قید عذر کی اتفاقی ہی اگر بلا عذر کھاویگا تو بھی
فدیہ لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی نذر ان یتصدق بالف من مالہ وہو یملک دونہا لزمہ ما یملک منہا فقط ہو المختار لانہ فیما لم یملک لم یوجد النذر فی الملک
ولا مضافا الی سببہ فلم یصح نذر کی ہزار تصدق کرنے کی اپنے مال سے اور حالانکہ وہ ہزار سے کمتر کا مالک ہی مثلاً چارسو کا تو اُسپر فقط اُسی قدر کی نذر لازم ہوگی
جسقدر کا کہ وہ مالک ہی یعنے چارسو کا مثلاً یہی قول مختار ہی اسواسطے کہ غیر مملوک مین نذر نہ پائی گئی ملک مین اور نہ مضاف الی سبب الملک مین تو صحیح نہ ہوگی کیا
لو قال مالی فی المساکین صدقۃ ولا مال لہ لم یصح اتفاقا چنانچہ اگر یون کہا کہ میرا مال فقیرون مین صدقہ ہی اور حالانکہ اُسکا کچھ مال نہین تو یہ نذر صحیح نہین بالاتفاق
بسبب عدم ملک در عدم اضافت کے طحطاوی نے کہا کہ عدم مال کی قید اتفاقی ہی اسواسطے کہ اگر مال بھی ہوگا تو بھی اُسپر کوئی چیز لازم نہین اسواسطے کہ قول مذکور
مین نذر کا صیغہ نہین نذر التصدق بہذہ المائۃ یوم کذا علی زید فتصدق بمائۃ اخری قبلہ ای قبل ذلک الیوم علی فقیر آخر جاز لما تقرر فیما نذر کی
ان سو درمون کے خیرات کی فلانے دن زید پر سو اُسنے اور سو درم کو اُسدن سے پہلے دوسرے فقیر کو خیرات دیا تو جائز ہی اسواسطے کہ ثابت ہو چکا سابق
مین کہ نذر غیر معلق مین کسی چیز کی خصوصیت نہین نہ فقیر کی نہ درم کی نہ وقت کی فقال علی نذر لم یزد علیہ ولا نیۃ لہ فعلیہ کفارۃ یمین کہا کہ مجھپر نذر واجب

ہو اور اُسپر کوئی لفظ زیادہ نہ بولا اور صوم یا صدقہ کی کچھ نیت بھی نہ کی تو اُسپر کفارہ یمین کا لازم ہی ولو نوی صیاما بلا عدد لزمہ ثلثۃ ایام اور اگر قول مذکور مین صوم کی نیت بلا عدد معین کی تو اُسپر تین دن کا روزہ لازم ہی اسواسطے کہ ایجاب عبد کا حقتعالی کے ایجاب پر معتبر ہی اور صوم واجب کا فدیہ تین دن کا روزہ ہی کفارہ یمین مین ولو صدقۃ فاطعام عشرۃ مساکین کالفطرۃ اور اگر قول مذکور مین صدقہ کی نیت کی بلا تعیین تو دس فقیرون کا کھانا دینا لازم ہی مانند صدقہ فطر کے اسواسطے کہ کفارہ یمین مین اسیقدر اطعام واجب ہی کذا فی الطحطاوی فلو نذر ثلثین حجۃ لزمہ بقدر عمرہ اور اگر نذر کی تیس حج کی تو اُسپر بقدر اُسکی عمر کے حج کرنا لازم ہی تو اگر قبل تیس برس کے وہ مرگیا تو باقی کی وصیت اُسپر لازم نہین وصل بحلفہ ان شاء اللہ بطل یمینہ ملایا اپنی قسم سے انشاء اللہ کو یعنی یون کہا کہ واللہ مین زید سے نہ بولونگا انشاء اللہ تو اسکی قسم باطل ہوگئی یعنے زید کے تکلم سے حانث نہ ہوگا چنانچہ اسکی تفصیل کتاب الطلاق کے باب التعلیق مین مذکور ہو چکی اور اگر انشاء اللہ کو بعد قسم کے منفصل کہا تو یہ استثنا مبطل یمین وغیرہ کا نہین اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ مذہب ہی کہ استثنائے منفصل بھی مبطل ہی ہم مناسب مقام یہ حکایت لطیفہ ہی کہ محمد بن اسحاق صاحب مغازی منصور دوانقی خلیفہ عباسی کے پاس اپنی کتاب المغازی کو پڑھتے تھے اور امام اعظم بھی وہان موجود تھے سو محمد بن اسحق نے خلیفہ سے کہا کہ یہ شیخ یعنی امام اعظم خلیفہ کے جد کی مخالفت کرتا ہی استثنائے منفصل مین خلیفہ نے امام سے کہا کہ تمہارا یہ رتبہ ہوا کہ ہمارے جد کی مخالفت کرتے ہو امام نے کہا یہ شخص یعنی محمد بن اسحاق خلیفہ کی سلطنت مٹایا چاہتا ہی اسواسطے کہ جب استثناء منفصل جائز ہوا تو آپ کے عہد خلافت کو سلام ہی اسلیے کہ لوگ تم سے خلافت کی بیعت کرینگے اور اطاعت کی قسم کھا دینگے پھر باہر نکلکر انشاء اللہ کہینگے اور آپ کی مخالفت کرینگے حانث نہونگے تو خلیفہ نے کہا کیا خوب تمنے کہا اور محمد بن اسحق کو ناخوش ہوکر اپنے پاس سے اُٹھا دیا اور امام اعظم سے کہا کہ تم اس راز کو مخفی رکھنا کذا فی منح الغفار وکذا یبطل بہ ای بالاستثناء المتصل کل ما تعلق بالقول عبادۃ او معاملۃ ولو بصیغۃ الاخبار اور اسی طرح استثنا متصل سے باطل ہوجاتا ہی جو امر کہ قول سے متعلق ہی خواہ عبادت ہو جیسے نذر اور اعتاق یا معاملہ ہو جیسے طلاق اور اقرار بشرطیکہ بصیغہ اخبار ہو یعنے جملہ خبریہ ہو اگرچہ شرعا انشاء کیواسطے موضوع ہو چنانچہ صیغ عقود کے ولو بالامر النہی کاعتقوا عبدی بعد موتی انشاء اللہ تعالی لم یصح ولا تبع عبدی ہذا انشاء اللہ لم یصح الاستثناء اور اگر استثنائے متصل بصیغہ امر یا نہی ہو چنانچہ یون کہنا کہ میرے غلام کو آزاد کرنا بعد میری موت کے بعد انشاء اللہ تعالی تو صحیح نہین اور میرے اس غلام کو بیچ ڈال انشاء اللہ تعالی تو یہ استثنا صحیح نہین ہم تو مثال اول مین اعتاق کی وصیت صحیح ہوگی اور مثال ثانی مین مخاطب بیع کا وکیل ہوگا اور نہی کی مثال یہ ہی کہ فلانے شخص سے نہ بیچنا انشاء اللہ بخلاف المتعلق بالقلب کالنیۃ کما مر فی الصوم واللہ تعالی اعلم بخلاف اُس امر کے جو دل سے متعلق ہی چنانچہ نیت کہ اُسمین انشاء اللہ کہنا مبطل نہین چنانچہ کتاب الصوم مین مذکور ہو چکا واللہ اعلم یعنے بوقت تلفظ نیت صوم انشاء اللہ کہنا مبطل نہین اسواسطے کہ نیت امور قلبیہ سے ہی نہ لسانیہ سے

باب الیمین فی الدخول والخروج والسکنی والاتیان والرکوب وغیر ذلک

یہ باب ہی دخول اور خروج اور سکونت اور آنے اور سوار ہونے اور اُنکے سوا اور افعال کی قسم کھانے کے احکام مین ہم مصنف نے ان افعال کا ذکر شروع کیا جنپر لوگ قسم کھاتے ہین اور چونکہ ضبط افعال کا بسبب کثرت کے متصور نہین لہذا اسقدر پر اکتفا کی جسکو فقہا نے کتب مین مذکور کیا ہی اور مذکور کتب مین دو قسم کے فعل ہین ایک افعال ظاہریہ دوسرے امور شرعیہ اور افعال مذکورہ مین دخول وغیرہ سے اسواسطے ابتدا کی کہ جسم کیواسطے مکان مین رہنا کھانے پینے سے زیادہ تر لازم ہی الاصل ان الایمان مبنیۃ عند الشافعی علی الحقیقۃ اللغویۃ وعند مالک علی الاستعمال القرآنی وعند احمد علی النیۃ وعندنا علی العرف ما لم ینو ما یحتملہ اللفظ فلا حنث فی لا یہدم بیتا ببیت العنکبوت الا بالنیۃ فتح اصل یہ ہی کہ قسمین مبنی ہین امام شافعی کے نزدیک حقیقت لغوی پر اور امام مالک کے نزدیک استعمال قرآنی پر اور نزدیک امام احمد کے نیت پر اور ہمارے نزدیک عرف پر قسم کی بنا ہی جبتک کہ قسم کھانے والے نے وہ نیت نہ کی ہو جسکو لفظ محتمل ہی تو ہمارے نزدیک اس قول مین کہ واللہ کوئی گھر نہ گراؤنگا حانث نہین مکڑی کے گھر گرانے سے اسواسطے کہ مکڑی کے جالے کو عرف مین گھر نہین بولتے ہین مگر نیت سے

البتہ حانث نہ ہوگا کذا فی الفتح یعنی اگر قسم کھانے والا گھر سے لکڑی کا گرانا ارادہ کریگا تو البتہ اُسکے گرانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ بیت عنکبوت کو بھی لغت مین بیت بولتے ہین مگر جنکے نزدیک یمین مین لغت کا اعتبار ہے اگر یون قسم کھاوے گا کہ گھر نہ گراویگا تو بیت عنکبوت کے گرانے سے حانث ہوگا اور جنکے نزدیک یمین مین استعمال قرآن معتبر ہے اگر گوشت نکھانے کی قسم کھاویگا تو مچھلی کھانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ قرآن مجید مین مچھلی کو گوشت فرمایا ہے اور امام اعظم کے نزدیک عرف معتبر ہے اسواسطے کہ اکثر کلام عرفی بول پر ہے جو باہم مستعمل ہے نہ لغت اور قرآن پر اور جو الفاظ کہ اہل لغت اور اہل عرف مین مشترک ہین وہان لغت البتہ معتبر ہے بنا بر عرف کے فتح القدیر مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے سفیان ثوری سے مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی قسم کھاوے گوشت نکھانیکی تو مچھلی کے کھانے سے حانث ہوگا یا نہین سفیان نے جواب دیا کہ ہان حانث ہوگا اسواسطے کہ قرآن مجید مین مچھلی کو گوشت فرمایا قال تعالی (لتاکلوا منہ لحما طریا) پھر سائل مذکور امام اعظم کے پاس آیا اور سفیان کا جواب بیان کیا امام نے کہا کہ پھر جا اُنکے پاس اور سوال کر کہ ایک شخص فرش پر نہ بیٹھے کی قسم کھاوے پھر وہ زمین پر بیٹھے حانث ہوگا یا نہین سفیان نے کہا کہ حانث نہ ہوگا امام نے سائل کو سکھایا کہ کیون حانث نہوگا حالانکہ حقتعالی نے زمین کو فرش کہا ہے قال تعالی (واللہ جعل لکم الارض بساطا) سفیان نے اسمین تامل کیا اور کہا شاید مچھلی کا مسئلہ بھی تو ہی نے پوچھا تھا سائل نے کہا ہان سفیان نے فرمایا کہ نہ مچھلی کھانے سے حانث ہوگا نہ زمین پر بیٹھنے سے تو سفیان نے بھی عرف کیطرف رجوع کیا نہ استعمال قرآنی پر **الایمان مبنیۃ علی الالفاظ لا علی الاغراض** قسمین مبنی ہین لفظون پر نہ اغراض پر مع غرض سے مراد یہان نیت ہے یعنی نیت بدون لفظ کے معتبر نہین بلکہ لفظ اپنے عرفی معنی کے ساتھ البتہ معتبر ہے تو اگر کوئی کہے کہ پانی مجکو پلا اور طلاق کی نیت کرے تو طلاق نہ واقع ہوگی اور یہ قاعدہ غیر ہے اُس قاعدہ کا جو مذکور ہو چکا کہ قسم کی بنا عرف پر ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **فلو اغتاظ علی غیرہ وحلف ان لایشتری لہ شیئا بفلس فاشتری لہ بدرہم او اکثر شیئا لم یحنث کمن حلف لایخرج من الباب او لایضربہ اسواطا او لیغدینہ الیوم بالف فخرج من السطح وضربہ بعصا وغداہ برغیف اشتراہ بالف اشباہ لم یحنث لان العبرۃ لعموم اللفظ** جب یہ قاعدہ ٹھہرا کہ مدار یمین کا لفظ پر ہے نہ غرض پر تو اگر متکلم ناخوش ہوا غیر شخص پر اور قسم کھائی کہ اُسکو ایک پیسے کی چیز نہ خریدیگا پھر اُسنے اُسکو ایک درم یا زیادہ کی چیز مول لے دی تو حانث نہ ہوگا مانند اُسکے جس نے قسم کھائی کہ دروازہ سے نہ نکلیگا یا اُسکو کوڑے نہ ماریگا یا اُسکو اول روز ہزار درم کھلادیگا پھر قسم کھانے والا چھت کی طرف سے نکلا اور لاٹھی سے مارا اور اول روز ایک روٹی کھلائی جسکو ہزار درم سے مول لیا تھا کذا فی الاشباہ تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ عموم غرض کا مع اگرچہ متکلم کی غرض پہلی صورت مین رہنا ہے گھر کا اور دوسری صورت مین نہ مارنا غلام کا اور تیسری صورت مین کثیر القیمت غذا کھلانا ہے لیکن چونکہ یمین مین لفظ معتبر ہے نہ غرض لہذا حانث نہ ہوگا طحطاوی نے کہا لیغدینہ بغین معجمہ ودال مہملہ ہے اور بعضے نسخہ مین بذال معجمہ ہے غذا سے اور بعضے نسخے مین بجاے بعصا کے بعضہا ہے مگر نسخہ بعصا اظہر اور موافق ہے تلخیص جامع اور بحر الرائق کے **الا فی مسائل حلف لایشتریہ بعشرۃ حنث باحد عشر بخلاف البیع اشباہ** یمین مین اعتبار لفظ کا ہے نہ غرض کا مگر چند مسائل مین غرض معتبر ہے نہ لفظ چنانچہ قسم کھائی کہ اُسکو دس درم سے نخریدیگا تو گیارہ درم سے خریدکرنے مین حانث ہوگا اسواسطے کہ غرض متکلم کی یہ ہے کہ دس درم اور زیادہ سے نہ خرید کرے بخلاف بیع کے کذا فی الاشباہ یعنے اگر قسم کھائی کہ دس درم سے نہ بیع کریگا پھر اُسنے گیارہ درم سے بیچا تو حانث نہ ہوگا اسلیے کہ غرض بائع کی یہ ہے کہ زیادہ دس درم سے بیع کریگا سو حاصل ہوئی کذا فی الطحطاوی

لا یحنث بدخول الکعبۃ والمسجد والبیعۃ للنصاری والکنیسۃ للیہود والدہلیز والظلۃ التی علی الباب اذا لم یصلحا للبیتوتۃ بحر فی حلفہ لایدخل بیتا لانہا لم تعد للبیتوتۃ نہ حانث ہوگا اس قسم مین کہ بیت مین نہ داخل ہوگا کعبہ معظمہ اور مسجد اور نصاری کے عبادت خانہ اور یہودیون کی عبادتخانہ اور ڈیوڑھی اور چھتے کے داخل ہونے سے جو دروازہ پر ہو جبکہ ڈیوڑھی اور چھت شب باشی کے لائق نہو کذا فی البحر اسواسطے نہ حانث ہوگا کہ مکانات مذکورہ شب باشی کیواسطے موضوع نہین اور بیت اُسکو کہتے ہین جو شب باشی کے واسطے موضوع ہو اور اگر ڈیوڑھی وسیع ہو جسمین شب باشی ہو سکتی ہو یا چھتا گھر کے اندر لائق رہنے کے ہو تو اُسکے دخول سے البتہ حانث ہوگا صحاح جوہری مین ہے کہ دہلیز بکسر دال وہ مکان ہے جو دروازہ اور گھر کے درمیان ہو جسکو اہل شہر

ڈیوڑھی کہتے ہین اور اہل قصبات بروٹھا بولتے ہین اور ظلہ اور سایا چھتّے کو کہتے ہین جسکی دھنیون کا ایک سرا دروازہ کی دیوار پر ہو اور دوسری طرف پڑوسی
کی دیوار پر کذا فی المنح **ولذا یحنث فی الصفة والایوان علی المذہب** لانہ یبات فیہ صیفا وان لم یکن مسقفا فتح اور چونکہ بیت کے مفہوم مین شب باشی معتبر ہی تو صفہ اور
ایوان کے داخل ہونے مین حانث ہوگا بنابر صحیح مذہب کے اسواسطے کہ اُسکے اندر موسم گرما مین رہتے ہین اگرچہ اُسپر چھت نہو کذا فی فتح القدیر ظاہر کلام شارح کا
صحیح نہین اسواسطے کہ فتح القدیر مین صفہ کے مفہوم مین چھت ہونا مصرح ہی خواہ صفہ کی چار دیوارین ہون مانند اہل کوفہ یا تین دیوارین ہون اور ایک طرف کشادہ ہو
چنانچہ صاحب ہدایہ نے تصحیح کی ہی ہان التنبیہ ہی کہ بیت کے مفہوم مین چھت شرط نہین تو صفہ اور بیت مین عام خاص کی نسبت ہی اور شارح شاید کہ صفہ اور بیت کو
متساوی سمجھتا ہی واللہ اعلم طحطاوی نے کہا صفہ اور ایوان ایک ہی چیز ہی تو عطف ایوان کا عطف تفسیری ہی ہندوستان کے قصبات مین صفہ کو صوفہ کہتے ہین **و فی**
لا یدخل دارا لم یحنث بدخولہا خربۃ لا بناء فیہا اصلا اور یون قسم کہانے مین کہ کسی گھر مین نہ داخل ہوگا حانث ہوگا ویران گھر کے داخل ہونے سے جسمین کچھ عمارت باقی
نہین اور اگر کچھ دیوارین منہدم ہوگئین اور کچھ باقی ہین تو لائق یون ہی کہ حانث ہو کذا فی الفتح **و فی ہذہ الدار یحنث وان صارت صحراء او بنیت دارا**
اخری بعد الانہدام لان الدار اسم للعرصۃ والبناء وصف والصفۃ انما تعتبر فی المنکر لا فی المعین اور یون قسم کہانے مین کہ اس گھر مین نہ داخل ہوگا تو حانث ہوگا
دخول سے اگرچہ وہ گھر جنگل ہوگیا ہو یا اُسکے انہدام کے بعد دوسرا گھر وہان بنایا گیا ہو اسواسطے کہ گھر نام ہی ساحت (میدان ۱۲) کا اور عمارت وصف ہی اُسکا اور وصف کا
اعتبار غیر معین مین ہوتا ہی نہ معین مین ہم چونکہ مثال اول مین لفظ دار نکرہ ہی یعنی غیر معین لہذا عمارت اُسمین معتبر ہوتی تو ویران گھر کے داخل ہونے سے حانث نہوگا
معین حاضر مین وصف اسواسطے معتبر نہوا کہ اُسکی ذات بسبب اشارہ کے تعریف وصف سے زیادہ تر معروف ہوگئی اور مثال ثانی مین چونکہ لفظ دار معرفہ ہی یعنی
معین لہذا اُسمین عمارت کا اعتبار نہوا تو ویران گھر کے داخل ہونے سے بھی حانث ہوگا اور اصطلاح فقہ مین وصف اور صفت اُسکو کہتے ہین جو ایک چیز دوسری چیز مین
قائم ہو اور اُسکے قیام سے دوسری چیز کا حسن اور کمال زیادہ ہو جاوے اور اُسکے نہ ہونے سے نقصان ظاہر ہو خواہ وہ چیز قائم جوہر ہو یا عرض کذا فی المنح الا اذا
کانت شرطا او داعیۃ للیمین کحلفہ علی ہذا الرطب فیتقید بالوصف صفت کا اعتبار معین چیز مین نہین ہوتا مگر اُسوقت جبکہ صفت شرط ہو قسم کی یا باعث ہو قسم
کی چنانچہ یون قسم کہانا کہ اس تر کھجور کو نہ کہاویگا تو اُسوقت مین معین مین بھی قید صفت کی معتبر ہوگی یعنی خشک کھجور کہانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ قسم
کی باعث کھجور کی تری ہی خشکی آور صفت کے شرط ہونیکی یہ مثال کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر اس گھر مین داخل ہوگی جو فلانے کے گھر سے متصل ہی تو تو
طالق ہی تو ہمسائگی صفت ہی کہ بطور شرط مذکور ہوئی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **وان جعلت بعد الانہدام بستانا او مسجدا او حماما او بیتا او غلب علیہ الماء**
فصارت نہرا لا یحنث وان بنیت دارا بعد ذلک اور اگر قسم کہائی کہ اس گھر مین نہ داخل ہوگا پھر وہ گھر بعد منہدم ہونے کے باغ یا مسجد یا حمام یا بیت بنایا گیا یا گھر پر
پانی غالب ہوا سو گھر نہر ہوگیا تو وہان کے داخل ہونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ گھر کا نام باقی نرہا دوسرا نام ہوگیا یعنی باغ یا مسجد اگرچہ بعد منہدم ہونیکے دوسرا گھر
بنایا جاوے تو بھی حانث نہوگا اسواسطے کہ انہدام سے اول نام جاتا رہا جسکے عدم دخول کی قسم کہائی تھی کذا فی المنح **کہذا البیت وکذا اذا بیتا بالاولی فہدم او بنی بیتا آخر او**
نقض الاول لزوال اسم البیت چنانچہ حانث نہین ہوتا یون قسم کہانے سے کہ اس بیت مین نہ داخل ہوگا پھر وہ گر گیا یا دوسرا بیت بنایا گیا اگرچہ اول کو توڑ کر بنایا ہو تو
بھی حانث نہوگا اسواسطے کہ نام معین بیت کا انہدام یا توڑنے سے باقی نرہا بلکہ دوسرا نام پیدا ہوا اور اسیطرح غیر معین بیت کی قسم سے بطریق اولی حانث نہوگا م
طحطاوی نے کہا کہ تشبیہ غیر معین کی بیت معین سے فقط پہلی صورت مین ہی یعنی انہدام مین وجہ اولویت کی یہ ہی کہ جب معین مین صفت یعنی عمارت بیت معتبر ہوئی تو غیر
معین مین اعتبار عمارت کا بطریق اولی ہوگا **ولو ہدم السقف دون الحیطان فدخلہ حنث فی المعین** لانہ کالصفۃ الا فی المنکر لان الصفۃ تعتبر فیہ کما مر وعزاہ فی
البحر للبدائع لکن نظر فیہ فی النہر بانہ لا فرق حیث صلح فی البیتوتۃ اور اگر بیت کی چھت گر گئی نہ دیوارین پھر اُسمین داخل ہوا تو معین بیت کی قسم مین حانث ہوگا اسواسطے
کہ چھت معین بیت مین مانند صفت کے ہی اور صفت کا اعتبار معین مین نہین ہوتا اور حانث نہوگا بیت غیر معین کی قسم مین اسواسطے کہ غیر معین مین صفت معتبر ہی

چنانچہ اسکی تفصیل سابق مین مذکور ہوچکی اور بحرالرائق مین معین اور غیر معین کے فرق کو بدائع کی طرف نسبت کیا ہے لیکن اسمین نہر الفائق مین اعتراض کیا ہے کہ بیت معین اور
غیر معین مین کچھ فرق نہین جبکہ وہ شب باشی کے لائق ہو قید بہذہ الدار لانہ لو اشار ولم یسم بان قال ہذہ حنث بدخولہا علی ای صفۃ کانت کہذا المسجد فخرب لبقاء سجدالی یوم
القیمۃ بہ یعنی شارح کہتا ہے مصنف نے لایدخل ہذہ الدار کو باسم اشارہ اور تسمیہ مقید کیا اسواسطے کہ اگر فقط اشارہ کرے دار کی طرف اور نام نہ لے یعنی یون کے
کہ اسمین نہ داخل ہوگا تو حانث ہوگا دخول دار سے جس صفت پر کہ وہ ہو یعنے اگرچہ باغ یا حمام یا مسجد بنگئی ہو تو بھی حانث ہوگا چنانچہ ہذا المسجد مین یعنے قسم
کھائی کہ اس سجد مین نہ داخل ہوگا پھر وہ ویران ہوگئی اور وہ داخل ہوا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ مسجد کا حکم قیامت تک باقی رہتا ہے اگرچہ وہ ویران یا باغ
ہوجاوے اور یہ قول ہے ابو یوسف کا اسی پر فتوی ہے ولو زید فیہ حصۃ فدخلہا لم یحنث مالم یقل مسجد ابنی فلان فیحنث وکذلک الدار لانہ عقد یمینہ علی الاضافۃ وذلک موجود فی
الزیادۃ بدائع وبحر اور اگر مسجد مین کسی کی زمین کا حصہ زیادہ کرادیا گیا تو اسکے دخول سے حانث نہ ہوگا جب تک یون نہ کہے کہ فلانے قوم کی مسجد مین نہ داخل ہوگا پھر
جبکہ اسطرح کہیگا تو اسکی دخول سے حانث ہوگا اور ایسا ہی حکم ہے دار کا در صورت زیادت حصہ اسواسطے کہ حالف نے اپنی یمین کو منعقد کیا ہے اضافت پر
یعنے فلانی قوم کی مسجد پر اور یہ موجود ہے اُس زیادتی مین جو مسجد مین داخل ہوگئی کذا فی البحر عن البدائع ولو حلف لایجلس الی ہذہ الاسطوانۃ اوالی ہذا الحائط
فہدما ثم بنیا ولو بنقضہا او لایرکب ہذہ السفینۃ فنقضت ثم اعیدت بخشبہا لم یحنث اور اگر قسم کھائی کہ اس ستون یا اس دیوار کی طرف نہ بیٹھےگا پھر دونون
منہدم ہوگئے بعد اسکے بنائے گئے اگرچہ انکو توڑکر اسی اینٹ اور مٹی سے بنایا ہو یا یون قسم کھائی کہ اس ناؤ پر سوار نہ ہوگا پھر وہ توڑی گئی بعد اسکے اُسی
کی لکڑیون سے دوبارہ بنائی گئی تو ستون یا دیوار کے پاس بیٹھنے یا ناؤ کے سوار ہونے سے حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ پہلا نام زائل ہوگیا کذا فی حاشیۃ
الطحطاوی کما لو حلف لایکتب بہذا القلم فکسرہ ثم براہ فکتب بہ لان غیر المبری لایسمی قلما بل انبوبا فاذا کسرہ فقد زال الاسم وبقی زال الطلب
الیمین چنانچہ اگر قسم کھائی کہ اس قلم سے نہ لکھےگا پھر اُسکو توڑڈالا بعد اسکے پھر قلم تراشا اور اس سے لکھا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ غیر تراشے کا
نام قلم نہین ہوتا بلکہ اُسکو نَے کہتے ہین پھر جب قلم کو توڑا تو قلم کا نام زائل ہوگیا اور جب نام زائل ہوا تو قسم باطل ہوگئی مرطحطاوی نے کہا کہ بالفعل عرف بدلگیا
کہ اُسکو ٹوٹا قلم کہتے ہین تو نام زائل نہ ہوا تو تراش کر لکھنے کے بعد بھی حانث ہوگا والواقف علی السطح داخل عند المتقدمین خلافا للمتاخرین اور جو شخص
کہ چھت پر کھڑا ہے وہ گھر کے اندر داخل ہے فقہاء متقدمین کے نزدیک بخلاف متاخرین کے یعنی اگر قسم کھائی کہ اس گھر مین نہ داخل ہوگا پھر دوسرے گھر کی چھت سے اس گھر
کی چھت پر آیا تو متقدمین کے نزدیک حانث ہوگا نہ متاخرین کے نزدیک ووفق الکمال بحمل الحنث علی سطح لہ ساتر وعدمہ علی مقابلہ اور کمال الدین نے فتح القدیر مین جمع
مین القولین کیا ہے حنث کو اس چھت پر محمول کرکے کہ جسکے گرد پردہ ہے دیوار وغیرہ کا اور عدم حنث عدم پردہ پر محمول کیا ہے یعنی اگر چھت کے گرد احاطہ ہے تو اسپر قائم ہونے
سے حانث ہوگا بموجب قول متقدمین کے اور اگر اُسپر پردہ نہین تو حانث نہوگا بموجب قول متاخرین کے اسواسطے کہ دار عبارت ہے اُس سے جسکے گرد دائرہ محیط ہو اور
یہ امر نیچے اور اوپر دونون درجون مین حاصل ہے اور اگر چھت پر احاطہ نہین تو یہ بات حاصل نہین کذا فی الفتح وقال ابن الکمال ان الحالف من بلاد العجم لایحنث قال مسکین وعلیہ
الفتوی اور ابن کمال نے کہا کہ بلاد عجم کا قسم کھانے والا چھت پر قائم ہونے سے حانث نہین ہوتا اسواسطے کہ بلاد عجم کے عرف مین اُسکو داخل دار نہین کہتے علامہ مسکین نے
کہا اور اسی قول پر فتوی ہے مرحلبی نے کہا جب مدار قسم کا عرف پر ہوا تو علیہ الفتوی کہنا بے معنی ہے مگر اس فتوی کو بلاد عجم پر محمول کیجیے وفی البحر افاد انہ لو ارتقی شجرۃ او حائطا
حنث وعلی قول المتاخرین لا والظاہر قول المتاخرین فی الکل لانہ لایسمی داخلا عرفا کما لو حفر سردابا او قناۃ لاینتفع بہا اہل الدار اور بحرالرائق مین ہے کہ مصنف
کنز نے واقف علی السطح کو داخل قرار دیکر اشارہ کیا کہ اگر گھر والے درخت یا دیوار پر باہر سے کوئی چڑھ جاوے تو حانث ہوگا اور بقول متاخرین حانث
نہوگا اور ظاہر تو متاخرین کا قول ہے سب صورتون مین اسلیے کہ واقف علی السطح اور درخت اور دیوار کے چڑھنے والے کو عرف مین داخل دار نہین کہتے جیسے
اگر گھر کے نیچے باہر سے تہ خانہ کھودے یا بطور سرنگ ایسی نہر جاری کرے کہ گھر والے اُسکے پانی سے اندر کی جانب سے منتفع نہوتے ہون تو اس تہ خانہ اور

ہو مسقف کے گھسنے والے کو داخل وار نہین کہتے ۔ قال وعم اطلاقہ المسجد فلو فوقہ مسکن فدخلہ لم یحنث لانہ لیس بمسجد بدائع صاحب بحرالرائق نے کہا کہ واقف
علی السطح کو مطلق کہنا شامل ہو مسجد کو بھی تو اگر مسجد پر رہنے کا مکان ہو سواہین جاوے تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ وہ مکان مسجد نہین کذا فی البدائع ولو قید
الدخول بالباب حنث بالحادث ولو نقبا الا اذا عینہ بالاشارۃ بدائع اور اگر قسم کھانے والے نے دخول دار مین باب کی قید لگائی یعنے یون کہا کہ اس
گھر مین دروازہ سے نہ داخل ہوگا تو نئے دروازہ کے داخل ہونے سے بھی حانث ہوگا اگرچہ بطور نقب ہو مگر اُسوقت حانث نہ ہوگا جبکہ دروازہ
کو اشارہ سے معین کر دیا ہو کذا فی البدائع مم نقب سے مراد وہ ہو جو دروازہ بنانے کو دیوار توڑی گئی ہو کذا فی الطحطاوی والواقف بقدمیہ فی طاق
الباب ای عتبۃ یحنث لو اغلق الباب کان خارجا لا یحنث وان کان بعکسہ یحنث لو اغلق کان داخلا یحنث فی حلفہ لا یدخل اور جو شخص اپنے
دونون قدم سے دروازہ کے ایسے آستانہ پر کھڑا ہو کہ اگر دروازہ بند کیا جاوے تو آستانہ باہر ہو جاوے تو حانث نہوگا اور اگر اُسکے بالعکس ہو اسطرح کہ اگر
دروازہ بند ہو تو آستانہ گھر کے اندر ہو جاوے تو وہ حانث ہوگا اس قسم مین کہ گھر مین نہ داخل ہوگا مم طاق باب اور عتبہ اور سکفۃ الباب آستانہ ہو جسکو اہل ہند
دہلیز اور چوکھٹ بولتے ہین ولو کان المحلوف علیہ الخروج انعکس الحکم اور اگر خروج دار پر قسم کھائی ہو تو حکم بالعکس ہوگا یعنی یون قسم کھائی کہ واللہ مین اس
گھر سے باہر نجاؤنگا تو آستانہ داخلہ پر کھڑے ہونے سے حانث نہوگا اور آستانہ خارجہ پر کھڑے ہونے سے حانث ہوگا لکن فی المحیط حلف لا یخرج فرقی شجرۃ
فصار بحال لو سقط سقط فی الطریق لم یحنث لان الشجرۃ کبناء الدار لیکن محیط مین ہو قسم کھائی کہ اس گھر سے باہر نجاویگا پھر وہ گھر کے درخت پر چڑھ گیا سو اس
حال پر ہو گیا کہ اگر شاخ سے گرے تو گھر کے باہر راہ مین گرے تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ گھر کا درخت مانند عمارت دار کے ہو مم شارح نے استدراک کیا حکم سابق
کا یعنی بموجب روایت محیط کے آستانہ خارجہ کا کھڑا ہونے والا بھی خارج نہین مگر یہ کہ عرف کو فارق کہیے کذا فی الطحطاوی وہذا الحکم المذکور اذا کان
الحالف واقفا بقدمیہ فی طاق الباب فلو وقف باحدی رجلیہ علی العتبۃ وادخل الاخری فان استوی الجانبان او کان الجانب
الخارج اسفل لم یحنث وان کان الجانب الداخل اسفل حنث زیلعی وقیل لا یحنث مطلقا ہو الصحیح ظہیریۃ لان الانفصال التام لا یکون الا
بالقدمین اور یہ حکم مذکور یعنی آستانہ خارجہ اور داخلہ کا فرق اُسوقت تک ہو جبتک کہ قسم کھانے والا اپنے دونون قدم سے دروازہ کے آستانہ پر کھڑا ہو سو اگر ایک قدم
سے آستانہ پر کھڑا ہوا اور دوسرا قدم اندر گھر کے داخل کرے سو اگر دونون طرفین خارجی اور داخلی برابر ہون یا خارجی طرف پست ہو داخلی سے تو حانث نہوگا عدم
دخول کی قسم مین اسواسطے کہ تمام بدن کا بوجھ پست جانب کی طرف ہوتا ہو اور اگر داخلی طرفین نیچی ہون خارجی طرف سے تو حانث ہوگا کذا فی شرح الزیلعی اور دوسرا
قول یہ ہو کہ کسی طرح حانث نہوگا خواہ داخلی طرف پست ہو یا خارجی اور یہی قول صحیح ہو کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ پوری جدائی بدون دونون قدم کے نہین ہوتی
اور ایک قدم کے رکھنے مین اگرچہ پست جانب کی طرف بدن کا بوجھ زیادہ ہوتا ہو لیکن دوسرے قدم کی طرف بھی لگاؤ رہتا ہو ودوام الرکوب واللبس والسکنی
کالانشاء فیحنث بمکثہ ساعۃ اور دوام رکوب اور لبس اور سکونت مانند انشاء کے ہو تو ایکساعت کے توقف سے بھی حانث ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ اس جانور پر
سوار نہوگا اور حالانکہ اُسپر سوار ہو یا قسم کھائی کہ اس قمیص کو نہ پہنیگا حالانکہ وہ اُسکو پہنے ہو یا قسم کھائی کہ اس حویلی مین نہ سکونت کریگا حالانکہ اُسمین ساکن ہو
تو اگر بعد اس قسم کے ایکساعت بھی سوار رہیگا یا قمیص نہ اُتاریگا یا گھر سے باہر نکل نہ جاویگا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ دوام اور ثبات ان افعال کا بجاے
انشاء افعال ہو گویا اب سوار ہوا یا اب قمیص پہنا یا اب سکونت کی لا دوام الدخول والخروج والتزوج والتطہیر لان الضابطۃ ان ما یمتد فلدوامہ حکم ابتداء
والا فلا اور دوام دخول اور خروج اور تزوج اور تطہیر انشاء کے مانند نہین اسواسطے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہو کہ جو فعل لائق استداد اور دیرپائی کے ہو مانند رکوب
اور لبس اور سکونت کے تو اُسکے دوام کو ابتداء فعل کا حکم ہو اور جو فعل دیرپائی کے لائق نہین مانند دخول وغیرہ کے اُسکے دوام کو ابتداء کا حکم نہین تو
اگر قسم کھائی کہ اِس گھر مین داخل نہوگا حالانکہ اُسمین داخل ہو یا اُس سے نکلے گا حالانکہ وہ خارج ہو یا اُس عورت سے نکاح نکریگا حالانکہ وہ اُسکی منکوحہ ہو

یا وضو نکریگا حالانکہ وہ باوضو ہو تو باوجود دوام ان افعال کے حانث نہوگا اور دوام سے مراد یہ ہو کہ ایکساعت بعد قسم کے اُسی حالت پر باقی رہے کذا فی المنح

وہذا لو الیمین حال الدوام اما قبلہ فلا فلو قال کلما رکبت فانت طالق او فعلی درہم ثم رکب دوام لزمتہ طلقۃ وورہم ولو کان راکبا لزمہ فی کل ساعۃ یمکنہ النزول طلقۃ و درہم اور یہ یعنی دوام کو حکم ابتدا کا ہونا اُس شرط پر ہو کہ حالت دوام مین قسم ہوا اور اگر قبل اسکے قسم ہو گی تو دوام فعل کو حکم ابتدا کا نہین تو اگر اُسنے کہا کہ جب مین سوار ہون تو تو طالق ہو یا مجھپر ایک درم واجب ہو تو بعد اسکے سوار ہوا اور سوار بنا رہا تو اُسپر ایک طلاق اور ایک ہی درم لازم ہوگا اور اگر قسم سے پہلے سوار ہوگا تو اُسپر ہر ایک ساعت مین جسمین سواری سے اُترنا ممکن ہو ایک ایک طلاق اور درم لازم ہوگا کذا فی المنح عن المجتبی قلت فی عرفنا

لا یحنث الا بابتداء الفعل فی الفصول کلہا وان لم ینو والیہ مال استاذنا مجتبی صاحب مجتبی نے کہا مین کہتا ہون کہ ہمارے عرف مین حانث نہین ہوتا مگر ابتداء فعل سے سب افعال مذکورہ مین اگرچہ نیت نہ کرے اور اسی کی طرف ہمارے اُستاد نے میلان کیا ہو یعنی خواہ فعل ممتد ہو جیسے رکوب یا غیر ممتد ہو جیسے دخول خواہ قسم درحالت تلبس فعل ہو یا نہ ہو بہر صورت دوام فعل کو ابتداء فعل کا حکم نہین تو عرفا حانث نہوگا مگر ابتداء فعل سے اور ایک روایت ابو یوسف کی اسکی مؤید ہو کذا فی المنح حلف لا یسکن ہذہ الدار او البیت او المحلۃ یعنی الحارۃ فخرج وبقی متاعہ واہلہ حتی لو بقی وتد حنث قسم کھائی کہ اس گھر یا اس بیت یا اِس گلی محلہ مین سکونت نہ کریگا سو خود حالف وہانسے نکل گیا اور اُسکا اسباب خواہ اُسکی زوجہ اور اولاد باقی رہی یہانتک کہ اُسکے اسباب مین سے ایک مینخ بھی اگر باقی رہ جاویگی تو حانث ہوگا اسواسطے کہ سکونت عرفی عبارت ہو بقاء متاع اور اہل سے چنانچہ اہل بازار تمام دن بازار مین رہتے ہین لیکن وہین کے کہلاتے ہین جہان اُنکے اہل وعیال اور اسباب رہتا ہو م واہلہ کا واو بمعنی او ہو لہذا ترجمہ اسی طرح کیا اسواسطے کہ بقاء متاع اور بقاء اہل ہر ایک علت مستقلہ ہو حنث کی کذا فی المنح واعتبر محمد نقل ما یقوم بہ السکنی وہو ارفق وعلیہ الفتوی قالہ العینی ولو انتقل الی سکۃ او مسجد علی الاوجہ قال الکمال واقرہ فی النہر اور اعتبار کیا ہو محمدؒ نے نقل اسباب خانگی مین اُسقدر کو جس سے سکونت حاصل ہو اور یہ قول آسان تر ہو اور اسی پر فتوی ہو بقول شیخ الاسلام عینی یعنی سب اسباب کا اُٹھا لیجانا بقول محمدؒ ترک سکونت کیواسطے لازم نہین بلکہ اگر بقدر ضرورت سکنی نقل متاع کریگا تو حانث نہوگا اگرچہ کسی گلی یا مسجد مین نقل مکان کیا ہو بنا بر قول اوجہ یہ کہا ہو کمال الدین نے اور قائم رکھا ہو اُسکو نہر الفائق مین م نہر الفائق مین کہا کہ ہر یمین کیواسطے نقل متاع اور اہل کافی ہو خواہ یہ نقل کسی حویلی کی طرف ہوا ہو خواہ کسی گلی یا مسجد کی طرف اور اطلاق عدم حنث اوجہ ہو بقول صاحب فتح القدیر خلافا للہدایۃ انتہی ملخصا وہذا لو الیمین بالعربیۃ ولو بالفارسیۃ بر بخروجہ بنفسہ اور یہ یعنی بقاء متاع یا اہل سے حانث ہونا اس شرط پر ہو کہ جب یمین حالف کی عربی زبان مین ہو اور اگر فارسی زبان مین قسم ہو تو حالف اپنی قسم مین سچا ہوگا اپنی ذات کے نکلنے سے بنا بر عرف فارس کے اگرچہ متاع اور اہل باقی رہے کما لو کان سکناہ تبعا چنانچہ اگر سکونت حالف کی بالتبع ہو نہ بالاصالت چنانچہ بڑا بیٹا باپ کے ساتھ رہتا ہو یا زوجہ زوج کے ساتھ تو خروج بنفسہ سے حنث نہین وکما لو ابت المرأۃ النقلۃ وغلبتہ او لم یمکنہ الخروج

ولو بدخول لیل او غلق باب دار اشتغل بطلب دار آخری او دابۃ فان بقی ایاما او کان لہ امتعۃ کثیرۃ فاشتغل بنقلہا بنفسہ وان امکنہ ان یستکری دابۃ لم یحنث او چنانچہ عورت نے نقل مکان سے انکار کیا اور زوج پر غالب آئی یا حالف کو گھر سے نکلنا ممکن نہوا اگرچہ رات ہو جانے سے یا دروازہ بند ہو جانے سے یا حالف دوسرے گھر یا سواری کی تلاش مین مشغول رہا اگرچہ اِس تلاش مین اسی گھر مین چند روز موجود رہا یا حالف کا اسباب بہت تھا اور اُسکے اُٹھا لیجانے مین بذات خود مشغول رہا اگرچہ اُسکو کرایہ دینا جانور کا اسباب لادنے کے واسطے ممکن تھا اِن سب صورتون مین حانث نہوگا ولو نوی التحول ببدنہ دین وعند الشافعی یکفی خروجہ بنیۃ الانتقال اور اگر عدم سکونت کی قسم مین حالف نے فقط اپنے بدن کا اُٹھ جانا مراد لیا ہو تو باعتبار دیانت کے اُسکی تصدیق ہو گی نہ بنا بر قضا کے اور امام شافعی کے نزدیک نکلنا حالف کا انتقال کی نیت سے عدم حنث مین کافی ہو بخلاف المصر والبلد والقریۃ فانہ یبر بنفسہ فقط بخلاف شہر اور بلد اور گانون کے یعنی اگر قسم کھائی کہ اس شہر یا گانو مین

نہ رہیگا تو حانث نہوگا فقط بذات خود نکلنے سے اگرچہ متاع اور اہل اُسی شہر مین ہون بنابر عرف کے نہر الفائق مین کہا کہ ہمارے شہر کے عرف مین متاع اور اہل کے
رکھنے سے انسان ساکن گنا جاتا ہی تو خروج بنفسہ سے حانث ہوگا فروع مسئلہ ملحقہ شارح کا حلف لایساکن فلانا فساکنہ فی عرصۃ دار او ہذا فی حجرۃ وہذہ فی حجرۃ حنث
لاان تکون دارا کبیرۃ والاتقاسماہا بحائط بینہما ان عین الدار فی یمینہ حنث وان نکرہا لا ولو دخلہا فلان غصبا ان اقام معہ حنث علم او لا وان انتقل فورا لا کما لو
نزل ضیفا وکذا لو سافر الحالف فسکن فلان مع اہلہ بہ یفتی لانہ لم یساکنہ حقیقۃ قسم کھائی کہ مثلاً زید کے ساتھ سکونت نہ کریگا پھر اُسکو گھر کے میدان مین رکھا
یا حالف ایک کوٹھری مین ہی اور زید دوسری کوٹھری مین تو حانث ہوگا مگر اُس وقت مین حانث نہ ہوگا جب گھر بہت بڑا ہو اور اگر گھر کو حالف اور
زید نے تقسیم کر لیا اور میان مین دیوار قائم کر کے تو اگر گھر کو قسم مین معین کر لیا یعنے یون کہا ہو کہ اس گھر مین زید کے ساتھ سکونت نہ کریگا تو باوجود تقسیم
بھی حانث ہوگا اور اگر گھر معین نہین کیا قسم مین تو قسم مذکور سے حانث نہ ہوگا اور اگر گھر مین زید داخل ہو گیا بطور غصب کے تو اگر حالف نے
غاصب کے ساتھ اقامت کی تو حانث ہوگا خواہ حالف کو اُسکے رہنے کا علم ہو یا نہو اور اگر حالف بمجرد دخول زید کے نکل گیا تو حانث نہ ہوگا چنانچہ اس
صورت مین حانث نہین ہوتا اگر مثلاً زید حالف کے گھر مین بطور مہمان کے اُترے اور اسی طرح اگر حالف سفر مین جاوے تو پھر زید اُسکے گھر مین اسکے عیال
کے ساتھ رہے اسواسطے کہ حالف نے اُسکو فی الحقیقت ساکن نہین کیا ہم تا وقتیکہ مہمان پندرہ روز اقامت نکریگا حالف کے ساتھ ساکن نہ گنا جاویگا اور
اُسکو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ سکونت بدون اہل اور متاع کے متحقق نہین ہوتی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن البحر ولو قید المساکنۃ بشہر حنث بساعۃ لعدم امتدادہا
بخلاف الاقامۃ بحر اور اگر حالف مساکنت کو ایک مہینہ کر مقید کریگا یعنے یون کہیگا کہ مین زید کے ساتھ ایک مہینہ سکونت نہ کرونگا تو ایک ساعت
کی سکونت سے بھی حانث ہوگا اسواسطے کہ مساکنت مین امتداد نہین بخلاف اقامت کے کذا فی البحر عدم امتداد سکنی غیر مسلم ہی چنانچہ مصنف
مذکور کر چکا ہی کہ دوام رکوب اور سکنی در حکم ابتدا ہی اور کنز مین بھی اسی کے موافق ہی تو حق یہ ہی کہ بدون مساکنت ایک مہینے کے حانث نہوگا کذا فی
حاشیۃ الحلبی وفی خزانۃ الفتاوی حلف لا یضربہا فضربہا من غیر قصد لا یحنث اور خزانۃ الفتاوی مین ہی قسم کھائی کہ عورت کو نہ ماریگا پھر اُسکو بلا قصد مارا تو حانث
نہ ہوگا وحنث فی لایخرج من المسجد ان حمل واخرج مختارا بامرہ وبدونہ بان حمل مکرہا لایحنث ولو راضیا بالخروج فی الاصح اور حانث ہوگا
اس قول مین کہ مسجد سے نہ خارج ہوگا اگر اُٹھایا گیا اور بخوشی نکالا گیا اپنے امر سے اور اگر بدون امر نکالا گیا اسطرح کہ زبردستی اُٹھایا گیا تو حانث ہوگا
قول اصح مین اگرچہ بعد جبر کے خروج سے راضی ہو گیا ہو ومثلہ لایدخل اقساما واحکاما اور مانند خروج کے دخول ہی اقسام اور احکام مین ہم اگر قسم کھائی
کہ مسجد مین نہ داخل ہوگا تو اگر اپنے امر سے داخل کیا گیا تو حانث ہوگا اور اگر زبردستی داخل کیا گیا تو حانث نہ ہوگا اور خروج مین شارح نے مسجد کی
قید اسواسطے لگائی کہ خروج دار بذات خود بدون متاع و اہل کے معتبر نہین چنانچہ پہلے مذکور ہو چکا واذا لم یحنث بدخولہ بلا امرہ او زلق او
عثر او ہبوب ریح او جمح دابۃ علی الصحیح ظہیریۃ لاتنحل یمینہ لعدم فعلہ علی المذہب الصحیح فتح وغیرہ وفی البحر عن الظہیریۃ بہ یفتی لکنہ خالف فی فتاواہ فافتی
بالحل لہا آخذ القول ابی شجاع لانہ ارفق لکنک علمت المعتمد اور جب کہ حانث نہ ہو دخول بلا امر سے اگر پھسلنے یا ٹھوکر کھانے یا اندھے کے
چلنے یا جانور کی سرکشی سے بنابر قول صحیح داخل ہو گیا ہو کذا فی الظہیریہ تو حالف کی یمین نہ باطل ہوگی بسبب اُسکے عدم فعل کے بنابر مذہب
صحیح کے کذا فی فتح القدیر وغیرہ اور بحر الرائق مین ظہیریہ سے منقول ہی کہ عدم بطلان یمین پر فتوے ہی تو بعد اسکے اگر داخل ہوگا تو حانث ہوگا
لیکن صاحب بحر الرائق نے اپنے فتاوے مین اُسکے مخالف کہا ہی سو بطلان یمین کا فتوے دیا ہی بدلیل قول ابو شجاع کے اسواسطے کہ بطلان یمین
لوگون کے حق مین آسان تر ہی تاکہ حانث نہ ہون لیکن تجھکو قول معتمد یعنے عدم بطلان یمین فتح القدیر وغیرہ سے معلوم ہو چکا ہی تو فتوی صاحب
بحر کا لائق اعتماد کے نہین ولایحنث فی قولہ لایخرج الا الی جنازۃ ان خرج الیہا قاصدا عند الفصالہ من باب دارہ مشی معہا ام لا ثم اتی البدائع

ان خرجت الا الی المسجد فانت طالق فخرجت تريد المسجد ثم بدا لها فذهبت لغير المسجد لم تطلق اور حانث نہ ہوگا اس قول مین کہ نہ نکلیگا گھر سے مگر جنازہ کی طرف
اگر خارج ہوا جنازہ کے واسطے اسکی طرف ارادہ کرکے اپنے گھر کے دروازہ سے جدا ہونے کے وقت خواہ جنازہ کے ساتھ چلا یا نہ چلا اسواسطے کہ بدائع
مین مصرح ہی کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر مسجد کے سوا تو نکلے تو تو طالق ہی سو وہ مسجد کا ارادہ کرکے نکلی پھر بعد خروج کے اُسکے دلمین آیا سو غیر
مسجد کی طرف چلی گئی تو مطلقہ نہوگی م اسواسطے کہ شرط طلاق خروج غیر مسجد تھا سو پایا نہ گیا یعنی دروازے سے جدا ہونے کیوقت اسکو غیر مسجد مقصود نہ تھا اگرچہ
بعد خروج کے کہین اور چلی گئی ثم اتی امرا آخر لان الشرط فی الخروج والذہاب والرواح والعیادۃ والزیارۃ النیۃ عند الانفصال لا الوصول الا فی الاتیان یعنی
قسم کھائی کہ سوائے جنازہ کے نہ نکلیگا سو بقصد جنازہ دروازہ سے جدا ہوا پھر دوسرے کام کو چلا گیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ خروج اور ذہاب اور رواح اور عیادت اور
زیارت مین نیت شرط ہی دروازہ سے جدا ہونے کے وقت اور پہونچنا مقصود کیطرف شرط نہین مگر اتیان کی لفظ مین البتہ وصول مقصود شرط ہی انفصال
کیوقت نیت ہو یا نہو طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کلام شارح اُسپر دلالت کرتا ہی کہ اگر عیادت اور زیارت کی نیت سے نکلے تو حانث نہ ہوگا مریض کے گھر تک پہونچے یا نہ پہونچے
حالانکہ بحر الرائق سے یون مستفاد ہوتا ہی کہ اُسکے گھر کے دروازے تک جانا اور اجازت دخول کی مانگنا عدم حنث مین ضرور ہی فلو حلف لا یخرج او لا یذہب او لا
یروح بحر بحثا الی مکۃ فخرج یریدہا ثم رجع عنہا قصد غیرہا ام لا نہر حنث اذا جاوز عمران مصرہ علی قصدہا ان بینہ و بینہا مدۃ سفر والا حنث بمجرد انفصالہ
فتح بحثا سو اگر قسم کھائی کہ نہ خارج ہوگا یا نہ جاویگا طرف مکہ کے پھر نکلا اُسکے قصد پر پھر اُسکی طرف سے پلٹ آیا مکہ کے سوا کسی طرف کا قصد کیا یا نہ کیا کذا
فی النہر تو حانث ہوگا جبکہ اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکلیگا مکہ کے قصد پر بشرطیکہ اُس شہر اور مکہ مین مدت سفر کی ہو یعنی تین منزل یا زیادہ اور اگر
دونون مین اتنا فاصلہ نہوگا تو بمجرد جدا ہونے شہر سے حانث ہوگا بلا تجاوز عمران کذا فی فتح القدیر بحثا اور رواح کو مانند خروج اور ذہاب کے کہنا
جو دیہ صاحب بحر کی م صاحب بحر الرائق نے کہا کہ لفظ رواح مین مین نے اپنے علما کی تصریح نہین دیکھی حالانکہ اہل مصر اسکو بہت بولتے ہین لیکن
ازہری لغوی نے کہا کہ لغت عرب مین رواح بمعنی ذہاب ہی خواہ اول شب مین ذہاب ہو یا آخر شب مین تو اس تقدیر مین لا یروح در حکم لا یذہب کے ہوگا
فتح القدیر مین ہی کہ خروج اس مثال مین بمعنی سفر کے ہی اسواسطے کہ مکہ کیطرف جانا بلا شبہہ سفر ہی لہذا تجاوز عمران شہر حنث کی شرط ہوئی و فیہ حلف لیخرجن
مع فلان العالم الی مکۃ فخرج معہ حتی جاوز البیوت بر اور فتح القدیر مین ہی قسم کھائی کہ البتہ نکلیگا فلانے عالم کے ساتھ طرف مکہ کے پھر اُسکے ساتھ نکلا
یہانتک کہ گھرون سے باہر ہو گیا تو اپنی قسم کو قائم رکھا حانث نہوا اگرچہ مکہ تک نجاوے اور پھر آوے و فی لا یخرج من بغداد فخرج مع جنازۃ والمقابر خارج بغداد
حنث اور اس قسم مین کہ بغداد سے نہ نکلیگا سو جنازہ کے ساتھ نکلا اور حالانکہ قبرستان بغداد سے خارج ہی تو حانث ہوگا و فی لا یاتیہا لا یحنث الا بالوصول
کما مر والفرق لا یخفی اور یون قسم کھانے مین کہ مکہ مین نہ آویگا اور نہ داخل ہوگا حانث نہوگا بدون وصول کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ اتیان مین وصول شرط ہی
اور فرق خروج اور اتیان کا مخفی نہین م بحر الرائق مین ہی کہ خروج اور اتیان مین یہ فرق ہی کہ خروج بقصد مکہ پایا گیا شہر کے نکلنے سے اور یہی شرط تھی حنث
کی اسواسطے کہ اندر سے باہر کی طرف منفصل ہونا ہی حقیقت ہی خروج کی اور اتیان عبارت ہی وصول سے نہ مجرد انفصال سے کذا فی حاشیۃ الحلبی
کما لا یحنث لو حلف ان لا تاتی امراتہ عرس فلان فذہبت قبل العرس وکانت ثمہ حتی مضے العرس لانہا ما اتت العرس بل العرس اتاہا
ذخیرہ چنانچہ زوج حانث نہین ہوتا اگر یون قسم کھاوے کہ اُسکی زوجہ مثلا زید کی شادی مین نہ آویگی سو اُسکی زوجہ قبل شادی کے زید کے
گھر گئی اور وہین رہی یہانتک کہ شادی ہو گئی اسواسطے حانث نہ ہوگا کہ عورت شادی مین نہ آئی بلکہ شادی اُسکے پاس آئی یعنی اُسکی مدت تا
مین شادی ہو گئی کذا فی الذخیرہ حلف لیاتینہ نحو ان یاتی منزلہ او حانوتہ لقیہ ام لا قسم کھائی کہ اُسکے پاس جاویگا تو یہ اتیان اُسکے گھر یا دکان
جانے سے عبارت ہی خواہ اُس سے ملاقات ہو یا نہ ہو یعنی اگر اُسکے گھر یا دکان مین گیا تو حانث ہوگا ملاقات اسمین شرط نہین ہو یا نہو ولو لم یاتہ

حتی مات احدہما حنث فی اخر حیوتہ وکذا کل یمین مطلقۃ اما الموقتۃ فیعتبر آخرہ فان مات قبل مضیہ فلا حنث وقولہ حنث لتقیید انہ لو ارتد ولحق لا یحنث لبطلان یمینہ بالردۃ بمجرد الردۃ کما مر فتدبر

اور اگر حالف محلوف علیہ کے پاس نہ آیا یہانتک کہ دونون مین سے کوئی مرگیا تو حالف حانث ہوگا اپنی اخیر حیوۃ مین اسی طرح ہر مطلق قسم مین جسکا وقت معین نہین کیا آخر حیوۃ مین حانث ہوگا اور موقت قسم مین تو آخر وقت اسکا معتبر ہو چنانچہ یون کہنا کہ مثلاً تیسری تاریخ محرم کی زید کے پاس جاوینگا تو تیسری تاریخ کے اخیر دن مین حانث ہوگا پھر اگر مرگیا قبل گذرنے وقت معین کے مثلاً تیسری تاریخ سے پہلے مرگیا تو حانث نہ ہوگا اور مصنف کا یون کہنا کہ اخیر حیات مین حانث ہوگا اسکا مفید ہوا کہ اگر حالت یمین مطلق مین مرتد ہوگیا اور دار الحرب مین جاملا تو حانث نہ ہوگا بسبب باطل ہونے یمین باللہ کے بمجرد ارتداد کے چنانچہ کتاب الیمین کے اول مین مذکور ہوچکا کہ یمین باللہ مین اسلام شرط ہو سو اسکو غور کر وجہ غور کی یہ ہو کہ مصنف کے کلام مین موت سے حقیقی موت مراد ہو نہ حکمی اسواسطے کہ ارتداد حکمی موت ہو اور شارح نے یمین باللہ کی قید سے اشارہ کیا کہ اگر طلاق کی یمین ہوگی تو ارتداد سے باطل نہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

حلف لیاتینہ غداً ان استطاع فہی استطاعۃ الصحۃ لانہ المتعارف فیقع علی رفع الموانع کمرض وسلطان وکذا جنون ونسیان

بحر قسم کھائی کہ کل زید کے پاس جاویگا بشرط استطاعت تو یہ استطاعت صحت پر محمول ہو اسواسطے کہ یہی متعارف ہو نہ موت حقیقی پھر جب استطاعت سے صحت مراد ہوئی تو رفع موانع پر واقع ہوگی چنانچہ بیماری یا منع کرنا بادشاہ کا اور اسیطرح جنون اور نسیان بھی موانع مین داخل ہین تجویز صاحب بحر الرائق یعنی جب استطاعت صحت رفع موانع سے عبارت ہوئی تو اگر حالف قسم کو بھول گیا یا وہ مجنون ہوگیا تو سزاوار یہ ہو کہ حانث نہو اسواسطے کہ نسیان اور جنون بھی موانع فعل مین داخل ہین کذا فی المنح طحطاوی نے کہا کہ استطاعت صحت عبارت ہو سلامت جوارح اور صحت اسباب سے اور امام محمد نے اسکو عدم مرض اور منع سلطان کر مفسر کیا ہو

وان نوی بہا القدرۃ الحقیقیۃ المقارنۃ للفعل صدق دیانۃ لا قضاء علی الاوجہ فتح لانہ خلاف الظاہر وقد اظہر الزاہدی اعتزالہ ہنا فی المجتبی کما اظہرہ فی القنیۃ

نے موضعین من الفاظ التکفیر اور اگر حالف مثال سابق مین استطاعت سے قدرت حقیقی جو فعل سے متصل ہوتی ہو مراد لیگا تو دیانۃً اسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً بنابر اوجہ قول کے کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ استطاعت سے قدرت حقیقی مراد لینا خلاف ہو ظاہر عرف کے لہذا اسکی تصدیق قضاءً نہ ہوگی اسواسطے کہ قاضی خلاف ظاہر کو نہین مانتا اور البتہ زاہدی نے اپنا اعتزال یہان کتاب مجتبی مین ظاہر کیا ہو جیسے قنیہ مین اسکو دو مقام مین منجملہ الفاظ تکفیر کے ظاہر کیا ہو مراہل سنت کے نزدیک افعال عباد بالکل حق تعالے کی قدرت سے واقع ہوتے ہین اور اُسی کے مخلوق ہین اور معتزلہ کا یہ مذہب ہو کہ عبد موجد ہو اپنے فعل کا اپنے اختیار سے شمنی نے کہا قدرت وہ صفت ہو جسکو حقتعالی حیوان مین پیدا کرتا ہو اکتساب فعل کے واسطے نزدیک بعد سلامت آلات و اسباب اور قدرت نہین ہوتی مگر متصل فعل کے فتح القدیر مین ہو کہ قدرت عبد مین فعل سے سابق نہین ہوتی بلکہ فعل کے ساتھ پیدا ہوتی ہو اور فعل مین اُسکو کچھ تاثیر نہین اسواسطے کہ افعال عباد مخلوق ہین خدا کے اور زاہدی نے اپنا اعتزال یون ظاہر کیا ہو کہ حقیقت استطاعت کو مقارن فعل کہنا باطل ہو اسواسطے کہ یہ اشعریہ اور اہل سنت کے مذہب پر مبنی ہو اسواسطے کہ اگر ایسا ہی ہو تو فرعون اور ہامان اور باقی کفار جو کفر مین رہے ہین وہ قادر نہ تھے ایمان پر اور اُنکو ایمان کر مکلف کرنا تکلیف ما لا یطاق تھا اور انبیا علیہم السلام کا آنا اور کتب آسمانی کا نازل کرنا اور اوامر اور نواہی اور وعدہ اور وعید اُنکے حق مین بیفائدہ ہوا انتہی کلامہ حالانکہ یہ قول اُسکا غلط ہو اسواسطے کہ تکلیف شرعی قدرت حقیقی پر موقوف نہین تا اسکا اعتراض وارد ہو بلکہ قدرت ظاہری اسکے واسطے کافی ہو یعنی سلامت اعضا اور صحت اسباب چنانچہ اسکی تفصیل علم کلام اور کتب اصول مین مذکور ہو کذا فی المنح ودلائل الاسرار والطحطاوی

ولا تخرجی بغیر اذنی او الا باذنی او بامری او بعلمی او برضای شرط للبر لکل خروج اذن الا لغرق او حرق او فرقۃ ولو نوی الاذن مرۃ دین وتنحل یمینہ بخروجہا مرۃ بلا اذن

کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ نکلیو گھر سے بغیر میرے اذن یا مگر میرے اذن سے یا مگر میرے حکم یا علم یا میری رضامندی سے تو اس قسم کے قائم رکھنے کیواسطے ہر بار نکلنے مین زوج کا اذن شرط ہو مگر ڈوبنے یا جل جانے کے خوف سے یا جدائی کے سبب سے نکلنے مین اذن شرط نہین اور اگر اس کلام مین زوج ایکہی بار کی اجازت مراد رکھیگا تو

دیانۃً اسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اور یمین باطل ہوگی عورت کے ایک بار بلا اذن نکلنے سے یعنی جب ایک بار بلا اجازت نکلی تو زوج حانث ہوا پھر دوسری بار بلا اذن
نکلنے سے حانث نہو گا کذا فی النہر ولو قال کلما خرجت فقد اذنت لک سقط اذنہ ولو نہاہا بعد ذلک صح عند محمد وعلیہ الفتوی ولوالجیہ اور بعد یمین مذکور کے زوج نے
کہا کہ جو بار کہ تو نکلے سو البتہ مین نے تجکو اجازت دی ہو تو اس کلام سے ہر بار کا اذن لینا ساقط ہو جاتا ہو اور اگر بعد اس اذن عام کے اسکو منع کریگا نکلنے
سے تو صحیح ہو امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہو کذا فی الولوالجیہ وفی الصیرفیۃ حلف بالطلاق لانقل اہلہ لبلد کذا فرفع الامر للحاکم فبعث رجلا بازن فنقل اہلہ
لا یحنث اور صیرفیہ مین ہو کر قسم کھائی طلاق کی کہ اپنے اہل کو فلانے شہر مین نہ لیجاویگا پھر نالش ہوئی حاکم کے پاس سو حاکم نے ایک مرد کو باذن زوج
بھیجا سو وہ اسکی اہل کو اسی شہر مین لے آیا تو زوج حانث نہو گا اس لیے کہ حاکم پاس نالش کرنے سے حاکم ماموز نہین ہو جاتا کہ مامور کا فعل آمر کی طرف منسوب ہو
کذا فی النہر بخلاف قولہ الا ان او حتے اذن لک لانہ للغایۃ بخلاف اس قول کے کہ نہ نکلیو گھر سے مگر یہ کہ مین تجکو اذن دون یا نہ نکلیو تا اینکہ مین تجکو اذن
دون اسواسطے کہ یہ قول غایت کے واسطے ہو مع لاتخرجی الا باذنی مین ہر بار اجازت شروط ہو اسواسطے کہ استثنا مفرغ ہو اور مستثنی اخروج مقرون
بالاذن ہو بخلاف لاتخرجی حتی اذن لک کے کہ اسمین اذن غایت ہو خروج کی تو ایک بار کا اذن کافی ہو ہر خروج مین اذن لازم نہین حتی کا غایت
کیواسطے موضوع ہونا تو صریح ہو اور الا ان بمعنی حتی ہو مجازاً کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو نوی التعدد صدق اور اگر زوج الا ان اور حتی مین تعدد اذن کی
نیت کریگا تو اسکی تصدیق ہوگی قضاءً اسواسطے کہ اسکا کلام محتمل ہو تعدد کا اور اسمین خود اسکی ذات پر تشدید ہو کذا فی النہر **حلف لا یدخل دار فلان**
یراد بہ نسبۃ السکنی الیہ عرفا ولو تبعا او باعارۃ قسم کھائی کہ داخل نہو گا فلانے گھر مین مثلاً زید کے گھر مین تو مراد اُس سے سکونت کی نسبت ہو طرف زید کے بنا بر عرف کے
اگرچہ سکونت اسکی بالتبع ہو نہ بالاصالت یا بطریق عاریت ہو یعنی دار زید سے عرف مین وہ گھر مراد ہو جسمین زید رہتا ہو خواہ وہ مملوک ہو یا عاریت یا بکرایہ ہو سکونت
اسکی بالاصالت ہو یا کسی کے ساتھ رہتا ہو جیسے سکونت بیٹی کی مان کے ساتھ یا سکونت زوجہ کی زوج کے ساتھ بالتبع ہو نہ بالاصالت بہر صورت جس گھر مین
زید ساکن ہو گا اُس گھر مین داخل ہونے سے حالف حانث ہو گا اور اگر ایک گھر زید کا مملوک ہو اور اسمین وہ نہین رہتا ہو تو اسکے داخل ہونے سے حانث نہو گا باعتبار
عموم المجاز ومعناہ کون محل الحقیقۃ فرداً من افراد المجاز یعنی دار فلان سے دار سکونہ مراد ہو باعتبار عموم مجاز کے اور عموم مجاز کا یہ مطلب ہو کہ محل حقیقت یعنی کلمہ حقیقی ایک فرد ہو جائے
افراد مجاز سے یعنی مجازی معنے ایسے عام ہون کہ حقیقی معنی اُسمین داخل ہو جاوین چنانچہ یہان دار سکونہ مین دار مملوکہ داخل ہو شارح نے اشارہ کیا کہ یہان
جمع بین الحقیقت والمجاز نہ کوئی سمجھے اسواسطے کہ وہ حنفیہ کے نزدیک جائز نہین بلکہ عموم مجاز مراد ہو **او حلف لا یضع قدمہ فی دار فلان حنث**
بدخولہا مطلقا ولو حافیا او راکبا لما تقرر ان الحقیقۃ متے کانت متعذرۃ او مہجورۃ صیر الی المجاز حتی لو اضطجع و وضع قدمیہ لم یحنث یا یون قسم کھائے کہ اپنا
قدم نہ رکھیگا فلانے کے گھر مین تو حانث ہو گا اسمین داخل ہونے سے ہر طرح سے اگرچہ برہنہ پا یا سوار داخل ہوا اسواسطے کہ اصول مین ثابت ہو چکا ہو کہ جب حقیقت
متعذر یا متروک ہوتی ہو تو مجاز ٹھہرایا جاتا ہو یہانتک کہ اگر گھر کے باہر لیٹے اور اپنے دونون قدم گھر کے اندر رکھدے حانث نہو گا اسواسطے کہ اس صورت مین
اگرچہ وضع قدم ثابت ہو لیکن اسکو دخول نہین کہتے ہم خلاصہ یہ ہو جب وضع قدم سے عرفاً دخول مراد ہوا بسبب متروک ہونے حقیقی معنی کے تو سوار
ہونے مین ہر چند وضع قدم نہین لیکن حانث ہو گا اور لیٹنے کی صورت مین ہر چند وضع قدم ہو لیکن حانث نہین اور حقیقی معنی کا متعذر ہونا اسکے
باب مین معلوم ہو گا **وشرط للحنث فی قولہ ان خرجت مثلا فانت طالق او ان ضربت عبدک فعبدی حر لمرید الخروج والضرب فعلہ فورا لان قصدہ**
المنع عن ذلک الفعل عرفا ومدار الایمان علیہ وہذہ تسمی یمین الفور تفرد ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی باظہارہا ولم یخالفہ احد اور اس قول مین کہ اگر تو مثلاً نکلے تو تو طالق ہو
یا تو نے اگر اپنے غلام کو مارا تو میرا غلام آزاد ہو یہ کہنا خروج اور ضرب کے ارادہ کرنے والے کو تو اس فعل کا فوراً کرنا شرط ہو حنث کی اسواسطے کہ قصد متکلم کا روکنا ہو
سوقت کے فعل سے جسکے کرنے پر وہ مستعد ہوا ہو باعتبار عرف کے اور مدار قسمون کا عرف پر ہو اور اس قسم کو یمین فور کہتے ہین امام اعظم ابو حنیفہ رح یمین فور کے اظہار مین

متفرد ہوئے اور کسی مجتہد نے اُنکے خلاف نہین کہا اس مسئلہ مین مع جب زوجہ نے مثلاً گھر سے نکلنے کا قصد کیا اور زوج نے کہا کہ اگر تو نکلی تو تجھکو طلاق ہو تو اگر زوجہ فوراً نکلی بلا توقف تو زوج حانث ہوگا زوجہ مطلقہ ہو جاویگی اور اگر زوجہ فوراً نہ نکلی بلکہ اس کلام سے گھڑی بھر بعد نکلی تو حنث نہ ثابت ہوگا یمین فوراً کا حکم اول حضرت امام اعظمؒ نے بیان کیا اور آگے علما یمین دو قسم کی جانتے تھے ایک یمین مطلق اور دوسری یمین مقید اور یمین فور تیسری قسم نکلی کہ ظاہر مین مطلق ہو اور حقیقت مین مقید امام نے اسکا حکم حدیث جابرؓ سے نکالا اُنسے کسی نے مدد مانگی تھی اُنھون نے عدم نصرت کی قسم کھائی پھر بعد اُسکے نصرت کی اور حانث نہوئے کذا فی التبیین والکنز اور بحر الرائق مین محیط سے منقول ہو کہ امام اعظم سے کسی عالم نے یمین فور کے نام رکھنے اور اُسکے حکم نکالنے مین سبقت نہین کی اور اُنکے بعد کے مجتہد نے انکی متابعت کی تو سب علما اس مسئلہ مین عیال ہین ابو حنیفہ کے بلکہ درحقیقت کل فقہ مین علما عیال ہین امام اعظم کے کذا فی المنح چنانچہ امام شافعی نے ازراہ انصاف فرمایا کہ الناس عیال لابی حنیفۃ فی الفقہ وکذا فی حلفہ ان تغدیت فکذا بعد قول الطالب تعال تغد معی شرط للحنث تغدیہ معہ ذلک الطعام المدعو الیہ اور اسی طرح اس قسم مین کہ اگر مین اول روز کا کھانا کھاؤن تو ایسا یہ کہا بلانیوالے کے اس قول کے بعد کہ آ میرے ساتھ اول روز کا کھانا شرط ہو واسطے حنث کے طالب کے ساتھ وہی طعام کھانا جسکے واسطے بلایا اسواسطے کہ جواب اعادہ سوال کا متضمن ہوتا ہو تو اُسی طعام مخصوص پر حنث منحصر ہوا تا کہ مطابقت واقع ہو سوال اور جواب مین وان ضم الیہ ان تغدیت الیوم او معک فعبدی حر حنث بمطلق التغدی لزیادتہ علی الجواب فجعل مبتدیا اور اگر جواب مین لفظ الیوم یا معک ملایا یعنی یون کہا کہ اگر مین اول روز کا کھانا آج کھاؤن یا تیرے ساتھ کھاؤن تو میرا غلام آزاد ہو تو حانث ہوگا مطلق تغدی سے خواہ طالب کے گھر مین کھاوے خواہ اُسکے ساتھ دوسرے وقت کھاوے بہرصورت حانث ہوگا جواب پر زیادہ بڑھانے سے تو وہ سر نو سے متکلم قرار دیا گیا نہ مجیب طحطاوی نے کہا کہ ماتن کو لازم تھا معی کی جگہ عندی کہتا جیسے صاحب کنز نے کہا ہو اسواسطے کہ جب لفظ مع کا سوال مین ہوا تو مجیب کے کلام مین لفظ معک سے زیادتی لازم آئی فی طلاق الاشباہ ان للتراخی الا بقرینۃ الفور ومنہ طلب جماعہا فابت فقال ان لم تدخلی معی البیت فانت طالق فدخلت بعد سکون شہوتہ حنث اور اشباہ کی کتاب الطلاق مین ہو کہ ان شرطیہ درنگی کے واسطے ہو مگر بقرینہ فور البتہ فور کے واسطے ہوتا ہو اور از قبیل فور کے یہ مثال ہو کہ زوج نے اپنی زوجہ سے جماع کی خواہش کی سو اُسنے انکار کیا تو زوج نے کہا کہ اگر تو داخل نہوگی میرے ساتھ کوٹھری مین تو تجھکو طلاق ہو پھر بعد سکون شہوت زوج داخل ہوئی نہ فوراً تو زوج حانث ہوگا زوجہ مطلقہ ہوگی وفی البحر عن المحیط طول التشاجر لا یقطع الفور وکذا لو خافت فوت الصلوۃ فصلت او اشتغلت بالوضوء للصلوۃ المکتوبۃ او اشتغلت بالصلوۃ المکتوبۃ لانہ عذر شرعا وکذا عرفا اور بحر الرائق مین محیط سے منقول ہو دیر تک جھگڑا ہونا زوجین مین قاطع فور کا نہین اور اسی طرح اگر زوجہ فوت نماز سے ڈری سو نماز پڑھنے لگی یا مشغول ہوئی فرض نماز کے وضو مین یا فرض نماز مین مشغول ہوئی سو اتنا توقف قاطع شرعا کا نہین عرفاً اور اسی طرح عرفاً یعنی اگر بعد انکار جماع زوج نے کہا کہ اندر نہ آویگی میرے ساتھ تو تجھکو طلاق ہو سو عورت دیر تک جھگڑا کرتی رہی یا نماز یا وضو مین مشغول رہی اور پھر اندر داخل ہوئی تو زوج حانث نہوگا اتنے توقف عذری سے مرکب العبد الماذون والمکاتب لیس لمولاہ فی حق الیمین الا بشرطین فالم یکن دینہ مستغرقا وقد نواہ فحینئذ یحنث سواری عبد ماذون فی التجارۃ اور مکاتب کی اُسکے مالک کی یمین یمین کے حق مین مگر دو شرط سے جبکہ اُسکا قرض مستغرق نہ ہوا اور حالف نے اس سواری کی نیت کی ہو تو اسوقت مین حانث ہوگا یعنے اگر قسم کھائی کہ مثلاً زید کی سواری پر سوار نہوگا پھر زید کے عبد ماذون یا مکاتب کی سواری پر سوار ہوا تو حانث نہوگا اور بشرط عدم استغراق دین اور نیت کے حانث ہوگا اور اگر دین مستغرق ہو تو حانث نہوگا اگرچہ اس سواری کی نیت کر چکا ہو اسواسطے کہ عبد مدیون مستغرق کے کسب مین مولی کی ملکیت نہین امام کے نزدیک کذا فی المنح حلف لا یرکب فالیمین علی ما یرکبہ الناس عرفا من فرس وبغل وحمار فلو رکب ظہر انسان او بعیر او بقرۃ او فیلا لا یحنث استحسانا الا بالنیۃ ظہیریۃ قلت وینبغی حنثہ بالبعیر فی مصر والشام وبالفیل فی الہند المتعارف قالہ المصنف قسم کھائی کہ سوار نہ ہوگا تو یہ قسم اُسپر محمول ہو جسپر لوگ باعتبار رواج کے

سوار ہوتے ہین گھوڑے اور خچر اور گدھے سے تو اگر انسان کی پیٹھ پر سوار ہوگا یا اونٹ یا بیل یا ہاتھی پر سوار ہوگا تو حانث نہ ہوگا بنا بر استحسان کے
مگر اونٹ وغیرہ کی نیت سے البتہ حانث ہوگا کذا فی الظہیریہ شارح کہتا ہی اور لائق ہی حانث ہونا حالف کا اونٹ کے سوار ہونے سے مصر اور شام مین اور
ہاتھی کے سوار ہونے سے ہندوستان مین بسبب رواج کے ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین ہم گدھے پر سوار ہونے سے عرب مین حانث ہوگا لیکن
ہند مین حانث نہوگا اسواسطے کہ رواج نہین لیکن دھوبی ہندوستان کے البتہ حانث ہونگے کہ وہ گدھے اور بیل پر سوار ہوا کرتے ہین اور چونکہ گھوڑے اور
ہاتھی اور پالکی اور ڈولی اور گاڑی اور رتھ پر ہند مین سوار ہونا رائج ہی تو عدم سواری کی قسم سے اگر ان سواریون پر سوار ہوگا تو حانث ہوگا واللہ اعلم ولو حمل علی ابہم

کرہا فلا حنث کحلفہ لا یرکب فرسا فرکب برذونا او بعکسہ لان الفرس اسم للعربی والبرذون اسم للعجمی والخیل یعم ہذا لو یمینہ بالعربیۃ ولو بالفارسیۃ حنث بکل حال
اور اگر قسم کھائی عدم سواری کی پھر زبردستی لادا گیا جانور پر حنث نہین جیسے اس قسم مین حنث نہین کہ سوار نہ ہوگا فرس پر پھر برذون پر سوار ہوا یا قسم کھائی کہ
برذون پر سوار نہ ہوگا پھر فرس پر سوار ہوا اسواسطے کہ لغت عرب مین فرس عربی گھوڑے کا نام ہی اور برذون عجمی گھوڑے کا نام ہی اور خیل کا لفظ دونون
کو عام ہی یہ عدم حنث اُس صورت مین ہی جب کہ قسم عربی زبان مین ہو اور اگر قسم فارسی زبان مین ہو اسطرح بر کہ بر اسپ سوار نخواہم شد تو ہر حال مین
حانث ہوگا خواہ عربی گھوڑے پر سوار ہو خواہ عجمی پر اسواسطے کہ اسپ دونون کو شامل ہی ہم فارسی کے مانند ہندی مین بھی تفرقہ گھوڑے کے لفظ مین نہین

ولو حلف لا یرکب او لا یرکب مرکبا حنث بکل مرکب سفینۃ او محملا او دابۃ سوی الآدمی وسیجئ ما لو حلف لا یرکب حیوانا او دابۃ اور اگر قسم کھائی کہ سوار نہ ہوگا یا
مرکب پر سوار نہ ہوگا تو ہر مرکب کے سوار ہونے سے حانث ہوگا ناؤ ہو یا عماری یا جانور سوائے آدمی کے اور اگلے باب مین قریب آویگا کہ اگر قسم کھائی کہ
حیوان یا دابہ پر سوار نہ ہوگا تو انسان اور کافر پر سوار ہونے سے حانث نہوگا

باب الیمین فی الاکل والشرب واللبس والکلام

باب الیمین فی الاکل والشرب واللبس والکلام

یہ باب ہی اکل اور شرب اور کلام کی قسم مین ثم الاکل ایصال ما یحتمل المضغ بفیہ الی الجوف کخبز وفاکہۃ مضغ او لا ہی وان ابتلعہ من غیر مضغ ہم
دریافت کرنا چاہیے کہ اکل یعنی کھانا عبارت ہی پیٹ مین پہونچانے سے اُسکو جو چبانے کے لائق ہی بواسطے اپنے مُنھ کے جیسا کہ پہونچانا روٹی اور میوہ کا خواہ
چباوے یا نہ چباوے یعنی اگرچہ بدون چبانے نگل جاوے والشرب ایصال ما لا یحتمل المضغ من المائعات الی الجوف کماء وعسل اور شرب یعنی
پینا عبارت ہی پیٹ مین پہونچانے سے اسکو جو لائق چبانے کے نہین از قسم پتلی چیزون کے جیسے پانی اور شہد یعنی رقیق سائل کا پیٹ مین پہونچانا بواسطے مُنھ کے یہ
حقیقت ہی شرب کی تو ناک سے پانی کھینچکر پیٹ مین لیجانا یا پچکاری سے دوا پیٹ مین پہونچانا شرب نہین ففی حلفہ لا یاکل بیضۃ حنث ببلعہا جب حقیقت اکل کی معلوم ہوئی تو
اس قسم مین کہ انڈا نہ کھائیگا اُسکے نگلجانے سے حانث ہوگا ہم انڈے کے مانند بادام اور پستہ ہی طحطاوی نے کہا کہ انڈے سے مراد پختہ انڈا ہی اسواسطے کہ کچا
انڈا لائق چبانے کے نہین وفی لا یاکل عنبا مثلا لا یحنث بمصہ لان المص نوع ثالث ولو عصرہ واکل قشرہ حنث بدائع اور اس قسم مین کہ انگور نہ کھاویگا اُسکے
عرق چوسنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ چوسنا تیسری قسم ہی سوائے اکل اور شرب کے اور اگر انگور کا عرق نچوڑ ڈالا اور اُسکے چھلکے کو کھایا تو حانث ہوگا کذا فی البدائع
اسواسطے کہ چھلکا چبانے کے لائق ہی لکن فی تہذیب القلانسی حلف لا یاکل سکرا فمصہ لا یحنث وفی عرفنا یحنث اور قلانسی کی تہذیب مین ہی قسم کھائی کہ شکر نہ
کھائیگا تو اُسکے چوسنے سے یعنی اور اُس لعاب نگلنے سے حانث نہ ہوگا اور ہمارے عرف مین یعنی مصر کے رواج مین حانث ہوگا ہم اصل اسمین اک یہ ہی کہ بعضے
عرف مین چوسنے کو کھانا کہتے ہین تو بموجب اس عرف کے انگور چوسنے سے بھی مثال سابق مین حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی اما الذوق فعمل الفم لمجرد معرفۃ الطعم

وصل الی الجوف ام لا وکل اکل وشرب ذوق ولا عکس اور ذوق یعنے چکھنا تو عبارت ہی مُنھ کے فعل سے فقط مزا دریافت کرنے کے واسطے خواہ پیٹ مین وہ چیز
جاوے یا نجاوے اور ہر اکل اور شرب ذوق ہی اور اُسکو بالعکس نہین یعنے ہر ذوق اکل اور شرب نہین تو اکل اور شرب مین اور ذوق مین عموم خصوص مطلق

کی نسبت ہی ولو تمضمض للصلوٰۃ لا یحنث اور اگر نماز کیواسطے کلی کی تو حانث نہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ پانی نہ چکھیگا تو کلی کرنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ
اسطرح کلی کرنے مین چکھنا مراد نہین ہوتا ہی چنانچہ منقول ہی امام محمد سے کذا فی الطحطاوی ولو عنی بالذوق الاکل لم یصدق الا الدلیل اور اگر حالف نے چکھنے سے
کھانے کا ارادہ کیا تو اُسکی تصدیق نہوگی مگر دلیل سے یعنی دلالت حال سے چنانچہ زید سے خالد نے کہا کہ آمیرے پاس کھانا کھا خالد نے کہا کہ مین تیرے پاس نہ کھانا
چکھونگا نہ پانی تو یہان بقرینہ سوال ذوق بمعنے اکل وشرب کے ہی کذا فی المنح حلف لایاکل من ہذہ النخلۃ والکرمۃ فتقید حنثہ باکلہ من ثمرہا بالمثلثۃ ای ما
یخرج منہا بلا تغیر بصنعۃ جدیدۃ فیحنث بالعصیر لا بمار الدبس المطبوخ ولا بوصل غصن منہا بشجرۃ اخری قسم کھائی کہ اس کھجور کے درخت یا انگور کے درخت کو نہ کھائیگا
تو متعین ہی حنث اُسکی اُن درختون کے ثمر کے کھانے سے ثمر بثا مثلثہ سے وہ چیز مراد ہی جو درخت سے بلا تغیر صنعت جدید نکلے تو عصیر یعنی عصارہ کے کھانے سے
حانث ہوگا نہ دبس مطبوخ کے کھانے سے اور نہ حانث ہوگا اُس درخت کی شاخ پیوند کرنے سے دوسرے درخت مین م جب حالف نے مضاف کیا یمین کو
درخت کی طرف حالانکہ درخت ماکول چیز نہین تو یمین لغو ہوئی تھی لہذا واسطے تصحیح کلام عاقل کے اسکے ظاہر سے پھیرا یعنی درخت سے پھل کا ارادہ کیا بطریق
مجاز کے یعنی سبب سے مسبب کا ارادہ سبب درخت ہی اور مسبب پھل بشرط عدم تغیر عصیر اور عصارہ وہ پانی ہی جو پھلون کے دبانے سے نکلے و دبس بالکسر اُس شیرہ کو کہتے
ہین جو خود بخود پختہ کھجور اور انگور سے ٹپکے چونکہ اسمین انسان کو دخل نہین لہذا اُسکے کھانے سے حانث ہوگا جیسے کچی پکی گدر کھجور کے کھانے سے حانث ہوتا ہی اور دبس
مطبوخ شیرہ ہی پختہ کھجور اور انگور کا جو جوش دیا جاوے لہذا اُسکے کھانے سے حانث نہوگا جیسے نبیذ تمر پختہ اور سرکہ انگوری سے حانث نہین ہوتا اور اسیطرح اگر انگور کی
شاخ دوسرے درخت مین پیوند کی اور اس شاخ کے پھل کو کھایا تو حانث نہوگا بسبب تصرف انسانی کے وان لم یکن للشجرۃ ثمرۃ تنصرف یمینہ الی ثمنہا
اشتری بہ ماکولا لو اکلہ اور اگر اُس درخت محلوف علیہ کے پھل نہو تو یمین اُسکی اُس درخت کی قیمت کی طرف پھر جاویگی تو حانث ہوگا جب درخت کی قیمت
سے کوئی کھانے کی چیز لیگا اور اُسکو کھاویگا ولو اکل من عین النخلۃ لا یحنث وان نواہا لان الحقیقۃ مہجورۃ ولوالجیۃ اور اگر بعینہ کھجور کے درخت کو کھاویگا
کوٹ پیسکر تو حانث نہوگا اگرچہ خود درخت کھانے کی نیت کی ہو قسم کے وقت اسواسطے کہ حقیقت متروک ہی کذا فی الولوالجیہ یعنی حقیقی معنے درخت کے
یہان متروک الاستعمال ہین م شارح کو لازم تھا کہ بجاے مہجورۃ متعذرۃ بولتا چنانچہ ایضاح الاصلاح مین ہی صاحب کشف نے کہا کہ متعذرۃ وہ ہی جو بلا مشقت
نہ حاصل ہو جیسے کھجور کے درخت کا کھانا اور مہجورہ وہ ہی جسکا وصول آسان ہو لیکن لوگون نے اُسکو چھوڑ دیا ہو جیسے وضع قدم کے معنی حقیقی متروک ہوکر مطلق
دخول مین مستعمل ہی کذا فی الطحطاوی وفی المحیط لو نوی اکل عینہا لم یحنث باکل ما یخرج منہا لانہ نوی حقیقۃ کلامہ قال المصنف تبعا لشیخہ وینبغی ان لا یصدق قضاء
لتعین المجاز زاد فی النہر فان قلت ورق الکرم مما یوکل عرفا فینبغی صرف الیمین لعینہ قلت اہل العرف انما یاکلونہ مطبوخا اور محیط مین ہی کہ اگر حالف بعینہ کھجور کے
درخت کے کھانے کی نیت کریگا تو اُسکے پھل وغیرہ کے کھانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ اُسنے اپنے کلام کے حقیقی معنے کا ارادہ کیا تو مجاز مین کیونکر حانث
ہوگا مصنف نے اپنی شرح مین باتباع اپنے اوستاد یعنی صاحب بحر الرائق کے کہا کہ لائق یون ہی کہ باوجود نیت حقیقت کے قضاءً اُسکی تصدیق نہو
بسبب معین ہوجانے معنی مجازی کے تو غیر مجاز خلاف ظاہر ہوا اور خلاف ظاہر مین قاضی تصدیق نہین کرتا کذا فی المنح اور صاحب النہر الفائق نے واسطے
تقویت اس قول کے اتنا زیادہ کہا ہی یعنے اگر تو کہے کہ انگور کے پتون کو عرف مین کھاتے ہین تو لائق ہی یمین کا پھیرنا بعینہ انگور کے درخت کی طرف تو مین
جواب کہونگا کہ اہل عرف پتون کو تو پکا کر کھاتے ہین یعنی اگر کچا کھانا رواج ہوتا تو سوال صحیح ہوتا وفی الشاۃ یحنث باللحم خاصۃ لا باللبن لانہا ماکولۃ فتنعقد
الیمین علیہا اور بھیڑ بکری کی قسم مین فقط گوشت کھانے سے حانث ہوگا نہ دودھ کھانے سے اسواسطے کہ بھیڑ بکری خود کھانے کی چیز ہی تو یمین بعینہ
اُسی پر منعقد ہوگی نہ اُس چیز پر جو اُس سے نکلتا ہی یعنی دودھ اور دہی اور مسکہ ولا یحنث فی حلفہ لایاکل من ہذا البسر او الرطب او اللبن باکل رطبہ وتمرہ
وشیرازہ لان ہذہ صفات داعیۃ الی الیمین فتقید بہ اور اس قسم مین کہ نہ کھاویگا اس گدر کھجور کو یا اس پختہ تر کھجور کو یا اس دودھ کو حانث نہوگا پہلی صورت مین تر کھجور کھانے

سے اور دوسری صورت مین خشک کھجور کھانے سے اور تیسری صورت مین چکا دہی کھانے سے اسواسطے کہ یہ صفات یعنی بسریت اور رطوبت اور نسبیت
باعث ہوتے ہین قسم کھانے کے باختلاف امزجہ تو اُنہی صفت مخصوصہ پر قسم مقید ہوگی تو غیر صفت مین کیونکر حانث ہوگا م شیراز عبارت ہو رائب سے
یعنی دودھ کو جوش کرکے اسکا پانی نکالا جاے کذا فی فتح القدیر والمنح طحطاوی نے علامہ باکیر سے نقل کیا کہ شیراز بالکسر مین ترشی کا ہونا بھی شرط ہو لہذا مترجم
نے شیراز کا ترجمہ دہی کیا بخلاف لا یکلم ہذا الصبی او ہذا الشاب فکلمہ بعد ما شاخ اولا یاکل ہذا الحمل بفتحتین ولد الشاۃ فاکلہ بعد ما صار کبشا فانہ یحنث
لانہا غیر داعیۃ بخلاف اس قول کے کہ قسم کھائی کہ اس لڑکے یا اس جوان سے کلام نہ کریگا پھر اُس سے کلام کیا اُسکے بڈھے ہونے کے بعد یا قسم کھائی کہ اس بھیڑ کے
بچہ کو نہ کھاویگا پھر اُسکو کھایا جبکہ وہ جوان مینڈھا ہوگیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ یہ صفات باعث یمین کے نہین ہوتے م اسواسطے کہ ہجران مسلم
شرعاً ممنوع ہو تو مانع ہو عدم تکلم کا خواہ وہ صغیر ہو یا کبیر اور اسی طرح بھیڑ کے بچے کا نہ کھانا باعث یمین نہین ہوسکتا اسواسطے کہ صغیر کا گوشت جوان سے
زیادہ تر مرغوب ہوتا ہو حمل بفتح اول و دوم بچہ بھیڑ اور دنبے کا والاصل ان المحلوف علیہ اذا کان بصفۃ داعیۃ الی الیمین تقید بہ فی المعرف والمنکر فاذا زالت زالت
الیمین ومالا تصلح داعیۃ اعتبر فی المنکر دون المعرف اور قاعدہ کلیہ مسائل سابقہ کے حکم کا یہ ہو کہ محلوف علیہ جب کہ ایسی صفت کے ساتھ ہو جو داعی ہو
طرف یمین کے تو یمین اس صفت کے ساتھ مقید ہو معرفہ اور نکرہ دونون مین تو جب وہ صفت زائل ہوگی تو یمین بھی زائل ہو جاویگی اور جبکہ محلوف علیہ ایسی
صفت کے ساتھ ہو جسکو لیاقت نہین داعی ہونے کی تو اعتبار صفت کا نکرہ مین ہوگا چنانچہ (لا اکلم صبیا فکلم شابا) مین نہ معرفہ مین چنانچہ امثلہ سابقہ مین یعنی
لا یکلم ہذا الصبی وفی المجتبی حلف لا یکلم ہذا المجنون فبرأ او ہذا الکافر فاسلم لا یحنث لانہا صفۃ داعیۃ الی الیمین اور مجتبی مین ہو قسم کھائی کہ اس مجنون سے نہ بولیگا
پھر اُسکا جنون جاتا رہا اور حالف اُس سے بولا یا قسم کھائی کہ اس کافر سے نہ بولیگا پھر وہ مسلمان ہوگیا اور حالف اُس سے بولا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ جنون اور
کفر ایسی صفت ہو کہ عدم تکلم کی باعث ہو تو اسکے زوال سے یمین بھی زائل ہوگی وفی لا یکلم رجلا فکلم صبیا حنث وقیل لا کلا یکلم صبیا وکلم بالغا لانہ بعد البلوغ یدعی شابا وفتی
الی ثلثین فکہلا الی خمسین فشیخ اور اس قسم مین کہ مرد سے بات نہ کریگا پھر حالف لڑکے سے بولا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ رجل صبی کو بھی شامل ہو باعتبار لغت کے
کذا فی الطحطاوی اور دوسرا قول یہ ہو کہ حانث نہوگا اور یہی قول حق ہو اسواسطے کہ عرف مین رجل صبی کو شامل نہین کذا فی الحلبی چنانچہ اس مثال مین حانث نہین قسم
کھائی کہ صغیر سے نہ بولیگا پھر اُس سے بعد بالغ ہونے کے بولا اسواسطے کہ صغیر کو بعد بلوغ کے شاب اور فتی کہتے ہین تیس برس تک پھر تیس برس کے
بعد پچاس تک اُسکو کہل یعنی ادھیڑ بولتے ہین پھر پچاس برس کے بعد آخر عمر تک شیخ کہتے ہین یعنی بڈھا ولا یاکل ہذا العنب فصار
زبیبا ہذا و ما بعدہ معطوف علی قولہ من ہذا البسر تمرا لا یحنث یہ یا قسم کھائی کہ اس تر انگور کو نہ کھاویگا پھر وہ انگور خشک ہوگیا تو اُسکے کھانے سے حانث
نہوگا شارح کہتا ہو کہ یہ مثال اور اُسکے بعد کی مثالین مصنف کے قول مین ہذا البسر پر عطف ہین جس سے حالف حانث نہین ہوتا ولا یاکل
ہذا اللبن فصار جبنا اولا یاکل من ہذا البیضۃ فاکل فرخہا کذا فی نسخ الشرح وفی نسخ المتن فرخہا یا قسم کھائی کہ اس دودھ کو نہ کھاویگا
پھر وہ پنیر ہوگیا یا اس انڈے کو نہ کھاویگا پھر اُسکے بچے کھائے شارح کہتا ہو مصنف کی شرح منح الغفار کے نسخون مین اسیطرح فرخہا کا لفظ ہو
اور متن کے نسخون مین جو شرح سے معرا ہین اُنہین فرخہا کا لفظ ہو اولا یذوق من ہذا الخمر فصار خلا او من زہر ہذہ الشجرۃ فاکل بعد ما صار لوزا
او مشمشا لم یحنث یا اس شراب کو نہ چکھیگا پھر شراب سرکہ ہوگئی یا قسم کھائی کہ اس درخت کے پھول کو نہ کھاویگا پھر جب وہ پھول بادام یا زردآلو ہوگیا
تو اُسکو کھایا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ محلوف علیہ کی حقیقت بدل گئی بخلاف حلفہ لا یاکل بسرا فاکل حیسا فانہ یحنث لانہ تمر مفتت وان ضم الیہ
شیء من السمن او غیرہ بجوز فیہ الاصل فیما اذا حلف لا یاکل معینا فاکل بعضہ ان کل شیء یاکلہ الرجل فی مجلس او یشربہ فی شربۃ فالحلف علی کلہ
والا فعلی بعضہ بخلاف اس قسم کے کہ کھجور کو نہ کھاویگا سو اُس نے حیس کو کھایا یعنی کھجور کا ملیدہ تو اس کھانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ حیس

عبارت ہی کھجور کے چورے اگرچہ اُسکے ساتھ گھی وغیرہ ملایا گیا کذا فی البحر اور اسمین ہو کہ جب قسم کھائی کہ چیز معین کو نہ کھاویگا سوا اُسمین سے کچھ تھوڑا کھایا تو ایسی قسم مین
قاعدہ کلیہ یہ ہی جو چیز ایسی ہو جسکو آدمی ایک مجلس مین سب کھا جاتا ہو یا ایکبار اُسکو پیتا ہو تو انعقاد حلف کا اُسکے کل پر ہوگا یعنی اُسکے سب کھا جانے سے
حانث ہوگا اور اگر آدمی یکبار مین نہ کھا سکتا ہو یا نہ پی سکتا ہو تو انعقاد یمین کا اُسکے تھوڑے کھانے مین ہوگا وکذا لا یحنث لو حلف لا یاکل بسرا فاکل رطبا او
لا یاکل عنبا فاکل زبیبا بخلاف نحو جوز ولوز فان الاسم یتناول الرطب الیضا اسیطرح حانث نہوگا اگر قسم کھائی کہ گدر کھجور نہ کھاویگا پھر اُسنے پکی تر کھجور کھائی
یا انگور کو نہ کھاویگا پھر اُسنے خشک انگور کھایا بخلاف جوز اور بادام کی قسم کے اسواسطے کہ مانند جوز اور بادام کا نام تر اور خشک کو بھی شامل ہی ولو حلف لا یاکل
رطبا او بسرا او حلف لا یاکل رطبا ولا بسرا حنث باکل المذنب بکسر النون المشددۃ لاکلہ المحلوف علیہ زیادۃ اور اگر قسم کھائی کہ پکی تر کھجور یا گدر کھجور نہ کھاویگا
یا قسم کھائی کہ نہ پکی تر کھجور کھاویگا نہ گدر کو تو مذنب کے کھانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ اُس نے محلوف کو کھایا ساتھ زیادتی کے مذنب بکسر نون مشددہ اُس
کھجور کو کہتے ہین جو نیچے کیطرف سے پختہ ہو چلی ہو اور رطب مذنب وہ ہی جو اکثر پختہ ہو اور اقل گدر اور بسر مذنب اُسکے بالعکس ہی کذا فی المنح عن المغرب ولا حنث
بشراء کباسۃ بکسر الکاف ای عرجون ویقال عنقود بسر فیہا رطب فی حلفہ لا یشتری رطبا لان الشراء یقع علی الجملۃ والمغلوب تابع بخلاف حلفہ علی الاکل
لوقوعہ شیئا فشیئا اور حانث نہوگا گدر کھجور کے گود کے مول لینے سے جسمین کچھ پکی کھجور بھی ہو اسطرح قسم کھانے مین کہ پکی کھجور کو خرید نہ کریگا اسواسطے کہ مول لینا
یکبارگی واقع ہوتا ہی اور مغلوب تابع ہوتا ہی غالب کے بخلاف کھانے کی قسم کے یعنی اگر قسم کھائی کہ پکی کھجور نکھاویگا پھر اُسنے گدر کے ساتھ تھوڑی پکی کھجور بھی
کھائی تو حانث ہوگا یہان مغلوب تابع غالب کا نہین بسبب واقع ہونے اکل کے اندک اندک نہ یکبارگی مانند خرید کے کم کباسہ بکسر کاف عرجون ہی اور
عنقود بھی اُسکو کہتے ہین یعنی خوشہ خرما اور انگور ہندی مین اُسکو گود بولتے ہین یعنی جس چیز مین مجتمع ہو کر پھل پھلتے ہین ولا حنث فی حلفہ لا یاکل لحما
باکل مرقۃ او سمک الا اذا نواہما ولا فی لا یرکب دابۃ فرکب کافرا او لا یجلس علی وتد فجلس علی جبل مع تسمیتہا فی القرآن لحما ودابۃ واوتادا لان العرف
اور حنث نہین اس قسم مین گوشت نہ کھاویگا شوربا اور مچھلی کے کھانے سے مگر جب کہ حالف شوربا اور مچھلی کی نیت کریگا گوشت کے لفظ مین تو البتہ حانث
ہوگا اور اُسمین بھی حنث نہین کہ دابہ یعنے چلنے والے جاندار پر سوار نہ ہوگا پھر وہ کافر پر سوار ہوا یا قسم کھائی کہ میخ پر نہ بیٹھے گا پھر پہاڑ پر بیٹھا باوجودیکہ
قرآن مجید مین مچھلی کو گوشت اور کافر کو دابہ اور پہاڑون کو میخین فرمایا ہی حانث نہوگا بسبب عرف کے یعنی مدار حلف کا عرف پر ہی نہ اطلاق قرآنی پر وما فی التبیین
فی حنثہ فی لا یرکب حیوانا برکوب الانسان ردہ فی النہر بان العرف العملی مخصص عندنا کالعرف القولی اور جو قول حانث ہونے کا تبیین مین ہی اس قسم
مین کہ جاندار پر نہ سوار ہوگا انسان کے سوار ہونے سے اسکو نہر الفائق مین رد کیا ہی اسطرح کہ عرف عملی ہمارے نزدیک مخصص ہی مانند عرف قولی کے
م تبیین زیلعی کی شرح کنز مین ہی کہ اگر قسم کھائی کہ حیوان پر سوار نہ ہوگا تو انسان پر سوار ہونے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ لفظ حیوان کا انسان کو
شامل ہی اور عرف عملی یعنے انسان پر سوار ہونے کی عادت نہین ہی یہ مخصص انسان کا نہین ہو سکتا فتح القدیر مین کہا کہ عدم تخصیص عرف عملی کا قول صحیح
نہین اسواسطے کہ اصول مین ثابت ہی کہ حقیقت متروک ہوتی ہی عادت کی دلالت سے اور عادت بعینہ عبارت ہی عرف عملی سے اور تحریر مین ہی کہ عرف عملی
مخصص ہی حنفیہ کے نزدیک خلافا للشافعیۃ اور عرف قولی کا مخصص ہونا بالاتفاق ہی کذا فی النہر ولحم الانسان والکبد والکرش والریۃ والقلب والطحال
والخنزیر لحم ہذا فی عرف اہل الکوفۃ اما فی عرفنا فلا کما فی البحر عن الخلاصۃ وغیرہا ومنہ علم ان العجمی یعتبر عرفہ قطعا اور اگر انسان کا گوشت اور کلیجی اور اوجھڑی اور
پھیپھڑا اور دل اور تلی اور گوشت خوک گوشت مین داخل ہی لیکن یہ عرف کوفیون کا ہی اور ہمارے عرف مین کلیجی اور اوجھڑی وغیرہ کو گوشت نہین کہتے
کذا فی البحر عن الخلاصۃ وغیرہا اور یہین سے معلوم ہوگیا کہ انسان عجمی اپنے عرف کو بالیقین اعتبار کرے یعنی حلف مین مرد عجمی کو اپنے عرف کا
اعتبار لازم ہی عرب کا عرف اُسکو حجت نہین لہذا فتح القدیر مین مصرح ہی کہ مفتی پر واجب ہی کہ بموجب عادت اُس شہر کے فتوی دیوے جسمین قسم

حالف کی واقع ہوئی ہو وفی الخانیۃ الراس والاکارع کلحم فی یمین الاکل لا فی یمین الشراء اور خانیہ مین ہو کہ سر اور پائے گوشت ہین اکل کی یمین مین نہ مول
لینے کی یمین مین یعنی اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاویگا تو کلے پائے کھانے سے حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ گوشت کو نہ خریدیگا تو اُنکے مول لینے سے حانث
نہوگا وفی لایاکل من ہذا الحمار انیقع علی کرائہ ومن ہذا الکلب لایقع علی صیدہ اور اس قسم مین کہ اس گدھے سے نہ کھاویگا تو قسم اسکی کرایہ پر واقع ہوگی
یعنے اُسکا کرایہ کھانے سے حانث ہوگا بنا بر عرف کے اور اگر قسم کھائی کہ اس کتے سے نہ کھاویگا تو قسم اسکی صید پر نہ واقع ہوگی بلکہ کتے کے گوشت پر واقع
ہوگی کذا فی النہر ولا یعم البقر الجاموس اور شامل نہین گاے بھینس کو یعنے اگر قسم کھائی کہ گاے یا بیل کا گوشت نہ کھاویگا تو بھینس کا گوشت کھانے سے حانث
نہوگا کہ وہ دوسری قسم ہو ولا یحنث باکل النی ہو الاصح اور حانث نہوگا کچا گوشت کھانے سے یہی قول اصح ہو یعنی اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاویگا تو کچا گوشت
کھانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ کچا کھانے کی عادت نہین اور نہر الفائق مین مذکور ہو قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاویگا تو اونٹ اور بھیڑ بکری اور گاے چڑیون کے
گوشت کھانے سے حانث ہوگا پختہ گوشت ہو یا بھونا یا خشک ولا یحنث بشحم الظہر وہو اللحم السمین فی حلفہ لا یاکل شحما خلافا لہما بل بشحم البطن والامعاء
اتفاقا لا بما فی العظم اتفاقا فتح اور اس قسم مین کہ چربی نہ کھاویگا پیٹھ کی چربی کھانے سے حانث نہوگا امام کے نزدیک کہ وہ چکنا گوشت ہو بخلاف صاحبین کے
اُنکے نزدیک اُسکے کھانے سے حانث ہوگا بلکہ پیٹ اور آنتونکی چربی کھانے سے باتفاق امام اور صاحبین کے حانث ہوگا اور ہڈی کے اندر کا گودہ کھانے
سے باتفاق حانث ہوگا اسواسطے کہ وہ چربی نہین کذا فی فتح القدیر فتاوی عالمگیری مین ہو شحم ظہر سے وہ مراد ہو جسکے ساتھ گوشت مخلوط ہو اور اگر چربی کو گوشت
سے علحدہ کیا تو اسمین امام سے روایت نہین اور ممکن ہو کہ امام کے نزدیک اسکے کھانے سے حانث نہوا اور اگر فارسی زبان مین ہو تو حانث نہوگا اسواسطے
کہ اسم پیہ شحم ظہر کو شامل نہین والیمین علی شراء الشحم وبیعہ کہی علی اکلہ حکما وخلافا زیلعی اور یمین چربی کے مول لینے اور بیچنے پر اُسکے کھانے کی یمین کے مانند ہو
مین اور خلاف صاحبین مین کذا فی شرح الزیلعی یعنی اگر قسم کھائی کہ چربی کو خرید نہ کریگا تو اس چربی کے خریدنے سے حانث ہوگا جسکے کھانے سے حانث ہوتا ہو
پیٹ اور انتڑیون کی چربی کی خرید سے بالاتفاق حانث ہوگا اور پیٹھ کی چربی سے امام کے نزدیک حانث ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک ولا یحنث بالیۃ
لا یاکل اولا یشتری شحما او لحما لانہا نوع ثالث اور اس قسم مین کہ چربی یا گوشت نہ کھاویگا یا خرید نہ کریگا دنبہ کی چکتی کھانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ چکتی چربی
گوشت کے سوا تیسری قسم ہو ولا یحنث بخبز او دقیق او سویق فی حلفہ لا یاکل ہذا البر الا بالقضم من عینہا ولو مقلیۃ کالبلیلۃ فی عرفنا الا لو قضمہا نیۃ
یحنث الا بالنیۃ فتح اور اس قسم مین کہ اس گیہون کو نہ کھاویگا اُسکی روٹی اور آٹا اور ستو کھانے سے حانث نہوگا مگر بعینہ گیہون کے چابنے سے حانث
اگر گیہون بھونے ہون جیسے اُبالے گیہون چابنے سے حانث ہوتا ہو ہمارے عرف مین اور کچے گیہون چابے تو حنث نہین مگر کچے کی نیت سے کذا
فتح القدیر وفی النہر عن الکشف المسئلۃ علی ثلثۃ اوجہ احدہا ان یقول ہذہ الحنطۃ ونشیر بصبرۃ وہی مسئلۃ المختصر الثانیۃ ان یقول ہذہ بلا ذکر حنطۃ فیحنث بالکل
کیف کان ولو نیۃ او خبز الثالثۃ ان یقول حنطۃ فیحنث باکلہا ولو نیۃ لا نحو الخبز اور نہر الفائق مین کشف سے منقول ہو کہ مسئلہ اکل حنطہ کا تین وجہ پر ہو ایک
یہ کہ کہے کہ اس گیہون کو نہ کھاویگا اور اشارہ کرے گیہون کے ڈھیر کی طرف اور یہی مسئلہ متن مین مذکور ہو دوسری وجہ یہ کہ اسکو نہ کھاویگا بدون ذکر
گیہون کے تو اُسکے کھانے سے حانث ہوگا جس طرح سے کہ کھاوے اگرچہ کچے گیہون کھاوے یا اُسکی روٹی کھاوے تیسری وجہ یہ کہ کہے گیہون نہ
بلا اسم اشارہ تو اُسکے کھانے سے حانث ہوگا اگرچہ کچے کھاوے لیکن روٹی وغیرہ کے کھانے سے حانث نہ ہوگا ولو زرع لم یحنث بالخارج
محلوف علیہا نے گیہون کو بویا تو اُسکے کھیت سے جو گیہون پیدا ہونگے انکے کھانے سے حانث نہوگا وفی ہذا الدقیق حنث بما یتخذ منہ کالخبز
کعصیدۃ حلوی لا بسفہ فی الاصح کما مر فی اکل عین النخلۃ اور اس دقیق مین یعنی قسم کھائی کہ اس آٹے کو نہ کھاویگا تو حانث ہوگا اُن چیزون کے کھانے
آٹے سے تیار ہوتی ہین چنانچہ روٹی وغیرہ جیسے عصیدہ یعنی لپٹی اور کاچی اور حلوا نہ خود آٹا پھانکنے سے حانث ہوگا قول اصح مین چنانچہ اُسکی وجہ

کھجور کے درخت کھانے مین مذکور ہو چکی یعنے کچا آٹا کھانا عرف مین متروک ہی مجازی معنی متعین ہو گئے والخبز ما اعتادہ اہل بلد الحالف فالشامی بالبر
والیمنی بالذرۃ والطبری بخبز الارز وبعض اہل القری بالشعیر فلو دخل بلدا اٰخر واستمر لایاکل الا الشعیر لم یحنث الا بالشعیر لان العرف الخاص معتبر فتح اور روٹی
کی یمین مین وہ روٹی مراد ہوگی جس روٹی کے کھانے کی اُس شہر والون کو عادت ہوگی جسمین قسم کھانے والا رہتا ہی تو شام کا رہنے والا گیہون کی روٹی
کھانے سے حانث ہوگا اور یمن کا رہنے والا جوار کی روٹی کھانے سے حانث ہوگا اور طبرستان کا رہنے والا چانول کی روٹی کھانے سے حانث ہوگا اور بعض گانون کا
رہنے والا جو کی روٹی کھانے سے حانث ہوگا تو اگر جو کی روٹی کھانے والا گیہون کے شہر مین گیا اور ہمیشہ اُسکی یہی عادت رہی وہان بھی کہ سوا جو کے گیہون
کی روٹی نہ کھائی تو حانث نہوگا مگر جو کی روٹی سے اگر اہل شہر کی عادت گیہون کی ہی اسواسطے کہ اُس شہر کا عرف خاص بھی معتبر ہو در باب یمین اُسکے حق مین کذا فی
فتح القدیر حلف لایاکل من خبز فلانۃ انصرف الی الخابزۃ التی تضربہ فی التنور لا لمن عجنتہ وہیأتہ للضرب ظہیریہ قسم کھائی کہ فلانی عورت کی روٹی
نہ کھاویگا تو یہ قسم اُس روٹی پکانے والے کیطرف پھریگی جو تنور مین روٹی کو لگاتی ہی نہ اُس عورت کی طرف جس نے اُس روٹی کا آٹا گوندھا اور تنور مین لگانیکے
واسطے تیار کر دیا کذا فی الظہیریۃ ومنہ الرقاق لا الفطائر والثرید ولعدما دقہ او فتہ لانہ لایسمی خبزا اور روٹی مین داخل ہین رقاق نہ فطائر اور ثرید یا روٹی کو بعد کوٹ
ڈالنے یا چور کر ڈالنے کے کھایا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اُسکو روٹی نہین کہتے بلکہ اُسکا نام فطیر اور ثرید اور ملیدہ ہی م رقاق جمع ہی رقیق کی یعنی پتلی روٹی جسکو چپاتی
بولتے ہین اور فطائر جمع ہی فطیرہ کی اور فطیر ایک قسم کی روٹی کا نام ہی اور ثرید اُسکو کہتے ہین کہ روٹی توڑ کر شوربے مین تر کیجاوے وحنث فی لایاکل طعاما من طعام
فلان باکل خلہ او زیتہ او ملحہ ولو لطعام نفسہ لا لو اخذ من نبیذہ او مائہ فاکل بہ خبزا اور اس قسم مین کہ کوئی کھانا نہ کھاویگا فلانے کے طعام سے حانث ہوگا اُسکے
سرکہ اور اُسکے روغن زیتون اور اُسکے نمک کے کھانے سے اگرچہ اُسکے نمک وغیرہ کو اپنی روٹی کے ساتھ کھاوے اور اگر اُسکا نبیذ یا پانی لیا اور اُس سے
روٹی کھائی تو حانث نہ ہوگا م ہرچند طعام لغت مین ہر مطعوم کو کہتے ہین لیکن نہر الفائق مین کہا کہ ہمارے عرف مین نمک اور سرکہ اور روغن زیتون کو طعام
نہین بولتے حموی نے کہا تو عرف مین بدون پختہ کھانے کے حانث نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی نبیذ عبارت ہی خیسانیدہ تمر اور انگور وغیرہ سے وفی لا
یاکل سمنا فاکل سویقا ولا نیۃ لہ ان یحنث لو عصر سال السمن حنث والا لا جوہرۃ اور اس قسم مین کہ گھی نہ کھاویگا پھر اُسنے گھی ملے ستو کھائے اور اُسکی قسم مذکور
مین مخلوط گھی کھانے کی نیت نہ تھی تو اگر ستو ایسے ہون کہ اگر اُنکو نچوڑے تو گھی بہ نکلے تو حانث ہوگا اور اگر گھی سائل نہ ہو تو حانث نہ ہوگا کذا فی الجوہرہ م اور
اگر اُسنے مخلوط گھی کی بھی نیت کی ہو تو ہر صورت سے حانث ہوگا گھی سائل ہو یا نہ ہو کذا فی الطحطاوی وفی البدائع لایاکل طعاما فاضطر لمیتۃ فاکل لم یحنث
اور بدائع مین ہی قسم کھائی کہ کھانا نہ کھاویگا پھر وہ مردار کی طرف مضطر ہوا سو اُسنے اسکو کھایا حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ مردار طعام نہین والشواء والطبیخ
لیقعان علی اللحم المشوی والمطبوخ بالماء اور شواء اور طبیخ واقع ہوتے ہین بھونے گوشت اور پانی کے ساتھ پکائے گوشت پر م ہرچند شواء بالکسر
اول لغت مین ہر بھونی چیز کو کہتے ہین خواہ گوشت ہو یا گاجر اور اسی طرح طبیخ وہ جو پانی کے ساتھ پکایا جاوے لیکن عرف قدیم مین شواء اور طبیخ فقط
گوشت کو مخصوص تھا تو اگر قسم کھائی کہ شواء یا طبیخ نہ کھاویگا تو بھونے چانول اور اُبالی دال یا چانول کھانے سے حانث نہ ہوگا ہذا فی عرفہم اما فی
عرفنا فاسم الطبیخ یقع علی کل مطبوخ بالماء ولو بودک او زیت او سمن کما نقلہ المصنف عن المجتبی یہ یعنے طبیخ کا مخصوص ہونا گوشت کے ساتھ اُنکے
عرف قدیم مین تھا اور ہمارے عرف مین تو طبیخ ہر چیز کو کہتے ہین جو پانی کے ساتھ پکایا جاوے اگرچہ چربی یا روغن زیتون یا گھی کے شامل مطبوخ ہو
چنانچہ اس عرف کو مصنف نے اپنی شرح مجتبیٰ سے نقل کیا ہی م لیکن مصنف نے اپنی شرح مین بحر الرائق سے نقل کیا ہی کہ اسم طبیخ کا سمک مطبوخ کو شامل
نہین تو اُسکے کھانے سے حانث نہ ہوگا وفی النہر الطعام یعم مایوکل علی وجہ التطعم کجبن وفاکہۃ لکن فی عرفنا لا اور نہر الفائق مین ہی کہ طعام عام ہی ہر چیز
کو جو بطریق تلذذ اور مزہ لینے کے کھائی جاوے جیسے پنیر اور میوہ اور نمک اور سرکہ لیکن ہمارے عرف مین ان اشیاء کو طعام نہین کہتے ہین

کما مر والراس یباع فی مصرہ ای مصر الحالف اعتبارا للعرف اور سر سے وہ مراد ہی جو حالف کے شہر مین بکتا ہو باعتبار عرف کے مم قسم کھائی کہ سر نہ کھاویگا تو
اُس سر کھانے سے حانث ہوگا جو اُسکے شہر مین بکتا ہو امام سے منقول ہی کہ اونٹ اور گلئے اور بکری کے سر کھانے سے حانث ہوگا اور صاحبین سے منقول ہی
کہ فقط بھیڑ بکری کے سر سے حانث ہوگا اور یہ اختلاف امام اور صاحبین کا بنابر اختلاف اپنے عرف کے ہی یہ اختلاف حجت اور دلیل کا نہین تو مفتی پر واجب ہی کہ موافق
عادت ہر شہر کے فتوی دے کذا فی النہر والفاکہۃ التفاح والبطیخ والمشمش ونحوہا اور میوہ سیب ہی اور خربوزہ اور زرد آلو اور مانند اسکے چنانچہ انجیر اور شفتالو
اور بہی اور آلو اور امرود اور اخروٹ اور بادام اور پستہ اور عناب اور قاعدہ کلیہ ہی کہ میوہ اُسکا نام ہی جو قبل طعام اور بعد طعام کے آسودہ ہوکر بطریق
تلذذ اور تنعم کھایا جاوے خواہ خشک ہو خواہ تر کذا فی المنح تو معلوم ہوا کہ ہندوستان مین آم اور جامن اور فالسہ اور کھنی اور نارنگی اور شیرین لیمون اور گنا اور
بیر میوہ مین داخل ہین کہ لذت کے واسطے کھائے جاتے ہین لا العنب والرمان والرطب خلافا لہما خلاف عصر والعبرۃ للعرف فیحنث باکل مایعد فاکہۃ عرفا
ذکرہ الشمنی واقرہ المصنف اور انگور اور انار اور تر کھجور میوہ نہین امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک انگور وغیرہ میوہ ہین اور یہ اختلاف امام
اور صاحبین کا بنابر اختلاف عادت زمانہ کے ہی اور قسم مین اعتبار عرف کا ہی تو حانث ہوگا اُسکے کھانے سے جسکو عرف مین میوہ شمار کرتے ہون یہ شمنی نے
مذکور کیا ہی اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو مسلم رکھا ہی والحلوی مالیس من جنسہ حامض فیحنث باکل خبیص وعسل وسکر اور حلوا اُسکو کہتے ہین جسکا
ہمجنس کھٹا نہ ہو تو حانث ہوگا خبیص اور شہد اور شکر کے کھانے سے مم اگر قسم کھائی کہ حلوا نہ کھاویگا تو شہد اور شکر کھانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ شہد اور
شکر کی کوئی قسم ترش نہین اور اگر انگور یا انار یا آلو کھاویگا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ بعض انگور اور انار اور آلو کھٹا ہوتا ہی خبیص اُس حلوے کو کہتے ہین جو کھجور اور
گھی سے بنایا جاوے کذا فی القاموس لکن المرجع فیہ الی عادات الناس فعلی بلادنا لاحنث فی فانیذ وعسل وسکر کما نقلہ المصنف عن الظہیریۃ لیکن حلوے کی حقیقت
مین لوگون کے عادات پر اعتماد ہی سو ہمارے شہرون مین تو فانیذ اور شکر کے کھانے سے حنث نہین ہوتا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ظہیریہ سے نقل
کیا ہی مم اگر قسم کھائی کہ حلوا نہ کھاویگا تو شہد اور شکر کھانے سے حانث نہ ہوگا ہر چند تعریف حلوے کی جو متن مین مذکور ہوئی وہ شہد وغیرہ پر صادق ہی
لیکن حانث نہوگا اسواسطے کہ عرف مین شہد اور شکر کو حلوا نہین کہتے ہین فانیذ ایک قسم ہی شکر کی سرخ رنگ بشکل قرص بحر الرائق مین ہی کہ حلوا اور حلاوہ اور
حلوا ایک ہی چیز ہی لیکن ہمارے عرف مین حلوا شہد کو کہتے ہین جو نشاستہ کے ساتھ پکایا جاوے اور حلوا اور حلاوہ اُسکو کہتے ہین کہ شہد یا شکر یا انگور کا شیرہ آگ
پر پکایا جاوے تاکہ بستہ ہو جاوے کذا فی المنح ہندوستان کے عرف مین حلوا عبارت اُس سے ہی کہ میدہ یا انڈے یا گاجر وغیرہ اور شکر اور گھی کے ساتھ پکایا جاوے خواہ
اسمین میوے مخلوط ہون یا نہ ہون والادام مایصطبغ بالخبز او اختلط بہ کخل وزیت وملح لذوبہ فی الفم فیحصل الاختلاط بالخبز اور ادام یعنی سالن وہ ہی
جسمین روٹی ڈوبے اصطباغ خبز اسوقت صادق ہوتا ہی جب روٹی کسی چیز سے ملجاوے مانند سرکہ اور روغن زیتون اور نمک کے واسطے پگھل جانے نمک کے
مُنھ مین تو اختلاط روٹی کے ساتھ حاصل ہوجاتا ہی مم شارح نے یہ دفع دخل کیا ہی سوال یہ ہوتا تھا کہ سالن اُسکا نام ہی جو روٹی کے ساتھ مختلط ہو اور نمک خشک
چیز ہی اسمین اختلاط کہان جواب یون دیا کہ نمک مُنھ کے اندر پگھل کر روٹی سے ملجاتا ہی تو سالن کہنا اُسپر صادق آیا لا اللحم والبیض والجبن اور گوشت اور انڈا
اور پنیر ادام نہین امام اور ابو یوسف کے نزدیک اسواسطے کہ گوشت اور انڈا اور پنیر ایسی چیز نہین جسمین روٹی ڈوبے کذا فی المنح وقال محمد ہو مایوکل
مع الخبز غالبا بہ یفتی کما فی البحر عن التہذیب اور محمدؒ نے کہا کہ ادام یعنی سالن وہ ہی جو روٹی کے ساتھ اکثر کھایا جاتا ہی یہی قول امام محمدؒ کا مفتی بہ ہی چنانچہ بحر الرائق
مین تہذیب قلانسی سے منقول ہی مم اور حاوی قدسی مین کہا ہی کہ قول محمدؒ کا ماخوذ ہی اور محیط مین ہی کہ یہی اظہر ہی اور فقیہ ابو اللیث نے بھی اسی کو لیا ہی اسواسطے
کہ ادام مواومت سے ہی اور مواومت بمعنی موافقت کے ہی اور جو چیز روٹی کے ساتھ کھائی جاوے وہ روٹی کے موافق ہی جیسے گوشت اور انڈے اور مانند
اسکے تو بموجب قول مفتی بہ گوشت اور انڈے ادام مین داخل ہین کذا فی المنح وفیہ فما یوکل وحدہ غالبا کتمر وزبیب وجوز وعنب وبطیخ وبقل وسائر الفواکہ

لیس او اما الا فی موضع یوکل تبعاً للخبز غالباً اعتبار اللعرف اور بحر الرائق مین ہی کہ جو چیز تنہا بلا آمیزش کھائی جاتی ہو اکثر جیسے خشک کھجور اور خشک انگور اور اخروٹ اور انگور اور خربوزہ اور ترکاری جیسے مولی گاجر اور باقی میوے ادام نہین ہین مگر اُس مکان مین البتہ ادام ہین یہ ماکولات جہان روٹی کے ساتھ کھائے جاتے ہین اکثر بنابر اعتبار عرف کے وفی البدائع المجوز رطبۃ فاکہۃ ویابسۃ ادام اور بدائع مین ہی کہ تر اخروٹ میوہ ہی اور خشک ادام ہی فروع مسائل

الملحقہ شارح کے حلف لا یاکل لحما و الآخر بصلا و الآخر فلفلا فطبخ حسوۃ فیہا کل ذلک فاکلوا لم یحنثوا الا صاحب الفلفل لانہ لا یوکل الا کذا وہذا ان وجد طعمہ وبرادفی الزعفران رؤیۃ عینہ قسم کھائی ایک نے کہ گوشت اور دوسرے نے کہ پیاز اور تیسرے نے کہ کالی مرچ نہ کھاویگا پھر حریرہ پکایا گیا جسمین یہ سب چیزین ہین سو تینون شخصون نے اُسکو کھایا تو کوئی حانث نہ ہوگا سوائے صاحب فلفل کے اسواسطے کہ سیاہ مرچ نہین کھائی جاتی مگر اسی طرح مخلوط ہوکر اور یہ حانث ہونا اسوقت ہی جب کہ مرچ کا مزہ معلوم ہوتا ہی اور زعفران کی قسم مین خود زعفران کے کھانے مین نظر آنا زیادہ کرنا چاہیے یعنے اگر زعفران کا رنگ نظر نہ آویگا تو حانث نہ ہوگا وفی لا یاکل لبنا فطبخہ بارز او لا ینظر الی فلان فنظر الی یدہ اور جلہ او علی راسہ لم یحنث والی راسہ وظہرہ وبطنہ حنث اُس قسم مین کہ دودھ نہ کھاویگا پھر دودھ کو چانول کے ساتھ پکایا یا قسم کھائی کہ مثلاً زید کو نہ دیکھے گا پھر اُسکا ہاتھ یا پانون یا اُسکا کاسہ سر دیکھا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اُسکا سر اور پیٹھ اور پیٹ کو دیکھا تو حانث ہوگا م فتاوے عالمگیری مین ملتقی اور محیط سے منقول ہی کہ رویت چہرہ اور سر یا بدن کے دیکھنے سے ہوتی ہی اور پیٹھ کے دیکھنے یا پیٹ اور سینہ کے دیکھنے سے بھی ہوتی ہی طحطاوی نے کہا تو معلوم ہوا کہ شارح کے کلام مین واو بمعنی او ہی وفی المس یحنث بمس الید والرجل اور چھونے مین حانث ہوگا ہاتھ اور پانون کے چھونے سے عرض علیہ الیمین فقال نعم کان حالفا فی الصحیح کذا فی الصیرفیۃ وغیرہا قال المصنف ہذا ہو المشہور لکن فی فوائد شیخنا عن التاتارخانیۃ انہ بنعم لا یصیر حالفا ہو الصحیح ثم فرع ان ما یقع من التعالیق فی المحاکم ان الشاہد یقول للزوج تعلیقا فیقول نعم لا یصح علی الصحیح عرض کی گئی ایک شخص پر یمین سو اُس نے کہا ہان تو مجیب حانث ہوگا قول صحیح مین کذا فی الصیرفیۃ وغیرہا مصنف نے شرح مین کہا کہ یہی مشہور ہی اکثر کتب فقہ مین یعنے یمین کا صحیح ہونا ہان کہنے سے لیکن ہمارے اُستاد کے فوائد مین یعنے صاحب بحر کے فوائد مین تاتارخانیہ سے منقول ہی کہ ہان کہنے سے حانث نہین ہوتا ہی یہی قول صحیح ہی پھر صاحب بحر نے اسپر تفریع کی کہ یہ جو تعلیقات قاضیون کی کچہریون مین واقع ہوتی ہین کہ شاہد نکاح کا زوج سے بطور تعلیق کہتا ہی اسطرح کہ اگر تو نے چھ مہینے تک زوجہ کا نفقہ نہ بھیجا تو تیری زوجہ مطلقہ ہی پھر زوج کہتا ہی کہ ہان تو یہ تعلیق طلاق صحیح نہین بنا بر قول صحیح کے م معلوم ہوا کہ یمین مجیب کی تصحیح مختلف ہی لیکن ظاہر معلوم ہوتا ہی کہ قول اول اصح ہی بدلیل شہرت چنانچہ اُسکی تائید آخر کتاب الیمین مین آویگی واللہ اعلم السعد کی الاکل المترادف الذی یقصد بہ الشبع وکذا التعشی ولا بد ان یاکل اکثر من نصف الشبع فی غداء وعشاء وسحور تغدی یعنے اول روز کا کھانا عبارت ہی پیٹ بھر کھانے سے جس سے آسودگی مقصود ہو تو ایک دو لقمہ کھانے سے غدا یا عشا ثابت نہوگا اور اسیطرح تعشی یعنے آخر روز کے کھانے مین اکل مترادف بقصد آسودگی داخل ہی اور ضرور ہی آدھے پیٹ سے زیادہ کھانا غدا اور عشا اور سحور مین م غدوہ عبارت ہی اول روز سے اور عشی آخر روز سے اور سحر آخر شب سے اور غداء بفتح اول ومد اول روز کے طعام کو کہتے ہین اور عشاء بفتح اول ومد آخر روز کے طعام کو بولتے ہین اور سحور بفتح اول آخر شب کے طعام کا نام ہی فی وقت خاص ہو ما بعد طلوع الفجر وفی البحر عن الخلاصۃ عند طلوع الشمس قال وینبغی اعتمادہ للعرف زاد فی النہر واہل مصر یسمونہ بطوراً الی ارتفاع الضحی الاکبر فیدخل وقت الغداء فیعمل بعرفہم قلت وکذا اہل الشام الی زوال الشمس تغدی عبارت ہی وقت خاص مین کھانے سے اور وہ وقت خاص ہی بعد طلوع ہونے فجر کے آفتاب ڈھلنے تک اور بحر الرائق مین خلاصہ سے منقول ہی کہ ابتداء وقت طلوع شمس سے ہی کہا صاحب بحر نے کہ روایت خلاصہ کی لائق اعتماد ہی بسبب عرف کے نہر الفائق مین اتنا زیادہ بیان کیا ہی کہ اہل مصر اس طعام کو بطور کہتے ہین یعنے طلوع آفتاب سے ڈیڑھ پہر دن چڑھے تک

پھر اسکے بعد غدا کا وقت داخل ہوتا ہی تو مصر مین اُنکے عرف کے موافق عمل کرنا چاہیے شارح کہتا ہی اور اسیطرح اہل شام لبطور اور غدا کا وقت جدا جدا
کہتے ہین م اکثر اہل ہند بعد طلوع کے طعام کو نہاری بولتے ہین اور پہر دن چڑھے سے دوپہر تک کے طعام کو دن کا کھانا کہتے ہین تو اہل ہند کا غدا اکثر
پہر دن چڑھنے کے بعد ہوتا ہی ثم لابد ان یکون مما یتغدی بہ اہل بلدہ عادۃ پھر تغدی مین یہ ضرور ہی کہ ویسا کھانا ہو جسکو حالف کے اہل شہر لبطور اپنی عادت
کے کھاتے ہون و غدا کل بلدۃ ما تعارفہ اہلہا حتی لو تشبع بشرب اللبن یحنث البدوی لا الحضری ملعی اور ہر شہر مین اول روز کے کھانے سے
وہ کھانا مراد ہی جو وہانکے لوگون مین رائج ہو یہانتک کہ اگر حالف دودھ پینے سے آسودہ ہوجاویگا تو صحرائی آدمی حانث ہوگا شہری کذا فی
شرح الزیلعی م اسواسطے کہ عرب کے صحرائی آدمیون کی غذا اکثر دودھ ہی اور وہانکے شہریون مین یہ عادت نہین اور اسیطرح ہندی آدمی اگر کھجور سے پیٹ بھریگا
تو حانث نہوگا بسبب عدم عرف کے **والتعشی** منہ ای الزوال وفی البحر عن الاسبیجابی وفی عرفنا وقت العشاء بعد صلوۃ العصر قلت وہو فی عرف
مصر والشام **الی نصف اللیل** اور تعشی یعنے آخر روز کا کھانا آفتاب ڈھلنے سے ہی آدھی رات تک اور بحر الرائق مین اسبیجابی سے منقول ہی کہ
ہمارے عرف مین عشا کا وقت بعد نماز عصر ہی شارح کہتا ہی اور یہی مصر اور شام مین عادت ہی م اور اہل ہند مین عشا اکثر مغرب کے بعد سے پہر رات
گذرنے تک معمول ہی **والسحور ہو الاکل بعد نصف اللیل الی طلوع الفجر** اور سحر کہی اور سحری وہ کھانا ہی آدھی رات کے بعد سے طلوع آفتاب تک
قال ان اکلت او قال ان شربت او لبست او نکحت ونحو ذلک **فعبدی حر ونوی معینا** ای خبزا او لبنا او قطنا مثلا **لم یصدق اصلا فیحنث بای**
شئ اکل او شرب وقیل یدین کما لو نوی کل الاطعمۃ او کل میاہ العالم حتی لا یحنث اصلا لنیتہ محتمل کلامہ کہا ایک شخص نے اگر مین کھاؤن یا یون بولا کہ اگر
مین پیون یا پہنون یا نکاح کرون اور مانند اس قول کے جسمین فعل کے ساتھ مفعول مذکور نہ ہو تو میرا غلام آزاد ہی اور نیت کی قائل نے معین
چیز کی یعنے روٹی کی اکل مین اور دودھ کی شرب مین اور روئی کی لبس مین مثلا تو اسکی ہرگز تصدیق ہوگی نہ دیانۃ نہ قضاءً تو حانث ہوگا ہر چیز کے
کھانے اور پینے سے اسواسطے کہ نیت کرنا بدون ملفوظ کے صحیح نہین اور بعضون نے کہا کہ دیانۃً اسکی تصدیق ہوگی چنانچہ قول مذکور مین اگر سب کھانون
اور سارے عالم کے پانیون کی نیت کریگا تا کہ اصلا حانث نہو تو صحیح ہی بسبب نیت کرنے اپنے کلام کے محتمل کو یعنے فعل مین عموم تو ثابت تھا اسکو
اُسنے ارادہ کیا لہذا نیت عموم کی صحیح ہوئی بخلاف تعیین کی نیت کے **ولو ضم لان اکلت طعاما او شربت شرابا او لبست ثوبا دین اذا قال**
عنیت شیأ دون شئ لانہ ذکر اللفظ العام القابل للتخصیص لانہ نکرۃ فی سیاق الشرط فتعم کالنکرۃ فی النفی اور اگر فعل مذکور مین مفعول کو ملایا یعنے یون
کہا کہ اگر مین طعام کو کھاؤن یا پینے کی چیز پیون یا کپڑا پہنون تو دیانۃً اسکی تصدیق ہوگی جب کہ قائل یون کہے کہ مین نے مثلاً طعام سے روٹی کا ارادہ
کیا نہ گوشت کا اسواسطے کہ اُسنے لفظ عام کو ذکر کیا جو قابل ہی تخصیص کے اسواسطے کہ نکرہ واقع ہوا ہی سیاق شرط مین تو عام ہوگا جیسے نکرہ
سیاق نفی مین عام ہوگا م شرط مثبت مین حلف نفی پر ہوتی ہی تو حالف کا یون کہنا کہ اِن لبست ثوبا راجع ہی لا البس ثوبا کی طرف لیکن یہ تاویل خلاف
ظاہر ہی لہذا قاضی اسکو قبول نہ کریگا کذا فی منح القدیر **والاصل ان النیۃ انما تصح فی الملفوظ الا فی ثلاث فیدین فی فعل الخروج والمساکنۃ وتخصیص**
الجنس کحبشیۃ او عربیۃ لا الصفۃ ککوفیۃ او بصریۃ اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہ ہی کہ نیت صحیح نہین ہوتی مگر ملفوظ مین مگر تین صورت مین بدون
ملفوظ بھی نیت صحیح ہی تو دیانۃً تصدیق ہوگی خروج اور مساکنت کے فعل مین اور تخصیص جنس مین جیسے حبشی یا عربی عورت نہ صفت مین جیسے کوفی
یا بصری عورت کذا فی الفتح م یعنی اگر قائل نے کہا کہ اگر مین نکلون یا زید کو اپنے پاس رکھون تو غلام آزاد ہی پھر اُسنے خروج سے سفر کی نیت اور
مساکنت سے ایک کوٹھری مین رہنے کی نیت کی تو صحیح ہی اسواسطے کہ خروج چند قسم ہوتا ہی سفر کے واسطے اور غیر سفر کیواسطے اور مساکنت بھی
کئی طرح کی ہوتی ہی یعنے ایک کوٹھری مین ساتھ رہنا یا ایک شہر مین یا ایک گھر مین اور فعل محتمل ہی تنویع کا نہ تخصیص کا اور اسی طرح اگر اُسنے حلف کیا

مسئلہ
یعنی اگر مین
کپڑا پہنون

کہ عورت سے نکاح نہ کریگا اور اُسنے حبشی یا عربی عورت کی نیت کی تو صحیح ہی اسواسطے کہ حبشی ایک نوع ہی عورت کی تو تخصیص جنس کی بعض انواع سے ہوئی
اور اگر مثال مذکور مین کوفی اور بصری عورت کی نیت کریگا تو صحیح ہنوگی اسواسطے کہ کوفی اور بصری ہونا یہ صفت ہی عورت کی اور حالانکہ صفت مذکور نہین
تو تخصیص صفت کی بلا ذکر صفت صحیح ہنوگی کذا فی الطحطاوی نیۃ تخصیص العام تصح دیانۃ اجماعاً فلو قال کل امرأۃ اتزوجہا فہی طالق ثم قال نویت من
بلد کذا لایصدق قضاء وکذا من غضب دراہم انسان فلما حلفہ الخصم عاما نوی خاصا بہ یفتی خلافا للخصاف نیت کرنا تخصیص لفظ عام کا صحیح ہی دیانۃ
بالاجماع تو اگر بولا کہ جس عورت سے مین نکاح کرون وہ مطلقہ ہی پھر اُسنے کہا کہ مین نے فلانے شہر کی عورت کی نیت کی تھی نہ فلانے شہر کی تو قضاءً
اُسکی تصدیق نہ ہوگی اسواسطے کہ تخصیص خلاف ظاہر ہی اور اسی طرح جس نے ایک انسان کے درم غصب کیے پھر جب مدعی نے اُسکو عام قسم
دلائی تو اُس نے خاص کی نیت کی یہی قول مفتی بہ ہی کہ تخصیص عام کی دیانۃً صحیح ہی نہ قضاءً بخلاف خصاف کے کہ اسکے نزدیک تخصیص عام دیانۃً اور
قضاءً دونون طرح درست ہو ہم مدعی کی قسم سے طلاق کی قسم مراد ہی اسواسطے کہ خدا کی قسم مین قاضی کا حکم جاری نہین چنانچہ شارح بیان کریگا صورت قسم
لینے کی یون ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کے دراہم مثلاً چھین لیے مدعی نے اُس سے عام قسم لی اسطرح کہ اگر مین نے تیرا مال غصب کیا ہو تو اُسکی عورت کو طلاق ہی پھر
اُسکا غصب کرنا ثابت ہو گیا سو اُسکی عورت نے قاضی کے پاس نالش کی اپنی طلاق واقع ہونے کی تو زوج نے تخصیص عام کا دعوی کیا یعنی کہا کہ مین نے قسم کے
وقت مال سے دینار کی نیت کی تھی نہ درم کی تا طلاق واقع نہ ہو تو قاضی اُسکی تصدیق نہ کریگا اور خصاف کے نزدیک قاضی کو تصدیق کرنا چاہیے کذا فی
الطحطاوی وفی الولوالجیۃ متی حلفہ ظالم واخذ بقول الخصاف فلا باس بہ اور ولوالجیہ مین ہی کہ جب حالف کو ظالم قسم دلادے اور وہ خصاف کے قول پر عمل
کرے تو کچھ مضائقہ نہین ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مشکل ہی کہ اگر اخذ دیانۃ مراد ہی تو خصاف کے قول کی کچھ خصوصیت نہین ظاہر الروایت مین بھی تخصیص عام کی
دیانۃً صحیح ہی اور اگر اخذ قضاءً مراد ہی تو اُسکی کوئی وجہ ظاہر نہین اسواسطے کہ حالف کا اخذ کرنا قضاءً بقول خصاف امر بےمعنی ہی یہ اُس صورت مین ہی کہ جب اخذ کا
فاعل حالف ہو اور اگر قاضی کو فاعل اُسکا قرار دیجیے تو باوجودیکہ ولوالجی کی عبارت مین قاضی مذکور نہین اور پریشانی ضمائر کی اسپر علاوہ ہی تو بھی قاضی کو حکم
کرنا بقول ضعیف جائز نہین لیکن خلاصہ مین یہ ہی کہ اگر حالف مظلوم ہو تو خصاف کے قول پر فتوی ہو تو اس روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ فاعل اخذ کا مفتی ہی یعنی
اگر مظلوم مفتی سے پوچھے تو مفتی کو جائز ہی کہ بقول خصاف فتوی دے لیکن اسمین بھی خلل ہی کہ مفتی کو فتوی بالدیانۃ بھی جائز ہی یا نہین اور معلوم ہو چکا ہی
کہ تخصیص عام کی دیانۃً صحیح ہی قول خصاف کی کچھ خصوصیت نہین بہرصورت یہ مسئلہ تحریر طلب ہی واللہ اعلم وقالوا النیۃ للحالف لو بطلاق اوعتاق وکذا باللہ لو
مظلوما وان ظالما فللمستحلف اور فقہا نے کہا کہ نیت کا اختیار واسطے حالف کے ہی اگر طلاق اور عتاق کا حلف ہو اور اسی طرح حلف باللہ کی نیت
مین اُسکو اختیار ہی اگر حالف مظلوم ہو اور اگر حالف ظالم ہو تو یمین باللہ مین حلف لینے والے کی نیت معتبر ہی ہم ظہیریہ مین ہی کہ ایک شخص نے قسم دلائی
دوسرے شخص کو سو اُسنے قسم کھائی اور مستحلف کے مقصود کے سواے اور نیت کی تو اگر طلاق اور عتاق کی یمین ہی تو حالف کی نیت معتبر ہی خواہ حالف ظالم
ہو یا مظلوم اور اگر یمین باللہ ہی تو اگر حالف مظلوم ہی تو اُسکی نیت معتبر ہی اور اگر حالف ظالم ہی تو مستحلف کی نیت معتبر ہی طحطاوی نے کہا یہ اُس صورت مین
ہی جب گذشتہ پر قسم ہو اور نیت سے مراد دیانت کی نیت ہی نہ قضائی ولاتعلق للقضاء بالیمین باللہ کچھ تعلق نہین قاضی کے حکم کو خدا کی قسم مین ہم اسواسطے
کہ کفارہ یمین حق اللہ ہی اُسمین حق العبد نہین تاکہ وہ حالف کے قاضی کے پاس نالش کرے اور یہ مطلب نہین کہ یمین باللہ کو دار القضا سے کچھ
اصلا تعلق نہین اسواسطے کہ جب مدعی کے گواہ نہ ہونگے تو قاضی مدعا علیہ سے خدا کی قسم لیگا کذا فی الطحطاوی حلف لایشرب من نہر یمکن فیہ
الکرع کدجلۃ فیمینہ علی الکرع منہ حتی لو شرب من نہر اخذ منہ لم یحنث قسم کھائی کہ نہ پیے گا اُس شے سے جسمین منھ ڈال کر پینا ممکن ہی
چنانچہ نہر دجلہ یا لبالب تغار سے تو یمین اُسکی اُسمین منھ ڈال کر پینے پر منعقد ہوگی یہان تک کہ اگر دریا کا پانی ہاتھ سے یا برتن سے اُٹھا کر

پیے گا تو حانث نہ ہوگا وفی البحر عن الظہیریۃ الکرع لایکون الا بعد الخوض فی الماء لکن فی القہستانی عن الکشف انہ لیس بشرط اور بحرالرائق مین ظہیریہ سے
منقول ہو کہ کرع متحقق نہین ہوتا مگر بعد گھسنے کے پانی مین لیکن قہستانی مین کشف سے منقول ہو کہ کرع مین پانی کے اندر گھسنا شرط نہین م کرع لغت
مین اس سے عبارت ہو کہ اپنے مُنھ سے پانی لے پانی کے موضع سے اور اصل کرع جانور مین ثابت ہو کہ وہ بدون ادخال اپنے اکارع کے پانی مین نہین پیتا
غالبا بعد اسکے کرع انسان مین مستعمل ہوا جب کہ وہ پانی مین مُنھ ڈال کر جانور کے مانند پیے اگرچہ پانی مین پانون نہ ڈالے کذا فی المنح الاکارع جمع کراع بالضم
بمعنے پاچہ بخلاف من ماء دجلۃ فیحنث بغیر الکرع ایضا بخلاف اس قسم کے کہ دجلہ کا پانی نہ پیے گا تو حانث ہوگا بدون کرع کے بھی یعنی برتن سے پینے مین
وفیما لایتاتی فیہ الکرع کالبئر والحب یحنث بالشرب بالاناء مطلقا سواء قال من البئر او من ماء البئر لتعین المجاز اور جسمین مُنھ ڈال کر پانی پینا نہین ہوسکتا چنانچہ
کنوان اور بڑا مٹکا تو برتن سے پانی پینے مین ہر طرح حانث ہوگا برابر ہو کہ لا اشرب من البئر کہا ہو یا لا اشرب من ماء البئر بولا ہو بسبب معین ہوجانے مجاز کے
م جب منھ لگا کر پانی پینا متصور نہ ہوا تو مجاز متعین ہوگیا یعنے برتن سے پینا مراد ہوا بخلاف دریا اور لبالب تغار کے کہ وہان حقیقت حاصل ہی
یعنے مُنھ ڈال کر پینا اور ہوتے حقیقت کے مجاز کی کیا حاجت ہو حب بجائے مہملہ بڑا مٹکہ ہو جسکو مٹھور اور گولی بھی بولتے ہین اور فارسی مین خم کہتے ہین
طحطاوی نے کہا کہ کنوان اور خم سے مراد یہ ہو کہ لبالب پانی سے بھرے نہ ہون ورنہ مُنھ ڈال کر پانی پینا متصور ہوگا ولو تکلف الکرع فیما لایتاتی
فیہ ذلک ای الکرع لایحنث فی الاصح لعدم العرف اور اگر حالف نے بتکلف مُنھ ڈال کر اُسمین سے پانی پیا جسمین کرع نہین حاصل ہوتا مثلا کنوئین مین اُتر کے
کرع کیا تو حانث نہوگا قول اصح مین بسبب عدم عرف کے امکان تصور البر فی المستقبل شرط انعقاد الیمین ولو بطلاق وبقاءھا اذ لابد من
تصور الاصل المنعقد فی حق الخلف وھو الکفارۃ ثم فرع علیہ ممکن ہونا تصور بر کا زمان مستقبل مین شرط ہو یمین کے منعقد ہونے اور اُسکے باقی رہنے کے
اگرچہ طلاق کی یمین ہو اسواسطے کہ اول تصور اصل کا ضرور ہی تا یمین منعقد ہو اصل کے قائم مقام کے حق مین یعنی کفارہ کے حق مین پھر مصنف نے
اس قاعدہ پر اپنا اگلا قول متفرع کیا م مقصود بالذات قسم کھانے سے یہ ہو کہ قسم کو قائم رکھے اور پورا کیجیے اور کفارہ دینا مقصود اصلی نہین ولہذا یمین غموس
اور یمین لغو مین کفارہ واجب نہین اور کفارہ تو حنث یعنی قسم توڑنے سے واجب ہوتا ہو پھر جب بر یمین یعنی قسم کا پورا کرنا محال ہوا تو حنث بھی محال ہوگا اسواسطے
کہ ترک نہین ہوسکتا مگر ایسی چیز مین جسکا وجود ہوسکے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی فی حلفہ لاشربن ماء ھذا الکوز الیوم ولاماء فیہ او کان فیہ ماء
فصب ولو بفعلہ او بنفسہ فی یومہ قبل اللیل او اطلق یمینہ عن الوقت ولاماء فیہ لایحنث سواء علم وقت الیمین ان فیہ ماء او لا فی الاصح لعدم امکان البر
قسم مین کہ واللہ اس کوزہ کا پانی مین آج ضرور پیون گا اور حالانکہ اُسمین پانی نہین یا اسمین پانی تھا مگر گرادیا گیا اگر حالف کے فعل سے گرایا خود کوزہ کے ڈھلنے
سے گر گیا اسی دن مین رات سے پہلے یا یمین مطلق بولا یعنے اُسمین وقت کی قید نہ لگائی اور حالانکہ کوزہ مین پانی نہ تھا تو حانث نہوگا بسبب عدم امکان
بر کے برابر ہی کہ قسم کے وقت کوزہ مین پانی ہونے کا اُسکو علم ہو یا نہ ہو قول اصح مین م جس صورت مین کہ کوزہ مین پانی نہین تو انعقاد یمین کی شرط ابتدا
سے نہ پائی گئی اور پانی گر جانے کی صورت مین بقاء یمین کی شرط نہ حاصل ہوئی وان اطلق وکان فیہ ماء فصب حنث لوجوب
البر فی المطلقۃ کما فرغ وقد فات بصبہ اما الموقتۃ ففی آخر الوقت اور اگر حالف نے یمین کو مطلق کہا بلا ذکر یوم یعنی یون قسم کھائی کہ واللہ
اس کوزہ کا پانی پیون گا اور قسم کے وقت اُسمین پانی تھا سو اُس نے گرادیا تو حانث ہوگا بسبب واجب ہونے بر کے یمین مطلق مین بمجرد فراغت
ہونے کے قسم کھانے سے اور پورا کرنا قسم کا پانی گرانے سے فوت ہوگیا اور یمین موقت مین تو وجوب بر آخر وقت مین ہوتا ہو لہذا پانی گرانے سے
قبل از لیل یمین موقت مین حانث نہین ہوتا وہذا الاصل فروعہ کثیرۃ منہا ان لم تصلے الصبح غدا فانت کذا لایحنث بحیضہا بکرۃ فی الاصح اور اُسکی یعنی
امکان بر یمین کے بہت فروع ہین ازانجملہ یہ ہو کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو کل صبح کی نماز نہ پڑھے گی تو تو ایسی ہی یعنی طلقہ ہو تو بقول اصح وہ حا

بتکلف

الحلف

حانث نہ ہوگا زوجہ کے حائض ہونے سے صبح کے وقت اسواسطے کہ حائض سے نماز پڑھنا صبح کے وقت شرعاً ممکن نہین ومنہا ان لم تردی الدینار الذی اخذتیہ من کیسی فانت طالق فاذا الدینار فی کیسہ لم تطلق لعدم تصور البر اور از انجملہ یہ ہی کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر وہ دینار نہ پھیر دیگی جسکو تونے میری تھیلی سے لیاہی تو تو مطلقہ ہی اور ناگہان وہ دینار زوج کی تھیلی مین ہی تو زوجہ مطلقہ نہوگی بسبب عدم تصور بر کے یعنی پھیرنا بدون لینے کے نہین ہوتا ومنہا ان لم تہبینی صداقک الیوم فانت طالق وقال ابوہا ان وہبتیہ فامک طالق فالحیلۃ ان تشتری منہ بمہرہا ثوبا ملفوفا وتقبضہ فاذا مضی الیوم لم یحنث ابوہا لعدم الہبۃ ولا الزوج بعجزہا عن الہبۃ عند الغروب لسقوط المہر بالبیع ثم اذا ارادت الرجوع ردتہ بخیار الرویۃ اور ازان جملہ یہ ہی کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو مہر اپنا آج مجکو نہ ہبہ کریگی تو تو مطلقہ ہی اور زوجہ کے باپ نے اپنی بیٹی سے کہا کہ اگر تو اپنا مہر اپنے زوج کو ہبہ کریگی تو تیری ماں مطلقہ ہی تو تدبیر اُسکی مخلصی کی یہ ہی کہ زوجہ بعوض اپنے مہر کے اپنے زوج سے لپٹا کپڑا مول لیکر اُسپر قبضہ کرلے پھر جب وہ دن گذر جاویگا تو زوجہ کا باپ حانث نہ ہوگا بسبب عدم ہبہ کے اور نہ زوج اُسکا حانث ہوگا بسبب عاجز ہونے زوجہ کے غروب کے وقت ہبہ کرنے سے بواسطے ساقط ہوجانے مہر کے بیع سے یعنی جب اُس نے بعوض مہر کپڑا خرید کیا تو وہ اُسکی مالک نہ رہی تو ہبہ کرنا مہر کا ممکن نہ رہا پھر جب کہ زوجہ رجوع کا قصد کرے یعنی ابطال بیع چاہے تو کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پھیر دے تو مہر اُسکا بطور سابق زوج پر لازم الادا ہوجاویگا طحطاوی نے زیلعی سے نقل کیا کہ کپڑا قبضہ کرنے کی قید اتفاقی ہی اسواسطے کہ اگر قبضہ نہ ہوگا تو بھی یہی حکم ہی اور ثوب ملفوف خرید کرنے کا فائدہ یہ ہی تا پھیرنا خیار رویت سے ممکن ہو صاحب چند فروع اس قاعدہ کے مترجم نقل کرتا ہی از انجملہ یہ ہی کہ قسم کھائی کہ زید کو آج قتل کریگا پھر زید قبل گذرنے دن کے مرگیا یا قسم کھائی کہ آج اس روٹی کو کھاویگا سو رات ہونے سے پہلے اُسکو کوئی کھاگیا یا قسم کھائی کہ زید کو نہ دیگا یا اُسکو نہ ماریگا یا اُس سے بات نہ کریگا بلا اجازت خالد کے پھر خالد مرگیا اور حالف نے زید کو دیا یا مارا یا کلام کیا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ اجازت خالد کی بعد موت کے ممکن نہین یا قسم کھائی کہ اس رات کو اس گھر مین سووے تو عورت اُسکی مطلقہ ہی اور حالانکہ وقت حلف صبح ہوچکی تھی اور اُسکو علم نہ تھا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ شرط حنث لیل گذشتہ کی تو ام ہی سو اب متصور نہین کذا فی الطحطاوی وعن البحر وفی حلفہ واللہ لیصعدن الی السماء او لیقلبن ہذا الحجر ذہبا حنث للحال لامکان البر حقیقۃ ثم یحنث للعجز عادۃ ولو وقت الیمین لم یحنث ما لم یمض ذلک الوقت اور اس قسم مین کہ واللہ مقرر چڑھے گا آسمان پر یا واللہ مقرر اس پتھر کو سونا کر ڈالیگا فی الحال حانث ہوگا بسبب ممکن ہونے بر کے فی الحقیقت پھر حانث ہوگا بسبب عاجز ہونے کے صعود اور تقلیب سے بنابر عادت کے اور اگر یمین کو کسیوقت کر موقت کریگا تو جبتک وہ وقت نہ گذر جاویگا حانث نہ ہوگا مع آسمان کا پڑھنا فی نفسہ ممکن ہی اسواسطے کہ صعود ملائکہ اور انبیا بالیقین ثابت ہی اور اسیطرح پتھر کا سونا ہوجانا تحویل آلہی ممکن ہی متکلمین کے نزدیک پھر جب ممکن ہوا تو یمین منعقد ہوگی لیکن چونکہ بنابر عادت کے انسان صعود اور تقلیب سے عاجز ہی لہذا فوراً حانث ہوگا بخلاف مسئلہ کوزہ کے اسواسطے کہ درصورت پانی نہ ہونے کے وہ پانی پینا جو قسم کے وقت کوزہ مین ہو ممکن نہین کذا فی منح الغفار وفی حیرۃ الفقہاء قال لامراتہ ان لم اعرج الی السماء ہذہ اللیلۃ فانت کذا نصب سلما ثم یعرج الی سماء البیت لقولہ تعالے فلیمدد بسبب الی السماء ای سماء البیت قال الباقانی والظاہر خروجہا عن قاعدۃ مبنی الایمان اور کتاب حیرۃ الفقہاء مین مذکور ہی کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر مین آج کی رات آسمان پر نہ چڑھون تو تجکو طلاق ہی تو وہ شخص طلاق نہ واقع ہونے کی یہ تدبیر کرے کہ سیڑھی قائم کرے پھر سیڑھی پر سے اپنے گھر کی چھت پر چڑھ جاوے بدلیل قول حق تعالی یعنے چاہیے کہ رسی تلنے طرف سما کے مراد سما سے اس آیت شریف مین گھر کی چھت ہی یعنی سما کا اطلاق قرآن مجید مین چھت پر آیا ہی تو اگر چھت پر چڑھ جاویگا تو حانث نہوگا باقانی نے کہا اور ظاہر ہی خروج اس حیلہ کا مبنی یمینون کے قاعدے سے یعنی بنا یمین عرف پر ہی نہ اطلاق قرآنی پر چنانچہ اول کتاب الیمین مین مذکور ہوچکا ہی تو جسنے یہ حیلہ عدم حنث کا نکالا اُسنے بناء یمین کا قاعدہ چھوڑا وکذا الحکم لو حلف لیقتلن فلانا عالما بموتہ اذ یمکن قتلہ بعد احیاء اللہ تعالی فیحنث

اور اسی طرح کا حکم ہی انعقاد اور حنث نے الحال کا اگر قسم کھائی کہ فلانے شخص کو قتل کریگا اُسکی موت کو جان کر اسواسطے کہ ممکن ہو قتل اُس میت کا بعد زندہ کر دینے
حق تعالی کے پھر حانث ہوگا بسبب عجز عادی کے وان لم یکن عالما بموتہ فلا یحنث لانہ عقد یمینہ علے حیوۃ کانت فیہ ولا یتصور کمسئلۃ الکوز وکقولہ ان ترکت
مس السماء فعبدی حر لان الترک لا یتصور نے غیر المقدور اور اگر اُس شخص کی موت کو نہ جانتا ہوگا تو حانث نہ ہوگا اُسکے قتل کی قسم کھانے سے اسواسطے
کہ حالف نے اپنی قسم کو منعقد کیا اُس حیات پر جو اُسمین تھی اور قتل کرنا بعد موت کے متصور نہین بالفرض اگر حقتعالی نے اُسکو زندہ بھی کردیا تو یہ زندگی
وہ زندگی نہین جس پر قسم واقع ہوئی تو یہ مسئلہ عدم امکان مین مسئلہ کوزہ کے مانند ہوا اور مانند اس قول کے ہوا کہ اگر مین آسمان کا چھونا چھوڑ دون
تو اُسکا غلام آزاد ہی اسواسطے کہ ترک متصور نہین امر غیر مقدور مین یعنی جب آسمان کا چھونا مقدور سے باہر ہوا تو یمین کا محل فوت ہوا اور غیر مقدور سے
عدم قدرت عادی مراد ہی کذا فی الطحطاوی حلف لا یکلمہ فناداہ وہو نائم فایقظہ فلو لم یوقظہ لم یحنث ہو المختار قسم کھائی کہ مثلاً زید سے کلام نہ کریگا
پھر اُسکو پکارا اور وہ سوتا تھا سو اُسکو جگایا تو حانث ہوگا سو اگر اُسکے پکارنے سے نہ جاگا تو حانث نہ ہوگا یہی قول مختار ہی اور غیر مختار قدوری کا قول ہی
یعنے الفاظ شرط نہین حنث کی ولو مستیقظا حنث لو بحیث یسمع لشرط انفصال عن الیمین فلو قال موصولا ان کلمتک فانت طالق فاذہبی او واذہبی لا تطلق
مالم یرد الاستیناف ولو قال اذہبی طلقت لانہ مستانف اور اگر زید جاگتا ہوگا تو اُسکے پکارنے سے حانث ہوگا اور اگر اتنا قریب ہو کہ اُسکی آواز کان لگانے
سے سن سکے بشرطیکہ کلام ندائے منفصل ہو یمین سے اور اگر یمین سے کلام موصول ہوا اسطرح کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر مین تجھسے کلام کرون تو تو طالق ہی
سو تو جا یا یون کہا اور تو جا تو زوجہ مطلقہ نہ ہوگی تاوقتیکہ ابتداء کلام کی نیت نہ کریگا اور اگر ان کلمتک فانت طالق کے بعد اذہبی کہیگا بدون فے اور واو
کے تو مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ یہ کلام جداگانہ ہی یمین سے متصل نہین مع فاذہبی باواذہبی بسبب فی اور واو عاطفہ کے یمین سے موصول ہی لہذا اس کلام سے بلا نیت
استیناف حانث نہ ہوگا بخلاف اذہبی کے کہ اُسمین کوئی حرف وصل نہین تو بسبب استیناف کے حانث ہوگا ولو قال یا حائط اسمع او اصنع کذا وکذا وقصد
اسماء المحلوف علیہ لم یحنث زیلعی اور اگر کہا کہ اے دیوار سن یا ایسا ویسا کام کر اور اس قول سے محلوف علیہ کا سنانا قصد کیا تو حانث نہوگا کذا فی الزیلعی اور
اگر سنانے کا قصد نہو تو بطریق اولی حانث نہ ہوگا مع حانث اسواسطے نہ ہوگا کہ کلام کرنا بدون خطاب محلوف علیہ کے نہین ہوتا اور دلیل اُسکی وہ روایت ہی
کہ عبد الرحمن بن عوف رضی نے قسم کھائی تھی کہ عثمان بن عفان رضی سے نہ کلام کرینگے تو جب عبد الرحمن اُنکی طرف ہو کر نکلتے تھے تو جو مطلب کہنا ہوتا تھا وہ یون
کہتے تھے کہ اے دیوار ایسا کر اور اے دیوار ایسا ہوا اور معلوم کرنا چاہیے کہ ذکر دیوار کچھ شرط نہین بلکہ توجیہ خطاب غیر محلوف علیہ کی طرف کافی ہی عدم حنث مین چنانچہ
بحر الرائق مین مصرح ہی کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو میرا گلا اپنے بھائی سے کریگی تو تجھکو طلاق ہی پھر جب اُسکا بھائی اُسکے پاس آیا اور اُسکے پاس ایک لڑکا
تھا ناگاہ تو عورت نے کہا لڑکے سے خطاب کر کے کہ میرے زوج نے ایسا کیا ایسا تک کہ اُسکی بھائی نے سُنا تو اُسپر طلاق نہوگی اسواسطے کہ اُسنے بھائی سے
شکایت نہین کی کیونکہ اُسکی طرف مخاطب نہین ہوئی اور اگر قسم کھائی کہ زید سے بات نہ کریگا پھر ایک جماعت کو سلام کیا جنمین زید بھی تھا سو حانث ہوگا اور
اگر زید کی طرف خطاب کی نیت نہ کریگا تو دیانۃ اُسکی تصدیق ہوگی اور اگر نماز بجماعت ہوگی تو سلام کرنے سے حانث نہوگا خواہ زید داہنی طرف ہو خواہ
بائین طرف اور اگر محلوف علیہ نے دروازہ کے کواڑ مین دھکا دیا اور حالف نے کہا کہ کون ہی تو حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی السراجیۃ سال محمد
حال صغرہ اباحنیفۃ عمن قال لا اخر واللہ لا اکلمک ثلث مرات فقال ابوحنیفۃ ثم ماذا فتبسم محمد وقال انظر حسنا یا شیخ فنکس ابوحنیفۃ ثم قال حنث مرتین فقال محمد
احسنت فقال ابوحنیفۃ لا ادری ای الکلمتین اوجع ہے قولہ احسنا او احسنت اور سراجیہ مین ہی کہ سوال کیا محمد بن حسن نے طفلی کی حالت مین امام ابوحنیفہ
سے اُس شخص کے حق مین جسنے دوسرے سے کہا واللہ مین تجھ سے کلام نہ کرونگا تین بار سو امام نے کہا پھر کیا ہوا تو محمد نے تبسم کیا اور کہا اے شیخ خوب
تامل کیجیے تو سر جھکا لیا امام نے پھر فرمایا وہ شخص دو بار حانث ہوا تو محمد نے کہا خوب کہا آپ نے تو امام نے فرمایا کہ مین نہین جانتا کہ وہ لفظون مین سے

کونسا لفظ میرے واسطے درزناک ہو اُسکا حسنا کہنا یا احسنت کہنا امام سوال محمد کا دو امر کو محتمل تھا کہ ثلث مرات لا اکلمک سے متعلق ہو یا قال سے اگر لا اکلمک سے متعلق ہو تو یہ مطلب ہو کہ تجھسے تین بار کلام نہ کرونگا اول امام یہی سمجھے لہذا فرمایا کہ پھر گیا ہو یعنی حالف نے کئی بار اس قسم کے بعد کلام کیا اور اگر ثلث مرات کو قال سے متعلق کیجیے تو مطلب یہ ہو کہ حالف نے تین بار یہ کہا کہ تجھسے کلام نہ کرونگا سوال سے محمد کو یہی مقصود تھا لہذا جواب مین کہا کہ تامل کر کے جواب دیجیے پوچھنے کی کچھ حاجت نہین پھر امام نے مقصود سوال کا دریافت کیا اور فرمایا کہ لا اکلمک کو تین بار کہنے سے دو بار حانث ہوگا اسواسطے کہ ایکبار کہنے سے یمین منعقد ہوئی اور دوسری بار کہنے سے ایکبار حنث ثابت ہوا اور تیسری بار بولنے سے دو بار حنث ہوا اور انکا حسنا کہنا اسواسطے مکروہ معلوم ہوا کہ عدم تامل مجیب پر دلالت کرتا ہو اور احسنت کہنا اسواسطے بُرا معلوم ہوا کہ علم سائل پر دلالت کرتا ہو یعنے سائل کو مسئلہ معلوم تھا لیکن امتحان کیواسطے سوال کیا اور چونکہ حالت طفلی مین یہ گفتگو ہوئی تو اُسمین محمد بن حسن کی بے ادبی اور شوخ چشمی ثابت نہین ہوتی او حلف لا یکلمہ الا باذنہ فاذن لہ ولم یعلم بالاذن تکلمہ حنث لاشتقاق الاذن من الاذان فیشترط العلم یا قسم کھائی کہ اُس سے کلام نہ کریگا مگر اُسکے اذن سے سو اُس نے اذن دیا اور حالف کو اُسکا اذن دینا معلوم نہ ہوا پھر اُس سے کلام کیا تو حانث ہوگا بسبب اشتقاق اذن کے اذان سے اور اذان بمعنے اعلام ہو تو اذن مین علم شروط ہوا مراد اشتقاق سے اشتقاق کبیر مراد ہو کذا فی النہر اسواسطے کہ اشتقاق صغیر مین مجرد مزید سے مشتق نہین ہوتا بلکہ مزید مجرد سے مشتق ہوتا ہو مصنف نے اپنی شرح مین کہا یا اذن وقوع سے الاذن سے ماخوذ ہو ہر صورت تحقیق اذن کا بدون سماع کے نہین ہوتا بخلاف لا یکلمہ الا برضاہ فرضی ولم یعلم لان الرضے من اعمال القلب فنتیم یہ بخلاف اس قسم کے کہ نہ کلام کریگا مگر اُسکی رضامندی سے سو وہ راضی ہوگیا اسکے کلام سے اور حالف کو اُسکی رضا کا علم نہ ہوا پھر اُسنے کلام کیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ رضامندی دل کا عمل ہو تو اُسکا تحقیق فقط دل ہی سے تمام ہوگا علم حالف اسمین مشروط نہین الکلام والتحدیث لا یکون الا باللسان فلا یحنث باشارۃ و کنایۃ کما فی النتف کلام اور تحدیث ثابت نہین ہوتا بدون زبان کے تو حانث نہ ہوگا اشارہ کرنے اور لکھنے سے کذا فی النتف یعنی اگر قسم کھائی کہ فلانے سے کلام نہ کریگا پھر اُسکو خط لکھا یا اُسکی طرف پیام بھیجا یا اُسکی طرف آنکھ یا ہاتھ سے اشارہ کیا تو حانث نہ ہوگا کذا فی المنح وفی الخانیۃ لا اقول لہ کذا فکتب الیہ حنث ففرق بین القول والکلام لکن نقل المصنف بعد مسئلۃ شم الریحان عن الجامع انہ کالکلام خلافا لابن سماعۃ اور خانیہ مین ہو قسم کھائی کہ اُس سے نہ کہونگا ایسا پھر اُسکی طرف لکھ بھیجا تو حانث ہوگا تو تفریق ہوئی قول اور کلام مین کہ قول کتابت سے ثابت ہوتا ہو نہ کلام لیکن مصنف نے آگے بعد مسئلہ شم ریحان کے جامع سے نقل کیا ہو کہ قول مانند کلام کے ہو یعنی کتابت سے قول بھی ثابت نہین ہوتا بخلاف ابن سماعہ کے تم تو معلوم ہوا کہ کلام اور قول مین تین قول ہین جامع کا یہ قول ہو کہ کلام اور قول کتابت سے ثابت نہین ہوتے اور قاضیخان کے نزدیک تفریق ہو کہ قول کتابت سے ثابت ہوتا ہو نہ کلام اور ابن سماعہ نے اپنی نوادر مین کہا کہ کلام اور قول دونون کتابت سے ثابت ہوتے ہین کذا فی الطحطاوی والاخبار والاقرار والبشارۃ تکون بالکتابۃ لا بالاشارۃ والایماء اور خبر دینا اور اقرار کرنا اور خوشخبری دینا لکھنے سے ثابت ہوتے ہین نہ اشارہ اور ایماء سے تم طحطاوی نے کہا کہ مصنف کو مناسب تھا کہ ایضا کا لفظ بعد کتابت کے زیادہ کرتا تاکہ معلوم ہوتا کہ اخبار اور اقرار اور بشارت کتابت سے بھی ہوتا ہو اور کلام سے بھی والاظہار والافشاء والاعلام یکون بالکتابۃ و بالاشارۃ ایضا اور اظہار اور افشاء اور اعلام کتابت سے ہوتا ہو اور اشارہ کرنے سے بھی تم طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی شرح مین افشاء یون ہو اور بحر الرائق مین افشا ہو فلو قال لم انو الاشارۃ دین اور اگر حالف نے کہا کہ مین نے اشارہ کی نیت نہین کی تو دیانۃً اُسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً یعنے اگر عدم اظہار وغیرہ کی قسم کھائی اور اشارہ کردیا اور عدم اشارہ کی نیت ظاہر کی تو فیما بینہ و بین اللہ اُسکی تصدیق ہوگی نہ قاضی کے نزدیک وفی لا یدعوہ او لا یبشرہ یحنث بالکتابۃ اور اس قسم مین کہ اُسکو نہ بلادیگا یا اُسکو بشارت نہ دیگا تو کتابت سے حانث ہوگا ان اخبرتنی او اعلمتنی ان فلانا قدم

ونحوہ یحنث بالصدق والکذب کہا کہ اگر تو مجکو خبر کریگا یا اعلام کریگا کہ فلانا شخص آیا یا مانند اسکے تو میرا غلام آزاد ہی تو حانث ہوگا صدق اور کذب
سے یعنی اعلام اور اخبار مخاطب کا صدق ہو یا کذب بہر صورت غلام آزاد ہوگا ولو قال بقدومہ ونحوہ فعلی الصدق خاصۃ لافادتہا صدق الخبر بنفس
القدوم کما حققناہ فی بحث الباء من الاصول اور اگر یون کہا کہ اگر تو مجکو بقدوم فلانی یا مانند اسکے خبر کریگا تو یہ اخبار صدق پر مخصوص ہوگا اسواسطے کہ بار
جارہ الصاق خبر بنفس قدوم کا فائدہ دیتی ہی چنانچہ اصول کی کتاب مین ہم نے اُسکو محقق کیا ہی بار جارہ کی بحث مین یعنی با بجارہ الصاق کے واسطے
موضوع ہی تو جب وہ قدوم کے لفظ پر آئی تو یہ مطلب ہوا کہ خبر قدوم سے ملائی جاوے اور یہ ملانا بدون تحقق قدوم کے نہین ہوسکتا لہذا اخبار
بالکذب اسمین مراد نہین ہوتا طحطاوی نے کہا کہ ان اخبرتنی ان فلانا قدم مین بار جارہ مقدر ہی اسواسطے کہ حذف جار کا ان ساتھ مطرد ہی تو چاہیے
کہ وہان بھی اخبار بالکذب سے حانث نہ ہو وکذا ان کتبت لبقدوم فلان کما یجی فی الباب الاتی اور اسی طرح فقط صدق پر حنث مخصوص ہی
اس مثال مین کہ اگر تو کتابت بقدوم فلانے کریگا چنانچہ اگلے باب مین آویگا وسال الرشید محمداً عمن حلف لایکتب الی فلان فاوما بالکتابۃ
ہل یحنث فقال نعم یا امیر المومنین ان کان مثلک اور سوال کیا ہارون رشید نے امام محمدؒ سے کہ جس نے قسم کھائی کہ فلانے شخص کو نہ لکھیگا پھر
اُس نے دوسرے سے اشارہ کیا لکھنے کا کیا حانث ہوگا تو امام محمدؒ نے کہا ہان یا امیر المومنین حانث ہوگا اگر حالف تمسا شخص ہو مراد کہ بادشاہ خود
نہین لکھتا بلکہ غیر کو حکم کرتا ہی کتابت کا اور عادت سلاطین اور امرا کی یہ ہی کہ اشارہ اور ایما سے حکم کرتے ہین لا یکلمہ شہراً فمن حین حلفہ قسم کھائی کہ
فلانے سے ایک مہینہ نہ کلام کریگا تو ابتدا مہینہ حلف کے وقت سے ہوگی تیس دن ۔۔۔ ولو عرفہ فعلی باقیہ اور اگر حالف نے مہینہ کو معرفہ مذکور کیا
یعنے یون کہا لا یکلمہ الشہر تو اُس مہینے کی باقی تاریخون پر حنث ہوگی مثلاً پچیسوین[۲۵] تاریخ قسم کھائی تو پانچ یا چھ روز باقی مین اگر کلام کریگا تو حانث
ہوگا بخلاف لاعتکفن اولاصومن شہراً فان التعیین الیہ بخلاف اس مثال کے کہ واللہ اعتکاف کرونگا یا روزہ رکھونگا تو حالف کو تعیین
کا اختیار ہی چاہے حلف کے وقت سے مہینہ بھر اعتکاف کرے اور چاہے باقی تاریخون مین اعتکاف کرے م اور یہی حکم ہی سال اور دن کا اور بدائع
مین ہی کہ اگر مثلاً پہر دن رہے قسم کھائی کہ ایک دن کلام نہ کریگا تو قسم ثابت ہوگی باقی دن اور پوری اگلی رات اور دوسرے دن کے پہر دن تک اور
یہی حکم ہی رات کا کذا فی النہر والفرق ان ذکر الوقت فیما ینادل الابد لاخراج ما ورائہ وفیما لا یتنا ولہ للمد الیہ زیلعی اور فرق کلام اور اعتکاف مین
یہ ہی کہ ذکر وقت کا اُس فعل مین جو شامل ہی دوام کو واسطے اخراج ماسوا وقت کے ہوتا ہی اور جس فعل مین شمول دوام کا نہین تو اسمین ذکر وقت
کا واسطے دراز کرنے فعل کے ہی اسوقت تک کذا فی زیلعی مثلاً اگر عدم کلام کی یمین مین مہینہ مذکور نہ ہوتا تو عدم تکلم تمام عمر کو شامل رہتا تو مہینہ کے ذکر
کرنے سے باقی مدت عمر کی نکل گئی اور اعتکاف اور صوم کی یمین مین اگر مہینہ مذکور نہ ہوتا تو تمام عمر کو اعتکاف اور صوم شامل نہ ہوتا تو ذکر کرنا مہینہ کا
واسطے تقدیر اعتکاف اور صوم کے ہی حلف لا یتکلم فقرأ القرآن او سبح فی الصلوۃ لا یحنث اتفاقاً قسم کھائی کہ کلام نہ کریگا پھر اُسنے قرآن پڑھا
نماز مین یا سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الاعلی نماز مین کہا تو بالاتفاق حانث نہو گا اسواسطے کہ اُسکو عرف اور شرع مین متکلم نہین کہتے کذا فی النہر
وان فعل ذلک خارجہا حنث علی الظاہر کما رجحہ فی البحر ورجح فی الفتح عدمہ مطلقا للعرف وعلیہ الدرر والملتقی بل فی البحر عن التہذیب انہ لا یحنث بقراءۃ
الکتب فی عرفنا انتہی واقرہ فی الشرنبلالیۃ قائلا ولا علیک من اکثریۃ التصحیح لہ مع مخالفۃ العرف وبقیاس علیہ القاری درس ما لکن یعکر علیہ ما فی النہر
واما الشعر فیحنث بہ لانہ کلام منظوم استثنے فغیر المنظوم اولی فتامل اور اگر قرارت قرآن اور تسبیح خارج نماز کی تو حانث ہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے چنانچہ
اسی کو ترجیح دی ہی بحر الرائق مین اور فتح القدیر مین ترجیح دی ہی عدم حنث کو بسبب عرف کے مطلقاً خواہ قرارت اور تسبیح نماز مین ہو خواہ خارج
نماز خواہ اسمین عربی مین ہو خواہ فارسی مین اور عدم حنث پر درر اور ملتقی الابحر کا قول ہی بلکہ خود بحر الرائق مین تہذیب فلان سے منقول ہی کہ حانث نہین

القرآن

ہوتا کتابون کے پڑھنے سے ہمارے عرف مین انتہی کلامہ اور قوی کیا ہی فتح القدیر کے قول کو شر نبلالیہ مین اسطرح کھکر تجھ پر اکثر بیت بہ تصحیح حنث کا تردد کرنا لازم
نہین باوجود مخالفت عرف کے اور تہذیب کے قول پر قیاس کیا گیا ہی ہر درس کا القا یعنی شاگرد کا پڑھانا بھی کلام مین داخل نہین مانند پڑھنے کے بنا بر عرف کے یہ
قیاس ہی صاحب نہر کا لیکن قیاس مذکور پر وارد ہوتا ہی جو فتح القدیر مین ہی یعنے شعر پڑھنے سے تو حانث ہوگا اسواسطے کہ شعر کلام منظوم ہی انتہی کلام النہر تو
غیر منظوم سے بطریق اولی حانث ہوگا سو تامل کرو تامل کی وجہ یہ ہی کہ جب بعلت کلام منظوم ہونے کے شعر خوانی سے حانث ہوا تو کلام غیر منظوم سے جنانچہ
درس ہی بطریق اولی حانث نہ ہوگا تو معلوم ہوا کہ قیاس درس کا قرارت کتب پر غیر مسلم ہی کذا فی الطحطاوی حلف لایقرأ القرآن الیوم یحنث بالقرأة
فی الصلوة او خارجہا قسم کھائی کہ آج کے دن قرآن نہ پڑھے گا تو حانث ہوگا قرآن پڑھنے سے نماز مین یا غیر نماز مین ولو قرأ البسملة فان نوی
ما فی النمل حنث والا لا لانہم لایریدون بہ القرآن اور اگر بسم اللہ الرحمن الرحیم کو پڑھا تو اگر اس قرارت سے سورۂ نمل کی آیت کی نیت کی تو حانث ہوگا
اور اگر یہ نیت نہ کی تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ بسم کہنے سے لوگ قرارت قرآن کا ارادہ نہین کرتے ہین بلکہ بطور تبرک پڑھتے ہین ولو حلف لایقرأ سورة
کذا او کتاب فلان لا یحنث بالنظر فیہ و فہمہ بہ یفتے واقعات اور اگر قسم کھائی کہ فلانی سورة یا فلانے کا خط نہ پڑھے گا تو اُسمین نظر کرنے اور اُسکا مطلب سمجھنے
سے حانث نہ ہوگا یہی قول مفتی بہ ہی کذا فی الواقعات اسواسطے کہ نظر اور فہم قرارت نہین حلف لایکلم فلانا الیوم فعلی الجدیدین لقرانہ الیوم بفعل
لا یمتد فعم قسم کھائی کہ کلام نہ کریگا فلانے شخص سے آج کے دن تو یہ حلف رات اور دن دونون پر شامل ہوگا کیونکہ متصل کرنے حالف کے یوم کو اُس فعل سے
جسکو امتداد نہین تو لیل اور نہار دونون کو شامل ہوگا کتاب الطلاق مین مذکور ہو چکا کہ جب یوم مقارن ہوگا فعل غیر ممتد سے تو مطلق وقت
مراد ہوگا اور چونکہ کلام غیر ممتد ہی لہذا لیل و نہار دونون کو شامل ہوگا لیل و نہار کو جدیدین بواسطے اُنکے تجدد کے کہا طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی یہ مثال
صحیح نہین اسواسطے کہ لا اکلم فلانا الیوم کا یہ حکم ہی کہ یمین باقی دن تک ہی رات کو شامل نہین اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہی کہ اگر حالف نے مثلا پہر دن چڑھے
کہا لا اکلمک الیوم تو یمین باقی دن تک رہیگی جب آفتاب غروب ہوگا تو یمین ساقط ہو جاویگی اور جو مثال اسکی کنز وغیرہ متون مین ہی سو یون ہی یوم اکلم فلانا
فعلی الجدیدین فان نوی النہار صدق لانہ الحقیقة اگر مثال مذکور مین نیت نہار کی کریگا یعنی یوم سے فقط نہار مراد لیگا تو اُسکی تصدیق ہوگی دیانة بھی
اور قضاءً بھی اسواسطے کہ نہار حقیقة ہی یوم کی تو در صورت نیت حقیقت مجاز مراد نہ ہوگا تو اس صورت مین یوم لیل اور نہار کو شامل ہوگا ولو قال لیلة اکلم فلانا فکذا
فہو علی اللیل خاصة لعدم استعمالہ مفرداً فی مطلق الوقت اور اگر یون کہا کہ جس رات کہ مین کلام کرون فلانے سے تو ایسا ہو تو یہ یمین رات پر مخصوص ہوگی
بسبب نہ مستعمل ہونے لیل کے بلفظ مفرد مطلق وقت مین ہم یہ شارح نے دفع دخل کیا کہ بعضے اشعار عرب مین لیالی بمعنی مطلق وقت کے مستعمل ہی خلاصہ جواب
یہ ہی کہ بلفظ جمع لیل البتہ مطلق وقت مین مستعمل ہی نہ بلفظ مفرد قال ان کلمتہ ای عمراً الا ان یقدم زید او حتی او الا ان یاذن او حتی یاذن فکذا فکلم
قبل قدومہ او قبل اذنہ حنث ولو بعدہما لا لجعل القدوم والاذن غایة لعدم الکلام کہا اگر مین عمرو سے کلام کرون مگر یہ کہ زید آوے یا یہانتک کہ زید آوے
یا یون کہا کہ اگر مین اُس سے کلام کرون تاانیکہ زید اذن دے یا یون بولا کہ اگر مین اُس سے کلام کرون تا اجازت دینے زید کے تو ایسا ہو پھر اُس سے بات کی قبل قدوم
زید کے یا قبل اذن دینے زید کے تو حانث ہوگا اور اگر بعد قدوم اور اذن زید کے عمرو سے بولا تو حانث نہ ہوگا بسبب قرار دینے حالف کے قدوم اور اذن کو غایت
عدم کلام کے ہم یمین باقی رہتی ہی قبل غایت کے اور منتہی ہوتی ہی بعد غایت کے تو بعد انتہائے یمین حانث نہو گا سو حتی کا غایت کے واسطے موضوع ہونا تو صریح
ہی مگر الا بمعنی غایت باعتبار مجاز کے ہی اسواسطے کہ اصل الا مین استثنا ہی لیکن شرط اور غایت کے واسطے مجازاً استعمل ہوتا ہی جبکہ استثنا متعذر ہو اسواسطے
کہ استثنا اور شرط اور غایت مین یہ مناسبت ہی کہ ہر ایک کے ماقبل کا حکم مخالف ہوتا ہی مابعد کے کذا فی المنح وان مات زید قبلہما سقط الحلف اور اگر زید
مر گیا قبل قدوم اور اذن کے تو یمین ساقط ہو گئی اسواسطے کہ یمین کا محل ہی نہ باقی رہا قید بتاخیر الجزاء لانہ لو قدمہ فقال امرأتہ طالق الا ان یقدم زید لم تکن للغایة

بل للشرط لان الطلاق مما لا یحتمل التاقیت فلا تطلق بقدومہ بل بموتہ مصنف نے مثال مذکور کو مقید بتاخیر جزا کیا اسواسطے کہ اگر مثال مذکور مین جزا کو مقدم کرے
سو یون کہے کہ اسکی عورت مطلقہ ہے مگر یہ کہ زید آوے تو اس صورت مین الا واسطے غایت کے نہین بلکہ شرط کے واسطے ہے اسواسطے کہ طلاق ایسی چیز نہین جو
تعیین وقت کی محتمل ہو تو عورت مطلقہ نہ ہوگی زید کے قدوم سے بلکہ زید کی موت سے م الا بمعنی غایت وہان ہوتا ہے جو توقیت کا محتمل ہو اور طلاق
اسکا محتمل نہین لہذا یہان بمعنی شرط ہے تو گویا اُسنے یون کہا کہ ان لم یقدم زید فانت طالق یعنی اگر زید نہ آویگا تو تو طالق ہے تو اب طلاق قدوم زید سے
نہ واقع ہوگی بلکہ اسکی موت سے ہوگی اسواسطے کہ قبل موت زید کے عدم قدوم کا تحقق نہین ہو سکتا اسواسطے کہ یمین مطلق ہے کما لو قال لغیرہ واللہ
لا اکلمک حتی یاذن لی فلان او قال لغریمہ واللہ لا افارقک حتی تقضینی حقی او حلف لیوفینہ الیوم فمات فلان قبل الاذن او بری من
الدین فالیمین ساقط والاصل ان الحالف اذا جعل لیمینہ غایۃ وفاتت الغایۃ بطل الیمین بہا خلافا للثانی چنانچہ حالف نے غیر سے کہا کہ واللہ مین تجھ سے نہ
بولونگا یہان تک کہ مثلاً زید مجکو اذن دے یا حالف نے اپنے قرض دار سے کہا کہ واللہ مین تجھکو نہ چھوڑونگا یہان تک کہ تو میرا حق ادا کرے یا قرضدار نے قسم
کھائی کہ البتہ اُسکا قرض آج ادا کریگا پھر زید مر گیا قبل اذن دینے کے یا بری الذمہ ہوگیا قرض دار قرض معاف ہو جانے سے تو قسم ساقط ہو جائیگی اور اصل
سقوط کی یہ ہے کہ قسم کھانے والے نے جب اپنی قسم کی ایک غایت مقرر کی اور وہ غایت فوت ہوگئی تو اُسکے فوت ہونے سے قسم باطل ہو جاویگی امام اعظم
اور محمدؒ کے نزدیک بسبب عدم امکان بر کے بخلاف ابی یوسف کے کلمۃ ما زال وما دام وما کان غایۃ ینتہی الیمین بہا فلو حلف لا یفعل کذا ما دام
بنجاری فخرج منہا ثم رجع ففعل لا یحنث لانتہاء الیمین کلمہ ما زال اور ما دام اور ما کان کا غایت کیواسطے ہے تو یمین اُسی کے ساتھ آخر ہو جاویگی تو اگر قسم
کھائی کہ ایسا نہ کریگا ما دام اسیکہ بخارا مین رہیگا پھر قسم کے بعد بخارا سے نکلا پھر وہین پلٹ گیا پھر وہ فعل کیا جسکے نہ کرنے کی قسم کھائی تھی تو حانث نہوگا بسبب منتہی
ہونے یمین کے خروج سے وکذا لا یاکل ہذا الطعام ما دام فی ملک فلان فباع فلان بعضہ لا یحنث باکل باقیہ لانتہاء الیمین ببیع البعض اور اسیطرح قسم کھائی
کہ اس طعام کو نہ کھاویگا جب تک کہ فلانے کی ملک مین رہیگا سو فلانے نے اُس طعام سے کچھ بیچا تو باقی طعام کے کھانے سے حانث نہوگا بسبب منتہی ہونے قسم
کے بعض کی بیع سے وکذا لا افارقک حتی تعطینی حقی الیوم او حتی اقدمک الی السلطان الیوم لا یحنث بمضی الیوم بل بمفارقتہ بعدہ ولو قدم الیوم لا یحنث ولو
فارقہ بعدہ بحر اور اسی طرح قسم کھائی کہ مجکو نہ چھوڑونگا یہان تک کہ تو میرا حق دے آج کے دن یا یون کہا کہ تجکو نہ چھوڑونگا یہان تک کہ تجکو حاکم کے
پاس لیجاؤن آج کے دن تو حانث نہ ہوگا دن کے گذرنے سے بلکہ بعد مدت کے قرض دار کے چھوڑ دینے سے حانث ہوگا اور اگر حالف نے یوم کو مقدم
کیا یعنی یون کہا کہ لا افارقک الیوم حتی تعطینی حقی پھر وہ دن گذر گیا اور اُسنے اسکو نہ چھوڑا اور قرض دار نے قرض نہ ادا کیا تو حانث نہ ہوگا اگرچہ
حالف نے اُسکو بعد گذرنے دن کے چھوڑ دیا ہو کذا فی البحر اسواسطے کہ حالف نے فراق کیواسطے اُسیدن کو وقت ٹھہرایا تھا کذا فی الطحطاوی عن البحر وکذا لو
حلف ان یجرہ الی باب القاضی وکلافہ فاعترف الخصم او ظہر شہود سقط الیمین لتقییدہ من جہۃ المعنی بحال نکرہ کما سیجی فی باب الیمین فی الضرب اور اسیطرح اگر قسم
کھائی اسکی کہ مدعا علیہ کو قاضی کے دروازہ تک کھینچ لیجاویگا اور قسم دلا دیگا پھر اقرار کیا اُسنے مال کا یا مدعی کے شاہد ظاہر ہوگئے تو یمین ساقط ہو جاویگی بسبب مقید
ہونے یمین کے باعتبار معنی کے اس حال سے جبکہ وہ منکر تھا چنانچہ اسکا ذکر آویگا یمین فی الضرب کے باب مین وفی حلفہ لا یکلم عبدہ ای عبد فلان او عرسہ
او صدیقہ او لا یدخل دارہ او لا یلبس ثوبہ او لا یاکل طعامہ او لا یرکب دابتہ ان زالت اضافتہ ببیع او طلاق او عداوۃ وکلمہ لم یحنث فی العبد
والمملوک کالدار اشار الیہ بہذا او لا علی المذہب لان العبد ساقط الاعتبار عند الاحراز فکان کالثوب والدار اور اس قسم مین کہ فلانے
کے مثلاً زید کے غلام سے کلام نہ کریگا یا اُسکی زوجہ یا اسکے دوست سے یا اُسکے گھر مین نہ داخل ہوگا یا اُسکا کپڑا نہ پہنیگا یا اُسکا کھانا نہ کھاویگا
یا اُسکے جانور پر سوار نہ ہوگا اگر زید کی نسبت زائل ہوگئی بیع کرنے سے غلام اور دار اور ثوب اور طعام اور جانور مین یا طلاق دینے سے زوجہ مین یا دشمنی ہونے

سے دوست ہین اور کلام کیا اُس سے تو حانث نہو گا غلام ہین اور اُسکے مانند مین جو قابل ملک ہی چنانچہ گھر خواہ قسم کے وقت اُسکی طرف اشارہ کیا ہو بنا بر
قوی مذہب کے یعنی خواہ یون کہا کہ واللہ مین زید کے اس غلام سے نہ بولونگا یا یون کہا کہ زید کے غلام سے نہ بولونگا بہر صورت اُسکے بولنے سے حانث نہ ہو گا
اسواسطے غلام ساقط الاعتبار ہوتا ہی احرار کے نزدیک تو وہ مانند ثواب اور دار کے ہو گیا م غلام اس لائق نہین ہوتا کہ شخص حر اُسکے عدم تکلم کی قسم کھاوے تو
یہ قسم ہو گی مگر اُسکے مالک کے سبب سے پھر جب اُسکا دوسرا مالک ہو گیا جسے تو عدم تکلم کا عذر جاتا رہا لہذا حانث نہو گا اور یہی حکم ہی ترک دار اور ثوب اور طعام کا و
فی غیرہ ای فی تکلم غیر العبد من الزوجۃ والصدیق لا الدار لانہا لا تکلم فتکون الدار مسکوتا عنہا للعلم بانہا کالعبد بالطریق الاولی فتنبہ اور اُسکے غیر مین یعنی غیر عبد کے کلام
کرنے مین مراد غیر عبد سے زوجہ اور دوست ہی نہ دار اسواسطے کہ دار لائق کلام کرنے کے نہین تو دار کا حکم مسکوت ہوا اسواسطے کہ دار کا مانند عبد کے ہونا یہ
طریق اولی معلوم ہی سو خبر دار ہو جا م ماتن نے مثال مین اول عبد اور زوجہ اور دوست اور دار کو جمع کیا پھر تفصیل مین اول عبد کا حکم بیان کیا پھر غیر عبد کا حکم مذکور کیا حالانکہ غیر عبد
مین دار بھی داخل ہی لیکن حکم ثانی مین وہ شامل نہین لہذا شارح نے کلام ماتن کی توجیہ کی یعنی غیر عبد سے فقط زوجہ اور دوست مراد ہی اس دلیل سے کہ دار لائق کلام نہین تو
اُسکا حکم مذکور نہین اگر کوئی کہے کہ جب دار کا حکم مذکور نہین کیا تو اُسکے ذکر سے کیا فائدہ شارح نے جواب دیا کہ دار کا حکم مانند حکم عبد کے بطریق اولی معلوم ہی
تو اُسکے حکم کے علیحدہ ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی وجہ اولویت کی یہ ہی کہ زوال اضافت سے تکلم عبد سے حنث نہ ہوا حالانکہ عبد مین عقل ہی کراہت ذاتی اُسمین سے
ممکن ہی تو دخول دار سے بعد زوال اضافت کے بطریق اولی حنث نہ ہو گا اسواسطے کہ دار مین تعقل نہین کہ اُسکے دخول سے کراہت ذاتی متصور ہو پھر شارح
نے بعد اس توجیہ کے آخر کو آگاہ کر دیا کہ تعمیم ماتن غیر مناسب ہی ان اشار بھذا او عین حنث لان الحر یہجر لذاتہ فالاشارۃ ولم یعین لا یحنث وحنث بالمتجدد
بان اشتری عبدا او تزوج بعد الیمین اور غیر عبد مین یعنے زید کی زوجہ اور دوست کے کلام سے اگر اشارہ کیا بلفظ ہذا یا اُسکو معین کر دیا نام لیکر تو حانث ہو گا
زوال اضافت کے اسواسطے کہ حر بالذات بھی چھوڑا جاتا ہی اور اگر اشارہ نہین کیا اور نام اُسکا لیا یعنے یون کہا کہ زید کی زوجہ یا دوست سے کلام نہ کریگا تو بعد زوال
اضافت کے حانث نہ ہو گا اور حانث ہو گا عبد جدید اور زوجہ جدید کے کلام سے تجدد کی صورت یہ ہی کہ زید نے غلام مول لیا یا نکاح کیا بعد یمین کے لا
یکلم صاحب ہذا الطیلسان مثلا فکلمہ بعد ما باعہ حنث لان الاضافۃ للتعریف ولذا لو کلم المشتری لم یحنث قسم کھائی کہ مثلاً اس طیلسان والے سے
کلام نہ کریگا پھر اُس سے کلام کیا طیلسان بیچنے کے بعد تو حانث ہو گا اسواسطے کہ یہ اضافت اور نسبت شناخت کیواسطے ہی کچھ قید نہین اور اسیواسطے
اگر طیلسان مول لینے والے سے کلام کریگا تو حانث نہ ہو گا م طیلسان معرب ہی تیلسان کا وہ اہل عجم کا لباس ہی سیاہ اور مدور اُسکا تانا بانا صوف کا
ہوتا ہی کذا فی المنح الزمان والحین ومنکر ہما ستۃ اشہر من حین حلفہ لانہ الوسط لفظ زمان اور حین کا معرف باللام ہو خواہ نکرہ بلا لام مراد اُس سے
چھ مہینے ہین ابتدا حلف سے اسواسطے کہ چھ مہینے متوسط استعمال ہی زمان اور حین کا م حین گاہے زمان قلیل مین مستعمل ہوتا ہی کما قال اللہ تعالی
(فسبحان اللہ حین تمسون) مراد یہان ساعت سا ہی اور گاہے حین چالیس برس کے واسطے مستعمل ہوتا ہی کما قال اللہ تعالی (ہل اتی علی الانسان حین
من الدہر) انسان سے مراد آدم علیہ السلام ہین اور حین سے چالیس سال مراد ہین اور گاہے حین چھ مہینے مین مستعمل ہوتا ہی کما قال اللہ تعالی
(تؤتی اکلہا کل حین) ابن عباس نے کہا کہ حین سے یہان چھ مہینے مراد ہین اور چونکہ چھ مہینے متوسط رتبہ ہی استعمال حین کا لہذا عدم تکلم زمانی اور
حینی کے حلف مین اسی قدر مراد ہو گا اسلیے کہ ساعت بھر عدم تکلم قسم کھانے پر موقوف نہین بلا قسم بھی متصور ہی اور چالیس برس کی مدت دراز ہی بیشتر
اتنا عدم تکلم مقصود نہین لہذا متوسط رتبہ متعین ہو گیا اور لفظ زمان کا استعمال مین حین کے برابر ہی مارأیتہ منذ حین ومنذ زمان ایک ہی
معنی مین مستعمل ہی کذا فی المنح والطحطاوی وبہا ای بالنیۃ ما نوی فیہما علی الاصح بدائع اور نیت کے ساتھ جو نیت حین اور زمان مین کریگا وہی
مراد ہو گا بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی البدائع یعنے چھ مہینے کی تقدیر حین اور زمان مین اُسوقت ہی جب حالف نے قلیل یا کثیر مدت کی نیت نہ کی ہو اور در

صورت نیت اُسکی نیت ہی کی تقدیر پر مراد ہوگی وغرة الشهر وراس الشهر اول ليلة منه ويومها اور غرۂ شہر اور راس شہر سے مہینہ کی پہلی رات اور اسی کا دن مراد ہی
واوله الى ما دون النصف وآخره اذا مضى خمسة عشر لوما فلو حلف ان يصوم اول يوم من آخر الشهر وآخر يوم من اول الشهر صام الخامس عشر والسادس عشر
اول شہر نصف مہینہ سے کم تر تک ہی اور آخر شہر اسوقت سے ہی جب پندرہ روز گذر جاوین تو اگر قسم کھائی کہ آخر شہر کے اول روز مین اور اول شہر کے آخر
دن مین روزہ رکھیگا تو پندرھوین اور سولھوین تاریخ روزہ رکھے اسواسطے کہ سولھوین آخر شہر کا پہلا روز ہی اور پندرھوین اول شہر کا پچھلا دن ہی طحطاوی نے
کہا کہ شارح کو مناسب تھا یون کہنا کہ اول شہر نصف شہر تک ہی جیساکہ قہستانی نے کہا ہی اسواسطے کہ پندرھوین تاریخ کو فقہا نے اول شہر کا آخر دن کہا ہی
والصيف من حين القاء الحشو الى لبسه ضد الشتاء بدائع اور گرمی کا موسم اُسوقت سے ہی جب روئی بھرا کپڑا اتار ڈالا جاوے یہانتک کہ پھر اُسکے پہننے کی نوبت
آوے اور سردی کا موسم اُسکے بالعکس ہی كذا فى البدائع م فتاوے عالمگیری مین واقعات سے منقول ہی کہ صیف اور شتا کی معرفت مین علما کا کلام مختلف ہی
اور قول مختار یہ ہی کہ اگر قسم کھانے والا اُس شخص مین رہتا ہو جہان کے لوگون مین گرمی اور سردی کا حساب مقرر ہو جس سے وہ صیف اور شتا کو پہچانتے ہون
تو اُسکی قسم مین وہی حساب مقرری مراد ہوگا اور اگر وہان حساب معلوم نہ ہو تو شتاء وہ ہی جسمین روئی دار یا پوستین وغیرہ کی حاجت ہو اور گرمی اُسکی بالعکس ہی
اور ربیع کا موسم آخر شتاء سے ہی اول صیف تک اور خریف آخر صیف سے ہی اول شتا تک وفى حلفه لا يكلمه الدهر والابد هو العمر اى مدة حيوة الحالف
عند عدم النية اور اس قسم مین کہ کلام نہ کریگا اُس سے دہر اور ابد مین تو دہر اور ابد سے عمر مراد ہی یعنی حالف کی زندگی کی مدت عدم نیت کیوقت یعنی درصورت
نیت اُسکی نیت ہی معتبر ہوگی قلیل زمانہ ہو یا کثیر اور دہر سے مدت حیات مراد ہونا اُسوقت ہی جب کہ لفظ دہر کا معرف باللام ہو ودهر منكر لم يدر وقالا هو
كالحين وغير خاف ان اذا لم يرد عن الامام شئ فى مسألة وجب الافتاء بقولهما اور دہر منکر کو امام اعظم نے نجانا کہ اُسکی حد کیا ہی اور صاحبین نے کہا کہ وہ
مانند حین کے ہی یعنی چھ مہینے پر محمول ہی اور یہ امر پوشیدہ نہین کہ جب امام سے کچھ روایت وارد نہوکسی مسئلہ مین تو اُسمین فتوی دینا صاحبین کے
قول پر واجب ہی كذا فى النهر الفائق م اعظم نے دہر منکر مین یعنی جسپر الف لام تعریف کا نہ ہو فرمایا کہ مین نہین جانتا کہ دہر کیا ہی اسواسطے کہ استعمال دہر کا
معانی ثلثہ پر یعنے مدید اور قصیر اور وسیط پر ثابت نہین ہوا مانند لفظ حین کے تو نہ معلوم ہوا امام کو کہ کیا اُسکی تقدیر کیجیے اور اہل زبان متفق تھا لیکن اُسکی
عدم تکلم پر حلف کرنا مستبعد ہی اسواسطے لحظہ دو لحظہ کا عدم تکلم بلا یمین بھی متصور ہی لہذا اُسمین توقف کرنا لازم ہوا اور یہ توقف صریح دلیل ہی امام
کی فقاہت اور تدین پر کہ بلا حجت شرعی اپنی عقل کو دین مین دخل نہ دیا اور اُسمین اپنی عدم علمی کا صاف اقرار کردیا كذا فى فتح القدير طحطاوی
کے حاشیہ مین ہی کہ شیخ الاسلام مفتی ابو سعود نے کہا کہ جب مذہب مین اصلا نص نہ ہو نہ امام سے نہ صاحبین سے تو امام مالک کے قول پر عمل
کرنا چاہیے چنانچہ اسکو حموی نے حاشیۂ اشباہ مین مصرح کہا ہی اور امام مالک کے مذہب کا قاعدہ یہ ہی کہ جب کسی مسئلہ مین امام مالک سے تصریح نہو تو
امام شافعی کی طرف رجوع کرے تو جب حنفی مذہب اپنے مذہب مین اور امام مالک کے مذہب مین نص نپاوے تو امام شافعی کے مذہب کی طرف رجوع کرے
رضی اللہ عنہم اجمعین فى السراج توقف الامام فى اربعة عشر مسألة ونقل لا ادرى عن الائمة الاربعة بل عن النبى صلى الله عليه وآله وسلم وعن جبرئيل عليه السلام ايضاً
اور سراج مین ہی کہ توقف کیا ہی امام اعظم نے چودہ مسئلون مین اور لفظ لا ادری کا یعنی مین نہین جانتا چارون امامون سے منقول ہی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اور جبرئیل علیہ السلام سے بھی لا ادری منقول ہی م کرمانی مین مذکور ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ بہتر مین مکانات کون ہی فرمایا کہ
مین نہین جانتا جبرئیل سے دریافت کرونگا جبرئیل نے فرمایا کہ مین نہین جانتا ہون اپنے رب سے دریافت کرونگا پھر حق جلشانہ نے فرمایا خیر البقاع مساجد ہین اور
مساجد کے بہتر لوگ وہ ہین جو اول مسجد مین داخل ہوتے ہین اور آخر کو نکلتے ہین اور مساجد کے آنیوالون مین برے لوگ وہ ہین جو مسجد مین سب پیچھے آتے ہین اور اول نکلجاتے ہین اور
حقائق مین کہا ہی کہ اسمین تنبیہ ہی عالم اور مفتی کیواسطے کہ جو امر معلوم نہ ہو اُسمین توقف کرنے اور اپنی لاعلمی ظاہر کرنے سے ننگ و عار نکرے اسواسطے کہ درصورت عدم علم

جرات کر کے مسئلہ بناتا افترا علی اللہ ہو تحریم حلال یا تحلیل حرام سے اور منجملہ چودہ مسائل مذکورہ کے نو مسئلے ابن ابی شریف نے نظم مین یون بیان کیے ہین نظم

حمل الامام ابا حنیفۃ دینہ + ان قال لا ادری لتسعۃ اسولہ + اطفال اہل الشرک این محلہم + وہل الملائکۃ الکرام مفضلۃ + امام ابنیاء اللہ ثم اللحم من + جلالۃ انی الطیب

الاکل لہ + والدہر مع وقت الختان وکلبہم + وصف المعلم ای وقت حصلہ + والحکم فی الخنثی اذا ما بال من + فرجیہ مع سور الحمار اشکلہ + واجاز نقش الجدار المسجد + من وقفہ

ام لم یجز ان یفعلہ + کذا فی الطحطاوی الایام وایام کثیرۃ والشہور والسنون والجمع والازمنۃ والاحانین والدہور عشرۃ من کل صنف لانہ اکثر ما یذکر بلفظ الجمع اور

ایام اور ایام کثیرہ اور شہور اور سنون اور جمع اور ازمنہ اور احانین اور دہور کے الفاظ مین بشرط معرف باللام ہونے کے ہر نوع سے دس مراد ہین اسواسطے کہ لفظ عشرہ

اُن الفاظ مین اکثر ہی جو بلفظ جمع مذکور ہوتے ہین ہم یعنی ایام کے لفظ مین دس روز مراد ہونگے اور شہور مین دس مہینہ اور سنون مین دس برس اور جمع مین دس

جمعہ اور ازمنہ مین دس زمانہ اور احانین مین دس حین اور دہور مین دس دہر مراد ہونگے امام کے نزدیک اسواسطے کہ جمع معرف باللام اقتضی استعمال لفظ

جمع کی طرف منصرف ہی سو وہ عشرہ ہی اسواسطے کہ لغت عرب مین بولتے ہین ثلثۃ رجال وار بعۃ رجال الی عشرۃ رجال پھر جب تجاوز ہوتا ہی عشرہ سے تو جمع کا صیغہ مستعمل

نہین ہوتا بلکہ مفرد بولا جاتا ہی چنانچہ احد عشر رجلا کذا فی المنح اور شرح مین جو لفظ جمع بعد سنون کے ہی سو جمعہ کے دن کی جمع ہی تو اگر قسم کھائی کہ لا اکلمہ الجمع تو یمین دس

دن جمعہ پر منعقد ہوگی تو اگر یوم الجمعہ کے سوا اور ایام مین بولے گا تو حانث نہ ہوگا اور یہ مراد نہین کہ دس اسبوع پر یمین منعقد ہو ہان اگر لفظ جمع سے حالف

اسبوع کا قصد کریگا تو دس اسبوع تک ترک کلام لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ففی لا اکلمہ الازمنۃ خمس سنین تو اس قسم مین کہ لا اکلمہ الازمنۃ پانچ برس مراد ہونگے اسواسطے

کہ سابق مین مذکور ہو چکا کہ لفظ زمان اور حین چھ مہینے کی طرف منصرف ہی تو جب چھ مہینے کو دس بار لیا تو ساٹھ مہینے ہوئے جسکے پانچ برس ہوتے ہین ومنکرہا

ثلثۃ لانہ اقل الجمع ما لم توصف بالکثرۃ کما مر اور الفاظ مذکور جبکہ نکرہ ہون بدون الف لام کے تو ہر نوع سے تین مراد ہونگے اسواسطے کہ تین اقل جمع ہی جبتک نکرہ

موصوف بالکثرۃ نہو چنانچہ مذکور ہو چکا ماتن کے قول مین لفظ ایام کثیرہ نکرہ موصوف بالکثرۃ ہی تو یہین جمع منکر تین پر محمول نہین بلکہ دس پر محمول ہی اور

اسیطرح سنون کثیرہ اور شہور کثیرہ تین پر محمول نہ ہونگے حلف لا یکلم عبیدا او عبید فلان او لا یرکب دوابہ او لا یلبس ثیابہ ففعل ثلثۃ منہا حنث وان

کان لہ اے لفلان اکثر من ثلثۃ من کل صنف قسم کھائی کہ غلامون کسے یا فلانے کے غلامون سے کلام نکریگا یا اُسکے جانورون پر سوار نہوگا یا اُسکے کپڑے نہ پہنیگا

پھر اُنہین سے تین کو عمل مین لایا یعنی اُسکے تین غلامون سے بات کی یا اُسکے تین جانورون پر سوار ہوا یا اُسکے تین کپڑے پہنے تو حانث ہوگا اگرچہ فلانے شخص

کی ملک مین ہر نوع تین تین سے زیادہ ہون ہم حانث اسواسطے ہوگا کہ اقل جمع تین ہین اور شارح نے عبیدا کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا تا معلوم ہو جاوے

کہ یہان منکر اور مضاف مین کچھ فرق نہین والا بان کلم اقل من ثلثۃ لا یحنث وتصح نیۃ الکل اور اگر ویسا نہ کیا اسطرح کہ دو یا ایک غلام سے کلام کیا تو حانث نہوگا

اور صحیح ہی نیت کل کی یعنی غلامون کی یا تمام جانورون کی یا سب کپڑون کی نیت کریگا تو دیانۃ اور قضاء صحیح ہی ولو کانت یمینہ علی زوجاتہ او صدقائہ

او اخوتہ لا یحنث ما لم یکلم الکل مما سمے لان المنع معنی فی ہؤلاء متعلقۃ لیس باعیانہم اور اگر یمین حالف کی فلانے کی زوجات یا اُسکے دوستون یا اُسکے بھائیون

پر ہو تو حانث نہوگا جبتک کل سے کلام نکریگا جس نوع کا کہ اُسنے نام لیا یمین مین اسواسطے کہ رد کرنا کلام کا ان لوگون مین کسی معنی کے سبب سے ہی تو یمین

متعلق انکی ذاتون سے ہوگی ہم بخلاف عبید اور دواب اور ثیاب کے کہ وہان یمین متعلق ہی ان ذاتون سے جو فلانے کیطرف منسوب ہین اور چونکہ نسبت

بلفظ جمع ہی اور اقل جمع تین ہی لہذا تین کے عمل مین لانے سے حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر خلاصہ یہ ہی کہ غلام اور دواب فلانے کے لائق نفرت کے

نہین لہذا وہان نسبت ملحوظ ہی اور زوجات فلانی وغیرہ بسبب تعقل اور حریت کے لائق نفرت ہین لہذا وہان نسبت کا اعتبار نہین گویا یون کہا لا اکلم ہؤلاء ولو لم یکن لہ الا

اخ واحد فان کان یعلم بہ حنث والا لا کما فی الواقعات والحق بہ فی النہر الاصدقاء والزوجات قلت وہی من المسائل الاربع التی یکون فیہا الجمع لواحد کما فی الاشباہ

اور اگر قسم کھائی کہ فلانے کے بھائیون سے کلام نکریگا تو اگر اُسکا سواے ایک کے دوسرا بھائی نہ ہو سو اگر حالف اُسکو جانتا ہوگا تو حانث ہوگا اسلیے کہ اُس نے

ع

باعث ہوا امام ابوحنیفہ
رحمہ اللہ کو ان مسائل میں لاادری فرمانے کا
لا ادری نو سوالون کے
جواب مین اول اطفال
مشرکین کا محل کہان ہی
دوم فرشتے افضل ہین یا انبیا
علیہم السلام سوم گوشت
نجاست خوار جانور کا
کھانا کب اچھا ہوتا ہی
چہارم دہر سے کیا مراد ہی
پنجم وقت ختنہ
ششم کتا معلم کس عمر مین
کتے کا صفت تعلیم
بالغ ہونے کی کب حاصل
ہفتم حکم خنثی مشکل مین
کیا ہی جبکہ اپنی دونون
جگہ سے پیشاب کرتا ہو
ہشتم گدھے کا جوٹھا پاک ہی یا
ناپاک ہی نہم مسجد کا نقش
نگار وقف مسجد سے درست
ہی یا نہین ۱۲ منہ نہین
کلام کریگا ان لوگون سے بہت
زمانے ۱۲ منہ نہین کلام
مین ان لوگون سے
۱۲

جانکر واحد کو بصیغہ جمع تعبیر کیا اور اگر ایک بھائی کا ہونا جانتا ہوگا تو حانث نہوگا کذا فی الواقعات سواسطے کہ اُسنے جمع سے واحد کا ارادہ نہین کیا نہر الفائق مین زوجات اور اصدقا کو بھائیون کے ساتھ ملحق کیا ہو تفصیل مذکور مین شارح کہتا ہو یہ مسئلہ اُن چارون مسائل سے ہو جنمین صیغہ جمع کا واحد کے واسطے مستعمل ہوتا ہو کذا فی الاشباہ مسئلہ اول کی کتاب الیمین مین ایک مسئلہ بھائیون کا ہو جو مذکور ہوچکا اور دوسرا مسئلہ وقف اولاد کا ہو یعنی ایک شخص نے اپنی اولاد پر وقف کیا حالانکہ اُسکا ایک ہی لڑکا ہو اور تیسرا مسئلہ یہ ہو کہ اپنے اقارب پر وقف کیا جو فلانے شہر مین رہتے ہین اور سوائے اُسکے کوئی باقی نرہا سوا ایک شخص کے اور چوتھا مسئلہ یہ ہو کہ قسم کھائی کہ اس اناج کی تین روٹیان نہ کھاویگا اور اس اناج مین ایک ہی روٹی ہوئی تو حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی واما الاطعمة والثیاب والنساء فیقع علی الواحد اجماعا لانصراف المعرف للعهد ان امکن والا فللجنس وتنوی الکل صح اور لفظ اطعمہ اور ثیاب اور نسا کا درصورت معرف باللام ہونے کے ایک پر واقع ہوتا ہو واسطے منصرف ہونے معرف باللام کے واسطے شخص معہود کے اگر ممکن ہو اور اگر ممکن نہو تو جنس کی طرف منصرف ہوگا اور اگر کل اطعمہ وغیرہ کی نیت کریگا تو صحیح ہو یعنی اگر قسم کھائی کہ لاآکل الاطعمة تو جس طعام کی حالف کے شہر مین عادت ہوگی اُسی کے کھانے سے حانث ہوگا اور اگر طعام احد کی عادت نہو تو جنس طعام مراد ہوگی اور تحقق جنس کا ایک فرد مین بھی ہوتا ہو اگر اطعمہ وغیرہ کو بدون الف لام کے بولا یعنی یون کہا کہ لاآکل اطعمة تو تین طعام کے حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی

باب الیمین فی الطلاق والعتاق

یہ باب ہو طلاق اور عتاق کی یمین مین الاصل فیہ ان الولد المیت ولد فی حق غیرہ لا فی حق نفسہ وان الاول اسم لفرد سابق والاخیر لفرد لاحق والوسط لفرد بین العددین المتساویین اس باب کے بعض مسائل مین قاعدہ یہ ہو کہ میت ولد اپنے غیر کے حق مین ولد ہو اور اپنی ذات کے حق مین ولد نہین اور لفظ اول فرد سابق کا نام ہو اور اخیر فرد لاحق کا نام ہو اور وسط اُس فرد کا نام ہو جو برابر دو عدد کے درمیان مین واقع ہو مع ولد میت غیر کے حق مین ولد ہو یعنے اُسکے پیدا ہونے سے عدت منقضی ہوتی ہو حاملہ کی اور اُسکے تولد کے بعد کا خون نفاس ہو اور ماں اُسکی ام ولد ہو جاتی ہو اور اُسکے تولد سے طلاق معلق بالولادة واقع ہو جاتی ہو لیکن ولد میت اپنے حق مین ولد نہین یعنی اُسکا نام نہین رکھا جاتا اور اُسکو غسل نہین دیا جاتا اور اُسپر نماز جنازہ نہین پڑھی جاتی اور وہ وارث نہین ہوتا اور وصیت اُسکے حق مین نافذ نہین ہوتی اور آزاد نہین ہوتا اور اول کے مفہوم مین عدم تقدم غیر ضرور ہو لیکن وجود فرد متاخر لازم نہین اور اخیر کے مفہوم مین وجود فرد سابق لازم ہو تو اگر شارح اول کی تعریف یون کرتا کہ اول وہ ہو جسپر اُسکا غیر مقدم نہو تو واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی وان المتصف باحدهما لا یتصف بالاخر للتنافی ولا کذلک الفعل لعدمه لان الفعل الثانی غیر الاول فلو قال اخر تزوج اتزوج فالتی اتزوجها طالق طلقت المتزوجة مرتین لانہ جعل الاخر وصفا للفعل وهو العقد وعقدها هو الاخر اور قاعدہ یہ ہو کہ جو ذات کہ موصوف ہوگی ساتھ ایک کے امور ثلثہ سے تو دوسرے کے ساتھ موصوف نہوگی یعنے جو ذات کہ موصوف باولیت ہو وہ موصوف باخریت نہین ہوسکتی بسبب مخالفت کے اور نہین ہو ایسا فعل یعنے فعل البتہ موصوف باولیة وآخریة ہوتا ہو بسبب عدم تخالف اور تنافی کے اسواسطے کہ فعل ثانی جو موصوف بالآخریة ہو وہ غیر ہو فعل اول کے جو موصوف باولیت ہو تو اگر بولا کہ آخر نکاح جو مین کرون تو جس سے یہ پچھلا نکاح کرون وہ مطلقہ ہو تو وہ عورت مطلقہ ہوگی جس سے دوبار نکاح کیا اسواسطے کہ اُسنے آخر کے لفظ کو فعل کا وصف ٹھہرایا اور وہ فعل عقد نکاح ہو تو پہلا نکاح عورت کا وہی آخر ہو مع ایک عورت سے دوبار نکاح کرنے کی یہ صورت ہو کہ عورت سے اول نکاح کیا پھر اُسکو طلاق دی پھر اُس سے دوسری بار نکاح کیا تو پہلا نکاح موصوف باولیت ہوا اور دوسرا موصوف بآخریت ہوا اور اگر یون کہے کہ پچھلی منکوحہ مطلقہ ہو بعد اسکے ایک عورت سے نکاح کرے پھر دوسری سے نکاح کرے پھر پہلی کو طلاق دے پھر اُس سے نکاح کرے پھر زوج مرجاوے تو وہی عورت مطلقہ ہوگی جس سے ایکبار نکاح کیا اسلیے کہ جس سے اعادہ نکاح کا کیا وہ پہلی ہوچکی اب وہ پچھلی نہین ہوسکتی بسبب تنافی کے کذا فی الطحطاوی اول عبد اشتریہ حر فاشتری عبدا عتق لما مر ان الاول اسم لفرد سابق وقد وجد کہا ایک شخص نے کہ اول غلام جسکو خرید کرون وہ آزاد ہو پھر اُسنے ایک غلام مول لیا تو وہ آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ پہلے مذکور ہوچکا کہ اول اُس فرد کا نام ہو جو سابق ہو اور وہ امر حاصل ہو مع شارح نے کہا کہ وجود سابق بین یہان تامل ہو اور شاید وجہ تامل کی یہ ہو کہ سابق لاحق کا مقتضی ہو اور لاحق یہان موجود نہین تو اگر شارح یون کہتا کہ اول وہ فرد ہو جسپر کوئی مقدم نہو تو خوب

ہوتا چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا ولو اشتری عبدین معاثم اخر فلا عتق اصلا لعدم الفردیۃ اور اگر دو غلاموں کو ساتھی مول لیا تو کوئی غلام آزاد نہوگا بسبب عدم
فردیت کے یعنی تعلیق ایک غلام کی خرید پر تھی سو وہ غلام کی خرید میں متحقق نہیں اور تیسرا غلام اول نہیں فان زاد بکلمۃ وحدہ او اسود او بالدنانیر عتق الثالث
عملا بالوصف پھر اگر قول مذکور میں وحدہ یا اسود یا بالدنانیر کا لفظ زیادہ کیا تو تیسرا غلام آزاد ہوگا وصف پر عمل کرنے سے م یعنی اگر یوں کہا کہ اول عبد اشتریہ
وحدہ یعنی پہلا غلام جسکو تنہا میں خرید کروں وہ آزاد ہی تو تیسرا آزاد ہی اسواسطے کہ وہ پہلا عبد ہی جو تنہا خرید ہوا یا یوں کہا کہ اول عبد اشتریہ اسود یعنی پہلا غلام جسکو
سیاہ خرید کروں یا یوں کہا کہ اول عبد اشتریہ بالدنانیر یعنے پہلا غلام جسکے دیناروں سے خرید کروں تو اگر تیسرا غلام سیاہ رنگ ہوگا یا دو غلام درم سے خرید
ہوئے ہونگے اور تیسرا دیناروں سے تو وہ آزاد ہوجاویگا ولو قال اول عبد اشتریہ واحدا فاشتری عبدین ثم اشتری واحدا لا یعتق الثالث واشار الی الفرق
بقولہ للاحتمال ای لان قولہ واحدا یحتمل ان یکون حالا من العبد او المولے فلا یعتق بالشک وجوز فی الجزرۃ کونہ صفۃ للعبد فھو کوحدہ وجوز فی النھر الرفع خبر المبتدا المحذوف فھو
کواحد اور اگر کہا کہ غلام جسکو میں خرید کروں درحالت وحدۃ وہ آزاد ہی پھر اس نے دو غلام خرید کیے پھر ایک غلام خرید کیا تو تیسرا غلام آزاد نہ ہوگا بسبب احتمال
کے اور مصنف نے احتمال کے لفظ سے اول مثال اور اس مثال کے فرق کی طرف اشارہ کیا یعنی واحد کا لفظ اس مثال میں محتمل ہی کہ غلام سے حال واقع ہو یا
مولے سے اسواسطے کہ حال فاعل اور مفعول دونوں سے واقع ہوسکتا ہی تو آزاد نہ ہوگا بسبب شک کے بخلاف اول عبد اشتریہ وحدہ کے کہ وہاں لفظ وحدہ کا حال
نہیں پڑ سکتا ہی بسبب ضمیر غائب کے اور بحر الرائق میں واحد کے لفظ میں جو تجویز کیا ہی باعتبار صفت ہونے عبد کے تو واحد بجاے وحدہ ہوگیا یعنی عبد ہی کا
وصف ہوگا نہ مولی کا تو غلام آزاد ہوجاویگا اور نہر الفائق میں رفع واحد کا تجویز کیا ہی مبتدا محذوف کی خبر ڈال کر یعنے ہو واحد تو اس تقدیر میں مانند اول
عبد واحد اشتریہ کے ہوا ولو قال اول عبد املکہ فھو حر فملک عبدا ونصف عبد عتق الکامل وکذا الثیاب بخلاف المکیلات والموزونات للمزاحمۃ
زیلعی اور اگر کہا کہ پہلا غلام جسکا میں مالک ہوں سو وہ آزاد ہی پھر وہ مالک ہوا ایک غلام اور نصف غلام کا تو پورا غلام آزاد ہوگا اور یہی حکم ہی کپڑوں کا بخلاف کیلی
اور وزنی چیزوں کے بسبب مزاحمت کے کذا فی شرح الزیلعی م نصف غلام کا پورا غلام نہیں تو عبد کامل کے نام میں نہ شریک ہوگا تو عبد کامل سے فردیت اور اولیت
کے نام کو قطع نہ کریگا بخلاف کیلی اور موزون کے یعنی اگر یوں کہا کہ اول سیر جسکا میں مالک ہوں وہ صدقہ ہی پھر وہ ڈیڑھ سیر کا مالک ہوا تو اُس پر کچھ لازم نہوگا اسواسطے
کہ کیلی اور موزون میں نصف کل میں شریک اور مزاحم ہوجاتا ہی اسواسطے کہ ملانے سے ایک چیز ہوجاتا ہی یعنی آدھ سیر کو جب آدھ سیر سے ملائے تو پورا سیر ہوجاتا ہی اور
ثوب اور عبد میں یہ اشتراک اور مزاحمت حاصل نہیں کذا فی المنح قال اخر عبد املکہ فھو حر فملک عبدا فمات الحالف لم یعتق اذ لا بد للاخر من الاول بخلاف
العکس کالبعد لا بد لہ من قبل بخلاف القبل کہا پچھلا غلام جسکا میں مالک ہوں سو وہ آزاد ہی پھر وہ ایک غلام کا مالک ہوا پھر حالف مرگیا تو وہ غلام آزاد نہوگا اسواسطے
کہ آخر کے واسطے اول کا ہونا ضرور ہی سو یہاں موجود نہیں بخلاف بالعکس کے یعنی اول کیواسطے آخر کا ہونا ضرور نہیں جیسے بعد کے واسطے قبل کا ہونا ضرور ہی بخلاف قبل
کے کہ اسکے واسطے بعد کا ہونا ضرور نہیں فلو اشتری الحالف المذکور عبدا ثم عبدا ثم مات الحالف عتق الثانی مستندا الی وقت الشراء فیعتبر من کل المال لو اشتراہ
فی الصحۃ والا فمن الثلث سو اگر حالف مذکور نے ایک غلام خرید کیا پھر دوسرا غلام مول لیا پھر حالف مرگیا تو دوسرا غلام آزاد ہوگا خرید کیوقت سے مستند ہوکر تو اعتبار
اُسکے عتق کا کل مال سے ہوگا اگر خرید اُسکی حالف کی صحت میں ہوئی ہوگی اور نہیں تو ثلث مال سے آزاد ہوگا م وجہ استناد کی یہ ہی کہ حالف کی موت سے غلام ثانی
کا آخر ہونا ثابت ہوا ہی اسواسطے کہ حیات میں تیسرے غلام خرید کرنے کا احتمال ہی اور فی الحقیقۃ متصف ہونا غلام ثانی کا بوصف آخریت کے وقت شراء سے ثابت ہی
لہذا اُسکا عتق بھی وقت شراء سے ہوگا وعلیہ فلا یصیر فارا بالتعلیق البائن بالاخر خلافا لھما اور بنا بر قول استناد کے زوج فار نہوگا اگر اُسنے طلاق بائن زوجہ کی
پچھلے نکاح پر تعلیق کی ہو بخلاف صاحبین کے م یعنی اگر زوج نے کہا کہ جس عورت سے آخر نکاح میں کروں طلقہ ہی تو امام کے نزدیک نکاح کیوقت سے
طلاق واقع ہوگی لہذا وہ فار نہ ہوگا تو اگر اُس سے صحبت کی ہوگی تو نصف مہر بسبب اشتباہ دخول کے اور نصف بسبب طلاق قبل دخول کے لازم آویگا اور

عدت اُسکی حیض سے ہوگی بدون سوگ کے اور وہ وارث نہ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک طلاق اُسکی موت کے نزدیک واقع ہوگی اور طلاق اور وفات کی
عدت مین جو ابعد ہوگی وہ اُسپر واجب ہوگی کذا فی المنح واما الوسط ففی البدائع انہ لا یکون الا فی وتر فثانی الثلثۃ وسط وکذا ثالث الخمسۃ وہکذا اور فرد وسط کا
بیان تو بدائع مین یون ہو کہ متوسط متحقق نہین ہوتا مگر طاق عدد مین تو تین کا دوسرا متوسط ہو اور اسی طرح پانچ کا تیسرا اور سات کا چوتھا متوسط ہو وعلی ہذا
القیاس وم جفت مین متوسط متحقق نہین ہوتا تو جب ایک غلام خریدا پھر دوسرا پھر تیسرا تو دوسرا متوسط ہو پھر جب چوتھا خریدا تو دوسرا متوسط نرہا پھر جب
پانچوان خریدا تو تیسرا غلام متوسط ہوگیا پھر جب چھٹا خریدا تو وہ بھی متوسط نرہا وعلی ہذا القیاس تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تین یا پانچ مین متوسط ہونا ثابت
نہین ہوسکتا بدون مولی کی موت کے تو اگر مولی نے کہا کہ وسط غلام جسکو مین خریدکرون آزاد ہو تو بعد موت مولی کے تین مین دوسرا اور پانچ مین تیسرا آزاد ہوگا امام
کے نزدیک وقت خرید سے آزادی ہوگی اور صاحبین کے نزدیک موت سے اور اگر چار غلام ہونگے یا چھ تو کوئی آزاد نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ان ولدت
فانت کذا حنث بالمیت ولو سقطا مستبین الخلق والا لا اگر تو جنی تو تو ایسی ہو تو حانث ہوگا مردہ لڑکا پیدا ہونے سے اگرچہ ناتمام لڑکا جسکے اعضا ظاہر ہوگئے ہون
پیدا ہوا اور اگر لڑکے کے اعضا ظاہر نہون یعنی گوشت کا لوتھڑا ہو تو حانث نہوگا بخلاف فہو حر فولدت میتا ثم اخر حیا عتق الحی وحدہ لبطلان الرق
بالموت بخلاف الولد او الولادۃ بخلاف اس قول کے کہ اگر تو جنی تو لڑکا آزاد ہو پھر لونڈی مردہ لڑکا جنے بعد اسکے زندہ لڑکا جنے تو فقط زندہ آزاد ہوگا نہ مردہ بسبب باطل
ہوجانے مملوکیت کے مرجانے سے بخلاف ولد اور ولادت کے یعنی اگر کہا کہ تو لڑکا جنی یا یون بولا کہ اگر تو جنی تو تو آزاد ہو تو لونڈی آزاد ہوجاویگی مردہ لڑکا پیدا ہونے سے اسواسطے
کہ تحقق ولد اور ولادت کا میت سے بھی ہوتا ہو البشارۃ عرفا اسم لخبر سار خرج الضار فلیس ببشارۃ عرفا بل لغۃ ومنہ فبشرہم بعذاب الیم بشارت یعنی خوشخبری عرف مین
اُس خبر کا نام ہو جو سرور اور خوش کردے تو اس قید سے رنج دینے والی خبر نکل گئی سو وہ بشارت نہین عرف مین بلکہ لغت مین اُسکو بھی بشارت کہتے ہین اور بنا بر
لغت کے یہ قول ہو حقتعالی کا کہ بشارت دے کافرون کو عذاب دردناک کی اور یمین مین عرف کا اعتبار ہو نہ لغت کا صدق خرج الکذب فلا یعتبر وہ خبر راست ہو تو
اس قید سے کذب نکل گیا تو وہ معتبر نہین یعنی جھوٹی خبر بشارت نہین لیس للمبشر بہ علم فیکون من الاول دون الباقین ایسی خبر ہو کہ جسکی بشارت دی گئی وہ
اُسکو نہ جانتا ہو تو بشارت اول مخبر کے خبر دینے سے ہوگی نہ باقی مخبرون سے یعنی اگر چند لوگون نے خوشخبری سنادی تو جسنے اول خبر دی اُسکی خبر کو بشارت کہینگے
نہ اُسکے سوا اور لوگون کی اسواسطے کہ وہ آگاہ ہوچکا اول خبر سے فلو قال کل عبد بشرنی فہو حر فبشرہ ثلثۃ متفرقون عتق الاول فقط لما قلنا تو اگر مولی
نے کہا کہ جو غلام مجکو ایسی بشارت دے وہ آزاد ہو پھر تین غلامون نے جدا جدا بشارت دی تو فقط پہلا غلام بشارت دینے والا آزاد ہوگا اُس وجہ سے جسکو ہم ابھی
بیان کرچکے ہین وتکون بکتابۃ ورسالۃ ما لم ینو المشافہۃ فیکون کالحدیث اور بشارت لکھ بھیجنے اور کہلا بھیجنے سے بھی ہوتی ہو جبتک مولی نے خطاب بالمشافہہ کی نیت نکی
ہو اور اگر مشافہہ کی نیت کریگا تو بشارت مانند حدیث کے مقید بالمشافہہ ہوگی ولو ارسل بعض عبیدہ عبدا آخر ان ذکر الرسالۃ عتق المرسل والا الرسول اور
اگر مولے کے بعضے غلام نے دوسرے غلام کو بھیجا بشارت دینے کو تو اگر اُسنے رسالت کو ذکر کیا تو بھیجنے والا آزاد ہوگا اور نہین تو پیام پہونچانے والا آزاد ہوگا یعنے
اگرچہ پیام پہونچانیوالے غلام نے یون کہا کہ فلانے غلام نے مجھسے پیام کہلا بھیجا ہو تو پیام کا بھیجنے والا آزاد ہوگا اور اگر اُس نے پیام کو نہ ذکر کیا تو خود پیام پہونچانے والا
آزاد ہوگا وان بشروہ معا عتقوا لتحققہا من کل بدلیل فبشروہ بغلام علیم اور اگر مولے کے سب غلامون نے ساتھ ہی بشارت پہونچائی بلا تقدم
تاخر تو سب آزاد ہوجاوینگے بسبب ثابت ہونے بشارت کے ہر غلام سے بدلیل اس آیت قرآنی کے کہ تو خوشخبری سنائی فرشتون نے ابراہیم
علیہ السلام کو فرزند صاحب علم کی یعنی اس آیت مین جمیع ملائکہ مخبرین کی طرف بشارت منسوب ہوئی ثم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے آیت مذکورہ مین فبشروہ کہا
مانند زیلعی اور کمال الدین بن الہمام اور صاحب بحر الرائق کے حالانکہ قرآن مجید مین وبشروہ ہو والبشارۃ لا فرق فیہا بین ذکر الباء وعدمہا بخلاف الخبر فانہ
یختص بالصدق مع الباء کما مر فی الباب قبلہ اور بشارت کی لفظ مین کچھ فرق نہین درمیان ذکر کرنے باء جارہ کے اور اُسکے عدم ذکر مین یعنی خواہ بشارت کے ساتھ باء جارہ مذکور ہو

یا نہو بہر صورت بشارت مخصوص بصدق ہی بخلاف لفظ خبر کے کہ وہ بار جارہ کے ساتھ مخصوص بصدق ہی چنانچہ اس باب سے پہلے مذکور ہو چکا **والکتابۃ کالخبر فیما ذکر**
اور لفظ کتابت کا مانند خبر ہی سر مذکورین یعنی بار جارہ کے ساتھ مخصوص بصدق ہی اور بدون اسکے صدق اور کذب دونون کو شامل ہی اسواسطے کہ کتابت عبارت ہی
جمع حروف سے مطلقا **الاعلام** لابد فیہ من الصدق ولو بلا باء **کالبشارۃ** لان الاعلام اثبات العلم والکذب لایفیدہ بدائع اور اعلام کی لفظ مین صدق خبر ضروری
اگرچہ بدون بار جارہ کے ہو مانند لفظ بشارت کے اسواسطے کہ اعلام عبارت ہی اثبات علم سے اور کذب ثبات علم کا مفید نہین کذا فی البدائع **قاعدہ النیۃ**
اذا قارنت علۃ العتق الاختیاریۃ کالشراء مثلاً بخلاف الارث لانہ جبری قاعدہ ہی کہ جب نیت مقارن اور متصل ہو اختیاری علت عتق سے چنانچہ خرید کرنا مثلاً
بخلاف وراثت کے کہ وہ جبری علت ہی عتق کی نہ اختیاری والحال ان **رق المعتق کامل صح التکفیر** والا بان لم تقارن العلۃ او قارنہا والرق غیر کامل کام
الولد لایصح التکفیر ثم فرع علیہا بقولہ اور حال یہ ہی کہ مملوکیت معتق کی کامل ہی تو کفارہ دینا اس عتق سے صحیح ہی اور اگر ایسا نہ ہو اسطرح کہ نیت علت عتق کی مقارن
نہو یا مقارن ہو علت کی درحالیکہ مملوکیت غیر کامل ہی چنانچہ ام ولد مین تو کفارہ دینا صحیح نہین پھر بعد تمہید قاعدہ مذکورہ کے مصنف نے اپنے اسگلے قول کو اسپر متفرع کیا
فصح شراء ابیہ للکفارۃ للمقارنۃ تو خرید کرنا اپنے باپ کا واسطے کفارہ ادا کرنے کے خواہ کفارہ یمین ہو یا اور کفارات صحیح ہی بسبب مقارنت نیت کے یعنی چونکہ
خرید علت ہی عتق کی تو خرید کے وقت نیت عتق مقارن ہوئی تو بموجب قاعدہ مذکور کے بلاشبہہ تکفیر صحیح ہو گی **لا شراء من حلف بعتقہ** لعدمہا نہ خرید کرنا اس غلام
کا جسکی آزادی کی قسم کھائی بسبب عدم مقارنت کے م چنانچہ اگر کہے کہ مین فلانے کو خرید کرون تو وہ آزاد ہی پھر اسکو ادا ے کفارہ کی نیت سے خرید کیا تو یہ تکفیر صحیح نہین
اسواسطے کہ شرط صحت اتصال نیت کا ہی ساتھ علت عتق کے اور علت عتق اس مثال مین یمین ہی اور خرید علت نہین بلکہ شرط عتق ہی تو اتصال نیت کا علت کے ساتھ
نہوا بلکہ شرط کے ساتھ ہوا کذا فی المنح **ولا شراء مستولدۃ بنکاح علق عتقہا عن کفارتہ بشراء ہا** لنقصان رقہا اور صحیح نہین کفارہ کے واسطے خرید کرنا
منکوحہ لونڈی کا جسکی آزادی کو معلق کیا اپنے کفارہ سے سل لیکر بسبب ناقص ہونے اسکی مملوکیت کے یعنی ایک شخص نے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر کہا اگر مین تجکو خرید
کرون تو تو آزاد ہی میری قسم کے کفارہ کی طرف سے پھر اسکو خرید کیا تو بمجرد خرید کے وہ آزاد ہو جاویگی بسبب پائے جانے شرط کے لیکن کفارہ ادا نہوگا اسواسطے کہ حریت
اسکی بسبب استیلاد کے متحقق ہو چکی تو کل عتق یعنے ہر وجہ سے آزاد ہونا خرید کی طرف منسوب نہ ہوا اسوجہ سے کہ مملوکیت اسمین ناقص ہی حالانکہ قاعدہ مین
مذکور ہو چکا کہ بدون ملک کامل کے تکفیر صحیح نہین کذا فی المنح **بخلاف ما اذا قال لقنۃ ان اشتریتک فانت حرۃ عن کفارۃ یمینی فاشتراہا حیث**
تجزیہ عنہا للمقارنۃ کاتہاب و وصیۃ ناویا عند القبول بخلاف ارث لما مر زیلعی بخلاف اسکے یہ ہی کہ کہا ایک خالص لونڈی سے کہ اگر مین تجھکو خرید کرون تو تو آزاد ہی میری قسم
کے کفارہ کی طرف سے پھر اسکو خرید کیا اسواسطے کہ یہ خرید کفارہ کے واسطے کافی ہی بسبب مقارنت نیت کے ساتھ خرید کے جیسے تکفیر صحیح ہی ہبہ قبول کرنے اور وصیت
مین قبول کرنے کے وقت بخلاف ارث کے کہ اسمین قران نیت کا کافی نہین چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی شرح الزیلعی م شرح زیلعی مین مذکور ہی کہ اگر اسکے قریب نے
اسکو غلام ہبہ کیا یا اسکے واسطے غلام کی وصیت کی سو اسنے قبول کرنے کے وقت کفارہ کی نیت کی تو صحیح ہی بخلاف ارث کے کہ وہ اختیاری امر نہین کذا فی [illegible]
وعتق بقولہ ان تسریت امۃ فہی حرۃ من تسراہا وہی ای حین علقہ لمصادفتہا الملک **فی ملکہ حینئذ** اور اس قول سے کہ اگر مین حرم بناؤن کسی
لونڈی کو تو وہ آزاد ہی اس لونڈی کا عتق ثابت ہوگا جسکو مولی نے حرم بنایا اور حالانکہ وہ اسکے ملک مین تھی اسوقت یعنی اسکی تعلیق کے وقت بسبب تحقق
ہونے تعلیق کے ملک مین **لا** تعتق **من** اشتراہا فتسراہا آزاد نہوگی وہ لونڈی جسکو تعلیق مذکور کے بعد خرید کیا پھر اسکو حرم بنایا اسواسطے کہ تعلیق بدون ملک کے یا اضافت
الی الملک کے صحیح نہین وثبت التسری بالتحصین والوطی وشرط الثانی عدم العزل فتح اور ثابت ہوتا ہی حرم بنانا تحصین اور وطی سے اور ابو یوسف نے تحصین اور وطی کے
ساتھ عدم عزل بھی شرط کیا ہی کذا فی فتح القدیر عزل یہ ہی کہ انزال کے وقت عورت سے جدا ہو جاوے م تسری عبارت ہی اتخاذ سریہ سے اور سریہ بضم سین تشدید را ء مہملہ
و یاء تحتیہ بمعنی حرم ہی یعنی جو لونڈی کہ مولی کے تصرف مین آوے سریہ یا سرور سے ہی اسواسطے کہ لونڈی حرم ہونے سے خوش ہوتی ہی اور مولی بھی اس سے خوش ہوتا ہی

یا ستر یعنی جماع اور خفا سے ہی اسواسطے کہ اکثر حرم کو زوجہ سے مخفی رکھتے ہین اور تحصین عبارت اس سے ہی کہ اسکو علٰحدہ مکان سے اور باہر نکلنے سے منع کرے کذا فی الطحطاوی
ولو قال ان تسریت امۃ فانت طالق او عبدی حر فتسری بمن فی ملکہ او من اشتراہا بعد التعلیق طلقت وعتق افاد الفرق بقولہ لوجود الشرط بلا مانع
لصحۃ تعلیق طلاق المنکوحۃ بای شرط کان فلیحفظ اور اگر زوج یا مولی نے کہا کہ اگر مین کسی لونڈی کو حرم بناؤن تو تو مطلقہ ہی یا میرا غلام آزاد ہی پھر اُسنے حرم بنایا اُس لونڈی
کو جو اُسکی ملک مین تھی یا اُس لونڈی کو جسکو خرید کیا بعد اس تعلیق کے تو زوجہ اُسکی مطلقہ ہوگی اور غلام اُسکا آزاد ہو جاویگا اور فرق بیان کیا مصنف نے اس
مثال مین اور مثال سابق مین اپنے قول لوجود الشرط سے یعنی طلاق واقع ہوئی بسبب پائے جانے شرط طلاق کے بلا مانع بسبب صحیح ہونے طلاق منکوحہ کے ہر شرط سے اس فرق
کو یاد رکھنا چاہیے م ایک عالم ہمعصر صاحب بحر الرائق سے خطا ہوگئی کہ اُسنے تعلیق طلاق بالتسری کو تعلیق حریت بالتسری پر قیاس کیا یعنی جیسے ان تسریت امۃ فہی حرۃ کہنے
سے وہ لونڈی آزاد نہین ہوتی جو بعد اس تعلیق کے خرید ہوئی اور حرم بنی اسیطرح ان تسریت امۃ فانت طالق کہنے سے منکوحہ مطلقہ نہوگی اگر بعد تعلیق کے لونڈی خرید ہو کر حرم
بنائی گئی حالانکہ یہ قیاس غلط ہی اسواسطے کہ تعلیق حریت کی بدون ملک یا اضافت الی الملک کے صحیح نہین لہذا وہ لونڈی آزاد نہین ہوتی بخلاف طلاق منکوحہ کے کہ اُسکی
تعلیق ہر شرط سے صحیح ہی شارح نے محافظت وجہ فرق کا اسواسطے امر کیا تا دوسرا عالم نہ خطا کرے **کل مملوک لی حر عتق عبیدہ ومدبروہ** ویدین فی نیۃ الذکور لا الاناث
وامہات اولادہ لملکہ یدا ورقبۃ اور ہر مملوک میرا آزاد ہی تو اس قول سے اُسکے سب غلام اور مدبر اور اُسکی سب لونڈیان ام ولد آزاد ہو جاوینگی بسبب اُنکے مملوک ہونیکے
تصرف کی راہ سے اور ذات کی راہ سے اور دیانۃ اُسکی تصدیق کیجاویگی ذکور کی نیت مین نہ اناث کی نیت مین م یعنی اگر مولی کہے کہ مین نے اس قول سے غلامون کی آزادی
کی نیت کی نہ لونڈیون کی تو دیانۃ اُسکی تصدیق ہوگی نہ قضاء اسواسطے کہ تخصیص عام کی دیانۃ صحیح ہی نہ قضاءً اور اگر کہے کہ مین نے اس قول سے لونڈیون کا عتق مراد لیا نہ
غلامون کا تو مطلقًا تصدیق نہوگی اسواسطے کہ ہرچند مملوک کا لفظ ذکور کے واسطے ہی نہ اناث کے واسطے کہ انثی کو مملوکہ کہتے ہین لیکن جب ذکور اور اناث مختلط ہون تو لفظ مذکر کا
مستعمل ہوتا ہی بطریق تغلیب کے تو اسصورت مین اناث کی نیت لغو ہوگی کذا فی الطحطاوی **لا مکاتبۃ** الا بالنیۃ **ومعتق البعض کالمکاتب** لعدم الملک یدا نہ آزاد ہوگا قول
مذکور سے مکاتب اُسکا مگر مکاتب کی نیت کرنے سے اور جو غلام کہ کچھ آزاد ہو چکا ہی وہ مکاتب کے مانند ہی بسبب عدم ملک کے مکاتب پر از راہ تصرف وفی الفتح ینبغی فی
کل مرقوق لی حر ان یعتق المکاتب لا ام الولد الا بالنیۃ اور فتح القدیر مین ہی اس قول مین کہ ہر مرقوق میرا آزاد ہی لائق یہ ہی کہ مکاتب آزاد ہو نہ ام ولد مگر نیت سے اسواسطے کہ ام ولد
مین رقیت کمتر ہی مکاتب سے **ہذہ طالق او ہذہ وہذہ طلقت الاخیرۃ وخیر فی الاولیین وکذا العتق والاقرار** لان او لاحد المذکورین وقد ادخلہا بین الاولیین و
عطف الثالث علی الواقع منہما فکان کاحدہما طالق وہذہ کہا زوج نے اپنی تین عورتون سے اشارہ کرکے کہ یہ مطلقہ ہی یا یہ اور یہ تو پچھلی عورت مطلقہ ہوگی اور اسکو اختیار رہیگا پہلی دو
عورتون مین جسکو چاہے اُنمین سے ایک کو طلاق دے اور یہی حکم ہی عتق اور اقرار کا اسواسطے کہ لفظ او جسکا ہندی مین یا ترجمہ ہی دو امر مذکورین مین سے ایک امر کے واسطے ہی اور اُسکو
زوج نے داخل کیا ہی پہلی دو عورتون کے درمیان مین اور عطف کیا تیسری عورت کو اُس مطلقہ پر جسپر اُن دونون مین سے طلاق واقع ہوئی ہی تو قول مذکور
اس قول کے مانند ہوگیا کہ تم دو عورتون سے ایک مطلقہ ہی اور یہ مطلقہ ہی م اور عتق کی مثال یون ہی کہ مولی نے اپنے تین غلامون سے کہا کہ یہ غلام آزاد ہی یا یہ اور یہ تو
تیسرا غلام آزاد ہوگا اور پہلے دو غلامون مین تعیین عتق کا مولی کو اختیار رہوگا بدلیل مذکور اور اقرار کی مثال یہ ہی کہ زید کے مجھپر ہزار درم ہین یا خالد کے اور محمود کے
تو پانسو درم محمود کے ثابت ہونگے اس اقرار سے اور باقی پانسو مین مقر کو بیان کا اختیار ہی چاہے زید کے واسطے اقرار کرے چاہے خالد کے واسطے کذا فی المنح ولا یصح عطف
ہذہ الثالثۃ علی ہذہ الثانیۃ للزوم الاخبار عن المثنی بالمفرد اور صحیح نہین اس تیسری عورت کا عطف کرنا اُس دوسری عورت پر بسبب لزوم خبر ڈالنے مفرد کے مثنی سے م یہ جواب
ہی فتح القدیر کے اعتراض کا خلاصہ اعتراض کا یہ ہی کہ ہذہ ثالثہ کا عطف بالواو محتمل ہی کہ ہذہ ثانیہ پر ہو تو اُسصورت مین تیسری پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اب
تردید واقع ہوئی فقط اولی کے درمیان مین اور ثانیہ اور ثالثہ کے درمیان مین ساتھی تو زوج پر بیان طلاق لازم ہوگا خلاصہ جواب یہ ہی کہ عطف ثالثہ کا ثانیہ پر نہین ہو سکتا
اسواسطے کہ خبر اول مفرد ہی یعنی ہذہ طالق تو خبر ثانی بھی مفرد ہوگی تو تقدیر کلام یون ہوگی کہ ہذہ طالق او ہاتان طالق حالانکہ تثنیہ کی خبر مفرد نہین واقع ہوتی اور خبر کو

تثنیہ مقدر کرنا یعنی یون کہنا او ہاتان طالقان سو جائز نہین اسواسطے کہ معطوف علیہ مین تثنیہ مذکور نہین اور قاعدہ یہ ہو کہ معطوف مین وہی مقدر ہوتا ہو جو معطوف علیہ مین مذکور ہو کذا فی الطحطاوی وہذا اذا لم یذکر للثانی والثالث خبرا فان ذکر بان قال ہذہ طالق او ہذہ وہذہ طالقان وقال ہذا حر او ہذا او ہذا حران فانہ لا یعتق احد ولا تطلق بل یخیر ان اختار الایجاب الاول عتق الاول وحدہ وطلقت الاولی وحدہا وان اختار الایجاب الثانی عتق الاخیران وطلقت الاخیرتان اور یہ حکم جو مذکور ہوچکا اُسوقت ہی جب ثانی اور ثالث کی خبر کو نہ مذکور کیا سو اگر اُسکو مذکور کیا اسطرح کہ زوج نے کہا کہ یہ عورت مطلقہ ہی یا یہ اور یہ دونون مطلقہ ہین یا مولی نے کہا کہ یہ غلام آزاد ہی یا یہ اور یہ دونون آزاد ہین تو اسصورت مین نہ کوئی آزاد ہوگا نہ کسی عورت پر طلاق واقع ہوگی بلکہ قائل کو اختیار دیا جاویگا اگر وہ ایجاب اول کو اختیار کرے تو اول غلام تنہا آزاد ہوگا اور پہلی عورت تنہا مطلقہ ہوگی اور اگر اُسنے ایجاب ثانی کو اختیار کیا تو پچھلے دونون غلام آزاد ہونگے اور پچھلی دونون عورتین مطلقہ ہونگی حلف لا یساکن فلانا فسافر الحالف فسکن فلان مع اہل الحالف حنث عندہ لا عند الثانی وبہ یفتی قسم کھائی کہ نہ سکونت کریگا فلانے کے ساتھ پھر سفر کیا حالف نے سو فلانا شخص حالف کے عیال کے ساتھ ساکن ہوا تو وہ حانث ہوگا امام کے نزدیک نہ ابی یوسف کے نزدیک اور قول ثانی مفتی بہ ہو م اس مسئلہ کا محل باب دخول و خروج اور سکنی ہو چنانچہ شارح اس مسئلہ کو بلا تفاوت وہان بھی مذکور کرچکا ہو قال لعبدہ ان لم تات اللیلۃ حتی اضربک فاتی فلم یضرب حنث عند الثانی لا عند الثالث وبہ یفتی کہا اپنے غلام سے کہ اگر آج کی رات تو نہ آیا تاکہ مین تجھکو مارون تو تو آزاد ہی مثلاً پھر غلام آیا سو مولی نے اُسکو نہ مارا تو حانث ہوگا ابی یوسف کے نزدیک نہ محمد کے نزدیک اور یہی قول مفتی بہ ہو اختلاف فی الحاق الشرط بالیمین المعقود بعد السکوت فصححہ الثانی وابطلہ الثالث وبہ یفتی فلا حنث فی ان کان کذا فکذا وسکت ثم قال والا کذا ثم ظہر انہ کان کذا خانیۃ اختلاف صاحبین کا ہو شرط کے ملانے مین یمین معقود کے ساتھ بعد سکوت کے تو اس شرط ملانے کو صحیح کہا ہو امام ابو یوسف نے اور اُسکو باطل کہا ہو محمد نے اور یہی محمد کا قول مفتی بہ ہو تو حنث نہوگا اسطرح کہنے مین کہ اگر ایسا ہو تو ایسا اور چپ ہوگیا پھر بولا اور نہ ایسا پھر ظاہر ہوا کہ ایسا ہی تھا کذا فی الخانیۃ م شارح کی عبارت مین نہایت اجمال اور دقت ہو کہ ہر شخص اُسکو سمجھ نہین سکتا اور خانیہ کی عبارت صاف ہو تو اُسکا ذکر کرنا واجب ہوا خلاصہ عبارت خانیہ کا یہ ہو کہ ایک مرد نے اپنے پڑوسی سے کہا کہ میری عورت تیرے پاس رات کو رہی تو اُسکے پڑوسی نے کہا کہ اگر تیری عورت میرے پاس رات کو رہی ہو تو میری عورت کو طلاق ہو اور یہ کہکر چپ ہو رہا ایکساعت پھر اُسنے بعد اسکے کہا و لا غیرہا یعنی تیری زوجہ کے سوا بھی کوئی عورت میرے پاس نہین رہی پھر ظاہر ہوا کہ حالف کے پاس دوسری عورت تھی تو نصیر بن یحیی نے کہا کہ حالف کی عورت مطلقہ ہوگئی اور محمد بن سلمہ نے کہا کہ مطلقہ نہوئی اور ان دونون عالمون کا جواب مختلف ہوا بسبب اختلاف صاحبین کی شرط کے ملانے مین ساتھ یمین معقود کے بعد سکوت کے ابو یوسف نے کہا کہ الحاق شرط صحیح ہو اسی قول کو نصیر بن یحیی نے لیا اور محمد نے کہا کہ الحاق شرط کا یمین سے بعد سکوت کے صحیح نہین اور اس قول کو محمد بن سلمہ نے لیا اور اسی پر فتوی ہو اسواسطے کہ سکوت مانع ہو تعلق جزا کو ساتھ شرط کے تو دوسری شرط کے الحاق کو بھی سکوت مانع ہوگا یہ اختلاف صاحبین کا اُسوقت ہی جب شرط سے مضرت ہو حالف کی اور اگر شرط کے الحاق مین اُسکا فائدہ ہوتا ہو تو بالاتفاق الحاق جائز نہین انتہے کذا فی الطحطاوی

باب الیمین فی البیع والشراء والصوم والصلوۃ وغیرہا

باب الیمین فی البیع والشرا والصوم والصلوۃ وغیرہا

یہ باب ہو بیع اور شرا اور صوم اور صلوۃ وغیرہا کی یمین کے احکام مین الاصل فیہ ان کل فعل تعلق حقوقہ بالمباشر کبیع واجارۃ لا حنث بفعل مامورہ وکل ما تعلق حقوقہ بالآمر کنکاح وصدقۃ وما لا حقوق لہ کاعارۃ وابراء یحنث بفعل وکیلہ لانہ سفیر ومعبر قاعدہ اسباب مین یہ ہو کہ جو فعل ایسا ہو جسکے حقوق مباشر اور عاقد کے ساتھ متعلق ہوتے ہون چنانچہ بیع اور اجارہ تو امر پر حنث نہین ہوتا اُسکے مامور کے کرنے سے مامور سے مراد وکیل اور رسول ہو اور جو فعل ایسا ہو جسکے حقوق امر سے متعلق ہوتے ہون جیسے نکاح اور صدقہ اور وہ فعل جسکے حقوق نہوتے ہون جیسے عاریت دینا اور ابراء کرنا تو اسمین امر حانث ہوگا اپنے وکیل کے فعل سے بھی جیسے اپنے کرنے سے حانث ہوتا ہو اسواسطے کہ وکیل ایسے فعل مین محض سفیر اور معبر ہوتا ہو م عقود تین قسم پر ہین ایک وہ ہین جنکے حقوق عاقد اور مباشر سے متعلق ہوتے ہین بشرط اہلیت جیسے بیع اور شرا اور اجارہ اور قسمت اور مانند اسکے دوسری قسم وہ ہین جنکے حقوق عاقد سے متعلق نہین ہوتے بلکہ جسکے واسطے عقد ہوا ہو اُس سے متعلق ہوتے ہین چنانچہ نکاح اور طلاق

اور عتاق اور کتابت اور خلع اور صدقہ اور تیسری قسم وہ عقود ہین جنمین کچھ حقوق نہین چنانچہ اعارہ اور ابرار اور قضا کذا فی المنح عن الخانیہ یحنث بالمباشرۃ بنفسہ لا بالامر اذا کان
ممن یباشر بنفسہ فی البیع ومنہ الہبۃ بعوض ظہیریہ حانث ہوگا خود اپنے کرنے سے نہ امر کرنے سے جبکہ حالف اُس قسم کے لوگون مین ہو جو بذات خود کرتے ہون بیع مین اور بیع مین ہبہ
بالعوض بھی داخل ہے کذا فی الظہیریہ م قسم کھائی کہ بیع نہ کریگا تو اگر حالف خرید فروخت کرنے والون مین ہوگا تو بذات خود بیع یا ہبہ بالعوض کرنے سے حانث ہوگا اور اگر اسکی طرف سے وکیل نے
بیع کی تو حانث نہوگا اسیطرح عقود آئندہ مین سمجھنا چاہیے والشراء ومنہ السلم والاقالۃ قبل التعاطی شرح وہبانیہ اور شراء مذکور خود خرید کرنے مین حانث ہوگا اور خرید مین سلم
اور اقالہ بھی داخل ہے اور بعضون کے نزدیک تعاطی بھی کذا فی شرح الوہبانیہ م ظہیریہ مین عدم شراء کے حلف مین اُس اقالہ سے حنث مذکور کیا ہے جو بقیمت سابق اقالہ ہوا ہو تو
اطلاق شارح کا غیر مناسب تھا بلکہ اسکا حذف کرنا اولی ہے والاجارۃ والاستیجار فلو حلف لا یؤجر ولہ مستغلات اجرتہا امرأتہ واعطتہ الاجر لم یحنث کترکہا فی ایدی الناس
وکاخذ اجرۃ شہر قد سکنوا فیہ بخلاف شہر لم یسکنوا فیہ ذخیرہ اور بذات خود اجارہ دینے اور اجارہ لینے مین حانث ہوگا تو اگر قسم کھائی کہ اجارہ نہ دیگا اور اُسکے مکانات مین جنکو
اسکی زوجہ نے اجارہ دیا اور انکی اجرت زوجہ نے زوج کو دی تو حانث نہوگا چنانچہ اُن مکانات کو اُنکے رہنے والون کے ہاتھ مین چھوڑنے سے حانث نہین ہوتا اور جیسے
اُس مہینہ کے کرایہ لینے سے جسمین لوگ سکونت کر چکے ہین حانث نہین ہوتا بخلاف اُس مہینہ کی اجرت لینے کے جسمین انھون نے سکونت نہین کی کذا فی الذخیرہ اسواسطے
کہ آئندہ مہینہ کا کرایہ لینا درحقیقت خود اجارہ دینا ہے لہذا حانث ہوگا والصلح عن مال وقیدہ بقولہ مع الاقرار لانہ مع الانکار سفیر اور بذات خود صلح کرنے مین
مال سے ساتھ اقرار کے حانث ہوگا اور مصنف نے اقرار کی قید اسواسطے لگائی کہ ساتھ انکار کے وکیل سفیر محض ہوتا ہے م قسم کھائی کہ مال سے صلح نہ کریگا تو اگر مدعا
علیہ اقرار کرتا ہے مدعی کے دعوی کا تو حالف خود صلح کرنے سے حانث ہوگا اور وکیل کے صلح کرنے سے حانث نہوگا اور اگر مدعا علیہ اسکے دعوی کا منکر ہے تو اس
صورت مین وکیل سفیر محض ہے تو خود صلح کرنے سے اور وکیل کی صلح سے دونون طرح حانث ہوگا یہ حکم اُسوقت ہے جب صلح مدعا علیہ کی طرف سے ہو اور اگر صلح
مدعی کی طرف سے ہے تو مطلقا حانث نہوگا نہ اپنی صلح سے نہ وکیل کی صلح سے کذا فی الطحطاوی عن البحر والقسمۃ والخصومۃ وضرب الولد ای الکبیر لان الصغیر یملک ضربہ
فیملک التفویض فیحنث بوکیلہ کالقاضی اور قسمت کرنے اور خصومت کرنے اور ولد کبیر کے مارنے سے حانث ہوگا ولد کبیر کی قید اسواسطے لگائی کہ ولد صغیر کے مارنے کا باپ
مالک ہے تو تفویض ضرب کا بھی مالک ہے تو وکیل کے مارنے سے بھی حانث ہوگا مانند قاضی کے یعنی جسکا مارنا قاضی کو حلال ہے تو اُسکے مارنے کا دوسرے کو امر کرنا بھی صحیح ہے تو وکیل
کے مارنے سے حانث ہوگا اور مانند قاضی کے سلطان اور محتسب اور معلم ہے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وان کان الحالف ذا سلطان کقاض وشریف ولا
یباشر ہذہ الاشیاء بنفسہ حنث بالمباشرۃ وبالامر ایضا لتقیید الیمین بالعرف وبمقصود الحالف اور اگر حالف صاحب حکومت ہو مانند قاضی اور شریف کے کہ ان اشیاء
مذکورہ کو بذات خود نکرتے ہون تو حانث ہوگا خود کرنے سے اور اُسکے امر کرنے سے بھی بسبب مقید ہونے یمین کے ساتھ عرف کے اور ساتھ مقصود حالف کے یعنی اگر حالف
اشیاء مذکورہ مین یہ قصد کرے کہ نہ خود کریگا نہ کا مامور کریگا تو صحیح ہے وان کان یباشر مرۃ ویفوض اخری اعتبر الاغلب وقیل یعتبر السلعۃ فلو مما یباشرہا
بنفسہ لشرفہا لا یحنث بوکیل والا حنث اور اگر حالف ایسا ہو کہ اشیاء مذکور کو گاہے خود کرتا ہو اور گاہے دوسرے کو تفویض کرتا ہو تو اغلب معتبر ہوگا یعنے اگر مباشرت اغلب ہوگی
تو اپنے فعل سے حانث ہوگا اور اگر تفویض اغلب ہوگی تو وکیل کے فعل سے حانث ہوگا اور بعضون نے کہا قماش اور جنس معتبر ہے تو اگر وہ جنس ایسی ہو کہ خود اُسکو خرید کرتا ہو
بسبب اسکی عمدگی اور خوبی کے تو یمین وکیل کے فعل سے حانث نہوگا اور اگر ذلیل چیز ہو تو وکیل کے فعل سے حانث ہوگا ویحنث بفعلہ وفعل مامورہ التعلق بنیابۃ لان کل
ہذا النوع الاستقراض والتوکیل بہ غیر جائز اور حانث ہوگا اپنے فعل اور اپنے مامور کے فعل سے مصنف نے مامور کہا وکیل نہ کہا اسواسطے کہ اس نوع مین استقراض بھی
داخل ہے اور استقراض مین وکیل کرنا جائز نہین م توکیل استقراض مین اسواسطے جائز نہین کہ اگر وکیل یون کہے کہ مجھکو قرض دے اتنا تو مبلغ کا مالک وکیل ہوگا نہ موکل اور
اگر استقراض کی نسبت موکل کی طرف کرے اسطرح کہ فلانا شخص تجھسے قرض مانگتا ہے تو یہ رسالت اور امر ہے توکیل نہین اور رسالت استقراض مین جائز ہے جسکو
مامور کا لفظ شامل ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی فی النکاح لا الانکاح حانث ہوگا اپنے فعل اور مامور کے فعل سے نکاح مین نہ نکاح کرا دینے مین یعنی اگر قسم کھائی کہ نکاح نکرونگا تو اگر

بذات خود عقد کیا یا کسی کو وکیل کیا سو اُسنے اُسکا عقد کیا دونون صورت مین حانث ہوگا اور اگر فضولی نے اُسکا نکاح کردیا بعد یمین کے تو اجازت قولی سے حانث
ہوگا بقول مختار اور اجازت فعلی سے حانث نہوگا اسی قول پر فتوی ہی کذا فی النہر اور اگر قسم کھائی کہ غیر کا نکاح نکر دیگا تو یمین اپنے فعل سے حانث ہوگا نہ وکیل کے فعل سے
والطلاق والعتاق الواقعین بکلام وجد بعد الیمین لا قبلہ کتعلیق بدخول دار زیلعی اور حانث ہوگا مطلقاً اُس طلاق اور عتاق مین جو واقع ہوئے ہون بسبب اُس کلام کے جو
بعد یمین کے پایا گیا ہو نہ قبل یمین کے مانند دخول دار کے تعلیق کی کذا فی شرح الزیلعی م طلاق اور عتاق مین قولی کی اسواسطے قید لگائی کہ طلاق فعلی سے حانث نہین
ہوتا طلاق فعلی کی یہ صورت ہی کہ فضولی نے طلاق دی اور زوج نے اُسکو باجازت فعلی جائز رکھا اور تعلیق کی یہ صورت ہی کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل
ہوگی تو تو مطلقہ ہی یا مولی نے کہا غلام سے کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہی بعد اس تعلیق کے قسم کھائی کہ طلاق ندیگا یا آزاد نکریگا بعد اسکے دخول دار سے طلاق
یا عتاق پایا گیا تو حانث نہوگا نہ زوج نہ مولی **والخلع والکتابۃ والصلح عن دم عمد** او انکار کما مر اور حانث ہوگا مطلقاً خلع اور کتابت اور قتل عمد کی صلح کرنے سے
یا انکار مال کی صلح کرنے سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی صلح عن المال مین **والہبۃ** ولو فاسدۃ او بعوض اور حانث ہوگا مطلقاً ہبہ کرنے مین اگرچہ ہبہ فاسد ہو یا ہبہ بالعوض
ہو م یہ قول شارح کا منافی ہی قول سابق کے یعنی اس باب کے اول مین شارح نے بروایت ظہیریہ ہبہ بالعوض کو در حکم بیع کیا ہی اور حکم بیع کا یہ ہی کہ اپنے فعل سے
حانث ہوتا ہی نہ مامور کے فعل سے اور یہان موافق روایت شرنبلالی کے ہبہ بالعوض کو اُن عقود مین داخل کیا جنمین اپنے فعل سے بھی حانث ہوتا اور مامور کے فعل سے بھی
کذا فی الطحطاوی **والصدقۃ والقرض والاستقراض** وان لم یقبل اور حانث ہوگا مطلقاً صدقہ اور قرض دینے اور قرض لینے مین اگرچہ ہبہ اور صدقہ اور قرض و استقراض
مین قبول نہوا ہو م نہر الفائق مین کہا کہ لم یقبل ہبہ اور ما بعد ہبہ کی طرف راجع ہی **وضرب العبد** قیل والزوجۃ اور حانث ہوگا مطلقاً غلام کے مارنے مین اور بعضون
کے نزدیک زوجہ کے مارنے مین بھی م نہر الفائق مین کہا کہ ضرب زوجہ بعضون کے نزدیک ضرب عبد کے مانند ہی اور بعضون کے نزدیک ضرب لڑکے کے مانند ہی **والبناء والخیاطۃ**
وان لم یحسن ذلک خانیہ اور حانث ہوگا مطلقاً مکان کی تعمیر مین اور کپڑا سینے مین اگرچہ اُسکو خوب نہ کر جانتا ہو کذا فی الخانیہ **والذبح والایداع والاستیداع** اور ذبح کرنے
مین اور کسی کے پاس ودیعت رکھنے مین اور کسیکی ودیعت قبول کرنے مین وکذا الاعارۃ **والاستعارۃ** ان اخرج الوکیل الکلام مخرج الرسالۃ والا فلا حنث تاتارخانیہ اور اسی
طرح عاریت دینے اور عاریت مانگنے مین بشرطیکہ وکیل نے اعارہ اور استعارہ مین بطور پیام کے کلام کیا ہو اور نہین تو حنث نہ ثابت ہوگا وکیل کے فعل سے کذا فی التاتارخانیہ
م حلبی محشی نے کہا کہ کلام شارح کا باتباع صاحب نہر اُسکو مقتضی ہی کہ یہ حکم یعنی وکیل کا کلام بطور پیام کے ہونا اعارہ اور استعارہ مین مخصوص ہی حالانکہ نکاح اور بعد نکاح
مین وکیل محض سفیر ہی تو موکل کی طرف اضافت کرنا کلام کا سب عقود مذکورہ مین ضرور ہی چنانچہ کتاب الوکالۃ مین اسکی تصریح آویگی اور اغلب کہ تاتارخانیہ کی عبارت
عام ہوگی سب مسائل مین ناقل کو خصوصیت کا وہم ہوگیا ہی تو اسکی طرف مراجعت کرنا چاہیے **وقضاء الدین وقبضہ والکسوۃ** ولیس منہا التکفین الا اذا اراد الستر دون
التملیک سراجیہ اور حانث ہوگا مطلقاً قرض ادا کرنے اور قرض کے قبضہ کرنے اور لباس دینے مین اور کفن دینا کسوۃ مین داخل نہین مگر یہ کہ لباس دینے سے بدن کا چھپانا
مراد رکھے نہ تملیک تو البتہ کفن دینے والا بھی حانث ہوگا کذا فی السراجیہ م قسم کھائی کہ اُسکو لباس نہ دیگا تو اپنے دینے اور وکیل کے دینے سے حانث ہوگا لیکن اگر
محلوف علیہ کو کفن دیگا تو حانث نہوگا مگر بہ نیت مذکور اسواسطے کہ لباس دینا عبارت ہی تملیک لباس سے اور میت لائق تملیک کے نہین **والحمل** اور حانث ہوگا
مطلقاً بوجھ لادنے مین یعنی اگر قسم کھائی کہ اس جانور پر بوجھ نہ لادیگا تو اپنے لادنے اور وکیل کے لادنے سے حانث ہوگا اور مراد حمل سے حمل بلا اجارہ ہی اسواسطے کہ اجارہ کی صورت
مین وکیل کے فعل سے حانث نہین ہوتا چنانچہ قبل اسکے مذکور ہو چکا و ذکر منہا فی البحر نیفا و اربعین اور بحر الرائق مین اشیاء مذکورہ جنمین اپنے فعل سے حانث ہوتا ہی چالیس
اور چند عقود کو مذکور کیا ہی م نہر الفائق مین ان عقود سے چوالیس [۴۴] امر کو مذکور کیا ہی بائیس [۲۲] تو یہی امور ہین جنکو ماتن نے ذکر کیا ہی باقی مذکور ہوتے ہین ہدم قطع قتل شرکت ضرب
زوجہ ضرب ولد صغیر تسلیم شفعہ اذن نفقہ وقف قربانی حبس تعزیر نسبت حاکم حج وصیت حوالہ کفالہ قضا شہادت اقرار تولیت وفی النہر عن شارح الوہبانیۃ نظم

والذی بالاحنث فیہ بفعل الوکیل لانہ الا فعل منتسب الی حنثہ فیا بقے ففعال سے بفعل وکیل لیس بحنث حالف ببیع شراء صلح مالی خصومۃ اجارۃ استیجار الضرب لابنہ کذا قسمۃ

والحنث فی غیرہا ابت اور نہر الفائق مین شارح وہبانیہ سے منقول ہی کہ میرے والد نے منظوم کیا ہو اُن مسائل کو جنمین وکیل کے فعل سے حنث نہین ہوتا ہو اسطے کہ وہ کم ہین اس طرف اشارہ کر دیا نظم سے کہ اِنکے سوا باقی مسائل مین حنث ثابت ہو وکیل کے فعل سے تو یون کہا ہو کہ وکیل کے فعل سے حانث نہین ہوتا حالف بیع شراء صلح مال خصومت اجارہ استجارہ ضرب ولد قسمت مین اور ان مسائل کے غیر مین حنث ثابت ہو ولام دخل مبتدأ خبرہ اقتضے الآتی علی فعل اراد بدخولہا علیہ قربہا منہ بان یکال تجری فیہ النیابۃ للغیر کبیع وشراء واجارۃ وخیاطۃ وصباغۃ وبناء اقتضی ای اللام امرہ ای توکیلہ لیخصہ بہ ای بالمحلوف علیہ اذ اللام للاختصاص ولا تحقق الا بامرہ القید للتوکیل اور جو لام کہ داخل ہو اُس فعل پر جسمین غیر کے واسطے نیابت جاری ہو جیسا کہ بیع اور شراء اور اجارہ اور درزی گری اور زرگری اور معماری تو لام مذکور مقتضی ہوگا اُسکے امر کو یعنی اُسکے وکیل کرنے کو تاکہ مخصوص کر دے فعل کو ساتھ اُسکے تاکہ لام اس فعل کے اختصاص کا ساتھ محلوف علیہ کے فائدہ بخشے اسواسطے کہ لام موضوع ہو واسطے اختصاص کے اور یہ اختصاص بدون اُسکے امر کے جو توکیل کا مفید ہو متحقق نہین ہوتا شارح نے کہا کہ مصنف کی عبارت مین لام کا لفظ مبتدا ہو اور خبر اسکی لفظ اقتضی ہو اور دخول لام علی الفعل سے مراد یہ ہو کہ لام قریب ہو فعل سے کذا صرح ابن کمال فی ایضاح الاصلاح یعنی یہ کوئی نہ سمجھے کہ دخول سے تعلق ہونا لام کا ساتھ فعل کے مراد ہو یا خود فعل پر لام کا داخل ہونا مراد ہو بلکہ قرب بلا فاصلہ مراد ہو چنانچہ لعت لک بخلاف لعت ثوبا لک کہ عینی نے کہا لام سے مراد لام اختصاص ہو نہ لام تعریف اور ظاہر ہے سے ظاہر ہوتا ہو کہ محلوف علیہ کے امر مین یہ شرط ہو کہ اُسنے خاص اپنی ذات کے واسطے امر کیا ہو غیر کو اور مطلق امر اسکا مراد نہین کذا فی الطحطاوی فلم یحنث فی ان لعت لک ثوبا ان باعہ بلا امرہ لانتفاء التوکیل سواء ملکہ ای المخاطب ذلک الثوب اولا بخلاف ما لو قال ثوبا لک فانہ یقتضے کونہ ملکا لہ کما یجئی تو اس یمین ان لعت لک ثوبا مین یعنی یون کہتے ہین کہ اگر بیع کرون تیرے واسطے کپڑا تو ایسا ہو حانث نہوگا اگر اُسکو بدون امر مخاطب کے بیچا بسبب پائے جانے توکیل کے خواہ مخاطب اُس کپڑے کا مالک ہو یا نہو بخلاف اسکے کہ یون کہے ان لعت ثوبا لک یعنی جبکہ لام فعل کے نزدیک نہو تو یہ ترکیب کپڑے کے مملوک ہونے کی واسطے مخاطب کے مقتضی ہو چنانچہ اسکے بعد بلا فاصلہ آتا ہو بیان اُسکا ان لعت لک ثوبا مین لام اُس فعل کے قریب واقع ہوا ہو جسمین غیر کی نیابت ہو سکتی ہو لہذا حنث اس یمین کی توکیل پر موقوف ہو گیا نہ مخاطب کی ملک پر تو اگر مخاطب نے غیر مملوک کپڑے کی بیع کے واسطے متکلم کو وکیل کریگا تو اُسکی بیع سے حانث ہوگا جیسے اُسکی مملوک کی بیع سے حانث ہوگا فان دخل اللام علے عین ای ذات او علی فعل لا یقع ذلک الفعل عن غیرہ ای لا یقبل النیابۃ کاکل وشرب ودخول وضرب الولد بخلاف العبد فانہ یقبل النیابۃ اقتضی دخول اللام ملکہ ای ملک المخاطب للمحلوف علیہ لانہ کمال الاختصاص سو اگر لام داخل ہو عین پر یعنی ذات پر یا اُس فعل پر داخل ہو جو غیر سے واقع نہین ہوتا یعنی قابل نیابت کے نہین ہو جیسے کھانا اور پینا اور داخل ہونا اور ولد کا مارنا بخلاف غلام کے مارنے کے کہ وہ قابل نیابت ہو تو دخول لام مذکور اُسکی ملک کا مقتضی ہو یعنی مخاطب کی ملکیت واسطے محلوف علیہ کے اسواسطے کہ مالک ہونے مین نہایت اختصاص ہو ہم لام ہر حال مین اختصاص کا مفید ہو لیکن پہلی صورت مین اختصاص امر کی طرف منصرف ہو اور یہان ملک کی طرف فحنث فی ان لعت ثوبا لک ان باع ثوبہ بلا امرہ ہذا نظیر الدخول علی العین وہو الثوب لان تقدیرہ ان لعت ثوبا ہو مملوک لک تو اس یمین مین ان لعت ثوبا لک یعنی اگر مین بیچون کپڑا واسطے تیرے حانث ہوگا اگر مخاطب کا کپڑا بدون اُسکے امر کے بیچے گا یہ مثال ہو عین یعنی ذات پر لام داخل ہونے کی اور وہ ذات کپڑا ہو اسواسطے کہ تقدیر کلام یون ہو کہ اگر مین وہ کپڑا بیچون جو تیرا مملوک ہو ہم تو اگر مخاطب کا غیر مملوک کپڑا اُسکے امر سے بیع کریگا تو حانث ہوگا وامانظیر دخولہ علی فعل لا یقع عن غیرہ فذکرہ بقولہ وکذا ای مثل ما مر من اشتراط کون المحلوف علیہ ملک المخاطب قولہ ان اکلت طعاما او شربت لک شرابا اقتضی ان یکون الطعام والشراب ملک المخاطب کما فی ان اکلت طعاما لک لان اللام ہنا اقرب الی الاسم من الفعل والقرب من اسباب الترجیح اور دخول لام کی مثال اُس فعل پر جو غیر سے بطریق نیابت واقع نہین ہوتا اُسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا اور اسی طرح یعنی مثل سابق کے ہو قول مصنف کا محلوف علیہ کے مملوک ہونے کی اشتراط مین ان اکلت لک طعاما یعنی اگر مین کھاؤن تیرا خاص کھانا یا پیون مخصوص تیرا شربت تو دخول لام کا ان مثالون مین اسکا مقتضی ہو کہ طعام اور شربت مخاطب کا مملوک ہو چنانچہ ان اکلت طعاما لک مین ملک مخاطب کا مقتضے ہو اسواسطے کہ لام یہان اسم سے قریب تر ہو بہ نسبت فعل کے اور قریب ہونا ترجیح

کے اسباب سے ہی ہم منح الغفار میں مذکور ہی ہر چند بیان لام ظاہر میں اکل سے متعلق ہی لیکن فی الحقیقت طعام سے متعلق ہی یعنی لہذا مملوکیت طعام اسمین شرط نہوئی و اما
ضرب الولد فلا یتصور فیہ حقیقۃ الملک بل یراد الاختصاص بہ اور ضرب الولد کی مثال مین تو حقیقت ملک متصور نہین بلکہ اختصاص ولد کا ساتھ والد کے مراد ہی ہم
تو اپنے خاص الدکی ضرب سے حانث ہوگا نکل گیا اس قید سے ولد مشترک چنانچہ ام ولد کا وہ ولد جسکا دعوی دو شریکون نے کیا تو اُسکی ضرب سے حانث نہو گا بسبب عدم اختصاص
کے اور چونکہ مصنف نے اکل او شرب ور دخول دار اور ضرب لدکو مذکور کیا حالانکہ ولد مین ملک متصور نہ تھی لہذا شارح نے اُسکی مراد سے آگاہ کر دیا لیکن دخول دار مین کلام باقی رہا
حموی نے کہا اس دار کے دخول سے حانث ہوگا جسکا اختصاص مخاطب سے ثابت ہی یعنی وہ دار جو اُسکی طرف منسوب ہی کذا فی فتح القدیر تو ظاہر اکرایہ والے گھر کے داخل ہونے
سے بھی حنث ثابت ہوگا تو شارح کو مناسب تھا کہ اس سے بھی آگاہ کر دیتا کذا فی الطحطاوی اور خلاصہ اس بحث کا یہ ہی کہ اختصاص لام جب اُس ضمیر سے متصل ہو جو فعل متعدی
کے بعد واقع ہی تو دو حال سے خالی نہین یا لام متوسط ہو درمیان فعل اور اُسکے مفعول ثانی کے یا مفعول سے متاخر ہو اور دونون صورت مین یا فعل محتمل ہی نیابت کا یا
نہین سو اگر نیابت کا محتمل ہو اور دونون کے درمیان مین پڑے تو وہ لام اختصاص فعل کا فائدہ دیگا اور اگر اُسکی حنث کی شرط وقوع فعل ہوگا بخصوصیت اُس شخص کے
جسکی ضمیر ہی خواہ عین اُسکا مملوک ہو یا نہو اور یہ خصوصیت بدون اُسکے امر کے حاصل نہین اور اگر لام متاخر ہوگا مفعول سے تو اختصاص عین کا ضمیر والے کے ساتھ ہوگا
اور شرط اس اختصاص کی یہ ہی کہ عین اُسکا مملوک ہو خواہ فعل اُسکے واسطے واقع ہوا ہو یا نہ واقع ہوا ہو اور اگر فعل محتمل نیابت کا نہین تو اُسکے حکم مین افتراق نہو گا لام
کے توسط او تاخر مین بلکہ حانث ہوگا جبکہ اس فعل کو کریگا خواہ اُسکے امر سے خواہ بدون امر اسواسطے کہ فعل نیابت کا محتمل نہین تا اُسکا انتقال غیر فاعل مین ممکن ہو تو
امر اور عدم امر برابر ہوگا تو یہ متعین ہوگیا کہ بیان لام واسطے اختصاص عین کے ہی تا اُسکا کلام لغو ہونے سے محفوظ رہے کذا فی منح الغفار **وان نوی غیرہ ای ما** صدق
فیما فیہ تشدید علیہ قضاء و دیانۃ ودین فیما لہ ثم الفرق بین الدیانۃ والقضاء لا یتاتی فی الیمین باللہ لان الکفارۃ لا مطالب لہا کما مر اور اگر غیر مذکور کی نیت کریگا تو اُسکی تصدیق
قضاء اور دیانۃ کیجاویگی اُس امر مین جسمین تنگی اور سختی ہوگی حالف پر اور فقط دیانۃ تصدیق ہوگی اُس امر مین جسمین آسانی اور تخفیف ہوگی واسطے حالف کے بعد اسکے
دریافت کرنا چاہیے کہ دیانت اور قضاء کا تفرقہ یمین باللہ مین حاصل نہین ہوتا اسواسطے کہ کفارہ کا مطالبہ قضاء نہین ہم تشدید کی صورت یہ ہی کہ مخاطب کا مملوک
کپڑا بدون اُسکے امر کے بیچا مسئلہ اولی مین اور اختصاص سے ملک کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر نیت نکرتا تو حانث نہوتا یا مخاطب کا غیر مملوک کپڑا اُسکے امر سے
بیچا مسئلہ ثانیہ مین اور اختصاص سے امر کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر نیت نہوتی تو حانث نہوتا تخفیف کی صورت یہ ہی کہ دونون مسئلون مین بالعکس نیت کرے
یعنے مسئلہ اولی مین اختصاص سے امر کی نیت کرے اور مسئلہ ثانیہ مین اختصاص سے ملک کی نیت کرے تو فقط دیانۃ اُسکی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ اُسنے محتمل کلام کی نیت
کی لیکن قضاء تصدیق نہوگی اسواسطے کہ خلاف ظاہر ہی اور وہ متہم ہی کذا فی المنح **قال ان بعتہ او ابتعتہ فہو حر فعقد علیہ بیعا بالخیار لنفسہ حنث لوجود الشرط**
ولو بالخیار لغیرہ لا وان اجیز بعد ذلک فی الاصح کما لو قال ان ملکتہ فہو حر لعدم ملکہ عند الامام کہا مولے نے کہ اگر مین غلام کو بیع کرون یا اُسکو خرید کرون تو
وہ آزاد ہی پھر اُسکی بیع منعقد کی بشرط اپنے اختیار کے تو حانث ہوگا بسبب وجود شرط کے اور اگر خرید یا فروخت بشرط اختیار غیر کے ہوئی تو حانث نہو گا اگرچہ
غیر نے بعد اسکے اجازت بھی دی ہو قول اصح مین چنانچہ اسمین حانث نہین ہوتا اگر یون کہا کہ اگر مین اس غلام کا مالک ہون تو وہ آزاد ہی یعنی پھر
اُسکو بشرط اپنے اختیار کے مول لیا تو آزاد نہو گا بسبب اُسکے عدم ملک کے نزدیک امام کے اسواسطے کہ خیار شرط مشتری اُسکی ملک مین داخل ہونے سے
مانع ہی کذا فی الطحطاوی م یہ کہا کہ حانث ہوگا بسبب وجود شرط کے یعنی امام کے نزدیک بیع قیام الملک بیع اور شرا پائی گئی اسواسطے کہ بیع بائع کی ملک سے
خارج نہین بشرط اُسکے خیار کے بالاتفاق اور خیار مشتری اگرچہ اُسکی ملک کے دخول سے مانع ہی امام کے نزدیک لیکن عتق معلق ہی اُسکی تعلیق سے اور معلق منجز کے
مانند ہی تو اگر بعد خرید بشرط خیار کے مشتری عتق کو منجز کرے تو خیار فسخ ہوجاویگا اور عتق واقع ہوگا تو اسیطرح تعلیق مین بھی ملک ثابت ہی کذا فی النہر الفائق
قید بالخیار لانہ **لو قال بعتہ فہو حر فباعہ بیعا صحیحا** بلا خیار لا یعتق لزوال ملکہ وانحل الیمین لتحقق الشرط زیلعی مصنف نے بیع کو مقید بالخیار کیا اسواسطے کہ اگر یون

کہیگا کہ اگر مین اُسکو بیع کرون تو وہ آزاد ہی پھر اُسکو صحیح بیع کرکے بیچا بلا خیار تو غلام آزاد نہوگا بسبب ضائع ہونے بائع کی ملکیت کے حالانکہ تحقق جزا بدون ملک کے نہین
ہوتا اور یمین باطل ہوجاویگی بسبب متحقق ہونے شرط کے کذا فی الزیلعی **وحینث الحالف فی المسئلتین بالبیع والشراء الفاسد والموقوف لا الباطل لعدم الملک**
دون قبضہ اور حالف حانث ہوگا دونون صورتون مین یعنی بیع اور شراکی یمین مین حانث ہوگا بیع اور شراء فاسد اور موقوف نہ حانث ہوگا بیع اور شراء باطل
سے بسبب عدم ملک کے اگرچہ مبیع پر قبضہ کرلے بخلاف بیع فاسد اور موقوف کے کہ انہین قبض سے مالک ہوجاتا ہی بیع موقوف کی یہ صورت ہی کہ حالف نے مثلاً
غلام کو زید غائب سے بیچا اور فضولی نے اُسکی طرف سے قبول کیا چنانچہ بائع کی طرف سے قبول کیا تو بائع کی طرف سے غلام آزاد ہوجاویگا کذا فی النہر ولو اشتری مدبرا او مکاتبا
لم یحنث الا باجازۃ قاض و مکاتب اور اگر غلام مدبر اور مکاتب کو مول لیا تو حانث نہوگا مگر قاضی اور مولی کی اجازت سے ہم قسم کھائی کہ مثلاً غلام کو نہ خریدیگا پھر اُسنے مدبر
کو خرید کیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ مدبر محل بیع نہین لیکن چونکہ مدبر کی بیع مین مجتہدون کا اختلاف ہی تو اگر وہ قاضی جسکے مذہب مین مدبر کی بیع جائز ہی حکم جواز
کا دیگا تو اُسوقت مین حالف البتہ حانث ہوگا اور اسیطرح حالف مذکور غلام مکاتب کے خرید کرنے سے حانث نہوگا لیکن اگر مکاتب کا مالک اُسکی بیع کی اجازت دیگا
تب حالف حانث ہوگا اسواسطے کہ کتابت فسخ ہوگئی مولی کی اجازت سے تو منافی بیع زائل ہوا بیع تمام ہوگئی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا قال لامتہ ان بعت منک
شیأ فانت حرۃ فباع نصفہا من زوج ولدت منہ او من ابیہا لم یقع عتق المولی ولو من اجنبی وقع والفرق فی الظہیریۃ کہا مولی نے اپنی لونڈی سے کہ اگر مین تیری ذات
سے کچھ نصف یا ثلث بیع کرون تو تو آزاد ہی پھر آدھی لونڈی اُسکی اُس زوج کے ہاتھ بیچی جسکے نطفہ سے یہ لونڈی جن چکی ہی یا لونڈی کے باپ کے ہاتھ اُسکو بیچا تو عتق مولی
کا نہ واقع ہوگا اور اگر اُسکو اجنبی کے ہاتھ بیچا تو عتق واقع ہوگا اور فرق دونون صورتون کا ظہیریہ مین مذکور ہی ہم ظہیریہ مین وجہ فرق یون مذکور ہی کہ ولادت زوج سے اور نسب
باپ سے مقدم ہی یعنی ولادت اور نسب تعلیق مولی سے سابق الوجود ہی تو وہی واقع ہوگا جو مقدم ہی اور اس امر کا اعتبار اجنبی کے حق مین ممکن نہین کذا فی النہر وانما قید بالبیع
لانہ **فی حلفہ لا یتزوج امرأۃ او ہذہ المرأۃ فہو علی الصحیح دون الفاسد** فی الصحیح اور مصنف نے حنث کو بیع فاسد کرنے مقید کیا مگر اسواسطے کہ یون قسم
کھانے مین کہ نکاح نکریگا کسی عورت سے یا اُس عورت سے تو وہ صحیح نکاح پر محمول ہوگا نہ فاسد پر یعنی اگر قسم کھائی کہ نکاح نکریگا تو صحیح نکاح سے حانث ہوگا نہ فاسد سے
وکذا لو حلف لا یصلی او لا یصوم او لا یحج لان المقصود منہا الثواب ومن النکاح الحل ولا یثبت بالفاسد فلا تنحل بہ الیمین بخلاف البیع لان المقصود منہ الملک وانہ
یثبت بالفاسد والہبۃ والاجارۃ کالبیع اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھیگا یا روزہ نہ رکھیگا یا حج نکریگا تو صحیح نماز اور روزہ اور حج سے حانث ہوگا نہ فاسد سے اسواسطے کہ
مقصود عبادات مذکورہ سے ثواب ہی اور نکاح سے حلت وطی مقصود ہی تو فاسد سے یہ مقصود نہ ثابت ہوگا تو فاسد کے کرنے سے یمین منحل نہوگی یعنی حنث نہ ثابت ہوگا
بخلاف بیع کے اسواسطے کہ مقصود بیع سے ملک ہی اور ملک تو بیع فاسد سے بھی ثابت ہوجاتی ہی اور ہبہ اور اجارہ مانند بیع کے ہی ہبہ فاسد اور اجارہ فاسدہ سے بھی حنث ہوگا **ولو
کان ذلک کلہ فی الماضی** کان تزوجت او صمت **فہو علیہما** ای الصحیح والفاسد لانہ اخبار اور اگر وہ سب یعنی نکاح اور صوم اور صلوٰۃ اور حج زمان ماضی مین ہو چنانچہ ان تزوجت
یا ان صمت تو وہ دونون پر محمول ہوگا یعنے نکاح صحیح اور فاسد اور صوم صحیح اور فاسد دونون سے حنث ثابت ہوگا اسواسطے کہ زمان ماضی کی قسم اخبار ہی یعنی ماضی سے خبر دینا
مقتضی کا مقصود ہوتا ہی نہ حلت اور ثواب اور نام نکاح اور صوم وغیرہ کا صحیح اور فاسد دونون پر برابر بولا جاتا ہی طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تمثیل یعنی ان تزوجت یا ان
صمت صحیح نہین اسواسطے کہ یہ ماضی نہین بلکہ مستقبل ہی اسواسطے کہ تعلیق ہی تو بہتر یون مثال دینا تھا کہ ما تزوجت وما صمت ہم ماتن نے اپنی شرح منح الغفار مین ماضی کی یہ
مثال دی ہی ان کنت تزوجت او صلیت او صمت یعنی اگر مین نے نکاح کیا ہو یا نماز پڑھی ہو یا روزہ رکھا ہو **فان عنی بہ الصحیح صدق** لانہ النکاح المعنوی بحر النہر پھر اگر ماضی کے
نکاح سے نکاح صحیح کا ارادہ کریگا تو اُسکی تصدیق ہوگی قاضی کے نزدیک اسواسطے کہ صحیح نکاح تو نکاح حقیقی ہی کذا فی المنح عن البدائع اسواسطے کہ مقصود نکاح یعنی حلت صحیح پر
مترتب ہی شارح نے فقط نکاح کا حکم بیان کیا اور ظاہر یہی حکم صوم اور صلوٰۃ مین بھی ہی کذا فی الطحطاوی **ان لم ابع ہذا الرقیق فکذا فاعتق** المولی او دبر فقیہ تدبیرا
مطلقا فلا یحنث بالمقید فتح او استولدہا لانہ حنث لتحقق الشرط بفوات محلیۃ البیع حتی لو قال ان لم ابعک فانت حر فدبرہ او استولدہا عتق اگر مین نہ بیچون اس غلام کو تو ایسا ہو سو مولی نے

آزاد کیا یا اپنے غلام کو تدبیر مطلق مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا تو حانث ہوگا بسبب متحقق ہونے شرط کے محل بیع کے فوت ہوجانے سے یعنی بسبب اعتاق یا تدبیر مطلق یا
استیلاد کے مملوک لائق بیع کے نہ رہا یہانتک کہ اگر یون کہیگا اپنے مملوک سے کہ مین تجکو بیع نکرون تو تو آزاد ہی پھر اُسکو مدبر مطلق کیا یا ام ولد بنایا تو وہ آزاد ہوجاویگا اسلیے کہ شرط پائی
گئی یعنے عدم بیع مصنف نے مدبر مطلق کی قید لگائی تو تدبیر مقید سے حانث نہوگا کذا فی الفتح اسواسطے کہ مقید مین قبل وجود شرط کے بیع جائز ہی ولا العبرۃ تکرار الرق بالردۃ
لانہ موہوم اور معتبر نہین تکرار رق یعنی اعادہ مملوکیت کا بسبب ارتداد کے اسواسطے کہ وہ امر موہوم ہی مر شارح نے یہ دفع دخل کیا تقریر سوال یہ ہی کہ معتق اور مدبر اور ام ولد
کی بیع ممکن ہی اسطرح کہ وہ مرتد ہوجاوین اور دار الحرب مین جا ملین اور پھر گرفتار ہو آوین اور مولی کے مملوک ہون یا جس قاضی کے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہی وہ جو بیع مدبر کا حکم دے تو
تحقیق شرط کا محلیت بیع کے فوت ہونے سے نہ پایا گیا پھر حانث کیونکر ہوگا شارح نے اسکا جواب دیا کہ اعادہ رق کا ارتداد سے امر موہوم ہی تو لائق اعتبار کے نہین طحطاوی نے
کہا جب یہ معلوم ہوا تو شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا کہ ولا العبرۃ تکرار الرق بالردۃ ولا القضاء ببیع المدبر تاکہ پورا دفع دخل ہوجاتا **قالت لہ امرأۃ تزوجت علی فقال**
کل امرأۃ لی طالق طلقت المحلفۃ بکسر اللام وعن الثانی لا وصححہ السرخسی فی جامع قاضیخان وبہ اخذ عامۃ مشائخنا وفی الذخیرۃ ان فی الحال الغضب طلقت والالا کہا
اُس سے اُسکی عورت نے کہ تو نے مجھ پر دوسرا نکاح کیا سو زوج نے کہا کہ جو عورت میری ہی وہ مطلقہ ہی تو محلفہ بکسر لام یعنی جس عورت نے اپنے زوج کو حلف دلایا وہ مطلقہ ہوگئی
امام اعظم اور محمدؒ کے نزدیک اسواسطے کہ کل امرأۃ مین وہ بھی داخل ہی اور ابو یوسف سے یہ روایت ہی کہ حلف دلانے والی عورت مطلقہ نہین اسواسطے کہ بقرینہ دلالت
حال وہ عورت کلیہ مذکورہ سے مستثنی ہی اور اسی قول کو صحیح کہا ہی سرخسی نے اور جامع قاضیخان مین ہی کہ اسی قول کو اکثر مشائخ نے لیا ہی اور ذخیرہ مین یون تفصیل مذکور ہی
کہ اگر زوج نے حالت غضب مین یہ حلف کیا تو وہ بھی مطلقہ ہی اور نہین تو وہ مطلقہ نہین طحطاوی نے کہا کہ محل خلاف اُس صورت مین ہی جب زوج نے
اُسکی طلاق اور عدم طلاق کی نیت نہ کی ہو اور اگر نیت کی تو بالاتفاق موافق نیت کے حکم ہوگا **ولو قیل لہ الک امرأۃ غیر ہذہ المرأۃ فقال کل**
امرأۃ لی فہی کذا لا تطلق ہذہ المرأۃ لان قولہ غیر ہذہ المرأۃ لا یحتمل ہذہ المرأۃ فلم تدخل تحت کل بخلاف الاول اور اگر زوج سے کسی نے کہا کیا تیرے کوئی اور عورت ہی سوا
اس عورت کے سو اُسنے کہا جو عورت میری ہی سو وہ مطلقہ ہی تو یہ عورت مطلقہ نہوگی اسواسطے کہ قول اُسکا غیر ہذہ المرأۃ احتمال نہین رکھتا ہذہ المرأۃ کا یعنی جب کہا سوا
اُس عورت کے تو یہ عورت اُسکو شامل نہ رہی تو کل امرأۃ کے تحت مین نہ داخل ہوگی تو تقدیر کلام یون ہوئی کہ کل امرأۃ غیر ہذہ المرأۃ فہی طالق بخلاف اول مثال کے کہ وہان
کل امرأۃ مین محلفہ داخل ہی فروع تتفرع علی الحنث لفوات المحل چند مسائل ملحقہ شارح کے جو حانث ہونے پر متفرع ہین بسبب فوت ہونے محل یمین کے ان لم تصبی الماء فی
ہذا الصحن فانت طالق فکسرتہ حنبانچہ زوج کا یون کہنا زوجہ سے کہ اگر تو اس برتن سے مثلاً پانی نہ گرا دے اس صحن مین تو طالق ہی پھر عورت نے اُسکو توڑ ڈالا تو حانث ہوگا
اسواسطے کہ وہ برتن ہی نہ رہا جس سے پانی وغیرہ کا بہانا اور چھڑکنا متصور رہو او ان لم تذہبی فتاتی بہذا الحمام فانت کذا فطار الحمام طلقت یا زوج نے زوجہ سے یون کہا کہ اگر تو نہ جاوے
کہ اس کبوتر کو لاوے تو تو مطلقہ ہی پھر کبوتر اُڑ گیا تو عورت مطلقہ ہوگی قال لمحرمۃ ان تزوجتک فعبدی حر فتزوجہا حنث لان یمینہ تنصرف الی ما یتصور کہا مرد نے اپنی
محرم عورت سے کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون تو میرا غلام آزاد ہی پھر اُس سے نکاح کیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یمین اُسکی متصرف ہوئی اُسکی طرف جو ہوسکتا ہی یعنی عقد
اگرچہ فاسد ہی حلف لا تیزوج بالکوفۃ فعقد خارجہا لا لان المعتبر مکان العقد قسم کھائی کہ کوفہ مین نکاح نہ کریگا تو اُسکے باہر عقد کرے حانث نہوگا اسواسطے کہ معتبر
عقد کا مکان ہی مر بحر الرائق مین ہی قسم کھائی کہ کوفہ مین نکاح نہ کریگا پھر نکاح کا ارادہ کیا اور عورت اور مرد دونون کوفہ مین ہین تو اُسکی تدبیر یہ ہی کہ مرد اپنی طرف سے
ایک وکیل کرے اور عورت دوسرا وکیل اپنی طرف سے کرے پھر دونون وکیل شہر سے باہر نکلکر نکاح کردین تو حالف حانث نہوگا اسواسطے کہ معتبر عقد کا مکان ہی کذا فی الطحطاوی
ان تزوجت ثیبا فہی کذا فطلق امرأتہ ثم تزوجہا ثانیا لا تطلق اعتبارا للغرض وقیل تطلق اگر مین ثیبہ سے نکاح کرون تو اُسکی عورت مطلقہ ہی پھر اُسنے اپنی زوجہ کو
طلاق دی پھر اُس سے نکاح کیا دوسری بار تو اب وہ مطلقہ نہوگی باعتبار غرض کے یعنی متکلم کو ثیبہ سے غیر زوجہ مقصود تھا اور دوسرا قول یہ ہی کہ مطلقہ ہوگی
باعتبار عموم لفظ کے حلف لا تیزوج من بنات فلان ولیس لفلان بنت لا یحنث بمن ولدت لہ بحر قسم کھائی کہ مثلاً زید کی بیٹیون سے نکاح نہ کریگا

اور حالانکہ زید کے کوئی بیٹی نہین تو حانث نہوگا زید کی اُس بیٹی کے نکاح سے جو بعد یمین کے پیدا ہوئی کذا فی البحر طحطاوی نے کہا شاید قول محمد کا ہو اسواسطے کہ حاشیہ
شلبی مین فتح القدیر سے یہ منقول ہو قسم کھائی کہ زید کے ولد سے نہ بولیگا اور زید کا کوئی ولد نہین پھر زید کا ایک ولد پیدا ہوا اور حالف اُس سے بولا تو طرفین کے
نزدیک حانث ہوگا اور محمدؒ کے نزدیک حانث نہوگا اسواسطے کہ اصل یہ ہو کہ محمدؒ کے نزدیک وجود ولد وقت یمین معتبر ہو اور طرفین کے نزدیک وقت تکلم کے النکرۃ تدخل
تحت النکرۃ والمعرفۃ لاتدخل تحت النکرۃ فلو قال ان دخل ہذہ الدار احد فکذا او الدار لہ او لغیرہ فدخلہا الحالف حنث لتنکیرہ نکرہ داخل ہوتا ہو نیچے نکرہ کے اور معرفہ
داخل نہین ہوتا ہو نیچے نکرہ کے تو اگر کہا اگر داخل ہوگا اس گھر مین کوئی تو ایسا ہوگا اور وہ گھر حالف کا ہو یا اُسکے غیر کا پھر اُس گھر مین حالف داخل ہوا تو حانث ہوگا
بسبب تنکیر حالف کے م یعنی حالف نے آپ کو قول مذکور مین بلفظ معرفہ نہین مذکور کیا تو حالف نکرہ ہوا لہذا تحت نکرہ داخل ہوگیا یعنی احد کے لفظ مین جسکا ترجمہ کوئی
ہو وہ بھی شامل ہوگیا موجب قاعدہ مذکورہ ولو قال داری او دارک لاحنث بالحالف لتعریفہ اور اگر یون کہا کہ اگر داخل ہوگا میرے گھر مین یا تیرے گھر مین تو حانث
نہوگا حالف کے داخل ہونے سے بسبب تعریف حالف کے یعنی حالف معرفہ ہو بسبب یائے متکلم کے تو تحت نکرہ نہ داخل ہوگا حلبی نے کہا یہ شارح نے لفظ داری کا بیان
کیا نہ دارک کا تو اُسکو مناسب تھا یون کہنا لایحنث بالحالف والمخاطب لتعریفہما یعنی اگر یون کہا کہ ان دخل دارک احد تو اپنے گھر مین مخاطب کے داخل ہونے سے حانث
نہوگا اسواسطے کہ مخاطب معرفہ ہو بسبب کاف خطاب کے تو احد کے تحت مین نہ داخل ہوگا وکذا لو قال ان مس ہذا الراس احد واشار الی راسہ لایحنث الحالف بمسہ لانہ متصل بہ
خلقۃ فکان معرفۃ اقوی من المعرفۃ بالاضافۃ بحر وذکرہ المصنف قبیل باب الیمین فی طلاق معزیا للاشباہ اور اسیطرح اگر کہا کہ اگر چھوئے اس سر کو کوئی اور اشارہ کیا متکلم نے
اپنے سر کی طرف تو حالف اسکے چھونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ سر متصل ہی حالف سے بنا بر پیدائش کے تو وہ معرفہ ہوا قوی تر اضافت سے معرفہ سے کذا فی البحر
یعنی تعریف سر کی بسبب اشارہ کرنے کے قوی تر ہو داری کی اضافت سے اور اُسکو مصنف نے ذکر کیا ہو باب الیمین سے پہلے طلاق مین اشباہ کی طرف اشارہ کرکے
الا بالنیۃ وفی العلم کان کلم غلام محمد بن احمد احد فکذا دخل الحالف لو ہو کذلک لجواز استعمال العلم فی موضع النکرۃ فلم یخرج الحالف من عموم النکرۃ بحر معرفہ داخل
نہین ہوتا تحت نکرہ کے مگر نیت کرنے سے اور نام مین داخل ہوتا ہو چنانچہ اگر کلام کریگا محمد بن احمد کے غلام سے کوئی تو زوجہ اُسکی مطلقہ ہو حالف داخل
ہوگا تحت نکرہ کے اگر وہ ایسا ہو گا یعنی اگر حالف کا نام بھی محمد بن احمد ہوگا اور وہ بھی اپنے غلام سے کلام کریگا تو حانث ہوگا بسبب جائز ہونے استعمال نام کے
بجائے نکرہ کے تو اسوجہ سے حالف عموم نکرہ سے نہ نکلا کذا فی البحر م جب استعمال نام کا بجائے نکرہ جائز ہوا تو یمین مذکور کی یون تاویل ہوئی کہ اگر کوئی کلام کریگا اُس مرد
کے غلام سے جسکا نام محمد بن احمد ہو تو جسکا نام محمد بن احمد ہوگا اُسکا غلام اسیمین داخل ہوگا کذا فی الطحطاوی قلت وفی الاشباہ المعرفۃ لاتدخل تحت النکرۃ الا المعرفۃ
فی الجزاء فتدخل فی النکرۃ التی ہی فی موضع الشرط کان دخل داری ہذہ احد فانت طالق فدخلت ہی طلقت ولو دخل ہو لم یحنث لان المعرفۃ لاتدخل تحت النکرۃ
وتمامہ فی القسم الثالث من ایمان ظہیریہ شارح کہتا ہو اشباہ مین ہو کہ معرفہ داخل نہین ہوتا تحت نکرہ کے مگر وہ معرفہ جو جزا مین واقع ہو یعنی معرفہ اُس نکرہ مین داخل
ہوتا ہو جو شرط کے محل مین واقع ہو چنانچہ اگر داخل ہوگا کوئی میرے اس گھر مین تو تو مطلقہ ہو پھر زوجہ اُسکی داخل ہوئی تو وہ مطلقہ ہوگی اور اگر زوج
حالف داخل ہوگا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ معرفہ داخل نہین ہوتا تحت نکرہ کے اور پوری تقریر اسکی ایمان ظہیریہ کی قسم ثالث مین ہو م حموی اشباہ کے محشی نے
کہا کہ زوجہ اگرچہ معرفہ ہو بنا بر خطاب لیکن نہ جزا مین واقع ہو تو اُسکا دخول اُس نکرہ کے تحت مین جو شرط مین واقع ہو ممتنع نہین اسواسطے کہ دو جملے مانند دو مختلف
کلامون کے ہین اور اسیطرح شرط کا معرفہ جزا کے نکرہ کے تحت مین واقع ہوتا ہو کذا فی الطحطاوی بخلاف دخول زوج کے تحت نکرہ کے کہ وہ جائز نہین اسواسطے کہ
ایک ہی جملہ مین یعنی شرط مین دونون واقع ہین ویجب حج او عمرۃ ماشیا من بلدہ فی قولہ علی المشی الی بیت اللہ او الکعبۃ واراق دما ان رکب لاو خالہ النقص ولو
اراد ببیت اللہ بعض المساجد لم یلزمہ شئی اور واجب ہوگا حج یا عمرہ پیدل چل کر اپنے شہر سے اس قول مین کہ مجھپر واجب ہی پیدل چلنا بیت اللہ تک یا کعبہ تک اور جانور
ذبح کرے اگر راہ مین سوار ہوا اسواسطے کہ اُسنے نذر مذکور مین نقصان داخل کیا اور اگر لفظ بیت اللہ سے بعضی مسجد کا ارادہ کریگا تو اُسپر کچھ لازم نہوگا نہ قضا اور

نہ دیانۃً اسواسطے کہ اُسنے اپنے کلام کے حقیقی معنی کا ارادہ کیا مصنف نے بلا قید کہا تو اگر کعبہ کے اندر یا کہین اور کہیگا تو اُسپر حج یا عمرہ واجب ہوگا چنانچہ
ہدایہ مین مصرح ہی اسواسطے کہ ایجاب حج عمرے کا باعتبار مدلول لفظ یا اُسکے استلزام کے نہین اور نہ باعتبار مجاز کے اور بنظر غالب کے بلکہ بسبب عرف کے ہی یعنی
علی المشی الی بیت اللہ ایجاب حج یا عمرہ مین مروج ہی تو مجاز لغوی حقیقت عرفیہ ہوگیا مانند اس قول کے کہ علی حجۃ او عمرۃ کذا فی النہر **ولا شئ بعلیّ الخروج او الذہاب**
الی بیت اللہ او المشی الی الحرم او الی المسجد الحرام او الی باب الکعبۃ او میزابہا او الصفا او المروۃ او مزدلفۃ او عرفۃ لعدم العرف اور یون کہنے مین کہ مجھپر واجب
ہی نکلنا یا جانا بیت اللہ تک یا جانا حرم تک یا مسجد الحرام تک یا کعبہ کے دروازے تک یا میزاب تک یا صفا یا مروہ یا مزدلفہ یا عرفات تک کچھ واجب نہین نہ حج نہ
عمرہ بسبب عدم عرف کے یعنی مسائل مذکورہ مین اور مسئلہ مذکورہ مین اور مسئلہ سابقہ مین کوئی وجہ فرق کی نہین سواے عرف کے **لا العتیق عبد قیل لہ ان**
لم احج العام فانت حر ثم قال حججت وانکر العبد واتی بشاہدین فشہد انہ نحر اضحیتہ بکوفۃ لم تقبل لقیامہا علی نفی الحج اذ التضحیۃ لا تدخل تحت القضاء وقال
محمد **یعتق** ورجحہ الکمال آزاد نہوگا وہ غلام جس سے یون کہا گیا یعنی اُسکے مولی نے کہا کہ اگر مین اِکی سال حج نکرون تو تو آزاد ہی پھر مولی نے کہا کہ مین نے حج کیا اور
غلام اُسکے حج کا منکر ہوا اور دو گواہ لایا سو دونون نے کوفہ مین اُسکے قربانی کرنے کی گواہی دی تو یہ گواہی مقبول نہوگی بسبب اُسکے قائم ہونے کے نفی حج پر
اسواسطے کہ قربانی کرنا حکم قاضی کے تحت مین داخل نہین اور محمدؒ نے کہا کہ غلام نہ آزاد ہوگا اور ترجیح دی ہی اس قول کو کمال الدین نے فتح القدیر مین م ہرچند
ظاہر مین اثبات کی گواہی ہی یعنی کوفہ کی قربانی پر لیکن مقصود اس سے نفی حج ہی اسواسطے کہ کوفہ بہت دور ہی کعبہ سے تو جو شخص یوم النحر کو کوفہ مین ہو سکا ہو نجا اس سال
کے حج مین نہین ہو سکتا اور اثبات قربانی کا قاضی سے متعلق نہین تو یہ گواہی نفی حج کی گواہی کے مانند ہوگئی اور حالانکہ نفی کی گواہی مقبول نہین اور خلاصہ ترجیح فتح القدیر
یہ ہی کہ گواہی نفی پر نہین بلکہ امر وجودی پر ہی جو متضمن ہی نفی کا تو مقبول ہوگی **حلف لا یصوم حنث بصوم ساعۃ بنیۃ** وان افطر لوجود شرط قسم کھائی کہ روزہ نرکھیگا
تو حانث ہوگا ایکساعت کے صوم سے بشرط نیت صوم اگرچہ بعد ساعت کے اُسنے روزہ توڑ ڈالا ہو بسبب اُسکے پائے جانے شرط کے یعنی شرط ایکساعت کی امساک سے
بھی پائی گئی اسواسطے کہ صوم عبارت ہی امساک مفطرات سے بقصد تقرب کذا فی النہر **ولو قال لا اصوم صوماً او یوماً حنث بیوم** لانہ مطلق فینصرف الی الکامل اور
اگر کہا کہ لا اصوم صوماً یعنی بعد فعل کے مصدر کو صریحاً ذکر کیا یا یون کہا کہ نہ روزہ رکھونگا ایکدن تو پورے ایکدن روزہ رکھنے سے حانث ہوگا نہ کم سے اسواسطے کہ لفظ صوم
کا مطلق ہی تو فرد کامل کی طرف منصرف ہوگا اور صوم کامل نہین ہوتا بدون رات کے آنے کے اور لا اصوم یوماً مین لفظ یوم کا خود صریح ہی تقریر مدت مین کذا فی الطحطاوی **حلف**
لیصومن ہذا الیوم وکان بعد اکلہ او بعد الزوال صحت الیمین وحنث للحال لان الیمین لا تعتمد الصحۃ بل التصور کتصورہ فی الناسی قسم کھائی کہ مقرر روزہ
رکھیگا اُسدن مین حالانکہ بعد کھا چکنے یا بعد زوال کے یہ کہا تو قسم صحیح ہوگی اور فی الفور حانث ہوجاویگا اسواسطے کہ انعقاد یمین کا صحت پر معتمد نہین بلکہ تصور پر
مانند تصور صوم کے ناسی مین م یعنی صوم بعد الاکل و الزوال ناسی مین متصور ہی یعنی جو صائم بھول کر کھا گیا تو اُسکا صوم باوجود اکل کے موجود ہی یا تصور صوم مُن ناسی کا بعد زوال
کے جو نیت کرنا بھول گیا کذا فی الطحطاوی **وہو کما لو قال لامرأتہ ان لم تصلی الیوم فانت کذا فحاضت من ساعتہا او بعد ما صلت رکعۃ فان**
الیمین تصح وتطلق فی الحال لان درور الدم المنع کما فی الاستحاضۃ بخلاف مسئلۃ الکوز لان محل الفعل وہو الماء غیر قائم اصلا فلا یتصور بوجہ اور وہ یعنے مثال سابق
مانند اس مثال کے ہی کہ کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ اگر تو آج نماز نہ پڑھیگی تو تو مطلقہ ہی پھر اُسیوقت اُسکا حیض جاری ہوگیا یا ایک رکعت بعد جاری ہوا تو
یہ یمین صحیح ہی اور زوجہ اُسکی فی الحال مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ جاری ہونا خون کا مانع صلوٰۃ کا نہین چنانچہ استحاضہ مین بخلاف مسئلہ الکوز کے یعنی قسم کھائی کہ اس
کوزہ سے پانی پیے گا اور حالانکہ اُسمین پانی نہین اسواسطے کہ محل فعل کا یعنی پانی اُسمین مطلقاً موجود نہین تو یمین کسی وجہ سے متصور نہین **وحنث فی لا**
یصلی برکعۃ بنفس السجود اور اس قسم مین کہ نماز نہ پڑھے گا حانث ہوگا ایک رکعت کے ادا کرنے سے بمجرد سجدہ کرنے کے اس لیے کہ صلوٰۃ عبارت ہی ارکان
مختلفہ سے اور تمامی ارکان کی سجدہ پر ہی اسواسطے کہ عند التحقیق قعدہ اخیرہ ارکان اصلیہ مین داخل نہین فتح القدیر مین کہا حق یہ ہی کہ ارکان حقیقۃ نماز

نہ یلزم

کے پانچ ہین اور قعدہ رکن زائد ہی کہ ختم صلوۃ کے واسطے واجب ہوا ہی تو حنث کے حق ہین اسکی رکنیت معتبر نہوگی کذا فی فتح اور نہر الفائق مین قعدہ کو شرط
قرار دیا ہی نہ رکن تو بطریق اولی حنث مین اُسکا اعتبار نہوگا بخلاف ان صلیت رکعۃ فانت حر لیتعلق الاباولی شفع تحقق الرکوۃ بخلاف اس یمین کے کہ اگر تو ایک
رکعت نماز پڑھیگا تو تو آزاد ہی آزاد نہوگا دوگانہ کی پہلی رکعت سے تا رکعت ثانی ہو موہم ہی چند اس مثال مین حنث رکعت اولی پر ہی نہ دو رکعت پر لیکن بدون دو رکعت
کے شرعاً تحقق رکعت اولی کا متصور نہین اسواسطے کہ فقط ایک رکعت کا ادا کرنا ممنوع ہی تو ایک رکعت پڑھ کر کلام کریگا تو غلام آزاد نہوگا کذا فی الطحطاوی
وفی لایصلی صلوۃ لشفیع وان لم یقعد اور اس یمین مین کہ لا یصلی صلوۃ دو رکعت پڑھنے سے حانث ہوگا اگرچہ اُسنے قعدہ نہ کیا ہو اسواسطے کہ
فتح القدیر سے منقول ہو چکا کہ وہ رکن اصلی نہین نماز کا بخلاف لایصلی الظہر مثلا فانہ یشترط التشہد بخلاف اس قول کے کہ نماز ظہر کی مثلا نہ پڑھیگا تو اُسکے حانث
ہونے مین تشہد شروط ہی مراد تشہد سے مراد تشہد اخیر ہی اسواسطے کہ ظہیریہ مین ہی کہ اگر چار رکعت فرض کے نہ پڑھنے کی قسم کھادیگا تو حانث نہوگا تاوقتیکہ چوتھی
رکعت کے بعد تشہد نہ کریگا کذا فی الطحطاوی وحنث فی لا یوم احدا باقتدا قوم بہ بعد شروعہ وان حلف بقصد ان لا یوم احدا الا انہم اس قسم مین
کر کسی کی امامت نہ کریگا حانث ہوگا قوم کی اقتدا کرنے سے ساتھ اُسکے بعد شروع کرنے حالف کے اگرچہ اُسنے کسی کی امت کا قصد نہ کیا ہو اسواسطے حانث
ہوگا کہ وہ امام اُنکا ہو گیا اسواسطے کہ امامت مین نیت امامت کی شرط نہین وصدق دیانۃ فقط ان نواہ ای ان لم یوم احدا اور حالف کی فقط دیانۃ
تصدیق ہوگی اگر اُسکی نیت کریگا یعنی اس نیت مین دیانۃ تصدیق ہوگی کہ کسی کی نیت نہ کریگا وان اشہد قبل شروعہ انہ لا یوم احدا لا یحنث مطلقاً
لا دیانۃ ولا قضاء وصح الاقتداء ولو فی الجمعۃ استحساناً اور اگر حالف نے گواہ کر لیا قبل اپنی شروع کرنے نماز کے کہ وہ کسی کی امامت نکریگا تو کسی طرح حانث نہوگا
نہ دیانۃ اور نہ قضاء اور اقتدا مقتدیون کی صحیح ہوگی اگرچہ نماز جمعہ مین یہ واقعہ ہوا ہو بنابر استحسان کے وجہ استحسان کی یہ ہی کہ نماز جمعہ مین جماعت شرط ہی سو
بدون نیت امامت کے بھی حاصل ہی کما لا حنث لو امہم فی صلوۃ الجنازۃ او سجدۃ التلاوۃ لعدم کمالہما جیسے حانث نہین ہوتا اگر امامت کی قوم کی نماز
جنازہ یا سجدہ تلاوت مین بسبب اُسکے عدم کمال کے یعنی لا یصلی صلوۃ کی حلف مطلق متصرف ہی فرد کامل کی طرف اور نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت بسبب
عدم رکوع وغیرہ کے نماز کامل نہین بخلاف النافلۃ فانہ یحنث وان کانت الامامۃ فی النوافل منہیا عنہا بخلاف نماز نفل کے کہ اُسکی جماعت کرنے سے
حانث ہوگا اگرچہ امامت نوافل مین ممنوع ہی جماعت نفل کی اُسوقت ممنوع ہی جبکہ بطریق تداعی ہو تداعی یہ ہی کہ چار مقتدی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھین
کذا فی الطحطاوی فروع مسائل لمحقہ شارح کے ان صلیت فانت حر فقال صلیت وانکر المولی لم یعتق لامکان الوقوف علیہا بلا حرج اگر تو نماز پڑھیگا تو تو آزاد
ہی سو غلام نے کہا کہ مین نے نماز پڑھی اور مولی نے اُسکا انکار کیا تو آزاد نہ ہوگا اسواسطے کہ اُسپر مطلع ہونا ممکن ہی بلا مشقت قال ان ترکت الصلوۃ فانت
طالق فصلتہا قضاء طلقت علی الاظہر ظہیریہ کہا زوج نے کہ اگر تو نماز کو ترک کریگی تو تو طالق ہی سو اُس نے قضا کی نماز پڑھی تو وہ مطلقہ ہوگی بقول اظہر کذا فی
الظہیریۃ حلف ما اخر صلوۃ عن وقتہا وقد نام وقضاہا استظہر الباقانی عدم حنثہ لحدیث فان ذلک وقتہا قسم کھائی کہ اپنی نماز کو اُسکے وقت سے موخر
نہ کریگا اور حالانکہ وہ سو گیا نماز کے وقت پھر اُسکو قضا کیا باقانی نے اُسکے عدم حنث کو قوی کیا ہی اس حدیث کی دلیل سے فان ذلک وقتہا یعنی جو نماز
کے وقت سو گیا یا بھول گیا تو جب جاگے یا یاد پڑے تو وہی اُسکا وقت ہی حلبی نے کہا کہ مدار ایمان کا عرف پر ہی اور عرف مین اُسکو موخر کہتے ہین اگرچہ قضاء
کہ لا یجمع حدثان فالطہارۃ منہما وحدث جمع ہوئین تو طہارت دونون سے ہوگی قسم کھائی کہ نکسیر سے وضو نکریگا پھر اُسکی ناک سے خون نکلا پھر اُسنے پیشاب
کیا پھر اُسنے وضو کیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ دونون حدث کی طہارت ہوئی حلف لیصلین ہذا الیوم خمس صلوات بالجماعۃ ویجامع امراتہ ولا یغتسل یصلی الفجر والظہر
والعصر بجماعۃ ثم یجامعہا ثم یغتسل کما غربت یصلی المغرب والعشاء بجماعۃ فلا یحنث قسم کھائی کہ البتہ اُس دن مین پانچ وقت کی نماز جماعت سے
پڑھیگا اور اپنی عورت سے قربت کریگا اور غسل نہ کریگا تو اُسکی تدبیر یہ ہی کہ فجر اور ظہر اور عصر کی نماز جماعت سے پڑھے پھر زوجہ سے

قربت کرے پھر غروب کے وقت غسل کرے اور مغرب اور عشا کی نماز جماعت سے پڑھے تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ غسل رات مین واقع ہوا نہ دن مین کذا فی
العالمگیری حلبی نے کہا اسمین اعتراض ہو کہ یوم سے اگر بقیہ نہار مراد ہو تو غروب تک تین ہی نمازین ہوئین اور قسم ہو پانچ نماز کی اور اگر یوم سے مطلق وقت مراد ہو تو ہر
صورت حانث ہوگا خواہ دن مین نہاوے خواہ رات مین حلف لا یحج فعلی الصحیح منہ فلا یحنث بالفاسد قسم کھائی کہ حج نہ کریگا تو حنث صحیح حج پر موقوف ہوگا تو فاسد
حج کرنے سے حانث نہوگا م لا یحج اور لا یحج حجۃ کا حلف برابر ہو بخلاف صلوۃ کے ولا یحنث حتی یقف بعرفۃ عن الثالث ای محمد وحتی یطوف اکثر الطواف
المفروض عن الثانی و بہ جزم فی المنہاج للعلامۃ عمر بن محمد العقیلی الانصاری کان من کبار فقہاء بخاری ومات بہا سنۃ سبع وخمسمائۃ اور عدم حج کی حلف
مین حانث نہوگا یہانتک کہ عرفات کا وقوف کرے یہ مروی ہو امام ثالث محمد بن حسن سے اور حانث نہوگا یہانتک کہ اکثر طواف الزیارت کرے یعنی بدون
چار شوط کے حانث نہوگا یہ مروی ہو امام ثانی قاضی ابو یوسف سے اور اسی روایت پر جزم کیا ہو منہاج مین جو عمر بن محمد عقیلی انصاری کی تصنیف ہو وہ بخارا
کے فقہاء کبار مین سے تھے اور پانسو سات ہجری مین وہین وفات پائی ولا یحنث فی العمرۃ حتی یطوف اکثرہا اور حانث نہوگا عمرہ نکرنے کے حلف مین یہانتک
کہ عمرہ کا اکثر طواف کرے یعنی چار شوط زیادہ ان لبست من مغزولک فہو ہدی ای صدقۃ التصدق بہ بمکۃ فملک الزوج قطنا بعد الحلف فغزلت ونسج
ولبس فہو ہدی عند الامام ولہ التصدق بقیمتہ بمکۃ لا غیر زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر مین پہنون تیرے کاتے سوت سے تو وہ ہدی ہو یعنی صدقہ ہو جسکو مین مکۂ
معظمہ مین تصدق کرون پھر زوج مالک ہوا روئی کا بعد اس قسم کے سو زوجہ نے اُسکو کاتا پھر اُسکا کپڑا بنا گیا اور زوج نے اُسکو پہنا تو وہ کپڑا ہدی ہو
امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ عادت یہی ہو کہ عورت زوج کی مملوک روئی کو کاتے تو معتاد ہی مراد ہوگا کذا فی المنح اور زوج کو جائز ہو کہ اُسکی قیمت کو مکہ مین
خیرات کرے نہ اور جگہ م جو صدقہ بلفظ ہدی ہو اُسکا صرف سوائے مکہ کے اور کہین جائز نہین بخلاف اور صدقات کے کذا فی الطحطاوی وشرطا ملکہ یوم حلفہ ویفتی بقولہما
فی دیارنا لانہا انما تغزل من کتان نفسہا او قطنہا وبقولہ فی دیار الرومیۃ لغزلہا من کتان الزوج نہر اور صاحبین نے وجوب تصدق مین ملک زوج کی اُسکی حلف
کے دن شرط کی ہو اسواسطے کہ نذر بدون ملک یا اضافت الی سبب الملک کے صحیح نہین اور صاحبین کے قول پر یعنی عدم تصدق پر فتوی ہو ہمارے ملک
مین یعنی مصر مین اسواسطے کہ وہان عورت اپنی کتان یا اپنی روئی کو کاتتی ہو اور امام اعظم کے قول پر فتوی ہو روم کے ملک مین اسواسطے کہ وہان عورت اپنے زوج کے
کتان کو کاتتی ہو کذا فی النہر الفائق حلف لا یلبس من غزلہا فلبس تکۃ منہ لا یحنث عند الثانی وبہ یفتی لانہ لا یسمی لابساء قسم کھائی کہ زوجہ کے سوت کو
نہ پہنے گا پھر اُسکے سوت کا ازار بند پہنا تو حانث نہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہو اسواسطے کہ عرف مین اُسکو لابس یعنی پہنے والا نہین بولتے ہین کما
لا یلبس ثوبا من نسج فلان فلبس من نسج غلامہ لا یحنث اذا کان فلان یعمل بیدہ والا حنث لتعین المجاز چنانچہ قسم کھائی کہ وہ کپڑا نہ پہنے گا جسکو فلانے نے بنا سو
اُسنے فلانے کے غلام کا بنا کپڑا پہنا تو حانث نہوگا جبکہ فلانا شخص بھی اپنے ہاتھ سے بنتا ہو اور اگر وہ نہ بن جانتا ہوگا تو اُسکے غلام کے بنے کپڑے کے پہننے سے حانث ہوگا
بسبب متعین ہونے مجاز کے اسواسطے کہ نسج حقیقی وہ ہو جو اپنے ہاتھ سے ہو تو جبتک حقیقت ممکن ہوگی تو اسی پر حمل ہوگا اور در صورت عدم حقیقت مجاز پر محمول ہوگا کذا فی
المنح کما حنث بلبس خاتم ذہب ولو رجلا بلا فص او عقد لؤلؤ او زبرجد او زمرد ولو غیر مرصع عندہما وبہ یفتی فی حلفہ لا یلبس حلیا للعرف چنانچہ اس قسم مین کہ زیور
نہ پہنے گا حانث ہوتا ہو بسبب عرف کے سونے کی انگوٹھی پہننے سے اگرچہ حالف مرد ہو اور اگرچہ انگوٹھی بلا نگین ہو موتی کے ہار یا زبرجد کے ہار یا زمرد کے ہار پہننے سے اگرچہ زمرد
چاندی سونے مین جڑا نہو صاحبین کے نزدیک اسی پر فتوی ہو حلبی نے کہا کہ جامع اللغۃ مین مصرح ہو کہ زبرجد اور زمرد ایک ہی چیز ہو تو تکرار واقع ہوئی لا یحنث
بخاتم فضۃ بدلیل حلہ للرجال الا اذا کان مصنوعا علی ہیئۃ خاتم النساء بان کان لہ فص فیحنث ہو الصحیح زیلعی ولو کان مموہا بذہب ینبغی حنثہ بخلخال ولو
سوار حانث نہوگا حلف مذکور مین چاندی کی انگوٹھی پہننے سے بدلیل اُسکی حلت کے مردون کے حق مین مگر جبکہ چاندی کی انگوٹھی عورتون کی انگوٹھی
کی صورت پر بنی ہو اسطرح پر کہ اسمین نگین ہو مانند عورتون کے تو اُسکے پہننے سے حانث ہوگا یہی قول صحیح ہو کذا فی شرح الزیلعی اور اگر انگوٹھی

پر سونے کا ملمع ہو تو لائق یون ہو کہ اُسکے پہننے سے حانث ہوگا کذا فی النہر جیسے گوجری اور کنگن کے پہننے سے حنث ثابت ہوتا ہی خواہ چاندی کے ہون خواہ سونے
کے ہم ہر چند سونے چاندی کا زیور مردون پر حرام ہی فقط چاندی کی انگوٹھی جائز ہی واسطے مہر کرنے کے نہ واسطے زینت کے تو وہ اُنکے حق مین زیور کامل نہین اگرچہ
زینت سے خالی نہین لہذا اسکے پہننے سے حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی حلف لایجلس علی الارض فجلس علی حائل منفصل کخشب او جلد او بساط او حصیر وحلف
لاینام علی ہذا الفراش فجعل فوقہ آخر فنام علیہ او لایجلس علی ہذا السریر فجعل فوقہ آخر لایحنث فی الصور الثلثۃ کمالو خرج الحشو من الفراش للعرف قسم کھائی کہ نہ
بیٹھے گا زمین پر پھر بیٹھا اُس چیز پر جو حائل ہی جالس اور زمین مین اور زمین سے جدا ہی جیسے لکڑی یا کھال یا فرش یا چٹائی یا قسم کھائی کہ نہ سوئیگا اس فرش
پر پھر فرش پر اور فرش ڈال لیا اور اُسپر سویا یا قسم کھائی کہ اس چارپائی پر نہ بیٹھے گا پھر اُسپر دوسری چارپائی بچھا کر بیٹھا تو حانث نہوگا ان تینون صورتون
مین چنانچہ اگر فرش کے اندر کی روئی وغیرہ نکال ڈالی اور پھر اُسپر بیٹھا تو حانث نہوگا بنابر عرف کے اور اسی طرح اگر فرش کا ابرہ اور آستر جدا کیا اور درمیان
کی چیز پر بیٹھا تو بھی حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی ولو نکر الاخرین حنث مطلقاً للعموم وما فی القدوری من تنکیر السریر حملہ فی الجوہرۃ علی المعرف
اور اگر اخیر دونون مثالون مین فرش اور سریر کو غیر معین ذکر کرے یعنی یون کہے لایجلس علی فرش ولایجلس علے سریر یعنی کسی فرش پر نہ بیٹھے گا اور کسی چارپائی
پر نہ بیٹھے گا تو ہر طرح سے حانث ہوگا بسبب عموم محلوف علیہ کے اور جو کہ قدوری مین سریر کو نکرہ ذکر کیا ہی تو جوہرہ مین اُسکو معرفہ پر محمول کیا ہی بخلاف
مالو حلف لاینام علے الواح ہذا السریر او الواح ہذہ السفینۃ ففرش علی ذلک فراش لم یحنث لانہ لم ینم علی الالواح بحر کذا فی نسخ الشرح لکن
ینبغی التعبیر باداۃ التشبیہ نحو کما لو الی آخر الکلام او تاخیرہ عن مقالۃ القرام فیصح المرام کما لایخفی علے ذوی الافہام وکما ہو الموجود فی غالب نسخ المتن فی دیارنا
دمشق الشام فتنبہ بخلاف اس قول کے کہ اگر قسم کھائی کہ نہ سوئیگا اس چارپائی کی پٹریون پر یا اس ناؤ کے تختون پر پھر اُنپر فرش بچھایا اور اُسپر سویا
تو حانث نہوگا اسواسطے کہ تختون پر نہ سویا بلکہ فرش پر سویا کذا فی البحر شارح کہتا ہی ایسی عبارت ہی مصنف کی شرح کے نسخون مین لیکن لائق یون ہی کہ
تعبیر اس مسئلہ کی بحرف تشبیہ کیجاوے چنانچہ یون کہا جاوے کما لو حلف لاینام الخ یا اس مسئلہ کو مسئلہ قرام سے مؤخر کیجیے تا مطلب صحیح ہو چنانچہ یہ امر پوشیدہ
نہین صاحبان فہم پر اور چنانچہ یون ہی موجود ہی ہمارے دیار دمشق شام کے اکثر متن کے نسخون مین سو خبر دار رہو اور لفظ بخلاف کا اسکا مقتضی ہی کہ اس
مسئلہ کا حکم مسئلہ سابقہ کے مخالف ہی حالانکہ دونون مین عدم حنث ثابت ہی لہذا شارح نے اُسپر آگاہ کر دیا اور واسطے تصحیح کلام کے طریقہ تعبیر کا بیان کیا
لیکن مترجم کے پاس مصنف کی شرح منح الغفار کا ایک نسخہ دمشق شام کا لکھا ہوا موجود ہی اُسمین یہ عبارت متن مین داخل نہین بلکہ شرح مین داخل ہی
بلا لفظ بخلاف بہر صورت یہ اختلاف تصرف کاتبین سے خالی نہین واللہ اعلم ولو جعل علی الفراش قرام بالکسر الملاءۃ او جعل علی السریر بساطا او حصیرا
حنث لانہ یعد نائما وجالسا علیہما عرفا بخلاف مامر اور اگر قسم کھائی کہ اس فرش یا اس چارپائی پر نہ بیٹھے گا یا نہ سوئیگا اور اُس فرش پر باریک کپڑا بطور چاندنی
کے بچھایا یا چارپائی پر بچھونا یا چٹائی ڈالی پھر اُسپر بیٹھا یا سویا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ وہ شخص فرش کا بیٹھنے والا اور چارپائی کا سونے والا شمار ہوگا عرف
مین بخلاف اُس مسئلہ کے جو مذکور ہو چکا کہ اُسمین عرفا حانث نہین ہم قرام بکسر قاف عبارت ہی پردہ باریک سے شمنی نے کہا کہ قرام بالکسر اُس پردہ کا نام ہی
جسمین نقوش ہون اور اسی طرح مختار الصحاح مین تصریح ہی اور ہمارے عرف مین قرام کو ملاءۃ کہتے ہین جو فرش پر بچھایا جاتا ہی کذا فی المنح ملاءۃ بضم
میم و مد لغت مین چادر کو کہتے ہین کذا فی المنح حلف لایمشی علی الارض فمشی علیہا بنعل او خف او مشی علی احجار حنث وان مشی علی بساط لا یحنث قسم
کھائی کہ زمین پر نہ چلیگا پھر زمین پر جوتیان پہن کر چلا یا پتھرون پر چلا تو حانث ہوگا اور اگر فرش پر چلا تو حانث نہوگا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ان نمت علی
ثوبک او فراشک فکذا اعتبر اکثر بدنہ کہا زوج نے زوجہ سے اگر مین تیرے کپڑے یا تیرے فرش پر سوؤن تو تو مطلقہ ہی تو اکثر بدن زوج کا معتبر ہوگا یعنی اگر
اسکا بدن فرش پر لگا تو مطلقہ ہوگی اور اگر فقط اسکے فرش پر سر رکھا یا اُسپر بیٹھا تو مطلقہ نہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر عن المحیط

باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک

مما یناسب ان یترجم بمسائل شتی من الغسل والکسوۃ یہ باب ہی ضرب اور قتل وغیرہ کی قسم مین شارح کہتا ہی مناسب یون تھا کہ اس باب کو مسائل شتی کر تعبیر کرتا اور مین الغسل والکسوۃ غیر ذلک کا بیان ہی **والاصل ہنا ان مایشارک المیت فیہ الحی یقع الیمین فیہ علی الحالتین** الموت والحیوۃ **وما اختص بحالۃ الحیوۃ** وہو کل فعل یلذ ویولم ویغم ویسر کشتم وتقبیل **تقید بہا** ثم **فرع علیہ** قاعدہ بیان یہ ہی کہ جس امر مین مردہ شریک ہی زندے کا تو اُسمین قسم دونون حالتون پر واقع ہوتی ہی موت مین بھی اور حیات مین بھی اور جو امر کہ حالت زندگی کو مخصوص ہی یعنی جو فعل کہ لذت دے اور درد پہونچاوے اور رنجیدہ کرے اور خوشی بخشے چنانچہ گالی دینا اور بوسہ لینا تو ایسے امر کی قسم مقید بحیات ہوگی پھر مصنف نے اس قاعدہ پر اپنا قول تفریع کیا **فلو قال ان ضربتک او کسوتک او کلمتک او دخلت علیک او قبلتک تقید کل منہا بالحیوۃ** حتی لو علق بہا طلاقا او عتقا لم یحنث بفعلہا فی المیت تو اگر یون کہیگا اگر مین تجھکو مارون یا تجھکو کسوت دون یا تجھسے کلام کرون یا تیرے پاس آؤن یا تیرا بوسہ لون تو یہ ہر ایک قول مقید بزندگی ہوگا یہانتک کہ اگر ان افعال سے طلاق یا عتاق کو معلق کریگا تو حانث نہوگا ان افعال کے کرنے سے ساتھ میت کے مع تعلیق طلاق یا عتاق ان افعال پر یون ہی کہ اگر مین تجھکو مارون یا کسوت دون یا تجھسے کلام کرون یا تیرے پاس آؤن یا تیرا بوسہ لون تو اُسکی زوجہ مطلقہ ہی یا غلام اُسکا آزاد ہی پھر مخاطب کے مرنے کے بعد ضرب وغیرہ واقع کی تو حانث نہوگا ضرب اسواسطے میت مین نہین ہوسکتی کہ ضرب عبارت ہی فعل دردناک سے باستعمال آلہ تادیب سے حالانکہ میت محل ایلام اور تادیب نہین اور میت کو جو عذاب قبر ہوتا ہی تو اُسکو جمہور علما کے نزدیک زندگی عطا ہوتی ہی بقدر دریافت کرنے درد کے اور بدن کا ثابت رہنا شرط نہین اہل سنت کے نزدیک بلکہ اجزاء متفرقہ مین ایسی حیات عطا ہوتی ہی جو آنکھ سے معلوم نہین ہوسکتی اور کسوت کی مفہوم مین تملیک معتبر ہی اور میت لائق تملیک کے نہین اور کلام سے غرض افہام ہی اور موت اُسکی منافی ہی اور دخول سے مراد یا اکرام ہی یا اہانت یا زیارت اور بعد موت کے یہ کوئی بات حاصل نہین اور یہی حال ہی شتم اور جماع اور تقبیل کا کذا فی النہر والمنح اور فتح القدیر مین مذکور ہی کہ میت کو سماعت نہین تو فہم بھی نہین اور بعد موت کے میت کی قبر کی زیارت ہوتی ہی نہ میت کی اور یہ جو صحیح بخاری مین مروی ہی کہ رسول خدا صلعم نے جنگ بدر کے مقتولون کی لاشون کو کنوئین مین ڈلوا کر اُنسے فرمایا کہ جو تمھارے رب نے وعدہ کیا تھا یعنی شکست کفار اُسکو تمنے سچا پایا عمر فاروق رض نے کہا آپ مردون سے کلام کرتے ہین یا رسول اللہ صلعم تو فرمایا قسم ہی اُس ذات پاک کی جسکے قابو مین میری جان ہی کہ تم اُنسے زیادہ تر نہین سنتے ہو اُسکا ایک جواب یہ ہی کہ اس حدیث کی معارض صحیح بخاری مین دوسری حدیث ثابت ہی کہ عائشہ رض صدیقہ نے اس روایت کو قرآن مجید کی دو آیتون سے رد کیا اول آیت یہ ہی کہ (وما انت بمسمع من فی القبور) یعنی تو سنا نہین سکتا اُنکو جو قبرون مین ہین اور ثانی آیت یہ ہی (فانک لا تسمع الموتی) یعنی مقرر تو سنا نہین سکتا مردون کو اور دوسرا جواب یہ ہی کہ یہ کلام بطریق ضرب المثل تھا زندون کی نصیحت کے واسطے چنانچہ علی مرتضی رض سے منقول ہی کہ قبرستان مین جا کر فرمایا کہ تمھاری عورتون سے نکاح ہوگئے اور تمھارے مال تقسیم ہوگئے اور تمھارے مکانات مین اور لوگ ساکن ہوئے یہ خبر تمھاری ہی ہمارے پاس سو ہماری خبر تمھارے پاس کیا ہی اور تیسرا جواب یہ ہی کہ یہ تکلم اور سماع موتی رسول کریم کی خصوصیت کی جہت سے تھا بنا بر اعجاز کے تاکہ کافرون کو حسرت زیادہ ہو اور وہ جو صحیح مسلم مین حدیث مرفوع ہی کہ میت جوتیون کی آواز سنتا ہی جب لوگ اُسکو دفن کرکے پھرتے ہین اُسکا جواب یہ ہی کہ ابتداء دفن کا یہ سماع اور فہم مقدمہ ہی جواب ہی سوال منکر اور نکیر کا اس خصوصیت کی یہ وجہ ہی تا حدیث اور آیتون کے مضمون مین اتفاق ہوجاوے تعارض نہ باقی رہے اسواسطے کہ دونون آیتین عدم سماع موتی کی مقید ہین انتہی کلام الفتح نہر الفائق مین کہا کہ جواب ثالث نہایت خوب جواب ہی یعنی حضرت کا تکلم اور اسماع بطریق معجزہ تھا تو اس سے عموم سماعت موتی ثابت نہین ہوسکتا چنانچہ بنا بر اعجاز کے حضرت سے شجر اور حجر نے بھی کلام کیا ہی حالانکہ شجر اور حجر محل کلام نہین اور صحیح مسلم کی روایت سے جواب کی تقویت دوسری حدیث صحیح سے ہوسکتی ہی کہ جب منکر اور نکیر مومن سے جواب معقول سنتے ہین تو اُس سے کہتے ہین کہ نم کنومۃ العروس

یعنی اب آرام سے سو جیسے دولھا سوتا ہی ظاہر یہ حدیث دلالت کرتی ہی کہ مومن کامل عالم سے غافل ہوجاتا ہی جیسے سوتا آدمی غافل ہوتا ہی اور کلام نہین سنتا با یہمہ ہم لوگ
اہل تقلید مین پایہ اجتہاد کا نہین رکھتے پھر جن فقہا کے ہم مقلد ہین جب انکے نصوص سے ثابت ہوا کہ میت کو فہم اور سماع نہین تو ہمین زیادہ گفتگو اور تفتیش کرنا بیموقع ہی واللہ اعلم
بخلاف الغسل والحمل واللمس والباس الثوب کحلفہ لا یغسلہ ولا یحملہ لا تتقید بالحیوۃ بخلاف نہلانے اور اُٹھانے اور چھونے اور کپڑا پہنانے کے چنانچہ یون قسم کھائی کہ
مثلاً زید کو غسل نہ دیگا یا اسکو نہ اُٹھاویگا تو یہ مین مقید بحیات نہین یعنی اگر زید کے مرنے کے بعد اُسکو غسل دیگا یا اُٹھاویگا یا اُسکو چھوئیگا یا کفن پہناویگا تو حانث ہوگا
اسواسطے کہ یہ افعال زندہ کو مخصوص نہین بلکہ میت اُن مین شریک ہی زندہ کا یحنث فی حلفہ ولو بالفارسیۃ لا یضربہا وجہۃ فمد شعرہا وخنقہا وعضہا او قرصہا ولو
ممازحا خلافا لما صححہ فی الخلاصۃ حانث ہوگا اپنی اس قسم مین اگرچہ فارسی زبان مین قسم کھائی ہو کہ اپنی زوجہ کو نہ ماریگا پھر اُسکے بال کھینچے یا اُسکا گلا دابا یا اُسکو دانت سے
کاٹا یا اُسکے چٹکی لی اگرچہ خوش طبعی سے یہ افعال کیے ہون بخلاف اُس قول کے جسکو خلاصہ مین صحیح کہا ہی م خلاصہ اور بحر الرائق مین جامع قاضیخان سے
اور فتاوی عالمگیری مین فتاوی قاضیخان سے مصرح ہی کہ اگر بال کھینچا اور گلا دابا اور کاٹا اور چٹکی لینا حالت غضب مین ہی تو حانث ہوگا اور اگر ملاعبت
کی حالت مین ہی تو حانث نہ ہوگا یہی قول صحیح ہی تو باوجود تصحیح علما کے بلا ارو شارح کو اُنکی مخالفت کرنا بلا وجہ ہی کذا فی الطحطاوی والقصد لیس بشرط فیہ
ای فی الضرب وقیل شرط علی الاظہر والاشبہ بحر وبہ جزم فی الخانیۃ والسراجیۃ اور ضرب مین قصد کرنا شرط نہین اور بعضون نے کہا قصد شرط ہی بنا بر قول
اظہر اور اشبہ کے کذا فی البحر اور اسی پر خانیہ اور سراجیہ مین یقین کیا ہی واما الایلام فشرط یفتی ویکفے جمعہا بشرط اصابۃ بدنہ کل سوط اور درد پہونچانا تو ضرب
مین شرط ہی اسی پر فتوی ہی اور کفایت کرتا ہی جمع کرنا کوڑون کا بشرطیکہ مضروب کے بدن کو ہر کوڑا لگے م قسم کھائی کہ مثلاً سو کوڑے زید کے ماریگا پھر سو کوڑے
اُسنے جمع کیے اور زید کے ایکبار مارے تو حانث نہوگا بشرطیکہ ہر کوڑا اُسکے بدن پر لگجاوے اسطرح پر کہ اُنکے اطراف قائم یا اعراض مبسوط من پر لگین بشرط تکلیف
کذا فی الفتح وما قولہ تعالی وخذ بیدک ضغثا ای حزمۃ ریحان فخصوصیۃ لرحمۃ زوجۃ ایوب علیہ السلام نہر اور وہ جو حقتعالی کا قول ہی کہ لے اپنے ہاتھ مین مٹھا یعنے
ریحان کا دستہ سو یہ خصوصیت ہی ایوب علیہ السّلام کی زوجہ مساۃ رحمت کی کذا فی الفتح م رحمت بنت افرائیم بن یوسف علیہ السلام زوجہ تھین ایوب
علیہ السلام کی وہ کسی کام کو گئی تھین وہان دیر لگی حضرت ایوب علیہ السّلام نے قسم کھائی کہ سو ضرب مارونگا حقتعالی نے تحلیل یمین کا طریقہ ارشاد کیا کہ دستہ ریحان
اُنکو مارین اور ایک روایت یہ ہی کہ درخت کی شاخین مارین خلاصہ سوال یہ ہی کہ تمنے ضرب مین ایلام شرط کیا ہی اور دستہ ریحان کی ضرب مین تکلیف کہان شارح
نے جواب دیا کہ یہ امر مخصوص ہی زوجہ ایوب علیہ السّلام کو یہ جواب علی سبیل التسلیم ہی اور دوسرا جواب یہ ہی کہ بالکلیہ عدم الم ضرب ایوب علیہ السّلام مین ممنوع ہی علی الخصوص بصورت
بر روایت شاخون کی ضرب سے تفسیر کشاف مین ہی کہ جواز حیل مین اس آیت کی رخصت باقی ہی کذا فی الفتح والطحطاوی حلف لیضربن او لیقتلن فلانا الف مرۃ فہی علی الکثرۃ والمبالغۃ
کحلفہ لیضربہ حتی یموت او حتی یقتلہ او حتی یترکہ لا حیا ولا میتا قسم کھائی کہ البتہ ماریگا یا قتل کریگا فلانے کو ہزار بار تو یہ کثرت ضرب اور مبالغہ یعنی شدت ضرب پر محمول ہی معنے
حقیقی مراد نہین چنانچہ یون قسم کھانا کہ البتہ اُسکو مار ڈالیگا یعنی کوڑون سے کذا فی البحر یہانتک کہ وہ مرجاوے یا یہانتک کہ وہ مقتول ہوجاوے یا یہانتک کہ اُسکو چھوڑے ایسا کہ
نہ زندہ رہے نہ مردہ تو یہ بھی کثرت اور شدت ضرب پر محمول ہی نہ حقیقت پر ولو قال حتی یغشی علیہ او حتی یستغیث او یبکی فعلی الحقیقۃ اور اگر یون کہا کہ البتہ اُسکو ماریگا
یہانتک کہ اُسکو غش آجاوے یا یہانتک کہ وہ فریاد کرنے لگے یا رونے لگے تو یہ یمین حقیقت پر ہی نہ مجاز پر تو تا وقتیکہ اُسکو غش نہ آوے یا فریاد نہ کرے یا نہ روے
قسم پوری نہوگی ان لم اقتل زیدا فکذا وہو ای زید میت ان علم الحالف بموتہ حنث والا لا وقد قدمہا عند لیصعدن السماء اگر نہ قتل کرون زید کو تو
ایسا ہو اور حالانکہ زید میت ہی اگر حالف اُسکی موت کو جانتا ہی تو حانث ہوگا اور اگر نہین جانتا ہی تو حانث نہ ہوگا اور البتہ اس مسئلہ کو مصنف مقدم ذکر
کر چکا ہی صعود سما کی حلف کے قریب "آسمان پر چڑھنا" حلف لا یقتل فلانا بالکوفۃ فضربہ بالسواد فمات بہا حنث کحلفہ لا یقتل یوم الجمعۃ فجرحہ یوم الخمیس ومات
یوم الجمعۃ حنث وبعکسہ ای ضربہ بکوفۃ وموتہ بالسواد لا یحنث لان المعتبر زمان الموت ومکانہ بشرط کون الضرب والجرح بعد الیمین ظہیریہ قسم

کھائی کہ فلانے کو کوفہ مین نہ قتل کریگا پھر اُسکو کوفہ کے دیہات مین مارا اور وہ کوفہ مین مرگیا تو حانث ہوگا چنانچہ اس قسم مین کہ نہ قتل کریگا اُسکو جمعہ کے
دن پھر اُسکو زخمی کیا پنجشنبہ کے دن اور مرگیا وہ جمعہ کے دن تو حانث ہوگا اور اُسکے بالعکس مین یعنی کوفہ کے مارنے مین اور دیہات کے مرنے مین حانث نہوگا
اسواسطے کہ زمانہ موت کا معتبر ہے مثال ثانی مین اور مکان معتبر ہے مثال اول مین بشرطیکہ ضرب و زخم لگانا بعد قسم کے واقع ہوا ہو کذا فی الظہیریۃ م قریات کوفہ کو
سواد اسواسطے کہا کہ وہ شہرت سے سرسبز ہین کذا فی الطحطاوی وفیہا ان لم تاتنی حتی اضربک فھو علی الاتیان ضربہ اولا او ظہیریہ مین ہے اگر تو نہ آویگا میرے پاس
تا مین تجھکو مارون تو یہ قسم اُسکے آنے پر ہے خواہ اُسکو بعد آنے کے مارے یا نہ مارے م حتی اس مثال مین لام سببی کے معنی مین ہے اور لام سبب کا یہ حکم ہے کہ وجود
سبب مشروط ہے نہ وجود مسبب کذا فی الطحطاوی ان رایتہ لاضربنہ فعلی التراخی مالم ینو الفور اگر مین اُسکو دیکھونگا تو البتہ اُسکو مارونگا تو یہ مارنا زندگی پر محمول ہے نہ
شتابی برتاو قتیکہ فی الحال مارنے کی نیت نکرے اور اگر فی الحال کی نیت کریگا تو اگر بمجرد دیکھنے کے نہ ماریگا تو حانث ہوگا ان رأیتک فلم اضربک فرآہ الحالف وھو مریض
لا یقدر علی الضرب حنث اگر مین تجھکو دیکھون سو نہ مارون تو ایسا ہو پھر حالف نے اُسکو دیکھا اپنے مرض کے ایسے حال مین کہ اُسکو قدرت نہین ضرب پر تو حانث ہوگا
ان لقیتک فلم اضربک فرآہ من قدر میل لم یحنث بحر اگر مین تجھسے ملاقات کرون سو نہ مارون تو ایسا ہو پھر اُسکو کوس بھر سے دیکھا تو حانث نہوگا کذا فی البحر اسواسطے
کہ اتنی دور دیکھنے کو ملاقات نہین کہتے ہین الشہر وما فوقہ ولو الی الموت بعید وما دونہ قریب فیعتبر ذلک فی لیقضین دینہ او لا یکلمہ الی بعید او الی قریب و لفظ
العاجل والسریع کالقریب والآجل کالبعید وھذا بلا نیۃ مہینا اور اُس سے زیادہ اگرچہ زیادتی تا موت ہو بعید مین داخل ہے اور مہینے سے کمتر مدت قریب مین داخل
ہے تو یہی تفسیر مذکور اس قسم مین معتبر ہوگی کہ اپنے دین کو البتہ ادا کریگا یا مثلاً زید سے کلام نکریگا بعید تک یا قریب تک اور لفظ عاجل اور سریع کا مانند قریب کے ہے اور لفظ
عاجل کا بعید کے مانند ہے اور یہ تقدیر قریب اور بعید کی درصورت عدم نیت ہے م اگر قسم کھائی کہ قریباً یا عاجلاً یا سریعاً قرض ادا کریگا پھر مہینے کے اندر ادا کیا تو حانث
نہوگا اور اگر قسم کھائی کہ بعیداً یا آجلاً ملاقات کریگا تو مہینے کے اندر ملاقات کرنے سے حانث ہوگا نہ مہینے سے زیادہ مدت مین وان نوی بالقریب والبعید مدۃ
معینۃ فیھما فعلی ما نوی ویدین فیما فیہ تخفیف علیہ بحر اور اگر قریب اور بعید کے لفظ سے حالف نے مدت معین کی دونون مین نیت کی تو اُسکی نیت کے موافق
اعتبار ہوگا اگرچہ قریب سے ایک سال یا مدت دنیا مراد لے تو بھی صحیح ہے اسواسطے کہ دنیا بہ نسبت آخرت کے قرب ہے کذا فی النہر اور جس مدت مین حالف پر
تخفیف ہوگی اُسمین دیانۃً تصدیق ہوگی نہ قضاءً کذا فی البحر م درصورت تخفیف دیانۃً تصدیق کرنا بحر الرائق مین بہ طور بحث کے مذکور ہے شارح نے
اُسکو بطور منصوص کے مذکور کیا کذا فی الطحطاوی حلف لا یکلمہ ملیا او طویلا ان نوی شیئا فذلک والا فعلی شھر و یوم کذا فی البحر عن الظہیریۃ
وفی النہر عن السراج علی شھر قسم کھائی کہ ایک مدت یا زمانہ دراز اُس سے کلام نکریگا اگر حالف نے کچھ نیت کی تو اُسی قدر معتبر ہے اور اگر کچھ نیت نہین کی تو ایک
مہینے اور ایکدن پر محمول ہوگا کذا فی البحر عن الظہیریۃ اور نہر الفائق مین سراج سے منقول ہے کہ مہینے پر محمول ہوگا بلا ذکر یوم م ملی بفتح اول وکسر ثانی عبارت
ہے مدت زمانے سے اور اسی جہت سے لیل اور نہار کو ملوان کہتے ہین وکذا یوما احد عشر وبالواو احد وعشرون وبضعۃ عشر ثلثۃ عشر اور اگر حلف مین کذا کذا یوما
کہا تو گیارہ دن مراد ہین اور واو عاطفہ سے یعنی یون کہا کذا و کذا یوما تو اکیس دن مراد ہونگے اور بضعۃ عشر سے تیرہ دن مراد ہین نہر فی حلفہ لیقضین دینہ
الیوم لو قضاہ بنہرجۃ مایردہ التجار او زیوفا مایردہ بیت المال او مستحقۃ للغیر وعتق المکاتب برد فہا بار ہوگا یعنی حانث نہوگا اپنی اس قسم مین کہ البتہ
آج کے دن اپنا دین ادا کریگا اگر اُسنے دراہم نبہرجہ یا زیوف یا غیر کے حق کے ادا کیے اور مکاتب انکے بیچانے سے آزاد ہوجاویگا نبہرجہ وہ دراہم ہین
جنکو سوداگر نہ قبول کرتے ہون اور زیوف وہ دراہم ہین جنکو بیت المال سلطانی قبول نکرے م نبہرجہ اور زیوف دراہم مغشوشہ ہین لیکن نبہرجہ مین
چاندی کم ہوتی ہے اور غش یعنی تانبا وغیرہ زیادہ لہذا اہل تجارت مین اُسکا دینا لینا رائج نہین اور زیوف مین غش کم ہوتا ہے اور چاندی زیادہ لہذا اہل
تجارت مین اُسکا دینا لینا رائج ہوتا ہے لیکن خزانہ سلطانی مین نہین لیتے اسواسطے کہ وہان کھرا مال لینا معتاد ہے ہرچند نبہرجہ اور زیوف عیب سے خالی نہین

لیکن عیب ہونا جنس کو معدوم نہین کر دیتا لہٰذا اگر طرف ثانی بیع صرف یا بیع سلم مین قبول کرے انکو تو جائز ہی اور اسیطرح غیر کے دراہم مستحقہ کو قبضہ کرنا صحیح ہی
لہٰذا اگر انکا مالک اجازت دے تو جائز ہی لفظ نبہرجہ اور زیوف کا عربی لغت نہین لیکن فقہا مین مستعمل ہی کذا فی النہر الفائق لا بستوقہ رصاصا او ستوقہ
وسطہا غش لانہا لیست من جنس الدراہم ولذا لو تجوز بہا فی صرف وسلم لم یجز بار نہ ہوگا یعنی حانث ہوگا اگر اُسنے دین کو رانگے کے دراہم سے یا ستوقہ سے جنکے
بیچ مین غش ہوتا ہی ادا کیا اسواسطے کہ دونون دراہم کی جنس سے نہین لہٰذا اگر انکو صرف اور سلم مین دیجیے تو جائز نہین م ستوقہ بفتح سین مہملہ و تشدید تا معرب
ہی سہ تہ کا یعنی تین پرت دونون طرف چاندی اور بیچ مین تانبا یا پیتل یا سیسہ ہو کذا فی النہر والطحطاوی ونقل مسکین ان النبہرجہ اذا غلب غشہا لم تؤخذ واما الستوقہ
فاخذہا حرام لانہا نحاس انتہی اور مسکین نے رسالہ یوسفیہ سے نقل کیا کہ دراہم نبہرجہ مین جب میل تانبے کا زیادہ ہو تو لینا نہ چاہیے اور ستوقہ کا لینا تو حرام ہی
اسواسطے کہ وہ تانبا ہی انتہی نقلا م اگر نبہرجہ مذکورہ یا ستوقہ کو لے تو غیر کو دینا بدون آگاہ کر دینے کے جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وہذہ احدی المسائل
الخمس التی جعلوا الزیوف فیہا کالجیاد اور یہ یعنی قضاء دین اُن پانچ مسائل سے ایک مسئلہ ہی جنمین فقہا نے زیوف کو مانند دراہم جیدہ کے قرار دیا ہی م امام
اسحٰق ولوالجی نے کتاب الشفعہ کے آخر مین ذکر کیا ہی کہ دراہم زیوف بجاے جید دراہم کے ہین پانچ صورتون مین پہلی یہ ہی کہ ایک مرد نے گھر مول
لیا کھرے درم سے اور قیمت مین زیوف دیے تو شفیع کھرے درم کر اُسکو لیگا دوسری یہ کہ ایک شخص ضامن ہوا کھرے درم کا اور اُسنے کھوٹے درم دیے
تو مکفول عنہ سے کھرے درم لیگا تیسری یہ کہ کھرے درم سے کوئی چیز مول لی اور قیمت کھوٹی دی پھر اُسکو منفعت سے بیچا تو راس المال جید ہوگا
چوتھی یہ کہ قسم کھائی کہ دین ادا کریگا پھر زیوف ادا کیے تو حانث نہوگا پانچوین یہ کہ ایک مرد کا قرض جید درم تھا سو اُس نے زیوف کو لیا اور صرف کر ڈالا
اور بعد صرف کرنے کے اُسکو کھوٹے ہونے کا علم ہوا تو پھر اُس سے کھرے درہم نہین لے سکتا امام اعظم اور محمد کے نزدیک کذا فی المنح یبر المدیون فی حلفہ
لرب الدین لاقضین مالک الیوم فجاء بہ فلم یجدہ ودفع القاضی ولو فی موضع لا قاضی لہ حنث بہ یفتی قنیۃ المفتی حانث نہوگا قرضدار خواہ قرضخواہ سے
یون قسم کھائے مین کہ البتہ ادا کریگا تیرا مال آج کے دن پھر وہ مال کو لایا سو اُسنے قرضخواہ کو نہ پایا اور قاضی کو دیا اور اگر اُس مکان مین جہان قاضی نہین
تو حانث ہوگا اسی پر فتوی ہی کذا فی قنیۃ المفتی وکذا یبر لو وجدہ فاعطاہ فلم یقبل فوضعہ بحیث تنالہ یدہ لو اراد قبضہ والالا کذلک لا یبر ظہیریہ
اور اسی طرح حانث نہوگا اگر اُسنے قرضخواہ کو پایا پھر اُسکو مال دیا سو اُسنے قبول نہ کیا اس مال کو پھر اُسنے اتنا قریب رکھدیا کہ اُسکا ہاتھ پہونچ سکے اگر وہ قبض کا
ارادہ کرے اور اگر ایسا نہو یعنے اتنی دور ہو کہ اُسکا ہاتھ نہ پہونچ سکے تو بار نہوگا یعنی حانث ہوگا کذا فی الظہیریہ وفیہا حلف لیجہدن فی قضاء ما علیہ لفلان باع
للقاضی بیعہ لرفع الامر الیہ اور ظہیریہ مین ہی قسم کھائی کہ البتہ کوشش کریگا اُس دین کے ادا کرنے مین جو اُسپر فلانے شخص کا ہی تو وہ واسطے ادا ے
دین کے بیچ ڈالے اُس مال کو جسکا بیچنا قاضی کو درست ہی اگر قاضی کے پاس نالش ہوئی ہو عدم ادا کی وکذا یبر بالبیع ونحوہ مما یحصل المقاصۃ فیہ
ہواے بالدین لان الدیون تقضے بامثالہا اور اسی طرح بار ہوگا یمین مذکور مین بیع کرنے سے بعوض دین کے اور بیع کے مانند وہ عقد ہی جسمین مقابلہ اور
معاوضہ حاصل ہوتا ہو اسواسطے کہ اداے دیون اپنے مانند سے ہوتا ہی م یعنی اگر قسم کھائی کہ زید کا دین آج ادا کریگا پھر اُسنے کوئی چیز زید سے بعوض اُسکے
دین کے بیچی تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اُسنے دین ادا کر دیا نقد دینا کچھ ضرور نہین اور بیع کے مانند معاوضہ ہونے مین نکاح ہی مثلاً یعنی طالب دین نے
اپنے دین والے کی لونڈی سے نکاح اور اپنا دین اُسکا مہر ٹھہرایا تو دین ادا ہو جاویگا حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی وہبۃ الدائن الدین منہ ای من المدیون
لیس بقضاء لان الہبۃ اسقاط لا مقاصۃ اور ہبہ کرنا دائن کا دین کو مدیون سے اداے دین نہین اسواسطے کہ ہبہ عبارت ہی اسقاط سے یعنی صاحب دین نے
اپنا حق ساقط کر دیا ہبہ معاوضہ نہین یعنی یہ فعل ہی قرضخواہ کا اور اداے دین حالف کا فعل ہی سو پایا نہ گیا وحینئذ فلا یحنث لو کان الیمین موقتۃ لعدم
امکان البر مع ہبۃ الدین وامکان البر شرط البقاء کما ہو شرط الابتداء کما مر فی مسئلۃ الکوز اور اُسوقت مین تو حانث ہوگا اگر یمین موقت

ہوگی واسطے عدم امکان بر یمین کے ساتھ ہبہ کردینے دین کے یعنی بعد ہبہ کردینے دین کے اداے دین ممکن نہین اور امکان بر یمین شرط ہی بقاء یمین کی چنانچہ وہی شرط ہی ابتداء یمین کی چنانچہ مسئلۂ کوزے بین مذکور ہو چکا مگر اگر یمین موقت ہی اسطرح کہ واللہ آج کے دن دین ادا کریگا تو بعد ہبہ کردینے دین کے حانث نہوگا اور اگر مطلق یمین ہی اسطرح کہ فلانے کا دین ادا کریگا تو بعد ہبہ کے حانث ہوگا اسواسطے کہ مطلق مین امکان بر بقاء یمین مین شرط نہین بلکہ ابتداء یمین مین شرط ہی اور جبکہ حالف نے قسم کھائی تھی اُسوقت امکان بر ثابت تھا تو یمین صحیح ہوگی پھر حانث ہوا بعد گذرنے اسقدر مدت کے جسمین حالف اداے دین پر قادر تھا بسبب مایوسی بر یمین کے ہبہ سے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیۃ وعلیہ لو حلف لیقضین دینہ غدا فقضاہ الیوم او حلف لیقتلن فلانا غدا فمات الیوم او حلف لیاکلن ہذا الرغیف غدا فاکلہ الیوم لم یحنث زیلعی اور بنا بر شرط مذکور کے اگر قسم کھائی کہ البتہ اُسکا دین ادا کریگا کل پھر آج اُسکو کردیا یا قسم کھائی کہ مقرر فلانے شخص کو کل قتل کریگا پھر وہ آج مرگیا یا قسم کھائی کہ البتہ اس روٹی کو کھاؤنگا کل پھر اُسکو آج کھا گیا تو حانث نہوگا کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ تینون صورتون مین امکان بر یمین کا کل کے دن فوت ہوگیا حلف لیقضین دین فلان فامر غیرہ بالاداء او احالہ فقبض برّ او ان قضی عنہ متبرع لا یبرّ ظہیریہ قسم کھائی کہ البتہ فلانے کا دین ادا کریگا پھر اُسنے غیر شخص کو ادا کرنے کا امر کیا یا غیر شخص پر اداے دین کا حوالہ کیا پھر قرضخواہ نے اُسپر قبضہ کرلیا تو حانث نہوگا اور اگر اُسکی طرف سے کسی شخص نے بلا علم حالف بطور احسان کے ادا کیا تو حانث ہوگا کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ یہ ادا کرنا حالف کی طرف منسوب نہین ہوسکتا وفیہا حلف لا یفارق غریمہ حتی یستوفی فقعد بحیث یراہ او یحفظہ فلیس بمفارق ولو نام او غفل او شغلہ انسان بالکلام او منعہ عن الملازمۃ حتی

ہرب غریمہ لم یحنث اور ظہیریہ مین ہی قسم کھائی کہ اپنے قرض دار کو نہ چھوڑیگا یہانتک کہ اپنا قرض پاوے پھر حالف بیٹھا ایسے مکان مین کہ قرض دار کو دیکھتا ہو اور اُسکی حفاظت کرتا ہو تو وہ اُسکا چھوڑنے والا نہین یعنی حانث نہین اور اگر قرض خواہ سوگیا یا غافل ہوگیا یا کسی آدمی نے اُسکو باتون مین لگایا یا اُسکو کسی نے اُسکے ساتھ رہنے سے روکا یہانتک کہ قرض دار بھاگ گیا تو حالف حانث نہ ہوگا منح الغفار اور بحر الرائق مین یراہ ویحفظہ ہی لہذا او عاطفہ کا ترجمہ کیا ولو حلف بطلاقہا ان یعطیہا کل یوم درہما فربما یدفع الیہا عند الغروب او عند العشاء قال فاذا لم یخل یوما ولیلۃ عن دفع درہم لم یحنث اور اگر عورت کی طلاق کی قسم کھائی کہ اُسکو ہر روز ایکدرم دیا کریگا پھر گاہے اُسکو غروب کے وقت درم دے یا عشا کے وقت صاحب مجموع النوازل نے کہا کہ جب رات اور دن درم دینے سے خالی نہو تو حانث نہوگا کذا فی المنح عن البحر اکثر نسخون مین یدفع الیہ ہی اور ایک نسخہ مکتوبہ عرب مین یدفع الیہا تھا اور چونکہ یہی نسخہ صحیح تھا اور موافق منح الغفار کے لہذا اسکو اختیار کیا حلف لا یقبض دینہ من غریمہ درہما دون درہم فقبض بعضہ لا یحنث حتی یقبض کلہ متفرقا لوجود شرط الحنث وہو قبض الکل بصفۃ التفریق قسم کھائی کہ اپنا قرض اپنے قرض دار سے ایک ایک درم نہ قبضہ کریگا پھر تھوڑا قرض قبضہ مین کیا مثلاً پانچ درم یا دس درم تو حانث نہ ہوگا یہانتک کہ سب قرض کو بطور متفرق لے اور اگر سب قرض کو متفرق ایک ایک درم لیگا تو البتہ حانث ہوگا بسبب پائے جانے حنث کی شرط کے یعنی قبض کرنا کل قرض کا بطور تفریق کے لا یحنث اذا قبضہ بتفریق ضروری کان یقبضہ کلہ بوزنین لانہ لا یعد تفریقا عرفا مادام فی عمل الوزن قسم مذکور مین حانث نہ ہوگا جب کہ قرض کو بتفریق ضروری قبضہ کرے چنانچہ سب قرض کو دو بار یا زیادہ کے تولنے سے قبضہ کرے اسواسطے کہ عرف مین اُسکو تفریق نہین کہتے جبتک کہ وہ تولنے مین مشغول ہی اسواسطے کہ گاہے تولنا سب دین کا متعذر ہوتا ہی تو اسقدر تفریق ضروری مستثنے ہوتی ہی عرف مین کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی لا یاخذ مالہ علی فلان الا جملۃ والا جمعا فترک منہ درہما ثم اخذ الباقی کیف شاء لا یحنث ظہیریہ فہو الحیلۃ فی عدم حنثہ فی المسئلۃ الاولی قسم کھائی کہ نہ لیگا اپنا سب مال جو فلانے پر دین ہی مگر یکبارگی پھر حالف نے اُسمین سے ایک درم چھوڑا پھر باقی کو لیا جسطرح چاہا خواہ جدا جدا خواہ یکبارگی تو حانث نہوگا کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ اُسنے سب مال کو متفرق نہین لیا اور سارے مال کا متفرق لینا بھی شرط تھی حنث کی اور یہی حیلہ ہی پہلے مسئلۂ عدم حنث مین یعنی اگر قسم کھائی کہ اپنا دین ایک ایکدرم نہ لیگا تو متفرق لینے کا یہ حیلہ ہی کہ ایک درم چھوڑکر جسطرح چاہے لے کیما لا یحنث من قال ان کان لہ

الامانۃ او غیرہ او سوی مائۃ فکذا ای ملکہما ای المائۃ او بعضہا لان غرضہ نفی الزیادۃ علی المائۃ وحنث بالزیادۃ لو مما فیہ الزکوۃ والا لا چنانچہ حانث نہین ہوتا وہ شخص جسنے کہا
کہ اگر میرے ملک مین درم ہون مگر سو یا میرے پاس غیر سو یا سوائے سو درم کے ہون تو ایسا شخص حانث نہوگا سو یا کم سو درم کے مالک ہونے سے اسواسطے کہ غرض
اس کلام سے سو درم کی زیادتی کی نفی ہو اور حانث ہوگا سو درم پر زیادہ ہونے سے اگر زیادتی اُس جنس سے ہو جسمین زکوۃ واجب ہوتی ہو اور نہین تو حانث
نہین م یعنی اگر سو درم سے زیادہ زکوۃ والا مال ہو اگرچہ درم نہ ہون بلکہ دینار یا مال تجارت یا سوائم ہون تو حانث ہوگا اگرچہ زیادتی نصاب کو نہ پہونچے
اور اگر زیادتی زکوۃ والے مال کی نہ ہو مثلاً خدمت کا غلام ہو یا گھر یا اسباب غیر تجارت کا ہو تو حانث نہوگا کذا فی المنح حتی لو قال امرأتہ کذا ان کان لہ مال ولہ
عروض وضیاع ودور لغیر التجارۃ لم یحنث خزانۃ الاکمل یہان تک کہ اگر شخص نے کہا کہ اُسکی زوجہ مطلقہ ہو اگر اُسکے پاس مال ہو اور حالانکہ اُسکے پاس اسباب
اور زمین اور گھر ہین بغیر تجارت کے تو حانث نہوگا کذا فی خزانۃ الاکمل م تو اس سے معلوم ہوا کہ مال اسی کو کہتے ہین جسمین زکوۃ واجب ہو حلف لا یفعل کذا ترکہ
علی الابد لان الفعل یقتضی مصدرا منکرا والنکرۃ فی النفی تعم قسم کھائی کہ ایسا نکریگا یعنی مثلاً نہ ماریگا یا کلام نہ کریگا تو اُس فعل کو ترک کرے ہمیشہ اسواسطے کہ فعل
مقتضی ہو مصدر منکر کا مثلاً مثال مذکور مین ضرب اور کلام مصدر منکر ہو اور نکرہ نفی مین عام ہوتا ہو جمیع اوقات استقبال کو تو گویا اُسنے یون کہا کہ جمیع
اوقات مستقبلہ مین نہ ماریگا یا کلام نکریگا حلبی نے کہا کہ عموم نہین ہوتا مگر نکرہ صریحہ مین اور ثبوت مصدر کا فعل مین ضمنی اور ضروری ہو نہ صریح علاوہ اسکے محیط مین سیبویہ
سے منقول ہو کہ فعل مین عموم نہین کذا فی الطحطاوی فلو فعل المحلوف علیہ مرۃ حنث وانحلت یمینہ دما فی شرح المجمع من عدمہ سہو پھر اگر قسم مذکور کھا کر محلوف علیہ کو ایکبار
کیا مثلاً ضرب یا کلام ایکبار واقع ہوا تو حالف حانث ہوگیا اور یمین کھل گئی منعقد نہ رہی اور جو کہ ابن مالک کی شرح مجمع مین ہو عدم انحلال یمین کا سہو ہو نصوص
فقہا سے بلکہ خود اپنی تصریح سے جسکی توضیح کرچکا ہو کتاب الطلاق وغیرہ مین کذا فی النہر فلو فعلہ مرۃ اخری لا یحنث الا فی کلما پھر بعد کھل جانے یمین کے اگر
دوسری بار وہی فعل کریگا تو حانث نہوگا مگر کلما کے لفظ مین البتہ حانث ہوگا اسواسطے کہ کلما تکرار کا مقتضی ہو لیکن طلاق مین طلقات ثلثہ سے تکرار منتہی ہوجاتی ہو کذا فی
النہر ولو قیدہا بوقت کو اللہ لا افعل الیوم فمضے الیوم قبل الفعل بر لوجود ترک الفعل فی الیوم کلہ اور اگر یمین مذکور کو مقید کیا ایک وقت سے چنانچہ یون کہا کہ ایسا نہ
کرونگا آج کے دن پھر دن گذر گیا قبل فعل کے تو حانث نہوگا بسبب پائے جانے ترک فعل کے سارے دن ولذا ان ہلک الحالف والمحلوف علیہ بر لتحقق العدم ولو جن
الحالف فی یومہ حنث عندنا خلافا لاحمد فتح اور اسی طرح اگر ہلاک ہوگیا حالف یا محلوف علیہ تو حانث نہوگا بسبب متحقق ہونے عدم فعل کے موت سے اور اگر مجنون
ہوگیا حالف اُسدن تو حانث نہوگا ہمارے نزدیک بخلاف امام احمد بن حنبل کے مذہب کے کذا فی الفتح م موضوع مسئلہ فتح القدیر مین کلام مثبت ہو نہ منفی صورت اُسکی یہ ہو
قسم کھائی کہ اس روٹی کو آج کے دن کھاؤنگا پھر اُسیدن حالف مجنون ہوگیا اور اُسنے نہ کھایا تو حانث ہوگا اگر نفی کی صورت مین جب کہ مجنون ہوگا اور نہ کھایگا
تو بلاشک حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو حلف لیفعلن بر بمرۃ لان النکرۃ فی الاثبات تخص والواحد ہو المتیقن ولو قیدہا بوقت فمضی قبل الفعل حنث
ان بقی الامکان والا بان لم یبق الیاس بموتہ او بفوت المحل بطلت یمینہ کما مر فی مسئلۃ الکوز زیلعی اور اگر قسم کھائی کہ البتہ ایسا کریگا تو بار ہوگا اپنے یمین مین ایکبار
کے کرنے سے اسواسطے کہ نکرہ یعنی مصدر منکر اثبات مین خاص ہوجاتا ہو اور واحد تو وہی متیقن ہو اور اگر یمین مذکور کو کسی وقت کے ساتھ مقید کیا پھر وہ وقت گذر گیا قبل فعل کے
تو حانث ہوگا اگر امکان بر یمین باقی رہا ہوگا اور اگر امکان باقی نہ رہا ہو اسطرح پر کہ حالف کے مرنے سے یا فوت ہونے محل بر سے مایوسی واقع ہوگئی ہو تو یمین
اُسکی باطل ہوجاویگی چنانچہ مسئلہ الکوز مین مذکور ہوچکا کذا فی شرح الزیلعی حلفہ وال لیعلمنہ بکل داعر دخل البلدۃ تقید حلفہ بقیام ولایتہ
بیان لکون الیمین المطلقۃ تصیر مقیدۃ بدلالۃ الحال قسم کھلائی حاکم نے ایک مرد سے کہ اُسکو اطلاع کردیا کرے ہر مفسد کی جو شہر مین دے تو یہ حلف اُسکی حکومت
کے قائم رہنے کے ساتھ مقید ہو شارح کہتا ہو یہ بیان ہو یمین مطلق کے ہوجانے کا مقید دلالت حال سے یعنی مقصود اس قسم لینے سے دفع فساد مفسدین ہو اور دفع فساد بعد زوال
حکومت کے متصور نہین لہذا یہ یمین بزمان مقصود مقید ہوئی م الداعر بالمہملۃ دعین مہملہ بمعنی مفسد ہو و ینبغی تقییدہ بفور علمہ وا ذا سقطت لا تعود اور لائق ہو مقید کرنا اس یمین کا بمجرد علم

حالف کے اور جبکہ یمین ساقط ہوگی بسبب زوال حکومت کے تو اعادۂ یمین کا نہوگا حکومت کے اعادہ سے کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا یہ بحث ہے صاحب فتح القدیر کی اور
ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ اطلاع کرنا بمجرد دخول مفسد کے لازم نہیں البتہ تاموت یا معزولی حاکم تاخیر اعلام جائز نہیں کذا فی العنایۃ والزیلعی تو تعجب ہے شلبی سے کہ بحث کو
ذکر کرتا ہے اور ظاہر الروایت کو ترک کرتا ہے ولو ترقی بلا عزل الی منصب اعلی فالیمین باقیۃ لزیادۃ تمکنہ فتح اور اگر قسم لینے والے حاکم نے بلا معزولی ترقی کی اعلی منصب
کی طرف تو یمین مذکور باقی ہے بسبب اسکی زیادتی قدرت کے کذا فی الفتح م طحطاوی نے کہا مسئلہ ترقی حکومت یہ بحث ہے صاحب بحر کی نہ صاحب فتح
القدیر کی تو لفظ فتح کا بعد لا تعود کے مذکور کرنا بہتر تھا ومن ہذا الجنس مسائل کثیرۃ منہا ما ذکرہ بقولہ کما لو حلف رب الدین غریمہ او الکفیل بامر المکفول عنہ
ان لا یخرج من البلد الا باذنہ تقید بالخروج حال قیام الدین والکفالۃ لان الاذن انما یصح ممن لہ ولایۃ المنع حال قیامہ اور اسی قبیل سے چند مسائل
ہیں جنمیں یمین مطلق بدلالت حال مقید ہے زمان مخصوص سے انمیں سے بعضے مسائل کو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا چنانچہ قسم دلائی صاحب دین
نے مدیون کو یا اس مال ضامن کو جو بامر مکفول عنہ ضامن ہوا ہے اس بات کی قسم دلائی کہ شہر سے باہر نجاوے بدون اسکے اذن کے تو مقید ہوگا نکلنا قیام دین
اور ضمانت کے وقت کے ساتھ نہ مطلقاً اسواسطے کہ اذن لینا صحیح نہیں مگر اس شخص سے جسکو قدرت ہے روکنے کی تا وقت قیام قدرت ومنہا لو حلف لا
تخرج امراتہ الا باذنہ تقید بحال قیام الزوجیۃ بخلاف لا تخرج امراۃ من الدار لعدم دلالۃ التقیید زیلعی اور مسائل مذکورہ میں سے یہ مسئلہ ہے اگر قسم کھائی
کہ نہ نکلے گی عورت اسکی مگر اسکے اذن سے تو یمین مقید ہوگی ساتھ حالت قیام زوجیت کے بخلاف اس قول کے کہ نہ نکلیگی عورت اسکی گھر سے کہ یہ یمین مقید بحال زوجیت
نہیں بسبب عدم دلالت تقیید کے کذا فی الزیلعی م یعنی مثال اول میں اذن قرینہ ہے قیام زوجیت کا اور مثال ثانی میں کوئی قرینہ زوجیت کا نہیں طحطاوی نے
کہا کہ مثال ثانی میں دلالت زوجیت کی موجود ہے یعنے اضافت اسواسطے کہ بعد انقضائے عدت کے اسکی عورت نہ باقی رہیگی حلف لیہبن فلانا فوہبہ
لہ فلم یقبل بر وکذا کل عقد تبرع کعاریۃ ووصیۃ واقرار قسم کھائی کہ ہبہ کریگا فلانے کو پھر اسکے واسطے ہبہ کیا سو اسنے نہ قبول کیا تو حانث نہوگا اور اسیطرح
حکم ہے ہر عقد تبرع پر جسمیں احسان ہے معاوضہ نہیں جیسے عاریت دینا یا کسی کے مال کی وصیت کرنا یا مال کا اقرار غیر کے واسطے کرنا بخلاف البیع ونحوہ حیث لا یبر
بلا قبول وکذا فی طرف النفی بخلاف بیع اور مانند بیع کے یمین میں کیونکر حانث ہوگا بدون قبول کے اور یہی حکم ہے طرف نفی میں م مانند بیع کے اجارہ اور صرف اور
سلم اور نکاح اور رہن اور خلع ہے کذا فی النہر اور طرف نفی کی یہ مثال ہے قسم کھائی کہ ہبہ نہ کریگا تو فقط ایجاب سے حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی والاصل ان عقود التبرعات
بازاء الایجاب فقط والمعاوضات بازاء الایجاب والقبول معا اور قاعدہ مسائل مذکورہ میں یہ ہے کہ تبرعات کے عقود فقط بمقابلہ ایجاب ہوتے ہیں اور معاوضات
کے عقود بمقابلہ ایجاب اور قبول کے ساتھ ہی ہوتے ہیں وحضرۃ الموہوب لہ شرط فی الحنث فلو وہب الحالف لغائب لم یحنث اتفاقاً ابن مالک فلیحفظ
اور ہبہ کی یمین میں حاضر ہونا موہوب لہ کا شرط ہے حنث میں تو اگر حالف ہبہ کریگا غائب موہوب لہ کو تو حانث نہوگا باتفاق مشائخ اور زفر کے کذا فی شرح
ابن مالک تو اسکو یاد رکھنا چاہیے لا یحنث فی حلفہ لا یشم ریحانا بشم ورد ویاسمین والمعول علیہ العرف فتح اس قسم میں کہ ریحان کو نہ سونگھیگا حانث نہوگا
گلاب اور چنبیلی کے سونگھنے سے اور یمین معتمد علیہ عرف ہے کذا فی فتح القدیر م مغرب میں مذکور ہے کہ ریحان لغت عرب میں ہر خوشبودار گھاس کو کہتے ہیں اور فقہا کے
نزدیک ریحان وہ ہے جسکی شاخ اور پتی خوشبودار ہو وغیر ذلک من الاقوال اور ہمارے دیار میں یعنی مصر اور اسکندریہ میں واجب ہے کہ ریحان سے ریحان
حماحم مراد ہو بسبب عرف کے کذا فی فتح القدیر ملخصا خلاصہ یہ ہے کہ ہر ملک کے عرف کا اعتبار ہے قسم میں اہل ہند ریحان کو تلسی اور مروا بولتے ہیں والیمین اسم
یقع علی الشم المقصود فلا یحنث لو حلف لا یشم طیبا فوجد ریحہ وان وخلت الرائحۃ الی دماغہ فتح اور قسم سونگھنے کی واقع ہوتی ہے بالقصد
سونگھنے پر تو حانث نہوگا اگر قسم کھائی کہ خوشبو نہ سونگھیگا پھر اسکو بو معلوم ہوئی اگرچہ داخل ہوگئی ہو بو اسکے دماغ میں کذا فی الفتح ویحنث فی حلفہ لا
یشتری بنفسجا او وردا بالشراء ورقہما لا دہنہما للعرف اور اس قسم میں کہ خرید نہ کریگا بنفشہ اور گلاب کو حانث ہوگا بنفشہ اور گلاب کی پتیوں کے خرید کرنے سے

و بنفشہ اور گلاب کے تیل خرید کرنے سے بسبب عرف کے ہم بنات پر بنفشہ اور ورد کا اطلاق ہوتا ہے تیل پر یہ عرف ہے صاحب کافی اور صاحب فتح القدیر کا اور اگر کہین عرف
بدل جاوے تو عرف حالف ہی معتبر ہوگا اسواسطے کہ مدار قسم کا حالف کی عرف پر ہے نہ فقہاء مصنفین کے عرف پر حلف لا یتزوج فزوجہ فضولی فاجاز بالقول حنث
و بالفعل ومنہ الکتابۃ خلافا لابن سماعۃ لا یحنث بہ یفتی خانیہ قسم کھائی کہ نکاح اپنا نکریگا پھر اسکا نکاح فضولی نے کردیا سو حالف نے نکاح کو اپنے قول سے جائز رکھا تو
حانث ہوگا اور اجازت فعلی سے حانث نہوگا اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ اور اجازت فعلی مین اجازت بالکتابت بھی داخل ہے یعنی اگر لکھدیا کہ مین نے نکاح قبول کیا
تو بھی حانث نہوگا خلافا لابن سماعہ کہ اسکے نزدیک کتابت مانند قول کے ہے ہم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ یفتی کو اجازت قولی کے پاس ذکر کرتا
اسواسطے کہ خانیہ مین فتوی کا لفظ اجازت قولی مین مذکور ہے نہ اجازت فعلی مین ولو زوجہ فضولی ثم حلف لا یتزوج لا یحنث بالقول ایضا اتفاقا
لاستنادها لوقت العقد اور اگر نکاح کردیا ایک مرد کا فضولی نے پھر اسنے قسم کھائی کہ نکاح نہ کریگا تو حانث نہوگا اجازت قولی سے بھی بالاتفاق بسبب مستند ہونے اجازت
کے عقد کے وقت کی طرف اور عقد کا وقت قبل حلف کے تھا کل امرأۃ تدخل فی نکاحی او تصیر حلالا لی فکذا فاجاز نکاح فضولی بالفعل لا یحنث بخلاف
کل عبد یدخل فی ملکی فهو حر فاجازه بالفعل حنث اتفاقا لکثرة اسباب الملک عمادیہ کہا ایک مرد نے جو عورت کہ میرے نکاح مین داخل ہو یا یون کہا کہ جو عورت
مجھپر حلال ہو جاوے وہ مطلقہ ہے پھر اسنے نکاح فضولی کو باجازت فعلی جائز رکھا تو حانث نہ ہوگا اور اجازت قولی سے حانث ہوگا کذا فی البحر بخلاف اس قول
کے کہ جو غلام کہ میری ملک مین داخل ہوگا وہ آزاد ہے پھر غلام کی بیع فضولی باجازت فعلی جائز رکھی تو حانث ہوگا بسبب کثرت اسباب ملک کے کذا فی العمادیہ ہم یعنی مالک ہونے کے
اسباب بہت ہین چنانچہ خرید کرنا یا وراثت پانا ہبہ یا وصیت اور دخول فی النکاح کا ایک ہی سبب ہے یعنی نکاح کرنا اور وہ مخصوص بقول ہے تو نکاح مین کچھ فرق نہین ہو سکتا صریح اور
غیر صریح مین کذا فی الطحطاوی وفیها حلف لا یطلق فاجاز طلاق فضولی قولا او فعلا فهو کالنکاح غیر ان سوق المهر الیها اجازة لوجوبه قبل الطلاق اور عمادیہ مین ہے قسم کھائی کہ
طلاق نہ دیگا پھر اسنے فضولی کی طلاق کو جائز رکھا خواہ باجازت قولی یا فعلی تو وہ یعنی طلاق مانند نکاح کے ہے سوا اتنی بات کے کہ مہر دینا اجازت فعلی ہے طلاق مین بسبب
واجب ہونے مہر کے قبل طلاق کے یعنی بخلاف نکاح کے اسواسطے کہ مہر خصائص نکاح سے ہے ہم جب طلاق مانند نکاح کے ہوئی تو اجازت فعلی سے طلاق مین حانث
نہوگا بلکہ اجازت قولی سے حانث ہوگا اجازت فعلی طلاق کی اسطرح کہ عورت کا اسباب نئے گھر سے نکالدے لیکن طلاق ہر صورت واقع ہوگی یہان کلام ہے حانث ہونے
یا نہونے مین کذا فی الطحطاوی قال لامرأة الغیر ان دخلت دار فلان فانت طالق فاجاز الزوج فدخلت طلقت کہا فضولی نے غیر کی عورت کو اگر تو فلانے کے گھر مین داخل
ہوگی تو تو مطلقہ ہے پھر زوج نے یہ تعلیق فضولی کی جائز رکھی پھر وہ داخل ہوئی تو عورت مطلقہ ہوگی ومثله فی عدم حنثه باجازته فعلا ما یکتبه الموثقون فی التعالیق من
نحو قوله ان تزوجت بامرأة بنفسی او بوکیلی او بفضولی او دخلت فی نکاحی بوجه ما تکن زوجته طالقا لان قوله او بفضولی الخ عطف علی قوله بنفسی وعامله تزوجت
وهو خاص بالقول اور مسئلہ سابقہ کے مانند ہے نہ حانث ہونے مین اجازت فعلی سے وہ اقرار نامہ جسکو دار القضا کے وثائق نویس تعالیق مین زوج کی
طرف سے اسطرح لکھتے ہین کہ اگر مین نکاح کرون کسی عورت سے خود آپ یا میرا وکیل یا بواسطے فضولی کے نکاح کرون یا عورت داخل ہو میرے نکاح مین کسی طرح
تو ہوگی زوجہ اسکی مطلقہ اجازت فعلی سے حانث نہوگا اسواسطے کہ اسکا قول او بفضولی عطف ہے بنفسی کے قول پر اور عامل اسکا تزوجت ہے اور تزوج مخصوص ہے ساتھ
قول کے ہم زوجہ اسواسطے اقرار نامہ لکھواتی ہے دار القضا مین تا زوج دوسرا نکاح نکر سکے سو اس اقرار نامہ سے زوج اصالۃً یا وکالۃً یا نکاح فضولی باجازت قولی نہین
کر سکتا لیکن نکاح فضولی کو باجازت فعلی کر سکتا ہے شارح نے اسکے سد باب کا بھی طریقہ آیندہ قول مین بتایا و انما یسد باب الفضولی لو زاد او اجزت نکاح فضولی
ولو بالفعل فلا مخلص له الا اذا کان المعلق طلاق المتزوجة فیرفع الامر الی شافعی لیفسخ الیمین المضافة وقد منا فی التعلیق ان الافتاء کاف فی ذلک بحر اور فضولی
کے نکاح کا سد باب تو اسطرح ہوگا اگر زوج اقرار نامہ مذکورہ مین اتنا مضمون زیادہ لکھدے یا مین نکاح فضولی کو جائز رکھون اگرچہ باجازت فعلی جائز
رکھون تو کوئی احتمال خلاصی مینے والی نہین واسطے جواز نکاح کے مگر جبکہ منکوحہ متجددہ کی طلاق معلق ہو تو قاضی شافعی کی طرف زوج مقدمہ رجوع کرے تا کہ وہ یمین

مضاف باضافت الی الملک کو فسخ کردے اور کتاب الطلاق کے باب تعلیق الطلاق مین ہم مقدم مذکور کر چکے ہین کہ اسین فتویٰ بنا بھی کافی ہو کذافی البحر یعنے
اُس روایت پر فتویٰ بنا جو امام محمدؒ سے مروی ہو جسپر علماے خوارزم کا فتوی ہو کہ یمین مضاف باضافت الی الملک واقع نہین ہوتی بلکہ نہر الفائق مین ظاہر یہ ہے نقول
ہو کہ محمد کا یہی قول ہو کذافی الطحطاوی عن الحلبی حلف لا یدخل دار فلان انتظم المملوکۃ والمستاجرۃ والمستعارۃ لان المراد بہ المسکن عرفا ولا بد ان تکون سکناہ
لا بطریق التبعیۃ فلو حلف لا یدخل دار فلانۃ فدخل دار ہا وزوجہا ساکن بہا لم یحنث لان الدار انما تنسب الی الساکن و ہو الزوج نہر عن الواقعات قسم
کھائی کہ داخل نہ ہوگا فلانے کے گھر مین تو یہ قول مملوک اور کرایہ اور عاریت کے گھر کو شامل ہو بطریق عموم مجاز کے اسواسطے کہ مراد گھر سے مکان سکونت
ہو عرف مین اور ضرور ہو کہ سکونت محلوف علیہ کی بالاصالت ہو نہ بطریق تبعیت کے تو اگر قسم کھائی کہ فلانی عورت کے گھر مین نہ داخل ہوگا پھر داخل ہوا
اُس عورت کے اُس مملوک گھر مین جسمین اُسکا زوج رہتا ہو تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ گھر منسوب ہوتا ہو رہنے والے کی طرف اور وہ زوج ہو کذافی النہر عن الواقعات اور
گھر اگرچہ زوجہ کا مملوک ہو لیکن اسکی سکونت باتباع زوج ہو نہ بالاصالت لا یحنث فی حلفہ انہ لا مال لہ ولہ دین علی مفلس بتشدید اللام ای محکوم بافلاسہ او علی
ملی غنی لان الدین لیس بمال بل وصف فی الذمۃ لا یتصور قبضہ حقیقۃ اور حانث نہ ہوگا اس قسم مین کہ البتہ اُسکا کچھ مال نہین حالانکہ اُسکا دین ہو اُس شخص پر جسکے
مفلس ہونے پر حکم کردیا یا اُسکا دین ہو مالدار نادہند پر تو بھی حانث نہوگا اسواسطے کہ دین مال نہین یعنی بالفعل بلکہ دین وصف ہو ذمہ مین یعنی دین عبارت ہی
شغل ذمہ سے اور متصور نہین قبضہ کرنا دین کا فی الحقیقت لہذا فقہانے کہا ہو کہ قضا دین بالمثل ہوتی ہو مفلس بتشدید لام اُس محتاج کو کہتے ہین جسکے افلاس پر قاضی نے حکم کردیا
ہو تا کوئی اُس سے خرید فروخت نکرے اور لفظ غنی کا تفسیر ہو لفظ ملی کی بحذف حرف تفسیر فروع مسائل ملحقہ شارح کے قال لغیرہ واللہ لتفعلن کذا فہو حالف فان لم یفعلہ المخاطب
حنث ما لم ینو الاستحلاف مثلا زید نے کہا اپنے غیر سے واللہ البتہ تو ایسا کریگا تو زید ہی حالف ہو تو اگر مخاطب نے وہ فعل نہ کیا تو زید حانث ہوگا تاوقتیکہ زید اُس
کلام سے مخاطب کو قسم دلانے کی نیت نکرے م اور اگر مخاطب کے استحلاف کی نیت کریگا تو زید حانث نہوگا کذافی الطحطاوی عن البحر قال لغیرہ اقسمت علیک باللہ
او لم یقل علیک لتفعلن کذا فالحالف ہو المبتدی ما لم ینو الاستفہام مثلا زید نے غیر سے کہا کہ مین قسم دیتا ہون تجھکو اللہ کی یا فقط قسمت باللہ کہا بدون علیک
کے یعنی قسم دیتا ہون اللہ کی البتہ تو ایسا کریگا تو قسم کھانے والا وہی زید ہو جسنے اول یہ کلام کیا تاوقتیکہ اس کلام سے استفہام کی نیت نکرے م اور اگر استفہام
کی نیت بحذف ہمزہ استفہام کریگا تو کوئی حالف نہوگا لیکن خود اپنے حلف سے استفہام کرنا بے معنی امر ہو کذافی الطحطاوی ولو قال علیک عہد اللہ ان فعلت کذا فقال
نعم فالحالف المجیب اگر غیر سے یون کہا کہ تجھپر عہد ہو خدا کا اگر تو ایسا کرے سو اُسنے کہا کہ ہان تو قسم کھانے والا مجیب ہو نہ مبتدی اسواسطے کہ جواب متضمن سوال کا ہوتا ہی
لا یدخل فلان دارہ فیمینہ علی النہی ان لم یملک منعہ والا فعلی النفی والمنع جمیعا قسم کھائی کہ فلانا شخص م اُسکے گھر مین داخل نہوگا تو یمین اُسکی زبانی منع کرنے پر ہو اگر اُسکو
روک نہ سکتا ہو اور اگر حالف کو روکنے کی قدرت ہو تو یمین اُسکی زبانی منع کرنے اور ہاتھ سے روک دینے دونون پر ہوگی م اگر ہاتھ سے روکا اور زبان سے نہ
روکا تو ظاہرا حانث ہوگا آجر دارہ ثم حلف انہ لا یترک فیہا بقولہ اخرج اپنا گھر کرایہ کو دیا پھر قسم کھائی کہ کرایہ دار کو اُسمین نہ چھوڑیگا تو حانث نہوگا یون کہنے سے
کہ نکل م اسواسطے کہ اُسنے اُس چیز کی قسم کھائی جسکا مالک نہین کیونکہ مالک رہنے کا کرایہ دار ہو بسبب اجارہ دینے کے لہذا اخراج زبانی عدم حنث مین کافی ہو لا یدع
مالہ الیوم علی غریمہ فقدمہ للقاضی وحلفہ بر قسم کھائی کہ اپنا مال آج کے دن اپنے قرضدار پر نہ چھوڑیگا پھر اُسکو قاضی کے پاس پکڑ لیگیا قاضی نے مدیون کو قسم لائی تو قرضخواہ
حانث نہوگا م یعنی قرضخواہ کے پاس گواہ نہ تھے اثبات قرض کے اور مدعا علیہ منکر ہوا قرض سے تب قسم لی قاضی نے اُسنے قسم کھائی کہ مین اسکا قرضدار نہین تو اب حالف
حانث نہوگا اسواسطے کہ اسکا مال ہی نہ ثابت ہوا کہ مال کا چھوڑنا اُسپر صادق آوے تو بر یمین غیر متصور ہو یا یہ وجہ ہو عدم حنث کی کہ حالف نے اپنا مال نہین چھوڑا
بلکہ قاضی نے اُسکو مطالبہ سے روکا کذافی الطحطاوی قیل لہ ان کنت فعلت کذا فامرأتک طالق فقال نعم وقد کان فعل طلقت کسی نے کہا مثلا زید سے کہ اگر تونے ایسا کیا ہو تو
تیری عورت مطلقہ ہو تو زید نے کہا ہان اور حالانکہ زید وہ فعل کر چکا تھا تو اُسکی زوجہ مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ مضمون سوال عود کرتا ہو جواب مین تو گویا اُسنے یون کہا کہ اگر

مین نے ایسا کیا ہو تو زوجہ مطلقہ ہو وفی الاشباہ القاعدۃ الحادیۃ عشر السوال تعاد فی الجواب قال امرأۃ زید طالق وعبدہ حر وعلیہ المشی الی بیت اللہ ان دخل کذا وقال
زید نعم کان حالفا الخ اور اشباہ مین گیارھوان قاعدہ یہ ہو کہ مضمون سوال کا عود کرتا ہو جواب مین کہا فضولی نے کہ زوجہ زید مطلقہ ہو اور غلام اُسکا آزاد ہو اور اُسپر
بیت اللہ تک پیدل چلنا واجب ہو اگر اُسنے ایسا کیا ہو اور زیدنے کہا کہ ہان تو زید حالف ہوگا الی آخرہ یعنی اگر فعل مذکور کریگا تو زوجہ اُسکی مطلقہ ہوگی اور
غلام اُسکا آزاد ہو جاویگا اور اُسپر بیت اللہ تک پیدل جانا لازم ہو جاویگا ادعی علیہ مخالف بالطلاق مالہ علیہ شئی فبرہن بالمال حنث یفتی دعوی کیا گیا مثلاً
زید پر مال کا سو اُسنے قسم کھائی کہ مجھپر مدعی کا کچھ نہین پھر مدعی نے مال پر گواہ گذرانے تو زید حانث ہوگا اسی پر فتوی ہو ہم یہی شرط ہو حنث کی کہ بعد گذرانے
گواہون کے قاضی باثبوت مال کا حکم کردین اسواسطے کہ برہان بدون حاکم کے معتبر نہین اور اگر گواہ جھوٹے ہووینگے تو بھی حانث ہوگا اور ظاہر ایہ ہو کہ اگر زید
فی الحقیقت بری الذمہ ہوگا تو دیانۃ حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی حلف ان فلانا ثقیل وہو عند الناس غیر ثقیل وعندہ ثقیل لم یحنث الا ان ینوی ما عند الناس قسم کھائی کہ
فلانا شخص بیمار ہو اور حالانکہ وہ لوگون کے نزدیک بیمار نہین اور حالف کے نزدیک بیمار ہو تو حانث نہوگا مگر اُس صورت مین حانث ہوگا جب اپنی حلف سے وہ
ارادہ کرے جو لوگون کے اعتقاد مین ہو لا یعمل معہ فی القصارۃ مثلاً فعمل مع شریکہ حنث ومع عبدہ الماذون لا قسم کھائی کہ زید کے ساتھ مثلاً کام نکریگا کپڑے
دھونے مین پھر زید کے شریک ساتھ کام کیا تو حانث ہوگا اور زید کے عبد ماذون کے ساتھ کام کرنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ شریک کے مال مین زید شریک ہی
اور عبد ماذون کے مال کا زید مالک نہین اسواسطے کہ عبد ماذون اپنے دین مین بیع ہو جاتا ہو بلا رضی مولی کذا فی الطحطاوی لا یزرع ارض فلان فزرع ارضا بینہ و
بین غیرہ حنث لان نصف الارض یسمی ارضا بخلاف لا ادخل دار فلان فدخل المشترکۃ اذ لم یکن ساکنا قسم کھائی کہ مثلاً زید کی زمین زراعت نکریگا پھر اُسنے زراعت
کی اُس زمین مین جو مشترک ہو زید اور غیر زید مین تو حانث ہوگا اسواسطے کہ نصف زمین کو بھی زمین کہتے ہین بخلاف اس قسم کے کہ مثلاً زید کے گھر مین داخل
ہوگا پھر زید کے مشترک گھر مین داخل ہوا جبکہ زید اُسمین نرہتا ہو تو حانث نہوگا اسواسطے کہ نصف گھر کو گھر نہین کہتے ہین اور اگر مشترک گھر مین زید رہتا ہوگا تو اب
یہ زید کا گھر شمار مین ہوگا اسواسطے کہ سکونت سے دار مستاجرہ مستاجر کیطرف منسوب ہوتا ہو تو دار مشترکہ بطریق اولی اسکی طرف منسوب ہوگا واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الحدود

یہ کتاب ہو حدود کے مسائل مین چونکہ کتاب الایمان مشتمل تھی کفارہ پر اور کفارہ دائر بین العبادۃ والعقوبۃ تھا لہذا کتاب الایمان کے بعد مصنف کتاب الحدود کو لایا جو عقوبات
خالصہ ہین اور حدود چھ طرح پر ہین حد زنا اور حد شرب خمر اور حد سکرات اور حد قذف اور حد سرقہ اور حد قطع طریق پھر دریافت کرنا چاہیے کہ خوبیان حدود کی ظاہر ہین
محتاج تقریر اور تحریر کی نہین اسواسطے کہ اُنکی دریافت مین نقلیہ اور غیر نقلیہ برابر ہی کیونکہ جو افعال قبیحہ کہ فساد کے موجب ہین حدود جاری ہونے سے وہ موقوف ہو جاتے
ہین سو زنا مین تو بربادی ہو اولاد کی گویا زندہ درگور کرنا ہو بسبب اشتباہ نسبت کے اور باقی حدود مین زوال عقل اور بے عزتی اور بربادی مال ہو اور قباحت ان
امور کی عقول سلیمہ مین پیدائشی امر ہو ولہذا اباحت اموال و ناموس و زنا و مستی کی کسی دین مین ثابت نہین اگرچہ گاہے شرب مباح تھا و لہذا حدود مانع ان افعال
قبیحہ کے حقوق اللہ خالصۃ ہوئے اسلیے کہ حقوق اللہ خالصہ ہمیشہ مصالح عامہ کے مفید ہوتے ہین کذا فی فتح القدیر ہو لغۃ المنع وہ یعنی حد جسکی جمع حدود ہو
لغت عرب مین عبارت ہو منع یعنی روکدینے سے و لہذا ڈیوڑھی بان اور قید خانہ کے داروغہ کو عرب حداد کہتے ہین اسلیے کہ ڈیوڑھی بان اندر جانے سے روکتا ہو اور
قید خانہ کا داروغہ باہر نکلنے سے روکتا ہو و لہذا اہل اصطلاح ماہیت کے معرف کو حد کہتے ہین کہ وہ غیر محدود کے دخول کو مانع اور محدود کے افراد کے خروج کو
مانع ہو اور حدود دار اور حدود قریہ اُنکی نہایات کو کہتے ہین اسواسطے کہ وہ دخول ملک غیر سے مانع ہو اور خروج بعض مملوک کو غیر کیطرف روکتے ہین کذا فی الفتح اور
عقوبات خالصہ کو حدود اسواسطے کہا کہ وہ مانع ہین اسباب عقوبات سے اور حدود اللہ اسکے محارم کو کہتے ہین اسواسطے کہ محارم کا فعل ممنوع ہو قال اللہ تعالی تلک
حدود اللہ فلا تقربوہا اور حدود احکام الٰہی کو بھی کہتے ہین اسلیے کہ اُس سے آگے بڑھنا ممنوع ہو قال اللہ تعالی تلک حدود اللہ فلا تعتدوہا کذا فی النہر الفائق

مقدرۃ وجبت حقا للہ زجرا فلا تجوز الشفاعۃ فیہ بعد الوصول للحاکم اور اصطلاح شرع مین حد عبارت ہی عقوبت مقدرہ سے جو واجب یعنی فرض ہوئی
ہی بجہت حق خدا واسطے باز رکھنے کے افعال قبیحہ سے تو جائز نہین ہی سفارش کرنا حد سے بچانے مین بعد پہنچنے مقدمہ کے طرف حاکم کے معقوبت عبارت ہی
اُس درد اور تکلیف سے جسکا انسان مستحق ہوتا ہی بسبب گناہ کے دنیا مین اور عقاب وہ تکلیف ہی جو انسان کو آخرت مین ہوگی اور عقوبت معنیہ رجم مین موت
سے ہی اور باقی حدود مین کوڑون سے ہی کذا فی النہر بحر الرائق مین کہا کہ تحقیق یہ ہی کہ حدود موانع ہین قبل فعل کے اور زواجر ہین بعد فعل کے یعنی حد کے
مشروع ہونے کو جاننا مانع ہی فعل کی پیش قدمی سے اور بعد ایقاع فعل کے مانع ہی عود سے اور شفاعت قبل وصول حاکم جائز ہی تا مقدمہ رجوع کرنے
والا اُسکو چھوڑدے اور اسیطرح قبل ثبوت گناہ سفارش جائز ہی اسواسطے کہ ہنوز حد ثابت نہین اور بعد وصول اور ثبوت کے سفارش جائز نہین اسلیے کہ
ترک واجب کی طلب ہی ولہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید پر باوجودیکہ محبوب رسول اللہ صلعم تھے انکار کیا جب اُنھون نے عورت مخزومیہ کی
جسنے چوری کی تھی سفارش کی حضرت سے تو فرمایا کیا تو سفارش کرتا ہی خدا کی حدین پھر فرمایا کہ تم سے آگے کے لوگ اسمین ہلاک ہوئے کہ جب اُنمین شریف
چُراتا تھا اُسکو چھوڑدیتے تھے اور جب ضعیف چُراتا تھا تو اُسپر حد قائم کرتے تھے قسم خدا کی کہ اگر فاطمہ محمدؐ کی بیٹی چوری کرے تو البتہ اُسکا بھی ہاتھ کاٹون
اخرجہ الخمسۃ کذا فی تیسیر الوصول ولیس مطہرا عندنا بل المطہر التوبۃ واجمعوا انہا لا تسقط الحد فی الدنیا اور حد پاک نہین کرتی ہمارے نزدیک بلکہ پاک کرنے والی
گناہ سے توبہ ہی اور اجماع کیا علمانے کہ توبہ کرنا حد کو دنیا مین ساقط نہین کرتا ہی یعنی اقامت حد سے معصیت کا وبال ساقط نہین ہوتا بدون توبہ کے اور اکثر
اہل علم اسکے قائل ہین کہ حد مطہر ہی صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث مرفوع کی دلیل سے یعنی فرمایا کہ جو معصیت مین مبتلا ہوا پھر اُسپر مار پڑی دنیا مین تو وہ کفارہ ہی اُسکے
واسطے اور جسنے گناہ کیا اور خدا نے اُسکو چھپا ڈالا تو وہ خدا کے اختیار مین ہی چاہے معاف کرے چاہے عذاب کرے علماء حنفیہ نے عدم تطہیر پر آیت قرآنی سے
استدلال کیا قال اللہ تعالی (ذلک لہم خزی فی الدنیا ولہم فی الآخرۃ عذاب عظیم الا الذین تابوا) یعنی حقتعالی نے فرمایا کہ یہ یعنی قطاع الطریق کو قتل کرنا اور سولی پر چڑھانا
اور نفی کرنا اُنکے واسطے رسوائی ہی دنیا مین اور اُنکو آخرت مین عذاب عظیم ہی مگر وہ لوگ جنھون نے توبہ کی تو حقتعالی نے خبر دی کہ اُنکے فعل کی جزا عقوبت دنیاوی
اور عقاب اخروی ہی سوائے توبہ کرنے والے کے کہ اُس سے عذاب آخرت بالاجماع ساقط ہوجاتا ہی اس لیے کہ اجماع اہل علم ہی کہ توبہ سے عقوبت دنیاوی ساقط
نہین اور واجب یہ ہی کہ حدیث بخاری کو توبہ کرنے پر محمول کیجیے اسواسطے کہ ظاہر ہی کہ مسلم ضرب اور رجم کے ساتھ توبہ بھی کرلیتا ہی تو یہ قید لگانا حدیث مین ضرور ہی
تا قرآن اور حدیث مین اتفاق ہوجائے تقیید ظنی کی بوقت معارضہ قطعی امر متعین ہی نہ بالعکس کذا فی فتح القدیر فلا تعزیر حد لعدم تقدیرہ ولا قصاص
حد لانہ حق الولی جب معلوم ہوا کہ حد عبارت ہی عقوبت معینہ سے بجہت حق خدا تو تعزیر حد نہین بسبب عدم تقدیر اور تعیین کے اور قصاص حد نہین اسواسطے کہ قصاص
حق ہی مقتول کے ولی کا یعنی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک قصاص حق ہی مقتول کا اور وارثون کیطرف بطریق خلافت منتقل ہوتا ہی طحطاوی نے کہا تو تعلیل
اخراج قصاص مین یون کہنا بہتر تھا کہ وہ حق العبد ہی تا دونون مذہبون کو شامل ہوتا علاوہ یہ ہی کہ مقتول کا گاہے وارث نہین ہوتا تو بادشاہ قصاص لیتا ہی اور حالانکہ
قصاص اُسکا حق نہین فلہذا وہ عفو کرنے کا مالک نہین و الزنا الموجب للحد وطی دھو ادخال قدر حشفۃ من ذکر اور جو زنا کہ موجب ہی حد کا وہ عبارت ہی جماع سے یعنی آلۂ تناسل کو
بقدر حشفہ یعنی سر ذکر کے داخل کرنا ہی شارح نے زنا مین موجب حد کی قید لگائی تا معلوم ہو کہ ہر زنا موجب حد نہین چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی سے جماع کرنا اور ادخال بقدر
حشفہ زنا مین مشروط ہی انزال ہوا ہو یا نہو اور بقدر حشفہ کہنے سے جماع مقطوع الحشفہ بھی داخل ہوگیا مکلف خرج الصبی والمعتوہ زنا عبارت ہی وطی مکلف سے تو
صغیر اور بیہوش نکل گیا اسم مکلف عاقل بالغ کو کہتے ہین تو عاقل کی قید سے بیہوش نکل گیا اور اُسی کے مانند مجنون ہی اور بالغ کی قید سے صغیر نکل گیا تو صغیر
اور بیہوش اور مجنون کا جماع موجب حد نہین ناطق خرج وطی الاخرس فلا حد علیہ مطلقا للشبہۃ زنا عبارت ہی وطی مکلف ناطق سے یعنی جو بولتا ہو تو اس
قید سے گونگے کا جماع کرنا حد زنا سے نکل گیا تو گونگے پر کسی طرح حد نہین بسبب شبہہ کے مثلاً گونگا خواہ اشارہ سے زنا کا اقرار کرے خواہ اُسکے زنا پر گواہ

قائم ہون ہر صورت اُسپر حد نہین بسبب شبہہ کے اسلیے کہ اقرار بالاشارہ مین شبہہ ہو عدم صراحت کا اور گواہون مین احتمال دعا شبہہ ہو یعنی اگر گونگا بولتا ہوتا تو شاید
کوئی شبہہ حلت کا بیان کرتا واما الاعمی فیحد للزنا بالاقرار لا بالبرہان شرح الوہبانیہ اور اندھے پر تو حد زنا ماری جاویگی اقرار زنا سے نہ گواہون سے کذا فی شرح
الوہبانیہ م علامہ عبداللہ نے شرح وہبانیہ مین خانیہ سے نقل کیا یون کہکر کہ میرے پاس والے نسخہ مین اسطرح ہو کہ اقرار زنا مین اندھا مانند بصیر کے ہو اور اُسکے
زنا کے گواہ مقبول نہین اور بحر الرائق مین اُسکے مخالف ہو اسطرح کہ بخلاف اعمی اسواسطے کہ اُسکا اقرار اور اُسپر گواہ گذرنا دونون صحیح ہین کذا فی الطحطاوی طائع
فی قبل مشتہاۃ حالا او ماضیا خرج المکرہ والمدبر ونحو الصغیرۃ زنا عبارت ہو وطی مکلف ناطق طائع سے یعنی جو شخص برغبت اور اپنی خوشی بلا جبر وطی
کرے لائق شہوت عورت کے سامنے کی شرمگاہ مین خواہ وہ بالفعل شہوت کے لائق ہو یا باعتبار ماضی کے یعنے نو برس کی عمر سے بڑی تک تو طائع
کی قید سے مکرہ اور قبل کی قید سے وطی دبر کی اور مشتہاۃ کی قید سے مانند صغیرہ کی وطی نکل گئی م حلبی نے کہا مانند صغیرہ مردہ ہو اور جانور اسواسطے کہ صغیرہ اور
مردہ اور جانور لائق شہوت کے نہین تو اُنکے وطی پر حد نہین مصنف نے قبل کو مذکور کیا نہ فرج کو اسواسطے کہ قبل مخصوص بالنسان ہو بخلاف فرج کے کذا فی النہر خال عن ملکہ
ای ملک الواطی وشبہتہ ای فی المحل لا فی الفعل ذکرہ ابن الکمال جو شرمگاہ خالی ہو قربت کرنے والے کی ملک سے اور خالی ہو شبہہ ملک سے مراد شبہہ فی المحل
ہو نہ شبہہ فی الفعل کذا ذکرہ ابن الکمال م ملک سے مراد ملک نکاح اور ملک یمین ہو اور شبہہ ملک سے مراد شبہہ ملک یمین اور شبہہ ملک نکاح ہو شبہہ ملک یمین
کی مثال جیسے اپنے ولد کی لونڈی سے یا مکاتب اور عبد ماذون کی لونڈی سے وطی کرنا یا غنیمت کی لونڈی سے قبل تقسیم غازی کا وطی کرنا اور شبہہ ملک نکاح کی مثال
جیسے ایک عورت سے بے گواہ نکاح کرنا یا لونڈی سے بدون اجازت اُسکے مولی کے نکاح کرنا یا وطی اُس غلام کی جسنے بدون اذن اپنے مالک کے عورت سے نکاح کیا کذا فی
الطحطاوی عن الحموی عن المفتاح اور شبہہ فی المحل اور شبہہ فی الفعل کی تفسیر آگے آویگی وزاد الکمال فی دار الاسلام لانہ لا حد بالزنا فی دار الحرب اور تعریف زنا مین
کمال الدین محقق نے فتح القدیر مین دار الاسلام کی قید زیادہ کی یعنی زنا حد کا موجب عبارت ہو اُس وطی سے جو دار الاسلام مین واقع ہو اسواسطے کہ دار الحرب مین زنا سے
حد نہین اور مانند دار الحرب کے ہو دار البغی کذا فی الطحطاوی عن الحموی او تمکینہ من ذلک بان استلقی فقعدت علی ذکرہا فانہما یحدان لوجود التمکین یا زنا عبارت
ہو قادر کردینے مرد سے اسپر یعنی وطی اور دخول پر اسطرح کہ مرد چیت لیٹے اور عورت اُسکے آلہ تناسل پر بیٹھ جاوے تو مرد اور عورت دونون پر حد ماری جاویگی بسبب وجود
تمکین کے او تمکینہا فان فعلہا لیس وطیا بل تمکین ثم التعریف یا زنا عبارت ہو عورت کے قادر کردینے سے اسواسطے کہ عورت کا فعل فی الحقیقت وطی نہین بلکہ تمکین ہو سو اب پوری
ہوگئی تعریف زنا کی حقیقت کی م یہ تعریض ہو صاحب کنز کے نقصان تعریف پر انہون نے زنا کی تعریف یون کی ہو کہ زنا عبارت ہو وطی فی القبل سے جو خالی ہو ملک اور شبہہ ملک سے اسواسطے
کہ یہ تعریف منقوض ہو باعتبار جامع اور مانع ہونے کے اسواسطے کہ عورت کے زنا پر یہ تعریف صادق نہین آتی اسواسطے کہ عورت سے وطی متصور نہین بلکہ تمکین متصور ہو اور تمکین سے
اُسپر حد لازم آتی ہو تو تعریف جامع نہوئی افراد محدود کو اور غیر کی مانع اسواسطے نہین کہ تعریف مذکور مین وطی مجنون اور مکرہ اور وطی صغیرہ غیر مشتہاۃ اور وطی مردہ اور جانور اور
وطی دار الحرب داخل ہوگئی حالانکہ ان مواضع مین حد واجب نہین کذا فی منح الغفار وزاد فی المحیط العلم بالتحریم فلو لم یعلم لم یحد للشبہۃ ورد فی الفتح بحرمتہ فی کل ملۃ اور زنا کی تعریف
مین محیط کے اندر علم بالتحریم زیادہ کیا تو اگر زانی کو حرمت زنا کی معلوم نہوگی تو حد نہ ماری جاویگی بسبب شبہہ جہل کے اور فتح القدیر مین محیط کی زیادتی کو رد کیا ہو
بسبب حرام ہونے زنا کے ہر دین مین یعنی زنا ہر دین مین حرام ہو یہانتک کہ اگر حربی دار الاسلام مین آوے پھر مسلمان ہوکر زنا کرے اور کہے کہ میرے گمان مین زنا
حلال تھا تو اُسپر حد ماری جاویگی اگرچہ دار الاسلام کے داخل ہونے کے دن یہ واقع ہو کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا رد فتح القدیر کا نہ ظاہر ہو اسواسطے کہ تحریم زنا کی
سب دینون مین اسکے منافی نہین کہ بعضے لوگ اُسکو نہ جانتے ہون اور صاحب محیط نے ادعاے حلت زنا کسی دین مین نہین کیا بلکہ اصل اُنکی وہ روایت ہو جو سعید
بن مسیب سے مروی ہو کہ ایک مرد نے یمن مین زنا کیا تو امیر المومنین عمر فاروق رضی نے لکھ بھیجا کہ اگر وہ شخص جانتا ہو کہ حقتعالی نے زنا کو حرام کیا ہو تو اُسپر کوڑے مارو اور اگر نجانتا ہو
تو اُسکو حرمت کی تعلیم کرو بعد معلوم ہونے کے اگر پھر زنا کرے تو اُسکو مارو تو باوجود اس روایت کے جسپر صحابہ کا انکار ثابت نہین کیا وجہ اسکے رد کرنے کی لہذا فتاوی عالمگیری مین

محیط کے قول کو مسلم رکھا ہو اور جو مسئلہ حربی کے اسلام کا فتح القدیر مین مذکور ہو شاید اُسکی بنا اُس شخص کے قول پر ہو جو علم حرمت کو شرط نہین کرتا واللہ اعلم **ویثبت بشہادة اربعة رجال فی مجلس واحد فلو تفرقین حدوا** اور ثابت ہوتا ہو زنا چار مردون کی گواہی سے ایک مجلس مین سو اگر متفرق چند مجالس مین گواہی دینگے تو اُنپر حد قذف ماریجاویگی م اور اگر گواہ تنہا تنہا آوینگے اور گواہون کی نشست کی جگہ بیٹھینگے اور قاضی کے پاس ایک گواہ بعد دوسرے گواہ کے گواہی دیگا تو گواہی اُنکی مقبول ہوگی اور خارج مجلس ہونگے تو سب پر حد ماری جاویگی کذا فی النہر عن البحر عن المحیط **بلفظ الزنا لا مجرد لفظ الوطی والجماع** وظاہر الدرر ان مایفید معنی الزنا یقوم مقامہ شہادت بلفظ زنا ثبت ہو نہ فقط لفظ وطی اور جماع کی شہادت اور ظاہر درر یہ ہو کہ جو لفظ کہ معنے زنا کا فائدہ دے وہ قائم مقام زنا ہو م ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہو کہ کوئی لفظ قائم مقام زنا نہین تو اگر گواہی دین کہ اُس نے حرام وطی کی تو زنا ثابت نہ ہوگا اور مصنف نے بلفظ زنا اشارہ کیا کہ اگر دو نے بلفظ زنا گواہی دی اور دو گواہ نے زانی کے اقرار کی گواہی دی تو اُسپر حد نہ ماری جاویگی اور نہ گواہون پر اور اگر تین گواہون نے زنا کی گواہی دی تو تین گواہون پر حد قذف ماری جاویگی کذا فی النہر **ولو کان الزوج احدہم اذا لم یکن الزوج قذفہا ولا یشہد بزناہا بولدہ للتہمة** لانہ یدفع اللعان عن نفسہ فی الاول ویسقط نصف المہر لو قبل الدخول ونفقة العدة لو بعدہ فی الثانیة ظہیریة چار مردون کی گواہی سے زنا ثابت ہو اگرچہ اُن چارون مین ایک زوج ہو عورت کا بشرطیکہ زوج نے اُسکو قبل شہادت کے زنا کا عیب نہ لگایا ہو اور اپنے ولد کے ساتھ زوجہ کے زنا کرنے کی گواہی نہ دی ہو والا اُسکی گواہی مقبول نہ ہوگی بسبب تہمت کے اسواسطے کہ زوج گواہی سے لعان کو دفع کرتا ہو اپنی ذات سے پہلی صورت یعنی قذف مین اور ساقط کرتا ہو نصف مہر کو اگر قبل دخول گواہی دی ہو اور نفقہ عدت کو ساقط کرتا ہو اگر بعد دخول کے گواہی دی ہو دوسری صورت مین یعنی اپنے ولد کے ساتھ زنا کی گواہی مین **فیسألہم الامام عنہ ماہو** ای عن ذاتہ الشرعیة وہو الایلاج عینی جب زنا کی گواہی دین تو امام یعنی سلطان یا اُسکا نائب گواہون سے پوچھے کہ زنا کیا چیز ہو یعنی اُسکی شرعی حقیقت کا کہ عبارت ہو ادخال سے سوال کرے کذا فی شرح العینی م فائدہ اس سوال کا یہ ہو کہ گاہے وطی حرام کو بھی زنا بولتے ہین اور حدیث مین نظر بازی کو بھی زنا عین فرمایا ہو مجازا کذا فی النہر **وکیف ہو واین ہو ومتی زنی وبمن زنی** لجواز کونہ مکرہا او بدار الحرب او فی صباہ او بامة ابنہ **فیستقصی القاضی احتیالا للدرء** اور سوال کرے حاکم کہ زنا کسطرح ہوا اپنی خوشی یا زبردستی سے اور کہان ہوا دار الاسلام مین یا دار الحرب مین اور کب ہوا ہو عنقریب یا زمانہ دراز مین طفلی کے وقت یا بعد بلوغ کے اور کس عورت سے زنا کیا ان سوالات سے غرض یہ ہو کہ جائز ہو کہ زنا زبردستی مجبوری کیحالت مین ہوا ہو یا دار الحرب مین ہوا ہو یا اُسکی طفلی مین ہوا ہو یا اپنے ولد کی لونڈی سے ہوا ہو یا گواہ نجانتے ہون اور اُسنے اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کیا ہو کذا فی النہر تو قاضی نہایت تفصیل سے سوالات خمسہ مذکورہ کرے تاکہ کوئی حیلہ پاکر حد ٹل جاوے م قبل از ثبوت حد کا ٹالنا بالاجماع ثابت ہو اور سند اجماع کی حدیث مرفوع بروایت ابو ہریرہ ہو جسکو ابو یعلی نے اپنی سند مین روایت کیا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ادرؤا الحدود ما استطعتم یعنے حدود کو ٹالو جہانتک تمسے ہوسکے اور ترمذی مین یہ حدیث بروایت ضعیف مروی ہو کذا فی الفتح القدیر **فان بینوہ وقالوا رأیناہ وطیہا فی فرجہا کالمیل فی المکحلة** ہو زیادة بیان احتیالا للدرء اگر گواہون نے بوجوہ خمسہ مذکورہ زنا کو بیان کیا اور کہا کہ ہمنے اُسکو دیکھا جماع کرتے عورت کی شرمگاہ مین جیسے سلائی سرمہ دان مین یہ تفسیر مزید بیان ہو حد ٹالنے کی تدبیر کیواسطے والا حقیقت زنا کا سوال کافی ہو لیکن ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہو کہ حکم موقوف ہو اس بیان پر کذا فی النہر طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ اس جملہ کا ذکر کرنا شاہدون کو ضرور ہو **وعدلوا سرا وعلانیة اذا لم یعلم بحالہم** اور گواہون کی عدالت ثابت کیجاوے مخفی اور علانیہ جبکہ حاکم گواہون کا حال نجانتا ہو م تعدیل مخفی کا یہ طریقہ ہو کہ قاضی گواہون کے نام اور اُنکے محلہ کے نام لکھکر واقفون کے پاس بھیجے تا وہ اُسکے نیچے لکھدین کہ فلانا عادل مقبول الشہادة ہو اور علانیہ تعدیل کا یہ طریقہ ہو کہ قاضی مزکی اور شاہد کو یکجا جمع کرے اور کہے کہ یہی شخص ہو جسکو تو نے عادل کہا ہو اور جبکہ حاکم شاہدون کو عادل جانتا ہو تو سوال کرنا اُسکو ضرور نہین اسواسطے کہ علم حاکم کا تعدیل مزکی سے قوی تر ہو لیکن حاکم فقط اپنے علم پر بدون گواہون کے حد زنا نہین مار سکتا اسواسطے کہ شرع نے حاکم کے حکم کو موجب پنے دریافت کے ساقط کردیا ہو یعنی حاکم کا علم تعدیل

شہود مین کافی ہی لیکن حد مارنے مین معتبر نہین کذا فی الطحطاوی عن النہر والتعبیر حکم بہ وجوباً جب زنا شہادت مذکورہ سے ثابت ہو تو حاکم اسکا حکم کرے بنا بر وجوب کے یعنی
بسبب ظاہر ہو جانے حق کے حاکم کو حکم فرض ہی کما فی البحر و ترک الشہادۃ بہ اولیٰ مالم یتہتک فالشہادۃ اولیٰ نہر اور زنا کی گواہی کا ترک کرنا بہتر ہی تا وقتیکہ بیحیائی
اور پردہ دری کی نوبت نہ پہونچے پھر تو گواہی دینا بہتر ہی کذا فی النہر پردہ پوشی شرعاً مستحب ہی ولہذا زنا مین چار گواہ عرض ہوئے تو مستحب ہی کہ زنا کی گواہی نہ دے
اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی کہ جو مسلمان کی پردہ پوشی کریگا خدا اُسکی پردہ پوشی دنیا اور آخرت مین کریگا لیکن جب مزید بیحیائی اور تہتک کی نوبت پہونچے تو اُس وقت
مین گواہی دینا بہتر ہی اسواسطے کہ مرضی شارع یہ ہی کہ معاصی اور فواحش سے زمین پاک رہے اور پاکی زمین کی مباک پر حد مارنے سے ہوتی ہی اور غیر مباک کی توبہ
کرنے سے وثبت ایضا باقرارہ صریحاً صاحیا ولم یکذبہ الآخر ولا ظہر کذبہ بجبہ او رتقہا ولا لو اقر بزناہ بخرساء او ہی باخرس لجواز ابداء ما یسقط الحد اور ثابت ہوتا ہی زنا زانی
کے اقرار سے بھی بشرطیکہ اقرار صریح ہو حالت ہوشیاری مین اور دوسرے نے اُسکی تکذیب نہ کی ہو اور خود مقر کا کذب بقطوع الذکر ہونے سے یا عورت کی شرمگاہ
بستہ ہونے سے ظاہر نہوا ہو اور مرد نے اپنے زنا کرنے کا گونگی عورت کے ساتھ اقرار نہ کیا ہو یا عورت نے گونگے مرد سے اپنے زنا کرنے کا اقرار نہ کیا ہو بسبب احتمال ظاہر
کرنے گونگے کے اُس امر کو جو حد کو ساقط کرتا ہی یعنی اگر دوسرا شخص گونگا نہوتا ناطق ہوتا تو جائز ہی کہ کوئی امر دافع حد بیان کرتا تو اس اشتباہ سے دونون پر حد نہ ماری جاویگی اور
صریح اقرار سے گونگے کا اقرار بطور اشارہ اور کنایت نکلگیا اور ہوشیار کے اقرار سے مست کا اقرار نکلگیا اور اگر مرد نے اقرار کیا اور عورت نے انکار کیا تو مرد سے بھی
حد ساقط ہو جاویگی اور اگر عورت نے اقرار کیا اور مرد نے انکار تو عورت سے بھی حد ساقط ہوگی امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کذا فی المنح عن الظہیریۃ ولو اقر بعد
بسرقۃ فی حال سکرہ لا حد ولو سرق او زنی حد لان الانشاء لا یحتمل التکذیب والاقرار یحتملہ اور اگر مستی کی حالت مین زنا یا چوری کا اقرار کیا تو حد نہین اور اگر مستی کی
حالت مین چوری یا زنا کیا تو حد ماری جاویگی اسواسطے کہ ایجاد سرقہ اور زنا جسکا مشاہدہ ہوا تکذیب کا محتمل نہین اور اقرار تکذیب کا محتمل ہی کذا فی النہر تو
یہ احتمال مستی کے اقرار مین معتبر ہوا نہ غیر مستی مین کذا فی المنح اربعا فی مجالسہ ای المقر الاربعۃ یعنی اقرار مثبت زنا ہی چار بار مقر کی چار مجلسون مین
ہم تعدد مجالس مقر شرط ہی نہ تعدد مجلس حاکم اسواسطے کہ ماعز اسلمی نے تا وقتیکہ چار بار چار مجلس مین اقرار نہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثبوت زنا
کا حکم نہ دیا تو اگر چار بار کے اقرار سے کمتر مین زنا ظاہر ہوتا تو حضرت تاخیر نہ فرماتے بسبب واجب ہونے حکم کے کذا فی المنح تو اگر ایک شخص چار بار ایک مجلس مین
اقرار کرے تو وہ ایک ہی اقرار کے برابر ہی کلما اقر ردہ بحیث لا یراہ جبکہ زانی اقرار کرے تو حاکم اُسکو ہٹا دیوے اپنے سامنے سے اسطرح پر کہ حاکم کو مقر نظر نہ آوے
ہم یعنی اختلاف مجالس مقر کی یہ صورت ہی کہ جب وہ اقرار کرے تو قاضی اُسکو ہٹا دیوے یہانتک کہ قاضی کی نظر سے غائب ہو جاوے پھر مقر آوے اور
اقرار کرے کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی لیکن رد کرنا تین بار مین ہی نہ چوتھے بار مین کذا فی النہر وسالہ کما مر حتی عن الزنی بہا لجواز بیانہ بامۃ ابنہ نہر اور سوال کرے
قاضی مقر سے جیسا کہ مذکور ہو چکا یعنے سوالات خمسہ مانند گواہون کے مقر سے بھی کرے یہانتک کہ جس عورت سے زنا کیا ہی اُسکو بھی پوچھے بسبب احتمال بیان کرنے
مقر کے کہ مین نے اپنے ولد کی لونڈی سے قربت کی کذا فی النہر ماہیت زنا اور کیفیت اور مکان زنا سے سوال کرنا تو بالاتفاق لازم ہی اور زمان زنا سے سوال
بقول اصح اور عورت کا بھی سوال کرنا کہ شاید اُس عورت کا ذکر کرے جسکے وطی سے حد نہین کذا فی النہر الفائق فان بینہ کما یحق حد سو اگر مقر نے سوالات خمسہ کے
جواب کو جیسا کہ حق ہی بیان کیا تو اُسپر حد واقع ہوگی فلا یثبت بعلم القاضی ولا بالبینۃ علی الاقرار جب معلوم ہو چکا کہ ثبوت زنا گواہی یا اقرار پر موقوف ہی تو ثابت
نہوگا قاضی کی دانست سے اور نہ زانی کے اقرار کے گواہون سے ہم علم قاضی کا حجت نہین حدود مین باجماع صحابہ اگرچہ قیاس مقتضی ہی اُسکے اعتبار کرنے کا کذا فی العالمگیریۃ
عن الکافی اور غیر حاکم کے روبرو اقرار زنا کرنا بھی معتبر نہین اگرچہ چار بار اقرار کیا ہو لہذا اقرار کی گواہی بھی مقبول نہین اسواسطے کہ اگر وہ منکر ہی تو اُسکا رجوع ثابت ہوا اور
اگر مقر ہی تو گواہی کی کچھ حاجت نہین کذا فی المنح ولو قضی بالبینۃ فاقر مرۃ لم یحد عند الثانی وہو الاصح اور اگر قاضی نے گواہون پر حکم کیا یعنی گواہی مسلم رکھی پھر زانی نے ایکبار
اقرار کیا زنا کا تو اُسپر حد ماری نجاویگی ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول اصح ہی اسواسطے کہ شہادت منکر پر قائم ہوتی ہی پھر جب اُسنے اقرار کیا تو گواہی کی کچھ حاجت نہ رہی

اقرار معتبر ہوا اور چونکہ اقرار چار بار نہین لہذا حد نہین اور اگر قبل تقضاے شہادت اقرار کیا تو باتفاق صاحبین حد ساقط ہو کذا فی الطحطاوی ولو اقر بعد بطلان الشہادۃ اجماعا سراج اور اگر چوتھی بار بھی اقرار کیا تو بالاجماع شہادت باطل ہوگی اور اُسپر حد واقع ہوگی بموجب اُسکے اقرار کے وخلی سبیلہ ان رجع عن اقرارہ قبل الحد او فی وسطہ ولو رجوعہ بالفعل کھربہ بخلاف الشہادۃ اور چھوڑ دیا جاویگا مقر اگر اُسنے اپنے اقرار سے رجوع کیا قبل حد کے یا درمیان حد کے اگرچہ اُسکا رجوع فعلی ہو چنانچہ اُسکا بھاگ جانا بخلاف شہادت کے یعنی اگر زنا شہادت سے ثابت ہو پھر وہ سنگساری سے بھاگا تو اُسکے پیچھے پتھر مارتے چلے جاوینگے یہانتک کہ وہ مرجاوے بخلاف اقرار کے اسواسطے کہ رجوع خبر ہی صدق کی محتمل مانند اقرار اور کوئی اُسکا مکذب نہین تو شبہہ پڑا لہذا وہ چھوٹ جاویگا کذا فی النہر عن الحاوی وانکار الاقرار رجوع کما ان انکار الردۃ توبۃ کما سیجئ اور انکار اقرار کا رجوع ہی اقرار سے چنانچہ ارتداد کا انکار توبہ ہی چنانچہ اسکا بیان باب الارتداد مین آویگا وکذا یصح الرجوع عن الاقرار بالاحصان لان علماءنا شرطالحد صار حقا للہ تعالی فصح الرجوع عنہ لعدم المکذب بحر اور اسیطرح صحیح ہی رجوع کرنا احصان کے اقرار سے اسواسطے کہ احصان جب شرط ہوا حد کی تو خالص حق اللہ ہوگیا تو اُس سے رجوع کرنا بھی صحیح ہی بسبب عدم مکذب کے کذا فی البحر بخلاف حق العبد کے یعنی قصاص اور حد قذف مین اقرار کرکے رجوع کرنا صحیح نہین اسواسطے کہ اُسکا تکذیب کرنے والا یہان موجود ہی یعنے عبد وکذا عن سائر الحدود الخالصۃ للہ کحد شرب وسرقۃ وان ضمن المال اور اسیطرح صحیح ہی رجوع کرنا باقی حدود کے اقرار سے جو حدود کہ خالص حق اللہ ہین چنانچہ حد شرب اور حد سرقہ اگرچہ چوری کے اقرار مین ضمانت مال لازم ہوگی وندب تلقینہ الرجوع بلعلک قبلت اولمست او وطیت بشبہۃ لحدیث ماعز اور مستحب ہی حاکم کو تلقین کرنا اقرار سے پلٹ جانے کا اسطرح کہ شاید تونے بوسہ لیا ہوگا یا مساس کیا ہوگا یا شبہہ سے وطی کی ہوگی بدلیل حدیث ماعز یا یون کہے کہ شاید تونے نکاح کرلیا ہوگا بخاری مین مروی ہی جب ماعز اسلمی نے زنا کا اقرار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تونے بوسہ لیا ہوگا یا غمزہ یا نظر کی ہوگی خلاصہ یہ ہی کہ اُس چیز کی تلقین کرے جس سے حد ٹل جاوے کذا فی النہر سنن ابوداود اور نسائی مین ابوہریرہ سے روایت ہی کہ ماعز بن مالک اسلمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پھر اُسنے چار بار زنا کا اقرار کیا ہر بار حضرت اعراض کرتے تھے پھر پانچوین بار متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ وہ فعل تونے کیا یہانتک کہ وہ اُسمین غائب ہوگیا اُسنے کہا ہان فرمایا جیسے سلائی غائب ہوجاتی ہی سرمے دانی مین یا رسی کنوئین مین اُسنے کہا ہان پھر فرمایا تو جانتا ہی کہ زنا کیا چیز ہی اُسنے کہا ہان مین نے اس عورت سے حرام فعل کیا جیسا کہ مرد اپنی حلال عورت سے کرتا ہی فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہی کہا مین یہ چاہتا ہون کہ آپ مجکو پاک کیجیے پھر وہ سنگسار ہوا اور سنن ابوداود مین مروی ہی کہ ماعز بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ مین نے زنا کیا سو مجھپر کتاب اللہ قائم کیجیے حضرت نے منھ پھیر لیا پھر آیا یہانتک کہ چار بار اقرار کیا حضرت نے فرمایا تونے چار بار کہا سو کس عورت سے یہ فعل کیا کہا فلانی عورت سے فرمایا کہ کیا تو اُسکے پاس لیٹا تھا کہا ہان فرمایا کیا اُس سے مباشرت کی تھی کہا ہان فرمایا کیا اُس سے جماع کیا تھا بولا ہان پھر حضرت نے اُسکی سنگساری کا حکم دیا پھر جب پتھر پڑنے لگے تو نکل بھاگا اور لوگ اُسکے پکڑنے سے تھک گئے عبداللہ بن انیس کو ملا اُنھون نے لکڑی سے مارا تو مار ڈالا پھر عبداللہ نے یہ قصہ حضرت سے عرض کیا ارشاد ہوا کیون نہ تمنے اُسکو چھوڑ دیا شاید وہ توبہ کرتا سو خدا اُسکی توبہ قبول کرتا کذا فی فتح القدیر ادعی الزانی انہا زوجتہ سقط الحد عنہ وان کانت زوجۃ للغیر بلا بینۃ بدون گواہون کے دعوی کیا زانی نے کہ عورت اُسکی زوجہ ہی تو اُسپر سے حد ساقط ہوگی اگرچہ وہ عورت غیر کی زوجہ ہو بلا بینۃ متعلق ہی ادعی سے کذا فی الطحطاوی ولو تزوجہا بعد ای بعد زناہ او اشتراہا لا یسقط فی الاصح لعدم الشبہۃ وقت الفعل بحر اور اگر زانی نے عورت سے نکاح کیا بعد زنا کرنے کے یا اُسکو خرید کیا تو اُس سے حد ساقط نہوگی قول اصح مین بسبب عدم شبہہ کے فعل زنا کے وقت کذا فی البحر یعنی تزویج اور خرید کرنے سے معلوم ہوگیا کہ زنا کے وقت شبہہ ملک نکاح یا ملک یمین نہ تھا ویرجم محصن فی فضاء حتی یموت یصطفون کصفوف الصلوۃ لرجمہ کلما رجم قوم تنحوا ورجم آخرون اور زانی محصن کو پتھر مارے جاوین میدان مین یہانتک کہ وہ مرجاوے اور لوگ صف باندھکر کھڑے ہون پتھر مارنے کے واسطے نماز کی صفون کے مانند جب ایک قوم پتھر مار چکے تو علیحدہ ہٹ جاوے اور دوسری قوم سنگسار

کرے م زانی محصن کا رجم یعنی سنگساری اور پتھر مارنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر المعنی ہو مانند علی مرتضیٰ کی شجاعت اور حاتم کی سخاوت کے اگرچہ تفاصیل اور
خصوصیات کی روایات احاد ہین اور اسی پر اجماع صحابہ اور اتفاق مسلمین ہو اور انکار خارجیون کا مشروعیت رجم مین باطل ہو اجماع قطعی سے کا باطل ہو اور جبکہ خارجیون
نے عمر بن عبد العزیز پر وجوب رجم پر تشنیع کی تو کہا کہ رجم کتاب اللہ سے ثابت نہین اُنھون نے الزام دیا خارجیون کو کہ اعداد رکعات اور مقادیر زکوٰۃ بھی قرآن سے
ثابت نہین پھر اسکے کیون مقر ہو خارجیون نے کہا کہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمین کے فعل سے ثابت ہو اُنھون نے جواب دیا کہ رجم بھی اسیطرح ثابت
ہو بلا تفاوت کذا فی فتح القدیر فلو قتله شخص او قطع یده بعد القضاء به فهدر و ینبغی ان یعزر لافتیاته علی الامام نہر پھر اگر اُسکو قتل کر ڈالا کسی شخص نے یا اُسکی انکو
پھوڑ ی بعد حکم دینے سنگساری کے تو قاتل پر قصاص نہین اور نہر الفائق مین کہا کہ لائق یون ہو کہ وہ شخص تعزیر دیا جاوے بسبب تعدی کرنے اس شخص کے
حاکم پر و قبله ای قبل القضاء به یجب القصاص فی العمد و الدیة فی الخطاء لان الشهادة قبل الحکم بها لا حکم لها اور اگر کسی نے قتل کیا یا آنکھ پھوڑ ی قبل دینے
حکم رجم کے تو قتل عمد مین قصاص اور قتل خطا مین خون بہا قاتل پر واجب ہو اسواسطے کہ گواہی حکم دینے سے پہلے معتبر نہین یعنی جبتک گواہی کے موافق حاکم
حکم نہ دے تو گواہی کا کچھ اعتبار نہین یعنی شہادت بلا قضا مثبت رجم نہین کہ قصاص وغیرہ قاتل پر لازم نہ آوے و الشرط بداءة الشهود و لو بحصاة صغیرة الا لعذر
کمرض فیرجم القاضی بحضرتهم اور وجوب رجم کی شرط یہ ہو کہ پہلے گواہ سنگسار کرین اگرچہ چھوٹی کنکری سے مارین مگر بسبب عذر کے جیسے بیماری تو قاضی اول پتھر
مارے شاہدون کے سامنے ابن ابی شیبہ نے عبد الرحمن بن ابی لیلی سے روایت کی کہ علی مرتضیٰ کے سامنے جب گواہ زنا کی شہادت دیتے تھے تو شاہدون کو
سنگساری کا حکم دیتے تھے تو آپ مارتے تھے پھر لوگ مارتے تھے اور اگر زنا اقرار سے ثابت ہوتا تھا تو آپ ابتداے رجم کرتے تھے پھر لوگ مارتے تھے کذا فی
فتح القدیر فان ابوا او ماتوا او غابوا او قطعوا الطریق بعد الشهادة او بعضهم سقط الرجم لفوات الشرط و لا یحدون فی الاصح پھر اگر گواہون نے پتھر مارنے سے
انکار کیا یا وہ مر گئے یا غائب ہو گئے یا مُنکے دونون ہاتھ کاٹے گئے بعد گواہی دینے کے یہ حال سب گواہون کا ہوا یا بعض کا تو پتھر مارنا ساقط ہو گیا بسبب فوت ہونے
شرط کے اور اس انکار وغیرہ سے گواہون پر حد نہ ماری جاویگی بقول اصح اسواسطے کہ نہ مارنا صریح رجوع نہین کذا فی المنح کما لو خرج بعضهم عن الاهلیة
للشهادة کفسق او عمی او خرس او قذف و لو بعد القضاء لان الامضاء من القضاء فی الحدود چنانچہ رجم ساقط ہوتا ہو اگر کوئی گواہ اہلیت شہادت
سے خارج ہو گیا بسبب فسق یا اندھے یا گونگے ہوجانے کے یا بسبب قذف کے اگرچہ عدم اہلیت بعد حکم دینے رجم کے ہو گئی ہو اسواسطے کہ حد کا جاری کردینا
حکم مین داخل ہو تو جب حد واقع نہین ہوئی اور شہادت پر عمل کرنے کا مانع ظاہر ہو گیا تو بعد قضا کے گویا شہادت پر حکم دینا اصلا حاصل نہ ہوا کذا فی الطحطاوی
و هذا لو محصنا اما غیره فیحد فی الموت و الغیبة کما فی الحاکم اور یہ یعنی ساقط ہونا رجم کا اُسوقت ہو جبکہ زانی محصن ہو اور اگر غیر محصن ہو تو اُسپر حد ماریجاویگی
گواہونکی موت اور غائب ہونے مین چنانچہ حاکم کی موت اور غیبت مین حد واقع ہوتی ہو کذا فی حاشیة الحلبی اور بعضے نسخہ مین بجاے کذا فی الحاکم کے کافی حاکم ہو
اور یہی نسخہ بہتر ہو کہ اصل عبارت نہر الفائق سے ہو اور نہر الفائق مین حاکم شہید کی کافی سے یہ مسئلہ منقول ہو اسیطرح (و فی غیر المحصن قال الحاکم الشهید فی الکافی یقام
علیه الحد فی الموت و الغیبة) یعنی اور غیر محصن مین حاکم شہید کی کافی مین کہا ہو کہ اُسپر حد قائم ہو گی شاہدون کی موت اور غیبت مین کذا فی الطحطاوی م اور
بعینها یہی عبارت فتح القدیر مین کافی سے منقول ہو ثم الامام هذا لیس حتما کیف و حضوره لیس بلازم قال ابن الکمال و ما نقله المصنف عن الکمال تعقبه فی النهر
پھر شاہدون کے بعد سلطان یا اُسکا نائب پتھر مارے یہ یعنے حاکم کا مارنا لازم نہین کیونکر لازم ہو حالانکہ حاضر ہونا حاکم کا سنگساری کے مقام مین لازم نہین
یہ کہا ہو ابن کمال نے ایضاح الاصلاح مین اور جو مصنف نے اپنی شرح مین کمال الدین کی فتح القدیر سے نقل کی ہو اُسپر اعتراض کیا ہو نہر الفائق مین م
ماتن نے منح الغفار مین فتح القدیر سے نقل کیا ہو کہ شہود کے بعد امام کا رجم مذکور کرنا اُسکو مقتضی ہو کہ اگر بعد شہود کے امام نہ مارے تو حد ساقط ہو جاوے بسبب
اتحاد ماخذ کے نہر الفائق مین کہا کہ یہ اُسوقت تمام ہو جب وجوب حضور امام مسلم ہو مانند شہود کے ثم الناس افاد فی النهر ان حضورهم لیس بشرط فرمیهم

کذلک فلو امتنعوا لم یسقط پھر حاکم کے بعد اور لوگ پتھر مارین نہر الفائق مین بیان کیا کہ لوگون کا حاضر ہونا شرط نہین رجم کی تو انکا مارنا بھی ایسا ہی ہی تو اگر وہ مارنے
سے انکار کرین تو حد ساقط نہ ہوگی م نہر الفائق مین درایہ سے نقل کیا کہ امام کو مستحب ہی کہ حکم کرے چند مسلمین کو کہ اقامت حد پر حاضر ہون صاحب نہر نے
استحباب کی تعبیر سے استدلال کیا کہ حضور مسلمین شرط نہین ویبدا الامام لو مقرا مقتضاہ انہ لو امتنع لم یحل للقوم رجمہ وان امرہم لفوات شرطہ فتح لکن سیجیٔ انہ لو قال
قاضی عدل قضیت علی ہذا بالرجم وسعک رجمہ وان لم تعاین الحجۃ اور رجم شروع کرے حاکم اگر زانی نے زنا کا اقرار کیا ہوا بتداے حاکم کا مقتضا یہ ہی کہ اگر حاکم نہ مارے
تو قوم کو اُسکا رجم کرنا حلال نہین اگرچہ وہ لوگون کو مارنے کا حکم کرے بسبب فوت ہونے اُسکی شرط کے یعنی ہدایت امام کذا فی الفتح لیکن آگے آویگا کہ ایک شخص
سے قاضی عادل کہے کہ مین نے اس شخص پر رجم کا حکم کیا ہی تو تجھکو اُسکا رجم کرنا جائز ہی اگرچہ تو نے حجت کو یعنے اقرار یا گواہون کو معائنہ نہ کیا ہو م حاصل استدراک
شارح یہ ہی کہ جس شخص کو قاضی نے خبر دی اُسکی اباحت رجم مین رویت رجم قاضی شرط نہین صاحب بحر الرائق نے کہا کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام ماعز کے رجم
مین قطعاً حاضر نہوئے بلکہ لوگون نے حضرت کے امر سے رجم کیا تھا کذا فی الطحطاوی ویکرہ للمحرم الرجم وان فعل لا یحرم المیراث اور قرابت دار محرم کو رجم کرنا مکروہ ہی
اسواسطے کہ غیر کا مارنا کافی ہی اور اگر ماریگا تو مقتول کی میراث سے محروم نہ ہوگا و غسل و کفن و صلے علیہ وصح انہ علیہ الصلوۃ والسلام صلی علی الغامدیۃ اور جو رجم
سے مارا گیا اُسکو غسل اور کفن دیا جاوے اور اُسپر نماز جنازہ پڑھی جاوے اور بروایت صحیح ثابت ہوا ہی کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے غامدیہ پر جو زنا کے
اقرار سے ماری گئی تھی نماز پڑھی تو عمر فاروق نے کہا یا رسول اللہ آپ زانیہ پر نماز پڑھتے ہین تو فرمایا کہ اُسنے ایسی توبہ کی کہ اگر اُسکی توبہ اہل مدینہ کے ستر آدمیون پر
تقسیم کیجاوے تو اُنپر پھیل جاوے اور تو نے کسیکی توبہ اس سے افضل پائی کہ اُسنے اپنی جان اللہ کے واسطے دی چنانچہ یہ حدیث صحاح ستہ مین سواے بخاری کے
بروایت عمران بن حصین مروی ہی اور ابن ابی شیبہ نے بریدہ سے روایت کی کہ جب ماعز سنگسار ہوا لوگون نے کہا یا رسول اللہ اب کیا کرین ماعز کے ساتھ فرمایا کرو اُسکے ساتھ
جو اپنے موتے کے ساتھ کرتے ہو از قسم غسل اور کفن اور خوشبو اور نماز جنازہ کذا فی فتح القدیر وغیر المحصن یجلد مائۃ جلدۃ ان حرا ونصفہا للعبد بدلالۃ النص فالمراد
بالمحصنات فی الآیۃ الحرائر ذکرہ البیضاوی وغیرہ اور زانی غیر محصن کو سو کوڑے مارے جاوین اگر وہ آزاد ہو اور اُسکا نصف یعنی پچاس کوڑے غلام کو مارے جاوین بطریق
دلالت نص اور محصنات سے مراد آیت قرآنی مین آزاد عورتین ہین ایسا ہی مذکور کیا ہی بیضاوی وغیرہ مفسرین نے م سو کوڑے مارنا قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہی
(الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ) یعنی عورت زانیہ اور مرد زانی کو ہر ایک کو انمین سے سو کوڑے مارو اور یہ آیت محصن اور غیر محصن دونون کو شامل ہی
لیکن محصن کے حق مین کوڑے مارنا قطعاً منسوخ ہی اور تعیین ناسخ مین رجم کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارے واسطے کافی ہی تو نسخ قرآن کا سنت قطعی سے ہوا اور
زانی غلام غیر محصن پر ۵۰ کوڑے اس آیت قرآنی سے بطور دلالت ثابت ہین قال اللہ تعالی (فان اتین بفاحشۃ فعلیہن نصف ما علی المحصنات من العذاب) یعنے
حقتعالی نے لونڈیون کے حق مین فرمایا کہ اگر وہ زنا کرین تو اُنپر آدھا عذاب ہی جو محصنات پر ہی محصنات سے مراد آزاد عورتین ہین تو عبارت النص سے لونڈیون
پر بیبیون کا آدھا عذاب ثابت ہوا اور چونکہ رقیت اور مملوکیت عورت اور مرد مین کچھ فرق نہین تو غلام مین نصف عذاب بطریق دلالت النص ثابت ہو گیا
کذا فی فتح القدیر وذکر الزیلعی انہ غلب الاناث علی الذکور لکنہ عکس القاعدۃ اور ذکر کیا ہی زیلعی نے کہ غلبہ دیا گیا عورتون کو مردون پر لیکن یہ قول قاعدہ اصولیہ کے
بالعکس ہی م زیلعی نے شرح کنز مین کہا کہ آیت مذکورہ یعنی (فعلیہن نصف ما علی المحصنات) نے غلامون کو لونڈیون کے حکم مین تغلیباً داخل کر دیا تو اس تقدیر مین
غلامون کا حکم عبارت النص سے ماخوذ ہوگا نہ دلالۃ النص سے لیکن یہ تقریر اصول کے مخالف ہی اسواسطے کہ اصول مین ثابت ہی کہ عورتین حکم مین تابع مردون کی ہوتی
ہین نہ تغلیب عورتون کی مردون پر والعبد لا یحدہ سیدہ بغیر اذن الامام ولو فعلہ ہل یکفی الظاہر لا لقولہم رکنہ اقامۃ الامام نہر اور غلام کو حد نہ مارے
مالک اُسکا بدون اذن امام کے اور اگر مالک حد ماریگا تو کیا کافی ہی ظاہر جواب یہ ہی کہ کافی نہین بسبب اس قول فقہا کے کہ حد کا رکن اقامت امام ہی کذا فی النہر
عبداللہ بن مسعود اور ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے موقوفاً اور مرفوعاً مشائخ حنفیہ نے اپنی کتب مین روایت کیا ہی کہ حاکمون کیطرف ہین حدود اور صدقات اور جمعات

اور نہ یعنی غنیمت لیکن مولی کو تعزیر عبد بلا اذن امام جائز ہو یعنی غلام کی تادیب مین اسکو امام سے پوچھنا ضرور نہین اسلیے کہ تعزیر حق العبد ہو تو تادیب کا اسکو اختیار ہو بخلاف
حد کے کہ وہ حق اللہ ہو تو اسکی اقامت نائب شرع کریگا یعنی امام یا اسکا نائب کذا فی الفتح والمنح بسوط لا عقدۃ لہ فی الصحاح ثمرۃ السیاط عقد اطرافہا متوسطا بین
الجارح وغیر المولم غیر محصن کو حد ماریجاوے ایسے کوڑے سے جسین گرہ نہو ضرب بحالت متوسط ہو نہ زخمی کر ڈالے نہ محض بے تکلیف ہو صحاح جوہری مین ہو کہ ثمرۃ السیاط
انکی عقد اطراف کو کہتے ہین م شارح نے اشارہ کیا کہ عقدہ سوط اور ثمرہ سوط ایک ہی چیز ہو اور ضرب متوسط کا فائدہ یہ ہو کہ زخم سے خوف ہو ہلاک کا اور بلا تکلیف ضرب
مقصود سے خالی ہو یعنی اثر جاتا رہے کذا فی الهدایہ ونزع ثیابہ خلا ازار لیستر عورتہ اور مارنے کے وقت اسکے کپڑے اتارے جاوین سواے ازار کے واسطے ستر عورت کے
وفرق جلدہ علی بدنہ خلا راسہ ووجہہ وفرجہ قیل وصدرہ وبطنہ اور اسکے بدن پر جابجا کوڑے مارے جاوین سوا اسکے سر اور منھ اور شرمگاہ کے اور بعضون نے کہا اور
سوا اسکی چھاتی اور پیٹ کے م تفریق ضرب کا یہ فائدہ کہ ایک جگہ مارنے سے خوف ہو ہلاکی کا اور حد زاجر ہو نہ متلف ولو جلدہ فی یوم خمسین متوالیۃ وخمسہا فی الیوم الثانی اجزاہ
علی الاصح جوہرہ اور اگر زانی کو ۵۰ کوڑے مارے اور اتنے دوسرے دن مارے تو کافی ہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الجوہرہ وقال علی رضی اللہ عنہ یضرب الرجل قائما
والمرأۃ قاعدۃ فی الحدود والتعازیر غیر ممدود علی الارض کما یفعل فی زماننا فانہ لا یجوز نہر وکذا لا یمد السوط لان المشترک فی النفی یعم ابن الکمال اور فرمایا
امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے کہ مرد مارا جاوے کھڑا اور عورت بیٹھی حدود اور تعزیرات مین نہ لٹا کر زمین پر چنانچہ ہمارے وقت کے قاضی کرتے ہین کذا
فی النہر اور اسیطرح کوڑے کو بھی نہ کھینچکر مارے یعنی نہ اپنے سر پر اٹھا کر مارے نہ اسکے بدن پہ کھینچے اسواسطے کہ لفظ مشترک نفی مین عام ہو جاتا ہو کذا ذکرہ
ابن کمال م مشترک سے ممدود کا لفظ مراد ہو جو نفی یعنی لفظ غیر کے تحت مین واقع ہوا ہو لہذا ہر تین معانی مین عام ہوا یعنی محدود کو زمین پر لٹانا یا کوڑا اٹھانا
یا کوڑے کو اسکے بدن پر کھینچنا فتح القدیر مین مصنف عبد الرزاق سے علی مرتضے کا اثر یون مروی ہو یضرب الرجل قائما والمرأۃ قاعدۃ فی الحد ولا تنزع ثیابہا
الا الفرو والحشو وتضرب جالسۃ لما رویناہ اور نہ اتارے جاوین عورت کے کپڑے مگر پوستین اور روئی وغیرہ کا بھرا کپڑا اور ماریجاوے عورت بیٹھی بدلیل اس اثر کے جسکو
ہم ابھی روایت کر چکے ویحفر لہا الی صدرہا فی الرجم وجاز ترکہ لسترہا بثیابہا اور عورت کے واسطے گڑھا کھودا جاوے انکی چھاتی تک سنگساری مین اور اسکا ترک
بھی جائز ہو بسبب مستور ہونے عورت کے اپنے کپڑون مین ولا یجوز الحفر لہ ذکرہ الشمنی ولا یربط ولا یمسک ولو ہرب فان ہو مقر لا یتبع والا تبع حتی یموت کما
اور جائز نہین گڑھا کھودنا مرد کے واسطے رجم مین چنانچہ اسکو شمنی نے مذکور کیا ہو اور رجم کے واسطے مرد نہ باندھا جاوے نہ کوئی اسکو پکڑے رہے مگر جبکہ گھبرا رہے
تو باندھنا اور پکڑنا جائز ہو کذا فی الفتح اور اگر پتھر مارنے سے بھاگے تو اگر ثبوت زنا اسکے اقرار سے ہوا ہو تو اسکا پیچھا نکرنا چاہیے اور اگر گواہی سے ثبوت ہوا تو پتھر
مارتے ہوئے اسکا پیچھا کرنا چاہیے یہانتک کہ مر جاوے چنانچہ گذر گیا ولا جمع بین جلد ورجم فی المحصن ولا بین جلد ونفی ای تغریب فی البکر وفسرہ فی النہایۃ بالحبس
وہو احسن واسکن للفتنۃ من التغریب لانہ یعود علی موضوعہ بالنقض اور جمع کرنا درمیان کوڑے مارنے اور پتھر مارنے کے محصن مین جائز نہین اور درمیان کوڑے مارنے
اور نفی یعنی شہر سے نکالدینے کے کواری مین جائز نہین اور نہایہ مین نفی کی تفسیر بقید اور حبس کی ہے اور یہی یعنی قید کرنا بہتر اور فساد کا روکنے والا ہو نکالدینے سے اسواسطے
کہ زانی مسافرت مین پھر وہی کام کریگا حیا چھوڑ کر یعنی نکالدینے مین فتح باب زنا ہو اسواسطے کہ سفر مین اپنے ہم چشم قوم کی کچھ حیا نہین م جمع بین الجلد والرجم بالاتفاق ائمہ اربعہ جائز
نہین لیکن اہل ظاہر اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک دوسری روایت مین جمع ثابت ہو عبادہ بن الصامت کی حدیث کی دلیل سے جسکو مسلم اور ابوداود اور ترمذی نے
روایت کیا ہو قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البکر بالبکر جلد مأۃ وتغریب عام والثیب بالثیب جلد مأۃ والرجم یعنی فرمایا کوارے کو ساتھ کواری کے سو کوڑے اور ایکسال نکال دینا
اور بیاہا ساتھ بیاہی کے سو کوڑے اور سنگساری جمہور کا یہ جواب ہو کہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز وغیرہ کو رجم کیا اور کوڑے نہین مارے
تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ جمع بین الرجم والجلد کا حکم منسوخ ہو علاوہ اسکے رجم کے ساتھ کوڑے مارنے کا کیا فائدہ اور جلد اور نفی کا جمع کرنا امام شافعی اور احمد کے نزدیک
ہو بدلیل اول حدیث مذکور اسکا جواب یہ ہو کہ فقط کوڑے مارنے کا حکم کتاب اللہ سے ثابت ہو تو اگر کوڑے کے ساتھ نکالدینا بھی داخل حد ہو تو لازم آوے زیادت علی الکتاب

بحدیث احاد حالانکہ یہ جائز نہین کذا فی فتح القدیر الخصا الاسیاستہ وتعزیراً فیفوض للامام وکذا فی کل جنایۃ نہر مگر باعتبار سیاست اور تعزیر کے البتہ جمع بین الجلد والنفی جائز ہی نہ بنابر حد کے پھر جب یہ جمع کرنا بنابر تعزیر کے ہوا تو اُسکا اختیار کرنا امام کو مفوض ہی اگر وہ مصلحت دیکھے تو جمع کرے اور اسیطرح ہر تعصور مین امام کو اختیار ہی کذا فی النہر تو یہ جو بعضے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جمع کرنا کوڑے مارنے اور نفی مین مروی ہی تو تعزیر پر محمول ہی نہ حد پر کذا فی الھدایۃ ویرجم مریض زنی ولا یجلد حتی یبرأ الا ان یقع الیاس من برئہ فیقام علیہ بجزاور سنگسار کیا جاوے وہ مریض جسنے زنا کیا اسواسطے کہ سنگساری اسواسطے مار ڈالنے کے ہی اور کوڑے سے نہ مارا جاوے بیمار ہیانتک کہ چنگا ہو جاوے مگر یہ کہ اُسکی صحت سے نا امید ہو جاوے پھر تو اُسپر حد قائم کیجاوے کذا فی البحر یعنی جب صحت سے نا امیدی ہو مریض کو بقدر احتمال کے مارنا چاہیے اسواسطے کہ فتح القدیر مین مصرح ہی کہ جب مریض کی صحت کی امید نہو چنانچہ مسلول یا نہایت ضعیف الخلقت ہو تو ہمارے اور امام شافعی کے نزدیک اُسکو کھجور کی گود سے ایکبار مارنا چاہیے جسمین سو شاخین ہون طحطاوی نے مسند اور ابن ماجہ سے حدیث روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کے حد مارنے کو فرمایا صحابہ نے کہا یا رسول اللہ وہ نہایت ضعیف الخلقت ہی اگر ہم اُسکو مارینگے تو مقتول ہو جائیگا فرمایا کہ کھجور کی گود لو جسمین سو شاخین ہون پھر اُسکو ایکبار مارو چنانچہ ایسا ہی کیا اسی مضمون کی حدیث تیسیر الوصول مین ابوداؤد اور نسائی سے مروی ہی ویقام علی الحامل بعد وضعھا لا قبلہ اصلا بل تحبس لو زناھا ببینۃ اور حد قائم کیجاوے حاملہ عورت پر بعد وضع حمل کے نہ قائم ہو حد قبل وضع کے اصلاً بلکہ حاملہ قید کیجاوے اگر اُسکا زنا گواہی سے ثابت ہوا ہو یعنی مقرہ کو قید کرنا نچاہیے فان کان حدھا الرجم رجمت حین وضعت الا اذا لم یکن للمولود من یربیہ فحتی یستغنی پھر اگر حاملہ کی حد رجم ہو تو اُسکو رجم کرنا چاہیے وضع حمل کے وقت مگر جبکہ مولود کا کوئی پالنے والا نہو تو اُسپر رجم نہو یہانتک کہ لڑکا مستغنی ہو یعنی جبکہ دودھ پی چکے روٹی کھانے لگے ولو ادعت الحبل یریھا النساء فان قلن نعم حبسھا سنتین ثم رجمھا اختیار اور اگر زانیہ اپنے حاملہ ہونے کا دعوی کرے تو حاکم اُسکو عورتون کو دکھاوے سو اگر وہ کہین کہ ہان وہ حاملہ ہی تو اُسکو قید رکھے دو سال تک پھر اُسکو پتھر مارے کذا فی الاختیار وان کان الجلد فبعد النفاس لانہ مرض اور اگر حد حاملہ کی کوڑے مارنا ہو تو نفاس کے بعد اقامت حد چاہیے اسواسطے کہ نفاس بیماری ہی اور بیماری مین تا صحت انتظار ہی وشرائط احصان الرجم سبعۃ اور شرائط احصان رجم کے سات ہین یعنی شرائط احصان وہی احصان ہی تو احصان عبارت ہی امور سبعہ مذکورہ سے احصان رجم اسواسطے کہا کہ اُسمین نکاح اور دخول شرط نہین کذا فی النہر الحریۃ شرائط احصان اول آزاد ہونا ہی تو غلام اور لونڈی محصن نہین اسواسطے کہ مملوک نکاح صحیح پر بنفسہ قادر نہین کہ زنا کا محتاج نرہے والتکلیف بعقل وبلوغ اور شرائط احصان ہی مکلف ہونا یعنی عقل وبلوغ مع عقل اور بلوغ دو شرطین ہین تو مجنون اور صغیر محصن نہین بسبب عدم اہلیت عقوبت کے والاسلام اور چوتھی شرط احصان کی اسلام ہی تو کافر محصن نہین اسواسطے کہ اسحٰق بن راہویہ نے اپنی مسند مین ابن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اشرک باللہ فلیس بمحصن یعنی جسنے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ محصن نہین اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک اسلام شرط احصان نہین بدلیل حدیث صحیحین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی و یہودیہ پر رجم کا حکم دیا اُسکا جواب یہ ہی کہ حضرت نے بحکم توراۃ قبل نزول اس آیت کے جسمین کوڑے مارنے کا حکم ہی حکم دیا تھا پھر کوڑون کی آیت نازل ہوئی بلا شرط اسلام پھر رجم کا حکم ہوا بشرط اسلام چنانچہ حدیث سابق اسپر دلیل ہی کذا فی الفتح والوطی اور پانچوین شرط احصان جماع ہی تو جسنے نکاح کیا اور صحبت نہ کی وہ محصن نہین اور مراد جماع سے وہ جماع ہی جس سے غسل لازم آوے یعنی ادخال حشفہ انزال ہوا یا نہو وکونہ بنکاح صحیح حال الدخول اور ہونا جماع کا بنکاح صحیح وقت دخول کے نکاح صحیح کی قید سے نکاح بلا شہود خارج ہو گیا تو ایسے نکاح سے محصن نہوگا اور اس قید سے کہ دخول کے وقت صحت نکاح ہو وہ شخص محصن ہونے سے نکلگیا جسنے عورت کی طلاق اُسکے نکاح پر معلق کی پھر اُس سے نکاح کیا تو یہ نکاح صحیح ہی لیکن اگر اس عورت سے صحبت کریگا بعد نکاح کے تو محصن نہوگا اسواسطے کہ قبل دخول وہ مطلقہ ہو گئی کذا فی النہر وکونہما بصفۃ الاحصان المذکورۃ وقت الوطی فاحصان کل منہما شرط لصیرورۃ الآخر بہ محصنا اور ساتوین شرط احصان کی ہونا زوجین کا وطی کے وقت بصفت احصان جو مذکور ہو چکی تو احصان ہر واحد کا زوجین سے شرط ہی دوسرے شخص کے محصن ہونے کی سبب سے مع وطی کے وقت جمیع شرائط مذکورہ احصان کا جامع ہونا زوج اور زوجہ مین شرط ہی تو زوج کا محصن ہونا زوجہ

کے محصنہ ہونے پر موقوف ہی اور زوجہ کا محصنہ ہونا زوج کے محصن ہونے پر موقوف ہی تو جسنے کتابیہ ذمیہ یا صغیرہ یا مجنونہ سے نکاح کرکے قربت کی تو وہ شخص محصن نہوگا اسواسطے کہ زوجہ بسبب عدم اسلام یا عدم حریت یا عدم تکلیف کے محصنہ نہین اور سبب اسکا یہ ہی کہ نکاح ایسی عورتون کا لائق نفرت ہی تو حصول نعمت علی وجہ الکمال نہوا تو ایسے شخص کا زنا مستحق رجم نہین اور اسیطرح وہ شخص محصن نہین جسنے عورت محصنہ سے قربت کی عدم احصان کی حالت مین اور پھر وہ محصن ہوگیا زنا کے وقت بدلیل مذکور کذا فی الطحطاوی عن البحر فلو نکح امۃ او الحرۃ عبداً فلا احصان الا ان یطاہا بعد العتق تحصل لاحصان بہ لا بما قبلہ حتی لو زنی ذمی بمسلمۃ ثم اسلم لا یرجم بل یجلد تو اگر نکاح کیا آزاد مردنے لونڈی سے یا آزاد عورت نے نکاح کیا غلام سے تو احصان نہین مگر یہ کہ عورت سے وطی کرے زوج اسکا بعد آزاد ہونے کے لونڈی یا غلام کے تو حاصل ہوگا احصان وطی بعد العتق سے نہ قبل عتق کے وطی سے یہانتک کہ اگر کافر ذمی مسلمان عورت سے زنا کرے پھر وہ مسلمان ہو تو اُسپر رجم نہوگا بلکہ کوڑے مارے جاوینگے اسواسطے کہ مرد محصن نہتھا زنا کے وقت اگرچہ عورت محصنہ تھی وبقی شرط آخر ذکرہ ابن الکمال وہو ان لا یبطل احصانہما بالارتداد فلو ارتدا ثم اسلما لم یعد الا بالدخول بعدہ اور باقی رہی ایک اور آٹھوین شرط احصان کی جسکو ابن کمال نے مذکور کیا ہو وہ شرط یہ ہی کہ احصان زوجین کا بسبب ارتداد کے نہ باطل ہوگیا ہو سو اگر دونون مرتد ہو جاوینگے پھر مسلمان ہونگے تو دوبارہ احصان عود نہ کریگا مگر جماع بعد الاسلام سے م ساتھ ہی مرتد ہوتے اور ساتھ ہی مسلمان ہونے سے نکاح باطل نہین ہوتا تو تجدید نکاح کی حاجت نہین اور اگر اسلام بترتیب ہوا تو تجدید نکاح ضرور ہی ولو بطل بجنون او عتہ عاد بالافاقۃ وقیل بالوطی بعدہ اور اگر احصان باطل ہوا جنون یا بیہوشی سے تو احصان پھر ثابت ہوگا بعد صحت کے اور دوسرا قول یہ ہی کہ جماع بعد ازصحت سے عود احصان ہوگا یہ قول اخیر ابو یوسف کا قول ہی وعلم انہ لا یجب بقاء النکاح لبقائہ ای الاحصان فلو نکح فی عمرہ مرۃ ثم طلق وبقی مجرداً و زنی یرجم اور جان رکھ کہ باقی رہنا نکاح کا واسطے بقاء احصان کے واجب نہین تو اگر ایک شخص نے اپنی تمام عمر مین ایکبار نکاح کیا پھر عورت کو طلاق دی یا بعد وطی وہ مرگئی اور مرد مجرد بنا رہا اور اُسنے زنا کیا تو سنگسار ہوگا ونظم بعضہم الشروط فقال ؎ شروط احصان اتت ستۃ فخذ ہا عن النص مستفہما ✤ بلوغ وعقل وحریۃ ✤ ورابعہا کونہ مسلما ✤ وعقد صحیح ووطی مباح ✤ متی اختل شرط فلا یرجما ✤ اور بعضے علمانے شروط احصان کو یون نظم کیا ہی شروط احصان کے چھ ہین سو لے انکو تصریح سے دریافت کرکے ایک بلوغ دوسری عقل تیسری حریت اور چوتھی شرط ہونا اُسکا مسلمان اور پانچوین نکاح صحیح اور چھٹی وطی مباح جبکہ مختل ہوئی کوئی شرط تو سنگسار نہو م اس نظم مین دو شرطین باقی رہ گئین ایک ہونا زوجین کا متصف بصفت احصان وقت دخول کے اور دوسرے نہ باطل ہونا احصان کا ارتداد سے طحطاوی نے کہا کہ اس نظم کو صاحب عدہ نے فاکہانی مالکی سے نقل کیا ہی

باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ

لقیام الشبہۃ لحدیث ادرؤا الحدود بالشبہات ما استطعتم یہ باب ہی اُس وطی کے بیان مین جس سے حد واجب ہوتی ہی اور جس سے حد واجب نہین ہوتی بسبب قائم ہونے شبہہ کے بدلیل اس حدیث کے کہ ٹالو حدود کو بسبب شبہون کے جہانتک کہ تم سے ہوسکے م عنقریب مذکور ہوچکا کہ ابو یعلی کی مسند مین حدیث مرفوع ان الفاظ سے مروی ہی کہ (ادرؤا الحدود ما استطعتم) اور امام اعظم ابو حنیفہ کی مسند مین ابن عباس سے مروی ہی (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادرؤا الحدود بالشبہات) ٹالو حدود کو شبہون سے ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے روایت کی کہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر مین حدود کو بسبب شبہات کے معطل رکھون میرے نزدیک محبوب تر ہی کہ اُنکے شبہات سے اقامت کرون اور معاذ اور عبد اللہ بن مسعود اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ ان حضرات نے کہا کہ جب تجکو شبہہ پڑے حد مین تو ٹال دے ہر چند ابن حزم وغیرہ اہل ظاہر شبہات سے حد ٹالنے کے منکر ہین لیکن چونکہ حدیث مرفوع اور آثار صحابہ کرام سے یہ امر ثابت ہی اور فقہاء امصار کا اُسپر اتفاق اور اجماع ہی تو انکار اُنکا باطل ہی لائق التفات کے نہین کذا فی الفتح القدیر الشبہۃ ما یشبہ الشیء الثابت ولیس بثابت فی نفس الامر شبہہ یعنی وہ کہا وہ چیز ہی جو مشابہ ہی شی ثابت کے حالانکہ وہ نفس الامر مین ثابت نہین یعنی شبہہ عبارت ہی امر غیر واقعی سے جو امر واقعی سے مشابہت

رکھے چنانچہ ولد کی لونڈی اپنی لونڈی کے مشابہ ہی حلت ملک مین ہین اور حالانکہ ولد کی لونڈی واقع مین حلال نہین باپ پر وہی ثلثة انواع شبهة حكمية في
المحل اور شبہہ تین قسم پر ہی ایک شبہہ فی المحل ہی جسکو شبہہ حکمیہ بھی کہتے ہین م محل سے مراد وہ عورت ہی جس سے وطی کی و شبهة في اشتباه في الفعل اور دوسرا شبہہ
فی الفعل جسکو اشتباہ بھی کہتے ہین یعنی فعل وطی مین اشتباہ واقع ہوا و شبهة في العقد والتحقيق دخول هذه في الاوليين محققه اور تیسرا شبہہ فی العقد ہی یعنی نکاح
کا شبہہ اور تحقیق یہ ہی کہ شبہہ عقد کا پہلے دونون شبہون مین داخل ہی کوئی علیحدہ شبہہ نہین اور عنقریب ہم اسکی تحقیق کرینگے فان ادعاها اي الشبهة وبرهن قبل
برهانه وسقط الحد وكذا السيقط ايضا بمجرد دعواها الا في دعوى الاكراه خاصة فلا بد من البرهان لانه دعوى بفعل الغير فيلزم ثبوته بحر سو اگر زانی نے شبہہ کا
دعوی کیا اور برہان سے یعنی گواہون سے ثابت کیا تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور حد اُسپر سے ساقط ہو جاویگی اور اسیطرح سے ساقط ہو گی حد فقط دعوی
بلا برہان سے بھی مگر مخصوص اکراہ کے دعوی مین مجرد دعوی بلا برہان سقط حد نہو گا تو ضرور ہو گا اکراہ کے دعوی مین برہان سے اسواسطے کہ اکراہ غیر کے فعل کا
دعوی ہی تو مدعی پر اُسکا ثابت کرنا لازم ہو گا کذا فی البحر لا حد بلا زم لشبهة المحل اي الملك وتسمى شبهة حكمية اي الثابت حكم الشرع بحله حد لازم نہین شبہہ محل سے یعنے
ملک سے اور شبہہ محل کو شبہہ حکمیہ بھی کہتے ہین شبہہ حکمیہ وہ جسمین محل کی حلت بحکم شرع ثابت ہو م شارح نے تعریف شبہہ حکمیہ کی فتح القدیر سے نقل کی ہی بحذف
مضاف اُسمین یون ہی اي الثابت شبهة حكم الشرع بحل المحل) یعنی شبہہ حکمیہ وہ ہی جسمین محل کی حلت کا شبہہ بحکم شرع ثابت ہو یعنی شبہہ محل مین ثابت ہی بسبب
قائم ہونے اُس دلیل کے جو حرمت محل کی نافی ہی یعنی جب دلیل شرع کو دیکھے قطع نظر مانع سے تو اسکو منافی حرمت کی پائے کذا فی النہر الفائق نے کہا شبہہ محل وہ ہی
جہان محل مین شبہہ ثابت ہو اسطرح کہ محل مین شبہہ ملک پایا جاوے یعنی ملک رقبہ یا ملک وطی اور اُسکو شبہہ حکمیہ کہتے ہین اس اعتبار سے کہ محل کو حکم ملک کا دیا گیا ہی اسلئے
حد نہین اگرچہ فی الحقیقت ملک ثابت نہین طحطاوی نے کہا کہ یہ تقریر خوب واضح ہی وان ظن حرمته شبہہ محل سے حد نہین اگرچہ زانی حرمت محل کا گمان رکھتا ہو یعنی
شبہہ محل مین اسقاط حد کا مدار دلیل شرعی پر ہی نہ زانی کے اعتقاد پر اسواسطے کہ بسبب ثابت ہونے دلیل کے نفس الامر مین شبہہ قائم ہی زانی اُسکو جانے یا نجانے
دونون برابر ہین کذا فی الفتح اب مصنف اور شارح امثلہ شبہہ محل کے مذکور کرتے ہین كوطي امة ولده وولد ولده وان سفل ولو ولده حيا فتح لحديث انت ومالك
لابيك چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی کا جماع یا اپنے پوتے کی لونڈی کا جماع اگرچہ پوتا بچند واسطہ ہو گو کہ بیٹا زندہ ہو تو بھی پوتے پر پوتے کی لونڈی کے وطی سے حد
نہین کذا فی الفتح بدلیل اس حدیث کے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہی م ابن ماجہ نے جابرؓ سے بسند صحیح روایت کی کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ کہ البتہ میرا مال ہی اور میرا بیٹا ہی اور
میرا باپ مال کو مانگتا ہی حالانکہ وہ میرے مال کا محتاج نہین حضرت صلعم نے فرمایا کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہی اور اس مضمون کی حدیث طبرانی اور بیہقی نے بھی
روایت کی ہی مع القصة الطويلة کذا فی فتح القدیر اس حدیث کی دلیل سے معلوم ہوا کہ ولد کا مال والد کا مال ہی تو اُسکی لونڈی کی وطی کی حلت کا شبہہ ثابت ہو گیا
بملک یمین اگرچہ واقع مین بنظر اور دلائل شرعیہ کے اُسکی حلت ثابت نہین ومعتدة الكنايات ولو خلعا خلا عن مال و ان نوى بها ثلثا نهر لقول عمر رضي الله عنه الكنايات
رواجع اور چنانچہ کنایات طلاق کے معتدہ کی وطی سے حد نہین اگرچہ عدت خلع بلا مال کی ہو گو کہ کنایات سے تین طلاق کی نیت کی ہو کذا فی النہر بدلیل قول عمرؓ کے
کہ کنایات رواجع ہین یعنی کنایات سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہی م قول مذکور سے شبہہ حلت وطی کا پیدا ہوا اگرچہ مختار علی مرتضی کا قول ہی کہ کنایات سے طلاق
باین واقع ہوتی ہی اور خلع بلا مال مین اسواسطے حد نہین کہ اُسکے بائن ہونے مین صحابہ مختلف ہین کذا فی البحر عن جامع النسفی اور فتح القدیر مین خلع بلا مال کو شبہہ حکمیہ
مین داخل نہین کیا تو ظاہرا اسمین دو قول ہین کذا فی الطحطاوی ووطي البائع الامة المبيعة والزوج الامة المهورة قبل تسليمها المشتري وزوجة وكذا بعده في
الفاسد اور چنانچہ وطی کرنا بائع کا بیچی ہوئی لونڈی سے قبل تسلیم مشتری کے اور وطی زوج کی اُس لونڈی سے جسکو زوجہ کے مہر مین مقرر کیا قبل تسلیم زوجہ کے
اور اسیطرح نکاح فاسد مین بھی بعد تسلیم کرنے زوجہ کے بھی حد ساقط ہی ووطي الشريك اي احد الشريكين الجارية المشتركة ووطي جارية مكاتبه وعبده
الماذون له وعليه دين محيط بماله ورقبته زيلعي اور وطی شریک کی یعنی دو شریکون مین سے ایک شریک کا وطی کرنا مشترک لونڈی کا اور اپنے مکاتب کی

لونڈی کی وطی اور اپنے عبد ماذون فی التجارۃ کی لونڈی کی وطی مسقط حد ہو اور حالانکہ اُس عبد پر اتنا دین ہو جو اُسکے مال اور اُسکی ذات کو محیط ہو کذا فی الزیلعی
اور اگر عبد مدیون نہو گا تو بطریق اولی حد نہین م مشترک لونڈی کی ملک کا شبہہ تو ظاہر ہو اور مکاتب اور عبد ماذون کے مال مین حق ہو مولی کا تو اُسکے حق
مین شبہہ ملک البتہ ثابت ہو و وطی جاریۃ من الغنیمۃ لعبد الاحراز بدار نا او قبلہ اور وطی غنیمت کی لونڈی کی بعد لے آنے دار الاسلام کے یا قبل تے آنے کے م غازیون
کا حق بعد استیلا کے ثابت ہو تو شبہہ ملک کا پیدا ہوا اور ظاہر امر او یہ ہو کہ وطی اُسکی قبل قسمت کے ہوئی اور بعد قسمت کے وطی سے حد لازم ہوگی بسبب متعین ہو جانے مالک کے
کذا فی الطحطاوی م وطی جاریۃ قبل الاستبراء او التی فیہا خیار للمشتری التی ہی اختہ رضاعا اور حد نہین خریدی کی لونڈی کی وطی سے قبل استبراء کے اور اُس لونڈی کی وطی سے جسکے خرید
مین ہنوز اختیار باقی ہو مشتری کو اور اُس لونڈی کی وطی سے جو مولی کی رضاعی بہن ہو م اور اگر بائع کو خیار ہو تو بطریق اولی حد واجب نہین اور یہی حکم ہو جب کہ بائع اور
مشتری دونون کو خیار ہو یا مرد اجنبی کو خیار ہو و زوجۃ حرمت بردتہا او مطاوعتہا لابنہ او جماعہ لامہا او بنتہا لان من الائمۃ من لم یحرم بہ اور حد نہین اُس زوجہ
کی وطی سے جو حرام ہو گئی زوج پر بسبب اپنے ارتداد کے یا زوج کے ولد کے جماع سے راضی ہو گئی یا اُس زوجہ کی وطی سے جو حرام ہو گئی بسبب جماع
کرنے زوج کے اُسکی مان یا اُسکی بیٹی سے اسواسطے کہ بعضے امام اُسکی حرمت کے قائل نہین م یہ تعلیل متعلق ہو ارتداد اور اُسکے مابعد سے کتاب النکاح مین
مذکور ہو چکا کہ مشائخ بلخ نے ارتداد زوجہ سے عدم فرقت کا فتوے دیا ہو اور باقی صورتون مین امام شافعی کا خلاف ثابت ہو بہر صورت شبہہ پیدا ہونے
سے حد ساقط ہو گئی وغیر ذلک کما لا یخفے علے المتتبع فدعوے الحصر فی ستۃ مواضع ممنوع اور سوا ان اسئلہ مذکورہ کے شبہہ محل کی اور بھی مثالین ہین چنانچہ
کتب فقہ کے دیکھنے والے پر یہ امر مخفی نہین تو دعوی حصر کا چھ مکانون مین ممنوع ہو م یہ تعریض ہو صاحب درر پر ہر چند صاحب درر نے دعوی حصر کا
نہین کیا مگر ظاہر کلام حصر پر دلالت کرتا ہو اسواسطے کہ شمار کرنا بیان کے مقام مین قرینہ ہو حصر کا کذا فی المنح ولا حد ایضا بشبہۃ الفعل وتسمی شبہۃ اشتباہ ای شبہۃ فی حق
من حصل لہ اشتباہ اور حد نہین شبہہ فعل سے بھی اور اُسکو شبہہ اشتباہ بھی کہتے ہین یعنے شبہہ اُسکے حق مین ثابت ہو جسکو دھوکا پڑا حلت مین م شبہہ فعل کو شبہہ
مشابہت بھی بولتے ہین ان ظن حلہ العبرۃ لدعوی الظن وان لم یحصل لہ الظن شبہۃ فعل سے اُسوقت حد ساقط ہوگی اگر زانی نے حلت وطی کا گمان کیا ہو اور
اعتبار ہو ظن کے دعوی کرنیکا اگرچہ فی الواقع اُسکو ظن نہ حاصل ہوا ہو ولو ادعاہ احدہما فقط لم یحدا حتی یقرا جمیعا بعلمہا بالحرمۃ نہر اور اگر مرد اور عورت مین
سے فقط ایک نے ظن حلت کا دعوی کیا تو دونون پر حد نہ ماریجاویگی یہانتک کہ دونون ملکر اپنے علم بالحرمۃ کا اقرار کرین کذا فی النہر یعنی شبہہ اشتباہ مین
اُسوقت دونون پر حد ماریجاویگی جب دونون زنا کا اقرار کرین اسطرح پر کہ ہمنے حرام جانکر زنا کیا اب شبہہ اشتباہ کی مثالین مذکور ہوتی ہین کوطی امۃ ابویہ وان
علیا ثمنی چنانچہ اپنے والدین کی لونڈی سے جماع کرنا اگرچہ والدین اور کے ہون کذا ذکرہ الشمنی یعنی دادا دادی کی لونڈی یا پردادا پردادی کی لونڈی سے جماع کرنا بھی
مسقط حد ہو اسواسطے کہ اتصال املاک بین الاصول والفروع سے یہ گمان ہوتا ہو کہ ولد کو والدین کی لونڈی کے جماع مین لایت ہو چنانچہ باپ کو بیٹے کی لونڈی پر ولایت ہو
کذا فی المنح ومعتدۃ الثلث ولو جملۃ اور چنانچہ تین طلاق کی عدت والی سے جماع کرنا اگرچہ طلقات ثلثہ یکبارگی واقع ہو گئی ہون م اگرچہ مطلقہ ثلثہ کی حرمت قطعی ہو
لیکن بقاء بعض احکام نکاح سے مانند وجوب نفقہ اور سکنی اور منع خروج اور ثبوت نسب وغیرہا سے ظن حلت کا شبہہ پڑ سکتا ہو موضع اشتباہ مین کذا فی المنح وامۃ
امرأتہ وامۃ سیدہ اور چنانچہ اپنی زوجہ کی لونڈی سے یا اپنے مولی کی لونڈی سے جماع کرنا م حقتعالی نے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو حضرت خدیجہ رض کے مال سے
غنی فرمایا چنانچہ ارشاد کیا (ووجدک عائلا فاغنی) اس آیت سے شبہہ پڑ سکتا ہو کہ زوج کو زوجہ کے مال مین تصرف کا اختیار ہو اور غلام محتاج ہو اپنے مولی کے مال کا تو اگر زوج یا
غلام کو شبہہ حلت کا پڑے تو معذور قرار دیا جاویگا ووطی المرتہن الامۃ المرہونۃ فی روایۃ کتاب الحدود وہی المختارۃ زیلعی اور چنانچہ جماع کرنا مرتہن کا مرہونہ
لونڈی سے مسقط حد ہو کتاب الحدود کی روایت مین بشرط ظن حلت اور یہی روایت مختار ہو کذا فی شرح زیلعی م جب مرتہن نے کہا کہ مین مرہونہ لونڈی کی حرمت
جانتا تھا اور اُس سے جماع کیا تو اُسمین دو روایتین ہین سو کتاب الرہن کی روایت مین اُسپر حد نہین تو یہ مسئلہ شبہۃ المحل کے فروع سے ہوگا اور کتاب الحدود کی روایت

ین حد واجب ہی ہدایہ مین کہا کہ یہی قول اصح ہو اور شرح زیلعی مین کہا یہی قول مختار ہو کذا فی المنح اسواسطے کہ مرہونہ پر مرتہن کی ملکیت تصرف کی ہونا موہم ہو جماع
مرہونہ کی حلت کا کذا فی الطحطاوی وفی الہدایۃ المستعیر للرہن کالمرتہن اور ہدایہ مین ہو گرو رکھنے کے واسطے لونڈی کا عاریت مانگنے والا مرتہن کے برابر ہو حکم مین یعنی اگر
مستعیر لونڈی سے بگمان حلت جماع کریگا تو قول مختار مین اُسپر حد نہین چلبی نے کہا کہ للرہن کا لام تعلیل کا ہو تو مطلب یہ ہوا کہ لونڈی کو رہن رکھنے کے واسطے عاریت
لیا اور یہ لام تعدیہ کا نہین تا یہ مطلب ہو کہ مرہونہ لونڈی کو مرتہن سے عاریت لیا وینبغی حکم المستاجرۃ والمغصوبۃ اور مستاجرہ اور مغصوبہ لونڈی کا حکم آگے آویگا وینبغی
ان الموقوفۃ علیہ کالمرہونۃ نہر اور نہر الفائق مین کہا کہ لائق یون ہو کہ موقوف علیہ لونڈی مرہونہ کے مانند ہو حکم مین یعنی بگمان حلت اُسکی وطی سے حد نہین و
معتدۃ الطلاق علی مال وکذا المختلعۃ علی الصحیح بدائع اور چنانچہ طلاق بعوض مال کے عدت والی سے جماع کرنا اور اسیطرح مختلعہ سے جماع کرنا بنا بر قول صحیح
کے کذا فی البدائع اسواسطے کہ مطلقہ بعوض مال کی حرمت بالاجماع ثابت ہو مانند مطلقہ ثلثہ کے کذا فی المنح تو بدون ظن حلت کے حد ساقط نہوگی و
معتدۃ الاعتاق والحال انہا ام ولدہ اور چنانچہ اعتاق کی عدت والی سے جماع کرنا حالانکہ وہ ام ولد ہو مولی کی اسواسطے کہ اسکی بھی حرمت بالاجماع ثابت
ہو لیکن اشتباہ حلت ہوسکتا ہو بقاء عدت کے سبب سے کذا فی المنح والواطی ان ادعی النسب ثبت فی الاولی ای شبہۃ المحل لا فی الثانیۃ ای شبہۃ الفعل
المتمحضۃ زنا الا فی المطلقۃ ثلثا بشرطہ بان تلد لاقل من سنتین لا لاکثر الا بدعوۃ کما مر فی بابہ وکذا المختلعۃ والمطلقۃ بعوض بالاولی عنایۃ اور جماع کرنے والا
اگر ولد کے نسب کا دعوی کرے تو پہلے شبہہ مین یعنے شبہۃ المحل مین نسب ثابت ہوگا نہ ثابت ہوگا نسب دوسرے شبہہ مین یعنی شبہۃ الفعل مین اُسکے خالص زنا
ہونے کے سبب سے اور حد جو ساقط ہوگئی سو اشتباہ کے سبب سے مگر مطلقہ ثلثہ مین البتہ بلا دعوت نسب ثابت ہو اُسکی شرط کے پائے جانے سے اسطرح پر کہ مطلقہ
مذکورہ دو سال سے کمتر مدت مین جنی ہو نہ زیادہ دو سال سے کہ زیادتی مین نسب ثابت نہین مگر بدعوت چنانچہ بیان اسکا ثبوت النسب کے باب مین مذکور ہوچکا اور
اسیطرح مختلعہ اور مطلقہ بعوض مال کے ولد کا نسب بطریق اولی ثابت ہو کذا فی النہایۃ اسواسطے کہ خلع اور طلاق بعوض مال تین طلاق سے کمتر ہو کذا فی الطحطاوی
پھر جب اکثر مین ثبوت نسب ہوا تو اقل مین بطریق ادنی ہوگا طلاق اور خلع مین اسواسطے نسب ثابت ہوا کہ اسین شبہۃ العقد ہو بخلاف باقی مواضع شبہۃ الفعل کے
کہ وہان شبہہ عقد کا نہین کذا فی المنح عن البحر والا فی وطی امراۃ زفت الیہ وقال النساء ہی زوجتک ولم تکن کذلک معتمدا خبرہن فیثبت نسبہ بالدعوۃ بحر
اور نسب ثابت نہین ہوتا شبہۃ الفعل مین مگر اُس عورت کی وطی مین جو بیوہ بنائی گئی مرد کے پاس اور عورتون نے کہا کہ یہ تیری زوجہ ہو اور حالانکہ وہ اُسکی زوجہ نہین
بشرطیکہ مرد نے عورتون کی خبر پر اعتماد کیا ہو تو اُسوقت مین اُسکا نسب ثابت ہوگا دعوت سے کذا فی البحر ولا حد ایضا بشبہۃ العقد ای عقد النکاح عندہ ای
الامام کوطی محرم نکحہا اور حد نہین شبہۃ العقد سے یعنی عقد نکاح کے شبہہ سے امام اعظم کے نزدیک چنانچہ اُس محرم سے وطی کرنا جس سے نکاح کیا محرم کو مطلق کہا تو
محرم نسبی اور محرم سببی اور محرم رضاعی کو شامل رہا ہرچند امام کے نزدیک بسبب شبہہ عقد کے حد نہین لیکن بنا بر سیاست کے اُسپر سخت تعزیر اور ضرب شدید واجب
ہو اگر اُسکو حرمت محارم کا علم ہو وقالا ان علم بالحرمۃ حد وعلیہ الفتوی خلاصۃ اور صاحبین نے کہا اگر واطی حرمت محارم کی جانتا ہو تو حد مارا جاوے اور اسی پر
فتوی ہو کذا فی الخلاصۃ لکن المرجح فی جمیع الشروح قول الامام فکان الفتوی علیہ اولی قالہ قاسم فی تصحیحہ لیکن تمام شروح مین قول امام کا ترجیح دیا گیا ہو
تو اُسی پر فتوی بہتر ہو یہی کہا ہو شیخ قاسم نے اپنی تصحیح مین لکن فی القہستانی عن المضمرات علی قولہما الفتوی فی المتون لیکن قہستانی مین مضمرات سے منقول
ہو کہ صاحبین کے قول پر فتوے ہو متون مین م یہ استدراک ہو شیخ قاسم کے جمیع شروح کے قول پر اسواسطے کہ مضمرات بھی شرح ہو تو عموم جمیع
شروح کا نہ ثابت ہوا وحرر فی الفتح انہا من شبہۃ المحل وفیہا ثبت النسب کما مر اور فتح القدیر مین تحریر کیا کہ شبہۃ العقد شبہۃ المحل مین داخل
ہو اور اسمین نسب ثابت ہوتا ہو چنانچہ مذکور ہوچکا و وطی فی نکاح بغیر شہود لا حد لشبہۃ العقد اور نکاح بلا شہود کے جماع کرنے مین حد نہین بسبب
شبہہ عقد کے وفی المجتبی تزوج بمحرمۃ او منکوحۃ الغیر او معتدتہ و وطیہا ظانا الحل لا یحد ولیعزر وان ظانا الحرمۃ فکذلک عندہ خلافا لہما انتہی ان

تقسیمہا ثلثۃ اقسام قول الامام اور مجتبی مین ہو کہ نکاح کیا مرد نے اپنی محرم عورت سے یا غیر کی منکوحہ سے یا اپنی عدت والی سے اور اُس سے جماع کیا
حلال گمان کرکے تو اُسپر حد نہ ماریجاویگی اور تعزیر دیجاویگی اور اگر اُسنے حرام جانکر وطی کی تو اُسیطرح اُسپر بھی حد نہین امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے
کہ اُنکے نزدیک اُسپر حد ہو تو اس تقریر سے ظاہر ہوگیا کہ شبہہ کو تین قسم پر تقسیم کرنا یعنی شبہۃ المحل اور شبہۃ الفعل اور شبہۃ العقد یہ قول ہو امام کا م حلبی نے کہا اگر تقسیم
من حیث الحکم مراد ہو تو سب کے نزدیک شبہہ دو ہی قسم ہو غایۃ الامر یہ ہو کہ شبہۃ العقد کا حکم امام کے نزدیک شبہۃ المحل کا حکم ہو اور صاحبین کے نزدیک شبہۃ الفعل
کا حکم ہو اور اگر تقسیم من حیث المفہوم مراد ہو تو بھی شبہہ دو ہی قسم ہو اسواسطے کہ بعضا شبہۃ العقد شبہۃ الفعل مین داخل ہو چنانچہ مسئلہ ثلث اور بعضا شبہۃ المحل مین
داخل ہو چنانچہ مسئلہ متن کا وحد بوطی امۃ اخیہ وعمہ وسائر محارمہ سوے الولاد لعدم البسوطۃ اور حد ماریجاوے اپنے بھائی کی لونڈی اور چچا کی لونڈی کی
وطی سے اور سواے ولادت کے باقی محارم کی لونڈیون کی وطی سے بسبب عدم انبساط کے یعنی بھائی یا چچا وغیرہما کے مال مین توسع اور بے تکلفی جاری
نہین چنانچہ باپ اور بیٹے کے مال مین جاری ہو ولہذا ظن حلت اور حرمت یہان برابر ہو وبوطی امرأۃ وجدت علی فراشہ فظنہا زوجتہ ولو ہو اعمی
لتمیزہ بالسوال الا اذا دعاہا فاجابتہ قائلۃ انا زوجتک او انا فلانۃ باسم زوجتہ فواقعہا لان الاخبار دلیل شرعی حتی لو اجابتہ بالفعل ولم یقل حد اور حد ماریجاویگی
اُس عورت کے جماع سے جو پائی گئی مرد کے بستر پر سو اُسنے گمان کیا کہ وہ اُسکی زوجہ ہو اگرچہ وہ شخص اندھا ہو تو بھی حد ہو بسبب امتیاز حاصل کرسکنے اندھے
کے سوال کرکے مگر جبکہ اُسنے عورت کو بلایا سو اُسنے جواب دیا اُسکو یون کہکر کہ مین تیری جورو ہون یا مین فلانی ہون اُسکی جورو کا نام لیکر پھر اُسنے اُس سے
جماع کیا تو اندھے پر حد نہین اسلیے کہ خبر دینا دلیل شرعی ہو یہانتک کہ اگر عورت اجابت فعلی کریگی یعنی جماع پر قادر کریگی یا فقط ہان کہیگی تو مرد پر حد ماریجاویگی
م بستر پر عورت کے پانے سے اسواسطے حد ہو کہ بعد طول صحبت کے اپنی زوجہ کا امتیاز کرلینا مرد پر مخفی نہین ہوسکتا لہذا ظن حلت یہان مستند بدلیل نہین
بخلاف شب زفاف کے جب عورتون نے غیر عورت کو کہا کہ یہ تیری جورو ہو وذمیۃ عطف علی ضمیر حد وجاز للفصل زنی بہا حربی مستامن اور حد ماریجاوے
ذمیہ عورت پر جس سے مستامن حربی نے زنا کیا شارح نے کہا ذمیہ کا لفظ حد کی ضمیر پر معطوف ہو اور عطف اسم ظاہر کا ضمیر متصل پر بلا اعادہ ضمیر جائز ہو بسبب جدائی
واقع ہونے کے اور عدم جواز در صورت عدم فصل ہو وحد ذمی زنی بحربیۃ مستامنۃ فلا یحد الحربی فی الاولی والحربیۃ فی الثانیۃ والاصل عند الامام الحدود کلہا
لا تقام علی مستامن الا حد القذف اور حد ماراجاوے مرد ذمی جسنے حربیہ مستامنہ سے زنا کیا نہ حد واقع ہوگی مرد حربی پر پہلی صورت مین اور نہ حربیہ
عورت پر دوسری صورت مین اور قاعدہ امام اعظم کے نزدیک یہ ہو کہ جمیع حدود کی اقامت نہین ہوتی مستامن پر سواے حد قذف کے ولا یحد بوطی بہیمۃ
بل یعزر وتذبح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع بہا حیۃ ومیتۃ مجتبی اور نہ حد ماریجاوے جانور کے جماع سے بلکہ اُسکو تعزیر دیجاوے اور جانور ذبح کیا جاوے پھر جلایا جاوے
اور مکروہ ہو فائدہ لینا اُسکے جیتے اور مرتے کذا فی المجتبی م ذبح کرنا جانور کا واجب نہین بلکہ مستحب ہو تاکہ اس فعل قبیح کی جس سے طبع سلیم نفرت کرتی ہو گفتگو منقطع
ہوجاوے یہ جلانا اُسوقت ہو جب جانور فاعل کا ہو اور اگر غیر کا ہو تو اُسکو اختیار ہو کہ قیمت لیکر فاعل کو جانور دیدے ڈالے کذا فی المنح وفی النہر الظاہر انہ یطالب
ندبا لقولہم یضمن بالقیمۃ اور نہر الفائق مین ہو کہ ظاہر یہ ہو کہ مالک جانور کا جانور کے دینے پر مطالبہ کیا جاوے بطریق استحباب کے بدلیل قول فقہا کے کہ
جانور مضمون بالقیمۃ ہو م طحطاوی نے کہا کہ ضمان قیمت دلیل استحباب نہین اور یہ عبارت نہر الفائق مین بھی نہین بلکہ اُسکی عبارت یون ہو فان کانت الدابۃ
لغیرہ امر صاحبہا ان یدفعہا الیہ بالقیمۃ ثم تذبح والظاہر انہ تطالب ہی بالدفع علی وجہ الندب ولذا قال فی الخانیۃ کان لصاحبہا ان یدفعہا الیہ بالقیمۃ یعنی اگر
جانور غیر شخص کا ہو تو اُسکے مالک کو حکم کیا جاوے کہ جانور فاعل کو دے ڈالے قیمت لیکر پھر وہ ذبح کیا جاوے اور ظاہر یہ ہو کہ مالک مطالب بالدفع علی وجہ
الاستحباب ہو اور اسی واسطے خانیہ مین کہا ہو کہ اُسکے مالک کو اختیار ہو کہ جانور اُسکو دیوے قیمت لیکر ولا یحد بوطی اجنبیۃ زفت الیہ وقیل ہی زوجتک وعلیہ مہرہا بذلک قضی عمر رضی اللہ عنہ وبالعدۃ اور حد نہ ماری جاویگی اجنبی عورت سے جماع
کاف فی کل ما عمل فیہ لقول النسا بحرہی عرسک وعلیہ مہرہا بذلک قضی عمر رضی اللہ عنہ وبالعدۃ اور حد نہ ماری جاویگی اجنبی عورت سے جماع

سے جو شب زفاف مین پہونچائی گئی ہو مرد کے پاس اور کہا گیا کہ یہ تیری زوجہ ہو اور مرد پر مہر عورت کا واجب ہو یعنی مہر مثل اسکا حکم کیا عمر فاروق نے
اور عدت کا شارح کہتا ہو خبر دینا ایک عورت کا کافی ہو جہان عورتون کے قول پر عمل کیا جاتا ہو یعنی اگر ایک عورت بھی کہیگی کہ یہ تیری زوجہ ہو تو حد ساقط ہو
اسواسطے کہ ابتداے ملاقات مین امتیاز اپنی زوجہ کا غیر عورت سے نہین ہوتا تو مقام ہو اشتباہ کا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہ حکم عمر فاروق سے نقل کیا حالانکہ
بحر الرائق وغیرہ مین یہ حکم علی مرتضی سے ثابت ہو او لوطی فی دبر وقالا ان فعل فی الاجانب حد وان فی عبده او امته او زوجته فلا حد اجماعا بل یعزر وقال فی الدرر
بنحو الاحراق بالنار وهدم الجدار والتنكيس من محل مرتفع باتباع الاحجار وفی الحاوی والجلد واصح یا وطی مقعد سے حد نہین امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ اگر یہ
فعل اجانب مین کیا تو حد ماریجاویگی اور اگر اپنے غلام یا لونڈی یا زوجہ سے کیا تو باجماع امام اور صاحبین کے حد نہین بلکہ تعزیر دیا جاوے اور درر مین کہا
کہ تعزیر دیا جاوے مانند آگ سے جلا دینے کے اور اسپر دیوار ڈھا دینے اور اونچے مقام سے اوندھا گرا دینے سے پتھرون کے ساتھ ڈھلکا کر اور حاوی
مین ہو کہ امور ثلثہ مذکورہ سے کوڑے مارنے کی تعزیر صحیح تر ہو هم صاحبین کے نزدیک لواطت مین حد ہو اس دلیل سے کہ لواطت مانند زنا ہو اسواسطے کہ محل شہوت
مین شہوت رانی اور آب ریزی ہو بوجہ حرمت اور امام اعظم کے نزدیک لواطت درحقیقت زنا نہین ولہذا صحابہ کرام اسکی جزا مین مختلف ہین کسی نے آگ سے
جلانا اور کسی نے اسپر دیوار کا ڈھانا اور کسی نے مکان بلند سے پتھرون کے ساتھ گرانا تجویز کیا اور اسمین معنی زنا موجود نہین اسواسطے کہ اضاعت اور اشتباہ
انساب نہین تو اگر لغت عرب مین لواطت زنا ہوتی یا معنی زنا تو صحابہ کرام کہ اہل لسان تھے اسکے موجب مین مختلف نہوتے بلکہ بحد زنا تجویز فرماتے اور یہ
جو ابن عباس سے سنن ابو داود اور ترمذی اور ابن ماجہ مین حدیث مرفوع مروی ہو کہ جسکو تم قوم لوط کا عمل کرتے دیکھو تو فاعل اور مفعول کو قتل کر دو تو یہ
حکم بطریق سیاست ہو نہ بطور حد کذا فی الفتح ملخصا وفی الفتح یعزر ویسجن حتی یموت او یتوب ولو اعتاد اللواطة قتله الامام سیاسة قلت وفی النهر معزیا للبحر التقیید بالامام
یفهم ان القاضی لیس له الحكم بالسیاسة اور فتح القدیر مین ہو کہ لواطت کرنے والا تعزیر دیا جاوے اور قید کیا جاوے یہانتک کہ مر جاے یا توبہ کرے اور
اگر اسکو لواطت کی عادت پڑ گئی ہو تو امام یعنی سلطان اسکو قتل کرے بطریق سیاست کے شارح کہتا ہو اور نہر الفائق مین بحر الرائق سے منقول ہو کہ امام کی
تقیید اسکی مفهم ہو کہ قاضی کے واسطے حکم سیاست کا نہین هم بحر الرائق مین یہ مسئلہ بطریق بحث کے ہو نہ بطور منصوص کے علاوہ اسکے امام کے واسطے خصوصیت
قتل اس جزئی سے لازم نہین تخصیص جمیع جزئیات سیاست کے واسطے امام کے اور معین الحکام مین مذکور ہو کہ اکثر جزئیات سیاست مین قاضی کو اختیار
ہو کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا وفی الجوهرة الاستمناء حرام وفیه التعزیر ولو مكن امرأته او امته من العبث بذكره حتی انزل كره ولا شیء
علیه اور جوہرہ مین ہو کہ زلق مار کر منی نکالنا حرام ہو اور اسمین تعزیر ہو اور اگر مرد نے قادر کیا اپنی زوجہ یا لونڈی کو اپنے آلہ تناسل سے عبث کرنے
کا یہانتک کہ انزال ہوا تو یہ مکروہ ہو اور اسپر کچھ نہین نہ حد نہ تعزیر ولا تکون اللواطة فی الجنة علی الصحیح لانه تعالی استقبحها وسماها خبیثة والجنة منزهة عنها فتح
اور لواطت نہ ہوگی بہشت مین بنا بر صحیح قول کے اسواسطے کہ حق تعالی نے اسکو قبیح فرمایا اور قرآن مجید مین اسکا خبیث نام رکھا اور بہشت پاک ہو
خباثت سے کذا فی الفتح وفی الاشباه حرمتها عقلیة فلا وجود لها فی الجنة وقیل سمعیة فتوجد وقیل یخلق الله تعالی طائفة نصفهم الاعلی کالذکور والاسفل
کالاناث والصحیح الاول اور اشباہ مین ہو کہ حرمت لواطت کی عقلی ہو تو اسکا وجود نہین جنت مین اور قول ضعیف یہ ہو کہ حرمت اسکی سمعی ہو تو اسکا
وجود جنت مین ہوگا اور بعضون نے کہا کہ پیدا کریگا اللہ تعالی ایک گروہ کو انکا بدن نصف اعلی مردون کے مانند ہوگا اور نصف اسفل
عورتون کے مانند ہوگا اور صحیح پہلا قول ہو هم فتوحات مکیہ مین مذکور ہو کہ اہل جنت کے دبر نہ ہوگی اس لیے کہ دنیا مین دبر مخلوق ہوئی واسطے
دفع براز کے اور جنت نجاسات کا مکان نہین حموی نے کہا تو اس صورت مین لواطت کا ہر حال مین وجود نہین جنت مین کذا فی الطحطاوی وفی البحر
حرمتها اشد من الزنا لحرمتها عقلا وشرعا وطبعا والزنا لیس بحرام طبعا وتزول حرمته بتزوج وشراء بخلافها وعدم الحد عنده لا لخفتها بل للتغلیظ لانه مطهر

علی قول اور بحر الرائق مین ہی کہ حرمت لواطت کی سخت تر ہی زنا سے بسبب حرام ہونے لواطت کے عقلاً اور شرعاً اور طبعاً اور حرمت عقلی سے یہ
مراد کہ عقل مظہر اور مبین ہی حرمت کی نہ مثبت اور مثبت حقیقت مین شرع ہی تو اسناد تحریم کی عقل اور طبع کی طرف اسناد مجازی ہی کذا فی الطحطاوی
اور زنا حرام نہین باعتبار طبیعت انسانی کے بلکہ فقط عقلاً اور شرعاً حرام ہی اور حرمت اُسکی زائل ہو جاتی ہی عورت کے نکاح اور خرید کرنے سے یعنی زنا
کی حرمت دائمی نہین بخلاف لواطت کے کہ اُسکی کسی طرح زوال پذیر نہین اور لواطت مین حد کا نہونا امام کے نزدیک اس جہت سے نہین کہ اُسکی حرمت
خفیف ہی بلکہ بسبب تغلیظ اور تشدید کے ہی اسلیے کہ حد پاک کرتی ہی گناہ سے بموجب ایک قول کے وفی المجتبی یکفر مستحلها عند الجمهور اور مجتبی مین ہی کہ لواطت
کا حلال جاننے والا کافر ہی اکثر علما کے نزدیک ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ تکفیر مقید بغیر مملوکہ ہی اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مستحل اُسکا کافر نہین اگرچہ اُسنے گناہ
عظیم کا ارتکاب کیا او زنی فی دار الحرب والبغی الا اذا زنی فی عسکر لامیره ولایة الاقامة ہدایہ یا زنا کیا دار الحرب مین یا دار البغی مین تو اُسپر حد نہین مگر جبکہ اُسنے
زنا کیا اُس لشکر اسلام مین جسکے سردار کو ولایت ہی اقامت حد کی تو البتہ اُسپر حد ہی کذا فی الہدایہ ہم ولایت اقامت حد کی خلیفہ کو ہی یا امیر بلاد کو نہ امیر لشکر کو کہ اُسکا
اختیار فقط تدبیر جنگ مین ہی نہ اقامت حدود مین دار الحرب وغیرہ مین حد نہ ہو اسواسطے نہین کہ وہان ولایت امام کی منقطع ہی ولا حد بزنا غیر مکلف بمکلفة مطلقا
لا علیه ولا علیها اور حد نہین مرد غیر مکلف کے زنا کرنے سے ساتھ عورت مکلفہ کے مطلقاً نہ مرد نہ عورت پر ہم غیر مکلف جیسے نابالغ اور مجنون اور عورت
پر اسواسطے حد نہین کہ فعل مرد کا اصل ہی زنا مین اور عورت اُسکی تابع ہی اور ممتنع ہونا حد کا اصل مین موجب ہی امتناع حد کا تابع مین وفی عکسه حد فقط اور اسکے بالعکس
مین یعنی مرد مکلف کے زنا مین ساتھ غیر مکلف کے فقط مرد پر حد ہی جاویگی نہ صغیرہ اور مجنونہ پر ولا حد بزنا المستاجرة له ای الزنا اور حد نہین اُس عورت کے ساتھ
زنا کرنے سے جسکو زنا کے واسطے اجارہ لیا ہم یعنی اگر عورت سے مرد نے یون کہا کہ مین تجکو زنا کے واسطے اجارہ لیتا ہون یا اسقدر درہم لے تاکہ مین تجھے
قربت کرون تو اُسپر حد نہین امام کے نزدیک اسواسطے کہ عقد اجارہ مورث شبہہ ہی طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ بموجب قول امام کے اگرچہ حد نہین لیکن
مرد اور عورت پر سخت تعزیر لازم ہی اور صاحبین اور شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک حد واجب ہی اسواسطے کہ عقد اجارہ سے وطی مباح نہین ہوتی تو خالص زنا رہا
والحق وجوب الحد کالمستاجرة للخدمة فتح اور واجب ہونا حد کا اجارہ زنا مین حق ہی جیسے مستاجرہ خدمت سے زنا کرنے مین بالاتفاق حد واجب ہی کذا فی الفتح فتح
القدیر مین کافی سے منقول ہی اگر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجکو اتنا مہر دیا تا مین تیرے ساتھ زنا کرون تو حد واجب نہین اور اسیطرح استیجار
اور عطا در اہم واسطے وطی کے اور ان سب صورتون مین حق یہ ہی کہ حد واجب ہی اسواسطے کہ باعتبار معنی اور حقیقت کے کتاب اللہ سکے معارض ہی حق تعالی فرماتا
ہی الزانیة والزانی فاجلدوا) اسواسطے کہ لفظ مہر یا اجرت حقیقت زنا کو نہین مٹاتا انتہی ملخصا ولا بالزنا باکراہ اور حد نہین جبر اور زبردستی کی زنا سے خواہ جبر سلطان کی طرف
سے ہو یا غیر سلطان سے اور یہی مذہب ہی صاحبین کا اور اسی پر فتوی ہی اور امام کے نزدیک سلطان کے جبر سے حد ساقط ہی نہ غیر کے جبر سے علمانے کہا کہ یہ اختلاف
امام اور صاحبین کا باعتبار اختلاف حال زمانہ ہی یعنی امام کے زمانے مین غیر سلطان اکراہ پر قادر نہ تھا بخلاف عہد صاحبین کے کہ اکثر متغلبین کو قدرت اکراہ حاصل
تھی کذا فی النہر ولا باقرار احدهما ان انکر الآخر للشبهة اور حد نہین ایک کی اقرار زنا سے اگر دوسرا منکر ہو زنا کا بسبب شبہہ کے ہم اقرار سے مراد چار بار کا
اقرار ہی اور انکار یہ کہ کہے مین نے مطلق نہین زنا کیا یا نکاح کا دعوے کرے خواہ مقر یا منکر مرد ہو یا عورت ہر صورت حد ساقط ہی اسواسطے کہ زنا فعل مشترک
ہی بدون دو شخص کے نہین ہوتا تو ایک شخص سے حد کا ٹلنا مورث شبہہ ہی دوسرے شخص مین اور جب حد ساقط ہوگی تو مہر واجب ہوگا کذا فی البحر وکذا لو قال
استریتها ولو حرة مجتبی اور اسی طرح حد ساقط ہی اگر مرد نے کہا کہ مین نے اس عورت کو مول لیا ہی اگرچہ وہ عورت آزاد ہو کذا فی المجتبی وفی قتل
امة زنا بها الحد بالزنی والقیمة بالقتل اور لونڈی کے مقتول ہونے مین اُسکے زنا کے سبب سے مرد پر حد ہی بسبب زنا کے اور قیمت ہی بواسطے قتل کے
ہم لونڈی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر حرہ مقتول ہو جاویگی زنا سے تو مرد پر حد ہی اور خون بہا کذا فی النہر ولو ذهب عینها لزمه قیمتها وسقط الحد لتملکه الجثة العمیاء

فاورث شبهة ہدایہ اور اگر لونڈی کی آنکھ پھوڑ ڈالی زنا سے تو مرد پر اُسکی قیمت لازم ہی اور حد ساقط ہی بسبب مالک ہونے مرد کے اندھے جسم کا یعنی قیمت دینے تملک
جثہ بے بصارت کا ثابت ہوا تو شبہہ ملک یمین کا پیدا ہوا لهذا حد ساقط ہوئی کذا فی الهدایۃ وتفصیل مالو افضاها فی الشرح اور اگر لونڈی کو مفضاۃ کر ڈالا زنا سے
تو اُسکی تفصیل مصنف کی شرح مین ہی م مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین کہا کہ دونون راہین یعنی قبل و دبر پھٹ کر ایک ہو جاوین اُسکو افضا کہتے ہین تو لونڈی
یا کبیرہ ہی یا صغیرہ اگر کبیرہ راضی بزنا تھی بلا ادعا شبہہ تو دونون پر حد ہی مہر مرد پر نہین اور افضاے کوئی چیز اُسپر لازم نہین اور اگر ادعا شبہہ ہی تو حد نہین اور افضا سے کچھ
نہین مگر مہر واجب ہی اور اگر لونڈی راضی نہو بلا دعوی شبہہ تو مرد پر حد ہی نہ لونڈی پر اور مہر نہین پھر افضا کو نظر کرنا چاہیے اگر پیشاب اُسکا نہ تھمتا ہو تو مرد پر پورا خونبہا
واجب ہی اور اگر پیشاب تھمتا ہو تو ثلث دیت لازم ہی اور اگر شبہہ کا دعوی ہو تو دونون پر حد نہین پھر اگر بول تھمتا ہو تو مرد پر ثلث دیت ہی اور مہر واجب ہی ظاہر
الروایۃ مین اور اگر بول نہ تھمتا ہو تو پوری دیت ہی اور مہر واجب نہین شیخین کے نزدیک خلافا لمحمد اور اگر لونڈی ایسی صغیرہ ہی کہ جماع کے لائق ہی تو وہ کبیرہ کے مانند ہی جمیع
احکام مین سواے سقوط دیت کے اُسکی رضامندی سے اور اگر صغیرہ لائق جماع نہو تو اگر اُسکا بول تھمتا ہو تو ثلث دیت اور مہر کامل لازم ہی لیکن مرد پر حد نہین اور بول
نہ تھمتا ہو تو پوری دیت لازم ہی نہ مہر شیخین کے نزدیک اور محمد کے نزدیک مہر بھی لازم ہی ملخصا **ولو غصبها ثم زنی بها ثم ضمن قیمتها فلا حد علیه اتفاقا بخلاف**
مالو زنی بها ثم غصبها ثم ضمن قیمتها کما لو زنی بحرة ثم نکحها لا یسقط الحد اتفاقا فتح اور اگر لونڈی کو غصب کیا پھر اُس سے زنا کیا پھر اُسکی قیمت کا ضمان دیا تو
مرد پر حد نہین بالاتفاق بخلاف اُسکے یہ کہ اگر زنا کیا اُس سے پھر اُسکو غصب کیا پھر اُسکی قیمت کا ضمان دیا چنانچہ حرہ سے زنا کیا پھر اُس سے نکاح کر لیا تو
حد ساقط نہین ہوتی بالاتفاق کذا فی فتح القدیر **والخلیفة الذی لا والی فوقه یؤخذ بالقصاص والاموال لانهما من حقوق العباد فیستوفیه ولی الحق**
اما بتمکینه او بمنعة المسلمین وبه علم ان القضاء لیس بشرط لاستیفاء القصاص والاموال بل للتمکین فتح اور وہ خلیفہ جسکے اوپر کوئی حاکم نہین ماخوذ ہی قصاص
اور تلف کرنے اموال سے اسواسطے کہ قصاص اور تلف اموال منجملہ حقوق العباد ہی تو صاحب حق اُسکو لے سکتا ہی خلیفہ کے قادر کر دینے سے اپنی ذات
پر اور اگر خلیفہ استادگی کرے تو مسلمانون کی قوت اور شوکت سے استیفاء حق خلیفہ سے متصور ہی اور اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ استیفاء قصاص اور اموال
کے واسطے قضاء قاضی شرط نہین بلکہ حاکم کی قدرت دینے سے استیفاء قصاص کے واسطے قضا شرط ہی کذا فی الفتح **ولا یحد ولو للقذف لغلبة حق الله تعالی و**
اقامته الیه ولا ولایة لاحد علیه اور حد نہ ماری جاویگی خلیفہ اور امام پر اگرچہ حد قذف ہو اسواسطے کہ حدود مین حق الله غالب ہی حقوق العباد پر اور اقامت حدود
کی امام کے اختیار مین ہی اور کسی کی ولایت اور حکومت نہین خلیفہ پر جو اُسپر حد کو قائم کرے **بخلاف امیر البلدة فانه یحد بامر الامام** بخلاف حاکم شہر کے کہ اُسپر حد ماری جاویگی بحکم امام

باب الشهادة علی الزنا والرجوع عنها

یہ باب ہی زنا پر گواہی دینے کے احکام مین اور اُسکی گواہی سے رجوع کرنے مین **شهدوا بحد متقادم بلا عذر کمرض وبعد مسافة او خوف طریق لم تقبل**
للتهمة شاہدون نے گواہی دی حد متقادم کے سبب کی بلا عذر مانند بیماری یا دوری مسافت یا خوف راہ کے تو مقبول نہوگی بسبب تہمت کے م وجہ تہمت یہ ہی کہ
حدود کا شاہد مخیر ہی اداے شہادت یا پردہ پوشی مین تو اگر اتنی تاخیر پردہ پوشی کی جہت سے تھی تو اب گواہی دینا فساد باطن یعنی کینہ اور عداوت پر دلالت کرتا ہی
اور اگر تاخیر بنظر پردہ پوشی نہ تھی تو تاخیر سے فاسق ہوا اور فاسق اہل شہادت نہین اور جیسے تقادم مانع شہادت ہی ویسی ہی اقامت حد بعد القضا مانع ہی یعنی
اگر بعد بعض ضرب حد کے بھاگ گیا اور پھر گرفتار ہوا تو تقادم زمان سے اقامت حد نہوگی کذا فی النهر **الا فی حد القذف اذ فیه حق العبد** مگر حد قذف مین بعد
تقادم کے بھی گواہی مقبول ہی اسواسطے کہ اسمین حق العبد ہی یعنی دعوی اسمین شرط ہی شہادت کی تو تاخیر انعدام دعوی پر محمول ہوگی تو فسق شاہدون کا نہ ثابت
ہوگا **وتضمین المال المسروق لانه حق العبد فلا یسقط بالتقادم** اور ضمانت لیجاویگی سارق سے مال مسروق کی اسواسطے کہ یہ حق العبد ہی تو تقادم زمان سے ساقط
نہوگا یعنی جب شاہدون نے بعد مدت کے گواہی دی تو ضمان متاع کے واسطے گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ دعوی شرط ہی حقوق العباد مین تو تاخیر دعوی پر محمول ہی تو

فسق شاہد لازم نہ آیا کذا فی المنح ولو اقر بہ ای بالحد مع التقادم حد لانتفاء التہمة الا فی الشرب کما یجئ اور اگر اقرار کیا موجب حد یعنی سبب حد کا ساتھ گذرنے وقت کے
تو مقر پر حد قائم کیجاویگی بسبب منتفی ہونے تہمت کے مگر شرب خمر مین تقادم سے حد نہین چنانچہ آگے اِسکا بیان آویگا یعنی تہمت عداوت کی اپنی ذات سے متصور
نہین مانند شہادت کے وتقادمہ بزوال الریح وبغیرہ بمضی شہر ہو الاصح اور تقادم شرب خمر کا بو کے جاتے رہنے سے ہی اور غیر شرب کا تقادم ایک مہینہ گذر جانے
سے ہی یہی قول اصح ہی م یہ قول محمد سے منقول ہی اور شیخین سے بھی مروی ہی کذا فی المنح ولو شہدوا بزنی متقادم حد الشہود عند البعض وقیل لا کذا فی الخانیة
اور اگر شاہدون نے متقادم زنا کی گواہی دی تو شاہدون پر حد قذف ماریجاویگی اور بعضون نے کہا کہ نہین کذا فی الخانیہ عدم حد کرخی کا قول ہی شہدوا علی زناہ
بغائبة حد گواہی دی شاہدون نے مرد کے زنا پر ساتھ غائب عورت کے یعنی جو مجلس قضا سے غائب ہی اور شاہد اُسکو پہچانتے ہین تو مرد پر حد قائم ہوگی بالاتفاق
ائمۂ اربعہ اور اِسیطرح اقرار سے اگر کوئی کہے محتمل ہی کہ غائبہ مدعی ہو نکاح کی تو حد ساقط ہو جاوے اسکا جواب یہ ہی کہ دعوی نکاح مثلاً شبہہ ہی اور احتمال اُسکے دعوی
کرنیکا شبہة الشبہہ ہی حالانکہ معتبر شبہہ ہی نہ شبہة الشبہة والا جمیع حدود کی نفی لازم آوے اسواسطے کہ ثبوت حد کا اقرار سے ہوتا ہی یا گواہون سے اور اقرار محتمل رجوع ہی اور
گواہی بھی محتمل رجوع ہی تو اگر شبہة الشبہہ معتبر ہو تو حد کا وجود ہی معدوم ہو کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ولو علی سرقة من غائب لا لشرطیة الدعوی فی السرقة دون
الزنی اور اگر گواہی دی شخص غائب کے مال کی چوری کی تو مقبول نہوگی بسبب مشروط ہونے دعوی کے سرقہ مین نہ زنا مین اقر بالزنی بمجہولة حد وان شہدوا
علیہ بذلک لا لاحتمال انہا امرأتہ او امتہ اقرار کیا ایک مرد نے زنا کا ساتھ ناواقف عورت کے تو اُسپر حد قائم ہوگی اور اگر گواہی دی مرد کے زنا کرنے پر ساتھ ناواقف
عورت کے تو حد نہ قائم کیجاویگی بسبب اِس احتمال کے کہ شاید وہ عورت اُسکی جورو ہو یا لونڈی بخلاف مسئلہ اولی کے کہ مرد پر ایسا شبہہ مخفی نہین رہ سکتا کاختلافہم فی طوعہا
چنانچہ حد نہین شاہدون کے اختلاف مین عورت کی رضامندی مین یعنی دو شاہدون نے کہا کہ عورت راضی تھی اور دو نے کہا کہ اُسپر جبر تھا تو دونون پر حد نہین
امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک فقط مرد پر حد ہی اور اِسیطرح اگر تین نے طوع کی گواہی دی اور ایک نے اکراہ کی یا بالعکس اور ہر صورت مین شاہدون پر حد
قذف نہین امام کے نزدیک او فی البلد ولو کان علی کل زنی اربعة لکذب احد الفریقین یعنی ان ذکروا وقتا واحدا او تباعد المکانان والا قبلت فتح یا شاہدون کا اختلاف
ہوا شہر مین اگرچہ ہر زنا پر چار گواہ ہون تو بھی حد نہین بسبب کاذب ہونے ایک گروہ کے یعنی اگر شاہد ایک ہی وقت کو ذکر کرین اور دونون مکان دور ہون اور
اگر ایسا نہو یعنی وقت متحد ہو اور دونون مکان قریب ہون یا وقت مختلف ہو اور دونون مکان متباعد ہون یا وقت مختلف ہو اور دونون مکان قریب
ہون تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی الفتح م اختلاف بلد کی دو صورتین ہین پہلی صورت یہ ہی کہ دو شاہدون نے گواہی دی کہ زنا کوفہ مین ہوا اور دو نے کہا کہ بصرہ مین
تو مرد اور عورت دونون پر حد نہین اسلیے کہ فعل زنا مختلف ہوا بسبب اختلاف مکان کے اور ہر ایک مکان کی نصاب شہادت پوری نہین اور دوسری صورت یہ ہی
کہ چار گواہون نے باوجود دوری دونون مکان کے گواہی دی کہ طلوع آفتاب کے وقت فلانے سال کے فلان مہینے فلان تاریخ مین زنا ہوا بصرہ اور چار گواہون نے
گواہی دی زنا کی کوفہ مین اُسیوقت اُسی معین دن مین تو دونون پر حد نہین اسواسطے کہ شخص واحد ایکساعت مین دو مکان متباعد مین نہین ہو سکتا اور شاہدونکا صدق اور
کذب معلوم نہین تو حاکم حکم کرنے سے عاجز ہی بسبب تعارض کے یا تہمت کذب کے اور اگر دونون مکان متقارب ہین تو باوجود اتحاد وقت گواہی مقبول ہی
اور اِسیطرح اگر وقت مختلف ہی اور دونون مکان متباعد ہین یا متقارب تو بھی گواہی مقبول ہی بسبب احتمال تکرار فعل کے کذا فی المنح ولو اختلفوا فی
زاویتی بیت واحد صغیر حدا ای المرأة والرجل استحسانا لامکان التوفیق اور اگر شاہدون نے اختلاف کیا ایک چھوٹی کوٹھری کے دو کونون مین تو مرد اور
عورت دونون پر حد قائم ہوگی بنابر استحسان کے بسبب امکان توفیق کے یعنی اس اختلاف کا رفع کرنا ممکن ہی اسطرح پر کہ ابتدای فعل ایک کونے مین ہو اور
انتہا فعل دوسرے کونے مین بسبب اضطراب اور حرکت کے ولو شہدوا علی زناہا ولکن ہی بکر او رتقاء او قرناء او ہم فسقة او شہدوا علی شہادة اربعة
وان فی صلیة شہد الاصول بعد ذلک لم یحد احد اور اگر شاہدون نے گواہی دی عورت کی زنا پر لیکن وہ باکرہ ہی یا اُسکی شرمگاہ گوشت زائد یا استخوان

زائد سے بندھی یا گواہ فاسق ہین یا شاہدون نے گواہی دی چار گواہون کی گواہی پر اگرچہ اصول نے بھی گواہی دی ہو بعد اُسکے یعنی بعد گواہی دینے فروع کے
تو کسی پر حد نہین یعنی نہ عورت اور مرد پر نہ گواہون پر م شہادت علی الشہادت حدود مین جائز نہین اسواسطے کہ اسمین زیادہ شبہ ہی کیونکہ اسمین دو جگہ احتمال کذب ہی
شہادت اصول مین اور شہادت فروع مین اور اگر بعد فروع کے اصول بھی گواہی دینگے تو بھی مقبول نہوگی اسواسطے کہ شہادت اصول کی من وجہ مردود ہوئی بسبب
رد شہادت فروع کے اور غیر حدود مین رد شہادت فروع سے شہادت اصول کی مردود نہین ہوتی اموال مین اسواسطے کہ مال ساتھ شبہہ کے ثابت ہوتا ہی نہ حد کذا فی
المنح شارح نے کہا کہ ان شہدوا کا ان وصلیہ ہی تا کہ کوئی فعلیہ سمجھکر لم یحد کو اُسکے جزا نہ سمجھے کہ مطلب بگڑ جاوے ولذا لو شہدوا علی زناہ فوجد مجبوبا اور اسیطرح مرد پر حد نہین
اگر شاہدون نے گواہی دی مرد کے زنا پر سو وہ مقطوع الذکر والخصیتین نکلا ولو شہدوا بالزنا ولکن ہم عمیان او محدودون فی قذف او ثلثة او احدہم محدود او
عبد او وجد احدہم کذلک بعد اقامة الحد حدوا للقذف ان طلبه المقذوف اور اگر چار شاہدون نے زنا کی گواہی دی لیکن وہ سب اندھے ہین یا قذف کی حد اُنپر
پڑ چکی ہی یا تین شاہد ایسے ہین یا چار مین سے ایک گواہ محدود فی القذف یا غلام ہی یا بعد اقامت حد زنا ایک شاہد اسیطرح کا پایا گیا یعنی اندھا یا محدود یا غلام تو سب
شاہدون پر حد قذف ماریجاویگی اگر مقذوف طلب حد کریگا م شاہدون پر اسواسطے حد قذف ماریجاویگی کہ وہ اہل شہادت نہین یا نصاب شہادت کے پوری نہین
تو زنا ثابت نہوا تو مسلمان پر عیب لگانا ثابت ہوا اور یہی حکم ہی اگر شاہد صغیر یا مجنون یا کافر ہون اور حد قذف طلب مقذوف پر اسواسطے مشروط ہوئی کہ اُسکا
حق ہی کذا فی النہر والمنح وارش جلده وان مات منه ہدر خلافا لہما اور کوڑے مارنے کی دیت باطل ہی اگرچہ وہ کوڑونسے مرگیا ہو بخلاف صاحبین کے یعنی گواہون نے
گواہی دی زنا کی اور زانی غیر محصن ہی سو اُسپر کوڑے مارے گئے تو وہ زخمی ہوگیا یا مرگیا پھر ظاہر ہوا کہ ایک شاہد غلام یا محدود فی القذف ہی تو اُسکی
دیت امام کے نزدیک باطل ہی اسلیے کہ کوڑون کی ضرب ظاہر اسو لم ہی نہ زخمی اور ہلاک کرنیوالی مگر ضارب کے قصور سے اور صاحبین کے نزدیک اُسکی دیت
بیت المال مین واجب ہی کذا فی المنح ودية رجمه فی بيت المال اتفاقا اور زانی کی سنگساری کی دیت بیت المال مین ہی باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی درصورت
عدم اہلیت شہود ویحد من رجع من الاربعة بعد الرجم فقط لانقلاب شہادته بالرجوع قذفا اور فقط وہی شخص چار گواہون مین حد قذف مارا جاویگا جو گواہی
سے پھر گیا بعد سنگسار ہونے زانی کے اسلیے کہ شہادت اُسکی بسبب رجوع کے منقلب بقذف ہوگئی م ماتن نے اشارہ کیا کہ اگر زانی پر کوڑے پڑینگے تو راجع پر
حد نہین اور سب گواہ رجوع کرینگے تو سب پر حد ماریجاویگی وغرم ربع الدية اور جو شہادت سے رجوع کرے بعد رجم کے وہ ربع دیت کا ضمان دے
وان رجع قبله ای الرجم حدوا للقذف ولا رجم لان الامضاء من القضاء فی باب الحدود اور اگر شاہد نے شہادت سے رجوع کی قبل رجم کے خواہ رجم کا حکم ہوا ہو یا
نہوا ہو تو سب گواہون پر حد قذف ماریجاویگی اور زانی سنگسار نہوگا اسواسطے کہ حد کا جاری کردینا قضا مین داخل ہی باب حدود مین یعنی تو گویا قبل قضا رجوع
ثابت ہوا م سب گواہون پر اسواسطے حد ہوئی کہ فی الحقیقت ہر شاہد قاذف ہی لیکن جب قاضی نے ثبوت زنا کا حکم دیا تو اُنکا قذف شہادت ہوگیا اتصال
قضا سے پھر جب قضا متصل نہوئی تو قذف باقی رہا لہذا حد قذف لازم آئی کذا فی المنح ولا شی علی خامس رجع بعد الرجم اور اُس پانچوین گواہ پر کچھ نہین
نہ حد نہ دیت جسنے شہادت سے رجوع کیا بعد رجم کے فان رجع اخر حد او غرما ربع الدية ولو رجع الثالث ضمن ربع الدية ولو رجع الخمسة ضمنوہا اخماسا حاوی
پھر اگر پانچوین کے ساتھ ایک اور گواہ نے رجوع کیا تو دونون پر حد قائم ہوگی اور دونون چوتھائی دیت کی ضمان دینگے اور اگر تیسرا گواہ رجوع کریگا تو وہ بھی چوتھائی
دیت کا ضمان دیگا و علی ہذا القیاس چوتھا گواہ اور اگر پانچوین گواہ رجوع شہادت سے کرینگے تو ہر گواہ پانچوین پانچوین حصہ دیت کا ضمان دیگا کذا فی الحاوی
القدسی م یہ حکم درصورت رجم ہی اسواسطے کہ ضمان نہین مگر بعد رجم کے کذا فی المنح وضمن المزکی دية المرجوم ان ظہروا غیر اہل الشہادة عبیدا او کفارا ونحوه
اذا اخبر المزکی بحرية الشہود واسلامهم ثم رجع فانما تعمدت الکذب والا فالدية فی المال اتفاقا ضمان دے مزکی مرجوم کی دیت کا اگر ظاہر ہو کہ گواہ زنا
کے اہل شہادت نہ تھے یعنی غلام یا کافر تھے یہ ضمان اُسوقت ہی جب مزکی نے شہود کی آزادی اور اسلام کی خبر دی ہو پھر اُسنے شہادت سے رجوع کیا ہو

ہو یون کہکر کہ مین بالقصد جھوٹ بولا آزادی اور اسلام کے اظہار مین اور دیت اُسکی بیت المال مین ہو بالاتفاق یعنی اگر مزکی تعمد کذب کے قائل نہوے
بلکہ ثابت رہے اپنے اظہار پر یا قائل بنی خطا کے ہوگئے بالاجماع اُنپر ضمان نہین اور اگر مزکیون نے خبر دی کہ گواہ عادل ہین پھر ظاہر ہوا کہ وہ غلام ہین
تو بھی اُنپر ضمان نہین بالاجماع کذا فی النہر مزکی وہ جو قاضی کے روبرو شاہدون کی اہلیت شہادت بیان کرے ولا یحدون للقذف لانہ لا یورث بحرا ور
شاہدون پر حد قذف نہ ماریجاویگی اسواسطے کہ قذف مین وراثت جاری نہین کذا فی البحر یعنی شاہدون نے عیب لگایا تھا زندہ شخص کو اور بعد رجم کے وہ
مرچکا اور چونکہ قذف مین ارث نہین تو وارث اُسکے طلب حد نہین کر سکتے کما لو قتل من امر برجمہ بعد التزکیۃ فظہروا کذلک غیر اہل الشہادۃ فان القاتل
یضمن الدیۃ استحسانا للشبہۃ صحۃ القضاء یعنی مزکی دیت کی ضامن ہے جیسے قاتل ضمان دیتا ہو اگر قتل کرے اسکو جسکی رجم کا حکم دیا تھا قاضی کی طرف سے بعد تعدیل
شہود کے پھر اسیطرح ظاہر ہوا کہ شاہد اہل شہادت کے نہین تو البتہ قاتل دیت کا ضامن ہوگا بنا بر استحسان کے صحت قضا کے شبہہ کے سبب سے یعنی بحسب ظاہر
حکم قاضی کا صحیح واقع ہوا تو شبہہ پیدا ہوا لہذا قاتل پر دیت لازم آئی نہ قصاص اور ضمان دیت کا تین سال مین واجب ہو کذا فی النہر فلو قتلہ قبل الامر او بعدہ قبل
التزکیۃ اقتص منہ کما یقتص بقتل المقضی بقتلہ قصاصا فظہر الشہود عبیدا او طلا لان الاستیفاء للولی زیلعی من الردۃ سو اگر قاتل نے قتل کیا قبل حکم دینے قاضی کے
یا بعد حکم دینے قبل تزکیہ شہود کے تو قصاص لیا جاوے قاتل سے چنانچہ قصاص لیا جاتا ہو اُس قاتل کے مقتول ہونے سے جسکے قتل کا حکم ہوگیا بنا بر
قصاص کے خواہ شاہدون کا غلام ہونا ظاہر ہوا ہو یا نہوا ہو اسواسطے کہ استیفاے قصاص کا حق واسطے وارث کے ہو کذا فی شرح الزیلعی من کتاب
الردۃ وان رجم ولم تزک الشہود فوجدوا عبیدا فدیتہ فی بیت المال لامتثالہ امر الامام فنقل فعلہ الیہ اور اگر کوئی سنگسار ہوا حالانکہ شہود زنا
کی تعدیل نہ ہوئی تھی پھر گواہ غلام نکلے تو دیت مرحوم کی بیت المال مین ہو بسبب بجا آوری رجم کے امام کے حکم سے تو فعل رجم کا امام ہی کی
طرف منقول ہوا اور فعل امام کی دیت مسلمین کے بیت المال مین ہوتی ہو اسواسطے کہ امام نائب ہو مسلمین کا وان قال الشہود للزنی تعمدنا
النظر قبلت لاباحتہ لتحمل الشہادۃ الا اذا قالوا تعمدناہ للتلذذ فلا تقبل لفسقہم فتح اور اگر زنا کے گواہون نے کہا کہ ہمنے قصدا زنا کو دیکھا تو گواہی اُنکی
مقبول ہوگی بسبب مباح ہونے نظر کے گواہ ہونے کے واسطے مگر جب کہ گواہون نے کہا کہ ہمنے عمدا زنا کو دیکھا لذت لینے کے واسطے تو اب گواہی انکی مقبول
نہوگی بسبب فاسق ہو جانے شہود کے اس نیت سے کذا فی الفتح م تحمل شہادت کے واسطے نظر کرنا مباح ہو جیسے طبیب اور دایہ اور ختنہ کرنیوالے کو مباح
ہو اور اسیطرح واسطے تحقیق بکارت اور رد بالعیب کے نظر کرنا جائز ہو کذا فی المنح وان انکر الاحصان فشہد علیہ رجل وامرأتان او ولدت زوجتہ منہ
قبل الزنی نہر رجم اور اگر زانی نے اپنے محصن ہونیکا انکار کیا پھر ایک مرد اور دو عورتون نے اُسکے احصان پر گواہی دی یا اُسکی زوجہ اُس سے جنی قبل
زنا کے کذا فی النہر تو وہ سنگسار ہوگا ولو خلا بہا ثم طلقہا وقال وطئتہا وانکرت فہو محصن باقرارہ دونہا لما تقرر ان الاقرار حجۃ قاصرۃ اور اگر مرد نے خلوت
اپنی زوجہ سے کی پھر اُسکو طلاق دی اور بولا کہ مین نے اُس سے جماع کیا اور عورت منکر ہو جماع کی تو مرد محصن ہوگا اپنے اقرار کے سبب سے
نہ عورت یعنی عورت محصن نہوگی اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہو کہ اقرار حجت قاصرہ ہو یعنی اقرار اپنی ذات پر حجت ہو نہ غیر پر کما لو قالت بعد الطلاق کنت
نصرانیۃ وقال کانت مسلمۃ فیرجم المحصن ویجلد غیرہ ویستغنی عما یوجد فی بعض نسخ المتن من قولہ اذا کان احد الزانیین محصنا یحد کل واحد منہما حدہ فتامل چنانچہ
اگر عورت نے کہا بعد طلاق کے کہ مین نصرانیہ تھی اور مرد نے کہا کہ وہ مسلمان تھی تو محصن سنگسار ہوگا اور غیر محصن پر کوڑے مارے جاوینگے یعنی مرد بسبب اقرار احصان کے
سنگسار ہوگا نہ عورت تو اُسپر کوڑے مارے جاوینگے شارح کہتا ہو اور اس عبارت سے حاجت نہ رہی اُس عبارت کی جو متن کے بعضے نسخون مین پائی جاتی
ہو وہ یہ قول ہو کہ جب دو زانیون مین ایک محصن ہو تو ہر ایک کو اُنمین سے وہ حد ماری جاویگی جو اُسکی حد ہو یعنی محصن کو رجم اور غیر محصن پر کوڑے سو غور کرے اسکو
مصنف کی شرح مین یہ عبارت موجود ہو فیرجم المحصن ویجلد غیرہ لہذا شارح نے کہا کہ قولہ اذا کان احد الزانیین کی اب کچھ حاجت نہین بسبب تکرار مضمون کے کما لا یخفی علی المتامل

تزوج بلا ولی فدخل بہا لایکون محصنا عند الثانی لشبهة الخلاف سو مرد نے نکاح کیا عورت سے عورت کے بدون ولی کے پھر اُس سے صحبت کی تو مرد
اُس نکاح اور صحبت سے محصن نہین ابو یوسف کے نزدیک بسبب شبہہ خلاف کے کذا فی النہر م عورت کا نکاح بدون ولی کے امام شافعی کے نزدیک باطل ہی
اور احادیث بھی آمین مختلف ہین لہٰذا ابو یوسف نے اس نکاح کو غیر صحیح کیا واسطے قطع اختلاف کے کذا فی المنح

باب حد الشرب المحرم

یہ باب ہی شرب حرام کی حد کے بیان مین م محرم کی قید واسطے بیان واقع کے ہی اسواسطے کہ بدون شرب محرم حد نہین یحد مسلم فلو ارتد فسکر فاسلم لایحد
لانہ لایقام علی الکفار ظہیریۃ لکن فی منیۃ المفتی سکر الذمی من المحرم حد فی الاصح لحرمۃ السکر فی کل ملۃ حد مارا جاوے مسلمان تو اگر مسلمان معاذ اللہ مرتد ہو پھر
مست ہو پھر اسلام لاوے تو حد نہ مار یجاویگی اسواسطے کہ کفار پر حد قائم نہین ہوتی کذا فی الظہیریۃ لیکن منیۃ المفتی مین ہی کہ کافر ذمی مست ہوا شرب محرم
سے تو حد مارا جاویگا قول اصح مین بسبب حرام ہونے نشہ کے ہر دین مین م ذمی پر حد مارنا یہ قول ہی حسن کا اور بعضے مشائخ نے اسکو پسند کیا ہی اور مذہب یہی ہی
کہ اسپر حد نہین کذا فی الطحطاوی عن فتاوی قاری الہدایہ ناطق فلا یحد اخرس للشبهة حد مار یجاوے مسلم ناطق پر تو گونگے پر حد نہین بسبب شبہہ کے یعنی گونگے کا شراب
پینا خواہ گواہون سے ثابت ہو خواہ اُسکے اشارہ معہودہ سے بہر صورت اُسپر حد نہین اس اشتباہ سے کہ شاید اُسکے گلے مین لقمہ اٹکا ہو سو اُسکے اتارنے کے واسطے اُسنے شراب
پی ہو کذا فی حاشیۃ الحلبی مکلف طائع غیر مضطر شرب الخمر ولو قطرة بلا قید سکر حد مارا جاوے مسلم ناطق عاقل بالغ جسنے بلا اضطرار اپنی خوشی شراب پی اگرچہ ایک ہی
قطرہ پیا ہو بلا قید مستی کے م حد شرب خمر مین نشہ شرط نہین اسواسطے کہ حرمت خمر کی قطعی ہی بخلاف اور اشربہ کے کہ اُنکی حرمت ظنی ہی تو بدون نشہ کے اُنکے پینے مین
حد نہین کذا فی المنح اور عدم اضطرار کی قید کا یہ فائدہ کہ اگر عطش مفرط کے دفع کے واسطے شراب پیے گا تو اُسپر حد نہین کذا فی الدر المنتقی او سکر من نبیذ بالفتح یا مسلم مذکور مست
ہو گیا ہو کسی نبیذ کے پینے سے اُسی پر فتوی ہی م یہ فتوی امام محمد کے قول پر ہی اُنکے نزدیک قلیل نبیذ بھی حرام اور نجس ہی کذا فی النہر نبیذ اُس پینے کی چیز کو کہتے
ہین کہ سوائے انگور کے کھجور یا مویز یا شہد یا حبوب مین پانی ڈالکر چند روز رکھا جاوے کہ گاڑھا ہو اور خمر یعنے شراب عبارت ہی انگور کے کچے پانی سے جب وہ جوش
مین آوے اور گاڑھا ہو جاوے اگرچہ اُسمین کف نہ آیا ہو بقول صاحبین اور یہی قول اظہر ہی اور اسی پر فتوی ہی طوعا عالما بالحرمة حقيقة او حكما بكونه
فی دارنا لما قالوا لو دخل حربی دارنا فاسلم فشرب الخمر جاہلا بالحرمة لا یحد بخلاف الزنا لحرمته فی کل ملة قلت یرد علیہ حرمة السکر ایضا فی کل ملة فتامل مسلم مذکور
پر حد ہی بخوشی شراب پیکر اسکے حرام ہونے کو جانکر علم حرمت حقیقۃً ہو یا حکماً اُس طرح پر کہ شارب دار الاسلام مین رہتا ہو اسواسطے کہ فقہا نے کہا ہی کہ حربی
دار الاسلام مین داخل ہوا سو مسلمان ہو گیا پھر اُسنے شراب پی نادانستہ بحرمت خمر تو اُسپر حد نہین بخلاف زنا کے یعنی اگر بعد دخول دار الاسلام اور قبول اسلام
کے زنا کریگا تو اُسپر حد ہی بسبب حرام ہونے زنا کے ہر دین مین شارح کہتا ہی اس تعلیل پر وارد ہوتی ہی حرمت سکر بھی ہر دین مین سو تامل کر م طحطاوی نے کہا
کہ ہمنے تامل کیا تو معلوم ہوا کہ یہ اعتراض تعلیل مذکور پر وارد نہین اسواسطے کہ ظہیریہ مین شرب خمر مذکور نہ سکر یعنی شرب خمر ہر دین مین حرام ہی اور شرب خمر کو وجود
سکر لازم نہین بعد الافاقة فلو حد قبلہا فظاہرہ انہ یعاد عینی حد ماریجاویگی شارب خمر کو بعد ہوشیار ہونے کے نشہ سے تو اگر مستی مین حد ماری گئی تو ظاہر اُس
تقیید کا دلالت کرتا ہی کہ دوبارہ حد ماریجاوے کذا فی شرح العینی م یہ استظہار ہی صاحب نہر کا عینی کی اس تعلیل سے کہ حد بعد الافاقہ اسواسطے واجب ہوئی تا
ضرب کا فائدہ ظاہر ہو اور شرنبلالی نے حالت سکر کے عدم فائدہ پر اعتراض کیا اسطرح کہ مستی مین بھی درد حاصل ہی اگرچہ کامل نہین تو اعادہ ضرب کی بعد
الافاقہ کچھ حاجت نہین کذا فی الطحطاوی اذا اخذ الشارب و ریح ما شرب من خمر او نبیذ فتح فمن قصر الرائحة علی الخمر فقد قصر موجودة خبر الریح و ہو مؤنث سماعی غایة
حد ماریجاوے جبکہ شارب گرفتار ہو اور جو چیز پی اُسکی بو موجود ہو مُنہ مین خواہ مشروب خمر ہو یا نبیذ کذا فی فتح القدیر سو جس نے فقط خمر کی بو پر قصر کیا
اُسنے بیان مین قصور کیا یہ اشارہ ہی اخی زادہ شرح وقایہ کے محشی پر شارح نے کہا کہ موجودۃ خبر ہی ریح کی اور ریح مؤنث سماعی ہی کذا فی غایة البیان

یہ رد ہو صاحب کنز پر کہ اُسنے موجود کہا نہ موجودۃ کذا فی النہر الا ان تنقطع الرائحۃ لبعد المسافۃ وحینئذ فلا بد ان یشہد بالشرب طائعا ویقولا اخذناہ وریحہا
موجودۃ وجود بو ثبوت شرب کے واسطے ضرور ہو مگر یہ کہ بو منقطع ہو گئی ہو بسبب بعد مسافت کے تو اُسوقت مین ضرور ہو کہ شاہدیون گواہی دین کہ اُسنے شراب
اپنی خوشی پی اور یون کہین کہ ہمنے اُسکو گرفتار کیا تھا حالانکہ اُسوقت بو موجود تھی ولا یثبت الشرب بہا بالرائحۃ ولا بتقایئہا بل بشہادۃ رجلین او ثابت
نہین ہوتا شرب بو سے اور نہ شراب کے قے کرنے سے بلکہ ثابت ہوتا ہو شرب دو مردون کی گواہی سے م فقط بو سے اسواسطے شرب ثابت نہین کہ گاہے غیر خمر
سے خمر کے مانند بو آتی ہو جیسے سفرجل یعنی بہی کے کھانے سے اور قے سے اسواسطے شرب ثابت نہین کہ شاید اُسنے اکراہ یا اضطرار سے پی ہو فیسألہما الامام عن ماہیتہا وکیف
شرب لاحتمال الاکراہ ومتی شرب لاحتمال التقادم واین شرب لاحتمال شربہ فی دار الحرب فاذا بینوا ذلک حبسہ حتی یسأل عن عدالتہم ولا یقضی بظاہر ہا فی
حد ما خانیۃ دونون شاہدون سے امام پوچھے کہ خمر کیا چیز ہو اور کیونکر پی بسبب احتمال اکراہ کے اور کب پی واسطے احتمال تقادم کے اور کہان پی بسبب احتمال پینے
شارب کے دار الحرب مین پھر شاہدان سوالات کے جواب بیان کرین تو شارب کو امام قید کرے تا شاہدون کی عدالت کا سوال کرے اور حکم نکرے کسی حد مین ظاہر
عدالت پر بلا تحقیق کذا فی الخانیۃ م ماہیت خمر کا سوال سواسطے ہو کہ شاید گواہ ہر مطرب سرور انگیز کو موجب حد کا جانتے ہون ولو اختلفا فی الزمان او شہد احدہما بالسکرہ
من الخمر والآخر من السکر لم یحد ظہیریۃ اور اگر شاہد مختلف ہون زمان شرب مین یا ایک گواہ گواہی دے اُسکے خمر سے مست ہونے کی اور دوسرا گواہ شہادت دے سکر سے
مست ہونے کی تو اُسپر حد نہین کذا فی الظہیریۃ م سکر بفتحتین عبارت ہو عصیر رطب سے جب اُسمین اشتداد ہوا اور بعضون نے کہا ہر شراب مسکر سکر ہو کذا فی النہر او ثبت
باقرارہ مرۃ صاحیا یا شرب ثابت ہوتا ہو شارب کے ایکبار کے اقرار سے ہوشیاری کی حالت مین م بحر الرائق مین ہو کہ جب ثبوت شرب کا گواہ
اور اقرار مین منحصر ہوا تو جس فاسق کے گھر مین شراب ہو یا لوگ شراب کے گرد مجتمع ہون اور کسی نے اُنکو پیتے نہ دیکھا ہو تو اُنپر حد نہین بلکہ تعزیر ہو تمامہ مین
سوطا متعلق بیحد للحر ونصفہا للعبد اسی کوڑے حد ماریجا وین آزاد کو اور اُسکے نصف یعنی ۴۰ کوڑے غلام کو ثمانین سوطا یحد سے متعلق ہو وفرق علے
بدنہ کحد الزنا کما مر اور متفرق کوڑے مارے جاوین شارب کے بدن پر مانند حد زنا کے چنانچہ اُسکی تفصیل مذکور ہو چکی یعنی سر اور مُنھ اور شرمگاہ پر نمارے اور
کوڑا گرہ دار ہنو اور لباس شارب کا ضرب کے وقت اُتار اجاوے سواے پاجامے کے تا کشف عورت ہنو کذا فی البحر فلو اقر سکران او شہدا بعد زوال
ریحہا لا لبعد مسافۃ او اقر کذلک اور جع عن اقرارہ لا یحد لانہ خالص حق اللہ تعالیٰ فیعمل الرجوع فیہ ثم ثبوتہ باجماع الصحابۃ ولا اجماع الا براے عمر و
ابن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین وہما شرطا قیام الرائحۃ تو اگر اقرار کیا شرب کا مست نے یا گواہون نے گواہی دی بعد دور ہونے بوے خمر کے بلا بعد
مسافت یا اسیطرح بعد زوال بو کے شارب نے اقرار کیا یا وہ اپنے اقرار سے پھر گیا تو اُسپر حد نہین اسواسطے کہ حد شرب خالص حق ہو اللہ تعالیٰ کا تو اُسمین اقرار
سے رجوع کرنا عمل کریگا ابطال حد مین پھر ثبوت حد شارب اصحاب کرام کے اجماع کے سبب ہو اور اجماع حاصل نہین بدون راے عمر فاروق اور عبد اللہ
بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین کے اور اُن دونون بزرگون نے قیام بوے خمر کو شرط کیا ہو م شرب خمر اور سکر نبیذ کی حد امام اعظمؒ کے نزدیک ۸۰ کوڑے ہین
اور یہی قول ہو امام مالکؒ کا اور ایک روایت ہو امام احمدؒ کی اور امام شافعیؒ کے نزدیک ۴۰ کوڑے ہین لیکن بقول اصح امام کو ۸۰ کوڑے مارنا بھی جائز ہو
اگر اُسکو مصلحت معلوم ہو امام اعظم کی دلیل اجماع صحابہ ہو صحیح مسلم مین انس بن مالکؓ سے مروی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر مین شاخ خرما اور
جوتیون سے مارا پھر ابو بکرؓ نے ۴۰ کوڑے مارے یعنی اپنی خلافت مین پھر جب عمرؓ خلیفہ ہوئے اور ہر طرح کے لوگ مجتمع ہوئے تو صحابہ سے کہا کہ خمر کی مار مین تم
کیا کہتے ہو عبد الرحمن بن عوف نے کہا کہ میری راے مین یہ آتا ہو کہ آپ ۸۰ کوڑے مقرر کیجیے خفیف حد کے مانند تو عمرؓ نے ۸۰ کوڑے مقرر کیے اور مؤطا
مین مروی ہو کہ عمر فاروقؓ نے خمر مین مشورت کی تو علی بن ابیطالب نے کہا کہ ہماری راے مین یہ آتا ہو کہ آپ ۸۰ کوڑے مقرر کیجیے اسواسطے کہ جب آدمی نے
شراب پی تو مست ہو گا اور جب مست ہو گا تو ہذیان گوئی کریگا پھر جب بیہودہ بکے گا تو افترا کریگا اور مفتری پر ۸۰ کوڑے ہین اور ان دونون روایتون

مین کچھ تعارض نہین اس احتمال سے کہ عبدالرحمنؓ بن عوف اور علیؓ مرتضی دونون نے ۸۰ کوڑے تجویز کیے ہون کسی نے انکا قول ذکر کیا کسی نے انکا اور صحیح مسلم مین انس بن مالکؓ سے روایت ہو کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شارب الخمر گرفتار ہو آیا تو وہ خرما کی دو شاخون سے ۴۰ بار مارا گیا تو ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت عدد معین نہ تھا پھر صدیق اکبرؓ کے وقت اور ابتدار خلافت عمر فاروقؓ مین ۴۰ کوڑے مقرر ہوئے پھر ۸۰ کوڑے پر اجماع اور اتفاق صحابہ کرام ہو گیا اسواسطے کہ حضرت کا فعل یکبار ایک مرد کے حق مین بسبب اسکے زیادتی فساد کے اسی تک منتہی ہوا یعنی دو شاخ سے ۴۰ بار مارا تو ۸۰ ہوگئے پھر جب صحابہ کرام نے ہر روز فساد کی ترقی دیکھی اور بالیقین معلوم کیا کہ جسقدر زمانہ متاخر ہوگا فساد زیادہ بڑھیگا تو اسی پر اجماع کیا کذا فی الفتح القدیر ملخصاً عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ شارب الخمر کو بلاکر منہ سونگھو اگر بو کو پاؤ تو اسکو مارو اور عمر فاروقؓ کے پاس ایک شارب الخمر آیا بعد زوال ریح کے اور اُسنے اقرار کیا شرب کا تو اُسکو تعزیر دی حد نہ ماری کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی والسکران من لا یفرق بین الرجل والمرأۃ والسماء والارض وقالا من یختلط کلامہ غالباً فلو نصفہ مستقیماً فلیس بسکران بحر اور امام کے نزدیک مست وہ ہو جو تفرقہ نکرے مرد اور عورت مین اور آسمان اور زمین مین اور صاحبین نے کہا کہ مست وہ ہو جسکا اکثر کلام بیہودہ اور ہذیان ہو تو اگر نصف کلام مستقیم اور نصف بیہودہ ہو تو وہ مست نہین کذا فی البحر ویختار للفتوی قولہما لضعف دلیل الامام فتح اور فتوی کے واسطے صاحبین کا قول مختار ہو بسبب ضعیف ہونے دلیل امام کے کذا فی الفتح ولو ارتد السکران لم یصح فلا تحرم عرسہ وہذہ احدی المسائل السبع المستثناۃ من انہ کالصاحی کما بسطہ المصنف معزیا للاشباہ وغیرہا اور اگر مرتد ہو گیا مست تو اُسکا ارتداد صحیح نہین تو اُسکی زوجہ اُسپر حرام نہین اس ارتداد سے اور یہ ایک مسئلہ اُن سات مسائل سے ہو جو مستثنیٰ ہین اس قاعدہ سے کہ مست مانند ہوشیار کے ہو چنانچہ مصنف نے اُن مسائل کو اپنی شرح مین اشباہ وغیرہا کی طرف نسبت کرکے شرح بیان کیا ہو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین اشباہ وغیرہ سے یون نقل کیا ہو کہ شرب محرم کا مست ہوشیار کے مانند ہو مگر سات مسائل مین اُسکے مانند نہین مرتد ہونے مین ۲۔ حدود خالصہ کے اقرار مین ۳۔ اشہاد علی الاشہاد مین ۴۔ تزویج صغیرہ اور صغیر مین جبکہ مہر مثل سے اقل ہو یا اکثر تو یہ تزویج نافذ نہین ۵۔ وکیل ہو الطلاق کا ہوشیاری مین پھر مست ہوکر اُسنے طلاق دی تو واقع نہین ۶۔ بیع کا وکیل اگر مست ہوکر بیچے تو بیع نافذ نہین موکل پر ے کوئی چیز غصب کی ہوشیاری سے پھر اُسکو پھیر دی حالانکہ وہ مست تھا ونقل فی الاشربۃ عن الجوہرۃ حرمۃ اکل بنج وحشیشۃ وافیون لکن دون حرمۃ الخمر ولو سکر باکلہا لا یحد بل یعزر انتہی اور مصنف نے اپنی شرح مین جوہرہ سے کتاب الاشربہ مین نقل کی ہو حرمت خراسانی اجواین کی اور بھنگ اور افیون کی لیکن اُنکی حرمت کمتر ہو شراب کی حرمت سے اور اگر ان چیزون کے کھانے سے مست ہوگا تو اُسپر حد نہین بلکہ اُسکو تعزیر دی جاویگی انتہی نقلہ وفی النہر التحقیق ما فی العنایۃ ان البنج مباح لانہ حشیش اما السکر منہ فحرام اور نہر الفائق مین ہو کہ تحقیق عنایہ کا قول ہو کہ خراسانی اجواین مباح ہو اسواسطے کہ حشیش یعنے گھاس ہو پر اُسکا نشا حرام ہو م طحطاوی نے کہا کہ اباحت بنج مین تعلیل حشیش کی بے معنی ہو اور یہ عبارت عنایہ مین نہین بنج یعنے خراسانی اجواین کی اباحت عنایہ اور بحرالرائق مین مصرح ہو اور خانیہ سے بھی اباحت معلوم ہوتی ہو تو ظاہرا اختلاف ہوا اُسکی اباحت اور حرمت مین تو دونون قولون کی توفیق یہ ہو کہ خراسانی اجواین دو قسم پر ہو بقول قہستانی ایک قسم حرام ہو اور دوسری مباح اور اباحت بھی شیخین کے نزدیک ہو اور محمدؒ کے نزدیک جسکا کثیر نشا کرے اُسکا قلیل بھی حرام ہو اور اسی قول پر فتوی ہو چنانچہ مذکور ہوگا اقیم علیہ بعض الحد فہرب ثم اخذ بعد التقادم لا یحد لما ان الامضاء من القضاء فی باب الحدود شارب الخمر پر اقامت ہوئی حد کی مثلاً تیس یا ساٹھ کوڑے مارے گئے پھر وہ بھاگ گیا پھر گرفتار ہوا بعد مدت کے تو اُسپر حد نہین اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ جاری کر دینا قضا مین داخل ہو باب الحدود کے اندر ولو شرب او زنی ثانیا یستانف الحد لتداخل المتحد کما سیجئ اور اگر شراب پی یا زنا کیا دوسری بار تو مستانف ہوگا حد کا بسبب تداخل متحد الجنس کے چنانچہ اُسکا ذکر آگے آویگا م یعنے اگر شارب پر کچھ حد ماری گئی اور وہ بھاگ گیا پھر اُسنے دوبارہ شراب پی اور گرفتار ہوا تو اُسپر شراب ثانی کے سبب سے ایک ہی حد ماری جاویگی اور ثانی کی حد بقیہ حد اول سے بھی کافی ہو بسبب اتحاد قصور کے اور یہی حکم ہو زانی کے بھاگنے اور دوبارہ زنا کرنے کا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا سکران او صاحٍ جمع بہ فرسہ فصدم انسانا فمات ان قادرا علی منعہ ضمن والا لا مصنف عمادیہ مست

یا ہوشیار کے گھوڑے نے اُسکے ساتھ سرعت کی سو کچل ڈالا کسی انسان کو تو وہ مرگیا اگر سوار قادر تھا اُسکے روکنے پر تو اُسپر ضمان ہی اور اگر قادر نہین تو اُسپر ضمان بھی نہین
کذا فی شرح المصنف من العمادیۃ م مصنف نے اپنی شرح مین یہ مسئلہ عمادیہ اور جامع الفصولین سے نقل کیا تو شارح کو مناسب تھا کیون کہتا عن العمادیہ

باب حد القذف

یہ باب ہی حد قذف کے بیان مین ہو لغۃ الرمی وشرعا الرمی بالزنی وہو من الکبائر بالاجماع فتح قذف لغت عرب مین عبارت ہی مطلق عیب لگانے سے اور
اصطلاح شرع مین قذف عبارت ہی زنا کے عیب لگانے سے اور وہ کبیرہ گناہ ہی باجماع امت کذا فی الفتح م حق تعالی قرآن مجید مین فرماتا ہی کہ البتہ جو لوگ
محصنات غافلات مومنات کو زنا کا عیب لگاتے ہین وہ ملعون ہین دنیا اور آخرت مین اور اُنکے واسطے عذاب عظیم ہی اور متفق علیہ حدیث مین وارد ہی کہ
مہلک سات گناہون سے بچو اصحاب نے کہا کہ وہ سات گناہ کون کون سے ہین فرمایا خدا کے ساتھ شرک کرنا اور جادو کرنا اور ناحق قتل نفس کرنا اور بیاج کھانا
اور یتیم کا مال کھا جانا اور جنگ کفار سے بھاگ جانا اور محصنات مومنات غافلات کو زنا کا عیب لگانا اور حد قذف کی نص قرآنی سے ثابت ہی حقتعالی نے فرمایا کہ جو
عیب لگا دین محصنات کو اور چار گواہ نہ لاوین تو اُنکو ۸۰ کوڑے مارو اور اُنکی گواہی کبھی قبول نکرو عیب لگانے سے زنا کا عیب مراد ہی تو اگر زنا کے سوا اور معاصی کا
مسلمان کو عیب لگا دیگا تو اسپر حد نہین بلکہ تعزیر ہی کذا فی المنح نہر الفائق مین ہی کہ ہر چند نص قرآنی مین قذف محصنہ مذکور ہی لیکن وہ محصن کو بھی شامل ہی بطریق دلالۃ
النص کے بسبب جامع دفع عار کے اور اسی پر اجماع ہی لکن فی النہر قذف غیر المحصن کصغیرۃ ومملوکۃ وحرۃ متہتکۃ من الصغائر لیکن نہر الفائق مین ہی کہ غیر محصن
کا قذف جیسے صغیرہ یا مملوکہ یا مرہ بیحیا کا صغیرہ گناہ ہی م نہر الفائق مین یہ قول حلیمی شافعی کی طرف منسوب ہی تو ظاہر استدراک غیر مناسب ہی بلکہ خود شارح نے
ملتقی الابحر کی شرح مین کہا ہی کہ قذف کبیرہ گناہ ہی اگرچہ غیر محصن کو عیب لگایا ہو اور فقہا نے جو احصان شرط کیا ہی سو وجوب حد کے واسطے ہی نہ کبیرہ گناہ ہونے کے
واسطے اور طبرانی مین حدیث مرفوع ہی کہ جو ذمی کو قذف کریگا اُسپر قیامت کے دن حد پڑیگی آگ کے کوڑون سے ہان حلیمی شافعی البتہ غیر محصن کے قذف کو
صغیرہ کہتا ہی انتہی کذا فی الطحطاوی ہو کحد الشرب کمیۃ وثبوتا فیثبت برجلین حد قذف حد شرب کے مانند ہی مقدار اور ثبوت مین تو ثابت ہوگی وہ دو مردون
کی گواہی سے یعنی سبب حد کا دو گواہون سے یا قاذف کے ایکبار کے اقرار کرنے سے اور اُسمین عورتون کی گواہی مقبول نہین اور نہ شہادت علی الشہادت
اور نہ ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو کذا فی المنح مقدار حد کی ۸۰ کوڑے ہین حر کو اور ۴۰ غلام کو لیسالہما الامام عن ماہیتہ وکیفیتہ سوال کرے امام یا نائب
اُسکا گواہون سے حقیقت قذف اور کیفیت اُسکی سے م حقیقت قذف کا سوال سو قسم ہی جب گواہون نے اسطرح گواہی دی ہو کہ مثلاً زید نے خالد کا قذف کیا تو اگر
گواہ بجز لفظ قذف اُسکی حقیقت نہ بیان کرین تو گواہی مقبول نہین کذا فی النہر کیفیت سے مراد ہی جس سے مقذوف کو متصف کیا الا اذا شہد القولہ یا زانی مگر جب
دونون گواہون نے بلفظ یا زانی گواہی دی یعنی قاذف نے مقذوف کو یا زانی کہا تو اب ماہیت اور کیفیت کے سوال کی کچھ حاجت نہین کہ خود اُسنے مذکور کی تم تحبسہ
لیسال عنہا کما تحبسہ لشہود یمکن احضارہم فی ثلثۃ ایام والا لاظہیریۃ پھر بعد اُسکے امام قید کرے قاذف کو تا شاہدون کی عدالت کا سوال کرے چنانچہ قید کرتا ہی اُسکو
شہود کے واسطے جنکا حاضر کرنا تین دن مین ممکن ہی اور اگر تین دن مین حاضر کرنا ممکن نہو تو قاذف کو قید نکرے کذا فی الظہیریۃ ولا یکفل خلافا للثانی نہر اور امام حاضر
ضامنی نہ لے قاذف سے دوسری مجلس تک بخلاف ابی یوسف کے کذا فی النہر ویحد الحر والعبد ولو ذمیا او امرأۃ قاذف المسلم الحر الثابتۃ حریتہ والافقیہ التعزیر اور حد
مارا جاوے حر یا غلام جسنے زنا کا عیب لگایا اُس مسلم حر کو جسکی حریت ثابت ہی قاذف کے اقرار یا گواہون سے اور اگر اُسکی حریت ثابت نہین تو اُسکے قذف مین تعزیر ہی
قاذف پر حد ہی اگرچہ وہ ذمی یا عورت ہو م طحطاوی نے کہا عورت کو مبالغہ کر کے داخل کرنا بلا وجہ ہی اسواسطے کہ وہ حر اور عبد کے لفظ مین داخل ہی البالغ العاقل العفیف
عن فعل الزنا جو مسلم کہ بالغ اور عاقل اور پاکدامن ہی زنا کے فعل سے م اور کافر اور صغیر اور مجنون اور زنا کار کی قذف سے حد نہین نہر الفائق مین ہی کہ عفیف وہ ہی جسنے
کسی عورت سے وطی زنا اور شبہ اور نکاح فاسد سے نہ کی ہو فینقص عن احصان الرجم بشیئین النکاح والدخول تو بیان شروط احصان قذف سے معلوم ہوا کہ وہ احصان رجم سے دو چیز مین

کم ہی یعنی نکاح اور دخول مین یعنی احصان رجم مین نکاح اور دخول زوجہ شرط ہی بخلاف احصان قذف کے کہ اُنمین شرط نہین خواہ ہون یا نہون وبقی من الشروط ان

لا یکون ولدہ او ولد ولدہ خبر ا و اخرس او مجبوبا او خصیا او وطی بنکاح او ملک فاسد او ہی رتقاء او قرناء اور شروط احصان قذف سے یہ شرطین باقی رہگئین کہ مقذوف

قاذف کا بیٹا یا پوتا نہو گونگا یا مقطوع الذکر وا لخصیتین یا خصی نہو یا اُسنے بنکاح فاسد یا ملک فاسد سے وطی نہ کی ہو یا عورت مقذوفہ کی شرمگاہ گوشت یا ہڈی سے

بند نہو م گونگے کی قذف مین اسواسطے حد نہین کہ استیفاے حد مقذوف کے دعوی پر موقوف ہی اور دعوی اُسکا نہین ہوسکتا الا باشارہ اور نیابت اُسمین کافی

نہین اور مقطوع الذکر اگرچہ محصن ہی لیکن بسبب عدم امکان زنا اُسکو قذف سے عار لاحق نہین ہوسکتی اور یہی علت ہی رتقاء و قرناء مین اور خصی وہ ہی جسکے ذکر

ہو خصیتین نہون سو اس سے زنا کرنا متصور ہی تو خصی کا بیان مذکور کرنا غلط ہی شارح اس تعبیر مین صاحب نہر الفائق کے وہم کا تابع ہوگیا اسواسطے کہ محیط مین تصریح

ہی کہ اگر خصی اور عنین کو قذف کریگا تو اُسپر حد ہی اسواسطے کہ زنا کرنا اُنسے متصور ہی کیونکہ آلہ زنا اُنکے بدن مین موجود ہی اور نکاح فاسد ہی احصان البتہ ساقط ہی لیکن ملک فاسد

سے ساقط نہین اسواسطے کہ ملک فاسد نہین ہوتی مگر شراء فاسد سے حالانکہ شراء فاسد بسبب قبض کے مفید ملک ہی پس لہذا اُسکے واطی کے قاذف پر حد ہی چنانچہ قہستانی

اور محیط مین مصرح ہی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی م ان یوجد الاحصان وقت الحد حتی لو ارتد سقط حد القاذف ولو سلم بعد ذلک فتح اور شروط باقیہ سے یہ ہی کہ احصان

مقذوف کا حد مارنے کے وقت پایا جاوے یہانتک کہ اگر وہ مرتد ہوجاویگا قبل حد کے تو قاذف سے حد ساقط ہوجاویگی اگرچہ وہ بعد ارتداد کے پھر مسلمان ہو کذا فی

فتح القدیر م شروط مذکورہ سے یہ باقی رہگیا کہ مقذوف نہ مرگیا ہو قبل حد قاذف کے اسواسطے کہ ہمارے نزدیک قذف مین ارث نہین اور یہ شرط ہی کہ مقذوف حد

قاذف کی طلب کرے حاکم کے روبرو کذا فی النہر بصریح الزنا صریح زنا کا عیب لگانیوالا حد مارا جاوے یعنی جو یون کہے کہ تونے زنا کیا یا یون کہے کہ او زانی کذا فی النہر ومنہ

انت ازنی من فلان او منی علی ما فی الظہیریۃ اور صریح زنا مین داخل ہی یون کہنا کہ تو زانی تر ہی فلانے سے یا مجھسے کذا فی الظہیریہ م مبسوط مین مثال اول کے مخالف ہی اور

خانیہ مین مثال ثانی کے مخالف ہی یعنی دونون صورتون مین حد واجب نہین کذا فی النہر ومثلہ النیک کما نقلہ المصنف عن شرح المنار اور صریح کی مانند ہی لفظ نیک

کا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین ابن ملک کی شرح منار سے نقل کیا ہی م نیک مصدر ہی بمعنی جماع کرون یعنی اگر مرد سے کہے یا ناک یا عورت سے کہے یا منیوکہ تو گویا یون کہا

کہ او زانی اور اے زانیہ طحطاوی نے کہا کہ یہ قول بعید ہی ولو قال یا زانی بالہمزۃ لم یحد شرح تکملہ اور اگر یا زانی کہا یعنی بجاے یاء تحتیہ ہمزہ بولا تو اُسپر حد نہین کذا فی شرح

التکملہ م ظاہرا یہ قول صحیح نہین اسواسطے کہ محیط مین وجوب حد مذکور ہی اگرچہ قاذف صاعد کے معنی کا قصد کرے اسواسطے کہ اس کلمہ مہموزہ سے صعود کے معنی اسوقت

مراد ہونگے جب محل صعود کے ساتھ مقرون ہو اور بلا ذکر محل صعود زنا پر محمول ہی اسواسطے کہ عرب بجاے حرف علت ہمزہ بولتے ہین اور بجاے ہمزہ حرف علت

بولتے ہین تو قاذف کی نسبت کی تصدیق نہو گی بلا ذکر محل صعود کذا فی الطحطاوی او بقولہ زنات فی الجبل بالہمزۃ فانہ مشترک بین الفاحشۃ والصعود و

حالۃ الغضب تعین الفاحشۃ حد ہی صریح زنا کی تہمت سے یا اس قول سے کہ زنات فی الجبل یعنی تونے زنا کیا پہاڑ مین یا تو چڑھ گیا پہاڑ مین اسلیے کہ زنات مہموز

مشترک ہی فاحشہ اور صعود کے معنون مین اسلیے کہ بعضے عرب حرف علت کو ہمزہ بولتے ہین اور حالت غضب و دشنام تعین کرتی ہی معنی فاحشہ کو م یہ قول ہی

شیخین کا فی الجبل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر زنات علی الجبل کہیگا تو اُسپر حد نہوگی اسلیے کہ بقرینہ علی صعود کے معنی متعین ہوگئے او لست لابیک او لست لامک وقال

لست لابویک فلا حد او لست بابن فلان لابیہ المعروف بہ والحال ان امہ محصنۃ لانہا المقذوفۃ فی الصورتین اذ المعتبر احصان المقذوفۃ لا الطالب

شمنی یا حد قاذف ہی اس قول مین کہ تو اپنے باپ کا نہین اور اگر اسقدر اور زیادہ کہا کہ تو اپنی مان کا نہین یعنی یون کہا کہ تو اپنے مان باپ کا نہین تو اُسپر حد

نہین اسواسطے کہ جب قائل نے ولادت کی نفی کی تو زنا کی بھی کی کذا فی الحلبی یا حد ہی یون کہنے سے کہ تو فلانے کا بیٹا نہین اُسکے باپ کا نام لیکر جس سے مخاطب

معروف النسب ہی اور حالانکہ مان اُسکی محصنہ ہی احصان اُسکی مان کا مشروط ہوا اسواسطے کہ وہی تو مقذوفہ ہی دونون صورتون مین یعنی لست لابیک اور لست

بابن فلان مین قذف درحقیقت اُسکی مان کو ہی اسواسطے کہ معتبر مقذوف کا احصان ہی نہ طالب کا کذا فی شرح الشمنی م مقذوف اُسکی والدہ ہی اور طالب حد اُسکا

ولد ہو جبکہ ماں اسکی مرگئی ہو اور اگر زندہ ہو تو طالب اسکی والدہ ہوگی نہ اسکا ولد کذا فی حاشیۃ الحلبی فی غضب تعلیق بالصور الثلث فی غضب تینوں صورتوں سے
متعلق ہو یعنی زناٹ فی الجبل اور لست لابیک اور لست بابن فلان کہنے سے غضب اور دشنام کیحالت میں قاذف پر حد ہو اور اگر حالت رضا میں اقوال ثلثہ میں سے کوئی
قول کہیگا تو حد نہیں اسلیے کہ قول اول میں زنا صعود کے معنی پر اور قولین اخیرین میں نفی ولدیت محاسن اخلاق کی عدم مشابہت پر محمول ہو ولطالب
المقذوف المحصن لانہ حقہ ولو المقذوف غائبا عن مجلس القاذف حال القذف وان لم یسمعہ احد نہر قاذف حد مارا جاویگا مقذوف محصن کی
خواہش اور طلب سے اسواسطے کہ حد قذف واسطے دفع عار کے اُسیکا حق ہو اگرچہ مقذوف غائب ہو قاذف کی مجلس سے وقت قذف کے گو اُسکو عیب
لگاتے کسی نے نہ سنا ہو کذا فی النہر م درصورت عدم سماع کے طریق اثبات قذف کا قاذف کے اقرار پر منحصر ہو اسطرح کہ قاذف کہے کہ میں نے یوں کہا تھا بل وان امر
المقذوف بذلک شرح تکملۃ بلکہ اگرچہ قاذف کو امر کیا ہو مقذوف نے اسکا یعنی قذف کا کذا فی شرح التکملۃ م باوجود امر مقذوف حد ساقط نہوئی اسواسطے
کہ یہ حق اللہ ہو تو عبد کی اباحت سے مباح نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی و نیز ح الفرو والحشو فقط اظہارا للتخفیف باحتمال صدقہ بخلاف حد شرب و زنا اور
حد مارنے کے وقت قاذف کے بدن سے فقط پوستین اور روئی وغیرہ کا بھرا ہوا کپڑا اُتارا جاوے واسطے ظاہر کرنے تخفیف حد قذف کے قاذف کے صادق ہونے
کے احتمال سے بخلاف حد زنا اور شرب خمر کے م حد قذف کا سبب چونکہ قطعی نہیں کہ شاید قاذف صادق ہو لہذا اُسکے سب کپڑے نہ اُتار ڈالے جاوینگے سوائے
پوستین اور پنبئی کپڑے کے تا خفت حد ظاہر ہو بخلاف حد زنا اور شرب کے کہ سوائے پاجامہ انمین سب کپڑے اُتار ڈالے جاوینگے لا یحد لست بابن فلان
لجدہ لصدقہ یوں کہنے سے کہ تو فلانے کا بیٹا نہیں یعنی اپنے دادا کا حد نہ ماریجاویگی بسبب صادق ہونے اس کلام کے اسواسطے کہ فی الحقیقت وہ اپنے
باپ کا بیٹا ہو نہ دادا کا ونسبتہ الیہ او الی خالہ او عمہ او رابہ بتشدید الباء مربیۃ ولو غیر زوج امہ زیلعی لانہم آباء مجازا اور حد نہیں اسکی دادا کی طرف اُسکے
نسبت کرنے سے یا اُسکے ماموں یا اُسکے مربی اور پرورش کرنے والے کی طرف نسبت کرنے سے اگرچہ مربی اسکی ماں کا زوج نہو کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے
کہ دادا اور چچا وغیرہا آباء مجازی ہیں راب بتشدید باء موحدہ معنی مربی ہو ولا بقولہ یا ابن ماء السماء وفیہ نظر ابن الکمال اور یہ یوں کہنے سے حد ہو کہ او بار
آسمانی کے فرزند اسمیں اعتراض کیا ہو ابن کمال نے م اسواسطے حد نہیں کہ ابن ماء السماء سے جود اور صفا اور سماحت کی تشبیہ مراد ہوتی ہو چنانچہ عامر بن حارثہ
ملقب بماء السماء تھا اپنی سخاوت کے سبب سے اسواسطے کہ وہ اپنے مال کو ایام قحط میں مثل قطرات باران بکثرت دیتا تھا اور ام المنذر ملقب بماء السماء تھی اپنے
حسن اور جمال کے سبب سے اور اُسکے فرزند جو ملوک عراق تھے بنو ماء السماء کہلاتے تھے اور نعمان بن المنذر بھی ملقب بابن ماء السماء تھا کذا فی الطحطاوی الضیاح
الاصلاح میں ابن کمال نے کہا کہ حالت غضب میں جود اور جمال سے تشبیہ نہیں ہوسکتی اس اعتراض کا جواب یہ ہو کہ ہم الزام کرتے ہیں اور اُسکو نفی شجاعت اور سخاوت
کا سبب ٹھہراتے ہیں اسحالت میں کذا فی النہر فتح القدیر میں مذکور ہو کہ اگر وہاں کسی مرد کا نام ماء السماء مشہور ہو تو دشنام کے وقت البتہ اُسپر حد ہو ابن ماء السماء
کہنے میں اور نہیں تو نہیں ولا بقولہ یا نبطی للعربی اور عربی کو نبطی کہنے سے حد نہیں م نبط ایک گروہ ہو آدمیوں کا عراق میں و احد کو نبطی کہتے ہیں اور شرح جامع صغیر میں
ہو کہ انباط عجمی کشتکار ہیں اسواسطے حد نہیں کہ اس قول سے نفی مشابہت عرب اور مشابہت اس گروہ کی اخلاق اور عدم فصاحت میں مراد ہو بلا گمان قذف فی النہر
ستی نسبہ لغیر قبیلتہ او نفاہ عنہا غرر نہر الفائق میں ہو کہ جب کوئی قائل نسبت کرے مخاطب کو اُسکے غیر قوم کی طرف یا اُسکے قوم سے اُسکی نفی کرے تو تعزیر دیا جاوے
م نہر الفائق میں یہ قول بطریق بحث ہو نہ بطریق روایت مذہب وفیہ یا فرخ الزنا یا بیض الزنا یا حمل الزنا یا نخل الزنا قذف اور نہر میں ہو کہ یوں کہنا کہ او
زنا کے چوزے او زنا کے انڈے او زنا کے حمل او زنا کے نخل قذف ہو اسواسطے کہ یہ الفاظ ولد الزنا کے واسطے بولے جاتے ہیں حمل بفتحتین بچہ گوسفند جب چار
مہینے کا ہو اور نخل بچہ گوسفند بمجرد پیدائش م نہر الفائق میں جوہرہ سے منقول ہو کہ یوں کہنا قذف ہو کہ تو ولد حلال نہیں بخلاف یا کبش الزنا او یا حرامزادہ
قنیۃ بخلاف اس قول کے او زنا کے مینڈھے یا او حرامزادے یہ قذف نہیں م طحطاوی نے کہا کبش الزنا میں شاید یہ وجہ ہو کہ قذف میں مستعمل نہیں اور حرامزادہ شریر

اور مکار کو بولتے ہین اور اسواسطے کہ کل حرام زنا نہین یعنی چنانچہ زوجہ کا جماع حیض مین حرام ہی اور زنا نہین و فیہا لو جحد ابوہ نسبہ فلا حد اور قنیہ مین ہی کہ اگر ایک شخص کا
باپ منکر ہوا اُسکے نسب کا تو اُسپر حد نہین و لا حد بقولہ لامرأتہ زنیت ببعیر او ثور او حمار او بفرس لانہ لیس بزنا شرعا اور حد نہین اپنی زوجہ سے یون کہنے مین کہ
تونے زنا کیا اونٹ سے یا بیل سے یا گدھے سے یا گھوڑے سے اسواسطے کہ یہ شرعًا زنا نہین بخلاف زنیت ببقرۃ او بشاۃ او بناقۃ او بحمارۃ او بثوب او بدراہم
فانہ یحد لانہا لا تصلح للایلاج فیراد زنیت واخذت البدل بخلاف اس قول کے کہ تونے زنا کیا گاے سے یا بھیڑ بکری سے یا اونٹنی سے یا گدھی سے یا کپڑے سے یا درہم
سے تو مرد پر حد ماری جاویگی اسواسطے کہ عورت ادخال فی الفرج کے لائق نہین تو یہ مراد ہوگی کہ تونے زنا کیا اور اشیاء مذکورہ کو بعوض زنا لیا ولو قیل ہذا الرجل
فلا حد لعدم العرف باخذہ المال اور اگر یہ قول مذکور مرد سے کہا گیا تو حد نہین اسواسطے کہ مرد کو مال لینا بعوض زنا مروج نہین وانما یطلبہ بقذف المیت
من یقع القدح فی نسبہ بسبب قذفہ ای المیت وہم الاصول والفروع وان علوا او سفلوا ولو کان الطالب محجوبا او محروما عن المیراث بقتل او رق او کفر
ولد بنت ولو مع وجود الاقرب او عفوہ او تصدیقہ للحوقہم العار بسبب الجزئیۃ قید بالمیت لعدم مطالبتہم فی الغائب لجواز تصدیقہ اذا حضر اور قذف میت سے
طلب حد تو وہی شخص کرے جسکے نسب مین عیب لگتا ہی بسبب قذف میت کے اور وہ یعنی طالب حد میت کے اصول اور فروع ہین اگرچہ عالی یا سافل ہون
اگرچہ طالب حد محجوب یا محروم ہو میراث سے بسبب قتل یا مملوکیت یا کفر کے یا طالب میت کا نواسا ہو اگرچہ شخص البعد با وجود اقرب کے یا اُسکے عفو کردینے
یا اُسکے تصدیق کردینے کی طالب حد ہو یعنی ہر اصل اور فرع کو حق طلب ہر طرح ہی اسواسطے کہ سب کو لحوق عار ہی بسبب جزئیت کے ماتن نے طلب کو مقید بمیت
کیا اسواسطے کہ اصول اور فروع کو مطالبہ زنا غائب کے قذف مین نہین بسبب جائز ہونے تصدیق غائب کے جبکہ حاضر ہو طحطاوی نے نہر اور بحر سے
نقل کیا کہ اصول سے نانا اور نانی مستثنی ہین یعنی اُنکو حق طلب نہین قال یا ابن الزانیین وقد مات ابواہ فعلیہ حد واحد للتداخل الآتی ثم موت
ابویہ لیس بقید بل فائدتہا فی المطالبۃ کہا او دو زانیون کے بیٹے اور حالانکہ مقذوف کے والدین مر چکے ہین تو قاذف پر ایک ہی حد ہی بسبب تداخل کے
جسکا بیان آگے آویگا بعد اسکے معلوم کرنا چاہیے کہ موت اُسکے والدین کی قید نہین تداخل کی بلکہ فائدہ اُسکا مطالبہ مین ہی یعنی اگر والدین میت ہونگے
تو ولد کو حق طلب حد ثابت ہوگا بخلاف اُنکی حیات کے کذا فی المنح ذکر فی آخر المبسوط ان معتوہۃ قالت لرجل یا ابن الزانیین فجاء بہا الی ابن ابی لیلے
فاعترفت فحدہا حدین فی المسجد فبلغ ابا حنیفۃ فقال اخطأ فی سبعۃ مواضع بنی الحکم علی اقرار المعتوہۃ والزمہا الحد وحدہا حدین و اقامہما معا و فی المسجد و قائمۃ و بلا
حضرۃ ولیہا مبسوط کے آخر مین مذکور ہی کہ بیہوش عورت نے ایک مرد سے کہا یا ابن الزانیین سو وہ مرد اُسکو لایا قاضی ابن ابی لیلے کے پاس سو اُس نے
قبول کیا قذف کرنے کو تو قاضی نے اُسکو دو بار حد ماری مسجد مین تو یہ خبر پہونچی امام ابو حنیفہ کو تو کہا خطا کی قاضی نے سات جگہ احکم کی بنا کی بیہوش عورت
کے اقرار پر ۲- اور اُسپر حد لازم کی ۳- اور اُسکو دو حدین مارین ۴- اور دونون حدون کی ساتھ ہی اقامت کی ۵- اور مسجد مین حد قائم کی ۶- اور
اُسکو کھڑا کرکے حد ماری ۷- اور بلا حضور اُسکے ولی کے ہم فتح القدیر اور بحر الرائق اور منح الغفار مین یون مروی ہی کہ قاضی ابن ابی لیلے نے ایک شخص کو
سنا کہ دوسرے مرد کو کہتا ہی یا ابن الزانیین تو اُسکے دو حدین مارین مسجد مین پھر جب امام ابو حنیفہ کو خبر ہوئی تو فرمایا عجب ہی ہمارے شہر کے قاضی سے
کہ اُسنے ایک مسئلہ مین پانچ جگہ خطا کی اوّل یہ کہ حد ماری بدون طلب مقذوف کے دوسرے یہ کہ اگر وہ طالب ہوتا تو ایک ہی حد واجب تھی تیسرے یہ کہ اگر
اُسکے نزدیک دو حدین تھین تو دونون حدون مین ایکدن یا زیادہ کا انتظار کرنا تھا کہ ضرب اوّل کا اثر خفیف ہوجاتا چوتھے یہ کہ مسجد مین حد ماری پانچوین یہ کہ اُسکو
دریافت کرنا تھا کہ اُسکے والدین زندہ ہین یا نہین اگر زندہ ہوتے تو خصومت کا اُنکو اختیار تھا اور نہین تو فرزند کو خصومت کا حق تھا انتہی تو شاید یہ زیادت
اور نقصان بسبب اختلاف راویون کے ہی اور قاضی ابن ابی لیلی کی طرف سے یہ جواب ممکن ہی کہ وہ مجتہد تھے اُنکے اجتہاد مین یہی حق معلوم ہوا کذا فی الطحطاوی
وقال فی الدرر ولم یعرف ان ابویہ حیان فتکون الخصومۃ لہما او میتان فتکون الخصومۃ للابن اور درر مین کہا اور معلوم نہوا کہ مقذوف مذکور کے والدین زندہ

تھے سو حق خصومت انکو ہوتا یا مردہ تھے کہ حق خصومت بیٹے کو ہوتا اجتمعت علیہ اجناس مختلفۃ بان قذف وشرب وسرق وزنا غیر محصن لقیام علیہ
الکل بخلاف المتحد جمع ہوئین ایک شخص پر حدود کی چند جنسین مختلف اسطرح پر کہ اُسنے قذف کیا اور شراب پی اور چوری کی اور غیر محصن سے زنا کیا تو اُسپر سب
حدود قائم کی جاوین اسواسطے کہ اغراض مختلف ہین کیونکہ مقصود حد زنا سے حفظ نسب ہی اور حد قذف سے حفظ آبرو ہی اور حد شرب سے حفاظت عقل
ہی تو اقامت حد واحد سے جمیع مقاصد مذکور نہین حاصل ہوتے بخلاف حدود متحد الجنس کے کہ وہان ایک حد کافی ہی بسبب اتحاد مقصود کے چنانچہ آخر باب مین مذکور
ہوگا ولا یوالی بینہا خیفۃ الہلاک بل یحبس حتی یبرأ اور حدود مختلفہ کے درمیان مین اتصال نہ کیا جاویگا یعنی لگاتار برابر اُنکی اقامت نہوگی ہلاک ہوجانے کے خوف
سے بلکہ وہ محبوس رہیگا صحیح سالم ہونے تک فیبدأ بالحد القذف لحق العبد ثم ہوای الامام مخیر ان شاء بدأ بالحد الزنی وان شاء بالقطع لثبوتہما بالکتاب اور حدود
مختلفہ کی اقامت مین حد قذف سے ابتدا کیجاوے بسبب حق العبد کے اگرچہ اسمین حق اللہ غالب ہی پھر امام مختار ہی چاہے حد زنا کو شروع کرے چاہے
قطع ید کی حد کو بسبب ثابت ہونے دونون کے قرآن مجید سے یعنی دونون قوت مین برابر ہین کسی کی ترجیح نہین ویؤخر حد الشرب لثبوتہ باجتہاد الصحابۃ اور
موخر کرے حد شرب کو بسبب اُسکے ثابت ہونے کے صحابہ کرام کے اجتہاد سے ولو فقأ العینین بدأ بالفقاء ثم بالقذف ثم یرجم لو محصنا ولبعض غیرہ بحر اور اگر کسی کو
زخمی بھی کیا تو امام ابتدا جراحت سے کرے پھر حد قذف مارے پھر سنگسار کرے اگر زانی محصن ہو اور اُنکے سوا اور حدود لغو ہوجاوینگے کذا فی البحر طحطاوی نے
ابو سعود سے نقل کیا کہ جراحت سے وہ جراحت مراد ہی جو قصاص کی موجب ہی وفی الحاوی القدسی ولو قتل ضرب للقذف وضمن للسرقۃ ثم قتل وترک
مابقی اور حاوی مین ہی کہ اگر قتل بھی کیا تو حد قذف ماریجاوے اور چوری کا ضمان ہو پھر قتل کیا جاوے اور باقی حدود متروک ہوون ویوخذ سارقہ من
ترکتہ لعدم قطعہ نہر اور جسقدر اُسنے چوری کی وہ اُسکے متروکہ سے لیجاوے بسبب اُسکے عدم قطع کے کذا فی النہر یعنی ضمان ساقط ہوتا ہی قطع ید کی ضرورت سے
سو یہان پایا نہین گیا ولا یطالب ولد ای فرع وان سفل وعبد اباہ ای اصلہ وان علا وسیدہ لف ونشر مرتب بقذف امۃ الحرۃ المسلمۃ
المحصنۃ اور مطالبہ حد کا نہ کرے بیٹا اپنے باپ سے اور غلام اپنے مالک سے اپنی مان کے قذف سے جو کہ حرہ مسلمہ محصنہ ہی ولد سے مراد فرع ہی اگرچہ سافل
ہو اور باپ سے مراد اصل ہی اگرچہ عالی ہو اور غلام کی مان کا حرہ ہونا اسطرح پر کہ مان آزاد ہوگئی اور بیٹا اُسکا غلام بنا رہا اور چونکہ باپ اور مولی
سے بموجب حدیث کے قصاص ساقط ہی تو حد بطریق اولی ساقط ہوگی فلو کان لہا ابن من غیرہ او اب ونحوہ ملک الطلب فی النہر واذا
سقط عنہ الحد عزر بل لشتم ولدہ یعزر پھر اگر اُس عورت محصنہ کا بیٹا ہو اُس زوج کے غیر سے یعنی ربیب ہو بشرطیکہ اسکا مملوک نہو یا عورت کا باپ ہو یا
اُسکے مانند کوئی اور اصول اور فروع مین تو وہ طلب حد کا مالک ہوگا اور نہر الفائق مین ہی اور جب باپ سے حد قذف ساقط ہوئی تو تعزیر دیا جایگا بلکہ بیٹے
کو گالی دینے سے تعزیر دیا جاویگا ولا ارث فیہ خلافا للشافعی اور قذف مین ارث نہین بخلاف امام شافعی یعنی اگر بعد قذف کے مقذوف مرگیا تو حد باطل ہی وارث
دعوی نہین کرسکتا اور اگر میت کو قذف کیا تو اصول اور فروع کو حق طلب ہی بالاصالۃ نہ بالخلافۃ چنانچہ مذکور ہوچکا ولا رجوع بعد اقرار ولا
اعتیاض ای اخذ عوض ولا صلح ولا عفو فیہ وعنہ اور رجوع کرنا نہین قذف مین بعد اقرار کے اور قذف سے عوض کرنا یعنی قذف کے عوض مال لینا جائز
نہین اور نہ صلح اور بخشنا جائز ہی یعنی حاکم کے روبرو جب قذف ثابت ہوجاوے تو مقذوف کی صلح کرنے یا بخشنے سے حد ساقط نہین فیہ متعلق ہی رجوع
سے اور عنہ اعتیاض سے نعم لو عفا المقذوف فلا حد لا لصحۃ العفو بل لترک الطلب حتی لو عاد وطلب حد شمنی ولذا لا یتم الحد الا بحضرتہ ہان اگر مقذوف عفو کردے تو
حد نہین نہ اس سبب سے کہ عفو صحیح ہی بلکہ اس سبب سے کہ اُسنے طلب حد کو ترک کیا اسواسطے کہ طلب شرط ہی حد کی یہانتک کہ بعد ترک کے اگر پھر عود کریگا اور
طلب حد کریگا تو حد ماراجاویگا کذا فی شرح الشمنی اور اسیواسطے یعنی بسبب ترک کے حد پوری نہوگی مگر بعد حاضر ہونے مقذوف کے یعنی اگر حد قذف شروع ہوئی پھر
مقذوف کہین چلا گیا تو باقی کوڑے نہ ماریجاوینگے تاوقتیکہ مقذوف نہ آویگا قال لآخر یا زانی فقال الآخر لا بل انت حد لتعلق حق اللہ تعالی ہر ایک کو ۔۔۔ کہا کہ تو زانی سو

جواب دیا بلکہ تو یعنی میں زانی نہیں تو زانی ہی تو دونوں پر حد قذف ماریجاویگی بسبب غالب ہونے حق اللہ کے قذف میں یعنی اُس قول میں دونوں قاذف ہوئے اگر بنا بر حق العبد کے کہے کہ دونوں برابر ہوگئے تو لازم آتا ہی اسقاط حق اللہ کا تو بنا بر غلبہ حق اللہ کے دونوں پر حد ہوگی کذا فی المنح بخلاف ما لو قال له مثلا یا خبیث فقال بل انت لم یعزر لانه حقهما وقد تساویا فتکافیا بخلاف اُسکے یہ صورت ہی کہ اگر ایک شخص سے مثلاً کہا یا خبیث سو اُسنے جواب دیا بلکہ تو خبیث ہی تو معلوم ہو تعزیر نہیں اسواسطے کہ تعزیر دونوں کا حق ہی یعنی تعزیر واسطے حق آدمی کے ہی حالانکہ جواب دینے سے دونوں برابر ہوگئے تو دونوں کی مکافات ہوگئی یعنی دونوں سے تعزیر ساقط ہوگئی بخلاف ما سیجئ لو تشاتما بین یدی القاضی او تضاربا لم یتکافیا لهتک مجلس الشرع و تفاوت الضرب بخلاف سابق وہ مسئلہ ہی جو آویگا کہ اگر دو شخصوں نے باہم گالی دی قاضی کے سامنے یا باہم ایک نے دوسرے کو مارا تو دونوں برابر نہو جاوینگے سقوط تعزیر میں بلکہ دونوں کو تعزیر دیجاویگی بسبب بے ادبی مجلس شرع کے اور بسبب متفاوت ہونے ضرب کے ولو قاله لعرسه و هو من اهل الشهادة فردت به حدت ولا لعان اور اگر قول مذکور اپنی زوجہ سے کہا اور حالانکہ زوج اہل ہی شہادت کا سو زوجہ نے وہی قول پھر کر کہا تو عورت پر حد ماری جاویگی اور لعان نہوگا یعنی اگر زوج نے زوجہ سے کہا یا زانیہ سو اُسنے جواب دیا بلکہ تو یعنی میں نہیں تو زانی ہی تو عورت پر حد ہی بلا لعان اور زوج میں اہلیت شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وہ اہل شہادت نہوگا تو اُسکا قذف لعان کا موجب نہوگا تو دونوں پر حد ماری جاویگی کذا نقله الحلبی عن الایضاح الاصل ان الحدین اذا اجتمعا و فی تقدیم احدهما اسقاط الآخر وجب تقدیمه احتیالا للدرء قول مذکور میں حد زوجہ اور سقوط لعان کا قاعدہ یہ ہی کہ جب دو حدیں جمع ہونگی اور ایک حد کے مقدم کرنے میں دوسری حد کا اسقاط ہوگا تو اُسکی تقدیم واجب ہوگی حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے یعنی جب اول عورت پر حد ماری گئی تو وہ لعان کے لائق نرہی اسواسطے کہ محدود فی القذف لعان کا اہل نہیں اور لعان کی تقدیم میں ابطال حد کا نہ تھا لہذا تقدیم حد واجب ہوئی کذا فی المنح اگر کوئی کہے کہ تقدیم حد مذکور اجتماع حدین میں ہوتی ہی اور لعان تو حد نہیں اسکا جواب شارح نے آیندہ قول میں دیا واللعان فی معنی الحد اور لعان بمعنی حد ہی یعنی مشروعیت لعان کی واسطے انزجار کے ہی مانند حدود کے ولذا قالوا لو قال لها یا زانیة بنت الزانیة بدئی بالحد لینتفی اللعان اور اسیواسطے یعنی حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے فقہا نے کہا ہی کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ یا زانیہ بنت الزانیہ تو اول حد کی ابتدا کیجاویگی تا لعان منتفی ہو جاوے یعنے زوج پر زوجہ کی ماں کی قذف کی اول حد ماریجاویگی تو لعان ساقط ہو جاوے گا اسواسطے کہ محدود لائق لعان کے نہیں رہتا بحرالرائق میں کہا کہ اگر زوجہ پہلے دعوی کریگی تو دونوں میں قاضی لعان کراویگا پھر زوجہ کی ماں نے قذف کے حد کی طالب ہوگی تو مرد پر حد قذف ماریجاویگی طحطاوی نے کہا تو شاید مسئلہ مذکورہ شارح کا اُسصورت میں مفروض ہی جب زوجہ اور اُسکی ماں معاً طالب ہوں ولو قالت فی جوابه زنیت بک او معک هدر الحد واللعان للشک اور اگر زوج نے کہا یا زانیہ اور زوجہ نے اُسکے جواب میں کہا کہ میں نے تجھسے زنا کیا یا تیرے ساتھ زنا کیا تو حد اور لعان دونوں باطل ہو جاوینگے بسبب شک کے اور تفصیل شک یوں ہی کہ عورت کا قول احتمال رکھتا ہی کہ اُسنے قبل النکاح کے زنا کا ارادہ کیا تو حد واجب ہوگی نہ لعان اسواسطے کہ زوجہ نے زوج کے قول کی تصدیق کی اور زوج نے اُسکی تصدیق نہیں کی اور محتمل ہی کہ زوجہ نے اُس زنا کا ارادہ کیا جو زوج کے ساتھ بعد نکاح ہوا یعنی نکاح کے جماع کو تعبیر بزنا کیا بقرینہ تقابل تو موجب اس احتمال کے لعان واجب ہی نہ حد اسواسطے کہ قذف مرد کی طرف سے ہوا نہ عورت کیطرف سے تو بسبب احتمالین مذکورین کے شک پڑا حد یا لعان کے ثبوت میں لہذا دونوں ساقط ہوگئے کذا فی المنح قید بالخطاب لانها لو اجابته بانت ازنی منی حدوحده خانیة مصنف نے جواب کو بخطاب کو مقید کیا اسواسطے کہ اگر زوجہ زوج کو یوں جواب دیگی کہ تو زانی تر ہی مجھسے تو فقط زوج ہی پر حد ماریجاویگی کذا فی الخانیہ م اسواسطے کہ صیغہ افعل کا ایسے مقام میں ترجیح فی العلم کے واسطے مستعمل ہوتا ہی تو گویا زوجہ نے یوں کہا کہ انت اعلم بالزنا منی اور علم بالزنا کی نسبت موجب حد نہیں کذا فی الطحطاوی عن الکمال اور یہ جو بعضے نسخے میں ہی کہ حدیہ حدت سو تحریف ہی ولو کان ذلک مع اجنبیة حدت دونه لتصدیقها اور اگر وہ یعنی گفتگو مذکور

سے کے یعنی عورت نے بھی مرد کو قذف کیا اور اُسکا حق تصدیق کرنے سے ساقط ہو گیا اقر بولدٍ ثم نفاہ یلاعن وان عکس حد للقذف والولد لہ فیہما لانزارہ اقرار کیا زوج
نے ولد کا پھر اُسکی نفی کی تو لعان کرے زوجہ سے اور اگر اُسکے بالعکس کیا یعنی اول نفی کی پھر اقرار کیا تو مرد پر حد قذف ماریجاوے اور ولد دونوں صورتوں مین مرد کا
ہی اُسکے اقرار سے پہلی صورت مین اقرار سابق ہی اور دوسری صورت مین اقرار لاحق ہی اور لعان بدون قطع نسب صحیح ہی کذا فی النہر ولو قال لیس بابنی ولا بابنک فہدر
لانہ انکر الولادۃ اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ یہ لڑکا نہ میرا ہی نہ تیرا تو یہ باطل ہی نہ اس قول سے حد متعلق ہی نہ لعان اسلیے کہ مرد ولادت کا منکر ہی اور انکار ولادت سے
قاذف نہین ہوتا قال لامراۃ یا زانی حد اتفاقا لان الہاء تحذف للترخیم کہا مرد نے اجنبی عورت سے یا زانی تو اُسپر حد ہی باتفاق شیخین اور محمدؒ کے اسواسطے کہ کلام
عرب مین ہاء ہوز محذوف ہو سکتی ہی بسبب ترخیم کے یعنی اصل مین یا زانیہ تھا سو ترخیم سے آخر کا حرف محذوف ہو گیا ترخیم عبارت ہی حذف آخر کلمہ سے ولرجل یا
زانیۃ لا وقال محمد یحد لان الہاء تدخل للمبالغۃ کعلامۃ قلنا الاصل فی الکلام التذکیر اور اگر مرد سے کہا یا زانیہ تو شیخین کے نزدیک حد نہین اور محمدؒ نے کہا کہ ہکاذل
حد مارا جاویگا اسواسطے کہ ہاء ہوز صیغہ مذکر مین مبالغہ کے واسطے داخل ہوتی ہی جیسے علامہ مین ہم اسکے جواب مین کہتے ہین کہ اصل کلام مین مذکر لانا ہو لفظ
کا اور تانیث غیر اصل ہی ولا حد بقذف من لہا ولد لا اب لہ معروف فی بلد القذف اور حد نہین اُس عورت کے قذف سے جسکے ولد کا باپ معلوم نہین اُس
شہر مین جہان قذف واقع ہوا نہ ہر شہر مین کذا فی البحر او من لاعنت بولدٍ لانہ امارۃ الزنٰی یا حد نہین اُس عورت کی قذف سے جسنے لعان کیا
باوجود ولد کے یعنی لعان باقی رہا اور قاضی نے ولد کا نسب زوج سے قطع کر دیا اور ولد کو ماں کے ساتھ ملحق کر دیا اسواسطے حد نہین کہ وجود ولد بعد لعان علامت
ہی زنا کی اور سا اگر بعد لعان کے قاضی قطع نسب نہ کریگا تو اُسکے قاذف پر حد واجب ہوگی یا اگر لعان باطل ہو جاویگا زوج کے اقرار کذب سے تو بھی قاذف پر
حد واجب ہوگی بسبب دور ہونے تہمت کے کذا فی المنح او بقذف رجل وطی فی غیر ملکہ بکل وجہ کامۃ ابنہ او بوجہ کامۃ مشترکۃ او فی ملکہ المحرم ابدا کامۃ فہی
اختہ رضاعا فی الاصح لفوات العقد یا حد نہین اُس مرد کی قذف سے جسنے وطی کی اپنے غیر ملک مین ہر وجہ سے چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی سے وطی کی یا ایک وجہ
سے غیر ملک مین وطی کی چنانچہ مشترک لونڈی سے وطی کی یا اپنی اُس مملوکہ سے وطی کی جو ہمیشہ کو حرام تھی چنانچہ اپنی اُس لونڈی سے وطی کی جو سولی کی رضاعی
بہن تھی یہان حد نہین قول اصح مین بسبب فوت ہونے عقد کے م یہ علت ہی مسائل ثلثہ مذکورہ کی عدم حد کی او بقذف من زنت فی کفرہا لسقوط الاحصان
یا حد نہین اُس عورت کی قذف سے جسنے اپنے کفر کی حالت مین زنا کیا بسبب ساقط ہونے احصان کے او بقذف مکاتب مات عن وفاء لاختلاف الصحابۃ فی حریتہ فاورث
شبہۃ یا حد نہین اُس مکاتب کے قذف سے جو مر گیا بدل کتابت ادا کر کے حد نہین بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اُسکی حریت اور عبدیت مین تو اس اختلاف نے
شبہہ پیدا کیا سقوط حد مین م وفاء بدل کتابت کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر بدون وفاء مر جاویگا تو اُسکے قاذف پر بطریق اولی حد نہوگی اسواسطے کہ وہ بلا شبہہ غلام مرا
کذا فی البحر وحد قاذف واطئ عرسہ حائضا او امۃ مجوسیۃ ومکاتبۃ ومسلم نکح محرمتہ فی کفرہ لثبوت ملکہ فیہن وفی الذخیرۃ خلافہما اور حد مارا جاویگا قاذف
اُس مرد کا جسنے اپنی زوجہ سے وطی کی حیض کی حالت مین اور مجوسی لونڈی اور مکاتبہ سے وطی کی اور اُس مسلم کا قاذف حد مارا جاویگا جسنے اپنی حالت کفر
مین اپنی محرم سے نکاح کیا بسبب ثابت ہونے وطی کے اُسکے ملک مین یعنی پہلی اور پچھلی صورت مین ملک نکاح ثابت ہی اور باقی مین ملک یمین ہی اور پچھلی صورت مین خلاف ہی
صاحبین کا اسواسطے کہ نکاح کافر کا اپنے محرم سے امام کے نزدیک صحیح ہی اور صاحبین کے نزدیک صحیح نہین وحد مستامن قذف مسلما لانہ التزم ایفاء حقوق العباد
بخلاف حد الزنا والسرقۃ لانہما من حقوق اللہ تعالی المحضۃ کحد الخمر واما الذمی فیحد فی الکل الا الخمر غایۃ اور حد مارا جائیگا کافر مستامن جسنے مسلم کا قذف کیا
اسواسطے کہ اُس نے بسبب امان مسلمین کے ایفاء حقوق العباد کا التزام کیا ہی بخلاف حد زنا اور چوری کے کہ وہ مستامن پر نہین اس لیے کہ زنا اور سرقہ
کی حد حق تعالی کے حقوق خالصہ سے ہی مانند شراب کی حد کے اور ذمی کافر پر تو جمیع حدود ماریجاوینگے سواے شراب کی حد کے کذا فی غایۃ البیان الکن ورد سنا
عن المنیۃ تصحیح حدہ بالسکر ایضا لکن ہم باب الشرب مین مقدسہ ذکر کر چکے ہین منیۃ المفتی سے حد ذمی کی تصحیح درست ہونے سے بھی نشہ چڑھنے اسی طرح کہا غایۃ البیان

کے استثنار پر و فی السراجیۃ اذا اعتقدوا حرمۃ الخمر کانوا کالمسلمین اور سراجیہ مین ہی کہ جب اہل ذمہ حرمت خمر کے معتقد ہون تو مسلمین کے مانند ہین وجوب حد مین
م شارح نے سراجیہ کے قول سے غایۃ البیان اور منیۃ المفتی کے تعارض کو دفع کیا ہی یعنی غایۃ البیان کی روایت اُس صورت پر محمول ہی جب اہل ذمہ معتقد حرمت
خمر نہون منیۃ المفتی کی روایت اعتقاد حرمت پر محمول ہی تو تناقض نرہا واللہ اعلم اور سراجیہ سے مراد سراج الدین کا فتاوی ہی کذا فی النہر وفیہا لو سرق الذمی او زنی
فاسلم ان ثبت باقرارہ او بشہادۃ المسلمین حد وان ثبت بشہادۃ اہل الذمۃ لا اور سراجیہ مین ہی کہ اگر ذمی نے چوری کی یا زنا کیا پھر وہ مسلمان ہوا اگر سرقہ یا زنا اُسکا
اقرار یا اہل اسلام کی گواہی سے ثابت ہوا تو حد مارا جاویگا اور اگر اہل ذمہ کی گواہی سے ثابت ہوا تو حد نہین اسواسطے کہ کفار کی گواہی مسلم پر مقبول نہین اقر القاذف
بالقذف فان اقام اربعۃ علی زناہ ولو فی کفرہ لسقوط احصانہ کما مر او اقر بالزنا اربعا کما مر اقرار کیا قاذف نے قذف کا سو اگر چار گواہ قائم کیے مقذوف
کے زنا پر اگرچہ اقامت بینہ قاذف کی حالت کفر مین ہو بسبب ساقط ہونے احصان قاذف کے یعنی مقذوف کا احصان شرط ہی حد قذف مین نہ قاذف کا جیسا کہ
مذکور ہو چکا یا زانی نے خود زنا کا اقرار چار بار چار مجلس مین کیا چنانچہ اُسکا بیان گذرا عبارۃ الدرر او اقرارہ بالزنا فیکون معناہ او اقام بینۃ علی اقرارہ بالزنا وقد حرر
فی البحران البینۃ علی ذلک لا تعتبر اصلا ولا یعول علیہا لانہ ان کان منکرا لا تسمع مع الاقرار الا فی سبع مذکورۃ فی الاشباہ لیست ہذہ منہا فلذا غیر المصنف العبارۃ
تنبیہ عبارت درر غرر کی یون ہی یا اُسکے اقرار بالزنا پر تو مطلب اُسکا یہ ہوا یا قاذف نے گواہ قائم کیے زانی کے زنا کے اقرار پر اور حالانکہ بحرالرائق
مین تحریر کی ہی کہ اسپر گواہ اصلا معتبر نہین اور اُسپر اعتماد نہین اسواسطے کہ اگر زانی منکر زنا ہی تو رجوع اُسکا ثابت ہوا تو گواہی لغو ہو گئی اور اگر مقر
ہی تو گواہی لائق سماعت نہین باوجود اقرار کے مگر سات جگہ البتہ گواہی باوجود اقرار معتبر ہی جسکی تفصیل اشباہ مین مذکور ہی اُن سات مقامون سے
یہ مسئلہ نہین لہذا ماتن نے درر کی عبارت کو بدل ڈالا سو خبردار ہو جا یعنی یون کہا کہ اگر قاذف نے زنا پر گواہ قائم کیے یا زانی نے خود زنا کا اقرار کیا تو مقذوف
پر حد ہی ہم اشباہ والنظائر مین مذکور ہی کہ مقر پر گواہ مسموع نہین مگر سات جگہ ا میت کے قرض پر ۱ وارث نے اقرار کیا تو گواہ مسموع ہونگے تا اور وارثون پر حکم متعدی ہو
۲ مدعا علیہ کے اقرار وصیت پر وصی کے گواہ مسموع ہین ۳ مدعا علیہ کے اقرار وکالت پر وکیل کے گواہ اثبات وکالت پر مسموع ہین دفع ضرر کے واسطے ۴ استحقاق
کی گواہی باوجود اقرار مستحق کے مسموع ہی تا بائع سے رجوع کرنا آسان ہو ۵ اگر باپ سے خصومت کیجاے صغیر کے جانب سے تو باوجود باپ کے اقرار کے گواہی مقبول ہی
۶ اگر وارث نے موصی لہ کیواسطے اقرار کیا تو بھی شہادت مسموع ہی ۷ ایک جانور کرایہ دیا زید کو پھر اُسکو کرایہ دیا خالد کو سو زید نے گواہ گذرانے اپنے کرایہ پر لیا اگر خالد حاضر
ہوگا اور مقر بھی ہوگا زید کے کرایہ کرنے پر تو بھی شہادت زید کی مسموع ہوگی اور اگر غائب ہوگا تو مسموع نہوگی کذا فی الطحطاوی حد المقذوف یعنی ان لم تکن الشہادۃ
بحد متقادم کما لا یخفی حد مارا جاویگا مقذوف جب کہ گواہی حد متقادم پر نہوگی چنانچہ یہ مخفی نہین ہم حد المقذوف جزاء ہی ان اقام کی یعنی اگر قاذف چار گواہ لاویگا
مقذوف کے زنا پر یا مقذوف خود اقرار کریگا تو مقذوف پر حد ماریجاویگی وان عجز عن البینۃ للحال و استاجل لاحضار شہودہ فی المصر یوجل الی قیام المجلس فان
عجز حد اور اگر قاذف عاجز ہو گواہونکے لانے سے اُسوقت اور حاکم سے مدت مانگی اپنے گواہون کے حاضر کرنیکی جو اُسی شہر مین موجود ہین تو اُسکو مہلت دیجاوے
قیام مجلس تک پھر اگر نہ لاسکے تو اُسپر حد قذف ماریجاوے ولا یکفل لیذہب لطلبہم بل یحبس و یقال ابعث الیہم من یحضرہم اور حاضر ضامنی نہ لیجاوے قاذف سے
تا کہ وہ گواہون کی تلاش کو جاوے بلکہ وہ محبوس یعنی نظر بند رہے اور اُس سے کہا جاے کہ گواہون کیطرف اُس شخص کو بھیج جو اُنکو حاضر کرے ولو اقام اربعۃ فسقۃ کما قال
در ئی الحد عن القاذف والمقذوف والشہود ملتقط اور اگر قاذف نے چار گواہون فاسق سے اپنے قول کی گواہی دلائی تو قاذف اور مقذوف اور گواہون سے حد
مندفع ہو جاویگی کذا فی الملتقط ہم قاذف اور شہود پر اسواسطے حد نہی کہ نصاب شہادت پوری ہی اگرچہ گواہ عادل نہین اور مقذوف پر اسواسطے حد نہین کہ
وجوب حد شہود عدول پر موقوف ہی ملتقی یحد واحد لجنایات اتحد جنسہا بخلاف ما اختلف جنسہا کما بیناہ وعم اطلاقہ ما اذا اتحد المقذوف ام تعدد بکلمۃ او
[illegible]

کے واسطے جنکی جنس متحد ہی بخلاف اُن جنایات کے جنکی جنس مختلف ہی چنانچہ ہم بیان کر چکے ہین اسی باب مین حکم جنایات مختلفہ کا اور شامل ہی اطلاق مصنف کا جبکہ مقذوف متحد ہو یا متعدد قذف اُنکا ایک لفظ سے ہو یا چند الفاظ سے ایکدن مین قذف کیا ہو یا چند ایام مین طلب حد جمیع مقذوفین نے کی ہو یا بعض نے اور شامل ہی اطلاق اُس صورت کو جبکہ قاذف کو حد ماری گئی ہو سوا ایک کوڑے کے پھر اُسنے دوسری بار اُسی مجلس مین دوبارہ قذف کیا تو حد اول پوری کیجاویگی یعنے فقط ایک باقی کوڑا مارا جاویگا اور قذف ثانی کیواسطے کچھ نہین بسبب تداخل کے کم اکتفا حد واحد اُسوقت ہی جبکہ بعد تکرار جنایات کے حد واقع ہوئی اور اگر جنایات اولی کی حد کے بعد دوسری بار جنایت کریگا تو دوسری بار حد ماریجاویگی خواہ قذف ہو خواہ شرب کذا فی الفتح واما اذا قذف فعتق فقذف آخر حد حد العبد فان اخذه الثانی کمل له ثمانون لوقوع الاربعین لهما فتح اور جبکہ غلام قذف کریگا پھر آزاد ہو جاویگا پھر دوسرے شخص کو قذف کریگا تو اُسپر غلام کی حد ماریجاویگی یعنی چالیس کوڑے پھر اگر مقذوف ثانی اُسکو گرفتار کریگا یعنی طالب حد ہوگا تو اول حد کو ملا کر اسّی کوڑے پورے کردیے جاوینگے بسبب واقع ہونے پہلے چالیس کوڑونکے دونون حدون کے واسطے کذا فی الفتح یعنی حد چالیس کوڑے دونون قذفون مین شمار ہوگئے بسبب اتحاد جنس کے تو اسّی مین چالیس باقی رہے سو وہی چالیس باقی مقذوف ثانی کی طلب کے بعد ماریجاوینگے وفی سرقة الزیلعی قذفه فحد ثم قذفه لم یحد ثانیا لان المقصود وهو اظهار کذبه ودفع العار حصل بالاول انتهی اور شرح زیلعی کے باب السرقہ مین ہی کہ قذف کیا زید کو مثلاً سو اُسپر حد ماری گئی پھر بعد حد کے دوبارہ اُسکو قذف کیا تو دوسری بار اُسکو حد نہ ماریجاویگی اسواسطے کہ حد قذف کا مقصود یعنی اظہار کذب قاذف اور دفع عار مقذوف سے حاصل ہو چکا پہلی حد سے تو حد ثانی کی حاجت نرہی انتہی کلام زیلعی کے مخالف فتح القدیر کا قول ہی چنانچہ مذکور ہو چکا اور ضعف توجیہ زیلعی کا مخفی نہین اسواسطے کہ اول حد سے زمان ماضی کا کذب ظاہر ہوا نہ زمان مستقبل کا وعلی ہذا القیاس دفع عار لیکن ظہیریہ مین بھی مطلقاً نفی حد ہی مانند زیلعی کے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ومفاده انه لو قال له یا ابن الزانیة وامه میتة فخاصمه حد ثانیا کما لا یخفی اور زیلعی کی تعلیل سے یہ مستفاد ہوتا ہی کہ اگر قاذف نے مقذوف کو کہا یا ابن الزانیہ یعنی اول مقذوف کو زانی کہا پھر اُسکی ماں کو اور حالانکہ اُسکی ماں میت ہی پھر مقذوف نے قاذف سے خصومت کی تو اُسکو دوبارہ حد ماریجاویگی چنانچہ وجہ اُسکی پوشیدہ نہین یعنی مقذوف نے اول اپنی قذف کی حد طلب کی سو قاذف مارا گیا پھر اُسنے اپنی ماں کی قذف کا دعوی کیا تو دوبارہ اُسکو حد ماریجاویگی اسواسطے کہ حد اول سے مقذوف سے عار دفع ہوئی اور حد ثانی سے اُسکی ماں کی عار سے ولیکن اگر قاذف نے دونون کو ایک لفظ سے قذف کیا یا دونون کی قذف کے بعد مطالبہ ہوا تو ایک ہی حد کافی ہوگی بسبب تداخل کے وافاد تقییده بالحد ان التعزیر یتعدد بتعدد الفاظه لانه حق العبد اور مصنف نے حد کی قید لگانے سے اشارہ کیا کہ تعزیر متعدد ہوتی ہی اپنے الفاظ کے متعدد ہونے سے اسواسطے کہ تعزیر حق العبد ہی م طحطاوی نے کہا شارح نے تعدد تعزیر کو بطور جزم ذکر کیا لیکن مصنف نے کہا ہی کہ مین نے اُسکو صریح نہین دیکھا مگر فقہا کے کلام سے بوجھا جاتا ہی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا عاین القاضی رجلا زنی وشرب لم یحد استحسانا وعن محمد یحد قیاسا علی حد القذف والقود قلنا الاستیفاء للقاضی وهو مندوب للدرء بالخیر فلحقه التهمة حواشی السعدیة دیکھا قاضی نے ایک مرد کو زنا کرتے یا شراب پیتے تو اُسپر حد نہ مارے بنا بر استحسان کے اور محمد سے مروی ہی کہ حد مارے حد قذف اور قصاص کے قیاس پر ہم جواب دیتے ہین امام کی طرف سے وجہ استحسان بیان کرکے کہ استیفاے حد ضرب کا حق قاضی کے واسطے ہی اور حالانکہ قاضی کو دفع حد مستحب ہی بموجب اُس حدیث کے کہ ادرؤا الحدود ما استطعتم تو اُسکو تہمت لاحق ہوئی کذا فی حواشی السعدیہ یعنے جب قاضی نے حد کو نہ ٹالا تو وہ متہم بعداوت وکینہ محدود ہوا بخلاف حد قذف کے کہ اُسکا حق استیفا مقذوف کو ہی نہ قاضی کو اور قصاص مین حق استیفا ولی مقبول کیواسطے ہی نہ قاضی کیواسطے تو قیاس مع الفارق ہوا واللہ اعلم

باب التعزیر

یہ باب ہی تعزیر کے احکام مین ہم چونکہ تعزیر حدود کی نصوص قطعیہ سے ثابت تھی لہذا مصنف نے اُنکو مقدم ذکر کیا اور تعزیر کمتر تھی حدود سے مقدار اور دلیل مین تو اسکو حدود کے بعد لایا اور تعزیر مشروع ہی کتاب اللہ اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے قال اللہ تعالی (واضربوهن فان اطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلا) اس آیت مین

اگر کسی نے دوسرے کو مخنث کہا تھا تو رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے اُسکو تعزیر دی اور مجتبیٰ مین حدیث مرفوع مروی ہو کہ حد احمر کے اس جگہ پر جسنے اپنا عصا وہان لٹکا رکھا کہ اہل و عیال کو نظر آوے اور قوی تر ان احادیث سے بخاری اور مسلم کی حدیث ہو کہ سوا حدود کے دس کوڑے سے زیادہ نا رے جاوین اور بروایت صحیح ثابت ہو تعزیر لڑکون کے مارنے سے جب وہ دس برس کے ہوکر ترک صلوۃ کرین اور صحابہ کرام کا اجماع ہو مشروعیت تعزیر پر اور قیاس یہ ہو کہ افعال شنیعہ سے زجر کرنا واجب ہو تاکہ بد فعل کی عادت نہ پڑے کہ بتدریج اقبح اور افحش افعال کی نوبت پہونچے کذا فی فتح القدیر ہو لغۃ التادیب مطلقا وہ یعنی تعزیر لغت مین عبارت ہو تادیب سے مطلقاً خواہ ضرب سے ہو خواہ غیر ضرب سے خواہ ضرب حد سے کمتر ہو یا زیادہ اور اصل تعزیر کی عزر ہو بمعنی رد اور ردع کے کذا فی المنح وقول القاموس انہ یطلق علی ضرب دون الحد غلط نہر اور قاموس کا یہ قول کہ اطلاق تعزیر کا ضرب کمتر از حد پر ہو غلط ہو کذا فی النہر نہر الفائق مین یہ تغلیط ابن حجر کی کیطرف منسوب ہو اسواسطے اُسکو غلط کہا کہ یہ وضع شرعی ہو جو صاحب قاموس نے مذکور کی تو اہل لغت کیطرف جو جاہل تھے اصطلاح شرع سے کیونکر منسوب ہوگی اور حموی نے جواب دیا کہ صاحب قاموس نے فقط اوضاع لغویہ کا التزام نہین کیا بلکہ اُسکی عادت ہو کہ وہ منقولات شرعیہ اور اصطلاحیہ کو اور اسیطرح الفاظ فارسیہ کو بھی تکثیر فوائد کے واسطے مذکور کرتا ہو اور کچھ اسکا اشارہ دیباچہ قاموس مین موجود ہو کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وشرعا تادیب دون الحد اکثرہ تسعۃ وثلثون سوطا واقلہ ثلثۃ لو بالضرب اور اصطلاح شرع مین تعزیر عبارت ہی تادیب کمتر از حد سے اکثر مقدار تعزیر کی انتالیس کوڑے ہین اور کمتر تین کوڑے اگر بواسطے ضرب کے تعزیر ہو یعنی ضرب والی تعزیر کا یہ بیان ہو نہ مطلق تعزیر کا مع یہ قول ہو قدوری کا اور صحیح یہ ہو کہ اقل تعزیر کی کچھ حد نہین امام کی رائے پر مفوض ہو یہانتک کہ اگر وہ جانے کہ ایک کوڑا مارنے سے انزجار حاصل ہوگا تو اتنا ہی کافی ہی کذا فی المنح والحلبی امام اعظم اور محمدؒ کے نزدیک اکثر تعزیر انتالیس کوڑے ہین اور ابو یوسف کے نزدیک پچھتر کوڑے ہین امام نے عبد کی حد سے یعنی چالیس سے ایک کوڑا کم کردیا اور ابو یوسف نے حر کی حد سے یعنی اسّی سے پانچ کوڑے کم کردیے اور اصل اسمین وہ حدیث ہو جسکو بیہقی اور محمد بن حسن نے کتاب الآثار مین روایت کیا ہو من بلغ حدا فی غیر حد فہو من المعتدین یعنی جو حد تک پہونچے غیر حد مین وہ ظالمون مین سے ہو اگرچہ عند التحقیق یہ حدیث مرسل ہو لیکن مرسل امام کے نزدیک اور اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہو اور عمل کے لائق ہو اور جب ثابت ہوا کہ تعزیر حد سے کمتر چاہیے تو امام اور محمد نے بہ نظر احتیاط عبد کی حد سے جو اقل حدود ہو تعزیر کو کم قرار دیا اسواسطے کہ لفظ حد کا حدیث مذکور مین نکرہ ہی اور ابو یوسف نے حد احرار سے کم کیا اسواسطے کہ حریت اصل ہو اور یہ جو صحیحین وغیرہ مین حدیث مرفوع ہو کہ غیر حد مین دس کوڑے سے زیادہ مارنا نچاہیے تو اُسکا جواب علماء حنفیہ نے یون دیا ہی کہ یہ حدیث منسوخ ہو صحابہ کرام کے عمل کرنے سے بخلاف اُسکے بلا انکار یعنی اگر یہ حدیث منسوخ نہوتی تو صحابہ کرام اُسکی مخالفت نکرتے اسواسطے کہ وہ اعلم الناس تھے احکام شرعیہ مین کذا فی فتح القدیر وجعلہ فی الدرر علی اربع مراتب اور درر غرر مین تعزیر کو چار مراتب پر ٹھہرایا ہو مراتب مذکورہ یون ہین تعزیر اشرف الاشراف کی یعنی علما دین اور سادات علویہ کی اعلام سے ہو اسطرح کہ قاضی انسے کہے کہ ہمکو خبر معلوم ہوئی ہو کہ تم ایسا ایسا کرتے ہو سو اب ایسا نکرنا اور تعزیر اشراف کی یعنی امرا اور دہاقین کی اعلام اور دار القضا تک کھینچ لانے سے ہو وہ دہقان سے مراد زمیندار ہو یعنی مالک گانون کا اسواسطے کہ دہقان معرب ہو دہگان کا یعنی صاحب دیہ اور تعزیر اوساط الناس یعنی اہل بازار کی کھینچ لانے اور قید کرنے سے ہی اور تعزیر خسیس یعنی کمینون کی کھینچ لانے اور قید کرنے اور مارنے سے ہو کذا فی الفتح والمنح والطحطاوی وکلہ مبنی علی عدم تفویضہ للحاکم مع انہا لیست علی اطلاقہا فان من کان من اشراف الاشراف لو ضرب غیرہ فادماہ لا یکفی تعزیرہ بالاعلام والرای انہ بالضرب صواب نہر اور یہ سب یعنی یہ جو مصنف اور صاحب درر نے مذکور کیا مبنی ہی عدم تفویض تعزیر پر بسبب حاکم کے باوجود اُسکے کہ مراتب اربعہ مذکورہ اپنے اطلاق پر نہین ہین اسواسطے کہ جو شخص کہ اشرف الاشراف سے ہو اگر غیر شخص کو مارے کہ اُسکے خون نکلے تو اُسکی تعزیر نفقط اعلام اور اطلاع سے کافی نہین اور مجکو معلوم ہوتا ہو کہ اسوقت مین اُسکی تعزیر ضرب سے صواب ہو کذا فی النہر حموی نے کہا کہ صاحب نہر نے تعزیر اشرف الاشراف مین افراط کی بلکہ اسصورت مذکورہ مین اعلام اور چشم نمائی تعزیر ہو اسواسطے کہ اشرف الاشراف کی تعزیر کا مسئلہ مطلق نہین بلکہ مقید ہو چنانچہ نہایہ مین مذکور ہی کہ اعلام کے ساتھ نیز نظر سے دیکھنا ترش رو ہوکر لازم ہو یعنی بمقدار حیثیت تعزیر کذا فی الطحطاوی ولا یفرق الضرب فیہ وقیل یفرق ووفق ان بلغ اقصاہ یفرق والا لا شرح وہبانیہ اور تعزیر مین ضرب متفرق نہ کیجائے اور دوسرا قول یہ ہو کہ متفرق کیجاوے بدن پر اور دونون قولون مین توفیق یون دی گئی ہو کہ اگر تعزیر اپنے نہایت مرتبہ کو پہونچ جاوے

یعنی اُنتالیس کوڑے کو تو بدن پر علٰحدہ علٰحدہ مارنا چاہیے تا خوف ہلاکی کا نہ رہے اور اکثر تعزیر اس سے کمتر ہو تو متفرق نہ کیجاے کذا فی شرح الوہبانیہ مع زیادۃ اور قاضیخان مین ہو کہ متفرق
مارنا چاہیے اعضا پر سوائے مُنھ اور سر اور شرمگاہ کے اور ابو یوسف نے کہا کہ پیٹ اور پیٹھ کو بھی بچانا چاہیے کذا فی المنح ویکون بہ وبالحبس وبالصفع علی العنق وفرک الاذن
وبالکلام العنیف وبنظر القاضی لہ بوجہ عبوس وبشتم غیر القذف مجتبی اور تعزیر ہوتی ہی ضرب سے اور مقید کرنے سے اور گردن پر دھپا رسنے سے پشت کی جانب سے
اور کان مروڑنے سے اور سخت کلام کرنے سے اور قاضی کے دیکھنے سے تُرش رو ہو کر اُسکو اور گالی دینے سے بشرطیکہ گالی قذف کی نہو کذا فی المجتبی وفیہ عن السرخسی لا یباح بالصفع لانہ
من اعلی ما یکون من الاستخفاف فیصان عنہ اہل القبلۃ اور مجتبی مین سرخسی سے منقول ہو کہ مباح نہین تعزیر دینا گردن پر دھپ مارکر اسواسطے کہ یہ استخفاف اور ذلت
کا اعلی مرتبہ ہی تو اہل قبلہ یعنی اہل اسلام کو اُس سے بچانا چاہیے لا باخذ مال فی المذہب بحر وفیہ عن البزازیۃ وقیل یجوز ومعناہ ان یمسکہ مدۃ لینزجر ثم یعیدہ لہ فان ایس
من توبتہ صرفہ الی ما یرے وفی المجتبی انہ کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ جائز نہین تعزیر مال لینے سے بنا بر صحیح مذہب کے یعنی جرمانہ لینا جائز نہین کذا
فی البحر الرائق اور اسمین بزازیہ سے یون منقول ہو اور قول ضعیف مین جائز ہو اور مطلب اُسکا یہ ہو کہ اُسکے مال کو چند مدت روک رکھے تا مجرم اپنے گناہ سے
نادم ہو اور ڈر جاوے دوبارہ کرنے سے پھر وہ مال اُسی کو حوالہ کرے پھر اگر نا امید ہی ہو مجرم کے توبہ کرنے سے تو حاکم اُس مال کو جہان مناسب دیکھے صرف کرے اور
مجتبی مین ہو مال سے جرمانہ لینا ابتداے اسلام مین تھا پھر منسوخ ہو گیا یعنی تا ظالم حاکم لوگون کے ناحق مال لینے کا اُسکو وسیلہ نہ ٹھہراوین کذا فی الطحطاوی عن
ابی سعود اور بزازیہ مین ہو کہ مال کا لینا جسکے نزدیک جائز ہو تو پھیر دینے کی نیت سے ہو بعد از مجار کے اور یہ نہین کہ حاکم اُسکو خود لے جیسے کہ ظالم حاکم غلط سمجھے ہین اسواسطے
کہ کسی مسلم کو دوسرے مسلم کا مال لینا ناحق جائز نہین کذا فی المنح والتعزیر لیس فیہ تقدیر بل ہو مفوض الی رای القاضی وعلیہ مشایخنا زیلعی لان المقصود
منہ الزجر واحوال الناس فیہ مختلفۃ بحر اور تعزیر مین کوئی چیز متعین نہین بلکہ وہ قاضی کی تجویز پر مفوض ہو اور اسی پر ہمارے مشایخ ہین اور یہی قول سرخسی کا مختار
ہو اسواسطے کہ مقصود تعزیر سے زجر اور توبیخ ہو اور آدمیون کے احوال اسمین مختلف ہین کذا فی البحر یعنی بعضا شخص فقط اعلام اور تیز نظر سے ڈرجاتا ہو اور بعضے
کو بیس کوڑے کی کچھ پروا نہین ہوتی تو جیسا قاضی مناسب دیکھے ویسا کرے ویکون التعزیر بالقتل کمن وجد رجلا مع امراۃ لا تحل لہ ولو اکرہہا فلہا قتلہ ودمہ
ہدر کذا الاعلام وہبانیۃ اور گاہے تعزیر قتل کر ڈالنے سے ہوتی ہو چنانچہ ایک شخص نے کسی مرد کو اُس عورت کے ساتھ پایا جو اُسکو حلال نہین یعنے زنا کرتے پایا مجرد
خلوت مراد نہین یہ قید فقہا کے کلام سے مفہوم ہو کذا فی الطحطاوی اور اگر مرد نے عورت پر جبر کیا تو دیکھنے والے کو قتل اُسکا جائز ہی اور خون اُسکا
باطل ہو اور یہی حکم ہو مرد پر جبر کرنے کا کذا فی الوہبانیہ طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اجبر مین قتل بدون شرط آیندہ جائز ہو اور نہین تو اس کلام کا کچھ فائدہ نہین
نزدیک اتحاد حکم کے یا شارح کی عبارت مین واو عاطفہ زائد ہو بہر صورت یہ امر تحریر کے لائق ہو ان کان یعلم انہ لا ینزجر بالصیاح وضرب بما دون
السلاح والا بان علم انہ ینزجر بما ذکر لا یکون بالقتل قتل کرنا مرد مذکور کا اُس شرط سے ہو کہ دیکھنے والا جانتا ہو کہ وہ مرد باز نہ آویگا شور کرنے اور مارنے سے سواے
ہتھیار کے اور اگر جانے کہ وہ باز رہیگا للکارنے اور مارنے سے تو اُسکی تعزیر قتل کرنے سے نہین وان کانت المراۃ مطاوعۃ قتلہما کذا عزاہ الزیلعی للہندوانی اور اگر
عورت راضی ہو مرد مذکور سے تو عورت مرد دونون کو قتل کرے چنانچہ زیلعی نے اس قول کو ہندوانی کی طرف سے منسوب کیا ہو ثم قال وفی منیۃ المفتی لو کان
مع امراۃ وہو یزنی بہا او مع محرمہ وہما مطاوعان قتلہما جمیعا انتہی واقرہ فی الدرر پھر زیلعی نے کہا اور منیۃ المفتی مین ہو کہ اگر دیکھنے والے کی زوجہ کے
ساتھ اجنبی مرد ہو اور زنا کرتا ہو یا اُسکی محرم عورت کے ساتھ زنا کرتا ہو اور وہ دونون راضی ہون تو دونون کو قتل کرے یعنی مرد اور زوجہ کو یا مرد اور محرم کو سبکو
انتہی کلام الزیلعی اور اسی قول کو ثابت رکھا ہو درر غرر مین قال فی البحر ومفادہ الفرق بین الاجنبیۃ والزوجۃ والمحرم مع الاجنبیۃ لا یحل القتل الا بالشرط المذکور
من عدم الانزجار المزبور وفی غیرہا یحل مطلقا انتہی اور بحر الرائق مین کہا ہو کہ ہندوانی اور منیۃ المفتی کے قول سے مستفاد ہوا فرق درمیان اجنبی عورت
کے اور زوجہ اور محرم کے سوا اجنبی عورت کے ساتھ مرد کے ہونے سے قتل حلال نہین بدون شرط مذکور کے یعنی عدم انزجار مزبور کے اور اُسکے غیر مین یعنے

زوجہ اور محرم مین قتل حلال ہی مطلقاً شرط مذکور ہو یا نہو انتہی کلام البحر ورده نے النہر بما فی البزازیۃ وغیرہا من التسویۃ بین الاجنبیۃ وغیرہا ویدل علیہ تنکیر الہندوانی
للمرأۃ نعم ما فی المنیۃ مطلق فتحمل علی المقید لیتفق کلامہم ولذا جزم فی الوہبانیۃ بالشرط المذکور مطلقا وہو الحق بلا شرط احصان لانہ لیس من الحد بل ہو من الامر
بالمعروف اور بحر الرائق کے فرق کو رد کیا ہی نہر الفائق مین بدلیل قول بزازیہ وغیرہا کے ہان یعنے اجنبی عورت اور زوجہ اور محرم مین شرط مذکور برابر ہی بلا
فرق اور اس برابری پر لفظ مرأۃ کو نکرہ لانا ہندوانی کے قول مین دلیل ہی ہان منیۃ المفتی کی عبارت مطلق ہی زوجہ اور محرم مین تو اسکو قید پر محمول کرنا چاہیے
یعنی شرط عدم انزجار وہان بھی ملحوظ رہے تاکہ فقہا کا کلام متفق ہو جاوے اور اسی واسطے وہبانیہ مین شرط مذکور کا جزم کیا ہی مطلقاً اجنبیہ مین بھی اور زوجہ اور
محرم مین بھی اور یہی قول یعنی عدم فرق حق ہی بلا شرط احصان یعنی مرد اور عورت کے قتل مین احصان شرط نہین اسواسطے کہ یہ قتل حد زنا نہین جو احصان شرط ہو بلکہ یہ
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مین داخل ہی م اسکو نہی عن المنکر کہنا خوب ہی اسواسطے کہ جب اس امر خلاف شرع کا زائل کرنا قتل مین متعین ہوا تو اسمین احصان کا شرط کرنا
بے معنی ہی ولہذا بزازی نے اسکو مطلق کہا ہی بزازیہ کی کتاب الحدود مین مصرح ہی پایا اپنی زوجہ کے ساتھ ایک مرد کو اگر وہ باز رہے للکارنے اور سوائے ہتھیار کے مارنے
سے تو قتل اسکا حلال نہین اور اگر نمانے بدون قتل کے تو اسکا قتل کرنا حلال ہی اور اگر زوجہ اسکی اس مرد سے راضی ہو تو اسکا قتل بھی حلال ہی اور یہ نص ہی تعزیر پر اور اسپر کہ قتل
کو غیر محتسب بھی کرتا ہی انتہی کذا فی النہر وفی المجتبی الاصل ان کل شخص رای مسلما یزنی یحل لہ قتلہ وانما یمتنع خوفا ان لا یصدق انہ زنی اور مجتبی مین ہی اصل یہ ہی کہ جس شخص نے کہ مسلم
کو زنا کرتے دیکھا اسکا قتل کرنا اسکو حلال ہی اور قتل کرنے سے جو باز رہتا ہی تو اس خوف سے کہ اسکو سچا نجانین گے مقتول کے زنا کرنے مین م اس قول سے معلوم ہوا کہ اسکو قتل اور
عدم قتل مین اختیار ہی پھر اگر اسکو قتل کریگا اور بسبب عدم تصدیق کے قاتل مارا جاویگا تو شہید ہوگا وعلی ہذا القیاس المکابر بالظلم وقطاع الطریق وصاحب
المکس وجمیع الظلمۃ بادنی شئ لہ قیمۃ وجمیع الکبائر والاعونۃ والسعاۃ یباح قتل الکل ویثاب قاتلہم انتہی اور اسی قیاس پر جو شخص علانیہ ظلم سے چیز کو چھین لے
اور راہزن اور صاحب ظلم اور سب ظالم جو کمتر قیمت والے چیز کو بھی ظلم سے چھین لین اور جو ظالم کہ مرتکب کسی کبیرہ کا ہو منجملہ کبائر کے اور ظالمون کے مددگار اور چغل خور
جو حاکم کو فساد پر ورغلاتے ہین تو ان سب کا قتل کرنا بنا بر تعزیر کے جائز ہی اور انکا قاتل ثواب پاویگا انتہی کلام المجتبی م قتل ان شخصون کا بھی ظاہر اسی شرط بشرط عدم انزجار
مذکور ہی چنانچہ لفظ علی ہذا القیاس کا اسپر دلالت کرتا ہی اور مکابر سے مراد وہ شخص ہی جو غیر کی چیز علانیہ چھین لے اگرچہ شہر مین یہ ظلم کرے اور ساعی سے مفسد مراد ہی
فتاوی عالمگیری مین تاتارخانیہ سے منقول ہی کہ علی بن احمد سے سوال ہوا کہ ایک شخص کا دعوی تھا دوسرے مرد پر سو اُسنے اسکو بیان کرکے اسکی برادری کے لوگون کو حاکم
کے یہان ناحق گرفتار کرایا تو اُسنے انکو قید کیا اور انکا مال چھین لیا ناحق تو اگر مظلوم لوگ اُسکے ظلم کو قاضی کے روبرو ثابت کرین تو اُس مفسد پر تعزیر ہی یا نہین جواب دیا کہ
ہان اُسپر تعزیر ہی کذا فی الطحطاوی وافتی الناصحی بوجوب قتل کل موذ اور فتوی دیا ہی امام ناصحی نے ہر موذی کے قتل کے واجب ہونے پر م امام ناصحی سے سوال ہوا کہ جو زر مین
مین فساد ڈالے اور لوگون مین فساد پھیلاوے حاکم کے پاس لیجا کر اسپر کیا واجب ہی جواب دیا کہ اسکا قتل واجب ہی واسطے دفع فساد کے کذا فی النیح الطحطاوی نے کہا کہ شاید یہ وجوب
قتل امام اور اُسکے نائبون پر بشرط عدم انزجار مذکور ہی اور اُنکے سوا اور لوگون کو مباح ہی وفی شرح الوہبانیۃ ویکون بالنفی عن البلد وبالہجوم علی بیت المفسدین بالاخراج
من الدار وبہدمہا وکسر دنان الخمر وان ملحوہا ولم ینقل احراق بیتہ اور شرح وہبانیہ مین ہی اور تعزیر ہوتی ہی مفسد اور موذی کو شہر مین سے نکال دینے سے اور مفسدین
کے گھر پر ہجوم کرنے سے اور گھر مین سے نکال دینے سے اور اُسکا گھر گرا دینے سے اور شراب کے مٹکون کے توڑ ڈالنے سے اگرچہ شراب مین اُنھون نے نمک ڈالدیا ہو
اور مفسد کا گھر جلادینا منقول نہین م حموی نے برجندی سے نقل کیا ہی کہ کلوار یعنی شراب بنانے والے کا گھر جلادینا اور اہل بدعت کو بطریق سیاست قتل کرنا امام کے
حق مین جائز ہی ولقیمہ کل مسلم حال مباشرۃ المعصیۃ قنیۃ واما بعدہا فلیس ذلک لغیر الحاکم والزوج والمولی کما یجیئ اور تعزیر کو قائم کرے ہر مسلمان معصیت
کرنے کے وقت مین کذا فی القنیہ اور گناہ واقع ہونیکے بعد سوائے حاکم اور زوج اور مولی کے یہ جائز نہین چنانچہ آگے مذکور ہوگا م اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کرنے
کے وقت تعزیر بالضرب کا ہر مسلمان مالک ہی اگرچہ محتسب نہو کذا فی الملتقی اور وجہ اسکی یہ ہی کہ ہاتھ سے خلاف مشروع کا ازالہ نہی عن المنکر مین داخل ہی اور شارع نے اسکا حکم دیا

ہر مسلم کو دیا ہی اسواسطے کہ صحیح مسلم وغیرہ مین ابو سعید خدری سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تم مین سے منکر خلاف شرع کے دیکھے تو چاہیے
کہ ہاتھ سے اُسکو بگاڑدے اور اگر اُسکو طاقت نہو تو اپنی زبان سے اور اگر اُسکی بھی نہو تو دل سے اور یہ نہایت ضعیف ایمان ہی انتہی بخلاف حدود کے کہ اُسکی ولایت نہین
مگر حاکم کو منح الغفار مین کہا کہ بعد فراغت گناہ کے ہر مسلم کو تعرض کرنا نہی عن المنکر نہین اسواسطے کہ امر ماضی کی نہی متصور نہین تو یہ خالص تعزیر ہوگئی بلا نہی عن المنکر تو یہ بیسوائے
امام کے کسیکو دخل نہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا من علیہ التعزیر لو قال لرجل اقم علی التعزیر ففعلہ ثم رفع للحاکم فانہ یحسبہ قنیہ واقرہ المصنف وشلہ فی دعوی الخانیہ لکن فی
الفتح ما یجب حقا للعبد لا یقیمہ الا الامام لتوقفہ علی الدعوی الا ان یحکما فیہ فلیحفظ جس شخص پر تعزیر ہی اُسنے کہا ایک مرد سے کہ مجھپر تعزیر قائم کر سو اُسنے تعزیر قائم کی پھر اُسکی نالش
حاکم کے پاس ہوئی تو حاکم اُس سے احتساب کرے کذا فی القنیہ اور ثابت رکھا اُسکو مصنف نے اور اسی کے مانند خانیہ کی کتاب الدعوی مین ہی لیکن فتح القدیر مین ہی
کہ جو تعزیر کہ بواسطے حق العبد کے واجب ہی اُسکو قائم نہ کرے سوائے امام کے بسبب توقف اُس تعزیر کے دعوے پر اور دعوی نہین مگر حاکم کے پاس الا یہ کہ
مدعی اور مدعا علیہ اسمین کسی کو حکم اور پنچ مقرر کرین تو حکم بجائے قاضی ہو جائیگا تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ تفصیل فتح القدیر یہ ہی کہ حق العبد کی تعزیر سوائے
حاکم کے جائز نہین اور حق اللہ کی تعزیر مین ہر مسلم مامور ہی شارع کے جانب سے ضرب غیرہ بغیر حق ضرب المضروب ایضا یعزران کما لو تشاتما بین یدی القاضی ولم یتکافا
کہ مارا غیر شخص کو ناحق اور مضروب نے بھی ضارب کو مارا تو دونون تعزیر دیے جاوینگے چنانچہ اگر دو شخص باہم گالی دینگے قاضی کے روبرو تو تعزیر دیے جاوینگے اور گالی دینے
سے باہم برابر ہونگے بسبب بے ادبی کرنیکے مجلس شرع مین چنانچہ مذکور ہو چکا ہم مضاربت سے اسواسطے تعزیر ہی کہ ضرب مین اکثر تفاوت ہوتا ہی تو مکافات حاصل نہین ہوتی
ویبدا باقامۃ التعزیر بالبادی منہما لانہ اظلم قنیہ اور اقامت تعزیر کی شروع کیجاے اُس سے جسنے ابتدا کی مار یا شتم کی اسواسطے کہ وہی اظلم ہی کذا فی القنیہ وفی مجمع الفتاوے
جاز المجازاۃ بہ فی غیر موجب حد للاذن بہ ولمن انتصر بعد ظلمہ فاولئک ما علیہم من سبیل والعفو افضل فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ اور مجمع الفتاوی مین ہی کہ بدلا لینا اور عوض مین
کہنا جائز ہی اس فعل مین جو حد کا موجب نہین بسبب اسکی اجازت کے کہ حق تعالی نے فرمایا کہ جو انتقام لے بعد مظلوم ہونے اپنے کے تو اُن لوگون پر راہ نہین یعنی مواخذہ
نہین اور معاف کر دینا افضل ہی انتقام سے حق تعالی نے فرمایا کہ جو معاف کرے اور اصلاح کرے تو اُسکا ثواب حق تعالی پر ہی ہم ظلم کا بدلا لینا جائز ہی سوے
ضرب کے اسواسطے کہ ابھی مذکور ہو چکا کہ اگر مضروب ضارب کو ماریگا تو دونون پر تعزیر ہی تو مظلوم بالضرب یا حاکم سے نالش کرے یا معاف کردے وصح حبسہ ولو
فی بیتہ بمنعہ من الخروج منہ مع ضربہ اذا احتیج لزیادۃ التادیب اور درست ہی قید کرنا مجرم کا اگرچہ جبر اُسکے گھر ہی مین ہو تو باہر نکلنے سے وہ باز رہے کذا فی النہر
ساتھ اُسکی ضرب کے یعنی حبس ساتھ ضرب کے موقت ہی جب زیادہ تادیب کی حاجت ہو زیادہ قصور کے سبب سے وضربہ اشد لانہ خفف عددا فلا یخفف وصفا ثم
حد الزنا لثبوتہ بالکتاب ثم حد الشرب لثبوتہ باجماع الصحابۃ لا بالقیاس لانہ لا یجری فی الحدود ثم القذف لضعف سببہ باحتمال صدق القاذف اور ضرب تعزیر کی سخت
ہی حد زنا کی ضرب سے اسواسطے کہ تعزیر کے شمار مین تخفیف ہوئی تو وصف مین تخفیف نہو گی ہا حاصل مقصود فوت ہو پھر حد زنا کی ضرب سخت تر ہی حد شرب سے بسبب
ثبوت زنا کے حد کے قرآن مجید سے پھر حد شرب کی ضرب سخت تر ہی قذف کی ضرب سے بسبب اُسکے ثابت ہونیکے اجماع صحابہ سے نہ قیاس مجتہد سے اسواسطے کہ قیاس
جاری نہین حدود مین پھر سب کے بعد حد قذف کی ضرب ہی بسبب ضعیف ہونے اُسکے سبب کے قاذف کے احتمال صدق سے ہم ہر چند حد قذف قرآن مجید سے ثابت ہی
لیکن بسبب ضعف سبب کے حد شرب سے کمتر ہوا اسواسطے کہ شرب کا سبب متیقن ہی گو مثبت اُسکا ضعیف ہی حد قذف کے ثبت سے یعزر کل مرتکب منکر او موذی مسلم بغیر حق بقول او
فعل الا اذا کان الکذب ظاہرا کیا کلب بحر اور تعزیر دیا جاے ہر مرتکب خلاف شرع کا یا مسلمان کا ناحق تکلیف دینے والا قول سے یا فعل سے مگر جبکہ تکلیف قولی مین کذب
قائل کا ظاہر ہو مانند یا کلب کہنے سے تو اُسپر تعزیر نہین کذا فی البحر اور اسی کے مانند یا خنزیر کہتا ہی ولو بغمز العین او اشارۃ الید لانہ غیبۃ کما یجیء فی الحظر فکیف مرتکب
محرم وکل مرتکب معصیۃ لا حد فیہا ففیہا التعزیر اشباہ اگرچہ ایذائے فعلی آنکھ مارنے سے ہو یا ہاتھ کے اشارہ کرنے سے ہو اسواسطے کہ یہ بھی غیبت ہی چنانچہ اسکا بیان
کتاب الحظر والاباحۃ مین آویگا تو مرتکب اس فعل کا مرتکب حرام ہی اور جو مرتکب ایسی معصیت کا ہو جسمین حد نہین تو اُسمین تعزیر ہی کذا فی الاشباہ والنظائر

م شرح الشرعۃ مین مصرح ہے کہ غیبت فقط زبان کی صراحت پر منحصر نہین بلکہ اُسمین تعریض بھی مثل صریح کے ہے اور اسیطرح فعل مانند قول کے ہے اور اسیطرح اشارہ
اور آنکھ مارنا اور رمز اور کنایہ اور حرکت جس سے مقصود معلوم ہو سب حرام غیبت مین داخل ہے اور اسیطرح کسیکی چال کی نقل کرنا غیبت ہے بلکہ تفہیم مخاطبین مین باقی غیبت سے
بھی زیادہ تر ہے کذا فی المنح ملخصاً فیعزر بشتم ولدہ وقذفہ **وبقذف مملوک** ولو ام ولدہ **وکذا بقذف کافر** وکل من لیس بمحصن بزنا ویبلغ بہ غایتہ کما لو اصاب من
اجنبیۃ بزنا غیر جماع او اخذ السارق بعد جمعہ للمتاع قبل اخراجہ وفیما عداہا لا یبلغ غایتہ تو تعزیر دیا جاوے اپنی ولد کی گالی دینے والا اور اُسکے قذف کرنے سے اور مملوک
کے قذف سے اگرچہ مملوک قاذف کی ام ولد ہو اور اسیطرح کافر کے قذف سے اور ہر غیر محصن کے قذف بالزنا سے اور ان امور مذکورہ مین تعزیر کی انتہا کو پہونچانا چاہیے
یعنی انتالیس کوڑے مارے چنانچہ اگر ایک شخص نے عورت اجنبی کے سوائے جماع کے کوئی فعل حرام کیا مثلاً بوسہ لیا یا مساس کیا یا چور گرفتار ہوا بعد اسباب جمع کرنے
قبل اُسکے نکالنے کے تو اُسپر بھی غایت تعزیر ہے اور سوائے امور مذکورہ کے غایت تعزیر کو نہ پہونچانا چاہیے م غیر محصن کی قذف مین جو حد ساقط ہوئی تو اشد تعزیر
لازم ہوئی اسواسطے کہ موجب حد کی قریب نوبت پہونچی **ویقذف** ای یشتم **مسلم بیا فاسق الا ان یکون معلوم الفسق** کمکاس مثلاً او علم القاضی بفسقہ لان الشین
قد الحقہ ہو بنفسہ قبل قول القائل فتح اور تعزیر دیجاوے ہر مسلمان کے گالی دینے یعنی فاسق کہنے سے مگر یہ کہ وہ شخص معلوم الفسق ہو یعنی اُسکا فاسق ہونا سبکو معلوم اور ظاہر معلوم
ہو چنانچہ مکاس مثلاً یا قاضی اُسکے فسق کو جانتا ہو تو تعزیر نہین قائل پر اسواسطے کہ فاسق مذکور نے اپنی جان پر آپ عیب لگایا قائل کے کہنے سے پہلے کذا فی
فتح القدیر م مصنف نے شتم کو قذف کہا مجازاً مکاس عاشر ظالم کو کہتے ہین یعنی جو عشر اور زکوۃ ناحق زبردستی لے جوہری نے ماکس کی تفسیر عشار کی ہے اور مانند اسکے قاموس
مین ہے **فان اراد** القاذف **اثباتہ** بالبینۃ **تجرداً بلا بیان سببہ لا یسمع ولو قال یا زانی وارادا ثباتہ تسمع** لثبوت الحد بخلاف الاول حتی لو بینوا فسقہ بما فیہ حق اللہ
او للعبد قبلت وکذا فی جرح الشاہد پھر اگر گالی دینے والا اُسکے مجرد فسق کے اثبات کا ارادہ کرے بلا بیان اُسکے سبب کے تو شہادت مسموع نہوگی اور اگر کہیگا
یا زانی اور اُسکے اثبات کا ارادہ کریگا تو اُسکی سماعت ہوگی بسبب ثابت ہونے حد زنا کے بخلاف اول کے یعنی مجرد فسق بلا بیان سے یہانتک کہ اگر شاہد اُسکا فسق
اُس فعل سے بیان کرین جسمین حق اللہ یا حق العبد ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور یہی حکم ہے شاہد کی طعن مین کہ طعن مجرد مسموع نہین اور بیان سبب کے ساتھ مسموع
ہے م فسق مجرد یہ ہے کہ اُسمین سبب فسق کا بیان نہو یعنی ترک صلوۃ یا زنا یا سرقہ بلکہ نسبت فسق علی الاطلاق ہو وعلی ہذا القیاس طعن مجرد وینبغی ان یسأل القاضی عن سبب
فسقہ فان بین سببا شرعیا کتقبیل اجنبیۃ وکذا اعناقہا وخلوتہ بہا طلب بینۃ لیعزرہ ولو قال ہو ترک واجبا سأل القاضی المشتوم عما یجب علیہ تعلمہ من الفرائض فان
لم یعرفہا ثبت فسقہ لما فی المجتبی من ترک الاشتغال بالفقہ لا تقبل شہادتہ والمراد ما یجب علیہ تعلمہ منہ نہر اور لائق ہے کہ قاضی گالی دینے والے سے اُسکے فاسق
ہونے کا سبب پوچھے پھر اگر وہ سبب شرعی بیان کرے چنانچہ اجنبی عورت کا بوسہ لینا یا اُسکو گلے سے لگانا یا اُس سے خلوت کرنا تو اُسکے گواہ طلب کرے
تا فاسق کو تعزیر دے اور اگر اُسنے سبب فسق کا مفصل نہ بیان کیا بلکہ یون کہا کہ فسق اُسکا ترک کرنے واجب سے ہے تو قاضی مشتوم سے یعنی جسکو گالی دی واجبات کا
سوال کرے یعنی فرائض اسلام سے جسکا سیکھنا اُسپر واجب ہے پوچھے سو اگر مشتوم اُسکو نجانے تو اُسکا فسق ثابت ہوگیا اسواسطے کہ مجتبی مین ہے کہ جو شخص اشتغال فقہ
کا ترک کرے تو اُسکی گواہی مقبول نہین اور مراد اشتغال فقہ سے اُسقدر ہے جسکا سیکھنا اُسپر واجب ہے کذا فی النہر یعنی جمیع جزئیات فقہ کا دریافت کرنا واجب نہین جسکے ترک سے
فاسق مردود الشہادۃ ہو جائے بلکہ تعلم واجبات مراد ہے **وعزر الشاتم بیا کافر** وہل یکفران اعتقد المسلم کافرا نعم والا لا بہ یفتی شرح وہبانیۃ اور گالی دینے والا یا کافر
کہنے سے تعزیر دیا جاویگا اور یا کافر کہنے سے کافر ہوگا یا نہین جواب اسکا یہ ہے کہ اگر مسلم کو کافر اعتقاد کریگا تو ہان کافر ہو جائیگا اور نہین تو نہین اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیہ
م جب مسلم کو بنا بر عقائد اسلام کے کافر اعتقاد کیا تو دین اسلام کو اُسنے کفر جانا اور جو اسلام کو کفر جانے وہ کافر ہے اور اگر یا کافر کہنے سے فقط سب اور دشنام
کا قصد کیا بلا اعتقاد کفر مسلم تو یہ کفر نہین بلکہ فسق ہے کذا فی المنح وغیرہ اور ابن ملک نے شرح مشارق مین کہا کہ یہ جو حدیث ہے اذا کفر الرجل اخاہ فقد باء بہا
احدہما تو یہ مستحل پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی **ولو اجابہ بلبیک کفر** خلاصہ اور اگر اُسکو بلفظ لبیک جواب دیگا تو کافر ہو جاویگا کذا فی الخلاصۃ یعنی یا کافر کے جواب مین
حلال جاننے والا ۱۲

لبیک یا حاضر یا جی کہا تو مجیب کافر ہوگا اگر راضی بکفر ہوگا اور اگر قائل کے خوف ضرر سے کہا یا کافر کو کافر یا بالطاغوت لمول کرکے کہا تو کافر نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی
وفی التتارخانیۃ قیل لغیر مالم یقل یا کافر باللہ لانہ کافر بالطاغوت فیکون محتملا اور قنادی تاتارخانیہ میں ہو قول ضعیف یہ ہو کہ مطلقاً یا کافر کہنے سے تعزیر قائل کی نہیں جب تک یوں نہ
کہے یا کافر باللہ اسواسطے کہ ہر مسلم کافر بالطاغوت ہو یعنی بت کا منکر ہو تو کافر کا لفظ محتمل ہوا اور محتمل میں تعزیر نہیں ہے یہ قول اسواسطے ضعیف ہوا کہ یہ تاویل حالت غضب اور
دشنام کے مخالف ہو لہذا ہدایہ وغیرہ میں اطلاق واقع ہو یا خبیث یا سارق یا فاجر یا مخنث یا خاین یا سفیہ یا بلید یا احمق یا مباحی یا عوانی اور تعزیر دیجاویگی یا
خبیث یا سارق یا فاجر یا مخنث یا خائن یا سفیہ یا بلید یا احمق یا مباحی یا عوانی کہنے میں مخنث بفتح نون وہ ہو جو اغلام کراوے اور بکسر نون بمعنی لوطی کے ہو اور بلید بمعنی خبیث ظلم
مستعمل ہو لہذا اسمین تعزیر ہو کذا فی السراج اور ہندوستان میں بلید بمعنی کم فہم بدذہنی کے مستعمل ہو اور احمق بمعنی کم عقل ہو کذا فی القاموس اور مباحی مباح کیطرف منسوب ہو یعنی جو ہر
چیز کو مباح سمجھے کسی چیز کی تحریم کا نہ معتقد ہو اور عوانی عوان (بروزن سحاب) کی طرف منسوب ہو اور عرب میں ظلم کے مددگار کو کہتے ہیں اور شرح النقایہ میں کہا ہو کہ ہمارے عرف میں عوانی
چغلخور اور ظالم کو بھی بولتے ہیں الحاصل جو شخص ان افعال سے بری ہو اور اسکو کوئی یہ کہے تو تعزیر دیا جائیگا کذا فی الطحطاوی یا لوطی وقیل یسأل فان عنی انہ من قوم لوط علیہ السلام لا
یعزر وان اراد انہ یعمل عملہم عزر عندہ وحد عندہما والصحیح تعزیرہ لو فی غضب او ہزل فتح اور تعزیر دیجاویگی یا لوطی کہنے سے اور بعضوں نے کہا کہ قائل سے سوال کیا جاوے کہ اُسنے
اس لفظ سے کیا ارادہ کیا سو اگر اُسنے یہ ارادہ کیا کہ وہ شخص حضرت لوط علیہ السلام کی قوم سے ہو تو اُسپر تعزیر نہیں اور اگر اُسنے ارادہ کیا کہ وہ شخص لواطت کرتا ہو مانند اس قوم کے
تو امام کے نزدیک اُسکو تعزیر دیجاوے اور صاحبین کے نزدیک اُسپر حد زنا ماریجاوے اور تعزیر دینے کا قول بدون سوال کے صحیح ہو اگر اُسنے حالت غضب یا بیہودگی میں
کہا ہو کذا فی الفتح ہزل یعنی بیہودگی اور مسخراپن سے یہ مراد ہو جسکو امر قبیح کے مسخراپن کرنے کی عادت ہوگئی ہو کذا فی النہر یا زندیق یا منافق یا رافضی یا مبتدع یا یہودی یا نصرانی
یا ابن النصرانی نہر اور تعزیر دیجاوے یا زندیق یا منافق یا رافضی یا بدعتی یا یہودی یا نصرانی یا ابن النصرانی کہنے سے کذا فی النہر منافق وہ ہو جو باطن میں کافر ہو اور لوگوں میں
اپنا اسلام ظاہر کرے اور زندیق بمعنی منافق ہو معرب میں ہو کہ زند مجوسیوں کی کتاب کا نام ہو کذا فی النہر یا لص الا ان یکون لصا لصدق القائل کما مر اور تعزیر دیجاوے
یا لص کہنے سے یعنی او چور مگر اُسوقت تعزیر نہیں جبکہ مخاطب چور ہو بسبب صادق ہونے قائل کے جیسا کہ یا فاسق کے بیان میں مذکور ہو چکا یعنی اس عیب کو اُسنے اپنی
ذات میں آپ لگایا تو اب تعزیر کا کیا موقع ہو والندا لیس بقید اذ الاخبار کانشاء او فلان فاسق ونحو لذلک مالم یخرج مخرج الدعوی قنیۃ اور الفاظ مذکورہ کے
لزوم تعزیر میں ندا مخاطب قید نہیں اسواسطے کہ جملہ خبریہ جیسا کہ تو فاسق ہو یا فلانا شخص فاسق ہو اور مانند اسکے اسیطرح ہو لزوم تعزیر میں تاوقتیکہ قائل نے اسکو بطور
دعوی نہ کہا ہو کذا فی القنیہ مع تغییر یعنی ہو کہ دعوی کیا قاضی کے پاس سرقہ کا اور اسکے اثبات سے عاجز ہوا تو اُسپر تعزیر نہیں یا دیوث ہو من لا یغار علی امرأتہ او محرمہ اور
تعزیر ہو یا دیوث کہنے سے دیوث وہ ہو جسکو اپنی زوجہ اور محرم پر غیرت نہ آتی ہو اُسکے پاس غیر مرد کے آنے سے کذا فی النہر والمنح یا قرطبان مرادف دیوث بمعنی معرص اور
تعزیر ہو یا قلتبان کہنے سے قلتبان مرادف دیوث ہو بمعنی معرص مع قرطبان معرب ہو قلتبان کا زیلعی نے کہا قلتبان وہ ہو کہ جو اپنی زوجہ یا محرم کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے اور تعرض نکرے
اُسکے پاس خلوت چھوڑے اور بعضوں نے کہا کہ جو دو شخصوں کو جمع کردے امر قبیح کو واسطے اور بعضوں نے کہا قلتبان وہ ہو جو بالغ آدمی کو اپنے گھر میں زوجہ کے پاس
آنے جانے کی اجازت دے اپنی غیبت میں بہر تقدیر ہمارے ملک میں معرص بکسر الراء والسین بمعنی قلتبان ہو اور عوام خطا سے بفتح الرا بولتے ہیں اور بجاے سین
صاد لاتے ہیں کذا فی النہر عن العینی یا شارب الخمر یا آکل الربوا یا ابن القحبۃ فیہ ایماء الی انہ لو شتم اصلہ عزر بطلب الولد کیا ابن الفاسق یا ابن الکافر وانہ یعزر بقولہ یا قحبۃ
اور تعزیر ہو یا شارب الخمر یا آکل الربوا یا ابن القحبۃ کہنے سے اسمین اشارہ ہو اسکا کہ جب کوئی گالی دے والدین کو تو تعزیر دیا جاویگا ولد کے طلب کردینے سے جیسا کہ یا ابن
الفاسق اور یا ابن الکافر کہنے میں اور اسکا اشارہ ہو کہ یا قحبہ کہنے میں تعزیر دیا جاویگا مع قحبہ بضم قاف وسکون حاء مہملہ ماخوذ ہو قحاب سے بمعنی کھانسنے کے اور قحبہ
زانیہ عرب میں جب مردم اسکے پاس ہو کر نکلتا تھا تو کھانستی تا اپنا مطلب کرے لہذا زانیہ سماۃ بقحبہ ہوگئی اور بعضوں نے کہا قحبہ وہ جسکی ہمت زنا کی ہو اور بعضوں نے کہا قحبہ
تبرے زانیہ سے اسواسطے کہ زانیہ گاہے پوشیدہ کرتی ہو اور قحبہ آشکارا خرچی لیتی ہو کذا فی الدر عن الظہیریۃ لا یقال القحبۃ عرفا افحش من الزانیۃ لکونہا تجاہر بہا لاجرۃ لان تقول

لذلک المعنی لم یجد فان الزنا بالاجرۃ لیسقط الحد عندہ خلافا لہما ابن کمال یون نہ کوئی کہے کہ قحبہ عرف مین زانیہ سے افحش اور بدتر ہی اسواسطے کہ قحبہ علانیہ زنا کرتی ہی اجرت لیکر
اسواسطے کہ ہم کہتے ہین اسی مطلب سے تو یا قحبہ یا ابن القحبہ کہنے والے پر حد نہین بلکہ تعزیر ہی کیونکہ زنا اجرت سے مسقط حد ہی امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کذا قال ابن
کمال ہم صاحب درر نے اس سوال کا یون جواب دیا ہی کہ حد قذف اسوقت واجب ہی جب قذف صریح زنا سے ہو یا اُس لفظ سے جو بحکم صریح زنا کے ہو اور لفظ قحبہ کا زانیہ
کے واسطے موضوع نہین نہ صراحۃً نہ اقتضاءً اسواسطے کہ قحاب لغت مین بمعنی سعال ہی لکن صرح فی المضمرات بوجوب الحد فیہ قال المصنف وہو ظاہر لیکن مضمرات مین
وجوب حد کی قحبہ کی لفظ مین تصریح ہی مصنف نے اپنی شرح کے حاشیہ مین کہا کہ یہی قول ظاہر ہی اور اپنی شرح مین بعض اصحاب حواشی سے نقل کیا کہ انصاف یہ ہی کہ
قحبہ کے لفظ سے ہمارے ملک مین حد واجب ہی اسواسطے کہ کوئی شخص اس لفظ کو سوائے مقام زانیہ کے استعمال نہین کرتا خصوصاً حالت غضب مین تو گویا حقیقت عرفیہ
ہوگئی کذا فی الطحطاوی یا ابن الفاجرۃ اور تعزیر ہی یا ابن الفاجرۃ کہنے سے ہم فاجرہ وہ ہی جو ہر گناہ کرتی ہو تو یعنے زانیہ نہین لہذا اسمین حد نہین کذا فی المنح انت
ماوی اللصوص انت ماوی الزوانی اور تعزیر ہی یون کہنے مین کہ تو چورون کا ٹھکانا ہی تو زانیہ عورتون کا ٹھکانا ہی یعنی سارق اور زانیات کا جائے
پناہ ہی یا من یلعب بالصبیان اور یون کہنے سے تعزیر ہی کہ اے شخص جو لڑکون سے کھیلتا ہی ہم ابو السعود نے کہا اس لفظ سے وجوب تعزیر کی مین نے نہین دیکھی بعضے کہتے ہین
غضب اور دشنام کے قرینہ سے کھیل سے مراد فعل قبیح ہی واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی یا حرام زادہ معناہ المتولد من الوطی الحرام فیعم حالۃ الحیض لا یقال فی العرف لا یراد ذلک
بل یراد ولد الزنا لانا نقول کثیرا ما یراد بہ الخداع اللئیم فلذا لا یحد اور تعزیر ہی یا حرام زادہ کہنے سے یعنی حرام زادہ کے وہ کہ وطی حرام سے پیدا ہو تو وطی حرام زنا اور حالت حیض
دونونکو شامل ہی فقط زنا نہین جو حد کا موجب ہو کوئی یہ نہ کہے کہ اس لفظ سے عرف مین یہ یعنی حالت حیض کی وطی مراد نہین ہوتی بلکہ عرف مین حرام زادہ کی لفظ سے
ولد الزنا مراد ہوتا ہی اسواسطے کہ ہم کہتے ہین کہ عرف مین اس لفظ سے اکثر مکار لئیم بھی مراد ہوتا ہی تو اسیواسطے حد نہین یعنی باعتبار وضع اور باعتبار عرف کے ولد الزنا پر
مخصوص نہین لہذا حد نہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اقر علی نفسہ بالدیاثۃ او عرف بہا لا یقتل ما لم یستحل ویبالغ فی تعزیرہ او بلا من جواہر فتاوی اقرار کیا ایک شخص
نے اپنی ذات کے دیوث ہونیکا یا اُس فعل قبیح کر مشہور ہی تو قتل نہ کیا جاویگا جب تک دیوثی کو حلال نجانے اور اُسکی تعزیر مین شدت اور سختی کیجاوے یا وہ شخص
اپنی زوجہ سے لعان کرے کذا فی جواہر الفتاوی ہم مرد اس اقرار سے اپنی زوجہ کا قاذف ہوا تو اُسپر تعزیر لازم ہی یا لعان درصورت عدم تکذیب نفس یا حد لازم ہی
جب اپنے جھوٹ بولنے کا اقرار کرے اور محصن بھی ہو کذا فی المنح وفیہا فاسق تاب قال ان رجعت الی ذلک فاشہدوا علی انہ رافضی فرجع لا یکون رافضیا بل عاصیا
ولو قال ان رجعت فہو کافر فرجع تلزمہ کفارۃ یمین اور اسمین یعنے جواہر الفتاوی مین ہی فاسق نے توبہ کی کسی فعل بد سے اور کہا کہ اگر مین پھر یہ کام کرون تو تم اُسپر
گواہی دو کہ وہ رافضی ہی سو اُسنے پھر وہی فعل کیا تو وہ رافضی نہو جائیگا بلکہ گنہگار ہوگا اور اگر یون کہا کہ اگر مین پھر یہ فعل کرون تو وہ کافر ہی سو پھر وہی فعل کیا تو اُسپر
کفارہ قسم کا لازم ہی اسواسطے کہ تعلیق بالکفر یمین ہی لا یعزر بیا حمار یا خنزیر یا کلب یا تیس یا قرد یا بقر یا حیۃ لظہور کذبہ واستحسن فی الہدایۃ التعزیر لو المخاطب من الاشراف وتبعہ
الزیلعی وغیرہ تعزیر نہ دیجاویگی یون کہنے سے کہ اے گدھے اے سور اے کتے اے بکری اے بندر اے بیل اے سانپ تعزیر نہین ان الفاظ مین بسبب ظاہر ہونے اُسکے جھوٹ کے
اور ہدایہ مین تعزیر مستحسن جانی ہی اگر مخاطب اشراف یعنی علما اور سادات سے ہو اور صاحب ہدایہ کے زیلعی وغیرہ تابع ہین اس استحسان مین یا حجام یا ابلہ یا ابن
الحجام وابوہ لیس کذلک واوجب الزیلعی التعزیر فی یا ابن الحجام اور تعزیر نہین یا حجام یا ابلہ یا ابن الحجام کہنے سے اور حالانکہ مخاطب کا باپ حجام نہین اور زیلعی نے
یا ابن الحجام کہنے مین تعزیر واجب جانی ہی ہم زیلعی نے کہا کہ یا حجام مین تعزیر نہین بسبب کذب کے اسواسطے کہ مخاطب کا حجامت کرنا پیشہ نہین اور یا ابن الحجام مین تعزیر ہی
مخاطب کے باپ کے مرجانے سے یعنی سامعین کو شبہ پڑیگا کہ شاید مخاطب کا باپ حجام تھا تو اُسکو عیب لاحق ہوا اور صاحب نہر نے اُسکو رد کیا ہی کہ مسئلہ مذکورہ مخاطب
کے باپ کے موت سے مقید نہین ہم حجام وہ ہی جو پچھنے لگا دے اور ہند مین حلاق اور مزین کو یعنی نائی کو حجام بولتے ہین اور ابلہ وہ جو غافل ہو مطلقا یا شر سے غافل
اور احمق وہ جسکو کچھ تمیز نہو کذا فی الطحطاوی یا مواجر لانہ عرفا بمعنی المؤجر اور یا مواجر مین تعزیر نہین اسواسطے کہ عرف مین بمعنی موجر کے ہی ہم صاحب درر نے کہا کہ موجر

بکسر جیم وہ شخص ہی جو اپنی زوجہ کو زنا کیواسطے دے اجرت لیکر لیکن ہمارے عرف مین سواجز بمعنی موجز مستعمل ہی یعنی ٹھیکہ کرنیوالا اور ٹھیکہ کرنا شرعاً عیب نہین لہذا تعزیر نہین
طحطاوی نے کہا لیکن اگر قائل معنی لغوی کا ارادہ کریگا تو تعزیر دیا جاویگا اسواسطے کہ وہ مانند دیوث کے ہی یا بغا ہو الماءون بالفارسیۃ وفی الملتقط فی عرفنا یعزر فیہا وفی
ولد الحرام نہر اور تعزیر نہین یا بغا کہنے مین اسواسطے کہ عام اسکو بولتے ہین لیکن معنی اُسکے نہین جانتے کذا فی النہر عن الدرر فارسی زبان مین بغا اسکو کہتے ہین جو اغلام کرادے اور
ملتقط مین ہی کہ ہمارے عرف مین یا سواجز اور بغا دونون مین تعزیر ہی اور ولد الحرام مین بھی تعزیر ہی کذا فی النہر م طحطاوی نے کہا کہ نہر الفائق مین یہ عبارت ملتقط سے موجود نہین
بلکہ اسمین یون ہی کہ لائق یہ ہی کہ یا ولد الحرام مین تعزیر واجب ہو بلکہ اولیٰ ہی حرامزادہ سے انتہی اور مترجم نے بھی نہر الفائق کو دیکھا اُسمین ملتقط کی روایت نہین پائی شاید کسی نسخہ مین موجود ہو
اعلم ان البغا بفتح موحدہ وغین معجمہ مشددہ اور اسکو باغا بھی کہتے ہین کذا فی الطحطاوی عن البحر والضابط انہ متی نسبہ الی فعل اختیاری محرم شرعاً ویعد عاراً عرفاً یعزر والا لا ابن کمال الفاظ مذکورہ کی
تعزیر اور عدم تعزیر کا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جب قائل نے مخاطب کو منسوب کیا اُس فعل اختیاری کیطرف جو شرعاً حرام ہی اور عرفاً عار اور عیب گنا جاتا ہی تو اُسمین تعزیر ہی قائل پر اور اگر ایسا
نہین یعنی وہ فعل منسوب اختیاری نہین یا اختیاری ہی مگر شرعاً حرام نہین یا حرام ہی لیکن عرف اور رواج مین ننگ و عار نہین تو اُسمین تعزیر نہین کذا ذکرہ ابن کمال م فعل اختیاری
کی قید سے یا کلب ورمانند اُسکے نکلگیا اور حرام شرعی کی قید سے سواجز یعنی موجز نکل گیا یا ضحکۃ بسکون الحاء من یضحک علیہ الناس اما بفتحہا فہو من یضحک علی الناس وکذا یا
سخرۃ واختار فی الغایۃ التعزیر فیہا وفی یا ساحر یا مقامر وفی الملتقی واستحسنوا التعزیر لو المقول لہ فقیہا او علویا اور تعزیر نہین یا ضحکہ کہنے سے ضحکہ بضم ضاد و سکون حا
وہ شخص ہی جسپر لوگ ہنسین اور اسی طرح یا سخرہ ہی یعنی بضم سین و سکون خا سخرہ وہ شخص ہی جس سے لوگ مسخراپن کرین اور ضحکہ بفتح حا وہ ہی جو لوگون سے ہنسی کرے اور
سخرہ بفتح سین وہ ہی جو لوگون سے مسخراپن کرے اور غایۃ البیان مین ہی کہ یا ضحکہ اور یا سخرہ مین تعزیر دینا مختار ہی اور یا ساحر اور یا مقامر مین اور ملتقی مین ہی کہ فقہا نے
تعزیر کو مستحسن جانا ہی اگر مخاطب فقیہ یا علوی ہو م طحطاوی نے کہا ملتقی مین استحسان تعزیر جمیع الفاظ مذکورہ کے بعد ہی نہ فقط ضحکہ وغیرہ کے بعد اور ضحکہ بفتح حا مہملہ و سخرہ
بفتح خا معجمہ وہ شخص ہی جو غیر سے ہنسی کرے یا مسخراپن کرے نہر الفائق مین ہی کہ یا لاہی یا مسخرہ یا مقامر یا سوقی یا کشتخان مین تعزیر ہی کشتخان مرادف
دیوث ہی ادعی سرقۃ علی شخص وعجز عن اثباتہا لا یعزر کما لو ادعی علی آخر بدعوی توجب تکفیرہ وعجز المدعی عن اثبات ما ادعاہ
فانہ لا شئ علیہ اذا صدر الکلام علی وجہ الدعوی عند حاکم شرعی اما اذا صدر علی وجہ السب او الانتقاص فانہ یعزر فتاوی قاری الہدایہ دعوی کیا چوری
کا ایک شخص پر اور عاجز ہوا اُسکے اثبات سے تو تعزیر نہ دیا جاویگا اسواسطے کہ اس دعوے سے مقصود اپنے مال کی تحصیل ہی نہ سب اور دشنام چنانچہ اگر دعوی کیا
دوسرے پر ایسا دعوے کہ جو موجب ہی مدعا علیہ کی تکفیر کا اور عاجز ہوا مدعی دعوی کے ثابت کرنے سے تو اُسپر کچھ نہین بشرطیکہ اُسکا یہ کلام صادر ہوا ہو بطریق
دعوی کے حاکم شرعی کے پاس اور اگر یہ کلام بطور دشنام یا انتقاص کے صادر ہوا تو وہ تعزیر دیا جاویگا کذا فی فتاوے قاری الہدایہ بخلاف دعوی
الزنا فانہ اذا لم یثبت یحد لما مر بخلاف دعوی زنا کے اسواسطے کہ اگر زنا ثابت نہ ہوگا تو مدعی پر حد ماری جاویگی بدلیل گذشتہ یعنی اثبات زنا بدون نسبت
الی الزنا ممکن نہین تو نسبت مقصود ہوئی اور اثبات مال کا بدون نسبت الی السرقہ متصور ہی تو نسبت الی السرقہ مقصود بالذات نہ ہوئی بلکہ حصول مال مقصود
بالذات ٹھہرا وہو ای التعزیر حق العبد غالب فیہ اور وہ یعنی تعزیر مین حق العبد غالب ہی یعنی حق العبد کی افراد تعزیر مین غالب ہین حق اللہ کی افراد سے اور یہ مراد نہین
کہ حق العبد اور حق اللہ دونون تعزیر مین مجتمع ہین اور حق العبد غالب ہی کذا فی الطحطاوی فیجوز فیہ الابراء والعفو والتکفیل زیلعی جب تعزیر مین حق العبد کی افراد غالب
ہوئین تو تعزیر مین ابرا اور عفو اور مجرم کی حاضر ضامنی کرنا جائز ہی کذا فی شرح الزیلعی م ابرا اور عفو مین یہ فرق ہی کہ ابرا قبل نالش کے ہوتا ہی اور عفو بعد نالش کے
والیمین ویحلف باللہ ما لہ علیک ہذا الحق الذی یدعی لا باللہ ما قلت خلاصۃ اور یمین جائز ہی تعزیر مین یعنی جبکہ وہ گالی دینے کا منکر ہو تو حاکم اُس سے یون قسم لے اللہ کی
کہ مدعی کا تجھ پر وہ حق نہین جسکا وہ دعوے کرتا ہی تو مدعا علیہ کہے قسم اللہ کی مین نے نہین کہا کذا فی الخلاصۃ والشہادۃ علی الشہادۃ وشہادۃ رجل وامرأتین
کما فی حقوق العباد اور گواہی پر گواہی اور گواہی ایک مرد اور دو عورتون کی تعزیر مین جائز ہی چنانچہ حقوق العباد مین سب امور مذکورہ جاری ہین ویکون ایضا

تعالی اللہ تعالی فلا عفو فیہ الا اذا علم الامام انزجار الفاعل اور تعزیر حق اللہ بھی ہوتی ہو تو اُسمین معاف کرنا حاکم کو جائز نہین مگر جبکہ امام فاعل کا باز رہنا قبل
تعزیر کے معلوم کرے تو اس شرط سے معاف کرنا البتہ جائز ہو کذا فی فتح القدیر ولا یمین کما لو ادعی علیہ انہ قبل اختہ مثلا اور حق اللہ کی تعزیر مین قسم نہین چنانچہ
ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اُسنے اُسکی بہن کا بوسہ لیا ہو مثلاً اور مدعا علیہ منکر ہو اور گواہ نہین تو مدعا علیہ سے قسم نہ لیجائیگی ویجوز اثباتہ بمدعٍ شھد بہ
فیکون مدعیا شاہدا لو معہ آخر اور جائز ہو اثبات حق اللہ کا اُس مدعی سے جس نے اپنے دعوی کی گواہی بھی دی تو وہ مدعی اور شاہد دونون ہوگا بشرطیکہ اُسکے
ساتھ دوسرا شاہد موجود ہو اور ایسا اثبات حق العبد مین جائز نہین وما فی القنیۃ وغیرہا لو کان المدعی علیہ ذا مروۃ وکان اول ما فعل یوعظ استحسانا ولا یعزر یجب ان
یکون فی حقوق اللہ تعالی فان حقوق العباد لیس للقاضی اسقاطہا فتح اور جو قول قنیہ وغیرہ مین ہو کہ اگر مدعا علیہ صاحب مروت ہو اور اول بار اُس سے قصور ہوا ہو
تو وہ نصیحت اور پند دیا جاوے بنا بر استحسان کے اور تعزیر نہ دیا جاوے واجب ہو کہ یہ قول حقوق اللہ مین محمول ہو اسواسطے کہ حقوق العباد کا اسقاط قاضی کو جائز
نہین کذا فی الفتح م صاحب فتح القدیر نے کہا کہ مروت میرے نزدیک دین اور تقوی مین ہو طحطاوی نے کہا بعضے علما نے کہا کہ قنیہ کی روایت کو حق اللہ پر
محمول کرنا کچھ ضرور نہین جائز ہو کہ اُسکا محمل آدمی کا حق ہو اور شاتم اُس قسم کا انسان ہو جسکی تعزیر فقط دار القضا تک کھینچ جانا ہو اسواسطے کہ محمد بن حسن سے مروی ہو کہ
اگر لوگون کا گالی دینے والا صاحب مروت ہو تو نصیحت کیا جاوے اور اگر اس سے کمتر ہو تو قید کیا جاوے اور اگر اکثر گالی دیا کرتا ہو تو مارا بھی جاوے اور قید بھی کیا جاوے رمانی
کراہیۃ الظہیریۃ رجل یصلی ویضر الناس بیدہ ولسانہ فلا بأس باعلام السلطان بہ لینزجر لیفیدانہ من باب الاخبار وان اعلام القاضی بذلک یکفی للتعزیر نہر اور ظہیریہ کی کتاب
الکراہیۃ مین ہو کہ ایک مرد نماز پڑھتا ہو اور لوگون کو ضرر پہونچاتا ہو اپنے ہاتھ اور زبان سے یعنی مارتا ہو اور سخت گیری کرتا ہو تو کچھ مضائقہ نہین اس امر کی حاکم کو اطلاع کردینے
مین تاکہ وہ باز رہے اسکا مفید ہو کہ یہ اعلام از قسم اخبار ہو تو لفظ شہادت اور مجلس قضا کی اسمین حاجت نہین اور یہ کہ قاضی کا یہ اعلام اسکی تعزیر مین کافی ہو کذا فی النہر قلت وفیہ
من الکفالۃ معزیا للبحر وغیرہ للقاضی تعزیر المتہم وان لم یثبت علیہ شارح کہتا ہو اور نہر الفائق مین کتاب الکفالہ سے بحر الرائق وغیرہ کی طرف نسبت کرکے کہا
ہو کہ قاضی کو جائز ہو تعزیر متہم کی اگرچہ اسپر شرعا گناہ ثابت نہو م بحر الرائق مین ہو کہ تہمت ثابت ہوتی ہو دو مستور یا ایک عادل کی گواہی سے تو ظاہرا ایک
مستور اور ایک فاسق گواہ سے تہمت ثابت نہین تو تعزیر بالحبس بھی جائز نہین کذا فی الطحطاوی وکل تعزیر للہ تعالی یکفی فیہ خبر العدل لانہ فی حقوقہ تعالی یقضی بما
یعلمہ اتفاقا اور جو تعزیر بسبب حق اللہ کے ہو اسمین ایک عادل کی خبر کافی ہو اسواسطے کہ حقوق اللہ مین قاضی اپنے علم پر حکم دیتا ہو بالاتفاق یعنی شاہد واحد سے قاضی کو علم
حاصل ہوتا ہو طحطاوی نے کہا یہ قول منافی ہو سابق کے (فیکون مدعیا شاہدا لو معہ آخر) ویقبل فیہا الجرح المجرد کما مر اور حقوق اللہ مین جرح مجرد شاہد بلا بیان سبب فسق
مقبول ہو چنانچہ مذکور ہو چکا طحطاوی نے کہا کہ سابق مین یہ مضمون نہین مذکور ہوا بلکہ بیان حق اللہ یا حق العبد مین البتہ قبول کی شرط مذکور ہوئی ہو وعلیہ فیما
یکتب من المحاضر فی حق الانسان یعمل بہ فی حقوق اللہ تعالی ومن افتی بتعزیر الکاتب فقد اخطأ انتہی ملخصا اور بنا بر اُسکے یعنی حق اللہ مین خبر واحد کے مقبول
ہونے پر جو محضر حق انسان مین لکھے جاتے ہین اُسپر عمل کرنا چاہیے اللہ تعالی کے حقوق مین اور جسنے فتوی دیا ہو تعزیر کاتب کا اُسنے خطا کی انتہی کلام النہر ملخصا صاحب
نہر نے کتاب الکفالہ مین کہا کہ حقوق اللہ مین اخبار واحد عادل کافی ہو اور خبر دینا جیسا زبان سے ہوتا ہو ویسا ہی لکھنے سے بھی ہوتا ہو اور فقہا نے کہا ہو کہ جرح اور تعدیل
مین کتابت ایک عادل کی قاضی کیطرف کافی ہو تو بنا بر اسکے جو محاضر حق انسان مین لکھے جاتے ہین تو حاکم کو اُسپر اعتماد کرنا عدل سے جائز ہو اور بوجب اُسکے حقوق
اللہ مین عمل کرنا چاہیے اور مین نے فتوی دیا ہو کہ محاضر کے کاتب پر کچھ الزام نہین اور جسنے اسمین وجوب تعزیر کا فتوی دیا ہو اُسنے خطا کی انتہی شرح طحطاوی نے
کہا شاید محضر سے یہان وہ مراد ہو جسکو اہل اسلام وقف کے متولی یا کسی قریہ کے قاضی کے ظلم کا کاغذ لکھکر قاضی القضاۃ کے پاس نالش کے واسطے بھیجین وفی
کفالۃ العینی عن الثانی من یجمع الخمر ویشربہ ویترک الصلوۃ احبسہ وادبہ ثم اخرجہ ومن یتہم بالقتل والسرقۃ وضرب الناس احبسہ واخلدہ فی السجن حتی یتوب لان شر ہذا
علی الناس وشر الاول علی نفسہ اور شرح عینی کی کتاب الکفالہ مین ابو یوسف سے مروی ہو کہ جو شخص شراب جمع کرتا ہو اور پیتا ہو اور نماز ترک کرتا ہو اُسکو حاکم

قید کرے اور ادب دے یعنی مارے پھر اسکو قید سے چھوڑ دے اور جو شخص متہم ہو ساتھ قتل کرنے اور چرانے اور لوگوں کے مارنے کے اسکو حاکم قید کرے اور ہمیشہ اسکو قید
میں رکھے یہانتک کہ وہ توبہ کرے اسواسطے کہ اس شخص کا شر لوگوں پر ہے اور پہلے شخص کا شر اپنی ذات پر ہے ثم ثبوت تہمت کا طریقہ عنقریب گذرا شتم مسلم ذمیا عزر لانہ ارتکب
معصیۃ فتقیید مسائل الشتم بالمسلم اتفاقی فتح گالی دی مسلم نے کافر ذمی کو تو تعزیر دیا جاوے اسواسطے کہ اسنے گناہ کیا تو مسائل شتم میں مسلم کی قید لگانی اتفاقی ہے کذا فی
الفتح وفی القنیۃ قال لیہودی ومجوسی یا کافر یاثم ان شق علیہ ومقتضاہ انہ یعزر لارتکاب الاثم بحر واقرہ المصنف لکن نظر فیہ فی النہر قلت ولعل وجہہ ما مر فی یا فاسق تامل
اور قنیہ میں ہے کہا کہ یہودی یا مجوسی کو یا کافر تو گنہگار ہوگا اگر اسکو برا معلوم ہوا اور مقتضا اس قول کا یہ ہے کہ قائل تعزیر دیا جاویگا بسبب ارتکاب گناہ کے کذا فی البحر اور
مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے لیکن نہر الفائق میں اسپر اعتراض کیا ہے شارح کہتا ہے شاید کہ وجہ اعتراض وہ ہے جو یا فاسق میں گذری سو تامل کر اسمیں اور وجہ امر
یا فاسق میں اسطرح کی مذکور ہوئی کہ یہودی اور مجوسی نے کفر کا عیب اپنی ذات میں خود لگایا یا قائل کے قول سے پہلے شارح نے بلفظ تامل اسوجہ کے ضعیف ہونے
پر اشارہ کیا یعنی اگرچہ کافر نے کفر کا عیب آپ پر لگایا لیکن اہل اسلام نے بسبب عقد ذمہ اسکے عدم ایذا کا التزام کیا ہے تو اب اسکو کافر کہکر ایذا دینا صریح عہد شکنی ہے
یعزر المولی عبدہ والزوج زوجتہ ولو صغیرۃ کما یجئ علی ترکہا الزینۃ الشرعیۃ مع قدرتہا علیہا تعزیر دے مولی اپنے غلام کو اور زوج اپنی زوجہ کو شرعی سنگار
کے چھوڑنے پر باوجود اسکے قادر ہونے کے اسپر اگرچہ زوجہ صغیرہ ہو چنانچہ اسکا بیان قریب آویگا اور زینت شرعی کی قید سے معلوم ہوا کہ مردوں کی سی زینت یا فاحشہ عورتوں کی
سی زینت زوج زوجہ سے نہیں کرا سکتا ہے وترکہا غسل الجنابۃ وعلی الخروج من المنزل لو بغیر حق وترک الاجابۃ الی الفراش لو طاہرۃ من نحو حیض اور تعزیر دے زوج
زوجہ کے غسل جنابت کے ترک کرنے سے اور تعزیر دے گھر سے باہر نکلنے پر اگر ناحق نکلے اور تعزیر دے نہ پاس لیٹنے پر اگر وہ حیض وغیرہ سے پاک ہو ترک اجابت سے مراد عدم
تمکین جماع ہے ویلحق بذلک ما لو ضربت ولدہا الصغیر عند بکائہ او ضربت جاریتہ غیرۃ ولا تتعظ بوعظہ او شتمتہ ولو بنحو یا حمار او دعت علیہ او مزقت ثیابہ او کلمتہ لیسمعہا اجنبی او کشفت
وجہہا لغیر محرم او کلمتہ او شتمتہ او اعطت ما لم تجر العادۃ بہ بلا اذنہ اور ملحق ہیں اسکے ساتھ یعنی لزوم تعزیر امور مذکورہ کے ساتھ یہ امور ملحق ہیں کہ اگر زوجہ نے اپنے ولد صغیر کو
اسکے رونے کے وقت مارا یا زوج کی لونڈی کو رشک اور جلن سے مارا اور زوج کی نصیحت کو نہ مانتی ہو یا زوجہ نے زوج کو گالی دی اگرچہ مانند یا حمار کے کوئی مکروہ
کلمہ کہا یا زوج کو بددعا دی یا اسکے کپڑے پھاڑے یا زوج سے اسطرح پکارکے بولے تا اسکو اجنبی مرد سنے یا اپنا منہہ کھول دیا غیر محرم کے سامنے یا غیر محرم سے کلام کیا یا اسکو
گالی دی یا کسی کو کوئی چیز دی جسکے دینے کا دستور نہیں بدون اجازت زوج کے یعنی ان سب امور میں زوج اسکو تعزیر دے سکتا ہے والضابط کل معصیۃ لا حد فیہا فللزوج
والمولی التعزیر ولیس منہ ما لو طلبت نفقتہا او کسوتہا والحت لان لصاحب الحق مقالا بحر اور قاعدہ کلیہ امور مذکورہ کے دریافت کرنیکا یہ ہے کہ جس گناہ میں شرعا حد
مقرر نہو تو اسمیں زوج اور مولی کو تعزیر کا اختیار ہے اور یہ تعزیر کی چیز نہیں اگر زوجہ نے اپنا نفقہ یا لباس مانگا اور اسمیں سخت طلبی اور جھگڑا کیا اسواسطے کہ حقدار کو
اپنے حق کی طلب میں گفتگو کا اختیار ہے کذا فی البحر الرائق ولا علی ترک الصلوۃ لان المنفعۃ لا تعود الیہ بل الیہا کذا اعتمدہ المصنف تبعا للدرر علی خلاف
ما فی الکنز والملتقی واستظہرہ فی حظر المجتبی اور تعزیر نہیں زوجہ کے نماز نہ پڑھنے پر اسواسطے کہ منفعت اسکی نماز کی زوج کی طرف نہیں پھرتی بلکہ زوجہ کیطرف ہے
تو زوج کا کچھ نقصان نہیں جو تعزیر دے اسی قول پر اعتماد کیا ہے مصنف نے درر غرر کی پیروی کرکے کنز اور ملتقی الابحر کے برخلاف یعنی کنز اور ملتقی میں ترک صلوۃ
پر تعزیر مصرح ہے اور مجتبی کی کتاب الحظر میں اسی قول کو ظاہر جانا ہے ثم مفتی ابو السعود نے کہا کہ موافق کنز اور ملتقی کے اکثر اہل مذہب کے نزدیک ترک صلوۃ
پر تعزیر ہے اور بعض سلف صالحین سے منقول ہے کہ اگر میں حقتعالی کے حضور میں حاضر ہوں اور زوجہ کا مہر میری گردن پر ہو تو وہ اس سے بہتر ہے کہ بےنماز زوجہ کے
ساتھ رہوں کذا فی الطحاوی وللاب تعزیر الابن علیہ وقدمنا ان للولی ضرب ابن سبع علی الصلوۃ ویلحق بہ الزوج نہر اور باپ تعزیر دے ولد کو ترک صلوۃ
پر صاحب نہر الفائق نے کہا کہ ہمنے کتاب الصلوۃ میں مقدم ذکر کیا کہ ولی کو جائز ہے مارنا سات برس کے صغیر کا نماز پر اور ولی کے ساتھ زوج ملحق ہے حکم مذکور میں ہم
اور شارح نے کتاب الصلوۃ میں سات برس والے کو امر کرنا اور دس برس والے کو نماز پر مارنا مذکور کیا ہے وفی القنیۃ لہ اکراہ طفلہ علی تعلم قرآن وادب وعلم لفریضتہ علی الوالدین اور

تتمہ مین ہے کہ ولی کو جائز ہے اپنے طفل پر زبردستی کرنا قرآن اور ادب اور علم سیکھنے پر بسبب اُسکے فرض ہونے کے والدین پر وله ضرب الیتیم فیما یضرب ولده اور ولی کو جائز
ہے یتیم کا مارنا ایسے امر مین جسمین اپنے ولد کو مارتا ہے یعنے ترک صلوٰۃ وغیرہ مین صاحب بحر نے آثار اور اخبار سے یہ امر ثابت کیا ہے الصغر لا یمنع وجوب التعزیر فیجری بین
الصبیان ولهذا قال وجوب تعزیر کی مانع نہین تو تعزیر لڑکون مین بھی جاری ہے یعنے اگر ایک لڑکا دوسرے کو مارے تو تعزیر دیا جاوے وہذا لو حق عبد اما لو کان حق الله
بان زنا او سرق منع الصغر منه مجتبی اور یہ یعنی عدم منع تعزیر صغیر بشرط حق العبد ہے اور اگر حق الله ہو اسطرح پر کہ نابالغ نے زنا کیا یا چوری کی تو طفلی تعزیر سے اسمین مانع ہے
کذا فی المجتبی من حد او عزر فهلك فدمه هدر الا امرأة عزرها زوجها بمثل ما مر فماتت لان تادیبه مباح فیتقید بشرط السلامة قال المصنف وبهذا ظهر انه لا یجب علی
الزوج ضرب زوجته اصلا جس شخص پر حد یا تعزیر واقع ہوئی پھر وہ مرگیا تو خون اُسکا رایگان اور باطل ہے یعنی ضمان نہین بسبب امتثال امر شارع کے مگر وہ عورت
جسکو اُسکے زوج نے تعزیر دی اُن امور مذکورہ مین سو وہ مرگئی تو اُسکا خون باطل نہین اسواسطے کہ تادیب زوج کی مباح ہے تو مقید بشرط سلامتی کی ہوگی
مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ اس تعلیل سے ظاہر ہوا کہ زوج اپنی زوجہ کی ضرب اصلا واجب نہین اسواسطے کہ اگر واجب ہوتی تو خون کا ضمان نہوتا ادعت
علی زوجها ضربا فاحشا وثبت ذلك علیه عزر کما لو ضرب المعلم الصبی ضربا فاحشا فانه یعزر ویضمنه لو مات قنیہ زوجہ نے اپنے زوج پر ضرب فاحش یعنے
ضرب زائد غیر معتاد کا دعوی کیا اور یہ دعوی گواہون سے اُسپر ثابت ہوگیا تو وہ تعزیر دیا جاویگا چنانچہ اگر معلم نے صغیر کو عادت سے زیادہ مارا تو اُسکو تعزیر دیجاویگی
اور معلم ضامن ہوگا اُسکے خون کا اگر وہ اُس ضرب سے مرگیا کذا ذکرہ القنیہ م طحطاوی نے کہا زوجہ کے دعوے مین ضرب فاحش مجرد تصویر ہے قید نہین
اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ جب زوج زوجہ کو ناحق ماریگا تو اُسپر تعزیر واجب ہے شرح ملتقی مین ہے کہ امام مالک اور احمد کے نزدیک
زوج اور معلم تعزیر مین ضامن نہین اور نہ باپ تادیب مین اور نہ دادا اور نہ وصی اگر ضرب معتاد ہو الا ضامن ہے باجماع فقہا وعن الثانی لو زاد القاضی علی مائة فمات
فنصف الدیة فی بیت المال لقتله بفعل ماذون فیه وغیر ماذون فیتنصف زیلعی اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر قاضی نے سو کوڑے سے زیادہ مارے سو
مضروب مرگیا تو نصف دیت اُسکی بیت المال مین ہے یعنے اور نصف باقی قاضی پر بسبب اُسکے مقتول ہونے کے اس فعل سے جسمین شرع کا اذن تھا اور اُس فعل سے
جسمین اذن شرع نہ تھا تو دیت آدھون آدھ کیجائیگی کذا فی شرح الزیلعی م طحطاوی نے کہا یہ قول ضعیف معارض ہے متن کے قول کے یعنی جو حد اور تعزیر مین مرجاوے
اُسکا خون باطل ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح اسکو مذکور نہ کرتا فروع مسائل ملحقہ شارح کے ارتدت لتفارق زوجها تجبر علی الاسلام وتعزر خمسة وسبعین سوطا ولا تتزوج بغیره
لیفتی ملتقط عورت مرتد ہوگئی اسواسطے کہ اپنے زوج کو چھوڑ دے تو جبر کیا جاوے اُسکے اسلام لانے پر اور اُسپر پچھتر کوڑے تعزیر مارے جاوین بقول ابو یوسف اور
نکاح نکرے غیر زوج سے اسی کا فتوی ہے کذا فی الملتقط م کتاب الطلاق مین مذکور ہو چکا کہ ایسی عورت کی تجدید نکاح پر جبر کیا جاوے تھوڑے سے مہر پر ارتحل الی
مذهب الشافعی یعزر سراجیة حنفی مذہب نے شافعی مذہب کی طرف انتقال کیا تو اسکو تعزیر دیجاوے کذا فی السراجیہ م تعزیر اُسوقت ہے جب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
کے مذہب کو حقیر اور باطل اعتقاد کرکے شافعی المذہب ہو جاوے اور اگر بضرورت انتقال کرے چنانچہ اتباع مذہب شافعی مین آسانی پاوے تو اُسپر تعزیر کا حکم نہین چنانچہ
حموی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ شیخ الاسلام عطا ابن حمزہ سے سوال ہوا کہ شافعی المذہب حنفی ہو گیا پھر اُسنے مذہب اول کیطرف عود کرنیکا ارادہ کیا تو جواب دیا کہ ثابت
رہنا امام اعظم کے مذہب پر بہتر اور خوبتر ہے اور یہ جو بعضون نے کہا ہے کہ اُسکو اشد تعزیر دے اسواسطے کہ اُسنے ادون یعنی کمتر مذہب کیطرف انتقال کیا سو اس قول کو
کوئی پسند نہین کرتا متہور یعنی متعصب پر زور اور قول باانصاف وہ ہے جو محقق ابن الہمام نے کہا یعنی ایک مذہب سے دوسرے مذہب کا انتقال کرنے والا اجتہاد
اور برہان سے عاصی مستوجب تعزیر ہے تو بلا رتبۂ اجتہاد اور برہان انتقال کرنا بطریق اولی لائق تعزیر ہوگا انتہی تو اسمین مطلق انتقال کو موجب تعزیر کہا خواہ حنفی
شافعی ہو جاوے بلا ضرورت یا شافعی حنفی ہو جاوے وعلی ہذا القیاس مالکی حنبلی اور شرح ملتقی مین ہے کہ جو شافعی کہ حنفی ہو گیا پھر اُسنے مذہب اول کیطرف
عود کیا تو اُسپر تعزیر دیجاویگی بموجب ایک قول کے انتہی اور وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ شخص تردد بین المذاہب سے متلاعب ہو گیا یعنی مذاہب کے ساتھ لہو لعب

کرتا ہی لہذا اسمیں تعزیر ہوا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی قذف بالتعریض یعنی حادی قذف کیا بطریق تعریض اور رمز کے تو تعزیر دیا جاوے کذا فی الحاوی یعنی حاوی قدسی یعنی یون کہے کہ میں زانی
نہیں مراد یہ کہ تو زانی ہی تعزیر اسواسطے ہوئی کہ صریح نسبت زنا نہیں جو قائل پر حد ہوتی زنی بامرأۃ میتۃ تعزر اختیار زنا کیا مردہ عورت سے تو تعزیر دیا جاوے کذا فی الاختیار
ادعی علی آخر انہ وطی امتہ وحبلت فنقصت فان برہن فلہ قیمۃ النقصان وان حلف خصمہ فلا تعزیر المدعی مبینہ دعوی کیا دوسرے پر کہ اُسنے اسکی لونڈی سے قربت کی
اور وہ حاملہ ہی تو اسکی قیمت ناقص ہو گئی تو اگر مدعی نے اپنا دعوی گواہون سے ثابت کیا تو مدعی کو قیمت نقصان کی دلائی جاویگی قائل سے اور اگر مدعا علیہ نے قسم
کھائی عدم وطی کی درصورت عدم شہادت تو اسکو تعزیر مدعی کا اختیار ہی کذا فی المنیۃ وفی الاشباہ خدع امرأۃ انسان واخرجہا وزوجہا غیرہ یحبس حتی یتوب او یموت لسعیہ فی
الارض بالفساد اور اشباہ میں ہی کسی نے فریب دیا ایک آدمی کی عورت کو اور اسکو نکالا اور اسکا نکاح کر دیا تو فریب دینے والا قید کیا جاوے یہانتک کہ توبہ کرے یا قید
میں مرجاوے بسبب سعی کرنے اس شخص کے زمین میں فساد کے ساتھ من لہ دعوی علی آخر فلم یجدہ فامسک اہلہ للظلمۃ فحبسوہم وغرموہم عزر المدعی ایک شخص کا دعوی تھا دوسرے
پر سو اُسنے اسکو نہ پایا تو اسکے لوگون کو ظالمون کے پاس پکڑوایا سو انہون نے انکو قید کیا اور اُنسے ڈانڈ لیا تو مدعی تعزیر دیا جاوے ویعزر علی الورع البارد کتعریف نحو تمرۃ اور
تعزیر دیا جاوے ورع بارد یعنی نالائق پرہیزگاری پر چنانچہ مانند ایک کھجور کے بتلانا تاتارخانیہ مین مروی ہی کہ خلافت عادلہ کے وقت مین ایک شخص نے کھجور کا ایک
پھل مدینہ کے بازار مین پایا سو اسکو اٹھالیا اور بار بار کہتا تھا کہ یہ کسکی کھجور ہی اس قول سے اُسکو اپنے زہد اور تقوی کا اظہار خلق مین منظور تھا امیر المومنین عمر فاروق نے
یہ سنا اور مطلب اسکا پایا فرمایا کھالے اسکو یا بارد الورع یہ وہ تقوی ہی جس سے حقتعالی بغض رکھتا ہی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ التعزیر لا یسقط بالتوبۃ کالحد تعزیر ساقط
نہیں ہوتی توبہ کرنے سے مانند حد کے ثم قال واستثنی الشافعی ذوی الہیئات قلت قد قدمناہ لاصحابنا عن القنیۃ وغیرہا وزاد الناطفی فی اجناسہ ما لم یتکرر فیضرب التعزیر بہم
صاحب اشباہ نے کہا اور امام شافعی نے تعزیر سے ذوی الہیئات یعنی متدین اور اصحاب مروت کو مستثنی کیا ہی مین کہتا ہون کہ ہمنے اشباہ مین اپنے اصحاب حنفیہ کے قول
قنیہ سے مقدم ذکر کیے یعنی صاحبان مروت کے حق مین عدم تعزیر بسبب اکتفا علی النصیحۃ کی ہی اور ناطفی نے اپنے اجناس مین اتنا زیادہ کہا کہ اصحاب مروت سے اُسوقت تک حد ساقط
ہی جبتک بار بار قصور نہو اور مکرر ہونے مین تو تعزیر مار دیجاویگی طحطاوی نے تمرتاشی کا قول نقل کیا کہ جب اُسنے دوبارہ قصور کیا تو معلوم ہو گیا کہ وہ صاحب مروت نہین وفی
الحدیث تجافوا عن عقوبۃ ذوی المروۃ الا فی الحد اور حدیث مین ہی کہ دور رہو صاحبان مروت کی عقوبت سے مگر سوائے حد کے ہم یہ حدیث دونون مذہبین مین عدم تعزیر صاحبان
مروت پر دلیل ہی وفی شرح الجامع الصغیر للمناوی الشافعی فی حدیث لا الفین احدکم یاتی یوم القیمۃ یجیٔ ببعیر یحملہ علی رقبتہ لہ رغاء او بقرۃ لہا خوار او شاۃ لہا ثواج قال یؤخذ منہ تجریس السارق
ونحوہ فلیحفظ اور مناوی شافعی کی شرح جامع صغیر کے اندر اس حدیث مین کہ ڈر اللہ تعالی سے کہ کہین نہ لاوے تو قیامت کے دن اپنی گردن پر اٹھا کر اونٹ بلبلاتا یا گائے
بیل ہائین ہائین کرتا ہوا یا بھیڑ بکری مین مین کرتی ہوئی مناوی نے کہا کہ اس حدیث سے چور اور اسکے مانند کو گھنٹا باندھنا تفضیح کے واسطے نکلتا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
مناوی کی عبارت کا یہ مضمون ہی کہ ابن نجیم نے کہا کہ مجکو یہ گمان ہی کہ تجریس سارق وغیرہ کی حاکمون نے اس حدیث سے نکالی ہی لغت عرب مین رغا اونٹ کی آواز کو کہتے
اور خوار گائے بیل کی آواز کو کہتے ہین اور ثواج بضم ثاء مثلثہ اور بعد اسکے ہمزہ مفتوحہ ممدودہ اور اسکے بعد جیم بھیڑ بکری کی آواز کو بولتے ہین کذا فی الطحطاوی م یہ حدیث
ہی یعنی جو جانور کو چرا دیگا وہی جانور اسکی گردن پر قیامت کیدن اپنی بولی بولتا آویگا فضیحت کرنیکو انتقال مذہب سے یہانتک سب اقوال شارح نے اشباہ سے نقل کیے تمت اگر
کسیکو کسی نے یا خبیث کہا تو بہتر یہ ہی کہ صبر کرے اور اگر حاکم سے تعزیر دلاوے تو جائز ہی اور اگر یون جواب دے بلکہ تو خبیث ہی تو کچھ مضائقہ نہین اگر غلام یا زوجہ بے ادبی کرے تو مولی
اور زوج کو تادیب حلال ہی اور جو شراب خوارون کی مجلس مین حاضر ہوتا ہو اسپر تعزیر ہی اگرچہ شراب نہ پیتا ہو اور جسکے پاس شراب ہو برتن مین اور جو مقیم رمضان شریف مین دنکو کھاتا
پیتا ہو عمدا اسپر تعزیر ہی اور قید ہی اور جو مسلمان کہ شراب بیچتا ہو یا بیاج کھاتا ہو وہ تعزیر دیا جاوے اور قید کیا جاوے اور اسیطرح مغنی اور مخنث اور نوحہ گر عورت پر تعزیر اور حبس ہی یہانتک کہ توبہ کرین
کذا فی فتح القدیر اگر ایک نے دوسرے کو کہا یا سفلہ یا بے نماز تو اسپر تعزیر ہی اور اگر ایک شخص کسی مقدمہ کا علماے فتوی لکھا کر اپنے خصم کے پاس لایا تو مخاصم نے کہا کہ مین اسپر عمل
نہین کرتا یا یون کہا کہ ایسا نہین ہی جیسا ان علمانے فتوی دیا ہی حالانکہ وہ شخص جاہل اہل علم کو تحقیر سے ذکر کرتا ہی تو اسپر تعزیر واجب ہی آدمی کے حق مین بہتر یہ ہی کہ جب اسکے کہا جاوے کہ کون ہی خبر موجب حد اور تعزیر ہی

تو اسکا جواب دے کتابت صکوک اور خطوط کی زور سے یعنی جعلی اسناد و بنانا موجب تعزیر ہو احکام شرعی کو بطور مزاح کے ذکر کرنا موجب تعزیر ہو اور جو مسلمان کو طمانچہ مارے یا اسکی پگڑی سر پر سے اچھال دے بازار مین تو اسپر تعزیر ہو کذا فی العالمگیریہ

کتاب السرقہ

یہ کتاب ہو سرقہ یعنی چوری کے احکام مین سرقہ بفتح سین و کسر را مہملہ ہو اور سکون را بھی جائز ہو چونکہ مقصود حدود سے حفظ نفس اور حفظ عقل اور حفظ آبرو ہو لہذا حدود کے بعد کتاب السرقہ کا مذکور کرنا مناسب ہوا اسواسطے کہ مال سے مقصود جان اور آبرو کی حفاظت ہو ہی لغۃ اخذ الشیٔ من الغیر خفیۃ وتسمیۃ المسروق سرقۃ مجازوہ یعنی چوری لغت مین غیر سے کسی چیز کے لینے کو کہتے ہین چھپا کر اور مسروق کو جو سرقہ کہتے ہین تو باعتبار مجاز کہتے ہین اور سرقہ لغوی مین داخل ہو استراق السمع یعنی چھپکر غیر کی بات سننا کذا فی النہر وشرعا باعتبار الحرمۃ اخذہ کذلک بغیر حق نصابا کان ام لا اور شرع مین باعتبار حرام ہونے کے سرقہ اصطلاح کے لینے سے عبارت ہو یعنی غیر کی چیز چھپا کر ناحق لینا خواہ وہ چیز بقدر نصاب ہو یا نہو وباعتبار القطع اخذ مکلف ولو انثی او عبدا او کافرا او مجنونا حال افاقتہ اور باعتبار ہاتھ کاٹنے کے شرع مین سرقہ عبارت ہو مکلف کے لینے سے اگرچہ مکلف عورت ہو یا غلام یا کافر یا مجنون یعنی مجنون نے اپنے ہوش کی حالت مین چوری کی تو وہ بھی مکلف مین داخل ہو کذا فی النہر سرقہ مین رکن اخذ ہو اور باقی اور جو کہ ماتن اور شارح ذکر کرینگے وہ شرائط ہین مصنف نے اخذ کو مطلق کہا تو اخذ حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہوا اخذ حقیقی یہ ہو کہ بذات خود چیز کو مکان محفوظ سے نکالے اور اخذ حکمی یہ ہو کہ چند سارق کسی کے مکان مین داخل ہون اور مال کو چرا وین اور ایک شخص کی پیٹھ پر لاد کر گھر سے باہر نکلین تو سب کے ہاتھ کاٹے جاوینگے بنا بر استحسان کے اور مکلف کی قید سے صغیر اور مجنون نکلگئے کہ انپر قطع ید نہین لیکن مال کی ضمانت ہو کذا فی البحر ناطق بصیر فلا قطع اخرس لاحتمال نطقہ بشبہۃ ولا اعمی لجہلہ بمال غیرہ مکلف مذکور ناطق اور بصیر ہو تو ناطق کی قید سے گونگے کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اسکے شبہہ بیان کرنے کے احتمال سے یعنی اگر وہ ناطق ہوتا تو شاید ایسا شبہہ بیان کرتا جسمین قطع ید نہین اور نہ اندھے کا ہاتھ کاٹا جاویگا بسبب اسکی ناداستگی کے مال غیر سے یعنی عدم بصارت سے عدم امتیاز اپنے مال کا غیر کے مال سے متصور ہو گو اسکو ناداستگی ہوتی ہو عشرۃ دراہم ای قیل مضروبۃ لما فی المغرب الدراہم اسم للمضروبۃ سرقہ عبارت ہو دس درم کے لینے سے مصنف نے دراہم مضروبہ نہ کہا یعنی سکہ دار اسواسطے کہ مغرب مین ہو کہ دراہم سکہ دار ہی کا نام ہو یعنی درم کی حقیقت مین ضرب داخل ہو تو اب ضرب کے ذکر کرنیکی کیا حاجت ہو کہ غیر مضروب کا درم نام نہین ہو اس مین اختلاف ہو کہ ہر مقدار مالی مین قطع ہو یا اس مقدار معین مین جس سے کمتر مین قطع نہین پہلا قول حسن بصری اور داؤد ظاہری اور خوارج کا ہو بدلیل قرآن اور حدیث کے حقتعالی نے فرمایا والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیہما) یعنی چور اور چورنی دونون کا ہاتھ کاٹو یہ آیت مطلق ہو مقدار معین اسمین مذکور نہین اور حدیث متفق علیہ مین رسی اور انڈے کے چرانے مین قطع ید مذکور ہو اور انکے سوا جمیع فقہائے امصار اور علمائے اقطار اس قول پر متفق ہین کہ بدون مال معین کے قطع ید نہین اسواسطے کہ بخاری اور مسلم مین حدیث مرفوع متفق علیہ ہو لا قطع الا فی ربع دینار فصاعدا یعنی قطع نہین مگر ربع دینار مین یا اس سے زیادہ مین تو اس حدیث سے اول حدیث کی تاویل واجب ہوئی ورنہ درم یا ربع دینار کی قیمت کی رسی مراد ہو اور بیضہ سے بیضہ حدید مراد ہو یا حدیث اول منسوخ ہو اگر کوئی کہے کہ شاید حدیث ثانی منسوخ ہو تو ترجیح کی کیا وجہ ہو اسکا جواب یہ ہو کہ فی الحقیقۃ کسی حدیث کی تاریخ معلوم نہین جو ایک حدیث کا منسوخ ہونا تعین ہو جاوے باقی رہی وجہ اولویت حمل سو وہ جمہور کیطرف ہو اسواسطے کہ باب الحدود مین تعارض کیوقت مانند قول جمہور متعین ہو یعنی نظر باحتیاط وہ استحباب ور مقدار حد کا معین کرنا قطع ید کے واسطے ارجح اور اولی ہو علاوہ اسکے اجماع صحابہ کرام بھی اسی پر منقول ہو تو اسی سے اطلاق آیت کا بھی مقید ہو گیا اور عقل سے بھی سواسطے کہ حقیر مطلق مین رغبت نہین ہوتی تو اسکو کوئی روکتا بھی نہین چنانچہ گیہون کا ایک دانہ تو آیت سرقہ مطلق ہو تو ایک گیہون کے دانہ لینے سے بھی قطع واجب ہوا اور تخصیص آیت کی نقطہ جمہور ہی کے نزدیک نہین بلکہ اخذ حسن اور خوارج کے نزدیک بھی بالاجماع مخصوص ہو پھر جنکے نزدیک مقدار معین قطع مین شرط ہو وہ تعیین مقدار مین مختلف ہین تو ہمارے اصحاب حنفیہ اور ایک جماعت تابعین کے نزدیک دس درم کی تعیین ہو اور امام شافعی کے نزدیک ربع دینار ہو اور امام مالک اور احمد کے نزدیک ایک ربع دینار یا تین درم ربع دینار کی حدیث صحیحین سے مذکور ہو چکی اور مسند احمد مین عائشہ صدیقہ سے حدیث مرفوع ہو کہ قطع کرو ربع دینار مین اور نہ قطع کرو اس سے کمتر مین اور ربع دینار اسوقت مین تین درم کا تھا امام مالک نے موطا مین لکھا کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے ڈھال کی چوری مین قطع کیا جسکی قیمت تین درم تھی اور عثمان رضی اللہ عنہ نے اترج کی چوری مین قطع کیا جسکی قیمت تین درم تھی اور اصحاب حنفیہ کی دلیل یہ ہو کہ

ڈھال کی قیمت تین درم سے زیادہ بھی بروایت صحیح ثابت ہوئی اور اخذ بالاکثر باب الحدود میں واسطے احتیال درء حد کے اولی ہے حاکم نے مستدرک میں مجاہد سے ایمن سے روایت کی کہ قطع
ید عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں ہوا مگر ڈھال کی قیمت میں اور قیمت اُسکی اُسوقت میں ایک دینار تھی ہر چند اسمیں اختلاف ہے کہ صحابی ہے یا تابعی اگر صحابی ہے تو کچھ اشکال نہیں
اور اگر تابعی ہے تو بقول ابو زرعہ رازی اور ابن حبان ثقہ اور محتجب ہے تو حدیث مرسل ہوئی اور مرسل ہمارے نزدیک اور اکثر اہل علم کے نزدیک قادح نہیں بلکہ حجت ہے تو اسکا معتبر رکھنا واجب
ہوا تو ثابت ہوا کہ ڈھال کی قیمت میں اختلاف ہوا تین درم یا دس درم کا تو اخذ بالاکثر واجب ہوا اسواسطے کہ شرع نے اس باب میں حد کا ٹالنا حتی الامکان واجب کیا اور مقوی اس قول کی
نسائی کی روایت ہے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کہ قیمت ڈھال کی حضرت رسالت کیوقت میں دس درم تھی اور یہ روایت دارقطنی اور مسند احمد اور اسحق بن راہویہ میں ثابت ہے اور ابن ابی شیبہ میں
حدیث مرفوع ہے کہ جو بقدر ڈھال کے قیمت ہو تو اسکے صاحب یعنی چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جاوے اور قیمت ڈھال کی دس درم تھی اور طبرانی نے معجم میں اور عبدالرزاق اور ترمذی نے ابن
مسعود سے روایت کی کہ قطع نہیں مگر دینار میں یا دس درم میں اور یہ حدیث مرسل ہے کہ قاسم بن عبدالرحمن نے ابن مسعود سے روایت کی حالانکہ قاسم کو ابن مسعود سے سماعت نہیں لیکن مسند
ابو حنیفہ میں عن القاسم بن عبدالرحمن عن ابیہ عن عبداللہ بن مسعود قال کان یقطع الید علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عشرۃ دراہم تو یہ روایت مرسل نہیں بلکہ موصول ہے اور ابن خسرو نے بروایت
محمد بن الحسن عن ابی حنیفہ مرفوع نقل کیا کہ لا تقطع الید فی اقل من عشرۃ دراہم تو یہ حدیث موصول مرفوع ہے اور اگر موقوف بھی ہوتی تو بھی بجائے مرفوع تھی اسواسطے کہ مقدرات شرعیہ
میں قیاس مجتہد کو دخل نہیں تو موقوف اسمیں محمول علی الرفع ہے کذا فی فتح القدیر مضروبا او مقدارها فلا قطع بنقرة وزنها عشرة لا تساوی عشرة مضروبة ولا بدينار قيمته دون عشرة [illegible] عبارت
ہے کھرے دس درم کے لینے سے یا بمقدار دس درم کے تو قطع نہیں اُس چاندی کی ڈلی سے جو بوزن دس درم ہے مگر دس درم مضروب کے برابر نہیں قیمت میں اور قطع نہیں اُس دینار سے جسکی قیمت دس درم
سے کم ہو وتعتبر القيمة وقت السرقة ووقت القطع ومكانه بتقويم عدلين لهما معرفة بالقيمة ولا قطع عند اختلاف المقومين ظہیریہ اور معتبر ہے قیمت چوری کے وقت اور قطع ید کے
وقت اور معتبر ہے قیمت قطع کرنے کے مکان میں دو عادلوں کے قیمت ٹھہرانے سے جنکو معرفت ہے قیمت کی اور قطع نہیں وقت قیمت ٹھہرانے والوں کے اختلاف کے وقت کذا فی الظہیریہ تو
تو اگر ایک کپڑا چرایا جسکی قیمت دس درم تھی سو مالک نے دوسرے شہر میں اسکو گرفتار کیا اور وہاں اسکی قیمت آٹھ درم تھی تو قطع نہوگا اور اختلاف قیمت کی یہ صورت ہے کہ ایک
شخص دس درم یا زیادہ قیمت کرتا ہے اور دوسرا اس سے کم تو قطع نہیں اور اگر نصاب سے زیادہ میں اختلاف ہوا تو وہ مانع قطع کا نہیں مقصودة بالاخذ فلا قطع بثوب قیمته دون عشرة وفیه
دینار او دراہم مصرورة الا اذا کان وعاء لها عادة تجنیس ایسے دراہم جنکا لینا مقصود بالذات ہو تو قطع نہیں اُس کپڑے کی چوری سے جسکی قیمت دس درم سے کم ہو اور اسمیں ایک دینار
یا دس درم بندھے ہیں اسواسطے کہ کپڑا لینا مقصود تھا نہ دینار اور دراہم مگر اس کپڑے کے لینے میں البتہ قطع ہے جو دینار یا دراہم کے رکھنے کا ظرف ہو بطور عادت کے کذا فی
التجنیس یعنی چنانچہ دینار اور درہم کی تھیلی لی تو البتہ قطع ہے اگر اُسمیں بقدر نصاب ہو اسواسطے کہ تھیلی لینے میں دراہم مقصود ہوتے ہیں اگرچہ تھیلی کی قیمت ایک درم سے کم
ہو ظاہرة الاخراج فلو ابتلع دینارا فی الحرز وخرج لم یقطع ولا ینتظر تغوطه بل یضمن مثله لانه استهلكه وهو سبب الضمان للحال ایسے دراہم جنکا نکال لینا سارق سے ظاہر ہو تو اگر
سارق نے ایک دینار کو مکان محفوظ میں نگل لیا اور نکل آیا تو اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اسواسطے کہ دینار کا نکال لینا اُسکے پیٹ سے ظاہر نہیں اور انتظار نکیا جاویگا اُسکے ہگنے کا بلکہ مثل اُس
دینار کے اُس سے ضمان لیا جاویگا اسواسطے کہ اُسنے اُسکو مستہلک کیا اور استہلاک فی الحال ضمان لینے کا سبب ہے خفیة ابتداء وانتهاء لو اخذ نهارا وهو ما بین العشائین وابتداء
فقط لو لیلا لینا چھپ کر ہو ابتدا میں بھی اور انتہا میں بھی اگر دن ہو اور مغرب اور عشا کے درمیان کا وقت بھی دن میں داخل ہے اور فقط ابتدا میں اخفا شرط ہے اگر رات
ہو تو اخفا کی قید سے غارتگری اور بزور چھین لینا اور ہاتھ سے اُچک لینا سرقہ کی تعریف سے نکل گیا پھر اگر چوری دن میں ہوئی شہر کے اندر تو اخفا شرط ہے ابتدا میں بھی اور
انتہا میں بھی اور عشا تک دن میں اسواسطے داخل ہوا کہ اُسوقت تک آمد و رفت آدمیوں کی ہوا کرتی ہے اور اگر رات میں چوری ہوئی تو فقط ابتدا کا اخفا شرط ہے نہ انتہا
کا تو اگر سارق رات کو گھر میں داخل ہوا بطور خفیہ پھر اُسنے مال کو ظاہر ہو کر لیا گو بعد مقاتلہ تو اسکا ہاتھ کاٹا جاویگا خفیہ اولی پر اکتفا کر کے کذا فی الشمنی وہل العبرة لزعم السارق
ام لزعم احدهما خلاف اور خفا میں کیا سارق کے گمان کا اعتبار ہے یا سارق اور صاحب مال میں سے کسی ایک کا اسمیں خلاف ہے اور محل اختلاف اُس صورت میں ہے کہ جب سارق نے گمان کیا کہ
صاحب خانہ جانتا ہے اور حالانکہ صاحب خانہ کو اسکا علم نہیں تو شرح زیلعی میں کہا کہ اس میں قطع نہیں اسواسطے کہ سارق کے گمان میں خفیہ نہیں بلکہ اُسنے کھلکر لیا اور خلاصہ اور محیط

ذخیرہ مین قطع مذکور ہی اسواسطے کہ دونون مین سے ایک کے گمان مین خفیہ ہونا کافی ہی اور یہ مسئلہ رباعی ہی یعنی اسمین چار صورتین ہین پہلی صورت یہ ہی سارق اور
صاحب خانہ دونون کو علم ہو اسمین قطع نہین بالاتفاق دوسری صورت یہ ہی کہ دونون کو علم نہین اسمین قطع ہی بالاتفاق تیسری صورت یہ ہی کہ صاحب خانہ جانتا ہی اور
سارق کو اُسکے علم کا علم نہین تو ظاہر اسمین بھی قطع ہی بالاتفاق اور چوتھی صورت اول مذکور ہو چکی **من صاحب ید صحیحۃ فلا قطع السارق من السارق** یعنی لینا مال کا اُس
شخص سے ہو جسکا قبضہ صحیح ہی تو جسنے چور کے پاس چوری کی اُسپر قطع نہین کذا فی الفتح **مما لا یتسارع الیہ الفساد کلحم وفواکہ** مجتبی مال مسروق اُس قسم سے ہو
جو جلد نہ بگڑ جاتا ہو جیسے گوشت اور تر میوے کذا فی المجتبی تو انکی چوری مین گو بقدر نصاب ہون قطع نہین ولا بد من کون المسروق **متقوما مطلقا فلا قطع بسرقۃ خمر**
مسلم مسلما کان السارق او ذمیا وکذا الذمی اذا سرق من ذمی خمرا او خنزیرا او میتۃ لا القطع لعدم تقومہا عندنا ذکرہ الباقانی اور ضرور ہی مسروق کا مال متقوم ہونا
مطلقا یعنے ہر دین والے کے نزدیک مال متقوم ہو تو قطع نہین مسلمان کی شراب چرا لینے سے خواہ سارق مسلم ہو یا ذمی اور اسی طرح جب کہ ذمی دوسرے ذمی سے
شراب یا سور یا مردار کو چرا دے تو قطع نہین اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مال متقوم نہین ہمارے یعنی اہل اسلام کے نزدیک اس شرط کو باقانی نے مذکور کیا ہو حلبی نے کہا کہ
شارح کی عبارت باوجود تطویل اسصورت کو شامل نہین جب کہ مسلم ذمی کی شراب چرا دے تو اگر یون کہتا کہ لا قطع بسرقۃ خمر یعنی قطع نہین شراب کی چوری سے تو اخصر اور اشمل
ہوتا **فی دار العدل فلا قطع بسرقۃ فی دار حرب او بغی** بدائع چوری دار العدل یعنے دار الاسلام مین ہو تو قطع نہین دار الحرب یا دار البغی کی چوری سے کذا فی البدائع
تو اگر بعض تجار مسلمین نے بعض کا مال دار الحرب مین چرایا پھر جب دار الاسلام مین آئے تو چور گرفتار ہوا تو امام اُسکا ہاتھ نہ کاٹیگا کذا فی الجوہرہ **من حرز لمرۃ واحدۃ اتحد**
مالکہ ام تعدد چوری ہوئی ہو مکان محفوظ سے یکبارگی خواہ مال کا مالک ایک ہو یا چند مالک ہون مع حرز یعنی حفاظت کا مکان دو قسم ہی ایک حرز بنفسہ دوسرا حرز بغیرہ حرز بنفسہ
وہ مکان ہی جو حفاظت کے واسطے بنا ہوا اور اسمین جانا بلا اذن مالک ممنوع ہو جیسا کہ گھر اور دوکان اور خیمہ اور خزانہ اور صندوق اور حرز بغیرہ وہ مکان ہی جو حفاظت مال
کے واسطے نہین بنا مگر اسمین نگہبان موجود ہی چنانچہ مسجد اور راہ اور میدان اور قنیہ مین ہی کہ اگر جنگل کے مدفون مال کو چرایا تو اسمین قطع ہی کذا فی البحر اور یکبارگی کی قید
سے معلوم ہوا کہ اگر بعض مال کو گھر سے نکالا پھر دوسرے بار داخل ہو کر باقی کو نکالا تو قطع نہین بشرطیکہ اطلاع مالک یا اغلاق باب یا اصلاح نقب کا درمیان مین تخلل
واقع ہوا ہو اور اگر ان امور کا تخلل نہین واقع ہوا اور باوجود اسکے دو بار مین نکالا تو یہ ایک ہی چوری ہی تو البتہ قطع ہو گا کذا فی الحموی عن السراج اور اتحاد اور تعدد مالک
سے معلوم ہوا کہ اگر ایک شخص نے بقدر نصاب جماعت کا مال چرایا تو قطع ہی اور اگر دو شخصون نے بقدر نصاب یک کا مال چرایا تو دونون پر قطع نہین اور اعتبار نصاب
کا سارق کے حق مین ہی نہ مالک کے حق مین بشرطیکہ حرز واحد ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر **لا شبہۃ ولا تاویل فیہ وثبت ذلک عند الامام** کما سیتضح نہ شبہہ ہو اُس
لینے مین نہ تاویل اور یہ ثابت ہوا ہو امام کے نزدیک چنانچہ یہ عنقریب واضح ہو گا مع شبہہ کی قید سے وہ شخص نکل گیا جس نے اپنے محرم کے گھر سے مال کو نکالا اور تاویل
کی قید سے مصحف کی چوری نکل گئی کہ اسمین قطع نہین اسواسطے کہ اُسمین تلاوت کرنے کی تاویل ممکن ہی یعنی سارق کہ سکتا ہی کہ مین نے چرایا نہین بلکہ پڑھنے کے واسطے لیا ہی
فیقطع ان اقر بہا مرۃ والیہ رجع الثانی طائعا جب تعریف سرقہ کی معلوم ہوئی تو داہنا ہاتھ سارق کا قطع کیا جاویگا اگر اُسنے ایکبار چوری کا اقرار کیا بلا جبر اور ابو یوسف
نے ایکبار کے اقرار کے طرف رجوع کیا اور اول نہ اُسکے قائل تھے کہ دو مجلسون مین دو بار کے اقرار سے چوری ثابت ہوتی ہی **فاقرارہ بہا کرہا باطل ومن المتاخرین**
من افتی بصحتہ ظہیریۃ زاد القہستانی معزیا لخزانۃ المفتین **وحل ضربہ لیقر** وسنحققہ تو چوری کا اقرار کرنا سارق کا جبر اور زبردستی سے باطل ہی اور بعضے متاخرین
نے صحت اکراہ کا فتوے دیا ہی کذا فی الظہیریۃ اور قہستانی نے خزانۃ المفتین کی طرف نسبت کر کے اتنا اور زیادہ کیا ہی کہ سارق کا مارنا بھی حلال ہی تا کہ وہ
اقرار کرے چوری کا اور عنقریب ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے **او شہد رجلان** اور قطع ید ہو گا اگر دو مرد گواہی دین چوری کی مع مصنف نے دو مردون کی قید سے
لگائی کہ عورتون کی گواہی اسمین مقبول نہین اور اقرار شہادت مین حصر کرنے کی جہت سے اشارہ کیا کہ شہادت علی الشہادۃ سے اور قسم کے انکار سے قطع نہین اگرچہ
ضمان مال ہی کذا فی النہر **ولو عبد الشرط حضرۃ مولاہ لا تقبل علی اقرارہ ولو بحضرتہ** اور اگر سارق غلام ہی تو حضور اُسکے مولے کا شرط ہی شہادت کی اور گواہی مقبول

نہین غلام کے اقرار پر اگرچہ مولی کے سامنے ہو م فتاوی عالمگیری مین ہی کہ جب گواہون نے گواہی دی عبد ماذون کی دس درم یا زیادہ کی چوری کی تو اگر اُسکا مالک حاضر
ہی تو بالاتفاق قطع ہی اور اگر مال قائم ہی تو صاحب مال کو پھیر دینا چاہیے اور اگر مولی غائب ہی تو امام کے نزدیک قطع نہین اور سرقہ کا ضمان ہی اور اگر شاہدون نے کم
نصاب کی گواہی دی تو قاضی مال دینے کا حکم کرے نہ قطع کا خواہ مولی موجود ہو یا نہو **وسالہما الامام کیف ہی واین ہی وکم ہی زاد فی الدرر وما ہی ومتی
ہی وممن سرق وبینا ہا احتیالا للدرء** اور سوال کرے امام گواہون سے کہ کیونکر چوری ہوئی اور کہان ہوئی اور کتنی ہوئی درر مین دو سوال زیادہ مذکور ہین کہ چوری
کسکو کہتے ہین اور کب ہوئی اور کس شخص کی چوری کی اور دونون گواہ ان سوالات کا جواب بیان کرین یہ سوالات حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے ہین م کیفیت سرقہ
کا سوال اس احتمال سے ہی کہ شاید چور نے نقب دیا ہو گھر مین اور بلا دخول ہاتھ ڈالکر چوری کی ہو تو اس مین قطع نہین ظاہر الروایۃ مین اسواسطے کہ شخص اُسکا ہوا اور
چور اور مکان کا سوال اس احتمال سے ہی کہ دار الحرب مین چوری کی ہو یا ستامن کا مال دار الاسلام مین چرایا ہو کہ اُسمین قطع نہین اور مقدار سرقہ کا سوال اس احتمال
سے ہی کہ شاید نصاب سے کم ہو اور حقیقت سرقہ کا سوال اسواسطے ہی کہ شاید استراق کلام یا استراق رکوع اور سجود سے شاہدون نے اُسکو چوری کی طرف منسوب کیا ہو
تاکہ غصب اور قطاع الطریق سے احتراز ہو اور زمان سرقہ کا سوال تقادم کے احتمال سے ہی اسواسطے کہ حدود خالصہ مین تقادم یعنی مدت گذرنا مبطل شہادت ہی اور صاحب
مال کا سوال اس احتمال سے ہی کہ شاید مالک محرم یا زوجہ ہو سارق کی **وحبسہ حتی یسال عن الشہود لعدم الکفالۃ فی الحدود** اور بعد شہادت مذکورہ کے حاکم قید مین کرے سارق
کو تا شاہدون کی عدالت دریافت کرے حبس کرنا اسواسطے ہونے حاضر ضامنی کے ہی حدود مین یعنی حدود مین حاضر ضامنی جائز نہین تو تا تحقیق عدالت شہود متہم کو محبوس
کرنا چاہیے تا بھاگ نہ جاوے **ویسال المقر عن الکل الا الزمان وما فی الفتح الا المکان تحریف نہر** اور حاکم چوری کے اقرار کرنے والے سے جمیع امور مذکورہ کا سوال
کرے سوائے زمانے کے اور یہ جو فتح القدیر مین ہی کہ مقر سے مکان کا بھی سوال نہ کرے یہ تحریف ہی کذا فی النہر الفائق م مقر سے زمان کا سوال اسواسطے نہین کہ تقادم
مانع اقرار کا نہین اور فتح القدیر کے بعض نسخون مین ہی کہ سوا مکان کے باقی شروط سے سوال کرے گویا یہ تحریف ہی حق یہ ہی کہ مکان سے بھی سوال کرے کہ شاید دار الحرب مین
چوری کی ہو کذا فی النہر حموی نے کہا کہ زمان سے بھی سوال کرے اس احتمال سے کہ شاید مقر نے اپنی طفلی کی حالت مین چوری کی ہو **وصح رجوعہ عن اقرارہ بہا وان
ضمن المال وکذا لو رجع احدہم وقال ہو مالی او شہد علی اقرارہ بہا وہو یجحد او یسکت فلا قطع شرح وہبانیہ** اور صحیح ہی رجوع کرنا مقر کا اپنی چوری کے اقرار سے اگرچہ اس
حالت مین ضامن ہوگا مال مسروق کا اور اسیطرح رجوع صحیح ہی اگر سب چورون مین ایک نے اقرار سے رجوع کیا یا یون کہا کہ وہ میرا مال ہی یا دو گواہون نے اُسکی چوری کے
اقرار پر گواہی دی اور وہ منکر ہی یا ساکت ہی تو قطع نہین کذا فی شرح الوہبانیہ م محیط مین مذکور ہی کہ دو شخصون نے چوری کا اقرار کیا پھر ایک شخص اقرار سے پلٹ گیا تو قطع دونون
سے ساقط ہو گیا اسواسطے کہ بعد ثبوت شرکت کے چوری مین جب راجع سے حد ساقط ہوئی تو دوسرے سے بھی ساقط ہوگی اسواسطے کہ شرکت برابری کو چاہتی ہی کذا فی النہر **فان
اقر بہا ثم ہرب فان فی فورہ لا یتبع بخلاف الشہادۃ کذا نقلہ المصنف عن الظہیریۃ ونقلہ شارح الوہبانیہ بلا قید الفوریۃ** پھر اگر سارق نے چوری کا اقرار کیا پھر
بھاگ گیا اگر فوراً بھاگا بمجرد اقرار کے تو اُسکا پیچھا نہ کیا جاوے بخلاف شہادت کے کہ اُسکے بعد اگر بھاگے گا تو گرفتار کیا جاویگا اسیطرح نقل کیا ہی مصنف نے اپنی شرح
مین ظہیریہ سے اور شارح وہبانیہ نے اُسکو بلا قید فوریت نقل کیا تو ظاہر اتنا فی ہوئی دونون نقلون مین م طحطاوی نے صاحب الفوائد سے نقل کی کہ مصنف کو یون تعبیر کرنا بہتر
تھا فان اقر بہا ثم ہرب ان فی فورہ یعنی چوری کا اقرار کیا پھر بھاگا اگرچہ فی الفور بھاگا اُسکا پیچھا نہ کیا جاویگا اس تعبیر سے ثابت ہوتا ہی کہ رجوع علی الفور سے بھی قطع نہین اسواسطے
اُسکا بھاگنا اسکے رجوع قول کے برابر ہی اور رجوع صریح لفظا مین حکم مختلف نہین فی الفور اور تراخی مین تو اسوقت مین شرح وہبانیہ کے نقل مین کچھ منافات نہین اور فتاوی
عالمگیری مین بھی محیط سے موافق صاحب الفوائد کے وان فی فورہ ہی یعنی ان متصلہ ہی نہ منفصلہ **ولا قطع بنکول واقرار مولی علی عبدہ بہا وان لزم المال
لاقرارہ علی نفسہ** اور قطع نہین سارق کے قسم نہ کھانے سے اور مولے کے اقرار کرنے سے اپنے غلام کی چوری پر اگرچہ مال کا دینا لازم ہی اپنی ذات پر اقرار کرنے سے م جب
سارق نے عدم سرقہ کی قسم نہ کھائی تو گویا مال کا اقرار کیا اور مولی کا اقرار موجب مطالبہ ہی **والسارق لا یغنی العقوبۃ لانہ جور تخمیس وعزاہ القہستانی للوہبانیۃ خطا بانہ**

خلاف الشرع ومثله فی السراجیه اور فتوی نہین سارق کی عقوبت اور ضرب پر تا چوری کا اقرار کرے اسواسطے کہ اُسکا مارنا ظلم ہی اور قہستانی نے اسکو واقعات کی
طرف نسبت کیا ہی اسطرح ویل لاکر مارنا اُسکا خلاف شرع ہی اور مانند اسکے سراجیہ مین ہی ونقل عن التجنیس عن عصام انه سئل عن سارق منكر فقال علیه الیمین فقال الامیر
سارق ویمین هاتوا بالسوط فما ضربوه عشرة حتى اقر فاتى بالسرقة فقال سبحان الله ما رایت جورا اشبه بالعدل من هذا اور تجنیس سے منقول ہی کہ عصام بن یوسف سے سوال
ہوا اُس سارق سے جو چوری کا منکر ہی تو جواب دیا کہ اُسپر قسم ہی تو امیر بلخ نے کہا سارق اور قسم یعنی سارق کو جھوٹی قسم کا کیا خوف ہوگا کوڑا لاؤ سو مارنے والون
نے دس کوڑے نہ مارے تھے کہ اُسنے چوری کا اقرار کیا پھر چوری کا مال لا دیا تو عصام نے کہا سبحان اللہ مین نے کوئی ظلم مشابہ بعدل اس سے زیادہ تر نہین دیکھا
كذا فی المنح وفی اكراه البزازیة من المشائخ من افتی بصحة اقراره بها مكرها اور بزازیہ کی کتاب الاکراہ مین ہی بعضے مشائخ نے چوری کا اقرار بزور کروانے کی صحت کا
فتوی دیا ہی یعنی ضمان کے حق مین نہ قطع کے حق مین وعن الحسن یحل ضربه حتى یقر ما لم یظهر العظم اور حسن بن زیاد سے مروی ہی کہ ضرب سارق کی حلال ہی یہانتک کہ چوری
کا اقرار کرے بشرطیکہ اتنی ضرب نہو جس سے ہڈی کھلجاوے ونقل المصنف عن ابن الغرز الحنفی صح انه علیه الصلوة والسلام امر الزبیر بن العوام بتعذیب بعض المعاهدین حین
کتم کنز حیی بن اخطب ففعل فدلهم على المال قال وهو الذی یسع الناس وعلیه العمل والا فالشهادة على السرقات اندر الامور اور مصنف نے اپنی شرح مین قاضی القضاۃ
ابن الغرز حنفی سے نقل کیا کہ بروایت صحیح ثابت ہوا ہی کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو بعضے معاہدین کے مارنے کا حکم دیا جب کہ
اُنھون نے حیی بن اخطب یہودی کا خزانہ چھپا ڈالا تھا حالانکہ اُسی مال پر معاہدہ ہوا تھا پھر زبیر رضی اللہ عنہ نے اُسکو مارا تو اُسنے بتایا کہا قاضی مذکور نے کہ یہ وہ حدیث
مروی ہی جسمین لوگون کو وسعت ہی اور اسی پر عمل ہی اور نہین تو چوریون پر گواہی کا ہونا نہایت قلیل الوجود امر ہی كذا فی المنح ثم نقل عن الزیلعی فی آخر باب
قطع الطریق جواز ذلك سیاسة واقره المصنف تبعا للبحر وابن الكمال زاد فی النهر ینبغی التعویل علیه فی زماننا لغلبة الفساد ویحمل ما فی التجنیس على زمانهم پھر
مصنف نے باب قطع الطریق کے آخر مین اسکا جواز بطریق سیاست کے نقل کیا اور مصنف نے اس قول کو باتباع صاحب بحر اور ابن کمال کے ثابت رکھا
نہر الفائق مین اتنا زیادہ ہی کہ سارق منکر کی جواز عقوبت پر اعتماد کرنا ہمارے زمانے مین لائق اور سزاوار ہی بسبب غلبہ فساد کے اور تجنیس مین عقوبت
سارق کو ظلم کہا ہی وہ علماء سابق کے زمانے پر محمول ہی یعنے اُسوقت اتنا فساد غالب نہ تھا تو عقوبت کی چندان حاجت نہ تھی ثم مصنف نے آخر باب قطع
مین قول مذکور یون نقل کیا ہی کہ زیلعی نے تصریح کی ہی کہ عند التکرار قتل کرنا بطریق سیاست ہی اور از قبیل سیاست ہی جو فقیہ ابو بکر اعمش سے منقول ہی
کہ اگر مدعا علیہ چوری کا انکار کرے تو امام کو جائز ہی کہ اپنے ظن غالب پر عمل کرے سو اگر اُسکا گمان غالب ہو کہ وہ سارق ہی اور مال مسروق اُسکے پاس
ہی تو اُسکو مارے اور یہ یعنی عقوبت کرنا بظن غالب جائز ہی چنانچہ امام فاسقون کے پاس شراب کی مجلس مین کسی کو بیٹھا دیکھے اور چنانچہ اُسکو چورون کے ساتھ
چلتا دیکھے اور فقہا نے ظن غالب سے قتل نفس کو جائز کہا ہی چنانچہ کوئی شخص کسی کے اوپر میان سے تلوار کھینچکر آوے اور اُسکو گمان غالب ہو کہ مجکو قتل کریگا كذا فی المنح
ثم نقل المصنف تبعا عن القنیة لو كسر سنه او یده ضمن الشاكی ارشه كالمال لو حصل ذلك بتسوره الجدار او مات بالضرب لندوره پھر مصنف نے قبل زیلعی کے قول کے
قنیہ سے نقل کیا ہی شرح مین کہ اگر حاکم کے پاس ناحق شکایت کی مدعی نے کسی شخص کی پھر حاکم نے اسکو مارا اور اُسکا دانت یا ہاتھ ٹوٹ گیا تو مدعی شکوہ کرنیوالا
اُس دانت یا ہاتھ کی دیت کا ضمان دیگا مانند مال کے ضامن ہوگا اگر یہ حاصل ہوا اُسکی دیوار کے چڑھنے سے یعنے اگر قید خانہ کی دیوار پر چڑھا بھاگنے کے واسطے
اور اُسکا دانت یا ہاتھ ٹوٹ گیا اور وہ شخص ضرب کے صدمہ سے مرگیا تو مدعی نالش کرنیوالا اُسکا ضامن نہوگا اسواسطے کہ اسمین مرجانا قلیل الوجود ہی تو اُسکی نالش غالباً اسکا سبب
نہین ہوسکتی كذا فی المنح مشروحا وعن الذخیرة لو صعد السطح لیفر خوف التعذیب فسقط فمات ثم ظهرت السرقة على ید آخر كان للورثة اخذ الشاكی بدیته لانهم
بما غرم للسلطان لتعدیه فی هذا التسبیب یجیٔ فی الغصب اور مصنف نے شرح مین ذخیرہ سے نقل کیا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر چوری کا دعوی کیا اور سلطان
کے پاس اُسکو گرفتار کرایا اور وہ ایکبار مار کھائی پھر قید خانہ مین قید کروایا تو اگر وہ قید خانہ کی چھت پر چڑھ گیا تاکہ مار کے خوف سے بھاگ جاوے سو اگر

دو گر پڑا اور مر گیا پھر چوری کا مال دوسرے شخص کے پاس ظاہر ہوا تو اُسکے وارثون کو اپنے باپ کا خون بہا اور جتنا مال سلطان کو اُسنے ڈانڈ دیا ہے اُسکو اُس
سے لینا جائز ہے بسبب اُسکی تعدی کے اس تسبیب مین یعنی جو کچھ ہوا اُسکے سبب سے ہوا کذا فی النہر اور اُسکا ذکر کتاب الغصب مین آویگا قضی بالقطع ببینۃ او اقرار فقال المسروق
منہ ہذا متاعہ لم یسرقہ منی وانما کنت اودعتہ او قال شہد شہودی بزور او اقر ہو بباطل و ما اشبہ ذلک فلا قطع حکم کیا قاضی نے ہاتھ کاٹنے کا بسبب گواہی یا اقرار
کے پھر مسروق منہ یعنی صاحب مال نے کہا کہ میرے گواہون نے جھوٹی گواہی دی یا سارق نے باطل اقرار کیا یا مانند ان اقوال کے کچھ اور کہا تو قطع نہیں م بعضے علما کے قول
پر مدعی مذکور کو تعزیر چاہیے اگر مدعا علیہ نیکوکار مشہور ہو کذا فی الطحطاوی وندب تلقینہ کیلا یقر بالسرقۃ اور امام کو مستحب ہے تلقین سارق کی تاکہ چوری کا اقرار نہ کرے م یہ
تلقین حد ٹالنے کے واسطے ہے چنانچہ روایت ہے کہ ایک سارق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو گرفتار ہو کر آیا تو فرمایا کہ کیا اُسنے چوری کی ہے مین نہیں گمان کرتا ہون
کہ اُسنے چوری کی ہو کذا فی المنح کما لا قطع لو شہد کافران علی کافر و مسلم بہا فی حقہما ای الکافر والمسلم ظہیریۃ چنانچہ اگر گواہی دی دو کافرون نے ایک کافر اور ایک مسلمان
کی چوری پر تو قطع نہیں دونون کے حق مین یعنی کافر اور مسلم دونون کے ہاتھ نہ کاٹے جاوینگے کذا فی الظہیریۃ تشارک جمع و صاب کل قدر نصاب قطعوا ان
اخذ المال بعضہم استحسانا سدا لباب الفساد ولو فیہم صغیر او مجنون او معتوہ او محرم لم یقطع احد شریک ہوا ایک گروہ چوری مین اور حصہ پایا ہر شخص نے بقدر نصاب کے
تو سب کے ہاتھ کاٹے جاوینگے اگرچہ اُس مال کو انہین مین سے بعضون نے چورایا ہو بنابر استحسان کے فساد کا دروازہ بند کرنے کے واسطے اور اگر چورون کے گروہ مین صغیر
یا مجنون یا غافل بیہوش یا صاحب مال کا محرم ہو تو کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا م سب کا ہاتھ اُسوقت کاٹا جاویگا جب سب جماعت حرز مین داخل ہو کذا فی الہدایہ اور فتح القدیر
مین ہے کہ اگر بعضے اندر جاوین اور حصے مین سب شریک ہون تو اُسی کا ہاتھ کاٹا جاویگا جو اندر گیا اگر وہ بعینہ معلوم ہے اور اگر معلوم نہو تو سب تعزیر کے واسطے قید مین رکھے
جاوین یہانتک کہ توبہ کرین کذا فی الطحطاوی وشرط للقطع حضور شاہدیہا وقت القطع کحضور المدعی بنفسہ حتی لو غابا او ماتا لا قطع وہذا فی کل حد سوی الرجم
وقود بحر قلت لکن نقل المصنف فی الباب الاٰتی تصحیح خلافہ فتنبہ اور شرط ہے قطع کے واسطے حاضر ہونا چوری کے دونون شاہدون کا قطع کرنے کے وقت جیسے حضور مدعی
بذات خود شرط ہے یہانتک کہ اگر دونون شاہد اسوقت غائب ہون یا مر گئے ہون تو قطع نہیں اور یہ یعنی حضور گواہون کا ہر حد مین شرط ہے سواے رجم اور قصاص کے
کذا فی البحر مین کہتا ہون مصنف نے اگلے باب مین اُسکے مخالف کی تصحیح نقل کی ہے یعنی شرح منظومہ سے قطع مین عدم حضور شہود کی تصحیح منقول کی ہے سو آگاہ رہنا م یہ قول
کا مخالف سابق کے ہے اسواسطے کہ حد زنا مین مذکور ہو چکا کہ جب شاہد غائب ہون یا مر جاوین تو حد ساقط ہے ویقطع بساج و قنا و آبنوس بفتح الباء و عود و مسک
و ادہان و ورس و زعفران و صندل و عنبر و فصوص خضر ای زمرد و یاقوت و زبرجد و لؤلؤ و لعل و فیروزج و اناء و باب غیر مرکب ولو متخذین من خشب اور ہاتھ کاٹا جاویگا
ساگون اور قنا اور آبنوس اور اگر اور مشک اور تیل اور ورس اور زعفران اور صندل اور عنبر اور سبز نگینون یعنی زمرد سے اور یاقوت اور زبرجد اور موتی اور لعل اور فیروزہ اور
برتن اور بغیر مرکب دروازہ کی چوری سے اگرچہ برتن اور دروازہ لکڑی کا بنا ہو م اور دروازہ مرکب کی چوری سے قطع نہین کذا فی شرح الملتقی بشرطیکہ ایک آدمی سے اُٹھ سکتا
ہو ہر چند لکڑی کی چوری مین قطع نہین لیکن ساگون اور آبنوس وغیرہ مذکورات مین قطع ہے اسواسطے کہ نفیس مال مین م لہذا مکان محفوظ مین رکھے جاتے ہین اور دارالاسلام مین
مباح الاصل نہین ملتے ہین تو قائم مقام چاندی سونے کے ہوگئین اور منح الغفار مین ہے کہ ساج یعنی ساگون ایک قسم کا درخت ہے جسکے اوپر سرخی ہوتی ہے اور لکڑی اُسکی سخت ہوتی
ہے مانند پتھر کے اور ساگون اور آبنوس سواے ہند کے کہین نہین ہوتا اور قنا جمع ہے قناۃ کی یعنی نیزہ اور برچھی کی لکڑی اور زبرجد سبز پتھر ہے یاقوت سبز کے مشابہ بحر الجواہر مین ہے کہ
زمرد اور زبرجد صاحب دیوان ادب اور صحاح کے نزدیک ایک ہی چیز ہے اور صاحب کشاف اور اُسکے محشیون کے نزدیک دو جوہر مختلف الحقیقۃ ہین و کذا کل ما ہو من اعز
الاموال و انفسہا ولا یوجد فی دار العدل مباح الاصل غیر مرغوب فیہ ہذا ہو الاصل اور اسیطرح قطع ہے ایسے ہر ایک مال کی چوری سے جو بہت عزیز اور نہایت نفیس
مال ہے اور دار العدل یعنی دار الاسلام مین مباح الاصل نہین پایا جاتا جسمین رغبت اور خواہش نہو یہی قاعدہ اصل ہے قطع مین م عزیز اور نفیس مال کی قید سے گھاس اور
نرکل وغیرہ مالک چیزین نکل گئین کہ اُنمین قطع نہین اور مباح الاصل کی قید سے گیرو وغیرہ نکل گیا اور غیر مرغوب کی قید سے ثقیل دروازہ نکل گیا جو ایک آدمی سے نہ اُٹھ سکے اور مفتی

ابو السعود نے کہا کہ اس قید سے سونا اور چاندی اور موتی اور جواہر نکل گئے اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ دار الاسلام مین مباح الاصل ہین لیکن غیر مرغوب نہین لا القطع بتافہ ای
حقیر یوجد مباحا فی دارنا کخشب لا یحرز عادۃ قطع نہین اُس حقیر چیز کی چوری سے جو دار الاسلام مین مباح پائی جاتی ہو جیسے وہ لکڑی کہ مکان محفوظ مین بنا بر عادت کے
نہین رکھی جاتی ہم تو جس لکڑی کو محفوظ مکان مین رکھنے کی عادت ہو جیسے ساگون یا آبنوس وغیرہ یا وہ لکڑی جو گڑھنے اور بنانے سے قیمتی ہوگئی ہو تو اُسکی چوری مین قطع ہو کذا فی النہر
فتح القدیر مین ہو کہ مصنف ابن شیبہ مین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہو کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے وقت مین شی تافہ یعنی حقیر چیز مین قطع ہوتا تھا
سارق کا وحشیش وقصب وسمک ولو ملیحا وطیر ولو بطا ودجاجا فی الاصح غایۃ اور قطع نہین گھاس اور نرکل اور مچھلی اور چڑیون کی چوری سے اگرچہ مچھلی خشک نمکین ہو اور
اگرچہ چڑیا بط یا مرغی مرغا ہو کذا فی غایۃ البیان وصید وزرنیخ ومغرۃ ولورۃ زاد فی المجتبی واشنان وفحم وملح وخزف وزجاج لسرعۃ کسرہ اور قطع نہین شکار
اور ہرتال اور گیرو اور چونہ کی چوری سے اور مجتبی مین اتنا زیادہ کیا ہو اور اشنان اور کوئلا اور نمک اور سفالی اور شیشہ کی چوری سے اُسکے جلد ٹوٹ جانے کے
سبب سے ولا بما یتسارع فسادہ کلبن ولحم ولو قدیدا وکل مہیا للاکل کخبز وفی ایام قحط لا قطع لطعام مطلقا شمنی اور نہ اُس چیز کی چوری سے قطع ہو جو جلد سڑ جاتی ہو
جیسے دودھ اور گوشت اگرچہ خشک گوشت ہو اور جو چیز کھانے کے واسطے تیار کی گئی ہو جیسے روٹی تو اُسمین قطع نہین اور قحط کے دنون مین قطع نہین کسی طعام کی چوری سے
مطلقا کذا فی الشمنی ہم ارزانی کے دنون مین طعام پختہ مین قطع نہین اور غیر پختہ چنانچہ گیہون مین قطع ہو اور قحط مین پختہ اور خام کسی مین قطع نہین اسواسطے کہ حدیث
مین وارد ہو کہ اضطرار کی بھوک مین قطع نہین اور عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہو کہ قحط کے سال قطع نہین کذا فی الفتح والبحر وفاکہۃ رطبۃ وثمرۃ علی شجر وبطیخ وکل
ما لا یبقی حولا اور قطع نہین تر میوون کی چوری سے اور درخت پر کے پھل سے اور خربوزے سے اور اُس ہر چیز کی چوری سے جو سال بھر باقی نہین رہتی ہم تر میوے کی قید سے
خشک میوہ نکلگیا تو خشک انگور اور خشک کھجور کی چوری سے قطع ہو کذا فی البحر وزرع لم یحصد لعدم الاحراز اور جو کھیت ہنوز کاٹا نہین گیا اُسکی چوری سے قطع نہین بسبب
عدم احراز کے یعنی مکان محفوظ مین نہین رکھا گیا کہ سرقہ اُسپر صادق ہو واشربۃ مطربۃ ولو الاناء ذہبا اور اشربہ مطربہ کی چوری سے قطع نہین اگرچہ برتن اُسکا سونے
کا ہو ہم اشربہ مطربہ سے وہ پینے کی چیزین مراد ہین جو نشا کرتی ہون اگرچہ مسکر سونے کے برتن مین ہو اسواسطے کہ برتن تابع ہو یہان نہ مقصود بالذات اور اشربہ مسکرہ مین
اسواسطے قطع نہین کہ بعضے اُنمین حرام ہین تو لینا اُسکا بہا دینے پر محمول ہوگا اور بعضون کی اباحت مین اختلاف ہو تو شبہہ پیدا ہوا سقط قطع ہین وآلات لہو ولو طبل
الغزاۃ فی الاصح لان صلاحیتہ للّہو صارت شبہۃ غایۃ اور باجون کی چوری مین قطع نہین اگرچہ غازیون کا طبل ہو قول اصح مین اسواسطے کہ اُسکا لہو اور لعب کے
لائق ہونا موجب شبہہ کا ہوگیا کذا فی غایۃ البیان ہم آلات لہو یعنی باجے جیسے دف اور طبل اور بربط اور بانسری کی کچھ قیمت نہین صاحبین کے نزدیک اور اسی پر
فتوی ہو تو اُسکے توڑنیوالے پر ضمان نہین اور امام اعظم کے نزدیک اگرچہ اُنکی قیمت ہو لیکن چورانا اُنکا توڑ ڈالنے پر محمول ہوگا بنا بر نہی عن المنکر کے کذا فی المنح وصلیب من ذہب
او فضۃ وشطرنج ونرد لتاویل الکسر نہیا عن المنکر اور سونے یا چاندی کی چلیپا اور شطرنج اور نرد کی چوری سے قطع نہین نہی عن المنکر کی تاویل سے یعنی اُسکا
لینا توڑنے پر محمول ہوگا ہم صلیب یعنی چلیپا مثلث ہو جسکو نصاری اپنا قبلہ بناتے ہین اور بعضون نے کہا کہ چلیپا وہ لکڑیان ہین ایک کو دوسری پر ضم کرتے ہین
اسطرح ہو نصاری کا گمان کہ عیسی علیہ السلام کو ایسی چیز پر سولی دیا تھا لہذا اُسکو متبرک جانتے ہین اور شطرنج بکسر شین معجمہ ہو اور مہملہ سے بھی پڑھنا جائز ہو اور نرد بفتح نون
ایک کھیل ہو جسکو اہل فرنگ کھیلتے ہین کذا فی الطحطاوی وباب مسجد ودار لانہ حرز لا محرز اور قطع نہین مسجد اور گھر کے دروازہ کی چوری سے اسواسطے کہ دروازہ غیر کی حفاظت
کے واسطے ہو خود محفوظ نہین ومصحف ولو محلی وصبی حر ولو محلیین لان الحلیۃ تبع اور مصحف اور آزاد صغیر کی چوری سے قطع نہین اگرچہ مصحف یا صغیر زیوردار ہون اسواسطے
کہ زیور تابع ہو اور تابع کا اعتبار نہین ہم مصحف مین اسواسطے قطع نہین کہ شاید تلاوت کے واسطے لیا ہو اور اگر سارق جاہل ہو تو تعلم کا احتمال ہو اور صغیر حر کی چوری
مین یہ احتمال ہو کہ شاید چپ کرنے کیواسطے یا دایہ کو دینے کے واسطے اُسکو لیا ہو کذا فی المنح وعبد کبیر یعبر عن نفسہ ولو نائما او مجنونا او اعمی لانہ اما غصب او خداع اور
اُس غلام کبیر کی چوری سے قطع نہین جو باتمیز ہو یعنی اپنا حال بیان کرسکتا ہو اگرچہ اُسکے لینے کے وقت وہ سوتا ہو یا مجنون اور اندھا ہو اسواسطے کہ عبد کبیر کا لینا

یا غصب یا فریب بنا ہو سرقہ نہیں جو قطع لازم آوے م عبد کبیر سے میز غلام مراد ہو جو اپنا حال بیان کر سکتا ہو بالغ ہو یا نابالغ کذا فی البحر و دفاتر غیر الحساب لان ما فی

شرعیۃ ککتب تفسیر وحدیث وفقہ فکمصحف والا فکطنبور اور سوائے حساب کے اور اوراق مکتوبہ کی چوری سے قطع نہیں اسواسطے کہ اگر وہ شرعی ہیں جیسے تفسیر اور حدیث اور فقہ

کی کتابیں تو وہ حکم میں قرآن کے مانند ہیں یعنی باحتمال تلاوت قطع ساقط ہو اور اگر کتب شرعیہ نہیں تو طنبور کے حکم میں ہیں یعنی باحتمال نہی عن المنکر انمین بھی قطع

نہیں م شارح نے باتباع ماتن کتب غیر شرعیہ کو طنبور کے مانند کہا لیکن قہستانی نے کہا کہ کتب شعر اور دواوین اور کتب حکمت میں قطع ہو اور صاحب بحر اور نہر نے کہا کہ اگر

سحر کے کتب کا سارق اسکا شوقین ہو تو اسکا ہاتھ کاٹا جاویگا بخلاف العبد الصغیر و دفاتر الحساب الماضی حسابہا لان المقصود ورقہا فیقطع ان بلغ نصابا لان ما

المعمول بہا فالمقصود علم ما فیہا وہو لیس بمال فلا قطع بلا فرق بین دفاتر تجار و دیوان و اوقاف نہر بخلاف صغیر غلام کی چوری کے اور اُن حساب کے دفتروں کی

چوری کے جنکے حساب کتاب سے فراغت ہو چکی کہ اس چوری میں قطع ہو اسواسطے کہ ایسے دفتروں کے لینے سے مقصود بالذات ورق ہیں نہ حساب کا دریافت کرنا

تو قطع ہوگا اگر اوراق کی مالیت بقدر نصاب پہونچے اور ایسے دفتر جنکے حساب سے ہنوز فراغت نہیں ہو جب اُسکے لینا دینا باقی ہو تو اُنکے لینے سے اُسکا حساب دریافت

کرنا مقصود ہو اور یہ دریافت کرنا مال نہیں ہو تو لہذا قطع نہیں انکی چوری میں بلا فرق سوداگر اور کچہری اور اوقاف کی بہی کے کذا فی النہر یعنی خواہ سوداگروں کی بہیاں ہوں

یا حاکم کی کچہری کی یا اوقاف کی بہیان ہوں کسی میں قطع نہیں در صورت عدم فراغت حساب اور اس صورت میں اوراق کی مالیت بسبب غیر مقصود ہونے کے ساقط الاعتبار ہو

وکلب و فہد ولو علیہ طوق من ذہب علم السارق بہ او لا لانہ تبع اور قطع نہیں کتے اور چیتے کی چوری سے اگرچہ انکی گردن میں سونے کا طوق ہو سارق کو انکا علم ہو یا

نہو اسواسطے کہ طوق تابع ہو تو ساقط الاعتبار ہو ولا بخیانۃ فی ودیعۃ ونہب ای اخذ نہارا و اختلاس ای اختطاف لانتفاء الرکن اور قطع نہیں امانت میں خیانت کرنے

سے اور غارتگری سے یعنی زبردستی لینے اور دست بردسے یعنی جھپٹا مارنے سے بسبب منتفی ہونے رکن کے یعنی خیانت میں حرز نہیں اور نہب اور اختلاس میں چھپکر لینا موجود نہیں

پھر جب رکن سرقہ نہوا تو قطع کیونکر ہو نہب اور اختلاس علانیہ لینے میں دونوں برابر ہیں لیکن اختلاس میں سرعت اختطاف داخل ہو اور نہب میں داخل نہیں جامع ترمذی میں

حدیث مرفوع ہو کہ (لیس علی خائن ولا منتہب ولا مختلس قطع) کذا فی المنح ونبش القبور ولو کان القبر فی بیت مقفل فی الاصح او کان الثوب غیر الکفن وکذا لو سرق من بیت فیہ

قبر او میت لتاول بزیارۃ القبر او التجہیز دللاذن بدخولہ عادۃ ولو اعتادہ قطع سیاسۃ اور نبش قبور سے یعنی کفن چور پر جو بعد دفن کے مردوں کے کفن چراوے قطع نہیں اگرچہ

قبر مقفل کوٹھری میں ہو بقول اصح یا جس کپڑے کو قبر سے چرایا غیر کفن ہو یا اگر اسکو چرایا اُس کوٹھری سے جسمیں قبر یا مردہ ہو بسبب تاویل ہونے اُسکے دخول کے بسبب زیارت قبر

یا تجہیز میت کے اور بسبب اجازت اُسکے دخول کے بنابر عادت کے اور اگر اُسکی عادت پڑگئی ہو کفن چورانے کی تو قطع کیا جاویگا بنابر سیاست کے نہ بنابر حد کے ومال عامۃ او

مشترک وحصیر مسجد واستار کعبۃ ومال وقف لعدم المالک بحر اور قطع نہیں بیت المال کے مال اور مشترک مال چرانے سے اور مسجد کی چٹائیاں اور کعبہ کے غلاف اور وقف کے

مال چرانے سے بسبب نہونے مالک کے م مفتی ابو السعود نے کہا کہ مال وقف کی یہ تعلیل عدم قطع میں عجیب ہو اسواسطے کہ خود صاحب بحر اور نہر نے تصریح کی ہو کہ

قطع ید ہر محافظ کی طلب سے ہوتا ہو اور تمثیل میں متولی وقف کو بیان کیا ہو جب وقف کا مال چوری ہو جاوے ومثل دینہ ولو دینہ مؤجلا او زائدا علیہ او اجود لصیرورتہ

شریکا اور قطع نہیں اپنے دین کے مانند کی چوری سے اگرچہ اُسکا دین مؤجل ہو یا مسروق زائد ہو دین پر یا بہتر ہو اُس سے بسبب ہو جانے سارق کے شریک م یہ تعلیل ہو کیونکہ

از دین کے چورانے کی مثلاً زید کے من بھر گیہوں قرض تھے خالد پر سو زید نے دو من گیہوں اُسکے چورلئے تو زید خالد کا شریک ہو گیا لہذا قطع نہیں اذا کان من جنسہ ولو حکما بان

کان لہ دراہم فسرق دنانیر وبعکسہ ہو الاصح لان النقدین من جنس واحد حکما صورت مذکور میں قطع اسوقت نہیں جبکہ مسروق مجانس اُسکی جنس ہو دین کا اگرچہ مجانست حکمی ہو

اسطرح پر کہ سارق کے اُس پر دراہم قرض تھے سو اُسنے دنانیر کو چورایا یا اسکے بالعکس یہی قول اصح ہو اسواسطے کہ چاندی سونا جنس واحد میں حکماً بخلاف العرض ومنہ

الحلی فیقطع بہ مالم یقل اخذتہ رہنا او قضاء بخلاف اسباب اور قماش کے اور اسمیں زیور بھی داخل ہو تو اسباب اور زیور کی چوری سے قطع کیا جاویگا جبتک صاحب دین

یوں نہ کہے کہ میں نے اُسکو بطریق رہن کے لیا یا بطور قضاء دین کے وطلق الشافعی اخذ خلاف الجنس للمجانسۃ فی المالیۃ قال فی المجتبی وہو اوسع فیعمل بہ عند الضرورۃ اور امام شافعی نے

خلاف جنس کے لینے کو مطلق رکھا ہی مالیت مین مجانس ہونے کے سبب سے یعنی چاندی سونا اور گھوڑا اور اناج ایک ہی جنس ہین مال ہونے کے طریق سے مجتبی مین کہا کہ اس قول
مین بڑی وسعت ہی تو ضرورت کے وقت اُسپر عمل کر لینا چاہیے اگرچہ ہمارا مذہب نہین اسواسطے کہ انسان معذور ہی ضرورت کے وقت اُسپر عمل کرنے مین کذا فی المنح عن المجتبی بخلاف سرقتہ
من محرم ابیہ و غریم ولدہ الکبیر او غریم مکاتبہ او غریم عبدہ الماذون المدیون فانہ یقطع لان حق الاخذ لغیرہ بخلاف اسکے جو رلے کے اپنے باپ کے قرضدار سے یا اپنے بالغ
بیٹے کے قرضدار یا اپنے مکاتب کے قرضدار یا اپنے عبد ماذون مدیون کے قرضدار سے کہ اُسکا ہاتھ کاٹا جاویگا ہواسطے کہ قرض لینے کا حق غیر شخص کیواسطے ہی ولو سرق من غریم ابنہ
الصغیر لا کسرقتہ شئی قطع فیہ و لم یتغیر اما لو تبدل العین او السبب کالبیع قطع علی ما فی المجتبی اور اگر اپنے ولد صغیر کے قرضدار سے چوری کی تو قطع نہین چنانچہ اُس چیز کی چوری مین
قطع نہین جسکی چوری سے ایکبار قطع ہو چکا اور وہ چیز متغیر نہین اسیطرح موجود ہی اور اگر اُسکی ذات بدل گئی یا سبب ملک بدل گیا مانند بیع کے تو قطع ہوگا کذا فی المجتبی تبدل
ذات کی یہ صورت ہی کہ مثلاً سوت کی چوری سے قطع ہوا پھر سوت مالک کو ملا سو اُسکا کپڑا بنا گیا پھر سارق مذکور نے وہ کپڑا چورایا تو قطع ہوگا اور تبدل سبب کی یہ صورت
ہی کہ مالک نے بعد قطع کے مال مسروقہ کو بیچ ڈالا پھر اُسکو مول لیا پھر سارق اول نے چورایا تو دوسری بار قطع ہوگا کذا فی المنح او من ذی رحم محرم لا برضاع فلو محرمیۃ برضاع
قطع کابن عم ہو اخ رضاعا فانہ رحم نسبا محرم رضاعا عینی فسقط کلام الزیلعی یا چوری کسی چیز کی اُس قرابت دار سے کی جو محرم ہی بلا رضاعت کے تو اگر قرابتدار کا محرم
ہونا رضاعت کے سبب سے ہی نہ نسب کے سبب سے تو اُسکی چیز کے چورانے سے قطع کیا جاویگا جیسے چچا کا بیٹا رضاعی بھائی ہو تو وہ قرابتدار ہی باعتبار نسب کے اور محرم ہی باعتبار
رضاعت کے نہ باعتبار نسب کے کذا فی شرح الکنز للعینی تو اس تقریر سے ساقط ہوگیا کلام زیلعی کا م زیلعی نے کہا کہ رضاعی باپ یا بیٹے یا بھائی کے مال چورانے سے قطع ہی اور
اُسکے اخراج کیواسطے لا برضاع کی قید کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ رحم محرم مین یہ لوگ داخل نہین عینی نے جواب دیا کہ قرابت نسبی و محرمیت رضاعی کا جمع ہونا جائز ہی اور یہی حق ہی
اسواسطے کہ قرابت نہین ہوتی مگر نسبی اور محرم گاہے رضاعی بھی ہوتا ہی تو اُسکے اخراج کی حاجت ہوئی تو گویا یون کہا کہ محرم نسبی کذا فی النہر ولو سرق مال غیرہ ای غیر ذی الرحم
بخلاف مالہ او اسرق من بیت غیرہ فانہ یقطع اعتبار اللحرز و عدمہ قریب محرم سے چورانے مین قطع نہین اگر مال مسروق اُسکے پاس کسی غیر شخص کا ہو بخلاف اسکے جب کہ
محرم نسبی کا مال اُسکے غیر کے گھر سے چورایا تو قطع کیا جاویگا باعتبار حرز اور عدم حرز کے محرم نسبی کا گھر اُسکے حق مین حرز نہین باعتبار آمد رفت کے بلا استیذان تو وہانسے مال لینا چوری نہین
لہذا قطع نہین خواہ مال محرم کا ہو یا غیر کا اور غیر محرم نسبی کا گھر اُسکے حق مین حرز ہی کہ وہان آنا جانا بدون اجازت صاحب خانہ جائز نہین تو وہانسے مال لینا چوری ہی شرعاً باعتبار حرز کے
لہذا قطع ہی خواہ مال غیر کا ہو یا سارق کے محرم کا و بخلاف مرضعتہ صوابہ مرضعہ بلا تاء ابن کمال مطلقا سواء سرق من بیتہا او بیت غیرہا فانہ یقطع لما مر اور بخلاف اپنی دودھ
پلائی کے مال کے مطلقاً لینے برابر ہی کہ دائی کا مال اُسکے گھر سے چورایا ہو یا اُسکے غیر کے گھر سے بہر صورت قطع کیا جاویگا بدلیل گذشتہ یعنی دائی محرم نسبی نہین جو قطع ساقط ہو بنا بر عدم حرز
کے شارح نے کہا بقول ابن کمال مرضعہ بولنا صواب ہی بدون تاء مثناۃ کے طحطاوی نے کہا کہ بعض علمانے کہا کہ جب تک دایہ صغیر کو دودھ پلاتی ہی تو اُسکو مرضع بولتے ہین
بدون تاء مثناۃ اور جب وہ دودھ پلا چکی اور صغیر کو وضع کیا تو اُسکو مرضعہ کہتے ہین تاء مثناۃ کے ساتھ اور یہان معنی ثانی مراد ہین تو مصنف کا الحاق تاء مثناۃ بے محل نہین اور صاحب
قاموس کا کلام بھی اُسی کے موافق ہی تو اعتراض شارح کا مصنف سے ساقط ہوگیا ولا بسرقتہ من زوجتہ ان تزوجہا بعد القضاء بالقطع جوہرہ اور قطع نہین زوجہ کے مال چورانے سے اگرچہ
عورت سے بعد حکم قطع کے نکاح کیا ہو کذا فی الجوہرۃ یعنی کسی مرد نے عورت اجنبی کا مال چورایا اور چوری اُسپر ثابت ہوئی اور قاضی نے قطع ید کا حکم دیا اور اُسکے بعد سارق نے اس
عورت سے نکاح کر لیا تو بھی قطع ساقط ہی یعنی باب سرقہ مین زوجیت کا ہونا ہر حال مین کافی ہی و زوجہا ولو کان المسروق من حرز خاص لہ اور قطع نہین ہی زوج کے مال چورانے
سے اگرچہ زوج کے حرز خاص سے مال مسروق ہوا ہو اسواسطے کہ زوجین کے مال مین بے تکلفی کا ہونا مانع قطع ہی کذا فی المنح و لا عبد من سیدہ او عرسہ او زوج سیدتہ للاذن بالدخول
عادۃ اور غلام کے چورانے مین اپنے مالک یا اُسکی زوجہ کے مال سے یا اپنی مالکہ کے زوج کے مال سے قطع نہین بسبب آنے کی اجازت کے بنابر عادت کے یعنی یہ عادت جاری ہی کہ گھر مین غلام
کا آنا اکثر ممنوع نہین ہوتا بلکہ اجازت ہوتی ہی تو حرز باقی نہ رہا ولا من مکاتبہ و ختنہ و صہرہ اور قطع نہین اپنے عبد مکاتب و ختن اور صہر کے مال چورانے سے محرم زوجہ کے محرم نسبی کو صہر
کہتے ہین چنانچہ سسر اور سالا اور محرم نسبی کے زوج کو ختن کہتے ہین چنانچہ داماد اور بھتیجی بھانجی نواسی پوتی کا زوج و من مغنم ان لم یکن لہ حق فیہ لانہ مباح الاصل فصار شبہۃ عامہ

سمجھا قطع نہین غنیمت کے مال چورانے سے اگرچہ سارق کا حصہ اُسمین نہو اسواسطے کہ وہ مباح الاصل ہی تو شبہہ ہوگیا کذا فی غایۃ البیان بخلاف حمام فی وقت جرت العادۃ
بدخولہ وکذا حوانیت التجار والخانات مجتبی اور قطع نہین حمام کی چوری سے اُسوقت مین کہ اُسمین داخل ہونے کی عادت جاری ہو اور اسی طرح بوقت دخول قطع نہین
سوداگرون کی دوکانون سے اور کاروان سراؤن سے چوری کرنے مین کذا فی المجتبی لیکن مصنف نے باتباع صاحب کنز اور حاوی کے حمام کو مطلق لکھا کذا فی المنح وبیت
اذن فی دخولہ ولو اذن لمخصوصین فدخل غیرہم وسرق ینبغی ان یقطع اور قطع نہین اُس گھر کی چوری سے جسمین داخل ہونے کا اذن ہوگیا چنانچہ دوکان اور کاروان سرا
مین ہوتا ہی اور اگر خاص لوگون کو اذن دخول ہوا پھر سوا اُنکے غیر شخص داخل ہوا اور اُسنے چوری کی تو لائق یہ ہی کہ قطع کیا جاوے م اگر دوکان اور سرامین رات کو چوری
کریگا تو قطع ہی اسواسطے کہ یہ مکانات حفاظت کے واسطے بنے ہین اور اذن دخول کا فقط دن کو ہی نہ رات کو کذا فی المنح واعلم انہ لا یعتبر الحرز بالحافظ مع وجود الحرز بالمکان لانہ
اقوی فلا یعتبر الحافظ فی الحمام لانہ حرز ویعتبر فی المسجد لانہ لیس بحرز بہ یفتی شمنی اور معلوم کر کہ حفاظت نگہبان کی باوجود حفاظت مکان کے معتبر نہین اسواسطے کہ حرز
مکانی توی تر ہی نگہبان کے حرز سے تو نگہبان معتبر نہین حمام مین اسواسطے کہ وہ حرز مکانی ہی اور حرز نگہبان کا مسجد مین معتبر ہی اسواسطے کہ وہ حرز نہین یعنی اموال
کی حفاظت کے واسطے مسجد نہین بنی اسی کا فتوی ہی کذا ذکرہ الشمنی م یعنی حمام مین غیر وقت دخول کی چوری سے قطع ہی صاحب مال اپنے مال کے پاس ہو یا نہو اور مسجد
مین اگر مالک اپنے مال کے پاس نہوگا تو قطع نہین اور یہی حکم ہی راہ اور جنگل کا وکلما کان حرز النوع فہو حرز للانواع کلہا فیقطع بسرقۃ لؤلؤ من اصطبل علی المذہب وقیل
حرز کل شیء معتبر بحرز مثلہ والاول ہو المذہب عندنا مجتبی لکن جزم القہستانی بان الثانی ہو المذہب فتنبہ اور جو مکان کہ حرز ہوا ایک قسم کے مال کا وہ کل اقسام کے اموال کا حرز
ہی تو قطع کیا جاویگا بسبب موتی کی چوری کے اصطبل سے بنا بر صحیح مذہب کے اور بعضون نے کہا کہ حرز ہر شے کا معتبر ہی اُسکے مماثل حرز سے اور پہلا قول ہمارا مذہب ہی کذا فی المجتبی
لیکن قہستانی نے یقین کیا ہی کہ ثانی مذہب صحیح ہی تو خبردار ہو جاو شارح نے آگاہ کر دیا کہ بیان دونو قولون کی تصحیح ہوئی ہی تو قول ثانی کے بموجب اصطبل سے موتی چورانے
مین قطع نہین اسواسطے کہ اصطبل گھوڑون کا حرز ہی نہ جواہرات کا ولا یقطع قفاف ہو من یسرق الدراہم من الصابوۃ اور قطع نہ کیا جاے قفاف یعنی جو دراہم کو اپنی انگلیون کے
اندر چرا رکھے م مصنف نے باتباع صاحب بحر اپنی شرح مین کہا کہ قفاف وہ ہی جسکو دراہم پرکھنے کیواسطے دیے جاوین سو وہ بدون اطلاع مالک کچھ اُنمین سے رکھ لے ونشاش
بالفاء ہو من یہیئ لتعلق الابواب مالفتحہ اور فشاش بالفاء وہ شخص ہی جو ہر دروازون کے قفل کھولنے کیواسطے آلات طیار رکھے اور فشش جانو تا او باب دار نہارا وخلا البیت من احد
فلو فیہ احد وہو لا یعلم بہ قطع شمنی قطع نہ کیا جاوے جبکہ وہ دوکان یا گھر کے مقفل دروازے کو دن مین کھولے اور گھر مین کوئی نہو اور اگر گھر مین کوئی ہو اور وہ نہ جانتا ہو تو
قطع کیا جاویگا کذا فی الشمنی م زن مین قفل کا کھولنے والا مجاہر ہی مختفی نہین اور سیاہی طرح جو جانتا ہو کہ گھر مین کوئی ہی وہ بھی مجاہر ہی اور شرط قطع خفیہ ہی منح الغفار مین حاوی سے
منقول ہی کہ جب گھر کا دروازہ بھڑا ہو مقفل نہو پھر اسمین سارق چھپکر داخل ہوا اور اسباب چورا وے تو قطع کیا جاویگا اور اگر دروازہ کھلا ہو پھر دن کو گھسکر چورا وے تو قطع نہین و
یقطع لو سرق من السطح نصابا لانہ حرز شرح وہبانیہ اور قطع کیا جاویگا اگر چھت پر سے بقدر نصاب چراوے اسواسطے کہ چھت بھی حرز ہی کذا فی شرح الوہبانیہ م شاید چھت پر
چڑھکر چراوے اور بحر الرائق مین ظہیریہ سے ہی کہ اگر کپڑا دیوار پر پھیلا ہو راہ کیطرف اور کوئی نیچے سے اُسکو کھینچ لے تو قطع نہین او من المسجد اراد بہ کل مکان لیس بحرز کالطریق والصحراء
ورب المتاع عندہ ای بحیث یراہ ولو الحافظ نائما فی الاصح یا مسجد سے چراوے اور حالانکہ اسباب کا مالک اُسکے پاس ہی یعنی اُس جگہ مین جہانسے اُسکو دیکھتا ہی اگرچہ
حافظ سوتا ہو قول اصح مین مصنف نے مسجد سے ایسے ہر مکان کا ارادہ کیا جو حرز نہین تو مسجد مانند تصدر راہ اور میدان کو بھی شامل ہی م مالک متاع سے حافظ مراد ہی
مالک ہو یا نہو اور پاس ہونا عام ہی کہ اُسکے سر کے نیچے ہو یا پہلو کے یا آگے رکھا ہو اور حافظ سوتا ہو اسواسطے کہ نائم بھی حافظ گنا جاتا ہی اور یہی قول اصح ہی کذا فی المجتبی لا القطع
لو سرق ضیف ممن اضافہ ولو من بعض بیوت الدار او من صندوق مقفل لاختلال الحرز قطع نہ کیا جاویگا اگر مہمان نے چورایا اُسکا مال جسنے اُسکی مہمانی کی اگرچہ گھر کی کسی کوٹھری
سے چورایا ہو یعنی جسمین مہمانی نہین ہوئی یا صندوق مقفل سے چرایا ہو بسبب برہم ہونے حرز کے یعنی گھر سب کوٹھریون کے ساتھ حرز واحد ہی تو دخول کے اذن سے اُسکی سب
کوٹھریون کا حرز جاتا رہا او سرق شیئا ولم یخرجہ من الدار لشبہۃ عدم الاخذ بخلاف الغصب یا کوئی چیز چورائی اور گھر سے باہر نہین نکالی تو قطع نہین بسبب شبہہ عدم اخذ کے

بخلاف غصب کے م چونکہ تمام گھر حرز واحد ہی تو بدون اخراج کے چوری ثابت نہین ہوتی بخلاف غصب کے کہ جہین گھر سے نکال لیجانا شرط نہین یعنی بمجرد غصب کے غاصب پر ضمان واجب ہو گیا اگرچہ اُسنے گھر سے باہر نہین نکالا اور اس مسئلہ مین گھر سے مراد چھوٹا گھر ہی اسواسطے کہ بڑے گھر کا حکم بعد اُسکے مذکور ہوتا ہی **وان اخرجہ من حجرۃ الدار المتسعۃ جدا الی صحنہا او اغار من اہل الحجرۃ علی حجرۃ اخری** لان کل حجرۃ حرز اور اگر سارق نے مال کو نہایت بڑے گھر کے حجرے سے اُسکے صحن تک نکالا یا غارتگری کی بعض اہل حجرہ نے دوسرے حجرہ والے پر تو قطع ہوگا اسواسطے کہ ہر حجرہ باعتبار اسکے ساکن کے علیحدہ حرز ہی م حجرات دار سے وہ مکانات و منازل مراد ہین جنکے رہنے والونکو اُسکے گھر کے صحن کی حاجت نہو بلکہ صحن سے اسطرح منتفع ہوتے ہون جیسے راہ اور میدان سے کذا فی المنح الطحطاوی نے کہا مراد اغارت سے اخذ بالسرقہ ہی اور مطلب سرقہ ہی **او نقب فدخل او القی** کذا رایتہ فی نسخ المتن والشرح بالواو وصوابہ بالواو کما فی الکنز **شیئا فی الطریق یبلغ نصابا ثم اخذہ قطع** لان الرمی حیلۃ یعتادہا السراق فاعتبر الکل فعلا واحدا یا سارق نے نقب یعنی کونبھل لگایا اور پھر گھر مین داخل ہوا اور کوئی چیز بقدر نصاب راہ مین ڈالدی پھر نکلکر وہ چیز لی تو قطع کیا جاویگا اسواسطے کہ چیز کا پھینک دینا ایک تدبیر ہی جسکی چورون کو عادت ہوتی ہی تو یہ سب افعال یعنی نقب دینا اور داخل ہونا اور چیز کا پھینک دینا اور پھر اُٹھا لینا ایک ہی فعل معتبر ہی شارح کہتا ہی اسیطرح مینے اس کتاب کے متن اور شرح کے نسخون مین او القی بلفظ او دیکھا اور ٹھیک واو ہی چنانچہ کنز مین ہی و لہذا مترجم نے واو کا ترجمہ کیا نہ او کا م حموی نے کہا کہ شرط قطع یہ ہی کہ پھینکنے کے بعد چیز نظر آتی ہو اور اگر نظر نہ آتی ہوگی تو قطع نہین اگرچہ پھر اسکو پا جاوے اسواسطے کہ وہ مانند مستہلک کے ہی کذا فی الطحطاوی **ولم یاخذہ او اخذہ غیرہ فہو مضیع لا سارق** اور اگر پھینکدینے والے نے اُسکو نہ لیا یا غیر شخص نے اُسکو لے لیا تو پھینکنے والا ضائع کرنیوالا ہی نہ سارق یعنی تو اُسپر ضمان واجب ہوگا نہ قطع **او حملہ علی دابۃ فساقہ واخرجہ او علق رسن فی عنق کلب و زجرہ** لان سیرہ یضاف الیہ یا مال مسروق کو جانور پر لادا یا پھر اُسکو ہانکا اور اُسکو خارج کر دیا حرز سے یا مال مسروق کی رسی کتے کی گردن مین معلق کر دی اور کتے کو ڈانٹا اور للکارا کہ وہ نکل گیا تو قطع کیا جاویگا اسواسطے کہ جانور اور کتے کا چلنا اور نکلنا اس شخص کی طرف منسوب ہوگا م اور اگر جانور کو ہانکا اور اخراج نہ کیا بلکہ وہ خود نکل گیا اور اسی طرح کتا بدون ڈانٹے کے آپ نکل گیا تو اُسپر قطع نہین اسواسطے کہ خروج اُنکا آدمی کی طرف مضاف نہین کذا فی البحر **او القاہ فی الماء فاخرجہ بتحریک السارق** بان ما مال مسروق کو پانی مین ڈالدیا پھر اُسکو سارق کی حرکت دینے سے حرز کے اندر سے نکالا تو قطع کیا جاویگا بدلیل گذشتہ یعنی اسطرح کا نکالنا سارق ہی کیطرف منسوب ہوگا م صورت اسکی یہ ہی کہ گھر کے اندر نہر تھی اور اُسکا پانی کم بہتا تھا سو سارق نے مال اُسمین ڈالکر پانی کو زور سے ہلا دیا تو مال باہر گھر سے نکل گیا کذا فی المنح **او لا تحریکہ بل اخرجہ قوۃ جریہ علی الاصح** لانہ اخرجہ بسببہ زیلعی یا نہ نکالا مال کو اپنی تحریک سے بلکہ پانی کے زور سے بہنے نے اُسکو باہر کر دیا تو بھی قطع ہی بنا بر اصح قول کے اسواسطے کہ اُسکا باہر کر دینا سارق ہی کے سبب سے ہوا کذا فی شرح الزیلعی **قطع فی الکل** لما ذکرنا سارق کا ہاتھ کاٹا جاویگا جمیع مسائل مذکورہ مین بسبب اُن وجوہ کے جنکو ہمنے ذکر کیا م قطع جزا ہی **وان اخرجہ او اُرسلہ** العدکے **ویشکل علی الاخیر ما قالوا لو علقہ علی طائر فطار الی منزل السارق لم یقطع فلذا** و اللہ اعلم جزم الحدادی وغیرہ بعدم القطع اور بنا بر اخیر مسئلہ کے مشکل ہوتا ہی وہ مسئلہ جسکو فقہا نے کہا ہی کہ اگر مسروق کو چڑیا کی گردن مین لٹکا دیا سو چڑیا اڑکر سارق کے گھر مین پہونچے تو قطع نہ کیا جاویگا تو واللہ اعلم اسیواسطے حدادی وغیرہ نے مسئلہ اخیرہ مین عدم قطع کا یقین کیا ہی م جیسے چڑیا کا اڑنا اور سارق کے گھر مین پہونچنا سارق کیطرف منسوب نہوا تو چاہیے کہ پانی کی قوت سے باہر نکلجانا بلا تحریک سارق کے بھی سارق کیطرف منسوب نہو **وان نقب ثم ناولہ اخر من خارج الدار او ادخل یدہ فی بیت و اخذہ** یسمی اللص الظریف اور اگر نقب دے یا پھر گھر مین گھس کر مال مسروق دوسرے آدمی کو دیا جو گھر سے باہر ہی یا نقب کے باہر سے کوٹھری مین ہاتھ ڈالا اور مال لیا تو قطع نہین اور ایسے شخص کو لص ظریف یعنی ظریف جو ٹھگ کہتے ہین کہ چوری تو کرے اور گرفتار ہو قطع لازم نہ آوے م پہلی صورت مین دونون پر قطع نہین اسواسطے کہ داخل پر اخراج صادق نہین دوسرے شخص کے لینے سے اور خارج پر ہتک حرز ثابت نہین تو سرقہ کسی پر نہ صادق آیا اور دوسری صورت مین بھی ہتک حرز بسبب عدم دخول کے صادق نہین کذا فی المنح **ولو وضعہ فی النقب ثم خرج و اخذہ لم یقطع فی الصحیح** شمنی اور اگر مال کو پہلے نقب مین رکھدیا پھر نکلکر لے لیا تو قطع نہین صحیح قول مین کذا فی الشمنی **او طر ای شق صرۃ خارجۃ من نفس الکم فلو داخلۃ قطع** فی الحل بعکسہ اور اگر چیر ا ہمیانی کو جو آستین کی ذات سے باہر ہی اور دراہم کو لیا تو قطع نہین اور اگر ہمیانی آستین کے اندر ہی تو اُسکے چیرنے سے قطع کیا جاویگا اور ہمیانی کھولنے مین بالعکس حکم ہی یعنی ربا ط خارج کے کھولنے مین قطع

ہو نہ داخل کے کھولنے میں طر بمعنی شق ہو ولہذا فاعل کو طرار کہتے ہیں اور صرہ سے مراد ہمیانی ہو کذا فی الطحطاوی و سرق من مرعی او من قطار بفتح القاف الابل علی کرش
واحد لبعیر او حملا علیہ لا القطع لان السائق والقائد والراعی لم یقصدوا الحفظ یا اونٹون کی چراگاہ یا قطار سے ایک اونٹ کی چوری کی یا اسپر لدے ہوئے بوجھ کی چوری کی تو
قطع نہیں اسواسطے کہ قطار ہانکنے والے اور کھینچنے والے سے اور چراگاہ کے چرانے والے سے نگہبانی مقصود نہیں جو ہتک حرز متحقق ہو بلکہ سائق اور قائد سے قطع مسافت اور
نقل متاع مقصود ہو اور راعی سے چرانا مقصود ہو شارح نے کہا کہ قطار ابل بفتح قاف وہ اونٹ ہیں جو نسق واحد پر ہوں اور قطار بکسر قاف صواب ہو جیسا کہ قاموس
اور منح الغفار اور حموی اور شرح ملتقی میں ہو کذا فی الطحطاوی وان کان معہا حافظ او شق الحمل فسرق منہ او سرق جوالق بضم الجیم فیہ متاع وربہ یحفظہ او نائم
علیہ او بقربہا او ادخل یدہ فی صندوق غیرہ او فی جیبہ او کمہ فاخذ المال قطع فی الکل والاصل ان الحرز ان امکن دخولہ فہتکہ بدخولہ والا فبادخال الید فیہ والاخذ منہ اور اگر
قطار کے ساتھ کوئی حافظ ہو یا کہ وہ گون کو چیرے اور اسمین سے چراوے یا اس خرجی کو چراوے جسمین اسباب ہو اور حالانکہ مالک اسکی نگہبانی کرتا ہو یا اسپر سوتا ہو یا اسکے
پاس ہوتا ہو یا اپنا ہاتھ سارق نے غیر کے صندوق میں ڈالا یا اسکی جیب میں یا اسکی آستین میں ڈالا پھر مال کو اسمین سے لیا تو قطع کیا جاویگا ان سب صورتوں میں اور اصل
ان مسائل میں یہ ہو کہ اگر حرز ایسا ہو جسمین گھسنا انسان کا ممکن ہو جیسے گھر ہو تو ہتک حرز اسکے دخول سے معتبر ہو اور اگر ایسا ہو کہ اسمین دخول ممکن نہیں جیسا کہ گون اور خرجی
اور صندوق اور جیب اور آستین تو ہتک حرز اسمین ہاتھ ڈالنے اور اسکے مال لینے سے معتبر ہو جوالق بضم جیم خرجی کو کہتے ہیں اور جمع اسکی جوالق اور جوالیق اور جوالقات ہو بفتح جیم فروع
مسائل ملحقہ شارح کے سرق فسطاطا منصوبا لم یقطع ولو ملفوفا او فی فسطاط اخر قطع کھڑے خیمہ کو چرایا تو قطع نکیا جاویگا اور اگر خیمہ کسی حرز میں لپٹا ہوا ہو یا دوسرے خیمہ کے اندر رکھا ہو
قطع کیا جاویگا کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ پہلی صورت میں خیمہ خود حرز ہو مگر محرز نہیں اور باقی صورتوں میں محرز ہو اخرج من حرز شاۃ لا تبلغ نصابا فتبعہا اخری لم یقطع سارق نے حرز سے
بھیڑ یا بکری جو بقدر نصاب نہیں نکالی پھر اسکے پیچھے دوسری بکری لگی چلی گئی اور نصاب پوری ہوگئی دونون کے ملجانے سے تو قطع نکیا جاویگا اسواسطے کہ جسکو کہ نکالا تھا وہ بقدر
نصاب نہ تھی اور دوسرے کا نکلنا اسکی طرف منسوب نہیں سرق مالا من حرز فدخل اخر وحمل السارق بامرہ قطع المحمول فقط سارق چورایا مال کو حرز سے پھر دوسرا داخل ہوا اور
سارق اول نے اپنے ساتھ کا مال اُسپر لادا یا تو جسپر لادا ہو وہی فقط قطع کیا جاویگا نہ لادنے والا کذا فی السراج قال انا سارق ہذا الثوب قطع ان اضاف
لکونہ اقرارا بالسرقۃ وان نونہ ونصب الثوب لا القطع لکونہ عدۃ لا اقرارا درر وتوضیحہ اذا قیل ہذا قاتل زید معناہ انہ قتلہ واذا قیل قاتل زیدا معناہ انہ یقتلہ لان المضارع
یحتمل الحال والاستقبال فلا القطع بالشک کہا کہ میں اس کپڑے کا سارق ہوں تو قطع کیا جاویگا اگر اُسنے سارق کے لفظ کو ہذا الثوب کی طرف مضاف کیا اسطرح کہ سارق
کی تنوین کو حذف کردیا اور ثوب کو مجرور رکھا اسواسطے قطع ہوگا کہ یوں کہنا چوری کا اقرار ہو اور اگر لفظ سارق کو تنوین کے ساتھ کہا اور ثوب کو منصوب بولا تو قطع
نہ کیا جاویگا اسواسطے کہ یہ وعدہ ہو چوری کا اقرار نہیں اور توضیح اسکی یون ہو کہ جب یون کوئی بولا کہ ہذا قاتل زید تو مطلب اسکا یہ ہو کہ اُسنے زید کو قتل کر ڈالا اور جب کوئی یون بولا کہ ہذا
قاتل زیدا تو مطلب یہ ہو کہ زید کو یہ قتل کریگا یا کرتا ہو اور مضارع حال و استقبال کو محتمل ہو اور معلوم نہیں کہ کون مراد ہو تو قطع نکیا جاویگا شک سے م خلاصہ فرق اضافت و عدم
اضافت کا یہ ہو کہ اضافت سے اسم فاعل بمعنی ماضی ہوجاتا ہو تو گویا اُسنے یون کہا کہ سرقت ہذا الثوب تو یہ اقرار ہوا سرقہ ماضیہ کا اور عدم اضافت میں اسم فاعل بمعنی مضارع
ہوتا ہو تو گویا یون ہو کہ انا سارق ہذا الثوب اسواسطے کہ اعمال اسم فاعل کا دلالت کرتا ہو کہ قائل نے ماضی کا ارادہ نہیں کیا کیونکہ جب ماضی کے معنی میں ہوتا ہو تو عمل نہیں کرتا مگر کسائی
اور ہشام کے مذہب میں کذا فی المنح قلت وفی شرح الوہبانیۃ ینبغی الفرق بین العالم والجاہل لان العوام لا یفرقون الا ان یقال یحمل شبہۃ لدرء الحد وفیہ بعد شارح
کہتا ہو اور شرح وہبانیہ میں ہو کہ عالم اور جاہل کے درمیان فرق کرنا لائق ہو اسواسطے کہ عوام عرب جو مسائل نحویہ سے واقف نہیں ایسی تراکیب یعنے نصب و اضافت میں
کچھ فرق نہیں کرتے ہیں مگر یہ کہ اسکو حد ٹالنے کا شبہہ قرار دیجیے اور اسمین بعد یعنی دوری ہو طحطاوی نے کہا کہ شاید وجہ بعد یہ ہو کہ اسطرح سے تو شبہۃ الشبہۃ کا اعتبار کرنا
لازم آتا ہو اسواسطے کہ عدم ایجاب قطع کا عالم پر تو اس شبہہ سے ہوا جو شک سے پیدا ہوا اور اگر جاہل میں اسکو اعتبار کیجیے تو عدم قطع اسوجہ سے ہوگا کہ جاہل کا کلام عالم
کے کلام سے مشابہ ہو للامام قتل السارق سیاسۃ لسعیہ فی الارض بالفساد درر وبہذا ان عاد واما قتلہ ابتداء فلیس من السیاسۃ فی شیء نہر امام کو جائز ہو قتل کرنا چور کا

بنا بر سیاست کے لسبب اسکے فساد اٹھانے کے زمین مین کذا فی الدرر اور یہ جواز قتل اُسوقت ہی جب مکرر چوری کرے اور اول ہی بار کی چوری مین قتل کرنا سیاست شرعی مین کسی طرح داخل نہین کذا فی النہر حموی نے سراجیہ سے نقل کیا کہ جب تیسری یا چوتھی بار چوری کرے تو امام کو اُسکا قتل کرنا بطریق سیاست دفع فساد کیواسطے جائز ہی حموی نے کہا کہ یہ جو ہمارے زمانے کے حاکم پہلے ہی بار کی چوری مین قتل کرڈالتے ہین سیاست سمجھکر سو جور اور ظلم اور جہالت ہی کیونکہ سیاست شرعیہ شرع مغلظ یعنی شرعی سخت حکم سے عبارت ہی قلت وقد قدمنا عنہ معزیا للبحر فی باب الوطی الموجب للحد ان التقیید بالامام یفید انہ لیس للقاضی الحکم بالسیاسۃ فلیحفظ شارح کہتا ہی ہم پہلے ذکر کرچکے ہین نہر الفائق سے بحر الرائق کا قول باب الوطی الموجب للحد مین کہ قید لگانا امام کا مفہم ہی کہ قاضی کو حکم بسیاست کرنا جائز نہین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
طحطاوی نے کہا ہم بھی اُسی مقام مین مذکور کرچکے ہین بسند کتاب کہ قاضی کو اکثر احکام سیاست کے کرنے جائز ہین واللہ سبحانہ اعلم

باب کیفیۃ القطع واثباتہ

یہ باب ہی کیفیت قطع اور اُسکے اثبات کے احکام مین تقطع یمین السارق من زندہ ہو مفصل الرسغ وتحسم وجوبا وعند الشافعی ندبا یعنی کاٹا جاوے سارق کا داہنا ہاتھ اُسکے بندوست یعنی پہونچے سے اور داغا جاوے گرم تیل سے بنا بر وجوب کے اور امام شافعی کے نزدیک داغنا بنا بر استحباب کے ہی کذا فی فتح القدیر مطلق ہاتھ کا کاٹنا تو نص قرآنی سے ثابت ہی اور داہنے ہاتھ کی تعیین عبداللہ بن مسعود کی قرأت سے ہی یعنی فاقطعوا ایمانہما سے اور یہ قرأت مشہور ہی تو اطلاق آیت کی تقیید اس قرأت سے صحیح ہی اور داہنے کا کاٹنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے فعل سے ثابت ہی اور پہونچے سے کاٹنا متوارث بجا متواتر ہی جسمین سند مخصوص کے طلب کرنے کی احتیاج نہین اگرچہ دارقطنی وغیرہ مین اس مضمون کے احادیث بھی مروی ہین اور قطع اصل لیعنی پر اکتفا کرنا یہ نقل شاذ ہی اور خارجیون کا قول کہ ہاتھ کو مونڈھے سے کاٹنا چاہیے مخالف اجماع ہی اور داغنا تو حدیث سے ثابت ہی حاکم نے ابوہریرہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سارق پکڑا آیا جسنے شملہ چورایا تھا تو حضرت نے فرمایا کہ مین نہین گمان کرتا کہ اُسنے چوری کی ہو سارق نے کہا بلے یا رسول اللہ تو ارشاد ہوا کہ لیجاؤ اُسکو اور اسکو قطع کرو اور اسکو داغو پھر اُسکو میرے پاس لاؤ سو قطع ہوا اور داغا گیا پھر اُسکو حضرت کے پاس لائے تو فرمایا کہ توبہ کر سو اُسنے توبہ کی فرمایا اللہ تعالی تیری توبہ قبول کرے حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہی بشرط مسلم اور اسی کو ابوداود نے مراسیل مین اور قاسم بن سلام نے غریب الحدیث مین بھی روایت کیا ہی اور دارقطنی نے بھی قطع ید اور داغنے کی روایت کی ہی اور مغرب وغیرہ مین ہی کہ حسم یعنی داغنا عبارت ہی گرم تیل مین ہاتھ تلنے سے اور فائدہ داغ دینے کا یہ ہی کہ خون بند ہو جاوے اور شافعی اور احمد کے نزدیک گلے مین ہاتھ لٹکانا یعنی بعد قطع اور داغ کے مسنون ہی اسواسطے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے اسکا حکم کیا چنانچہ ابوداود اور ابن ماجہ مین مروی ہی اور ہمارے نزدیک یہ امام کی تجویز پر موقوف ہی اور حضرت کا حکم تعلیق ہر قطع مین ثابت نہین کہ تعلیق سنت ہو کذا فی فتح القدیر مصنف نے شرح مین کہا کہ اسمین اعتراض ہی کہ جب امر ثابت ہوا تو مسنون ہونا ثابت ہوا واللہ اعلم الا فی حر وبرد شدیدین فلا القطع لان الحد زاجر لا متلف ویحبس لیتوسط الامر مگر سخت گرمی اور سردی مین قطع نکیا جاویگا ہلاک ہونے کے خوف سے اسواسطے کہ حد قطع زاجر ہی نہ تلف کردینیوالی اور سارق مقید رہیگا تا اعتدال پھر قطع ہوگا وثمن زیتہ ومؤنتہ کاجرۃ حداد وکلفۃ حسم علی السارق عندنا التسبیہ بخلاف اجرۃ المحضر للخصوم ففی بیت المال وقیل علی المتمرد شرح وہبانیۃ قلت وفی قضاء الخانیۃ ہو الصحیح لکن فی قضاء البزازیۃ وقیل علی المدعی وہو الاصح کالسارق اور تیل کی قیمت اور اُسکے مصارف جیسے ہاتھ کاٹنے والے کی اجرت اور داغنے کی کلفت یعنی لکڑیون کی قیمت اور تیل جوش کرنے کے برتن کی اُجرت سارق پر ہی ہمارے نزدیک اسواسطے کہ وہی سبب ہوا ہی ان مصارف کا بخلاف مدعی اور مدعا علیہ کے محضر کی اجرت کے کہ وہ بیت المال سے متعلق ہی اور بعضون نے کہا کہ متمرد سرکش پر ہی کذا فی شرح الوہبانیۃ شارح کہتا ہی اور خانیہ کی کتاب القضا مین ہی متمرد پر اجرت محضر کی ہونا بھی صحیح ہی لیکن بزازیہ کی کتاب القضا مین ہی اور ایک قول یہ ہی کہ اجرت محضر کی مدعی پر ہی اور یہی قول اصح ہی مانند سارق کے وقطع یدہ وفی رجلہ الیسری من الکعب ان عاد اور سارق کا بایان پانون کاٹا جاوے ٹخنے سے اگر وہ دوسری بار چوری کرے فان عاد ثالثا لا وحبس وعزر ایضا بالضرب حتی یتوب ای تظہر امارات التوبۃ شرح وہبانیۃ پھر اگر تیسری بار چوری کرے تو قطع نہوگا اور قید کیا جاویگا اور اُسکو مارنے سے بھی تعزیر دیجاویگی یہانتک کہ توبہ کرے یعنی آثار توبہ کے ظاہر ہون فقط

زبانی توبہ کذا فی شرح الوہبانیۃ م سرقۃ ثانیہ مین بایان پاؤن کاٹنا حدیث اور اجماع سے ثابت ہی اور کوبعث کاٹنا اکثر اہل علم کے نزدیک اور امیر المومنین عمر فاروق کا عمل
ہی اور سرقۃ ثالثہ اور رابعہ مین قطع نہ کرنا امیر المومنین علی مرتضی کے قول سے ثابت ہی محمد بن الحسن نے کتاب الآثار مین یون روایت کی اخبرنا ابو حنیفۃ عن عمرو بن مرۃ عن عبد اللہ بن سلمۃ
عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرمایا کہ جب سارق چوری کرے تو مین اسکا داہنا ہاتھ کاٹون پھر اگر دوبارہ چوری کرے تو اسکا بایان پاؤن کاٹون پھر اگر تیسری بار چوری کرے تو اسکو قید مین
رکھون یہانتک کہ آثار خیر اُس سے پیدا ہون مجکو حیا آتی ہی اللہ سے کہ مین سارق کو ایسا کر کے چھوڑون کہ نہ اُسکے ہاتھ رہے جس سے کھاوے یا استنجا کرے اور نہ پاؤن ہے جس سے چلے
اور دارقطنی اور عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا ہی اور ابن ابی شیبہ مین مروی ہی کہ عمر فاروق نے مشورہ کیا صحابہ کرام سے تو صحابہ نے اجماع کیا
مثل قول علی مرتضیٰ کے وغیر ذلک من الآثار کذا فی فتح القدیر وما روی یقطع ثالثا ورابعا ان صح حمل علی السیاسۃ او نسخ اور یہ جو روایت ہی کہ تیسری بار اور چوتھی بار کی چوری
مین بھی قطع کیا جاوے اگر وہ روایت صحیح ٹھہرے تو سیاست پر محمول ہی یا منسوخ ہو نیز امام شافعی کے نزدیک تیسری بار کی چوری مین بایان ہاتھ کاٹا جاوے اور
چوتھی بار کی چوری مین داہنا پاؤن کاٹا جاوے بدلیل حدیث ابی داؤد بروایت جابر خلاصہ مضمون اسکا یہ ہی کہ ایک سارق کی چار بار کی چوری مین چارون ہاتھ پاؤن کاٹے گئے پھر جب
پانچوین بار اُسنے چوری کی تو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے اُسکے قتل کر ڈالنے کا امر فرمایا چنانچہ وہ مقتول ہوا نسائی نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہی مصعب ابن ثابت اسکا راوی
ضعیف ہی ہر چند مضمون اس حدیث کا طرق کثیرہ سے ثابت ہی لیکن کوئی سند طعن سے خالی نہین لہذا طحاوی نے کہا کہ ان آثار کو ہمنے تتبع کیا کسی کی ہمنے اصل نہین پائی اور
عقل سے نہایت بعید ہی کہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین سارق کے چارون ہاتھ پاؤن قطع ہوتے اور صحابہ کرام اسکو جانتے اور علی مرتضیٰ کی خلافت مین کوئی اسکو ذکر
نہ کرتا اور مشورہ کے وقت اُسکے خلاف پر اجماع صحابہ ہوتا تو علی مرتضیٰ کا اُسکے مخالف عمل کرنا یا روایات مذکورہ کے ضعیف ہونے پر دلیل ہی یا سیاست پر محمول ہی یعنی یہ حکم
بطریق حد سرقہ نہین بلکہ بطریق سیاست ہی مانند قتل سارق کے کذا فی فتح القدیر نہر الفائق مین کہا کہ سیاست پر محمول ہونے کی یہ دلیل ہی کہ پانچوین بار کی چوری مین
قتل کا حکم ہوا یعنی قتل سارق بطریق سیاست ہی سب کے نزدیک نہ بطریق حد کمن سرق وابہامہ الیسری مقطوعۃ او شلاء او اصبعان منہا سواہا سوی
الابہام اور جلہ الیمنی مقطوعۃ او شلاء لم یقطع لانہ اہلاک بل یحبس لیتوب چنانچہ جسنے چوری کی اور حال یہ کہ اُسکے ہاتھ کا بایان انگوٹھا مقطوع یا شل ہی یا سوا بائین انگوٹھے
کے اُسکے ہاتھ کی دو انگلیان مقطوع یا شل ہین یا سارق کا داہنا پاؤن مقطوع یا شل ہی تو کچھ قطع نہ کیا جاویگا اسواسطے کہ اسحالت مین داہنا ہاتھ یا بایان پاؤن
کاٹنا اُسکا درحقیقت ہلاک کرنا ہی بلکہ ایسے سارق کو قید رکھنا چاہیے تا اظہار آثار توبہ م ان مسائل مین قطع نہین کہ گرفت اور رفتار کی منفعت کا فوت کرنا ہی کیونکہ
چلنے کا انگوٹھے پر ہی انگوٹھے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک انگلی غیر ابہام مقطوع یا شل ہوگی تو قطع ہوگا اسواسطے کہ اُسکے فوت ہونے سے گرفت مین خلل نہین
ہوتا اور بائین ہاتھ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر داہنا ہاتھ شل یا ناقص الاصابع ہوگا تو ظاہر الروایۃ مین مقطوع ہوگا کذا فی المنح حلبی نے کہا صورت مین بایان اور
داہنا پاؤن اسواسطے قطع نہ ہوگا کہ یہ محل قطع نہین ہمارے نزدیک اور نہ داہنا ہاتھ اسواسطے نہ قطع ہوگا کہ جب بایان ہاتھ بیکار ہوا تو گرفت متصور نہ ہوگی اور یہ اہلاک
ہی اور اگر داہنا پاؤن شل ہوگا تو ہاتھ پاؤن کا ایک ہی طرف سے کاٹنا لازم آویگا اور یہ بھی اہلاک ہی ولا یضمن قاطع الید الیسری لو عمدا فی الاصح نہر او الامر بخلافہ
لانہ اتلف واخلف من جنسہ ما ہو خیر منہ وکذا لو قطعہ غیر الحداد فی الاصح اور ضمان نہ دیگا بائین ہاتھ کا کاٹنے والا اگرچہ اُسنے عمداً کاٹا ہو قول صحیح مین کذا فی النہر جب کہ
قاطع کو اُسکے برخلاف حکم ہوا اسواسطے کہ اُسنے تلف کیا اور اسی کے ہمجنس ایسا چھوڑا جو اُس سے بہتر ہی یعنی داہنا اور اسی طرح ضمان نہین اگر غیر حداد نے بائین ہاتھ کو کاٹا
قول صحیح مین یعنی قاضی نے حداد کو قطع کا حکم دیا اور غیر حداد نے قطع کر ڈالا اور قبل حکم کے قطع کرنا آگے آتا ہی نفی ضمان سے تعزیر لازم نہین تو اگر عمداً کیا ہوگا تو تعزیر دیا جائیگا
ولو قطعہ احد قبل الامر والقضاء وجب القصاص فی العمد والدیۃ فی الخطاء وسقط القطع عن السارق سواء قطع یمینا او یسارہ اور اگر کسی نے ہاتھ کاٹا قبل حکم
اور قضا کے تو قصاص واجب ہی عمد مین اور دیت واجب ہی خطا مین اور سارق سے قطع ساقط ہو جائیگا خواہ اُسکا داہنا ہاتھ قطع ہوا ہو یا بایان قضاء القاضی بالقطع
کالامر علی الصحیح فلا ضمان کافی اور قطع مین قاضی کی قضا مانند حکم کے ہی بنا بر قول صحیح کے تو بعد قضاء قاضی بھی قاطع پر ضمان نہین کذا فی الکافی وفی السراج

سرق فلم یوخذ بہا حتی قطعت یمینہ قصاصا قطعت رجلہ الیسری اور سراج مین ہی کہ ایک شخص نے چوری کی سو چور کا اُس سے مواخذہ نہوا یہانتک کہ اُسکا داہنا ہاتھ قصاص مین کاٹا گیا تو اُسکا بایان پاؤن کاٹا جاویگا مصنف کا قصاص کی قید سے احتراز ہوا سرقہ کی قطع سے یعنی اگر سرقہ مین اُسکا قطع ہوا تو اب دوسری بار قطع نہوگا بسبب اتحاد جنس کے کذا فی الطحطاوی **وطلب المسروق منہ المال** لا القطع علی الظاہر بحر **شرط القطع مطلقا** فی اقرار و شہادۃ علی المذہب لان الخصومۃ شرط لظہور السرقۃ اور طلب کرنا مال کو مالک کا قطع کی شرط ہو مطلقا یعنی اقرار سارق مین اور شہادت مین بنابر مذہب قوی کے طلب مال اسواسطے شرط ہوئی کہ خصومت چوری کے ظاہر ہونے کی شرط ہو اور طلب قطع ظاہر اشرط قطع نہین کذا فی البحر اسواسطے کہ وجوب قطع خالص حق اللہ ہو ولہذا مالک قطع کو عفو بعد الوجوب نہین کرسکتا پھر جب حق اللہ ہوا تو طلب عبد مشروط نہوگی **وکذا حضورہ ای المسروق منہ عند اداء الشہادۃ** وعند القطع لاحتمال ان یقر لہ بالملک فیسقط القطع لاحضور الشہود علی الصحیح شرح النظومۃ واقرہ المصنف قلت لکنہ مخالف لما قدمناہ متنا وشرحا فلیحرر وقد حررہ فی الشرنبلالیہ بما یفید ترجیح الاول فتامل اور ہسیطرح حاضر ہونا مسروق منہ یعنی مالک یا قابض مال کا شرط ہو اداے شہادت اور قطع کیوقت مین اس احتمال سے کہ شاید وہ سارق کی ملک کا اقرار کرے تو ساقط ہوجاوے قطع سارق سے شرط نہین حضور گواہون کا قطع کے وقت بنابر صحیح قول کے کذا فی شرح النظومۃ اور ثابت رکھا ہو اُسکو مصنف نے اپنی شرح مین شارح کہتا ہو لیکن عدم اشتراط شہود مخالف ہو اُس کلام کے جسکو ہمنے اس بات سے پہلے ذکر کیا ہو متن اور شرح دونون مین تو یہ مقام لائق تحریر ہو اور البتہ شرنبلالیہ مین ایسی تحریر کی ہو جو قول اول کی ترجیح کی مفید ہو یعنی اشتراط حضور کی سو اسمین تامل کرو شرنبلالیہ مین فتح القدیر سے نقل کی کہ قطع نہین بدون حضور مسروق منہ اور شاہدین کے سو اگر غائب ہون شاہد یا مرجاوین تو قطع نہ کیا جاویگا انتہی ما فی الفتح اور اسیطرح اگر ایک شاہد غائب ہوگا یا مرجاویگا ظاہر الروایت مین انتہی ما فی الشرنبلالیہ شارح نے بلفظ تامل اشارہ کیا کہ یہ مقام دقیق ہو تو یہان معتمد علیہ قول کو تلاش کرنا چاہیے فتاوی ہندیہ یعنی عالمگیری مین ہو کہ جب دو شاہد چوری کی گواہی دین پھر غائب ہوجاوین بعد ظہور عدالت کے یا مرجاوین قبل قضا کے یا بعد قضا جاری کرنیکے قبل تو دونون صورتون مین قاضی نہ قضا کرے نہ جاری کرے امام اعظمؒ کے نزدیک اول قول مین اور قول اخیر امام کا یہ ہو کہ قضا کرے اور جاری کرے انتہی تو اس روایت سے معلوم ہوگیا کہ قول معتمد علیہ عدم حضور شاہدین ہو اسواسطے کہ مجتہد کا قول معتبر وہی ہوتا ہو جو قول اخیر ہو چنانچہ شارح نے شرح ملتقی مین بتوضیح تمام اسکو بیان کیا ہو کذا فی الطحطاوی اور مصنف نے بھی اپنی شرح مین قول اخیر امام کا عدم اشتراط حضور شاہدین مین اور موافقت قول صاحبین کے بدائع سے نقل کی ہو ثم فرع علی قولہ وطلب المسروق الخ فقال فلو اقر انہ **سرق مال الغائب توقف القطع علی حضورہ ومخاصمتہ** پھر مصنف نے اپنے قول یعنی اشتراط طلب مسروق منہ پر متفرع کیا سو یون کہا تو اگر سارق نے اقرار کیا کہ اُسنے فلانے غائب شخص کا مال چورایا تو قطع موقوف رہیگا اُسکے حاضر ہونے اور جھگڑا کرنے پر **وکذا لو قال سرقت ہذہ الدراہم ولا ادری لمن ہی او لا اخبرک من صاحبہا لا قطع** لانہ یلزم من جہالتہ عدم طلبہ اور اسیطرح اگر سارق نے کہا کہ مین نے یہ دراہم چوری کیے ہین اور مین نہین جانتا ہون کہ یہ کسکے ہین یا یون اقرار کیا کہ مین نے یہ دراہم چوری کیے ہین اور تجکو مین نہین بتاتا کہ کون اسکا مالک ہو تو قطع نہین اسواسطے کہ نادانستگی مالک سے اسکی عدم طلب لازم ہو حالانکہ طلب مالک شرط قطع ہو **وکل من لہ ید صحیحۃ ملک الخصومۃ** ثم فرع علیہ بقولہ **کمودع و غاصب ومرتہن ومتول واب ووصی وقابض علی سوم الشراء وصاحب ربوا بان باع درہما بدرہمین وقبضہما فسرقا منہ** لان الشراء فاسد بمنزلۃ المغصوب بخلاف معطی الربوا لانہ بالتسلیم لم یبق لہ ملک ولا ید شمنی اور جسکا قبضہ صحیح ہو مال پر وہ مالک ہو خصومت کرنے کا اُس مال کے چورانے والے سے پھر اس اصل پر مصنف نے اپنا یہ قول متفرع کیا جیسے امانت دار اور غاصب اور مرتہن اور مسجد کا متولی اور باپ صغیر کے مال مین اور وصی اور جسنے بیع پر قبضہ کیا بائع کی خریدکے نرخ پر اور بیاج لینے والا اسطرح کہ اُسنے ایک درہم کو بعوض دو درہم کے بیچا اور دونون درم پر قبضہ کرلیا پھر اُسکے پاس سے دونون چوری گئے اسواسطے کہ فاسد خرید بمنزلہ مغصوب کے ہو بخلاف بیاج دینے والے کے کہ وہ خصومت کا مالک نہین اسواسطے کہ بسبب تسلیم مال کے اُسکی ملکیت اور قبضہ باقی نرہا کذا فی الشمنی مرغاصب بسبب وجوب ضمان کے صاحب قبض صحیح ہو شارح نے تصویر ربوا مین ایک دو درم کی مثال دی حالانکہ یہ مناسب مقام نہین اسواسطے کہ دو درم نصاب سرقہ نہین اور مصنف کی تصویر خوب ہو یعنی دس درم کو بیس درم سے بیچا پھر وہ چوری ہوگئے تو سارق کا ہاتھ مقطوع ہوگا ہمارے نزدیک صاحب ربوا کی خصومت سے کذا فی المنح ولا قطع لسرقۃ اللقطۃ خانیۃ اور قطع نہین لقطہ چورانے

سے کذا فی الخانیۃ م طحطاوی نے کہا کہ خانیہ مین سرقہ لقطہ سے عدم قطع مذکور نہین بلکہ صاحب بحر نے اُنکی عبارت پر متفرع کیا ہو خانیہ کا یہ مضمون ہو کہ ایک مرد نے
لقطہ یعنی اُفتادہ چیز کو اٹھا لیا پھر اُسکے پاس سے وہ چیز جاتی رہی سو اُسکو غیر کے ہاتھ مین پایا تو یہ مرد اُس شخص سے خصومت نہین کر سکتا اسواسطے کہ شخص ثانی لقطہ لینے کی ولایت مین
اُس اول شخص کے مانند ہی صاحب بحر نے کہا تو لائق یہ ہو کہ ملتقط کی طلب سے قطع ہو **ومن لا ید لہ صحیحۃ فلا یملک الخصومۃ** کسارق سرق منہ بعد القطع لم یقطع بخصومۃ احد
انتہٰی سوال ۱۲ ولو بالکا لان یدہ غیر صحیحۃ کما یاتی آنفا اور جسکا قبضہ صحیحہ نہین مال پر تو وہ مطالبہ اور خصومت کا مالک نہین چنانچہ سارق کے پاس سے مال چوری ہو گیا بعد قطع ید کے تو
سارق ثانی کا ہاتھ قطع ہوگا کسیکی خصومت سے اگرچہ اُس مال کا مالک ہو مطالبہ اسواسطے نکرے کہ قبضہ اُسکا غیر صحیح ہو چنانچہ اسکا ذکر ابھی آتا ہو **ویقطع بطلب المالک**
ایضا لو سرق منہم ای من الثلثۃ اور قطع ہوگا مالک کے بھی مطالبہ سے اگر اُن تینون کے پاس سے چوری ہو گئی یعنی امانتدار اور غاصب اور صاحب ربا م اسیطرح زیلعی
اور عینی اور صاحب بحر اور مصنف نے ذکر کیا ہو تو معلوم ہوا کہ بیاج دینے والا بھی مطالبہ کر سکتا ہو حالانکہ شارح نے شمنی سے مانند صاحب بحر اور مصنف کے ابھی مذکور
کیا ہو کہ معطی ربو مطالبہ نہین کر سکتا اسواسطے کہ تسلیم سے اُسکا قبضہ اور ملک باقی نہین واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وکذا بطلب الراہن مع غیبۃ المرتہن علی الظاہر لانہ
ہو المالک اور اسیطرح قطع ہو راہن کے مطالبہ سے مرتہن کے غائب ہونے کے ساتھ بنا بر قول ظاہر کے اسواسطے کہ مال مرہون کا راہن ہی تو مالک ہو کذا فی النہر عن الجامع الصغیر
لا بطلب المالک للعین المسروقۃ **او بطلب السارق لو سرق من السارق بعد القطع** لسقوط عصمتہ قطع نہین مالک کے مال مسروق کے طلب کرنے سے یا سارق کے طلب
کرنے سے اگر سارق کے پاس سے چوری ہو گئی بعد قطع ید کے بسبب ساقط ہونے عصمت اُس مال کے یعنی بعد قطع کے وہ مال غیر متقوم ہو سارق کے حق مین لہذا اُسپر ہلاک کرنے سے
ضمان واجب نہین کذا فی النہر **بخلاف ما اذا سرق الثانی** من السارق الاول **قبل القطع** او بعد ما درئ لشبہۃ **فان للاول ولرب المال القطع** لان سقوط التقوم ضرورۃ القطع ولم
یوجد فصار کالغاصب ثم بعد القطع ہل للاول استردادہ روایتان اختار الکمال ردہ للمالک بخلاف اُسکے جبکہ سارق ثانی نے سارق اول سے چوری کی قبل قطع کے یا بعد ٹلجانے حد کے
شبہہ پڑنے سے اسواسطے کہ سارق اول کو اور صاحب مال کو مطالبہ قطع کا ہو اسواسطے کہ تقوم مال کا سقوط بضرورت قطع تھا سو یہان موجود نہین تو سارق مانند غاصب کے
ہو گیا استحقاق طلب مین پھر قطع ہو جانے کے بعد سارق اول کو سارق ثانی سے مال کا پھیر لینا جائز ہو یا نہین اسمین دو روایتین ہین اور کمال الدین صاحب فتح القدیر نے مالک کو
مال کا پھیر دینا پسند کیا ہو اسواسطے کہ اول اور ثانی دونون خائن ہین اور اگر مالک موجود نہو تو قاضی اُس مال کو حفاظت مین رکھے جیسے غائب شخصونکا مال محفوظ رکھتا ہو کذا فی الفتح **سرق**
شیئا ورده قبل الخصومۃ عند القاضی الی مالکہ ولو حکما کاصولہ ولو فی غیر عیالہ **او ملکہ** ای السارق **بعد القضاء** بالقطع ولو بہبۃ مع قبض **او ادعی انہ ملکہ** وان لم یبرہن للشبہۃ **او نقصت**
قیمتہ من النصاب بنقصان السعر فی بلدۃ الخصومۃ لم یقطع فی المسائل الاربع کچھ چیز چرائی اور قاضی کے پاس نالش ہونے سے پہلے مالک کو پھیر دی اگرچہ مالک حکمی ہو چنانچہ مالک کے
اصول اگرچہ مالک کی عیال مین داخل ہون یا بعد حکم ہو جانے قطع کے سارق نے مال مسروق کا مالک کر دیا اگرچہ تملیک ہبہ مع القبض سے کر دی ہو یا سارق نے اُس مال کے مالک
ہونیکا دعوی کیا اگرچہ یہ دعوی بہ گواہی ثابت نکیا ہو مگر قطع نہین بسبب شبہہ پڑنے کے یا قیمت مسروق کی گھٹ گئی نرخ کے کم ہو جانے سے مطالبہ کے شہر مین قطع نہوگا ان چارون مسائل
مین **اقر بسرقۃ نصاب ثم ادعی احدہما شبہۃ مسقطۃ** للقطع لم یقطعا قید باقرارہما لانہ لو اقر انہ سرق ہو وفلان فانکر فلان قطع المقر کقولہ قتلت انا وفلان اقرار کیا دو شخصون نے سرقہ
نصاب کا پھر دعوی کیا ایک سارق نے ایسے شبہہ کا جو قطع کو ساقط کرتا ہو تو دونون پر نہوگا مصنف نے قید لگائی دونون کے اقرار کی اسواسطے کہ اگر ایک سارق یون اقرار کریگا کہ مین
نے چوری کی اور فلانے شخص نے اور فلانا منکر ہو تو مقر پر قطع ہو مانند اس قول کے کہ مین نے قتل کیا اور فلانے نے اور فلانا منکر ہو تو فقط مقر پر قصاص ہوگا م سرقہ نصاب سے جنس مراد
ہو اسواسطے کہ دو سارقون پر قطع نہین تاوقتیکہ سرقہ بقدر دو نصاب کے نہو کذا فی الطحطاوی **ولو سرقا وغاب احدہما وشہدا** ای شہد اثنان **علی سرقتہما قطع الحاضر** لان شبہۃ
الشبہۃ لا تعتبر اور اگر دو شخصون نے چوری کی اور ایک اُنمین سے غائب ہو گیا اور دو شاہدون نے گواہی دی اُنکی چوری پر تو سارق حاضر قطع کیا جاویگا اسواسطے کہ شبہۃ الشبہۃ
معتبر نہین م یعنی اس احتمال سے قطع ساقط نہین ہو سکتا کہ شاید جب غائب سارق آوے تو کوئی شبہہ حاضر سارق کے واسطے بیان کرے کیونکہ یہ شبہۃ الشبہۃ ہو اور
مسقط قطع شبہہ ہو نہ شبہۃ الشبہہ **ولو اقر عبد مکلف بسرقۃ قطع ویرد السرقۃ الی المسروق منہ** لو قائمۃ اور اگر مکلف غلام نے چوری کا اقرار کیا تو قطع کیا جاویگا اور مال مسروق مالک

کو پھیر دیا جاویگا اگر مال قائم ہو م قطع اسواسطے ہی کہ اقرار عبد کا اپنی ذات پر صحیح ہی حدود اور قصاص مین مکلف کی قید اسواسطے لگائی کہ عبد صغیر کے اقرار پر قطع نہین
اور اگر مال ہلاک ہوگیا ہو تو قطع ہوگا بلاضمان کمالو قامت علیہ بینۃ بذلک لکن بشرط حضرۃ مولاہ عند اقامتہا خلافا للثانی لاعند اقرارہ بحد اتفاقا فاجبا تجہ قطع ہو
پر اگر قائم ہون گواہ اُسکی چوری پر لیکن بشرط موجود ہونے اُسکے مالک کے شاہدون کی گواہی کے وقت خلافا لابی یوسف اور شرط نہین موجود ہونا مالک کا غلام کے
اقرار حد کے نزدیک بالاتفاق **ولا غرم علی السارق بعد ما قطعت یمینہ** ہذا لفظ الحدیث درر وغیرہا ورواہ الکمال بعد قطع یمینہ اور تاوان نہین سارق پر
بعد قطع ہونے اُسکے داہنے ہاتھ کے یعنی درصورت نہ موجود رہنے مال کے یہ الفاظ حدیث کے ہین کذا فی الدرر وغیرہا اور کمال الدین نے یہ حدیث باین لفظ روایت
کی کہ لاغرم علی السارق بعد قطع یمینہ ص متن کی روایت حدیث بالمعنی ہی اسواسطے کہ بامصدریہ ہی اور حدیث بالمعنی روایت کرنا عارف لغت کو جائز ہی فتح القدیر
مین اس حدیث کو کمال الدین بن ہمام نے دارقطنی سے روایت کیا اور نسائی مین حدیث مرفوع باین لفظ ہی لا یغرم صاحب سرقۃ اذا اقیم علیہ الحد اور بزار کی حدیث
باین لفظ ہی لایضمن السارق سرقۃ بعد اقامۃ الحد لیکن نسائی کی حدیث ضعیف اور منقطع ہی واللہ تعالی اعلم **وترد العین لو قائمۃ** وان باعہا او وہبہا لبقائہا علی
ملک مالکہا اور مالک کا مال پھیر دیا جاوے اگر موجود ہو اگرچہ سارق نے اُسکو بیع یا ہبہ کردیا ہو بسبب باقی رہنے مال کے اُسکے مالک کی ملک پر ولا فرق فی عدم
الضمان بین **ہلاک العین او استہلاکہا فی الظاہر** من الروایۃ لکنہ یفتی بادا ء قیمتہا دیانۃ وسواء کان الاستہلاک **قبل القطع او بعدہ** مجتبی اور کچھ فرق
نہین عدم ضمان مین درمیان ہلاک ہوجانے مال مسروق یا اُسکے ہلاک کرڈالنے کے ظاہر الروایت مین لیکن سارق کو فتوی دیا جاوے اُسکی قیمت
کے ادا کرنے کا اور برابر ہی کہ استہلاک قبل قطع کے ہو یا بعد قطع کے کذا فی المجتبی وفیہ لو استہلکہ المشتری منہ او الموہوب لہ فللمالک تضمینہ اور مجتبی مین ہی
کہ اگر سارق سے خرید کرنے والے نے یا موہوب لہ نے اُسکو ہلاک کیا تو مالک مال کو ضمان لینا مشتری یا موہوب لہ سے جائز ہی م اور مشتری سارق سے
اپنا پھیر لے جتنا دیا **ولو قطع لبعض السرقات لم یضمن شیئا** وقالا یضمن مالم یقطع فیہ اور اگر بعضے چوریون کی جزا مین قطع ہوا تو باقی چوریون مین
سے کسی کا ضمان نہین اور صاحبین نے کہا ضمان لیا جاویگا اُس مال کا جسمین قطع نہین ہوا م امام کی دلیل یہ ہی کہ جمیع سرقات مین قطع واحد بنا بر حق اللہ کے
واجب ہی اسواسطے کہ بنا ے حدود تداخل پر ہی اور خصومت شرط ظہور ہی قاضی کے نزدیک تو جب ایک سرقہ کی طرف سے قطع ہوا تو سب کی طرف سے قطع ہوچکا خواہ
ایک شخص کا چند بار مال چورایا ہو یا چند شخصون کا کذا فی النہر **سرق ثوبا فشقہ نصفین ثم اخرجہ قطع ان بلغت قیمتہ نصابا بعد شقہ مالم یکن
اتلافا بان ینقص اکثر من نصف القیمۃ فلہ تضمین القیمۃ** فیملکہ مستندا الی وقت الاخذ فلا قطع زیلعی کپڑا چورایا پھر اُسکو چیر کر گھر مین آدھا آدھا کیا پھر اُسکو گھر
مین سے نکالا تو قطع کیا جاویگا اگر اُسکی قیمت بقدر نصاب کے پہونچے بعد پھاڑنے کے تا وقتیکہ پھاڑنا اُسکے تلف کرڈالنے کا موجب نہ ہو اسطرح پر کہ اُسکی نصف
قیمت سے اکثر کم ہوجاوے تو اُسوقت مین مالک کو اُسکی قیمت کا ضمان لینا جائز ہی تو ضمان دیکر سارق مالک ہوگا اُس کپڑے کا چوری کے وقت سے بطریق
استناد کے پھر جب مالک ٹھہرا تو قطع نہین کذا فی الزیلعی م طحطاوی نے کہا اور اگر گھر سے نکالکر کپڑا پھاڑا تو قطع ہوگا اگرچہ اُسکی قیمت بقدر نصاب نہ رہی ہو بعد
چیرنے کے ذہل تضمین نقصان الشق مع القطع صحح الخبازی لا وقال الکمال الحق نعم اھ کیا پھاڑ ڈالنے کا نقصان قطع کے ساتھ ہوسکتا ہی یعنے درصورت
تنصیف اور عدم اتلاف خبازی نے عدم ضمان کی تصحیح کی ہی اور کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا ہان وجوب ضمان حق ہی ومتی اختار تضمین القیمۃ لیسقط القطع
لما مر اور جب کہ مالک نے تضمین قیمت اختیار کی تو قطع ساقط ہوگا بدلیل گذشتہ یعنے ضمان مین وقت اخذ سے مالک ہوجایگا سارق کا پھر قطع کیونکر ہو ولو
سرق شاۃ فذبحہا فاخرجہا لا لما مر انہ لا قطع فی اللحم وان **بلغ لحمہا نصابا بل یضمن قیمتہا** اور اگر بکری چورائی پھر گھر مین اُسکو ذبح کرڈالا پھر اُسکو
گھر سے باہر نکالا تو قطع نہین اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ گوشت مین قطع نہین اگرچہ گوشت اُسکا بقدر نصاب کے پہونچے بلکہ سارق اُسکی قیمت کا ضمان
دیگا **ولو فعل ما سرق من الحجرین وہو قدر نصاب وقت الاخذ دراہم ودنانیر اوآنیۃ قطع** وردت وقالا لا یرد لتقوم الصنعۃ عندہما خلافا لہ

اور سارق نے جس چاندی اور سونے کو چرایا اور حالانکہ وہ بقدر نصاب ہی چوری کے وقت اُسکے دراہم اور دنانیر یا برتن بنائے تو قطع کیا جاویگا اور وہ مالک کو پھیر دیے جاوینگے اور صاحبین نے کہا کہ پھیر دینا ہوگا بسبب تقوم صنعت کے صاحبین کے نزدیک بخلاف امام کے کہ صاحبین کے نزدیک صنعت سے ذات اور نام بدل گیا اسواسطے کہ چاندی کا نام درہم ہوگیا اور سونے کا نام دینار ہوگیا اور امام اعظم اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک صنعت سے نام کا بدلنا شرعاً معتبر نہین بدلیل عدم تغیر حکم ربوا یعنی اگر چاندی کا برتن دس درم کے وزن کا بیچا جائے گیارہ درم سے تو جائز نہین پس حکما ذات ویسی ہی باقی رہی جیسی تھی تو قطع ہوگا اور مالک کو پھیر دیا جاویگا علاوہ اُسکے اور دینار مین چاندی سونے کا نام بھی باقی ہی اُسکے ساتھ دوسرا نام حادث ہوگیا واما نحو النحاس لو جعلہ اوانی فان کان یباع وزنا فکذلک وان عدد افہی للسارق اتفاقا اختیار اور تانبا وغیرہ تو اگر اُسکو چرایا اور اُسکے برتن بنائے سو اگر وہ وزن سے بکتا ہو تو اسی طرح کا حکم ہی یعنی قطع ہی اور مالک کو پھیر دینا اور اگر بطریق شمار کے بکتا ہو تو وہ سارق کا ہی باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الاختیار اسواسطے کہ حالت جدید پیدا ہوئی بنا بر تداول اور بیع اور شرا کے **ولو صبغہ احمر او طحن الحنطۃ او لت السویق فقطع لا رد و لا ضمان** اور اگر سارق نے کپڑے کو سرخ رنگ کر دیا یا گیہون کو پیس ڈالا یا ستو کو گھی یا شہد مین لت کیا کذا فی الطحطاوی پھر سارق قطع کیا گیا تو نہ رد مال ہی نہ ڈانڈ و کذا لو صبغہ بعد القطع بحر خلافا لما فی الاختیار اور اسی طرح حکم ہی اگر کپڑے کو بعد قطع ید کے رنگین کریگا کذا فی البحر خلافا لما فی الاختیار **ولو صبغہ اسود ردہ** لان السواد نقصان خلافا للثانی وہو اختلاف زمان لا برہان اور اگر سارق کپڑے کو سیاہ رنگیگا تو مالک کو پھیر دیا جاویگا اسواسطے کہ سیاہی نقصان ہی بخلاف ابی یوسف رح کے کہ اُنکے نزدیک سیاہی موجب نقصان نہین اور یہ اختلاف زمان کا ہی نہ اختلاف دلیل کا یعنی امام اعظم کے وقت مین سیاہی نقصان مین داخل تھی اور ابی یوسف رح کے وقت مین موجب خوشنمائی اور خوبی تھی اسواسطے کہ خلفاے عباسیہ پوشاک سیاہ کے ملتزم تھے **سرق فی ولایۃ سلطان لیس لسلطان آخر قطعہ** اذ الولایۃ لہ علے من لیس تحت یدہ فلیحفظ ہذا الاصل چوری کی ایک سلطان کی حکومت مین تو دوسرے سلطان کو اُسکا قطع کرنا نہین پہونچتا اسواسطے کہ جو شخص اُسکے تحت اختیار نہین سرقہ کے وقت اُسپر اُسکی ولایت اور حکومت نہین تو اس اصل کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر سراجیہ مین ہی کہ جب سمرقند مین چوری کرے تو اوزجند کے والی کو اُسپر حد قائم کرنا نہین پہونچتا کذا فی المنح طحطاوی نے کہا کہ یہ حکم فقط حدود مین خاص ہی یا جمیع امور مین اسکی تصریح تلاش کرنا چاہیے **اذا کان للسارق کفان فی معصم واحد قیل یقطعان وقیل ان تمیزت الاصلیۃ وامکن الاقتصار علی قطعہا لم یقطع الزائد** لانہ غیر محق للقطع **والا تمکن متمیزۃ قطعا ہو المختار** لانہ لا یمکن من اقامۃ الواجب الا بذلک سراج جبکہ سارق کی دو ہتھیلیان ہون ایک گٹے مین بعضون نے کہا دونون قطع کیجاوین اور بعضون نے کہا کہ اگر اصلی ہتھیلی ممتاز ہو اور فقط اسی کا کاٹ ڈالنا ممکن ہو تو اصلی کاٹی جاوے زائد نہ کاٹی جاوے اسواسطے کہ زائد محق قطع نہین اور اگر اصلی زائد سے ممتاز نہو تو دونون قطع کیجاوین یہی قول مختار ہی اسواسطے کہ حاصل نہین ہوتی اقامت واجب کی مگر اسی طرح کذا فی السراج واللہ اعلم

باب قطع الطریق

وہو السرقۃ الکبری یہ باب ہی قطع طریق یعنی رہزنی کے احکام مین اور یہ سرقہ کبری ہی اور جو اول مذکور ہوا وہ سرقہ صغری ہی اور چونکہ صغری کثیر الوقوع ہی لہذا اُسکو مقدم ذکر کیا کبری پر ہر چند قطع طریق علانیہ ہوتا ہی نہ بطریق خفیہ تو اُسکو سرقہ کہنا بنا بر مجاز کے ہی کہ ایک نوع کا اخفا اسمین بھی ہی یعنی اخفا حاکم اور اُسکے عونون سے اور شرائط قطع طریق سے یہ ہی کہ قطاع الطریق با قوت و شوکت ہون ایک ہی آدمی ایسا ہو اور یہ کہ قطع طریق شہر سے باہر ہو تو شہر مین یا دو گانون کے درمیان مین قطع طریق نہین بخلاف ابو یوسف کے کہ اُنکے نزدیک شہر کے اندر رات کے وقت متحقق ہی اور اسی پر فتوے ہی لوگون کی مصلحت کے واسطے کذا فی الاختیار اور یہ شرط ہی کہ دار الاسلام مین ہو اور یہ کہ ماخوذ بقدر نصاب ہو اور یہ کہ قطاع الطریق اصحاب اموال کے قرابتدار نہون اجنبی ہون اور یہ کہ قطاع الطریق اُنمین سے جو وجوب قطع کے ہین اہل ہون تو اگر عورت ہوگی تو اصح قول یہ ہی کہ قطع نہین اور یہ شرط ہی کہ قبل توبہ کرنیکے گرفتار ہون تو اگر بعد توبہ گرفتار ہونگے تو مال مالکون کو پھیر دیا جاویگا اور اُنپر سے حد ساقط ہو جاویگی بالاتفاق کذا فی الطحطاوی عن الشلبی والنہر والدرر المنتقی **من قصدہ ولو فی المصر لیلا بہ یفتی وہو معصوم علی شخص**

معصوم ولو ذمیا جسنے کہ قطع طریق کا قصد کیا اگرچہ شہر مین رات کو قصد کیا اسی قول ابی یوسف پر فتوی ہی حالانکہ قصد کرنیوالا معصوم یعنی محفوظ الدم ہی شخص محفوظ الدم والمال پر رہزنی کا قصد کرے اگرچہ دونون ذمی ہون ہم قاصد معصوم الدم ہو یعنی مسلمان یا ذمی کہ بحکم شرع اسکا خون محفوظ ہی خواہ آزاد ہو یا غلام عصمت کی قید سے کافر حربی نکلگیا سو اگر حربی دار الاسلام مین قطع طریق کریگا تو وہ استیلاء کفار مین داخل ہی جسکا بیان کتاب الجہاد مین آویگا اور اگر قطع طریق مستامن کریگا تو اسکی حد مین اختلاف ہی کذا فی النہر فلو علی المستامنین فلا حد تو اگر قطاع الطریق نے مستامن کفار پر رہزنی کی تو حد نہین اسواسطے کہ بسبب حربی ہونیکے اُسکا مال مباح ہی اور عصمت اُسکی دائمی نہین کذا فی المنح عن الکافی واخذ قبل اخذ شی وقتل نفس حبس و ہو المراد بالنفی فی الآیۃ سو قاطع طریق گرفتار ہوا قبل لینے کسی چیز کے اور قبل قتل کرنے جان کے تو قید کیا جاوے اور نفی من الارض سے قید کرنا ہی مراد ہی آیت قرآنی مین ہم نفی من الارض سے حبس اسواسطے مراد ہوا کہ اگر اسکی نفی جمیع ارض سے مراد ہو تو یہ نہین ہوسکتا جبتک کہ وہ زندہ ہی اور اگر ایک شہر سے دوسرے شہر مین نکالدینا مراد ہو تو اس سے مقصود حاصل نہین یعنی رفع اذیت آدمیون سے اور اگر دار الاسلام سے دار الحرب کا نکالدینا مراد لیجیے تو اُسمین اُسکے ارتداد کا خوف ہی تو ثابت ہوا کہ نفی عن جمیع الارض مراد ہی اسطرحپر کہ اُسکو ایک مکان مین قید کیجیے تا جمیع اہل ارض اُسکے شر سے محفوظ رہین بجز موضع حبس اسواسطے کہ محبوس کو خارج عن الدنیا بولتے ہین و ظاہر ان المراد توزیع الاجزیۃ علی الاحوال کما تقرر فی الاصول اور ظاہر ہی کہ آیت قرآنی مین تقسیم جزا اُن کی احوال پر مراد ہی چنانچہ کتب اصول مین ثابت ہوچکا ہی ہم قطاع الطریق کی جزا قرآن مجید مین قتل کرنا یا سولی دینا یا ہاتھ پانون کا کاٹنا یا نفی یعنی حبس مذکور ہی تو اگر آیت کے اطلاق پر عمل کیجیے تو سخت گناہ کی ہلکی جزا اور ہلکے گناہ کی سخت جزا جائز ہوسکتی ہی اور یہ امر قواعد شرع اور عقل کے مخالف ہی تو واجب ہوا تقسیم جزا کا قائل ہونا سخت گناہ کی سخت جزا اور ہلکے کی ہلکی اسواسطے کہ برابری عقوبت کی باوجود تفاوت جنایت کے حکمت کے مخالف ہی اور یہ کیونکر نہو حالانکہ محمد بن الحسن نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہی کہ ابی برزہ کے لوگون نے قطاع الطریق کی تو جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے یہ حد لیکر کہ جسنے قتال کیا اور مال لیا اور جسنے قتال کیا اور مال نہین لیا وہ قتل کیا جائے اور جسنے مال لیا اور قتال نہین کیا اُسکے ہاتھ پانون کاٹے جاوین جانب خلاف سے اور جو مسلمان ہوکر آوے تو اسلام نے گناہ گذشتہ کو گرادیا اور عطیہ کی روایت مین ابن عباسؓ سے یون ہی کہ جسنے راہ مین دھمکایا اور قتل نہین کیا اور مال نہین لیا وہ نفی کیا جاوے کذا فی الفتح و الطحطاوی اور یہی مذہب ہی امام شافعی اور لیث اور اسحٰق اور اصحاب احمد کا اور ابو ثور اور داؤد ظاہری کے نزدیک امام کو اختیار ہی اطلاق آیت پر عمل کرنے کا بعد التعزیر لمباشرتہ منکر التخویف حتی یتوب لا بالقول بل بظہور سیماء الصلحاء او یموت رہزن مذکور محبوس کیا جاوے بعد تعزیر کے مخالفت شرع دھمکانے کے سبب سے یہانتک کہ توبہ کرے نہ فقط زبانی توبہ بلکہ علامت صالحین کے ظہور سے یا مرجاوے قید مین اگر آثار توبہ ظاہر نہون ہم مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ متون فقہ مین تعزیر مذکور نہین حالانکہ مفتی الثقلین نے حبس بعد التعزیر کی تصریح کی ہی بسبب ارتکاب امر منکر یعنی تخویف کے اور صاحب کفایہ نے شرنباشی سے اسی طرح نقل کیا ہی چنانچہ اخی زادہ نے اُسکو مذکور کیا ہی انتہی وان اخذ مالا معصوما بان یکون لمسلم او ذمی کما مر واصاب کل نصابا قطع یدہ و رجلہ من خلاف ان کان صحیح الاطراف لئلا یفوت نفعہ و ہذہ حالۃ ثانیۃ اگر رہزن نے مال معصوم لیا اسطرح کہ وہ مال مسلم یا ذمی کا ہو چنانچہ مذکور ہوچکا اور پہونچا مال ہر شخص کو بقدر نصاب کے تو اُسکا ایک ہاتھ اور ایک پانون قطع کیا جاوے جانب مخالف سے بشرطیکہ اُسکے ہاتھ پانون صحیح سالم ہون تاکہ اُسکی منفعت حاجات انسانی کی نہ فوت ہون اور یہ دوسری حالت ہی ہم مخالف سے یہ مراد ہی کہ داہنا ہاتھ اور بایان پانون کاٹنا چاہیے تا رفع حاجت ہوسکے اور صحیح الاطراف کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر اُسکا بایان ہاتھ اور داہنا مقطوع یا شل ہوگا تو قطع نہوگا اور نصاب کی قید سے معلوم ہوا کہ اقل نصاب مین قطع نہین کذا فی المنح وان قتل معصوما ولم یاخذ مالا قتل ہذہ حالۃ ثالثۃ حدا لا قصاصا فلذا لا یعفوہ ولی ولا یشترط ان یکون القتل موجبا للقصاص وجوبہ جزاء المحاربۃ اللہ تعالی لمخالفۃ امرہ و بہذا استغنی عن تقدیر مضاف کما لا یخفی اور تیسری حالت یہ ہی کہ اگر قتل کرے شخص معصوم کو اور مال نہ لے تو وہ بنابر حد کے قتل کیا جاویگا نہ از رہے قصاص کے تو اسیواسطے ولی مقتول اُسکو معاف نہین کرسکتا اور شرط نہین ہی کہ قتل کرنا قاطع طریق کا موجب قصاص ہو یعنی مباشرت آلہ اور سبب قاطع الطریق کا قتل کرنا شرط نہین بلکہ ایک شخص کا قتل کرنا سب کے قتل کیواسطے کافی ہی بسبب واجب ہونے قتل کے اللہ تعالی کی لڑائی کے بدلے اللہ تعالی کی لڑائی سے اُسکی نافرمانی

مراد ہو اور اس تقریب سے تقدیر مضاف کی حاجت نہ رہی یعنی آیت قرآنی میں چنانچہ مخفی نہیں ہم آیت قرآنی یعنی انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ میں مضاف کو اکثر
علما محذوف مانتے ہیں یعنی یحاربون اولیاء اللہ یا یحاربون عباد اللہ اسواسطے کہ محاربہ خدا سے ممکن نہیں شارح نے کہا جب محاربہ کو معنی مخالفت امر کے کہا بطریق اطلاق اسم سبب
مسبب پر تو تقدیر مضاف کی کچھ حاجت نہ رہی **والحالة الرابعة ان قتل واخذ المال** خیر الامام بین ستة احوال ان شاء قطع من خلاف ثم قتل او قطع ثم صلب او
فعل الثلثة او قتل او صلب او قتل فقط او صلب فقط کذا فصله الزیلعی اور چوتھی حالت یہ ہے کہ اگر رہزن قتل کرے اور مال بھی لے تو امام مختار ہے چھ باتوں میں چاہے تو اگر چاہے
ہاتھ پاؤں جانب مخالف سے قطع کرے پھر اسکو قتل کرے یا چاہے قطع کرے پھر سولی دے یا قطع اور قتل اور سولی تینوں عمل میں لاوے یا قطع کرے اور سولی دے یا فقط قتل کرے یا فقط
سولی دے اسیطرح زیلعی نے تفصیل کی شرح کنز میں ہم وجہ حصر یہ ہے کہ حالات تین ہیں قطع اور قتل اور سولی تو امام کو اختیار ہے کہ اول و ثانی میں یا اول و ثالث میں جمع
کرے یا ثانی پر اقتصار کرے یا ثالث پر یا ثانی اور ثالث میں جمع کرے یا حالات ثلثہ کو جمع کرے **ویصلب حیا فی الاصح** وکیفیته فی الجوہرة اور سولی پر زندہ چڑھاوے قول
اصح میں اور سولی پر چڑھانے کی کیفیت جوہرہ میں مذکور ہے ہم جوہرہ نیرہ میں کیفیت سولی پر چڑھانے کی یوں مذکور ہے کہ ایک لکڑی زمین میں گاڑے پھر اسکے اوپر ایک لکڑی عرض
میں باندھے اُسپر رہزن کے دونوں پاؤں کھڑے کرے دوسری لکڑی پر تیسری لکڑی دربانہ سے عرض میں اُسمیں دونوں ہاتھ اسکے باندھے پھر برچھی لیکے اسکی بائیں چھاتی میں کوچ اور برچھی
سے اسکا پیٹ خوب ہلاوے یہانتک کہ مرجاوے کذا فی المنح ویبعج بطنه برمح لتشهیره ویخضخضه **حتی یموت** اور اسکا پیٹ برچھی سے پھاڑے اسکی تشہیر کے واسطے اور اسکو برچھی
سے ہلاوے تاکہ مرجاوے **ویترک ثلثة ایام** من موته ثم یخلی بینه وبین اهله لیدفنوه لانه الاکثر منها علی الظاهر وعن الثانی یترک حتی یتقطع اور موت کے بعد تین دن تک اُسے سولی پر چھوڑا
جاوے پھر اُسمیں اور اسکے قرابت والوں میں تخلیہ کیا جاوے تاکہ اسکو وہ لوگ دفن کریں تین روز سے زیادہ سولی پر نرہے بنا بر ظاہر الروایہ کے اسواسطے کہ بدبو سے
لوگوں کو تکلیف ہوگی اور ابی یوسف سے مروی ہے کہ وہیں رہے یہانتک کہ گل سڑ کر گر پڑے **ولا بعد اقامة الحد علیه لا یضمن** ما فعل من اخذ مال وقتل وجرح زیلعی اور اسپر حد قائم کرنے کے
بعد ضمان نہیں اُسکے فعل کا یعنی اخذ مال اور قتل اور زخم لگانے کا کذا فی الزیلعی ہم ضمان کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ مال ماخوذ بعینہ باقی نہیں رہا اور اگر باقی ہوگا تو مالک کو دیا جاویگا کذا فی الملتقی
وتجری الاحکام المذکورة علی الکل بمباشرة بعضهم الاخذ والقتل والاخافة اور احکام مذکورہ سب قطاع الطریقوں پر جاری ہونگے اُنمیں سے بعضے لوگوں کے مال لینے اور
قتل کرنے اور ڈرانے سے یعنی اگرچہ افعال قطع طریق بعضے لوگ کریں اور باقی کھڑے رہیں یا مدد کریں لیکن جس اندر تعزیر اور قطع اور قتل اور صلب سب پر جاری ہوگا علی حسب
الحالات **وحجر وعصا لهم کسیف** اور پتھر اور اُنکی لاٹھیاں مانند تلوار کے ہیں یعنی ہر چند امام اعظم کے نزدیک پتھر اور لاٹھی کے قتل سے قصاص نہیں لیکن یہاں ہر صورت قتل ہوگا
اسواسطے کہ یہ جزا بطریق قصاص نہیں جو لاٹھی اور تلوار میں فرق کیا جاوے بلکہ جزاے محاربہ خدا اور رسول ہے بنا بر حد کے **والحالة الخامسة ان انضم الی الجرح اخذ قطع من
خلاف** وهدر جرحه لعدم اجتماع قطع وضمان اور پانچویں حالت یہ ہے کہ اگر زخمی کرنے کے ساتھ مال کا لینا بھی ملے تو ہاتھ پاؤں جانب مخالف سے قطع کیے جاویں
اور زخم کا خون بہا باطل ہے بسبب نہ جمع ہونے قطع اور ضمان کے **وان جرح فقط** ای لم یقتل لم یاخذ نصابا قال الزیلعی ولو کان مع هذا الاخذ قتل فلا حد
ایضا لان المقصود هنا المال وهی من الغرائب اور اگر فقط زخمی کیا یعنی نہ قتل کیا اور نہ بقدر نصاب مال لیا تو حد نہیں زیلعی نے کہا اور اگر اس لینے کے ساتھ یعنی
کمتر از نصاب لینے کے ساتھ قتل ہو تو بھی حد نہیں اسواسطے کہ مقصود یہاں مال کا لینا ہے نہ قتل کرنا اور یہ مسئلہ عجائبات سے ہے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا عیسی بن
آبان نے کہا کہ فقط قتل موجب حد ہے پھر یہاں کیوں نہوئی باوجود زیادتی جنایت کے یعنی قتل کیا اور مال بھی لیا خلاصہ جواب کا جسکی طرف شارح نے اشارہ کیا وہ
یہ ہے کہ درصورت اخذ مال قطاع الطریق کا قصد مال لینے کی طرف غالب ہے تو وہی معتبر ہوا نہ غیر اُسکا بخلاف اس صورت کے جبکہ فقط قتل کیا بلا اخذ مال اسواسطے کہ صاف
ظاہر ہوگیا کہ انکا مقصود قتل تھا نہ مال لہذا یہاں حد واجب ہوئی فوائد ظہیریہ میں اس مسئلہ کو غرائب میں شمار کیا اسواسطے کہ زیادتی ہر جنایت موجب خفت ہوگئی کذا فی
الطحطاوی عن البحر **او قتل عمدا او اخذ المال فتاب قبل مسکه** ومن تمام توبته رد المال ولو لم یرده قبل لاحد یا راہزن نے قتل کیا عمداً اور مال لیا پھر توبہ کی قبل گرفتار ہونے کے تو حد
نہیں اور اسکی تمامی توبہ سے مال کا پھیر دینا ہے حاکم کے گرفتار کرنے سے پہلے کذا فی المبسوط والمحیط اور اگر مال نہ پھیر دیگا بعضوں نے کہا تو بھی اُسپر حد نہیں کذا فی المنح

جوب سوم
جوب دوم
جوب اول

اوکان منہم غیر مکلف اواخرس اوکان ذارحم محرم من احد المارۃ اوشریک مفاوض یا قطاع الطریق مین کوئی شخص غیر مکلف ہو یا گونگا ہو یا کسی راہ چلنے والے کا رہزن قرابتدار محرم ہو یا شریک مفاوض ہو تو کسی پر حد نہین اسواسطے کہ جب ایک شخص سے بسبب عدم تکلیف یا گونگے ہونے یا محرمیت یا شرکت مالی سے حد ساقط ہوئی تو باقی سے بھی ساقط ہوگئی بسبب اتحاد جنایت کے کذا فی المنح او قطع بعض المارۃ علی بعض یا قطع طریق کیا بعضے راہ چلنے والون نے بعض پر تو بھی حد نہین بسبب اتحاد حرز کے تو قافلہ بمنزلہ دار واحدہ کے ہوگیا او قطع شخص الطریق لیلا او نہارا فی مصر او بین مصرین یا رہزنی کی ایک شخص نے رات کو یا دن کو شہر کے اندر یا دو شہرون کے درمیان مین تو امام اور محمد کے نزدیک حد نہین بسبب عدم شرط قطع طریق وعن الثانی ان تصدہ لیلا مطلقا او نہارا بالسلاح فہو قاطع وعلیہ الفتوی بحر و درر واقرہ المصنف اور ابو یوسف سے مروی ہو کہ اگر اُسنے قطع طریق کا قصد کیا رات کو کسی طرح یا دن کو ہتھیار کے ساتھ تو وہ شخص قاطع طریق ہو تو حد اُسپر جاری ہوگی اور اسی پر فتوی ہو کذا فی البحر والدرر اور مصنف نے بھی اسکو اپنی شرح مین مسلم رکھا ہو فلا حد جواب للمسائل الست تو حد نہین یہ جواب ہو مسائل ستہ مذکورہ کا مگر اگرچہ مسائل مذکورہ مین حد ساقط ہوئی لیکن حقوق العباد کا مواخذہ ہوگا کذا فی الطحطاوی یعنی قتل عمد مین قصاص ہو اور اخذ مال مین رد مال ہو اگر قائم ہو اور اگر قائم نہو تو ضمان ہو کذا فی المنح وللولی القود فی العمد او الارش فی غیرہ او العفو فیہما اور مسائل مذکورہ مین ولی مقتول کو جائز ہو قصاص لینا قتل عمد مین یا خون بہا لینا غیر عمد مین یا عمد اور غیر عمد مین معاف کر دینا والعبد فی حکم قطع الطریق کغیرہ وکذا المرأۃ فی ظاہر الروایۃ فتح لکنہا لا تصلب مجتبے اور عبد قطع طریق کے حکم مین مانند آزاد کے ہو اور اسی طرح عورت ظاہر الروایت مین مانند مرد کے ہو کذا فی فتح القدیر لیکن عورت سولی پر نہ چڑھائی جاویگی کذا فی المجتبی و فی السراجیۃ والدرر فیہم امرأۃ فباشرت الاخذ والقتل قتل الرجال دونہا ہو المختار اور فتاوی سراجیہ اور درر مین ہو کہ قطاع الطریقون کے گروہ مین ایک عورت نے بھی مال لیا اور قتال کیا تو مرد قتل کیے جاوینگے نہ عورت یہی قول مختار ہو عشر نسوۃ قطعن واخذن وقتلن قتلن وضمن المال مثلا دس عورتون نے قطع طریق کیا اور مال لیا اور قتل کیا تو سب قتل کیجاوینگی اور مال کا ضمان دینگی م یہ قتل بنا بر قصاص ہو نہ بنا بر حد کے بدلیل ضمانت کے اور یہ توجیہ قول مختار پر مبنی ہو نہ ظاہر روایت پر ویجوز ان یقاتل دون مالہ وان لم یبلغ نصابا ویقتل من یقاتلہ علیہ لاطلاق الحدیث من قتل دون مالہ فہو شہید فتح اور جائز ہو کہ مقاتلہ کرے انسان اپنے مال کی حفاظت کیواسطے اگرچہ مال بقدر نصاب کے نہ پہونچے اور قتل کرے اُسکو جو اُس سے اُسکے مال پر مقاتلہ کرتا ہو بدلیل اطلاق اس حدیث کے کہ جو قتل کیا جاوے اپنے مال کے سوا یعنی اپنے مال بچانے مین مارا جاوے وہ شہید ہو کذا فی فتح القدیر م نسائی مین مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سو اُسنے کہا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس میرا مال چھیننے کو آوے حضرت نے فرمایا کہ اُسکو تذکیر کر اللہ تعالی کے نام سے یعنی یون کہ کہ خدا کے عذاب سے ڈر میرا مال ناحق مت چھین اُسنے کہا اگر وہ پند پذیر نہو تو فرمایا کہ اپنے آس پاس کے لوگون سے استعانت کر اُسنے کہا کہ اگر کوئی مسلمان میرے پاس نہو تو فرمایا تو سلطان اور حاکم سے استعانت کر اُسنے کہا اگر حاکم دور ہو مجھسے فرمایا قاتل دون مالک یعنی مقاتلہ کر اپنے مال بچانے کیواسطے یہانتک کہ یا تو شہید ہو جاوے یا تو اپنا مال بچا پاوے کذا فی تیسیر الوصول بحر الرائق مین ہو کہ سارق جب کسی کے گھر مین گھُسے اور اسباب کو نکالے تو اُسکو قتل کرنا جائز ہو جبتک کہ سارق کے پاس متاع اُسکی ہو بدلیل حدیث قاتل دون مالک اور اگر سارق متاع پھینکدے تو صاحب مال کو اُس سے مقاتلہ جائز نہین اسواسطے کہ حدیث مذکور اُسکو شامل نہین اور سراجیہ مین ہو کہ سارقون نے لوگون کا مال لیا اور نکلے اور مالکان مال نے اور لوگون سے مدد چاہی سو اُنھون نے سارقون کا پیچھا کیا تو اگر مال کے مالک ساتھ ہون یا ساتھ نہون لیکن مددگار لوگ اُنکے مال کو پہچانتے ہون اور چورون سے چھین سکتے ہون تو ان مددگارون کو مقاتلہ کرنا مال چھیننے کیواسطے درست ہو اور اگر مالک ساتھ نہون اور مددگار اُنکے مال کو پہچانتے نہون اور نہ چھین سکتے ہون تو اُنکو مقاتلہ کرنا جائز نہین کذا فی المنح ومن تکرر الخنق بکسر النون منہ فی المصر اے خنق مرارا ذکرہ مسکین قتل بہ سیاسۃ لسعیہ فی الارض بالفساد وکل من کان کذلک یدفع شرہ بالقتل اور جس شخص سے گلا گھونٹنا اور پھانسی دینا شہر مین مکرر ہوا ہو یعنی بارہا یہ حرکت کی ہو تو وہ اس جرم سے قتل کر ڈالا جاوے بطریق سیاست کے بسبب اُسکے فساد اُٹھانے کے اور جو شخص کہ ایسا مفسد ہو اُسکا شر قتل کر ڈالنے سے دفع کیا جاوے والا بان خنق مرۃ لا لانہ کالقتل بالمثقل وفیہ القود عند غیر ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی اور اگر ایسا نہو یعنی ایک ہی بار اُسنے پھانسی دی ہو تو بطریق سیاست اُسکا قتل جائز نہین اسواسطے کہ پھانسی سے مارنا بھاری چیز سے قتل کرنے کے برابر ہو اور اُسمین قصاص ہو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے سوا اور علما کے نزدیک یعنی صاحبین وغیرہما کے نزدیک اور امام کے نزدیک اُسمین دیت ہو کذا فی المنح واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الجہاد

یہ کتاب ہے جہاد کے احکام مین اور اس کتاب کو کتاب السیر اور کتاب المغازی بھی کہتے ہین سیر بکسر اول وفتح ثانی جمع ہے سیرت کی بکسر اول وسکون ثانی سیرت سیر بالفتح سے ہے سیر
اور سفر دو قسم ہے ظاہری اور معنوی تو باعتبار قسم ثانی کے سیرت یعنی طریقہ کے مستعمل ہے خواہ طریقہ نیک ہو یا بد چنانچہ بولتے ہین کہ فلان محمود السیر ہے فلان مذموم السیرت ہے اور اہل شرع کی
زبان مین جنگ کفار اور اسکے متعلقات مین سیرت مستعمل ہے جیسے مناسک حج مین اسواسطے کہ لڑائی اور جہاد کو سیر اور سفر لازم ہے اور مغازی جمع ہے مغزاۃ کی اور مغزاۃ اور غزاۃ اور غزوہ یعنی
جنگ ہے کذا فی الفتح والمنح اور فتاوی عالمگیری مین ہے کہ آیا جب جہاد کی دو شرطین ہین اول یہ کہ کفار اسلام کو نہ قبول کرتے ہون اور اہل اسلام نے انکو امان دی ہو اور اُنسے عہد صلح کا نہ کیا ہو
اور شرط ثانی یہ ہے کہ قتال کرنے سے قوت اور شوکت اور غلبہ اہل اسلام متوقع ہو پس جہاد اور تخمین کے موافق یا جسکی اسے اور اجتہاد پر اعتقاد اور اعتماد ہو اُسکی تجویز کے موافق اور اگر غلبہ مسلمین کی
خیال مین امید نہو تو لڑنا حلال نہین اسواسطے کہ دیدہ و دانستہ اپنی جان کو ہلاکی مین ڈالنا ہے اور حکم جہاد کا ساقط ہو اور جیسا کہ ہے اپنے نفس سے دنیا مین اور حصول ثواب اور سعادت ہے آخرت
مین مانند عبادات کے اورد وہ بعد الحدود لاتحاد المقصود ووجہ الترقی غیر خفی مصنف کتاب الجہاد کو لایا بعد کتاب الحدود کے بسبب اتحاد مقصود کے اور وجہ ترقی جہاد کی مخفی نہین ہم حدود اور جہاد کا مقصد ایک
چیز ہے یعنی خالی کرنا عالم کا فساد سے اور اسیواسطے حدود اور جہاد دونون حسن لغیرہ ہین اور جہاد کی ترقی کی وجہ حدود پر یہ ہے کہ حدود مین اکثر معاملہ اہل اسلام سے ہے اور جہاد مین کفار سے تو معاملہ
اہل سلام کا اولی بالتقدیم ہوا یا یہ وجہ ہے کہ حدود مین ازالہ فسق ہے اور جہاد مین ازالہ کفر حالانکہ کفر جمیع مفاسد سے اعظم اور اقبح ہے یا یہ وجہ ہے کہ قتال کفار کا ثواب اعظم اور اکبر ہے وہو لغۃ مصدر
جاہد فی سبیل اللہ اور جہاد باعتبار لغت کے مصدر ہے جاہد فی سبیل اللہ کا یعنی بذل وسعت اور کوشش کا خدا کی راہ مین اور یہ شامل ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کوشش کو ذکرہ
الدعاء الی الدین الحق وقتال من لم یقبلہ شمنی اور اصطلاح شرع مین جہاد عبارت ہے سچے دین کی طرف بلانے سے اور جو اُسکو نمانے اُسکے قتال کرنے سے کذا فی الشمنی اور قہستانی
نے کہا کہ شریعت مین جہاد عبارت ہے قتل کفار سے اور اُنکے ضرب اور مال غارت کرنے اور اُنکے معابد اور اصنام کے توڑنے سے وغیر ذلک اور مراد اجتہاد اور کوشش ہے دین کی
تقویت مین اہل حرب اور اہل ارتداد اور اہل بغاوت سے لڑکر انتہی تو یہ جو شمنی نے تعریف جہاد مین فقط قتال پر اقتصار کیا تو اسواسطے کہ جہاد کا جزو اعظم قتال ہے اور مراد یہ ہے کہ قتال اور
امداد و مال وغیرہ سب جہاد مین داخل ہے تو تعریف ابن کمال کی جسکو شارح آگے ذکر کریگا تفصیل ہے اس اجمال کی کذا فی حاشیۃ الحلبی عن ابن الکمال ہو بذل الوسع فی القتال فی سبیل اللہ مباشرۃ او معاونۃ
بمال او رأی او تکثیر سواد او غیر ذلک انتہی اور ابن کمال نے جہاد کی تعریف اسطرح کی ہے کہ جہاد عبارت ہے بذل وسعت اور کوشش کرنے سے قتال فی سبیل اللہ مین بذات خود مستعد ہوکر یا مال کی
مدد کر یا تدبیر بتاکر یا سلمین کا جماو بڑھاکر یا سوا اُسکے اور طرح کی مددگاری انتہی کلامہ یعنی جیسے زخمیون کی تیمارداری اور غازیون کو کھانا پکا دینا اُنکے واسطے پانی لانا اُنکی اہل عیال کی خبرگیری کرنا
سب جہاد مین داخل ہے چنانچہ اسکی تصریح احادیث مین مذکور ہے ومن توابعہ الرباط وہو الاقامۃ فی مکان یتوقع ہجوم العدو فیہ لقصد دفعہ اللہ تعالی ان شاء اللہ تعالی فی مکان لیس وراہ اسلام ہو المختار اور جہاد کے توابع اور ملحقات سے رباط ہے اور وہ عبارت ہے ایسے
مکان کی اقامت سے جسکے آگے اسلام نہو یہی قول مختار ہے یعنے سرحد دار الاسلام مین مجاہدین کا اسواسطے ٹھہرنا تا کفار دار الاسلام مین آسکین اور اہل سلام کو ضرر پہونچا دین اسکو رباط کہتے ہین اسواسطے
کہ اگر سرحد کے اندر رباط ہو تو جمیع اہل سلام اپنے گھرون مین مرابط ٹھہرین حالانکہ ایسا نہین اور بعضون نے کہا کہ جس موضع مین ایکبار کفار نے غارتگری کی وہ چالیس برس تک رباط ہوگیا
اور جہان دو بار غارتگری ہوئی وہ ایک سو بیس برس تک رباط ہوا اور جہان تین بار غارتگری ہوئی وہ تا قیامت رباط ہے کذا فی فتح القدیر وصح ان صلوۃ المرابط بخمسمائۃ وصرف درہمہ بسبعمائۃ
وان مات فیہ اجری علیہ عملہ ورزقہ وامن الفتان وبعث شہیدا آمنا من الفزع الاکبر وتمامہ فی الفتح اور بحدیث صحیح ثابت ہوا ہے کہ مرابط یعنی رباط کے ٹھہرنے والے کی نماز پانسو نماز کے
برابر ہے اور ایک درم اسکا سات سو درم کے صرف کرنے سے افضل ہے اور صحیح مسلم مین سلمان فارسی سے روایت ہے کہ جو رباط مین مرگیا اسکا عمل جو کرتا تھا قیامت تک جاری رہیگا اور
روزی اُسکی جاری رہیگی اور فتنہ منکر اور نکیر وغیرہما سے محفوظ رہیگا اور طبرانی مین حدیث مرفوع ہے کہ جو مرابط مریگا روز قیامت کے شہید مبعوث ہوگا اور فزع اکبر یعنے بڑی
دہشت اور ہول سے قیامت مین محفوظ اُٹھیگا اور پورا بیان اسکا فتح القدیر مین ہے چنانچہ مترجم نے فتح القدیر سے پورا نقل کر دیا ف حدیث مین وارد ہے کہ جب ابن آدم مرتا ہے
تو عمل اسکا منقطع ہو جاتا ہے لیکن احادیث سے ثابت ہوا ہے کہ تیرہ عملون کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے ا نشر علوم یعنی علوم دینی کی تعلیم کرنا یا علم دین کی کتاب تالیف کرنا یا
کتاب دینی کا ترجمہ کرنا یہ سب نشر علوم مین داخل ہے ۲ دعاے اولاد ۳ کھجور وغیرہ کے درخت کا جمانا ۴ صدقات جاریہ مانند وقف وغیرہ ۵ قرآن مجید کو وارثون کے

واسطے چھوڑ جانا ۶ سرحد اسلام کی چوکیداری ۷ کنوان بنانا ۸ نہر جاری کرنا ۹ مسافر خانہ بنانا ۱۰ محل فر کرنا مثل مسجد اور خانقاہ اور مدرسہ وغیرہ کے ۱۱ تعلیم قرآن مجید ۱۲ شہادت ۱۳ طریقہ نیک نکالنا جو لوگون مین رائج ہو کذا فی الطحاوی ہم فضیلت جہاد کی نہایت عظیم الشان ہر اور کیونکر نہو کہ عزیز ترین محبوبات پر سخت ترین تکالیف اور مشقات کا ڈالنا ہر یعنی جان نثاری اللہ سبحانہ کی رضامندی اور تقرب کیواسطے اور اسے زیادہ ترشاق نفس کو گھیر رکھنا ہر طاعات پر نشاط او رکاہلی مین علی الدوام اور نفسانی خواہشون سے صاف کنارہ کرنا لہذا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی جنگ سے معاودت فرمائی کہ رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر یعنی پھرے ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کیطرف چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث اسپر دلالت کرتی ہر کہا ابن مسعود نے یا رسول اللہ اعمال سے کون عمل افضل ہر فرمایا نماز کو اسکے وقت پر پڑھنا مین نے کہا پھر کون افضل ہر فرمایا کہ مان باپ کے ساتھ نیکی کرنا مین نے کہا پھر کون افضل ہر فرمایا فی سبیل اللہ جہاد کرنا اس حدیث مین نماز کے بعد جہاد کی فضیلت فرمائی اور ابوہریرہ کی متفق علیہ حدیث مین جہاد کو بعد ایمان کے افضل فرمایا ہر ابوہریرہ سے روایت ہر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ کون عمل افضل ہر فرمایا اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ ایمان لانا سوال ہوا کہ اسکے بعد کون افضل ہر فرمایا جہاد فی سبیل اللہ سوال ہوا کہ پھر کون افضل ہر فرمایا حج مقبول تو اس حدیث مین صلوۃ اور زکوۃ ایمان کی لفظ مین داخل ہین بطریق عموم مجاز کے تو دونون حدیثون مین کچھ معارضہ باقی نرہا اسواسطے کہ اسمین کچھ تردد کا مقام نہین کہ صلوۃ خمسہ پر مواظبت کرنا انکے اوقات مستحبہ مین افضل ہر جہاد سے اسواسطے کہ نماز فرض عین ہر اور بار بار واجب ہوتی ہر بخلاف جہاد کے اور اسواسطے کہ جہاد فرض نہین ہوا مگر شیوع ایمان اور اقامت صلوۃ کے واسطے تو مقصود بالغیر اور حسن لغیرہ ہوا بخلاف ایمان اور نماز کے کہ وہ مقصود بالذات اور حسن لعینہا ہین چنانچہ جامع ترمذی کی حدیث صحیح مین صاف مصرح ہر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اسکی جسکے قابو مین میری جان ہر کہ کوئی عمل درجات آخرت کی طلب مین بعد صلوۃ مفروضہ کے جہاد فی سبیل اللہ کے برابر نہین بالجملہ احادیث صحیحہ فضائل جہاد مین بکثرت ہین از انجملہ حاکم نے بخاری کی شرط پر عمران بن حصین سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھڑا ہونا مرد کا صف مین فی سبیل اللہ افضل ہر خدا تعالی کے نزدیک ستر برس کی عبادت سے ابوداؤد مین انس سے روایت ہر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد جاری ہر جب سے کہ مجکو اللہ تعالی نے مبعوث فرمایا یہانتک کہ میری پچھلی امت دجال سے لڑیگی اسکو باطل نکریگا ظالم کا ظلم اور نہ عادل کا عدل انتہی اور اجماع اسپر قائم ہر تو جہاد کا نسخ بعد زمان رسالت متصور نہین کذا فی فتح القدیر جامع ترمذی مین ابوہریرہ سے روایت ہر کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لڑا اللہ تعالی کی راہ مین بقدر فواق ناقہ تاکہ اللہ کا دین بلند ہو تو اسکے واسطے جنت واجب ہوئی ور سوی ابوداؤد کے صحاح ستہ مین ابوہریرہ سے مروی ہر کہ لوگون نے پوچھا یا رسول اللہ کون عمل جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہر فرمایا کہ تم اسکو نکر سکوگے پھر اصحاب نے دو تین بار یہی سوال کیا پھر حضرت نے فرمایا کہ مجاہد فی سبیل اللہ کی مثال ایسے صائم اور قائم اور قانت بآیات اللہ کے مانند ہر جسکے صیام اور صلوۃ مین فتور نہین واقع ہوتا یہانتک کہ مجاہد اپنے گھر پلٹ آوے یعنی جو تمام دن روزہ رکھے اور تمام رات نماز اور قرآن مین بسر کرے ایک لمحہ آرام نکرے وہ البتہ مجاہد کے برابر ثواب مین ہو سکتا ہر سو یہ امر آدمی سے متصور نہین اور ترمذی مین ابن عباس سے روایت ہر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو آنکھون کو آگ نلگیگی یعنی آتش جہنم نجلاویگی ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالی کے خوف سے روئی دوسری وہ آنکھ جو حراست فی سبیل اللہ مین جاگی اور مسلم اور نسائی مین ابو مسعود بدری سے مروی ہر کہ ایک مرد ناقہ مخطومہ لایا اور بولا کہ یہ جہاد کیواسطے ہر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجکو اسکے عوض قیامت کے دن سات سو اونٹنیان مخطومہ یعنی نکیل والیان ملینگی اور صحیحین وغیرہما مین زید بن خالد سے روایت ہر کہ جسنے سامان درست کر دیا غازی فی سبیل اللہ کا البتہ اسنے خود جہاد کیا اور جو غازی کے اہل و عیال کی پیچھے خبر گیری کرتا رہا وہ بھی غازی ہر اور ابوداؤد مین ابوہریرہ سے روایت ہر کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد واجب ہر تمپر ہر سردار نیکوکار یا بدکار کے ساتھ اور نماز واجب ہر تمپر ہر مسلمان نیکوکار یا بدکار کے پیچھے اگرچہ کبائر گناہ کرتا ہو اور صحیح مسلم وغیرہ مین ابوہریرہ سے روایت ہر کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مر گیا اور اسنے جہاد نہ کیا اور جہاد کرنیکا اپنے دلمین بھی خیال نہ کیا وہ شعبہ نفاق پر مر گیا اور صحیحین وغیرہما مین ابو موسی سے روایت ہر کہ حضرت سے کسی نے پوچھا کہ مرد لڑتا ہر اظہار شجاعت کیواسطے یا لڑتا ہر حمیت کیواسطے یا اپنی نمود کیواسطے لڑتا ہر انمین کون فی سبیل اللہ ہر فرمایا جو قتال اسواسطے کرے کہ کلمۃ اللہ یعنی دین خدا کا بلند ہو وہ شخص مجاہد فی سبیل اللہ ہر اور ابوداؤد مین ابوہریرہ سے مروی ہر کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہر اور حالانکہ متاع دنیا کی خواہش رکھتا ہر یعنی غنیمت کے مال کا آرزومند ہر تو حضرت نے فرمایا کہ اسکو کچھ ثواب نہین پھر سائل نے تین بار اسی سوال کا اعادہ کیا حضرت ہر بار یہی فرماتے تھے کہ اسکو کچھ ثواب نہین کذا فی تیسیر الوصول ہو فرض کفایۃ کل ما فرض لغیرہ فہو فرض کفایۃ اذا حصل المقصود بالبعض والا فرض عین ولعلہ قدم الکفایۃ لکثرۃ

جہاد فرض کفایہ ہی یعنی بعضوں کے جہاد کرنے سے نکرنیوالوں سے فرضیت ساقط ہو جاتی ہی شارح کہتا ہی جو چیز اپنے غیر کیواسطے مفروض ہوئی وہ فرض کفایہ ہی جبکہ بعض کے کرنے سے مقصد حاصل ہو جائے اور اگر ایسا نہو یعنی جو بذات خود فرض ہو نہ غیر کی جہت سے یا ہر چند مفروض لغیرہ ہی ولیکن بعض کے کرنے سے مقصود حاصل نہیں ہوتا تو وہ فرض عین ہی اور شاید کہ مصنف نے فرض کفایہ کو مقدم کیا فرض عین پر بسبب اسکی کثرت کے م یہ کلام ذکر کا مفید ہی اگے۔ تو جہاد کا فرض ہونا اور دوسرے فرض کفایہ ہونا دلیل فرضیت جہاد کی تو اوامر قطعیہ ہیں قال اللہ تعالیٰ وقاتلوا المشرکین کافۃ وقاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ والیوم الآخر وکتب علیکم القتال وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ یعنی حقتعالی نے فرمایا کہ لڑو مشرکوں سے سب سے اور فرمایا کہ قتال کرو اُنسے جو ایمان نہیں لاتے اللہ کا اور پچھلے دن کا یعنی قیامت کا اور فرمایا کہ فرض کیا گیا تم پر قتال اور فرمایا کہ قتل کرو انکو یہانتک کہ فتنہ یعنی کفر کا فتنہ باقی نہ رہے اور سب دین اللہ کا ہو جاوے اگر کوئی کہے ان آیات کا عموم صغیر اور مجنون کا مخصوص ہی اور عام مخصوص ظنی الدلالہ ہو جاتا ہی اس سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی اسکا جواب یہ ہی کہ خروج صغیر اور مجنون کا عقل سے ثابت ہی تو انکی تخصیص سے عام ظنی نہیں ہوتا اور عورت اور مریض سرے سے مخاطب بخطاب جہاد نہیں سو اسواسطے کہ خطاب جہاد انکو نہیں ہوا ہی جو دیانت سے محاربہ رکھتے ہیں اور جہاد کا فرض کفایہ ہونا اسواسطے ہی کہ وہ فرض لعینہ نہیں کیونکہ فی نفسہ افساد ہی بلکہ بغیرہ فرض ہی یعنی دین الٰہی کے غالب کرنیکے واسطے اور عباد مسلمین کے اوپر سے دفع شر کے لیے فرض ہوا ہی تو جبکہ یہ مدعا بعض لوگوں کے کرنے سے حاصل ہوگا تو باقی لوگوں سے ساقط ہو جاویگا چنانچہ نماز جنازہ اور سلام کا جواب اگر کوئی کہے کہ ظاہر آیات قرآنی سے تو جہاد فرض عین معلوم ہوتا ہی تو اسکے فرض کفایہ جاننے اور ظاہر سے عدول کرنے کی کیا وجہ ہی اسکا جواب یہ ہی کہ موجب عدول یہ آیت قرآنی ہی لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاھدون الی قولہ وکلا وعد اللہ الحسنیٰ یعنی حقتعالی نے فرمایا بیٹھنے والے مومنین سوائے اہل ضرر کے اور مجاہدین برابر نہیں پھر آخر آیت میں فرمایا اور ہر ایک سے اللہ تعالی نے نیکی کا وعدہ کیا ہی تو اگر جہاد فرض عین ہوتا تو قاعدین سے نیکی کا وعدہ نہوتا بلکہ وہ مستحق عذاب ہوتے اور بروایت صحیح ثابت ہوا ہی کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بعضی لڑائی میں تشریف نہ لیجاتے تھے اگر فرض عین ہوتا تو تخلف حضرت کا ممکن نہ تھا کذا فی المنح طحطاوی نے قہستانی سے نقل کیا کہ اگر مسلمین کے ہر گروہ نے گمان کیا کہ ہمارے غیر نے جہاد کیا تو واجب سب سے ساقط ہو گیا اگرچہ کسی گروہ نے بھی جہاد نکیا ہو اور اگر ہر گروہ نے گمان کیا کہ ہمارے غیر لوگوں نے جہاد نہیں کیا تو سب پر واجب ہوگا اور اگر ایک گروہ نے دوسرے گروہ کے جہاد کرنے کا گمان کیا اور دوسرے گروہ نے عدم جہاد کا گمان کیا تو دوسرے گروہ پر واجب ہوگا نہ اول گروہ پر اسواسطے کہ مدار وجوب کا یہاں ظن پر ہی کیونکہ غیر کے فعل اور عدم کا علم قطعی ایسے امور میں متعسر ہی ابتداءً وان لم یبدؤنا بہ واما قولہ تعالی فان قاتلوکم فاقتلوھم وتحریمہ فی الاشھر الحرم منسوخ بالعمومات کاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم جہاد فرض ہی پہلے پہل اگرچہ کفار نے ہمسے لڑائی کی ابتدا نکی ہو اور وہ جو آیت قرآنی ہی کہ اگر کافر تمسے لڑیں تو تم بھی اُنسے لڑو اور تحریم جہاد کی بزرگ مہینوں میں یعنی رجب اور ذیقعدہ اور ذی الحجہ اور محرم میں سو منسوخ ہی عمومات آیات سے چنانچہ یہ آیت کہ لڑو مشرکین سے جسوقت اور جہاں انکو پاؤ اسواسطے کہ لفظ حیث کا زمان اور مکان دونوں میں مستعمل ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی ان قام بہ البعض ولو عبیداً او نساءً سقط عن الکل جہاد فرض کفایہ ہی یعنی اگر بعضے لوگ اسکو قائم کریں اگرچہ وہ لوگ غلام یا عورتیں ہوں تو سب سے ساقط ہو جاتا ہی م بعض کے جہاد سے اُسوقت کل سے فرضیت ساقط ہوتی ہی جب کفایت حاصل ہو اور اگر بعض کا جہاد دفع کفار میں کافی نہو تو کفار سے اقرب فالاقرب پر جہاد فرض ہی سو اگر کفایت نہوتی ہو بدون تمام مسلمین کے تو اُسوقت میں جہاد فرض عین ہو جاویگا مانند صوم اور صلوۃ کے کذا فی المنح والا یقم بہ احد فی زمن ما اثموا بترکہ ای اثم الکل من المکلفین اور اگر جہاد کو کسی نے قائم نکیا کسیوقت میں تو اسکے ترک کرنے سے سب گنہگار ہونگے یعنی سب عاقل بالغ مسلمان گنہگار ہونگے م یعنی ہر زمانے میں اگر بعض مسلمین جہاد نکریں تو سب عاصی ہونگے اور یہ مطلب نہیں کہ اگر کسی زمانہ میں بعضے جہاد کرینگے تو ہر وقت کے مسلمین سے گناہ ساقط ہو وایاک ان تتوھم ان فرضیتہ تسقط عن اہل الھند بقیام اہل الروم مثلاً بل یفرض علی الاقرب فالاقرب من العدو الی ان تقع الکفایۃ فلو لم تقع الا بکل الناس فرض عیناً کالصلوۃ والصوم ومثلہ الجنازۃ والتجہیز وتمامہ فی الدرر اور کہیں ایسا غلط سمجھو کہ فرضیت جہاد اہل ہند سے ساقط ہو جاتی ہی اہل روم کے جہاد کرنے سے مثلاً بلکہ جہاد فرض ہی اُسپر جو زیادہ تر قریب ہی دشمن یعنی کفار سے پھر اُنکے بعد اُسپر جو اُنسے اقرب ہی یہانتک کہ کفایت حاصل ہو یعنی غیر کی مدد کی حاجت نہ رہے کفار منہزم ہو جاویں سو اگر کفایت نہ حاصل ہوتی ہو بدون سب آدمیوں کے تو اُسوقت میں سب پر جہاد فرض عین ہو جاویگا مانند صلوۃ اور صوم کے اور جہاد کے مانند ہی نماز جنازہ اور تجہیز میت اور پورا بیان اسکا درر میں ہی م یعنی اگر ایک مسلمان شہر کے کنارے مر گیا تو اسکے پڑوسیوں اور اہل محلہ پر اسکی تجہیز اور تکفین اور نماز جنازہ فرض ہی نہ محلات بعیدہ پر اور اگر اس محلہ کے قریب دوسرے محلہ والوں نے جانا کہ اہل محلہ میت کے حقوق ادا نہیں کرتے یا عاجز ہیں تجہیز اور تکفین سے تو دوسرے محلہ والوں پر فرض ہوگا اور اگر وہ

بھی کوتاہی کرینگے یا عاجز ہونگے تو تیسرے اہل محلہ پر تجہیز میت فرض ہوگی وعلی ہذا القیاس جمیع محلات پر الاقرب فالاقرب فرض ہوگی لا یفترض علی صبی و بالغ لہ ابوان او احدہما لان
طاعتہما فرض عین و قال صلی اللہ علیہ وسلم العباس بن مرداس لما اراد الجہاد الزم امک فان الجنۃ عند رجل امک سراج جہاد فرض نہیں صغیر پر اور اُس بالغ پر جسکے ماں باپ یا ایک کوئی
انمیں سے زندہ ہی اسواسطے کہ اطاعت والدین کی فرض عین ہی تو فرض کفایہ کیواسطے فرض عین ترک نہوگا اور فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن مرداس سے جبکہ اُسنے جہاد کا
ارادہ کیا لازم پکڑ اپنی ماں کو اسواسطے کہ بہشت تیری ماں کے قدم کے پاس ہی کذا فی السراج اھ جہاد میں جانا درصورت ناخوشی والدین حرام ہی اسواسطے کہ انکی اطاعت اسپر فرض عین
ہی اور جہاد فرض نہیں صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہی کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی اجازت مانگنے آیا فرمایا کیا تیرے والدین زندہ ہیں کہا اُسنے ہاں فرمایا
انھیں میں جہاد کر اور ابن مسعود کی حدیث جو مذکور ہو چکی اُسمیں بر والدین جہاد پر مقدم ہی اور ابوداؤد میں ابوسعید خدری سے مروی ہی کہ ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی
طرف ہجرت کی یمن کے ملک سے تو فرمایا کہ یمن میں کوئی تیرا ہی اُسنے کہا میرے والدین ہیں فرمایا تجھکو اذن دیا ہی بولا نہیں فرمایا تو پلٹ جا اور اُنسے اجازت لے اگر وہ اجازت دیں تو
جہاد کر اور جو اجازت نہ دیں تو انکے ساتھ نیکی اور خدمتگزاری کر کذا فی الفتح بحرالرائق میں ہی کہ اصول کے سوا اور اہل وعیال اگر مرد کے جہاد کرنے کو مکروہ جانیں تو اگر اُنکے ضائع ہونے کا خوف
ہو تو بدون انکی اجازت کے خروج نہ کرے و فیہ لا یحل سفر فیہ خطر الا باذنہما وما لا خطر فیہ یحل بلا اذن ومنہ السفر فی طلب العلم اور سراج میں ہی کہ جس سفر میں ہلاکی کا خوف ہو جیسا کہ جہاد اور سمندر
کا سفر کذا فی حاشیۃ الحلبی تو اُسمیں جانا حلال نہیں بدون اذن والدین کے اور جس سفر میں خطرہ نہیں وہ بدون اذن کے حلال ہی اور سفر بلا خطر میں طلب علم کا سفر کرنا داخل ہی اور اسی طرح ہی
تجارت اور حج کا سفر کذا فی البحر و عبد و امراۃ لحق المولی والزوج ومفادہ وجوبہ لو امرہا الزوج بہ فتح وعلی غیر المرتزقۃ نہر قلت تعلیل القہستانی بضعف بنیتہا یفید خلافہ قال فی البحر انما یلزمہا امرہ فیما
یرجع الی النکاح و توابعہ اور جہاد فرض نہیں غلام اور عورت پر بسبب فرض ہونے حق مولی اور زوج کے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہی واجب ہونا جہاد کا عورت پر اگر عورت کا زوج اسکو جہاد کا
امر کرے کذا فی الفتح اور غیر منکوحہ پر واجب ہونا تعلیل مذکور سے نکلتا ہی کذا فی النہر شارح کہتا ہی اور تعلیل قہستانی کی بوجہ ضعیفی جسم عورت اُسکے مخالف کی مفید ہی یعنی عدم وجوب کی
اگرچہ زوج بھی امر کرے بحرالرائق میں کہا کہ عورت پر زوج کا امر لازم الاتباع نکاح اور توابع نکاح کے متعلقات میں ہی یعنی امر جہاد متعلقات نکاح سے خارج ہی تو عورت پر امتثال
اُسکا لازم نہیں تو وجوب جہاد بھی نہیں ھم تعلیلات مذکورہ پر وجوب و عدم وجوب کو مستفاد کرنا بیموقع ہی اسواسطے کہ عدم وجوب قہستانی میں محیط سے منصوص ہی خلاصہ اسکا یوں ہی کہ جہاد وغیرہ
عورت پر واجب نہیں خواہ منکوحہ ہو یا نہو اسواسطے کہ عورت سر سے قدم تک واجب الستر ہی اور جہاد میں گاہے کشف عورت ہو جاتا ہی چنانچہ محیط میں ہی تو مزوجہ کی خصوصیت نہ رہی جیسا بعضوں
نے گمان کیا ہی کذا فی الطحطاوی و اعمی و مقعد ای اعرج فتح اور جہاد فرض نہیں اندھے اور لنگڑے پر کذا فی الفتح ھم فتح القدیر میں مقعد بمعنی اعرج دیوان ادب سے منقول ہی اور حموی نے مغرب سے نقل کیا کہ
مقعد وہ ہی جسکو بیماری نے چلنے پھرنے سے تھکا دیا ہو و اقطع الید و نحوہم اور جہاد واجب نہیں دست بریدہ پر بسبب ہونے عاجز اندھے اور لنگڑے اور دست بریدہ کے ھم معذور ہونا اعمی و اعرج و مریض و ضعفا کا قرآن مجید
میں مصرح ہی اسواسطے کہ مدار تکلیف قدرت پر ہی قہستانی نے کہا اسمیں اشعار ہی اسکا کہ جو شخص عاجز ہو جہاد سے کسی سبب سے اسپر فرض نہیں چنانچہ اختیار میں اسکی طرف اشارہ کیا ہی و مدیون بغیر اذن
غریمہ بحر و کفیلہ ایضا ولو بامرہ تجنیس لو بالنفس نہر و ہذا فی الحال اما المؤجل فلہ الخروج ان علم رجوعہ قبل حلولہ ذخیرہ اور فرض نہیں قرضدار پر بلا اذن قرضخواہ کے بلکہ اُسکے ضامن کے بلا اذن بھی
اگر وہ قرضدار کے اذن سے ضامن ہوا ہو کذا فی التجنیس اگرچہ ضامن مال کا نہو بلکہ حاضر ضامن ہو تو وہ بھی بلا اذن اُسکے جہاد کرنا فرض نہیں اور یہ یعنی اذن قرضخواہ یا ضامن کا
فی الحال کے قرض ادا کرنے میں شرط ہی اور مدت والے قرض میں تو اسکو جہاد کیواسطے جانا جائز ہی اگر اپنا پلٹ آنا قبل مدت پہونچنے کے معلوم ہو کذا فی الذخیرہ ھم صحیح مسلم میں عمرو بن عاص سے
مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں سوا دین کے و عالم لیس فی البلدۃ افقہ منہ فلیس لہ الغزو خوف ضیاعہم سراجیہ و عمم
فی البزازیۃ السفر و لا یخفی ان المقید یفید غیرہ بالاولی اور اس عالم پر فرض نہیں جس سے زیادہ فقیہ شہر میں نہیں تو اسکو جہاد کرنا جائز نہیں لوگوں کے ضائع ہونے کے خوف سے کذا فی السراجیۃ
یعنی جب مسائل شرعیہ کا شہر میں بطور تحقیق کے بتلانے والا نہ رہا تو وہاں کے اہل اسلام ضائع ہوے بسبب تردد اور جہالت کے اور بزازیہ میں ہر سفر کو عام کہا ہی یعنی ایسے عالم کو کوئی سفر
کرنا جائز نہیں اور پوشیدہ نہیں ہی کہ مقید غیر مقید کا بطریق اولی مفید ہی ھم مقید سے مراد سفر فقیہ ہی جہاد کیواسطے وجہ افادہ کی یہ ہی کہ جب جہاد کا سفر باوجود کفایہ ہونے کے ممنوع ہوا
تو غیر جہاد کا سفر جو فرض نہیں ہی بطریق اولی ممنوع ہوگا طحطاوی نے کہا غیر جہاد کے سفر کو لازم نہیں کہ غیر فرض ہو بلکہ گاہے غیر جہاد کا سفر فرض عین ہو جاتا ہی چنانچہ حج مفروض کا سفر

وفرض عین ان ہجم العدو فیخرج الکل ولو بلا اذن باثم الزوج ونحوہ بالمنع ذخیرہ اور جہاد فرض عین ہی بشرطیکہ دشمن یکبارگی ہجوم کرین تو سب اہل اسلام نکلین اگرچہ اہل حقوق کی اجازت نہو اور زوج اور مانند اُسکے جیسے باپ اور مولی اور قرضخواہ گنہگار ہوگا اس حالت مین جہاد کے منع کرنے سے کذا فی الذخیرہ مع دشمن عام ہی کافر ہو یا باغی تتاج نے شرح ملتقی مین کہا اگر دشمن اسلام کے کسی شہر پر کفار ہجوم کرین تو اگر وہان کے گرد و پیش کے قریب لوگ دفع پر قادر ہون تو اُنکے حق مین جہاد فرض عین ہی اور اُنکے سوا اور دور والون پر فرض کفایہ ہی لیکن جب نزدیک والے عاجز ہون یا کاہلی کرین تو دور والون پر بھی فرض ہوجاتا ہی اسطرح شدہ شدہ درجہ بدرجہ تمام اہل مشرق و مغرب سب پر فرض عین ہوگا اور جو بلا عذر اپنے وطن مین بیٹھا رہیگا وہ گنہگار ہوگا اور گناہ نہین نا دانستگی مین اسواسطے کہ انسان مخاطب نہین نادانستہ کا انتہی اور اسی واسطے فتح القدیر مین کہا ہی کہ فرض عین ہونے کی شرط سے دوام حال ہی یہانتک کہ دور کے لوگونکو خبر پہونچے نہین تو تکلیف لا یطاق ہی اور مجمع انا مسلم اسیر کا سب اہل مشرق و مغرب پر واجب ہی جسکو خبر ہو اور بزازیہ مین یہ ہی کہ مسلمان عورت قید ہو گئی مشرق مین تو اہل مغرب پر اُسکی تخلیص واجب ہی جبتک کفار دار الحرب مین داخل ہوگئے ہون اسواسطے کہ دار الاسلام مکان واحد کے حکم مین ہی کذا فی الطحطاوی ولا بد لفرضیتہ من قید وہو الاستطاعۃ فلا یخرج المریض المدنف اما من یقدر علی الخروج دون الدفع ینبغی ان یخرج لتکثیر السواد فتح اور ضرور ہی جہاد کے فرض ہونے کیواسطے دوسری قید یعنی استطاعت و قدرت تو خروج نہ کرے ایسا بیمار اور جو شخص کہ خروج پر قادر ہو نہ دفع کفار پر تو اُسکو بھی نکلنا چاہیے جماؤ جانے کے واسطے تاکثرت مسلمین سے کفار کو دہشت و خوف ہو کذا فی الفتح وفی السراج وشرط لوجوبہ القدرۃ علی السلاح لا امن الطریق فان علم انہ اذا حارب قتل وان لم یحارب اسر لم یلزمہ القتال اور سراج مین ہی کہ ہتھیار پر قادر ہونا وجوب جہاد کے واسطے مشروط ہی نہ امن راہ کا پھر اگر مسلم نے جانا کہ جب وہ لڑیگا تو مارا جاویگا اور اگر نہ لڑیگا تو قید ہو جاویگا تو اُسپر قتال لازم نہین ویقبل خبر المستنفر ومنادی السلطان ولو کان کل منہما فاسقا لانہ خبر یشتہر فی الحال ذخیرہ اور قبول ہی خبر دینا مستنفر اور سلطان کے منادی کا اگرچہ ہر ایک ان دونون مین سے فاسق ہو اسواسطے کہ ہجوم کفار کی خبر فی الحال مشہور ہو جاتی ہی تو مزید تحقیق کی حاجت نہین کذا فی الذخیرہ مع مستنفر وہ ہی جو نفیر عام سنا دے نفیر بمعنی خروج ہی یعنی بسبب ہجوم کفار کے سب مسلمین کے نکلنے اور جہاد کرنے کو کہے وکرہ الجعل ای اخذ المال من الناس لاجل الغزاۃ مع الفئ ای مع وجود شئ فی بیت المال درر ومصدر اشتہر لیتہ وتفاد ان الفئ ہہنا یعم الغنیمۃ فلیحفظ اور مکروہ ہی جعل یعنے لوگون سے مال کا لینا غازیون کے واسطے باوجود ہونے فی کے یعنی باوجود ہونے کسی چیز کے بیت المال مین کذا فی الدرر وشرح الوقایہ اور اس سے مستفاد ہوا کہ فی یہان غنیمت کو شامل ہی اسکو یاد رکھنا چاہیے مع فی اُس مال کو کہتے ہین جو کافرون سے بدون قتال کے حاصل ہو جیسے خراج اور جزیہ اور غنیمت وہ مال ہی جو قتال سے حاصل ہو خلاصہ یہ ہی کہ جبتک بیت المال مین کوئی مال موجود ہو تو حاکم کو رعیت سے مال لینا جہاد کیواسطے مکروہ ہی اسواسطے کہ اسکی کچھ ضرورت نہین اور بیت المال ایسے ہی مصارف کیواسطے ہی نہ سلطان کے عیش اور آرام کیواسطے جیسا ظالم حاکم سمجھتے ہین والا لا الدفع الضرر الاعلی بالادنی اور اگر بیت المال بالکل خالی ہو تو مکروہ نہین بسبب دفع کرنے اعلی ضرر کے کمتر ضرر سے مع اعلی ضرر سے مراد تعدی ضرر کفار ہی اور کمتر ضرر سے مراد مالداروں سے مال لینا بقدر اُنکے مقدور کے تا محتاج غازیون کا سامان جہاد ہو فان حاصرناہم دعوناہم الی الاسلام فان اسلموا فیہا والا فالی الجزیۃ لو محلا لہا کما سیجی فان قبلوا ذلک فلہم ما للناس من الانصاف وعلیہم ما علینا من الانتصاف فرخ العبادات اذ الکفار لا یخاطبون بہا عندنا ویؤیدہ قول علی رضی اللہ عنہ انما بذلوا الجزیۃ لتکون دماؤہم کدمائنا واموالہم کاموالنا پھر اگر ہم اہل اسلام کافرون کو گھیرین تو اول ہم اُنکو مسلمان ہونے کی طرف بلاوین سو اگر وہ اسلام قبول کرین تو کیا خوب بات ہی اور اگر اسلام نہ قبول کرین تو جزیہ کی طرف بلاوین یعنی جزیہ دینے کی اُنسے درخواست کیجاوے اگر وہ محل جزیہ ہون چنانچہ اسکا ذکر آویگا یعنی اگر وہ اہل کتاب یا آتش پرست یا عجم کے بت پرست ہون نہ عرب کے مشرک اور مرتد سو اگر وہ جزیہ دینا قبول کرین تو درصورت مظلومی اُنکے واسطے انصاف ہوگا جو انصاف ہم اہل اسلام کے واسطے ہوتا ہی اور درصورت اُنکے ظلم کرنے کے اُنسے انتقام لیا جاویگا جیسا ہم اہل اسلام سے انتقام لیا جاتا ہی تو اس بیان سے عبادات نکل گئین اسواسطے کہ کفار مخاطب عبادات نہین ہمارے نزدیک اور مؤید اسکا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا قول ہی کہ ذمیون نے تو جزیہ اسواسطے دیا ہی کہ اُنکے خون ہمارے جیسے خون ہو جاوین اور اُنکے مال ہمارے مال ہو جاوین مع قول مرتضوی امام شافعی کے مسند مین بروایت محمد بن حسن شیبانی مروی ہی کذا فی الفتح شرح طحطاوی مین ہی کہ جب کفار اسلام قبول کرین تو اُنکے اموال سے تعرض نہوگا اور اُنکی اراضی سے خراج نہ لیا جاویگا بلکہ دسوان حصہ مانند اہل اسلام کے اور اُنکو حکم ہوگا کہ دار الاسلام مین آکر اقامت کرین اسواسطے کہ مسلمان کا رہنا دار الحرب مین مکروہ ہی کذا الطحطاوی ولا یحل لنا ان نقاتل من لم تبلغہ الدعوۃ بفتح الدال الی الاسلام وہو وان اشتہر فی زماننا شرقا وغربا لکن لا شک ان فی بلاد اللہ من لا شعور لہ بذلک

بقی لو بلغه الاسلام لا الجزیة ففی التتارخانیة لا ینبغی قتالهم حتی یدعوهم الی الجزیة نهر خلافا لما نقله المصنف اور حلال نہیں ہے انکو لڑنا اُن کافروں سے جنکو اسلام کی دعوت نہیں پہونچی اور وہ یعنی دعوت اسلام اگرچہ ہمارے زمانہ میں مشہور ہو گئی ہے شرق اور مغرب میں لیکن ہمیں شک نہیں کہ بلاد خدا میں ایسے کافر بھی ہیں جنکو مطلق اسکا شعور نہیں یعنی دعوت اسلام سے خبر نہیں باقی رہی یہ بات کہ اگر اسلام کی خبر انکو پہونچی نہ جزیہ دینے کی تو تاتارخانیہ میں ہے کہ انسے لڑنا سزاوار نہیں یہانتک کہ امام انسے جزیہ دینے کی درخواست کرے کذا فی النہر خلاف نقل مصنف کے اور مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ دعوت اسلام اسواسطے واجب ہوئی تا کفار معلوم کریں کہ ہم دین کیواسطے لڑتے ہیں نہ مال وغیرہ کی طمع سے شاید کہ اسطرح وہ اسلام قبول کریں اور قتال کی نوبت نہ آوے اور قبل دعوت قتال کرنا گناہ ہے لیکن ضمان نہیں ہے بسبب عدم عاصم کے یعنی دین یا دار احراز بالدار اور دعوت عام ہے حقیقی ہو یعنی زبان سے کہنا یا دعوت حکمی یعنی شرق و غرب میں مشہور ہو کہ اہل اسلام کسواسطے لڑتے ہیں تو یہ شہرت قائم مقام دعوت ہے چنانچہ سیر کبیر اور بدایع میں مصرح ہے انتہی تو ترجیح خلاف مصنف اور صاحب نہر فقط اشتہار پر ہے اور صاحب نہر اسمیں تابع صاحب فتح القدیر کا تو اصل کلام نقل کرنا چاہیے فتح القدیر میں مجیدی سے دعوت حقیقی اور حکمی نقل کرکے کہا کہ ہمیں شک نہیں کہ اللہ تعالی کے بلاد میں وہ لوگ بھی ہیں کہ جنکو اسکی خبر اور شعور نہیں تو دعوت اسلام کرنا وہاں واجب ہوگا جہاں گمان اسکا ہو کہ انکو اسلام کی خبر نہیں پہونچی اور جہاں خبر پہونچی تو وہاں دعوت کرنا مستحب ہوگا **وندعو ندبا من بلغته الا ان تضمن ذلک ضررا ولو بغلبة الظن کان یستعدوا او یتحصنوا فلا یفعل** فتح اور ہم دعوت الی الاسلام کریں بطریق استحباب کے انکو جنکو اسلام کی خبر ہو گئی ہو مگر جسوقت کہ دعوت الی الاسلام متضمن ضرر ہو مگر بظن غالب ہو اسطرح کہ وہ سامان لڑائی کے مستعد ہو جاویں یا قلعہ کے اندر ہو جاویں تو ایسی جگہ دعوت کرنا مستحب نہیں کذا فی الفتح م دلیل استحباب دعوت وہ حدیث ہے جو صحیحین میں ہے اس مضمون کی ہے عبداللہ بن عون نے کہا کہ میں نے نافع کو لکھا اور دعا قبل القتال کا سوال کیا سو نافع نے کہا کہ یہ تو اول اسلام میں تھا اور حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر دوڑ کی اور وہ غافل تھے اور انکے جانور پانی پی رہے تھے تو انکے لڑنے والوں کو قتل کیا اور انکی ذریت کو گرفتار کیا اور حضرت نے اسی دن جویریہ کو پایا مجھسے یہ حدیث عبداللہ بن عمر نے کہی وہ اس لشکر میں موجود تھے **والا یقبلوا الجزیة نستعین بالله ونحاربهم بنصب المجانیق وحرقهم وغرقهم وقطع اشجارهم ولو مثمرة وافساد زروعهم الا اذا غلب على الظن انه یظفر بها فیکره** فتح اور اگر جزیہ دینا بھی قبول نکریں تو ہم اہل اسلام مدد مانگیں اللہ تعالی سے اور انسے لڑنے لگیں منجنیق کو قائم کرکے اور انکو پانی میں ڈبوکر اور انکو آگ میں جلا کر اور انکے درختوں کو کاٹکر اگرچہ پھلدار درخت ہوں اور انکے کھیتوں کو اجاڑ کر مگر جبکہ ظن غالب ہو ہماری فتح ہونے کا تو درختوں اور کھیتوں کو خراب کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ وہ مسلمانوں کے کام میں آوینگے کذا فی الفتح م مجانیق جمع ہے منجنیق بالفتح کی وہ ایک آلہ ہے جس سے بڑے بڑے پتھر پھینک مارتے ہیں اور یہ ترتیب جنگ کی احادیث صحیحہ میں مصرح ہے کہ افسران عساکر اسلام کو حکم ملجاتا تھا مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی میں بریدہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو لشکر یا چھاپہ کا سردار مقرر فرماتے تھے تو خاص اُسکی ذات کو اللہ تعالی سے ڈرتے رہنے کی وصیت فرماتے اور ساتھی مسلمانوں کے واسطے بھلائی کی وصیت فرماتے تھے پھر فرماتے تھے لڑو بسم اللہ فی سبیل اللہ قتل کرو جو منکر ہو اللہ کا اور غنیمت کا مال نہ چراؤ اور قول کرکے خلاف قول نہ کیجیو اور ناک کان وغیرہ نہ کاٹیو اور طفل صغیر کو نہ قتل کیجیو اور نہ بڈھے کو پھر جب تو اپنے مشرک دشمن سے ملے تو انکو تین خصلتوں کی طرف بلا سو اگر وہ مان جاویں تیرا قول تو قبول کر انسے اور رک جا انکے لڑنے سے انکو اسلام کی طرف بلا سو اگر وہ مان جاویں تو قبول کر انسے اور باز رہ انسے پھر انسے نقل مکان کی درخواست کر اپنے ملک سے نکل کر مہاجرین کے ملک میں آرہیں اور انسے خبر کردے کہ اگر وہ یہ ہجرت کرینگے تو انکے واسطے وہ ہے جو مہاجرین کے واسطے ہے اور انپر وہ ہے جو مہاجرین پر ہے سو اگر وہ نقل مکان کرنا قبول کریں تو انکو خبر کردے کہ وہ صحرائی مسلمین کی طرح ہونگے انپر حکم خدا جاری ہوگا جیسے کہ مومنین پر جاری ہوتا ہے اور غنیمت اور فی سے انکو حصہ نہ ملیگا تاوقتیکہ مسلمین کے ساتھ شریک ہو کر جہاد نہ کرینگے اور اگر وہ اسلام کو نہ قبول کریں تو انسے جزیہ دینے کا سوال کر سو اگر وہ مان جاویں تو قبول کر اور انسے باز رہ اور اگر جزیہ دینا بھی نہ قبول کریں تو اللہ تعالی سے مدد مانگ انپر فتحیابی کی اور لڑنا شروع کر الحدیث کذا فی تیسیر الوصول **ونرمیهم بنبل ونحوه وان تترسوا ببعضنا ولو تترسوا بنبی سئل ذلک النبی ونقصدهم ای الکفار** اور اہل اسلام لڑیں انپر تیر وغیرہ پھینک مار کر اگرچہ کفار بعضے مسلمانوں کو سپر بنا دیں یعنی اپنے آگے کھڑا کریں تا اس تدبیر سے بچ جاویں تو بھی ہم انکو مارینگے اور اس قتال میں ہم کفار ہی کے مارنیکا قصد کرینگے نہ مسلمان کا اور اگر کفار پیغمبر کو سپر کریں تو اس نبی سے سوال کیا جاوے کہ یا حضرت کیا حکم ہے ہم لڑیں یا نہ لڑیں ہم رمی لغت عرب میں دور سے پھینک مارنے کو کہتے ہیں خواہ دور کا ہتھیار کمان اور منجنیق ہو خواہ بندوق اور توپ اور بان **وما اصیب منهم ای من المسلمین لا دیة فیه ولا کفارة لان الفروض لا تقرن بالغرامات** اور جو

مسلمان اُنکی طرف کسپر بنانے سے قتل ہو جاویں تو ہمپر نہ دیت ہی نہ کفارہ اسواسطے کہ قتال کفار فرض ہی اور فرائض ضمانات سے مقرون نہیں ہوتے تم لڑائی مین
آواز بلند کرنا مستحب نہیں اور مکروہ بھی نہیں اگر اُسمین ترغیب مسلمین کا فائدہ ہو تو کچھ مضایقہ نہیں اور مجاہدین کو دار الحرب مین ناخن بڑھانا مستحب ہی اسواسطے کہ اگر
تلوار وغیرہ ہاتھ سے گر پڑے تو ناخن سے کافر کو خروج کر سکے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے مونچھون کا بڑھانا غازی کو سنت ہی رعب اور دہشت کیواسطے کذا فی البحر خانیہ مین ہی کہ مسلمانون
کو لائق نہیں کہ جب بارہ ہزار ہون تو فرار کرین اگرچہ کفار زیادہ ہون ہم اسواسطے کہ حدیث ترمذی مین وارد ہی کہ بارہ ہزار بسبب قلت کے مغلوب نہیں ہوتے فتاوی عالمگیری
مین ہی کہ یہ عدم فرار اسوقت ہی جبکہ سب لوگ متفق الکلمہ ہون اور اگر اختلاف ہو تو دو چند کا اعتبار ہی **ولو فتح الامام بلدة وفیها مسلم او ذمی لا یحل قتل احد منهم اصلا**
ولو اخرج واحد حل حینئذ قتل الباقین لجواز کون المخرج هو ذاك فتح اور اگر امام نے دار الحرب کا کوئی شہر فتح کیا جسمین ایک مسلمان یا ذمی کافر تھا تو اُنمین سے کسی کا
قتل کرنا اصلا جائز نہیں اور اگر ایک کوئی شخص اُنمین سے نکال دیا گیا ہو تو اسوقت مین باقی لوگون کا قتل کرنا حلال ہی اس احتمال سے کہ جو شخص نکالا گیا شاید وہی مسلمان
یا ذمی ہو کذا فی فتح القدیر **ونهینا عن اخراج ما یجب تعظیمه ویحرم الاستخفاف به کمصحف وکتب فقه وحدیث وامراة** ولو عجوزا للمداواة هو الاصح ذخیرة وارادوا بالنهی ما فی
مسلم لا تسافروا بالقرآن فی الارض العدو اور ہم ممنوع ہین اسکے نکالنے سے جسکی تعظیم واجب ہی اور اسکا استخفاف اور بے ادبی حرام ہی چنانچہ مصحف اور کتابین فقہ اور حدیث
کی اور عورت کا اخراج ممنوع ہی اگرچہ عورت بڑھی ہو دوا کرنے کیواسطے یہی قول صحیح ہی کذا فی الذخیرہ اور مصنف نے نہی سے صحیح مسلم کی حدیث کا ارادہ کیا کہ سفر مین قرآن کو نہ لیجاو دشمن کی زمین
مین ہم دلیل اگرچہ قرآن مین خاص ہی لیکن علت عامہ نے فقہ اور حدیث کو بھی قرآن کے ساتھ ملحق کر دیا **الا فی جیش یؤمن علیه** فلا کراهة لکن اخراج العجائز للمداواة اولی مگر اس بڑے لشکر مین
قرآن کا لیجانا ممنوع اور مکروہ نہیں جسمین اُسپر امن حاصل ہو لیکن بڑھی عورتون اور لونڈیون کا ساتھ لیجانا کام کے واسطے بہتر ہی جوان اور جورو کے لیجانے سے کہ جنگ در
دار و طحطاوی نے امام کا قول نقل کیا کہ کمتر لشکر چار سو ہی اور کمتر گہات ایک سو **واذا دخل مسلم الیهم بامان جاز حمل المصحف معه اذا کانوا یوفون بالعهد** لان الظاهر
عدم تعرضهم هدایه اور جبکہ مسلم دار الحرب مین اُنسے امان لیکر جاوے تو مصحف کا ساتھ لیجانا جائز ہی بشرطیکہ وہ عہد کو پورا کرتے ہون اسواسطے کہ ظاہر وہ متعرض نہونگے
کذا فی الهدایه **ونهینا عن غدر وغلول وعن مثلة** بعد الظفر بهم اما قبله فلا باس بحر اور ہم ممنوع ہین عہد شکنی اور خیانت اور ناک اور کان کاٹنے سے اُنپر فتح پانے کے بعد اور
فتح پانے کے پہلے امور مذکورہ کے کرنے مین کچھ مضایقہ نہیں کذا فی الاختیار نقض عہد کی یہ صورت ہی کہ مثلاً ہم سے اور اُنسے عہد ہو گیا کہ آج کے دن نہ لڑینگے یہان تک کہ
اُنکو اطمینان ہوا تو اب اُسدن لڑنا جائز نہیں کہ عہد شکنی حرام ہی اور عین لڑائی کے وقت فریب کرنا اور دھوکا دینا جائز ہی اسطرح کہ بلا عہد ہم نے ایسی حرکت کی کہ
اُنکو معلوم ہوا کہ آج لڑائی نہوگی سو وہ مطمئن ہو گئے پھر ہم نے اُنپر حملہ کیا یا اہل اسلام کسی اور سمت چلے گئے اور کافر غافل ہو گئے پھر ناگہان رات کو اُنپر ٹوٹ پڑے اور
چھاپہ مارا اور علی ہذا القیاس داؤگھات کے بہت طریقے ہین فتح القدیر مین ہی کہ حالت قتال مین مبارز نے ہاتھ مارا اسو کافر کا کان کاٹا پھر ہاتھ مارا تو اُنکھ پھوڑ دی پھر
ہاتھ مارا تو ناک اور ہاتھ کاٹے تو یہ جائز ہی انتہی پس حالت قتال کی قید سے معلوم ہوا جب کافر کو گرفتار کر لیا تو اُسکو مثلہ کرنا یعنی ناک کان ہاتھ کاٹنا جائز نہیں اور اختیار
شرح مختار سے نکلتا ہی کہ اگر ہنوز جنگ قائم ہی تو جائز ہی **وعن قتل امراة وغیر مکلف وشیخ فان** لا صیاح ولا نسل له فلا یقتل الا اذا ارتد اور ہم ممنوع ہین
عورت اور غیر مکلف یعنی صغیر اور مجنون اور نہایت کہاپٹ بڑھے کے قتل کرنے سے جسکو نہ چیخنے کی طاقت ہی جنگ کے وقت اور نہ اولاد ہونے کی اُس سے
توقع ہی تو ایسا بڈھا نہ قتل کیا جاوے مگر جب کہ مرتد ہو جاوے ہم رازی نے شرح طحاوی مین کہا کہ شیخ فانی کامل العقل حالت ارتداد مین مقتول ہو اور جو بڈھا
خرف پریشان حواس ہی وہ مقتول نہوگا کہ مجنون مین داخل ہی **واعمی ومقعد وزمن** ومعتوه وراهب واهل کنائس لم یخالطوا الناس اور ہم ممنوع ہین کافر
اندھے اور لنگڑے اور دائم المرض خستہ حال اور بیہوش اور درویش نصرانی تارک الدنیا اور یہودیون کے عبادت خانہ والے لوگ جو آدمیون سے
نہین ملتے اُن سب کے قتل کرنے سے ہم اسواسطے کہ اہل اسلام کو اُنسے کچھ ضرر نہین اور یہی حال ہی ہندوستان کے اُن جوگیون کا جو گوشہ گیر اور گودڑ نشین
ہین **الا ان یکون احدهم ملکا او مقاتلا او ذا رای او مال فی الحرب** مگر جب کہ اشخاص مذکورین سے کوئی بادشاہ یا لڑتا ہوا لڑائی مین

مطلق ہے لیکن بالاجماع صلح بقید مصلحت مقید ہے تو اگر مصلحت نہو تو بالاتفاق جائز نہیں کذا فی الفتح ونبذ ای اعلمہم بنقض الصلح تحرزا عن الغدر المحرم لو خیرا
لفعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام باہل مکۃ اور ہم صلح کو پھینک دین یعنی صلح توڑنے کا اعلام اور اطلاع کر دین کافرون کو حرام عہد شکنی سے بچنے کے واسطے اگر صلح توڑنا اہل اسلام
کیواسطے بہتر ہو بدلیل فعل آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل مکہ سے م اعلام نقض صلح اسوقت ضرور ہے جب ہنوز صلح کی مدت باقی ہو اور اگر مدت گذر گئی تو صلح خود باطل
ہو گئی اعلام کی کچھ حاجت نہیں اور اگر مال لیکر صلح کی ہو اور ہنوز مدت باقی ہو تو اُسکے حساب سے مال پھیر دینا چاہیے اور اگر بسبب صلح کے بعضے کافر دار الاسلام مین آ گئے
ہون یا بسبب اطمینان صلح کے دار الحرب کے حصنون اور قلاع کو توڑ ڈالا ہو تا وقتیکہ کفار اپنے ملک مین نہ پہونچ لین یا اپنے مکانات مذکورہ کو نہ بنا لین جبتک اُنسے
لڑنا جائز نہیں کہ عہد شکنی ہے اور یہ جو اہل مکہ کا نقض صلح شارح نے ذکر کیا باتباع صاحب ہدایہ سو بیموقع ہے بلکہ لائق تھا کہ قول آیندہ یعنی درصورت خیانت کفار اُس سے
استدلال کرتا اسواسطے کہ فتح القدیر مین مذکور ہے کہ جمیع کتب سیر اور مغازی مین مصرح ہے کہ نقض صلح کا اعلام آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے نہین ہوا بلکہ اہل مکہ
نے قبل گذرنے مدت صلح کے عہد شکنی کی تو ناگہان لشکر اسلام نے مکہ فتح کر لیا کذا فی الطحطاوی **ونقاتلہم بلا نبذ مع خیانۃ ملکہم ولو بقتال ذی منعۃ باذنہ ولو بدون
اذنہ ینتقض فی حقہم فقط** اور ہم لڑین کافرون سے بلا اعلام نقض صلح کے ساتھ ظاہر ہونے اُنکے بادشاہ کی خیانت کے اگرچہ صاحب خیانت قوت کے قتال سے ہو گئی باجازت
بادشاہ اور اگر اُسکے بدون اذن کے بعضے کافرون نے قتل کیا ہو تو فقط اُنھین لوگون کے حق مین صلح ٹوٹیگی یعنی وہ مارے جاوینگے اور گرفتار لوگ لونڈی غلام ہونگے اور اگر مقاتلین
صاحب قوت اور شوکت نہونگے تو کسی کے حق مین نقض صلح نہین کذا فی الفتح **ونصالح المرتدین لو غلبوا علی بلدۃ وصارت دارہم دار حرب لو خیرا بلا مال** اور
ہم اہل اسلام صلح کرین مرتدون سے بلا اخذ مال جبکہ وہ غالب ہو جاوین کسی شہر پر اور انکا مکان دار الحرب ہو جاوے اگر اُنسے صلح کرنا خیر اور مصلحت ہو اور یہی حکم ہے مشرکین عرب
کا اور اہل ذمہ کا جبکہ وہ نقض عہد کرین کذا فی عالمگیری **والا یغلبوا علی بلدۃ لا** لان فیہ تقریر المرتدین علی الردۃ وذلک لا یجوز فتح اور اگر غالب نہوے ہون کسی شہر پر تو ہم صلح
نہ کرینگے اسواسطے کہ صلح کرنے مین مرتدون کو ارتداد پر قائم رکھنا ہے اور یہ جائز نہیں کذا فی الفتح **وان اخذ المال منہم لا یرد** لانہ غیر معصوم بخلاف اخذہ من بغاۃ فانہ
یرد بعد وضع الحرب اوزارہا فتح اور اگر صلح مین مرتدون سے مال لیا تو اُسکا پھیر دینا نہ چاہیے اسواسطے کہ وہ معصوم نہیں بخلاف باغیون سے مال لینے کے کہ وہ پھیر دیا جاویگا
بعد لڑائی ہو چکنے کے اسواسطے کہ اُنکا مال معصوم ہے کذا فی الفتح **وحرم منع** فی الزیلعی یحرم ان یبیع منہم ما فیہ تقویتہم علی الحرب کحدید وعبید وخیل اور ہم نہ بیچین اور زیلعی مین
ہے کہ حرام ہے ہمکو کافرون سے وہ چیز بیچنا جسمین اُنکو قوت حاصل ہو لڑائی پر چنانچہ لوہا اور غلام اور گھوڑے **ولا نحملہ الیہم ولو بعد صلح** لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہی
عن ذلک وامر **بالمیرۃ** وہی الطعام والقماش فیجاز استحسانا اور اُنکی تقویت کی چیز کو ہم لا کر نہ لیجاوین بطریق تجارت کے اہل حرب کی طرف اگرچہ بعد صلح کے یہ ہو
اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے یعنی سلاح کی بیع سے منع فرمایا کذا فی البیہقی وغیرہ عن عمران بن حصین اور حکم دیا میرہ کا یعنی طعام اور قماش کے
بیچنے کا تو یہ جائز ہے بطریق استحسان کہ ثمامہ رئیس یمامہ مسلمان ہوا اہل مکہ نے اس سے کہا کہ تو بیدین ہو گیا اُسنے کہا کہ مین بیدین نہیں ہوا مین اسلام لایا ہون اور
محمد کی مین نے تصدیق کی ہے اب تمکو ایکدانہ گیہون کا ملک یمامہ سے نہ پہونچیگا بدون حکم آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پھر کفار مکہ پر نہایت تنگی ہوئی اناج کی حضرت کی
خدمت مین التجا کی حضرت نے ثمامہ کو لکھا کہ اناج وہان جایا کرے کذا فی الفتح عن البیہقی **ولا نقتل من امنہ حر او حرۃ ولو فاسقا** او اعمی او فانیا او صبیا او عبدا
اذن لہما فی القتال اور نہ قتل کیا جاوے وہ کافر حربی جسکو کسی مسلمان آزاد مرد یا عورت نے امان دی اگرچہ امان دینے والا فاسق یا اندھا یا نہایت بڈھا یا وہ لڑکا یا غلام
ہو جن دونون کو لڑنے کی اجازت ہوئی ہو م ابو داؤد مین مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ المسلمون تتکافؤ دماؤہم ویسعی بذمتہم ادناہم یعنی مسلمانون کے
خون برابر ہین اور سعی کرتا ہے اُنکی ذمہ داری سے ادنی اُنکا یعنی اقل یعنی ایک مسلمان کذا فی الفتح امان یعنی پناہ عبارت ہے ازالہ خوف سے خواہ ایک کافر کو امان ہو یا
اہل شہر یا اہل قلعہ کو اور حکم امان ثبوت امن ہے کافر کے واسطے قتل سے اور گرفتاری سے اور اُسکا مال لوٹنے سے لیکن اگر اُنکے پاس مسلم یا ذمی قید ہوگا تو چھڑا
لیا جاویگا کذا فی التاتارخانیہ اور صفت امان یہ ہے کہ وہ عقد غیر لازم ہے اگر اُسکے توڑنے مین مصلحت ہو تو توڑنا جائز ہے کذا فی الدرر الملتقی **بای لغۃ کان**

الامان و انکانوا لا یعرفونہا بعد معرفۃ المسلمین ذلک بشرط سماعہم ذلک من المسلمین فلا امان لو کان بالبعد منہم امان صحیح ہو کسی بولی مین ہو اگرچہ کفار اس بولی کو نہ جانتے ہون بعد دریافت کرنے مسلمانون کے اس امان کو بشرط سماعت کفار کے اُنکو مسلمانون سے تو امان نہین اگر کفار کے دور ہونے مین ہوئی ہو م فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اگر کافرون نے مسلمانون کی امان دینے کی آواز نہین سُنی تو امان نہین انکا قتل اور گرفتاری جائز ہی اور اگر مسلمانون نے ایسے مکان سے پکارا کہ کافر سن سکین لیکن معلوم ہوا کہ اُنھون نے سونے کے سبب سے یا لڑائی کی جہت سے نہین سُنا تو یہ امان ہی اور سبکی سماعت شرط نہین بلکہ اکثر کی سماعت سب کے حق مین کافی ہی وصح بالصریح کامنت او لا باس علیکم اور امان صحیح ہی صریح لفظ سے مانند اس قول کے کہ مین نے امان دی یا تیر کچھ خوف او تنگی نہین اور اسی طرح تم نہ ڈرو یا مین نے تم سے صلح کی یا آؤ بات سُنو یا تیر خدا کا عہد ہی یا خدا کا ذمہ ہی کذا فی المنح و بالکنایۃ کتعال اذ ظنہ امانا اور امان صحیح ہی کنایہ سے چنانچہ یون کہنا کہ آ جبکہ کافر اسکو امان گمان کرے م عالمگیری مین ہی جب مسلم نے کافر سے کہا آ تا مین تجھکو قتل کرون سو کافر نے بلانا سُنا اور اُسکو سمجھا اور آخر کلام یعنی قتل کرنا نہ سنا یا سُنا لیکن اسکو نہ سمجھا تو یہ امان ہی اور اگر آخر کلام اُسنے سُنا اور سمجھا تو امان نہین اور اسی کے مانند ہی یون کہنا کہ اگر تجھکو لڑنے کا ارادہ ہی آ اگر تو مرد ہی یا آ تا تو دیکھے کہ مین تیرے ساتھ کیا کرتا ہون تو اسمین بھی یہی تفصیل مذکور ہو وبالاشارۃ بالاصبع الی السماء اور امان صحیح ہی آسمان کیطرف اُنگلی کے اشارہ کرنے سے م اشارہ آسمانی کا مطلب یہ ہی کہ مین نے تجھکو آسمان کے معبود کا ذمہ دیا کذا فی المنح خواہ اسطرح کی امان مسلمین او کفار مین رائج ہو یا نہو کذا فی العالمگیریۃ ولو نادی المشرک بالامان صح لو ممتنعا اور اگر مشرک نے امان پکاری تو صحیح ہی اگر وہ ممتنع ہو خواہ مسلمین نے اجابت کی ہو یا سکوت کیا ہو اور اگر مشرک ایسے مقام مین ہو کہ وہ ممتنع نہین اور حالانکہ وہ اپنی تلوار یا برچھی کو بڑھائے ہوئے ہی تو وہ مال غنیمت ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر وصح طلبہ لذراریہ لا لاہلہ اور صحیح ہی امان مانگنا کافر کا اپنی اولاد کیواسطے نہ اپنے اہل کیواسطے م حلبی نے کہا شارح یہان چوک گیا بحر الرائق کی عبارت مین بے تاملی کرنے سے وہ عبارت یہ ہی لو طلب الامان لاہلہ لایکون ہو منہا بخلاف ما اذا طلبہ لذراریہ فانہ یدخل تحت الامان انتہی یعنی اگر کافر نے اپنے اہل کیواسطے امان مانگی تو اُسکو خود امان نہوگی بخلاف اسکے جبکہ اپنی اولاد کیواسطے امان مانگے گا تو وہ بھی امان مین داخل ہو جاویگا یہ عبارت اس مدعا مین صریح ہی کہ امان کا طلب کرنا اپنے اہل اور اپنی اولاد کے واسطے صحیح ہی مگر پہلی صورت مین طالب امان مین داخل نہین اور دوسری صورت مین داخل ہی بخلاف شارح کی عبارت کے انتہی فی الواقع شارح علامہ سے بنا بر بشریت کے غلط فہمی ہو گئی کہ کتب معتمدہ اسکے مخالف ناطق ہین چنانچہ نہر الفائق کی یہ عبارت ہی وطلب الامان لاہلہ لایکون امنا بخلاف ذراریہ انتہی وبعد اعلم وعلمہ احکم ویدخل فی الاولاد اولاد الابناء لا اولاد البنات اور داخل ہی اولاد کی امان مین بیٹون کی اولاد یعنی پوتے نہ بیٹیون کی اولاد یعنی ناتی ولو غار علیہم عسکر آخر ثم بعد القسمۃ علموا بالامان فعلی القاتل الدیۃ وعلی الواطی المہر والولد مسلم تبعا لابیہ وترد النساء والاولاد الی اہلہا یعنی بعد ثلث حیض اور اگر ایک لشکر مسلمین نے کسی شہر کے کفار کو امان دی پھر دوسرے لشکر نے اُنپر غارتگری کی پھر غنیمت بٹ جانے کے بعد انکو امان دینے کا حال معلوم ہوا تو جسنے قتل کیا اسپر خون بہا ہی اور جسنے اُنکی عورتون سے صحبت کی اسپر مہر مثل لازم ہی اور جو اولاد پیدا ہوئی وہ مسلم ہی اپنے باپ کی تبعیت سے اور عورتین اور بال اُن لوگون کے پھیر دیے جاوین یعنی عورتین کسی معتمد کے پاس رکھی جاوین پھر بعد منقضی ہونے تین حیض کے پھیر دیجاوین کذا فی العالمگیریۃ **وینقض الامام الامان لو بقاؤہ شرا** و یباشرہ بلا مصلحۃ یؤدب او توڑ دے امام امان کو اگر اسکا باقی رہنا بُرا ہو اہل اسلام کے حق مین خواہ آپ امان دی ہو یا کسی مسلم نے اور بلا مصلحت امان کا دینے والا تعزیر دیا جاوے م اور نقض امان مین بھی آگاہ کر دینا کفار کو ضرور ہی کذا فی النقایۃ **وبطل امان ذمی** لا اذا امرہ مسلم شمنی اور ذمی کا امان دینا باطل ہی مگر جبکہ مسلم نے اسکو امان دینے کا امر کیا ہو تو صحیح ہی کذا فی الشمنی م زیلعی اور بحر اور نہر اور درر و عالمگیری مین ہی کہ امیر لشکر جب امر کرے ذمی کو تب امان صحیح ہی تو اطلاق شمنی کا مقید بمسلم امیر ہی تو ظاہرا غیر امیر کا امر کافی نہین **واسیر وتاجر وصبی وعبد محجورین عن القتال** وصح محمد امان العبد وفی الخانیۃ خدمۃ المسلم مولاہ الحربی امان لہ اور باطل ہی امان دینا مسلم محبوس اور سوداگر اور ایسے صغیر اور غلام کا جنکو قتال کی اجازت نہین اور صحیح جانا ہی محمد بن حسن نے غلام کا امان دینا اور خانیہ مین ہی کہ خدمت کرنا مسلم کا اپنے حربی مولی کی امان ہی اسکے واسطے **ومجنون وشخص اسلم ثمہ ولم یہاجر الینا** لانہم لایملکون القتال اور مجنون اور اُس شخص کی امان باطل ہی جو دار الحرب مین مسلمان ہوا اور اُسنے ہماری طرف ہجرت نہین کی اسواسطے کہ اشخاص مذکورین قتال کے مالک نہین م امان مخصوص ہی خوف کے محل مین تو جو شخص قتال نہین کر سکتا اُسکی امان بے موقع ہی ذمی کو اہل اسلام پر ولایت نہین جو اُسکی امان صحیح ہو اور مسلم اسیر اور مسلم تاجر جو دار الحرب مین وارد ہی اور جو شخص وہان اسلام لایا وہ خود کفار کی امان مین ہی تو اُسکا امان دینا بیمعنی ہی کذا فی المنح عن السراج

باب المغنم وقسمتہ

یہ باب ہے غنیمت اور اُسکے بانٹنے کے احکام میں قاموس میں ہے کہ مغنم اور غنیم اور غنیمت اور غنم بالضم عبارت ہے فی سے اور غنم بالضم اور غنم بالفتح اور غنم بفتحتین اور غنیمت عبارت ہے چیز کے پانے
بدون محنت کے کذا فی المنح فی المغرب الغنیمۃ ما نیل من الکفار عنوۃ والحرب قائمۃ فتخمس وباقیہا للغانمین والفئ ما نیل منہم بعد کخراج وہو لکافۃ المسلمین مغرب میں ہے کہ غنیمت وہ مال ہے جو کفار سے
حاصل ہو غلبہ اور قہر سے اور لڑائی ہنوز موجود ہو تو اسمیں سے خمس یعنی پانچواں حصہ نکالا جاویگا اور باقی حق غازیوں کا ہے اور فی وہ مال ہے جو کفار سے حاصل ہوا بعد لڑائی کے ختم ہوجانے اور دارالاسلام
ہو جانے کے جیسے زمین کا خراج اور وہ سب مسلمانوں کا حق ہے نہ فقط غازیوں کا کذا فی المنح اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ غنیمت اسکا نام ہے جو کافروں سے حاصل ہو غازیوں کی قوت اور کفار کے
مقہور اور مغلوب ہونے سے اور فی وہ ہے جو کفار سے بدون قتال کے حاصل ہو جیسے خراج زمین کا اور جزیہ غنیمت میں خمس ہے نہ فی میں اور جو کفار سے بطریق تحفہ یا سرقہ یا ہبہ پائے بھاگنے سے حاصل ہو
وہ غنیمت نہیں وہ فقط اخذ کی ملوک ہے **اذا فتح الامام بلدۃ صلحا جری علی موجبہ وکذا من بعدہ من الامراء وارضہا تبقی مملوکۃ لہم** جبکہ امام کسی شہر کو فتح کرے بطریق صلح کے نہ لڑائی کے تو
بموجب صلح کے عمل کیا کرے اور اسیطرح اسکے بعد کے حاکم وہی معمول جاری رکھیں اور زمین اُسکی کفار کی ملک میں باقی رہیگی ہم قہستانی نے کہا کہ صلح کا اعتبار خراجی یا عشری باندھنے ہے تو اگر وہان کا پانی
خراجی ہے تو خراج پر امام صلح کرے اور اگر عشری ہے تو عشر پر صلح کرے اور اس صلح کا تغیر جائز نہیں کہ بجائے نقض عہد ہے کذا فی الطحطاوی **ولو فتحہا عنوۃ** بالفتح ای قہرا **قسمہا بین الجیش**
ان شاء او اقر اہلہا علیہا بجزیۃ علی رؤسہم وخراج علی اراضیہم اور اگر امام نے بطور قہر اور غلبہ شہر کو فتح کیا تو اُسکو لشکر کے درمیان یعنی غازیوں کو بانٹ دے اگر وہ چاہے یا وہان کے لوگوں کو
برقرار رکھے اُنکی ذاتوں پر جزیہ باندھکر اور اُنکی زمینوں پر خراج یعنی محصول مقرر کرکے ہم اگر امام نے اراضی کو غازیوں میں تقسیم کیا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں کیا تو زمین غازیوں کی
مملوک ہو جاویگی اور اسپر عشر معین ہوگا نہ خراج اور اگر بعد فتح کے وہان کے کفار کو برقرار رکھا بطور احسان کے جیسا کہ امیر المومنین عمر فاروق نے ملک عراق میں کیا کہ اُنکے گھر اور اُنکی زمین کو
اُنھیں کے تصرف میں رکھا جزیہ اور خراج لیکر اور غازیوں میں زمین تقسیم نہیں کی تو کفار حر اصلی ذمی ہونگے اور زمین کے وہی مالک رہینگے کذا فی المنح اور کفار پر اُنکی رقاب اور اراضی کا احسان کرنا
بدون مال منقول کے مکروہ ہے بلکہ اتنا مال دینا چاہیے کہ خود کھاویں اور کھیتی کریں یہان تک کہ غلہ پیدا ہو اور کافروں کو چھوڑنا بدون زمین اور مال کے یا فقط مال منقول دینا جائز نہیں کہ
اہل اسلام سے پھر لڑنے کو تیار ہونگے امام مالک نے موطا میں اسلم سے روایت کی کہ میں نے عمر فاروق سے سنا فرماتے تھے کہ اگر پچھلے مسلمانوں کی محتاجی کا خیال نہوتا تو جس گانون کو مسلمان
فتح کرتے ہیں تو میں اُنھیں کے درمیان تقسیم کر دیتا حصہ حصہ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو حصہ حصہ تقسیم کر دیا اس روایت سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سب خیبر کو تقسیم کیا تھا لیکن
ابوداؤد میں بروایت صحیح ثابت ہے کہ خیبر کو نصفین تقسیم کیا نصف اپنی حاجات میں اور نصف مسلمین کے درمیان میں مسلمین میں اٹھارہ سہم تقسیم فرمائے یعنی ہر سہم میں سو مردوں کے حصے
داخل کیے کذا فی الفتح ملخصا والاول اولی عند حاجۃ الغانمین اور اول یعنی لشکر میں بانٹ دینا بہتر ہے غازیوں کی حاجتمندی کے وقت **واخرجہم منہا وانزل بہا قوما غیرہم ووضع علیہم**
الخراج والجزیۃ لو کانوا کفارا فلو مسلمین وضع علیہا العشر لا غیر یا کافروں کو دار الحرب سے نکالدے اور وہان اور قوم کو بساوے اور اُنپر خراج اور جزیہ مقرر کرے اگر وہ قوم کافر ہو اور اگر وہ مسلمان
ہوں تو اُنپر عشر مقرر کرے بحر اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر مسلمان کو وہان لاوے چاہے اُنپر عشر مقرر کرے چاہے خراج طحطاوی نے کہا عشر ہی مقرر کرنا لایق بقواعد فقہ ہے واللہ تعالی
اعلم **وقتل الاساری ان شاء ان لم یسلموا او استرقہم او ترکہم احرارا ذمۃ لنا الا مشرکی العرب والمرتدین لما سیجیٔ** اور قتل کرے قیدیوں کو اگر امام چاہے بشرطیکہ مسلمان نہوگئے ہوں
یا اُنکو لونڈی غلام بناوے یا اُنکو آزاد ذمی بناکر چھوڑدے سواے مشرکین عرب اور مرتدین کے کہ اُنکا ذمی ہونا جائز نہیں چنانچہ آگے مذکور ہوگا ہم قولہ ذمۃ لنا ای حفاظا وجبالنا
علیہم من الجزیۃ والخراج یعنی اہل ذمہ پر ہمارا حق واجب ہے از قسم جزیہ اور خراج کے اسواسطے کہ ذمہ بمعنی حق اور امان اور عہد ہے اور اہل ذمہ کو اہل ذمہ کہا اسواسطے کہ وہ مسلمین کے
عہد اور امان میں داخل ہیں **وحرم منہم** ای اطلاقہم مجانا **ولو بعد اسلامہم** ابن کمال لتعلق حق الغانمین وجوزہ الشافعی لقولہ تعالی فاما منا بعد واما فداء قلنا نسخ بقولہ تعالی
فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم شرح مجمع اور حرام ہے کافروں پر احسان کرنا یعنی اُنکو مفت چھوڑ دینا اگرچہ بعد گرفتاری اور اُنکے مسلمان ہونے کے اُنکو چھوڑدے
کذا ذکرہ ابن کمال بسبب متعلق ہو جانے غازیوں کے حق کے یعنی بعد فتح کے غازی کافروں کے مالک ہو گئے تو اب مفت چھوڑنا اُنکی حق تلفی ہے اور
امام شافعی نے اُنکا مفت چھوڑنا جائز رکھا ہے بدلیل اس آیت کے اما منا بعد واما فداء یعنی لڑائی کے بعد یا احسان کرو یا فدیہ لو یعنی کچھ مال لے کر

چھوڑ دو ہم اسکا جواب دیتے ہین کہ آیت مذکورہ منسوخ ہے اس آیت سے کہ اقتلوا المشرکین یعنی مشرکون کو قتل کرو جہان انکو پاؤ کذا فی شرح المجمع دلیل نسخ یہ ہے کہ من اور فدا سورہ محمد مین کور
ہے اور یہ سورہ مکہ مین نازل ہوئی اور آیت سیف یعنی اقتلوا المشرکین سورہ برأۃ مین نازل ہوئی اور یہ پچھلی سورۃ ہے جو مدینہ مین نازل ہوئی اور جنگ بدر مین جو فدیہ لیکر کافر انکو چھوڑ دیا صحابہ سے عتاب
ہوا تھا اگر کوئی کہے کہ ظاہر آیت سیف سے فقط قتل ثابت ہوتا ہے تو چاہیے کہ استرقاق اور ذمی کرنا بھی جائز نہو اسکا جواب یہ ہے کہ استرقاق وغیرہ مین نص بلا نسخ موجود ہے بخلاف من و فدا
کے واللہ اعلم **وحرم فداؤہم بعد تمام الحرب** اما قبلہ فیجوز بالمال لا بالاسیر المسلم درر وصدر الشریعۃ وقالا یجوز وہو اظہر الروایتین عن الامام شمنی و حرام ہے فدیہ لینا انسے بعد تمام ہونے لڑائی
کے اور قبل تمامی جنگ مال کا فدیہ لینا جائز ہے نہ قیدی مسلمان کا فدیہ کذا فی الدرر وشرح الوقایہ یعنی اگر مسلمان کافرون کے پاس گرفتار ہو تو کافر کو چھوڑنا اس مسلمان کے عوض قبل از جنگ
بھی امام کے نزدیک درست نہین اور صاحبین نے کہا کہ جائز ہے اور وہ یعنی جواز فدا اسیر مسلم ظاہر تر ہے امام کی دو روایتون سے کذا ذکرہ الشمنی یعنی امام سے جواز اور عدم جواز دونون مروی
ہین لیکن جواز ظاہر الروایۃ ہے اور صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا مذہب ہے اسواسطے کہ تخلیص مسلم کی بہتر ہے کافر کے قتل سے واتفقوا انہ لا یفادی بنساء وصبیان وخیل وسلاح الا لضرورۃ
ولا باسیر اسلم بمسلم اسیر الا اذا امن علی اسلامہ اور امام اور صاحبین اسپر متفق ہین کہ عورتون اور لڑکون اور گھوڑون اور ہتھیار کے عوض فدیہ نہ لیا جاوے مگر ضرورت کے وقت اور نہ اس قیدی کے
عوض جو مسلمان ہوگیا ہے مسلم اسیر لیا جاوے مگر اسوقت جائز ہے جب کہ اسیر مسلم کے کافر ہو جانے کا خوف نہو ہم لڑکون کا فدیہ اسواسطے جائز ہوا کہ وہ بالغ ہوکر مسلمانون
سے لڑینگے اور عورتون سے نسل پیدا ہوگی وعلی ہذا القیاس گھوڑے اور ہتھیار لڑائی کے عمدہ سامان ہین طحطاوی نے کہا شاید کہ منع محمول ہے دراہم اور دنیا کے لینے پر ورنہ کافر بالغ کے
عوض مسلمان کا لینا بقول صاحبین جائز ہے تو لڑکون مین کیونکر منع ہوگا واللہ اعلم **وحرم ردہم الی دارہم** ثابت فی نسخ الشرح تبعا للدرر دون المتن تبعا لابن کمال للعلم بہ من منع المن
بالاولی اور حرام ہے پھر بھیجنا کافرون کا دار الحرب مین شارح کہتا ہے یہ عبارت مصنف کی شرح کے نسخون مین ثابت ہے موافق درر کے نہ متن کے نسخون مین موافق ابن کمال کے اسواسطے کہ
دار الحرب کا پھیرنا تو منع احسان سے بطریق اولی معلوم ہے ہم برجندی نے کہا کہ پھیرنا یا بعوض ہے تو وہ فدا مین داخل ہے یا بغیر عوض ہے تو وہ من مین داخل ہے اور وجہ اولویت کی یہ ہے کہ
من عبارت ہے کافر کے چھوڑنے سے بلا اخذ شئ پھر جب یہ حرام ہوا تو رد کرنا بطریق اولی حرام ہوگا اسواسطے کہ اسمین من ہے زیادتی کے ساتھ یعنی دار الحرب مین پہونچا دینا **وحرم**
عقر دابۃ **شق نقلہا الی دارنا فتذبح وتحرق** بعدہ اذ لا یعذب بالنار الا ربہا اور حرام ہے کونچین کاٹنا اس جانور کا جسکا دار الاسلام مین لے آنا شاق ہے تو انکو ذبح کرڈالے
اور ذبح کے بعد جلادے اسواسطے کہ جاندار کو آگ سے جلانا جائز نہین سوا خدا تعالی کے **کما تحرق اسلحۃ وامتعۃ تعذر نقلہا وما لا یحرق منہا کحدید یدفن فی موضع خفی** کسرا وہم
وزاقا وانہم منعا یفیئۃ لہم جیسے جلائے جاتے ہین انکے ہتھیار اور اسباب جنکا نقل کرنا دار الاسلام کی طرف متعذر ہے اور جو چیز نہ جل سکے انمین سے چنانچہ لوہے کے ہتھیار
وغیرہ تو وہ گاڑ دیے جاوین پوشیدہ مکان مین اور انکے برتن توڑے جاوین اور انکے تیل ڈھلکائے جاوین انکی رنج رسانی اور دلسوزانی کے واسطے **وترک صبیان ونسائ**
منہم **شق اخراجہا بارض خربۃ حتی یموتوا جوعا** وعطشا للنہی عن قتلہم ولا وجہ الی ابقائہم اور انکے لڑکے اور عورتین جنکا نکالنا دار الحرب سے شاق ہے ویران زمین مین
چھوڑے جاوین تاکہ وہ بھوک اور پیاس سے مرجاوین بسبب منع ہونے انکے قتل کے اور دار الحرب مین انکے باقی رکھنے کی کوئی وجہ نہین یعنی اگر انکو باقی رکھے تو لڑکے جوان ہوکر
مسلمانون سے لڑینگے اور عورتون سے نسل پیدا ہوگی فتح القدیر مین محقق نے کہا کہ اسطرح سے مارنا تو قتل سے بھی سخت تر ہے تو بدون اضطرار شدید کے کیونکر جائز ہوگا
اضطرار یہ کہ انکے لانے کے واسطے باربرداری نہو وجد المسلمون حیۃ او عقربا فی رحالہم ثمہ ای فی دار الحرب **ینزعون ذنب العقرب وانیاب الحیۃ**
قطعا للضرر عنا بلا قتل ابقاء للنسل تتارخانیہ مسلمانون نے سانپ یا بچھو کو انکے مکانون مین وہان پایا یعنی دار الحرب مین تو بچھو کا ڈنک اور سانپ کے دانت
نکال ڈالین تا مسلمانون سے ضرر منقطع ہو انکو قتل نہ کرین تا انکی نسل باقی رہے کفار کے ضرر کے واسطے کذا فی التاتارخانیہ وفیہا ماتت نساء مسلمات ثمہ واہل الحرب
یجامعون الاموات تحرقن بالنار اور تاتارخانیہ مین ہے کہ مسلمان عورتین دار الحرب مین مرگئین اور اہل حرب کی عادت یہ ہو کہ مردون سے جماع کرتے ہون تو انکو آگ
سے جلادین ہم طحطاوی نے کہا ظاہر ایہ حکم اسوقت ہے جب مکان مخفی مین دفن نہو سکے اور مدت مدید دفن کو نہ گذر گئی ہو ورنہ جلانا جائز نہین **ولا تقسم غنیمۃ**
الا اذا قسم عن اجتہاد او لحاجۃ الغزاۃ فتصح او للابداع فتحمل اذ ظلم لکن للامام اور تقسیم نہ کیجاے غنیمت وہان یعنی دار الحرب مین مگر جبکہ امام نے قسمت کی

اجتہاد اور مصلحت سے یا بسبب حاجتمندی غازیون کے تو قسمت صحیح ہوگی یا قسمت کی غازیون کے پاس امانت رکھنے کے واسطے تو حلال ہے بشرطیکہ امام
کے پاس باربرداری نہو فان ابوا ہل یجبرہم باجر المثل روایتان فاذا تعذر فلو بحال لو قسمہا قدر کل علی حملہ قسم بینہم والا فہو مما شق نقلہ وسبق حکمہ پھر اگر غازی غنیمت
لانے کو نامین تو آیا پھر امام جبر کرے اجر مثل مقرر کرکے یا نہ جبر کرے اسمین دو روایتین ہین جواز جبر ایک روایت مین اور عدم جواز دوسری روایت مین پھر در صورت
عدم جبر امانت رکھنے کے واسطے قسمت کرنا متعذر ہو تو اگر یہ حال ہو کہ اگر بانٹ دے تو ہر شخص اپنے بوجھ کے اٹھالانے پر قادر ہو تو غنیمت کو غازیون مین بانٹ
دے اور اگر قادر نہو تو یہ وہ صورت ہے جسکا نقل کرنا شاق ہے اور اسکا حکم اول مذکور ہو چکا یعنی دواب کا ذبح کرنا اور جلانا اور عورتون کو اور لڑکون کو ویران زمین مین
چھوڑ دینا **ولم تبع الغنیمۃ قبلہا** لا للامام ولا لغیرہ یعنی للتمول ولو باع شیئا بطعام جاز جوہرہ اور ہم اہل اسلام نے ہمین غنیمت کو قبل قسمت کے نہ امام کو بیچنا جائز ہے اسلئے
غیر کو یعنی بیع قبل قسمت تمول اور ادخار کیواسطے جائز نہین لیکن اگر کسی چیز کو کھانے کیواسطے بیچے تو جائز ہے کذا فی الجوہرہ **ورد البیع لو وقع** دفعا للفساد فان لم یکن رد
ثمنہ للغنیمۃ خانیہ اور بیع کو مردود کرے اگر قبل قسمت واقع ہوئی ہو واسطے دور کرنے فساد کے اور اگر رد کرنا ممکن نہو تو اسکی قیمت غنیمت مین داخل کرے کذا فی الخانیہ
ومدد لحقہم ثمۃ کمقاتل لا سوقی وحربی ومرتد اسلم ثمۃ **بلا قتال** فان قاتلوا شارکوہم اور جو مدد اور کمک غازیون سے ملی دار الحرب مین جاکر تو وہ غازی کے برابر ہے استحقاق
غنیمت مین نہ مرد بازاری اور حربی اور جو مرتد کہ وہان مسلمان ہوا بدون قتال کے اور اگر بازاری وغیرہ کافرون سے لڑائی کرینگے تو وہ بھی غازیون کے شریک ہونگے غنیمت مین ہم
بازاری کو حصہ بدون قتال کے ہو اسلئے نہین کہ اسکا وہان جانا قتال کی نیت سے نہین بحر الرائق مین کہا تو اسمین اشارہ ہے کہ اگر عورت دار الحرب مین جاوے اپنے زوج کی
خدمت کیواسطے یا غلام جاوے اپنے میان کی خدمت کے واسطے اور قتال نہ کرے تو اسکے واسطے کچھ نہین کذا فی الاختیار اور فتح القدیر مین ہے کہ اسی طرح گھوڑے کے سائیس کا
کچھ حصہ نہین **ولا من مات ثمۃ قبل قسمۃ او بیع ولو مات بعد احدہما ثمۃ او بعد الاحراز بدارنا یورث نصیبہ** لتاکد ملکہ تتارخانیہ اور اس غازی کا حصہ نہین جو دار الحرب
مین مرگیا غنیمت کے قسمت یا بیع ہونے سے پہلے اور اگر وہ مرگیا قسمت یا بیع کے بعد وہان یا بعد آنے غنیمت کے دار الاسلام مین تو اسکے حصہ مین ارث جاری ہوگا یعنی
اسکے وارث بقدر وراثت کے پاوینگے بسبب متاکد ہوجانے اسکی ملکیت کے کذا فی التاتارخانیہ وفیہا ادعی رجل شہود الوقعۃ وبرہن وقد قسمت لم تنقض ویعطی بقدر حصتہ من
بیت المال اور تاتارخانیہ مین ہے کہ دعوی کیا ایک مرد نے لڑائی مین حاضر ہونے کا اور اسکو گواہون سے ثابت کیا اور حالانکہ غنیمت کی تقسیم ہوچکی تو قسمت شکستہ نہوگی لیکن اسکو حصہ
کے اور بقدر اسکے حصے کے بیت المال سے اسکو عوض دیا جاویگا وما فی البحر من قیاس الوقف علی الغنیمۃ رد فی النہر وحررنا فی الوقف اور بحر الرائق مین جو وقف کا قیاس کیا
ہے غنیمت پر تو اسکو رد کیا ہے نہر الفائق مین اور اسکو ہمنے اسی کتاب کی کتاب الوقف مین تحریر کیا ہے صاحب بحر نے کہا کہ اگر مستحق وقف مرگیا بعد غلہ پیدا ہونے اور احراز
ناظر کے قبل از قسمت تو اسکے حصے مین وراثت ہوگی جیسے غنیمت بعد الاحراز مین وراثت ہوتی ہے صاحب نہر نے کہا درر اور غرر مین صاحب محیط کے فوائد سے منقول ہے کہ اگر امام اور
موذن کا حصہ ہے وقف مین سو بدون قبضہ مرگیا تو حصہ ساقط ہوگیا اسواسطے کہ یہ بحکم صلہ اور عطا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ بحکم اجرت ہے تو
اس سے معلوم ہوا کہ وقف کا قیاس غنیمت پر غیر صحیح ہے انتہی ملخصا **ولہم** ای للغانمین لا لغیرہم **الانتفاع فیہا** ای فی دار الحرب **بعلف وطعام وحطب وسلاح**
ودہن بلا قسمۃ اطلق الاکل تبعا للکنز وقید فی الوقایۃ السلاح بالحاجۃ وہو الحق وقید الکل فی الظہیریۃ بعدم نہی الامام عن اکلہ فان نہی لم یبح فینبغی تقیید المتون بہ
اور فقط غازیون کو نہ غیر کو جائز ہے منتفع ہونا اسمین یعنی دار الحرب مین جانورون کے چارے اور طعام اور لکڑی اور ہتھیار اور تیل سے بدون قسمت کے مصنف نے
ان چیزون کے انتفاع کو مطلق رکھا باتباع کنز اور وقایہ مین ہتھیار کے انتفاع کو مقید بحاجت کیا اور یہی حق ہے اور سب اشیاء مذکورہ کو ظہیریہ مین مقید کیا
ساتھ نہ منع کردینے امام کے اسکے کھانے سے اکل سے مراد تناول اور استعمال ہے تا سب چیزون کے مناسب ہو تو اگر امام اشیاء مذکورہ کے انتفاع سے منع
کردے تو مباح نہین تو لائق ہے تقیید متون کی عدم نہی کی قید سے ہم حلبی نے بحر الرائق سے نقل کیا لائق یون ہے کہ نہی امام کو بعدم حاجت مقید کیجیے اسواسطے
کہ جب غازیون کو کھانے اور شرب کی حاجت ہوگی تو اسکے منع کرنے پر عمل نہوگا **وبلا بیع ولا تمول** فلو باعہ رد ثمنہ فان قسمت تصدق بہ لو غنیا وفقیر

اور غازیون کو انتفاع جائز ہی بدون بیع اور ٹم مول کے تو اگر قبل قسمت کے کسی چیز کو غازی نے بیچا ہو تو اُسکی قیمت کو غنیمت مین پھیر دے پھر اگر غنیمت
کی قسمت ہو گئی ہو اور اُسکے بعد بیع واقع ہوئی ہو تو اُسکی قیمت کو خیرات کرے اگر وہ غنی ہو اور اگر محتاج ہو تو خود کھا دے کذا فی المنح عن البحر من وجد مالا یملکہ
اہل الحرب کصید وعسل فہو مشترک فیتوقف بیعہ علی اجازۃ الامیر فان ہلک او الثمن انفع اجازہ والا ردہ للغنیمۃ بحر اور جو دار الحرب مین اُس چیز کو پاوے جسکے کفار مالک نہین
جنانچہ شکار اور شہد تو وہ مشترک ہی سب غازیون مین تو اُسکی بیع موقوف رہیگی امیر کی اجازت پر پھر اگر بلا اجازت بیع ہوئی اور مبیع ہلاک ہو گئی یا اُسکی قیمت نافع تر ہی تو امیر
بیع کو جائز رکھے اور اگر مبیع قائم ہو یا قیمت انفع نہو تو مبیع کو غنیمت مین پھر داخل کرے یعنی بیع کو فسخ کرے کذا فی البحر وبعد الخروج منہا لا الا برضاہم اور بعد نکلنے کے دار الحرب سے
اشیاء مذکورہ سے فائدہ لینا جائز نہین مگر سب غازیونکی رضامندی سے من اسلم منہم قبل اسرہ عصم نفسہ وطفلہ وکل مال معہ فان کانوا اخذوا اخر نفسہ فقط اور کافرون سے جو شخص کہ
مسلمان ہو گیا اپنے گرفتار ہونے سے پہلے تو اُسنے اپنی جان اور اپنے اطفال صغیر اور اپنے ساتھ والے مال کو بچایا سو اگر غازیون نے اطفال اور مال کو لے لیا ہو اُسکے مسلمان ہونے
سے پہلے تو فقط اُسکی ذات اسلام سے محفوظ رہیگی او اودعہ معصوما ولو ذمیا فلو عند حربی ففیٔ یا وہ مال محفوظ رہیگا جسکو امانت سونپا شخص محفوظ الدم کے پاس اگرچہ امانتدار ذمی ہو
اور جو امانت دار کافر حربی ہو تو وہ مال غنیمت ہی کما لو اسلم ثم خرج الینا ثم ظہرنا علی الدار فمالہ ثمہ فیٔ سوی طفلہ لتبعیتہ جنانچہ اگر کافر دار الحرب مین مسلمان ہوا پھر دار الاسلام کو نکل
آیا پھر مسلمان غالب ہوئے دار الحرب پر تو اُسکا مال وہان غنیمت ہی سوا اسکے طفل صغیر کے بسبب اُسکے تابع ہونے کے اسلام پدر کے لا ولدہ الکبیر وزوجتہ وحملہا وعقارہ
وعبدہ المقاتل وامتہ المقاتلۃ وحملہا لانہ جزء الام اور جو کافر قبل گرفتاری کے دار الحرب مین مسلمان ہوا تو اُسکا بالغ بیٹا اور اُسکی زوجہ اور اُسکا حمل اور اُسکی زمین اور اُسکا
لڑنے والا غلام اور اُسکی لڑنے والی عورت اور اُسکا حمل محفوظ نہ رہیگا اسواسطے کہ حمل ماں کا تابع ہی تو اگر اُسکا غلام یا لونڈی قتال نکرینگے تو اُسکے مال محفوظ مین داخل رہینگے
حربی دخل دارنا بغیر امان فاخذہ احدنا فہو وما معہ فیٔ لکل المسلمین سواء اخذ قبل الاسلام او بعدہ وقالا الاخذ خاصۃ وفی الخمس روایتان قنیہ کافر حربی بدون امان
کے دار الاسلام مین داخل ہوا پھر کسی مسلمان نے اُسکو گرفتار کر لیا تو وہ اور اُسکے ساتھ کا مال غنیمت ہی سب مسلمانون کے واسطے خواہ گرفتار ہوا قبل اسلام کے یا بعد اُسکے
اور صاحبین نے کہا کہ وہ گرفتار کرنے والے کی غنیمت ہی خاص کر اور وجوب خمس مین دو روایتین ہین امام اور محمد کے نزدیک کذا فی المنح عن القنیہ وفیہا استاجرہ لخدمتہ فغزا
فغزا بفرس المستاجر وسلاحہ فسہمہ بینہما الا اذا اشترط فی العقد انہ للمستاجر اور قنیہ مین ہی کہ نوکر رکھا ایک شخص کو اپنے سفر کی خدمت کیواسطے سو نوکر نے جہاد کیا مستاجر کے
گھوڑے اور ہتھیار سے تو اُسکا حصہ غنیمت کا دونون کے درمیان منقسم ہوگا مگر اسوقت منقسم نہوگا جب عقد مین شرط ہو گئی ہو کہ غنیمت کا حصہ مستاجر کیواسطے مخصوص ہی

فصل فی کیفیۃ القسمۃ

یہ فصل ہی کیفیت قسمت غازیون مین کیونکہ قسمت ہو قسمت عبارت ہی نصیب شائع کو محل معین مین کر دینے سے کذا فی المنح المعتبر فی الاستحقاق لسہم فارس وراجل وقت المجاوزۃ ای
الانفصال من دارنا وعند الشافعی وقت القتال معتبر مستحق ہونے سوار اور پیدل کے حصے مین مجاوزت کا وقت ہی یعنی دار الاسلام سے جدا ہونے کے وقت اگر سوار تھا تو سوار کا حصہ پاویگا
اور اگر پیدل تھا تو پیدل کا حصہ پاویگا اور امام شافعی کے نزدیک لڑائی کا وقت معتبر ہی بحر الرائق مین تاتارخانیہ سے منقول ہی کہ امام کو لائق ہی کہ جب دخول دار الحرب
کا ارادہ کرے تو لشکر کو ملاحظہ کرے اور سوار اور پیدل کا شمار کرے اور اُنکے نام لکھے سو جسکا نام سوارون مین لکھا پھر اُسکا گھوڑا مر گیا بعد کوچ کے تو وہ سوار کے
سہم کا مستحق ہوگا اور اگر بیع کرے گا تو مستحق نہوگا کذا فی المنح فلو دخل دار الحرب فارسا فنفق ای مات فرسہ استحق سہمین ومن دخل راجلا فشری
فرسا استحق سہما تو اگر غازی دار الحرب مین سوار داخل ہوا پھر اُسکا گھوڑا مر گیا تو دو حصے کا مستحق ہوگا اور جو وہان پیدل گیا پھر اُسنے وہان گھوڑا مول لیا تو ایک ہی
حصے کا مستحق ہوگا باعتبار وقت انفصال کے ہم امام اعظم اور زفر کے نزدیک سوار کے دو حصے اور پیدل کا ایک حصہ اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ اور اکثر اہل علم کے نزدیک سوار
کے تین حصے اور پیدل کا ایک حصہ صاحبین وغیرہما کی دلیل وہ حدیث ہی جو صحاح ستہ مین سوائے نسائی کے عبد اللہ بن عمر کی روایت سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے گھوڑے کے دو حصہ مقرر فرمائے اور اُسکے صاحب یعنی سوار کا ایک حصہ اور امام اعظم کی طرف سے یہ جواب ہی کہ معارض اُسکی وہ حدیث ہی جو ابن ابی شیبہ کے

یعنی جس صورت مین کہ اولاد وغیرہ صغیرہ ہون اور اگر صغیرہ نہون بلکہ بالغ ہون تو بعض دفعہ وہ اگر گرفتار کر لئے جاویں ہونگے اطفال وغیرہ اگر گرفتار ہو چکے ہون ۱۲

مصنف مین ابن عمر سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار کیواسطے دو حصے مقرر فرمائے اور پیدل کیواسطے ایک حصہ علاوہ اسکے بہت احادیث سے دو سہم
سوار کے ثابت ہین جنکی تفصیل فتح القدیر مین موجود ہی پھر جب سوار کے تین سہم اور دو سہم مین معارضہ ہوا تو امام اعظم نے دو سہم کو وجوب پر محمول کیا اور تین سہم کی روایت کو تنفیل
یعنی انعام پر محمول کیا اسواسطے کہ جمع بین الروایات اولی ہی ایک کے ابطال سے اگرچہ کوئی اقوی ہو اور کوئی قوی اور یون کہنا کہ بخاری کی حدیث اصح ہی غیر بخاری کی حدیث
سے اگرچہ راوی اُسکے ثقات ہون یا وہ راوی ہون جن سے بخاری نے روایت کی ہی سو دعوی بے دلیل ہی اسکو ہم نہین مانتے کذا فی الفتح **ولا یسہم لغیر فرس واحد صحیح کبیر صالح
للقتال** فلو مریضا ان صح قبل الغنیمۃ استحقہ استحسانا الا لو مہرا فکبر تتارخانیۃ اور حصہ نہ دیا جاویگا سوا ایک گھوڑے کے جو تندرست جوان لڑائی کے لائق ہی تو اگر گھوڑا بیمار ہو اور تندرست
ہو جاوے قبل غنیمت ملنے کے تو وہ اپنے سہم کا مستحق ہوگا بنابر استحسان کے اور اگر بچھیرا ہو اور دار الحرب کے طول جنگ و اقامت سے جوان ہو جاوے تو گھوڑے کا حصہ نہ پاویگا
وکان الفرق حصول الارہاب وہو بکبیر مریض لا بالمہر اور گویا کہ فرق دونون صورتون مذکورہ مین حصول تخویف ہی جوان بیمار گھوڑے سے نہ بچھیرے سے **ولو غصب فرسہ قبل دخولہ او رکبہ آخر
او نفر او دخل راجلا ثم اخذہ فلہ سہمان** اور اگر غازی کا گھوڑا غصب ہوگیا یا دوسرا شخص اسپر سوار ہوگیا یا گھوڑا بھاگ گیا اور مالک اسکا پیدل داخل ہوا دار الحرب مین پھر اسنے
اپنے گھوڑے کو پایا تو اسکو دو حصے ملینگے سب صورتون مین **لا لو باعہ او بعد تمام القتال فانہ یسقط فی الاصح** لانہ ظہر ان قصدہ التجارۃ فتح واقرہ المصنف لکن نقل فی الشرنبلالیۃ
عن الجوہرۃ والتبیین ما یخالفہ وفی القہستانی لو باعہ فی وقت القتال فراجل علی الاصح وبعد القتال فارس بالاتفاق انتہی فتنبہ وتحفظ ہذہ القیود خوف الخطار فی الافتاء
والقضاء دو حصے نہ پاویگا اگر اُسنے گھوڑے کو بیچ ڈالا اگرچہ اُسنے لڑائی ہو جانے کے بعد بیع کی ہو تو البتہ اُسکا حصہ ساقط ہو جائیگا قول اصح مین اسواسطے کہ بیع
سے ظاہر ہو گیا کہ اُسکی نیت سوداگری کی تھی نہ جہاد کی کذا فی الفتح اور مصنف نے بھی اس قول کو ثابت رکھا ہی لیکن شرنبلالیہ مین جوہرہ اور تبیین سے اسکے
مخالف منقول ہی اور قہستانی مین ہی کہ اگر غازی نے گھوڑا بیچا لڑائی کے وقت تو وہ پیادہ ہی بنابر قول اصح کے اور لڑائی کے بعد بیع کرنے سے وہ سوار ہی بالاتفاق
انتہی تو خبردار رہنا اور ان قیود کو یاد رکھنا چاہیے بخوف خطا کاری افتا و قضا مین م مصنف نے اپنی شرح مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ اگر گھوڑا بیچا لڑائی کے بعد تو اُسکا حصہ
ساقط نہین ہوتا بعض کے نزدیک اور صحیح یہ ہی کہ ساقط ہوتا ہی اسواسطے کہ ظاہر ہو گیا کہ اُسکا قصد تجارت کا تھا انتہی ما فی المنح حلبی نے کہا کہ یہ نقل فتح القدیر سے
غلط ہی فتح القدیر کی عبارت یہ ہی ولو باعہ بعد الفراغ من القتال لا یسقط سہم الفارس بالاتفاق وکذا اذا باعہ حال القتال لا یسقط عند البعض قال المصنف والاصح انہ
یسقط لانہ ظہر ان قصدہ التجارۃ انتہی اور یہی مطلب ہی تبیین و جوہرہ اور قہستانی کا تو شارح کا استدراک کرنا اور خبرداری اور حفظ کا امر کرنا بامعنی ہی انتہی قول الحلبی طحطاوی
نے کہا کہ شارح کا استدراک حق ہی کہ اُسنے اس استدراک سے اُس خطا پر آگاہ کر دیا جو مصنف سے واقع ہوئی اور خبردار اسواسطے کر دیا کہ یہ مقام پوشیدگی سے خالی
نہین اور یاد رکھنے کا امر جمیع قیود کی طرف راجع ہی واللہ اعلم **ولا یسہم لعبد وصبی وامراۃ وذمی ومجنون** ومعتوہ **ومکاتب ورضخ لہم قبل اخراج الخمس
عندنا اذا باشر والقتال او کانت المراۃ تقوم بمصالح المرضی او تداوی الجرحی او دل الذمی علی الطریق** اور غنیمت سے حصہ نہ دیا جاوے غلام اور
صغیر اور عورت اور ذمی اور مجنون اور بیہوش اور مکاتب کو اور انکو کچھ تھوڑا سا دیا جاوے قبل نکالنے خمس کے ہمارے نزدیک جبکہ وہ لوگ لڑائی لڑین یا عورت
بیمارون کی خدمت گذاری کرے یا زخمیون کا علاج کرے یا کافر ذمی راہ بتاوے ومفادہ جواز الاستعانۃ بالکافر عند الحاجۃ وقد استعان علیہ الصلوۃ والسلام بالیہود
علی الیہود ورضخ لہم اور دلالت ذمی سے مستفاد ہوا امداد چاہنا کافر سے حاجت کے وقت اور البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدد چاہی تھی یہودیون
سے یہودیون پر اور اُنکو کچھ عطا کیا تھا امام واقدی نے روایت کی محیصہ سے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ کے دس یہودی لے گئے تھے اہل خیبر
سے لڑنے کے واسطے اور جنگ حنین مین صفوان بن امیہ سے استعانت کی تھی اور وہ جب مشرک تھا کذا فی الفتح **ولا یبلغ بہ السہم الا فی الذمی
اذا دل فیزاد علی السہم** لانہ کالاجرۃ اور نہ پہونچے انکی عطا بقدر سہم کے یعنی غازی کے حصے کے برابر نہ دینا چاہیے مگر ذمی مین جب کہ وہ
راہ بتاوے تو سہم پر زیادہ کیجاوے اسواسطے کہ عطا بعوض دلالت اجرت کے مانند ہی تو دینا چاہیے جس قدر رکہ

لہ اگر بیچا اسکو بعد لڑائی سے فارغ ہونے کے تو نہین ساقط ہوگا حصہ سوار کا بالاتفاق اور اسی طرح جبکہ اسکو بیچا ہو وقت لڑائی کے نہین ساقط ہوگا بعض کے نزدیک مصنف نے کہا کہ اصح یہ ہی کہ ساقط ہوگا اسلیے کہ ظاہر ہوا کہ اُسکا قصد تجارت ہی ۱۲

کہ ہو و البراذین خیل العجم و العتاق بکسر العین جمع عتیق کرام خیل العرب و الہجین الذی ابوہ عربی و امہ عجمیۃ و المقرف عکسہ قاموس ہو ا اور براذین جمع برذون یعنی عجمی گھوڑے اور عتاق بکسر عین جمع عتیق یعنی عمدہ گھوڑے عرب کے اور ہجین وہ گھوڑا جسکا باپ عربی ہو اور ماں عجمی اور مقرف بالعکس اسکے یعنی جسکا باپ عجمی ہو اور ماں اُسکی عربی کذا فی القاموس یہ گھوڑے سب برابر ہین سوار کا حصہ پانے مین ہم بعضے علما کے نزدیک حصہ گھوڑے کا فقط عربی گھوڑے مین منحصر ہی مصنف اور شارح نے اُسکا رد کر دیا کہ گھوڑون کا تفرقہ کرنا بے دلیل ہی اسواسطے کہ رعب مضاف ہی جنس خیل کی طرف قال اللہ تعالی و من رباط الخیل اور خیل سب گھوڑون کو کہتے ہین اور اسواسطے کہ اگرچہ عربی گھوڑا طلب اور ہرب مین قوی تر ہی لیکن عجمی گھوڑا جفاکش اور باگ موڑنے مین نرم تر ہی تو ہر ایک مین جدی جدی منفعت ہی لا یسہم الراحلۃ و البغل و الحمار لعدم الارہاب حصہ نہ دیا جاویگا اونٹ اور خچر اور گدھے کا بسبب عدم رعب اندازی کے یعنی یہ جانور جہاد کے لائق نہین اور سہمین نص بھی وارد نہین باوجودیکہ صدر اسلام مین اونٹ اور گدھے اور خچر جہاد مین بکثرت ہوتے تھے لیکن کسی کا حصہ منقول نہین و الخمس الباقی یقسم اثلاثا عندنا للیتیم و المسکین و ابن السبیل اور غنیمت کا باقی خمس یعنی پانچوان حصہ ہمارے نزدیک تین تہاؤ بانٹا جاتا ہی یتیم اور مسکین اور مسافر کو ہم یتیم وہ نابالغ ہی جسکا باپ مرگیا اور بعد بالغ ہونے کے اُسکو یتیم نہین کہتے و جاز صرفہ لصنف واحد فتح اور جائز ہی صرف کرنا خمس کا ایک ہی قسم مین کذا فی الفتح تو اقسام ثلثہ کا ذکر کرنا واسطے بیان مصارف کے ہی یعنی خمس یتیم اور مسکین اور مسافر کا حق ہی خواہ تینون کو دے خواہ ایک قسم کو و فی المنیۃ لو صرفہ للغانمین لحاجتہم جاز و قد حققتہ فی شرح الملتقی اور منیہ مین ہی کہ اگر خمس کو غازیون پر صرف کرے بسبب اُنکی حاجتمندی کے تو جائز ہی اور البتہ مین نے اُسکو محقق بیان کیا ہی شرح ملتقی مین ہم شرح ملتقی کا یہ مضمون ہی کہ غنیمت کا خمس باقی مثل معدن اور رکاز کے محتاج یتیم اور مسکین اور مسافر کا حق ہی تو ہمارے نزدیک یہ تینون مال تین تین حصے کرکے اقسام ثلثہ پر قسمت کیے جاوین اُنکے سوا اور کسی کا دینا جائز نہین اقسام ثلثہ مین سب کو دے یا بعض کو بشرطیکہ غنی نہون محتاج ہون و قدم فقراء ذوی القربی من بنی ہاشم منہم ای من الاصناف الثلثۃ علیہم لجواز الصدقات لغیرہم لا لہم اور خمس دینے مین محتاج قرابتدار بنی ہاشم جو منجملہ اصناف ثلثہ ہین مقدم کیے جاوین یتیم اور مسکین اور مسافر پر بسبب جائز ہونے صدقات کے غیر بنی ہاشم کیواسطے نہ بنی ہاشم کیواسطے ہم یعنی بنی ہاشم کا یتیم اور یتیم غیر پر مقدم ہی اور بنی ہاشم کا مسکین اور مسکین غیر اور اُنکا مسافر اور مسافر غیر نہر الفائق مین کہا کہ ذوی القربی سے مراد بنی ہاشم اور بنی مطلب ہین فقط اور اُنکا استحقاق فقط قرابت سے نہین بلکہ نصرت کے سبب سے بھی یعنی آنحضرت علیہ الصلوۃ و السلام کے ساتھ ہمکلامی کی موالست اور مصاحبت کی نصرت نہ قتال کی نصرت اور ایسی نصرت بنی ہاشم اور بنی مطلب کے سوا مفقود ہی لہذا اُنکی عورتون کو بھی حصہ ملتا تھا پھر یہ حصہ حضرت کی موت سے ساقط ہوگیا بسبب نہ باقی رہنے علت کے یعنی نصرت مذکورہ کے تو اب بنی ہاشم اور بنی مطلب خمس کے مستحق ہونگے بسبب محتاجی کے و لا حق لاغنیائہم عندنا اور خمس مین کچھ حق نہین بنی ہاشم کے مالدارون کا ہمارے نزدیک ہم اسواسطے کہ خلفاء راشدین نے خمس کو اسی طرح اصناف ثلثہ پر تقسیم کیا اور ذوی القربی کو کچھ نہین دیا اور آنحضرت علیہ الصلوۃ و السلام نے فرمایا کہ اے گروہ بنی ہاشم حق تعالی نے تمہارے واسطے لوگون کا غسالہ اور اُنکا میل یعنی زکوۃ کو مکروہ رکھا اور اُسکے عوض مین خمس کا خمس تمکو دیا تو معلوم ہوا کہ خمس الخمس عوض ہی زکوۃ کا اور زکوۃ کا مستحق نہین مگر محتاج تو اسی طرح خمس کا مستحق نہین مگر محتاج اور آنحضرت علیہ الصلوۃ و السلام نے جو اُنکو خمس دیا تھا تو بسبب نصرت ہمکلامی اور مصاحبت کے دیا تھا اور خلفاء راشدین نے جو اُنکو نہ دیا تو اسواسطے کہ ذوی القربی بیان ہی مصرف کا نہ استحقاق کا اور ہمارے نزدیک اقتصار کرنا صنف واحد پر جائز ہی یا اُنکو غنی جانکر نہ دیا معلوم کرنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف تھے اور عبد مناف کے چار بیٹے تھے ہاشم اور عبد شمس اور مطلب اور نوفل چنانچہ عثمان بن عفان عبد شمس کی اولاد مین ہین اور جبیر بن مطعم نوفل کی اولاد مین جبکہ کفار قریش نے آپس مین عہد کیا کہ بنی ہاشم کے پاس نہ بیٹھین اور اُنسے کلام نہ کرین تا وقتیکہ وہ حضرت کو نہ دین قتل کرنے کے واسطے تو بنی ہاشم نے بھی عہد کیا کہ ہم آنحضرت کے مددگار رہینگے سو نوفل کی اولاد اور عبد شمس کی اولاد قریش کے شریک ہوئی اور بنی ہاشم حضرت کے شریک ہوے یہانتک کہ تین برس تک پہاڑ کی گھاٹی مین حضرت کے ساتھ قید رہے کمال مشقت اور تکلیف کے ساتھ چنانچہ کتب سیر مین یہ قصہ مفصل موجود ہی سنن ابو داؤد مین جبیر بن مطعم سے مروی ہی کہ جب آنحضرت علیہ الصلوۃ و السلام نے فتح خیبر کے بعد ذوی القربی کا حصہ فقط بنی ہاشم اور بنی مطلب کو دیا اور بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو نہ دیا تو مین اور عثمان بن عفان حضرت کے پاس آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ بنی ہاشم کی

فضیلت کے ہم شکر نہیں ہو اسلئے کہ حق تعالی نے آپ کو بنی ہاشم مین پیدا کیا سو کیا وجہ ہو کہ ہمارے بھائیون بنی مطلب کو آپنے دیا اور ہمکو چھوڑا اور قرابت ہماری اور اُنکی آپکے
ساتھ ایک ہی طرح ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اور بنی مطلب جدا نہوے کفر مین اور نہ اسلام مین اور ہم اور وہ تو شی واحد ہین اور اپنی انگلیون کو آپ نے قینچی کیا
اُسمین حضرت نے اشارہ کیا اُنکی نصرت کا یعنی موانست اور موافقت کی نصرت جاہلیت مین جب کفار قریش نے مہاجرت کا عہد کیا تھا اسواسطے کہ اُسوقت نصرت قتال کی
نہ تھی کذا فی المنح والنہر والطحطاوی اور امام شافعی اور احمد کا یہ مذہب ہو کہ خمس الخمس مین غنی اور فقیر ذوی القربی کے برابر ہین اور امام مالک کے نزدیک امام مختار ہو چاہے
اُنکو دے چاہے نہ دے چاہے سب کو دے چاہے بعض کو چاہے غیر ذوی القربی کو دے اور دلائل مفصلہ اس مسئلہ کے کتب مبسوطہ مانند عینی ہدایہ اور فتح القدیر مین مفصل ہین وما نقلہ
المصنف عن البحران ما فی الحاوی یفید ترجیح الصرف لاغنیائہم نظر فیہ فی النہر اور جو مصنف نے بحر الرائق سے یہ نقل کیا ہو کہ البتہ جو قول کہ حاوی قدسی مین ہو وہ مفید ہو ترجیح صرف کا اغنیائے
ذوی القربی کیواسطے اسمین اعتراض کیا ہو نہر الفائق مین ہم حاوی قدسی مین ابو یوسف سے مروی ہو کہ خمس صرف کیا جاوے ذوی القربی اور یتامی اور مساکین اور ابناء سبیل
مین اور اسی قول کو ہم لیتے ہین بحر الرائق مین کہا کہ یہ اسکا مقتضی ہو کہ اغنیاء ذو القربی کے دینے پر فتوی ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے صاحب نہر الفائق نے کہا کہ اسمین نظر ہو بلکہ اسمین
اُنکے دینے کی ترجیح ہو غایۃ الامر یہ ہو کہ صاحب حاوی نے عطاء ذوی القربی مین اشتراط فقر سے سکوت اسواسطے کیا کہ عطاء خمس مین شروط ہونا فقر کا معلوم اور مشہور ہو کذا فی ا
وذکرہ تعالی للتبرک باسمہ فی ابتداء الکلام اذا الکل للہ اور ذکر اللہ تعالی کے نام پاک کا مصارف خمس مین اُسکے نام سے برکت لینے کے واسطے ہو ابتداء کلام مین اسواسطے کہ
ہر چیز خدا کی مملوکہ ہو خمس کی کچھ خصوصیت نہین ہم قرآن مجید مین ارشاد ہوا (واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل) یعنی معلوم کرو
کہ جو کچھ غنیمت مین حاصل کرو تو اسکا پانچواں حصہ اللہ تعالی کیواسطے ہو اور واسطے رسول کے اور ذوی القربی اور یتامی اور ابن سبیل کے واسطے مصنف نے اس آیت کی تفسیر سے
آگاہ کردیا دفع اشتباہ کیواسطے اسلیے کہ طبرانی مین ابن عباس سے منقول ہو کہ ذکر اللہ جل جلالہ کا مفتتح کلام ہو اسواسطے کہ جو کچھ آسمان اور زمین مین ہو وہ خدا ہی کا ہو اسمین ذکر
ابو العالیہ کے قول کا کہ اللہ کا حصہ تعمیر بیت اللہ مین صرف ہو اگر وہ قریب ہو اور نہین تو مساجد مین صرف ہو کذا فی النہر وسہمہ علیہ الصلوۃ والسلام سقط بموتہ لانہ حکم علق
بمشتق وہو الرسالۃ کالصفی الذی کان صلی اللہ علیہ وسلم یصطفیہ لنفسہ اور حصہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا آپ کی موت سے ساقط ہو گیا اسواسطے کہ وہ حکم مشتق پر معلق ہو
یعنی رسالت پر یعنی وصف رسالت علت ہو حکم کی اور حالانکہ بعد آنحضرت کے کوئی رسول نہین چنانچہ صفی ساقط ہو گیا آپ کی موت کے بعد صفی وہ جسکو رسول علیہ الصلوۃ
والسلام اپنے واسطے پسند کر لیتے تھے غنیمت سے قبل قسمت اور اخراج خمس کے چنانچہ تلوار یا زرہ یا لونڈی اور امام شافعی کے نزدیک حصہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا خلیفہ
کے واسطے ہو اور جو دلیل سقوط کی مذکور ہوچکی وہ انپر حجت ہو در ر الملتقی مین کہا کہ ہر چند رسالت آپ کی موت کے بعد منقطع نہین چنانچہ علماء کبار نے مذکور کیا ہو
لیکن وصف رسالت مین آپ کا کوئی خلیفہ نہین ہو اسواسطے کہ آپ کے بعد کوئی رسول نہین اور یہ مطلب نہین کہ رسالت آپ کی موت کے بعد منقطع ہو گئی جیسا کسی
ناقص الفہم نے مخالف اجماع کے گمان کیا بلکہ حکم منعدم ہو گیا بسبب منعدم ہونے اُسکی علت کے ومن دخل دارہم باذن الامام او منعۃ ای قوۃ فاغار خمس
ما اخذ لانہ غنیمۃ والا لا لانہ اختلاس اور جو مسلمان گیا دار الحرب مین امام کی اجازت سے یا قوت سے پھر مال لایا غارتگری سے تو خمس لیا جاویگا اُس سے جو کہ وہ لوگ لائے
اسواسطے کہ وہ غنیمت ہو اور اگر امام سے حکم نہین لیا یا قوت اور شوکت سے دار الحرب مین نہ گیا اور کچھ مال لایا تو اُسمین خمس نہین اسواسطے کہ وہ چھینا مارنا اور بے جا لے گیا ہو
ہم خلاصہ یہ ہو کہ جسمین قہر اور غلبہ اور قوت ہو اُسمین خمس ہو اور جسمین غلبہ نہین اُسمین خمس نہین یا شوکت جاننے مین تو قوت کا ہونا صریح ہو اور امام کے اذن مین اسواسطے
قوت ہوئی کہ جب امام نے اذن دیا تو اُسکی مددگاری کا التزام کیا تو یہ امر بحکم قوت ہو وفی المنیۃ لو دخل اربعۃ خمّس وثلثۃ لا اور منیہ مین ہو کہ اگر چار شخص دار الحرب
مین گئے اور کچھ مال لائے تو اُنسے خمس لیا جاوے گا اور اگر تین شخص گئے تو نہین قال الامام ما اصبتم لا اخمسہ فلو لہم منعۃ لم یجز والا جاز امام نے کہا کہ جو مال تم
دار الحرب سے لاؤ گے مین اُسکا خمس نہ لونگا تو اگر غازی با قوت ہون تو جائز نہین اور اگر اُنکو قوت اور شوکت نہین تو جائز ہو وندب للامام ان ینفل
وقت القتال حثا وتحریضا فیقول من قتل قتیلا فلہ سلبہ سماہ قتیلا لقربہ منہ اور امام کو مستحب ہو کہ انعام دینے کا وعدہ کرے لڑائی کے وقت ترغیب اور

چونکہ دلانے کے واسطے تو یون کہے کہ جو شخص قتل کرے گا کسی مقتول کو تو اُسکے واسطے اسباب ہی اُسکا زندہ کا ذکر کو مقتول کہا بسبب اُسکے قریب ہونے کے قتل سے

ھم نفل بفتحتین لغت مین بمعنی زیادت ہی پھر غنیمت مسمی بہ نفل ہوئی اسواسطے کہ اس امت پر اور حلال چیزون سے غنیمت زیادہ ہوئی کیونکہ اور امتون پر غنیمت حلال

نہ تھی اور اصطلاح شرع مین نفل وہ ہی جسکو امام بعضے غازیون کے واسطے مخصوص کردے کذا فی المحیط اور انعام مین وقت قتال کی قید لگانے سے اشارہ کیا کہ قبل

قتال بطریق اولی جائز ہی اور بعد قتال کے جائز نہین او یقول من اخذ شیئا فہو لہ وقد یکون بدفع المال اذ ترغیب المال یا امام یون کہے کہ جو غازی کسی چیز کو

لے گا وہ اُسی کی ہی اور گاہے تنفیل مال دینے سے ہوتی ہی یا مال کی ترغیب سے خواہ وہ مال امام کے پاس ہو یا مقتول کا اسباب ہو فالتحریض نفسہ واجب للامر بہ

واختیار الادعی للمقصود مندوب تو ترغیب فی نفسہ واجب ہی اُسکے امر کے سبب سے اور انعام مین اُسکا اختیار کرنا مستحب ہی جو زیادہ تر باعث مقصود اور شوق انگیز

ہو ولا ینجالفہ تعبیر القدوری بلا باس لانہ لیس مطردا للمتارکہ اولی بل یستعمل فی المندوب ایضا قالہ المصنف ولذا عبر فی المبسوط بالاستحباب در استحباب تنفیل کے مخالف نہین

تعبیر کرنا قدوری کا لاباس کرکے اسواسطے کہ لفظ لاباس کا فقط ترک اولی کو مطرد نہین بلکہ لاباس مستحب مین بھی مستعمل ہوتا ہی ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین اور اسی واسطے

مبسوط مین تنفیل کو مستحب کہا ہی ویستحق الامام لو قال من قتل قتیلا فلہ سلبہ اذا قتل ہو استحسانا اور انعام کا امام مستحق ہوگا اگر اُسنے یون کہا کہ جو کسی مقتول کو مار یگا

تو اُسکے واسطے اُسکا اسباب ہی جبکہ امام ہی قتل کرے بنابر استحسان کے مع قیاس مین ہو اسواسطے جائز نہین کہ اس قول سے امام اپنی ذات کا انعام دینے والا ہوا تو متہم ہوگا اور

استحسان مین اسواسطے جائز ہوا کہ یہ قول قضا نہین تو درصورت عدم تخصیص کے اُسمین تہمت نہین بخلاف ما لو قال من قتلتہ منکم اوقال من قتلتہ انا فلی سلبہ فلا یستحقہ الا اذا عممہ بعدہ ظہیریہ

بخلاف سابق یہ ہی اگر امام نے کہا کہ جو شخص تم سے مار یگا یا یون کہا کہ جسکو مین قتل کرون تو اُسکا اسباب میرا ہی سو امام اس قول سے اُسکے اسباب کا مستحق نہوگا مگر اُسوقت مستحق

ہوگا جبکہ تعمیم کردے بعد اس تخصیص مذکور کے کذا فی الظہیریہ پہلی صورت مین اسواسطے مستحق نہوا کہ انعام کو غازیان مخاطب کے واسطے خاص کرچکا اور دوسری صورت مین بسبب

تہمت کے مستحق نہوا ویستحقہ مستحق سہم او رضخ فخم الذمی وغیرہ اور انعام کا مستحق ہی سہم یا رضخ کا حقدار تو انعام عام ہوگیا ذمی وغیرہ کو وہذا اذ التنفیل انما یکون فی مباح

القتل فلا یستحقہ بقتل امراۃ ومجنون ونحوہما ممن لم یقاتل اور یہ یعنی تنفیل تو مباح القتل ہی کے مارنے مین ہوتی ہی تو اُسکا مستحق نہوگا عورت اور مجنون اور اُنکے

مانند کے قتل سے منجملہ اُن لوگون کے جنھون نے قتال نہین کیا وسماع القاتل مقالۃ الامام لیس بشرط فی استحقاقہ نقلہ اذ لیس فی الوسع اسماع الکل اور سماعت قاتل

کی امام کے کلام کو شرط نہین اُسکے استحقاق تنفیل مین اسواسطے کہ سب لشکر کو سنانا انسان کے مقدور مین نہین یعنی اظہار وخطاب البتہ ہو سکتا ہی سو پایا گیا کذا فی المنح و

یعم کل قتال فی تلک السنۃ ما لم یرجعوا وان مات الوالی او عزل ما لم یمنعہ الثانی نہر اور تنفیل مذکور شامل ہی اُس سال کی ہر لڑائی کو جبتک غازی نہ پلٹ آوین اگرچہ

والی مرجاے یا معزول ہو جبتک دوسرے والی نے اُسکو منع نہ کردیا ہو کذا فی النہر یہ اُسوقت ہی جب تنفیل قتال کے وقت نہوئی ہو اور اگر مین حالت قتال مین

ہوئی ہو تو اُسی لڑائی تک مقید رہے گی کذا فی البحر وکذا یعم کل قتیل لانہ نکرۃ فی سیاق الشرط فہو من اور اسی طرح تنفیل شامل ہی ہر مقتول کو اسواسطے کہ لفظ قتیل کا نکرہ ہی

شرط کے تحت مین اور وہ شرط لفظ من ہی یعنی من قتل قتیلا فلہ سلبہ مین ھ حلبی نے تحریر سے نقل کیا کہ عموم نکرہ نفی مین ضروری ہی اور سیاق شرط مین عام نہین ہوتا مگر

یمین مین علاوہ اسکے من قتل قتیلا اور ان قتلت قتیلا مین کچھ فرق ظاہر نہین ہوتا اسواسطے کہ دونون مثالون مین قتیل نکرہ ہی سیاق شرط مین کما لا یخفے

بخلاف ان قتلت قتیلا بخلاف اس قول کے کہ امام نے غازی سے کہا کہ اگر تو مقتول کو مارے گا تو اُسکا اسباب تیرا ہی یعنی اگر ایک غازی سے یہ خطاب کیا

اور اُسنے دو کافرون کو مارا تو اُسکو اول مقتول کا اسباب ملے گا فقط اور اگر علی العموم اسطرح لشکر سے خطاب کیا کہ اگر کوئی مرد تم مین کسی قتیل کو مارے گا تو اُسکو

اُسکا اسباب ملے گا پھر ایک مرد نے دو یا تین کو قتل کیا تو سب کے اسباب کا مستحق ہوگا اور یہ استحسان ہی کذا فی البحر ولو قال ان قتلت ذلک الفارس

فلک کذا لم یصح وان قطعت رؤس او لئک القتلی فلک کذا صح منیۃ اور اگر امام نے یون کہا کہ اگر تو اُس سوار کو قتل کرے تو تیرے واسطے ایسا ہی تو یہ صحیح نہین

اور اگر یون کہا کہ اگر تو ان مقتولون کا سر کاٹے تو تیرے واسطے ایسا کچھ ہی تو صحیح ہی کذا فی المنیۃ قاضی نے کہا اسواسطے کہ پہلی صورت از قسم جہاد ہی تو وہ اجرت کا

مستحق نہوگا جیسے امامت اور اذان کی اجرت جائز نہین بخلاف دوسری صورت کے اسواسطے کہ مقتول کا سر کاٹنا از قسم جہاد نہین تو اجارہ اسپر صحیح ہوگا حموی نے شرح کنز مین کہا کہ تعلیل قاضی خان متقدمین کے قول پر مبنی ہی کہ اجارہ طاعات پر صحیح نہین **ولو نفل السریۃ ہی قطعۃ من الجیش من اربعۃ الی اربعمائۃ** ماخوذۃ من السری وہو المشی لیلا **بالربع بعد الخمس** جاز **ولو نفل السریۃ بالربع مع العسکر دونہا قلیم** النفل استحسانا ظہیریۃ اور اگر امام نے سریہ یعنی چھاپہ مارنے والون سے چوتھائی غنیمت کے انعام کا وعدہ کیا اور اس قول کو لشکر نے سنا نہ چھاپہ مارنے والون نے تو انکو یہ انعام ثابت ہی بنابر استحسان کے کذا فی الظہیریۃ سریہ عبارت ہی قطعہ لشکر سے یعنی چیدہ لوگ لشکر کے چار سے چار سو تک یہ لفظ ماخوذ ہی سری سے یعنی رات کو چلنا کذا فی الدرر یہ باعتبار اصل وضع کے ہی تو اب استعمال تعین مین ملحوظ نہین **وجاز التنفیل بالکل او بقدر منہ لسریۃ لا للعسکر** والفرق فی الدرر اور تنفیل جائز ہی کل غنیمت سے یا اسکے برابر سے سریہ کو نہ لشکر کو اور فرق درر مین مذکور ہی ہم درر مین وجہ فرق یون مذکور ہی کہ مقصود تنفیل سے ترغیب اور تحریض قتال ہی اور یہ حاصل نہین مگر بعض کی تخصیص مین کسی چیز کے ساتھ اور تعمیم مین تو سوار کی فضیلت پیدل پر باطل ہوتی ہی اور خمس کا بھی ابطال ہی بحر الرائق مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ سریہ اور لشکر عدم جواز تنفیل کل مین برابر ہین بسبب بطلان اسہم منصوصین کے اور یہ مسئلہ حواشی سے مذکور ہی کذا فی حاشیۃ الحلبی **ولا ینفل بعد الاحراز ہنا ای بدارنا الا من الخمس** لجوازہ لصنف واحد کما مر اور امام تنفیل نہ کرے بعد پہونچ جانے غنیمت کے دار الاسلام مین مگر خمس سے تنفیل بعد الاحراز بھی صحیح ہی بسبب جائز ہونے صرف خمس کے ایک قسم مین چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جب صرف خمس کا محتاج کیو اسطے ہو تو محتاج مقاتل کیو اسطے بطریق اولی جائز ہوگا کذا فی الفتح وغیرہ **وسلبہ ما معہ من مرکبہ وثیابہ وسلاحہ** وکذا ما علی مرکبہ لا ما علی دابۃ اخری اور اسباب مقتول کا وہ چیز ہی جو اسکے ساتھ ہی یعنی اسکی سواری اور کپڑے اور ہتھیار اور اسی طرح وہ چیز جو اسکی سواری پر ہی نہ وہ اسباب جو دوسرے جانور پر ہی جسکو کوتل کہتے ہین ہم سلب بفتحتین بمعنی مسلوب ہی کذا فی القہستانی **وحکمہ قطع حق الباقین لا الملک قبل الاحراز بدار الاسلام** اور حکم تنفیل کا قطع ہونا ہی باقی لشکر کے حق کا نہ مالک ہونا قبل احراز دار الاسلام کے ہم جب باقی لشکر کا حق منقطع ہوا تو جس مال کو بعد تنفیل کے پاوے اسمین خمس نہین اور وراثت اسمین جاری ہوگی اگرچہ مورث دار الحرب مین مر جاوے اور یہ جو کہا مالک ہونا تنفیل کا حکم نہین تو مطلب یہ ہی کہ ملک کامل نہین اور اگر ملک مطلق ہوتی تو اسمین وراثت کیونکر جاری ہوتی کذا فی شرح الملتقی اور یہ مذہب شیخین کا ہی اور محمد اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک بمجرد تنفیل کے ملک ثابت ہو جاتی ہی کذا فی الفتح **فلو قال الامام من اصاب جاریۃ فہی لہ فاصابہا مسلم فاستبرأہا لم یحل لہ وطیہا ولا بیعہا کما لو اخذہا المتلصص ثمہ واستبرأہا لم تحل لہ اجماعا** جب یہ قاعدہ ہوا کہ تنفیل مین ملک قبل احراز دار الاسلام کے ثابت نہین تو اگر امام نے یون کہا کہ جو لونڈی کو پاوے تو وہ اسی کی ہی پھر اسکو ایک مسلمان نے پایا پھر اسکا استبرا کیا یعنی دار الحرب مین تو اسکو اسکی وطی اور بیع حلال نہین جیسے کسی مسلم نے دار الحرب مین عورت کو پکڑ لیا بطور خفیہ اور استبرا کیا تو اسکو وہ حلال نہین باجماع شیخین اور محمد کے یہانتک کہ اسکو دار الحرب سے نکال لاوے اور استبرا کرے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عن الاتقانی **والسلب للکل ان لم ینفل** لحدیث لیس لک من سلب قتیلک الا ما طابت بہ نفس امامک فحملنا حدیث السلب علی التنفیل اور اسباب مقتول کا سب لشکر کا حق ہی نہ فقط قاتل کا اگر امام نے انعام نہ مقرر کر دیا ہو بدلیل اس حدیث کے کہ تجکو اپنے مقتول کے اسباب سے کچھ حق نہین مگر جب تیرے امام کا دل اسکو چاہے تو ہم نے حدیث سلب کو تنفیل پر محمول کیا ہم حدیث من قتل قتیلا فلہ سلبہ کی محتمل ہی کہ ہر قاتل اپنے مقتول کے اسباب کا مالک ہو اور تنفیل کی بھی محتمل ہی تو علماء حنفیہ نے اسکو تنفیل ہی پر محمول کیا بنظر حدیث اول کے تا دونون حدیثون مین تعارض باقی نہ رہے حدیث اول حبیب بن مسلمہ سے خطاب ہی ہر چند یہ حدیث ضعیف ہی لیکن بسبب کثرت طرق کے مرتبہ حسن کو پہونچ گئی ہی کذا فی الفتح **قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود ہل یحل وطی الاماء المشتراۃ من الغزاۃ الان حیث وقع الاشتباہ فی قسمتہم بالوجہ المشروع فاجاب لا توجد فی زماننا قسمۃ شرعیۃ لکن فی سنۃ ۹۴۸ وقع التنفیل الکلی فبعد اعطاء الخمس لا تبقی شبہۃ ابدا انتہی فلیحفظ** شارح کہتا ہی اور مفتی روم شیخ الاسلام ابو السعود کے معروضات مین مرقوم ہی کہ کیا حلال ہی جماع اُن لونڈیون کا جو خرید کیجاتی ہین اب غازیون سے جب کہ واقع ہوا ہی اشتباہ غازیون کی قسمت مین بوجہ مشروع تو جواب اُس سوال کا دیا مفتی ممدوح نے کہ ہمارے زمانے مین قسمت شرعی

موجود نہین لیکن ۹۲۰ھ مین سلطان روم کی طرف سے تنفیل کلی واقع ہوگئی ہی سو بعد خمس دینے کے شروع سے شبہہ حرمت کا باقی نہ رہا انتہی کلام المفتی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
م تنفیل کلی سے یہ مراد ہی کہ جو غازی کوئی چیز پاوے وہ مالک ہی اسکا اور کل غنیمت کی تنفیل بعضون کے واسطے مراد نہین اور عنقریب مذکور ہو چکا فتح القدیر سے
کہ تنفیل کلی نہ لشکر کے واسطے جائز ہی نہ سریہ کے واسطے تو معلوم ہوا کہ جواب مفتی ممدوح کا صحیح نہین اور بالفعل اہل روم کے خمس دینے کو تحقیق کرنا چاہیے ظاہرا یہ ہی کہ خمس
نہین دیتے تو شبہہ موجود ہی علاوہ اسکے یہ جواب اسوقت مسلم ہو جب تنفیل مذکور ہمارے زمانے تک باقی رہی ہو حالانکہ مذکور ہو چکا کہ وہ رجوع حاکم سے منقطع ہو جاتی ہی تو
امام سابق کی تنفیل امام لاحق پر بطریق اولے جائز نہ ہوگی مگر اسوقت جب کہ سلطان متاخر بھی تنفیل مذکور کو قائم رکھے واللہ سبحانہ اعلم کذا فی الطحطاوی

باب استیلاء الکفار

علی بعضہم بعضا او علی اموالنا یہ باب ہی غلبہ کفار کے احکام مین بعضون کے بعضون پر یا ہمارے مالون پر م حلبی نے کہا کہ علی بعضہم بعضا کی ترکیب فاسد ہی یون کہنا
صواب تھا کہ بعضہم علی بعض اذا سبی کافر کافرا آخر بدار الحرب واخذ مالہ ملکہ لاستیلائہ علی مباح جب گرفتار کیا ایک کافر نے دوسرے کافر کو دار الحرب مین اور اسکا مال
چھین لیا تو وہ مالک ہو گیا بسبب اسکے غالب ہونے کے مباح چیز پر م شرح ملتقی مین کہا کہ اطلاق دار الحرب کا اسکا مفید ہی کہ احراز دار مالک شرط نہین تو اگر کفار ترک اور
ہند کفار روم پر غالب ہون اور رومیون کو ہند مین پکڑ لیجاوین تو وہان کفار ترک کی بھی ملک ثابت ہوگی کفار ہند کے مانند کفار کے نفوس اور اموال دار الحرب مین مباح
ہین اور استیلاء علی المباح ملک کا سبب ہی مانند استیلاء علی الصید کے ولو سبی اہل الحرب اہل الذمۃ من دارنا لایملکونہم لانہم احرار اور اگر گرفتار کر لے گئے کافر حربی ذمیون کو
دار الاسلام سے تو انکے مالک نہونگے اسواسطے کہ ذمی دار الاسلام مین آزاد ہین اور آزاد استیلاء سے مملوک نہین ہوتا اور ذمیونکے اموال مثل اموال مسلمین کے انکے مملوک ہو جاتے ہین وملکنا
ما نجدہ من ذلک السبی للکافر ان غلبنا علیہم اعتبارا بسائر املاکہم اور ہم اہل اسلام مالک ہونگے جو ہم پاوینگے اس بندی کفار سے اگر ہم انپر غالب ہون باعتبار انکی باقی املاک
کے یعنی اگر ایک کافر حربی نے دوسرے کافر حربی کو گرفتار کیا پھر مسلمین انپر غالب ہوے تو اس بندی کے مالک ہونگے جیسے حربیون کے اور اموال کے مالک ہوتے ہین ف
فتاوی قاضیخان مین ہی کہ اگر کافر حربی دار الاسلام مین اپنے ولد کو بیچے تو باتفاق روایت جائز نہین اور اگر مسلم دار الحرب مین جاکر حربی کا ولد مول لے اسمین اختلاف ہی امام سے
ایک روایت یہ ہی کہ جائز ہی اور حسن کی روایت امام سے یہ ہی کہ یہ بیع باطل ہی اور یہی صحیح ہی پھر جب بیع دار الحرب کی جائز نہوئی بموجب قول اجہد کے تو اگر مشتری دار الاسلام مین نکال
لایا اسمین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ نکال لانے سے مالک ہوگا اسواسطے کہ بیع اگرچہ باطل ہی لیکن جب اسنے بجبر نکالا تو اسکا مالک ہو گیا بسبب قہر اور زبردستی کے
اور بعضون نے یعنی کرخی نے کہا کہ اگر بائع کے نزدیک بیع جائز ہی تو مشتری بسبب اخراج دار الاسلام کے مالک ہوگا خواہ خوشی سے اسکو لایا ہو یا جبر
سے اور اگر بائع کے نزدیک بیع جائز نہین تو اگر زبردستی سے لایا تو مالک ہی اور اگر وہ بخوشی آیا تو مالک نہین اور صحیح قول یہ ہی کہ اگر اسکو زبردستی سے نکال لایا تو مالک
ہوگا اور اگر اسکو بخوشی لایا تو مالک نہوگا خواہ بائع جواز بیع کا معتقد ہو یا نہو وہذا علم وان غلبوا علی اموالنا ولو عبدا مومنا واحرزوہا بدارہم ملکوہا لا للاستیلاء
علی مباح لان الصحیح من مذہب اہل السنۃ ان الاصل فی الاشیاء التوقف والاباحۃ رای المعتزلۃ بل لان العصمۃ من جملۃ الاحکام المشروعۃ وہم لم یخاطبوا بہا فبقی فی حقہم
مالا غیر معصوم فیملکونہ کما حققہ صاحب المجمع فی شرحہ اور اگر کفار غالب ہوگئے ہمارے اموال پر اگرچہ منجملہ ہمارے اموال کے عبد مومن ہو اور اموال کو دار الحرب مین
لے گئے تو اسکے مالک ہونگے نہ بسبب استیلاء علی المباح کے اسواسطے کہ اہل سنت کا صحیح مذہب یہ ہی کہ اشیا مین اصل توقف ہی اور اباحت معتزلہ کا مذہب ہی
بلکہ کفار ہمارے اموال کے مالک ہوگئے اسواسطے کہ عصمت یعنی وجوب حفظ اموال منجملہ احکام شرعیہ کے ہی اور کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہین تو ہمارے
اموال انکے حق مین مال غیر محفوظ باقی رہے تو وہ مالک اسکے ہونگے چنانچہ صاحب مجمع نے اسکی تحقیق اپنی شرح مین کی ہی م اشباہ مین مذکور ہی کہ اصل اشیا مین
یا اباحت ہی تا وقتیکہ دلیل اسکے مخالف پر قائم ہو اور یہی مذہب ہی امام شافعی کا یا اصل تحریم ہی تا وقتیکہ اباحت پر دلیل نہ دلالت کرے اور شافعیون نے
اسکو امام اعظم کی طرف نسبت کیا ہی اور بدائع مین کہا کہ مذہب مختار یہ ہی کہ افعال مین قبل شرع کے کچھ حکم نہین انتہی اور مصنف کی شرح منار مین ہی کہ

اصل اشیا مین اباحت ہی بعضے حنفیون کے نزدیک انھین مین کرخی ہی اور بعض اصحاب حدیث نے کہا کہ اہل سُنّت توقف ہی یا بن معنی کہ واقع مین اشیا کیواسطے اباحت
یا تحریم کا حکم ضرور ہی لیکن ہم اُسپر واقف نہین ہوسکتے عقل سے بدون بیان شرع کے اور ہدایہ کی فصل حداد مین مذکور ہی کہ اصل اشیا مین اباحت ہی طحطاوی نے کہا کہ شاید
صاحب ہدایہ یہان بعض اہل مذہب کی راے پر چلا ہو موافقت شافعی جب یہ ثابت ہوا تو شارح کو نسبت کرنا اباحت کے قول کو معتزلہ کی طرف مناسب نہ تھا اور یہ جو
شارح نے کہا کہ کفار مخاطب باحکام شرعیہ نہین یہ قول غیر صحیح ہی اور قول اصح یہ ہی کہ وہ مخاطب باحکام شرعیہ مین باعتبار ادا اور اعتقاد کے اور یہ جو کہا کہ جب کفار مخاطب
احکام شرعی کے نہوے تو اُنکے حق مین مال غیر محفوظ باقی رہا یعنی تو اُنکے واسطے مباح ہوا تو اُسوقت مین قول بالاباحۃ کی طرف رجوع ثابت ہوا تو شارح جبکا سکرجانبی کا
قائل ہو گیا ویفترض علینا اتباعھم اور ہم پر فرض ہی اُنکا پیچھا کرنا یعنی کفار کا پیچھا کرنا اور اُنسے لڑنا ہوا اگرچہ اُنکیواسطے فرض ہی تاوقتیکہ وہ دار الاسلام مین ہین اور
جب دار الحرب مین چلے گئے تو فرض نہین بلکہ مستحب ہی اور اگر اولاد کو پکڑ لے گئے تو مطلقاً اُنکا پیچھا کرنا فرض ہی کذا فی المنح عن البحر عن المحیط وان اسلموا انقرر ملکھم اور اگر کفار مسلمان
ہوگئے تو اُنکی ملک ثابت ہوگئی یعنی کفار مسلمین کے اموال لیکر دار الحرب مین جاکر مسلمان ہوگئے تو وہ مالک اموال کے ہوگئے اب صاحبان اموال اُنسے نہین لے سکتے کذا فی المنح
عن شرح الطحطاوی وان غلبنا علیھم ای بعد ما احرزوھا بدارھم اما قبلہ فھی لملاکھا مجانا مطلقا اور اگر ہم غالب ہوے اُنپر یعنی بعد اسکے کہ کفار اموال کو دار الحرب لے گئے
اور قبل دار الحرب لیجانے کے تو اموال مذکورہ اُنکے مالکونکو مفت ملینگے ہر طرح سے خواہ قبل قسمت اُنکو پایا ہو خواہ بعد قسمت کے فمن وجد ملکہ قبل القسمۃ بین المسلمین
لا بین الکفار کما حققہ فی الدرر فھو لہ مجانا یعنی اگر ہم غالب ہون کافرون پر تو جو مسلمان اپنا مال مملوک پاوے قبل تقسیم ہونے بین المسلمین کے نہ کفار کے درمیان چنانچہ مذکور
درر مین محقق کیا ہی تو وہ مال پانے والے مالک کو مفت ملے گا بدون دینے کوئی چیز کے وان وجدہ بعدھا فھو لہ بالقیمۃ جبرا للضرر بالقدر الممکن اور اگر صاحب مال نے
اُسکو بعد قسمت بین المسلمین کے پایا تو اُسکو بعوض قیمت کے ملیگا تا بقدر ممکن دونون نقصان بھر جائین یعنی مالک قدیم کی ملک بلا رضامندی زائل ہوگئی تو پانے کا اُسکے
لینے کا اُسکو حق ہی لیکن بعد قسمت کے مفت لینے سے اُسکا ضرر ہی جسنے اُسکو اپنے حصہ مین پایا لہٰذا اس مال کو بہ قیمت لینا چاہیے تا جانبین کی حق تلفی نہو یہ دلیل عقلی
ہی اور اسی کے موافق بحر الرائق مین حدیث منقول ہی ولو کان ملکہ مثلیا فلا سبیل لہ علیہ بعدھا اذ اخذہ اخذہ بمثلہ فلا یفید الذی اشتراہ بہ ولو قبلھا اخذہ مجانا کما مرّ
اگر مالک قدیم کا مملوک مثلی ہو یعنی کیلی یا وزنی تو اُسکے واسطے کوئی راہ لینے کی نہین اُسپر بعد قسمت کے اسواسطے کہ اگر اُسکو لیگا تو بعوض اُسکے مثل کے لیگا مثلاً گیہون
عوض گیہون کے لیگا تو اُسکی خرید مین کچھ فائدہ نہین اور جو شخص اپنا مثلی مال قبل قسمت کے پاوے تو اُسکو مفت لے چنانچہ عنقریب گذرا وبالثمن الذی اشتراہ بہ لو اشتراہ
منھم تاجر ای من العدو واخرجہ الی دارنا وبقیمۃ العرض لو اشتراہ بہ اور مالک قدیم بعوض اُس قیمت کے لے جس قیمت سے سوداگر نے اُنسے مول لیا یعنی دشمن سے خرید کیا اور
اُسکو ہمارے دار الاسلام مین نکال لایا اور بہ قیمت جنس کے لے اگر اُسنے بعوض جنس کے خرید کیا ہو وبالقیمۃ لو اتھبہ منھم زاد فی الدرر او ملکہ بعقد فاسد اور بعوض قیمت کے
لے اگر کفار سے اُسنے بطریق ہبہ کے پایا ہو درر مین اتنا زیادہ کہا ہی یا مالک ہوا مال مذکور کا بعقد فاسد تو بھی بعوض قیمت کے لے لکن فی البحر اشتراہ بخمر او خنزیر لیس
لمالکہ اخذہ باتفاق الروایات وکذا لو اشتراہ بمثلہ نسیئۃ او بمثلہ قدرا و وصفا بعقد صحیح او فاسد لعدم الفائدۃ فلو باقل قدرا او اردی وصفا فلہ اخذہ لانہ یفید ولیس
بربوا لانہ فداء لیکن بحر الرائق مین ہی خرید کیا ایک شخص نے مال مذکور کو کفار سے بعوض شراب یا سور کے تو اُسکے مالک کو اُسکا لینا باتفاق روایات جائز نہین اور
اسی طرح اگر اُسکو بعوض اُسکے مثل کے بوعدہ اداے قیمت خرید کیا یا بعوض اُس چیز کے خرید کیا جو مقدار اور وصف مین مبیع کے مثل ہی خواہ بہ عقد صحیح خرید کیا خواہ
بعقد فاسد تو جائز نہین بسبب عدم فائدہ کے سو اگر بعوض اقل مقدار کے خرید کیا یا بعوض ناقص جنس کے خرید کیا تو مالک کو اُسکا لینا جائز ہی اسواسطے
کہ یہ خرید مفید ہی اور یہ بیاج نہین اسلیے کہ یہ فدا ہی ہم یعنی مثلی کی عدم مساوات یہان بیاج مین داخل نہین اسواسطے کہ مالک نے اپنے مال کو خلاص کیا تو یہ
فی الحقیقۃ فدا ہی نہ عوض کذا فی المنح عن البحر وان فقئت عینہ او قطع یدہ واخذ مشتریہ ارشہ او فقاھا المشتری فیاخذہ بکل الثمن ان شاء لان الاوصاف
لا یقابلھا شئی منہ یعنی مالک کو جائز ہی کہ اپنے مال کو سوداگر سے بقیمت لے اگرچہ اُسکے مملوک کی آنکھ پھوڑی گئی ہو یا اُسکا ہاتھ کاٹا گیا ہو اور اُسکے مشتری

تاجر نے اُسکا خونبہا لیا ہو یا خود مشتری نے اُسکی آنکھ پھوڑی ہو تو مالک اسکو کل قیمت سے لے اگر چاہے اسواسطے کہ اوصاف کے مقابل کچھ قیمت نہین ہوتی
والقول للمشتری فی مقدارہ ای الثمن بیمینہ عند عدم البرہان لان البینۃ مبینۃ ولو برہنا فبینۃ المالک ایضا خلافا للثانی نہر اور معتبر قول مشتری کا ہی قیمت کے مقدار
مین اُسکے قسم کھانے کے ساتھ گواہ نہونے کے وقت اور اگر کوئی گواہ لادیگا تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ گواہ بیان کرنے والے ہین اور اگر دونون گواہ
لادین تو مالک کے بھی گواہ اولے ہین بخلاف ابویوسف کے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ ایک نسخہ مین یون عبارت ہی فبینۃ المالک ایضا اولے اور یہی نسخہ اولے
ہی **وان تکرر الاسر والشراء** بان اسر ثانیا وشراہ اخر **اخذ المشتری الاول من الثانی** بثمنہ لورود الاسر علی ملکہ فکان الاخذ لہ **ثم یاخذ المالک القدیم
بالثمنین ان شاء** لقیامہ علیہ بہما وقبل اخذ الاول ما یاخذہ القدیم کیلا یضیع الثمن اور اگر گرفتاری اور خرید مکرر ہوئی اسطرح پر کہ دوسری بار مثلا غلام گرفتار
ہوا اور دوسرے مشتری نے اُسکو خرید کیا تو مشتری اول اُسکو مشتری ثانی سے لے بعوض اُسکی قیمت کے بسبب وارد ہونے گرفتاری کے مشتری اول کی ملک
پر تو اُسیکو لینا مقدم ہوا پھر مالک قدیم اُسکو دونون قیمتین دے کر لے اسواسطے کہ غلام مشتری اول کو دو قیمتون پر پڑا اور مشتری اول کے قبل مالک
قدیم مشتری ثانی سے نہ لے تا مشتری اول کی قیمت نہ ضائع ہو **ولا یملکون حرنا ومدبرنا وام ولدنا ومکاتبنا** لحریتہم من وجہ فیاخذہ مالکہ مجانا لکن بعد القسمۃ تودی
قیمتہ من بیت المال اور کفار مالک نہین ہوتے ہمارے حر کے اور ہمارے مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے بسبب آزاد ہوجانے مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے ایک طرح
سے تو اُنکو اُنکا مالک مفت لے بلاعوض لیکن بعد قسمت مین المسلمین اُنکی قیمت بیت المال سے ادا کیجائیگی حر وغیرہ اسواسطے مملوک کفار نہوے کہ سبب مفید ملک
کا محل ملک مین ہوتا ہی یعنی مال مباح مین اور حر معصوم بنفسہ ہی اور اسی طرح مدبر وغیرہ مین من وجہ حریت ثابت ہی اور اگر تاجر کافرون سے حر وغیرہ کو مول لے تو مالک
اُس سے بلاعوض لے کذا فی المنح **ونملک علیہم جمیع ذلک بالغلبۃ** لعدم العصمۃ اور ہم اہل اسلام کفار پر مستولی ہوکر اُنکے مدبر اور ام ولد اور مکاتب سب کے مالک ہونگے
بسبب غلبہ کے بواسطے عصمت کے **ولو ند الیہم دابۃ ملکوہا** لتحقق الاستیلاء اذ لا ید للعجماء اور اگر کافرون کی طرف اہل اسلام کا کوئی جانور بھاگ گیا تو وہ اُسکے
مالک ہونگے بسبب ثابت ہونے استیلاء کے دار الاسلام سے نکلتے اسواسطے کہ جانور کیواسطے اپنی ذات پر تصرف نہین کہ دار الاسلام نکلنے کے وقت ظاہر ہو اور
ملک کفار کا مانع ہو **وان ابق الیہم قن مسلم فاخذوہ** قہرا **لا** خلافا لہما لظہور یدہ علی نفسہ بالخروج من دارنا فلم یبق محلا للملک اور اگر دار الاسلام سے کفار کی لونڈی
یا غلام یا مسلمان بھاگ نکلا سو اُنھون نے اُسکو زبردستی پکڑ لیا تو مالک نہونگے بخلاف مذہب صاحبین کے بسبب ظاہر ہونے تصرف غلام کے اپنی ذات پر ہمارے
دار الاسلام سے نکلنے کے سبب سے تو وہ محل ملک باقی نرہا جبتک غلام دار الاسلام مین تھا تو اُسکا تصرف اپنی ذات پر ساقط الاعتبار تھا بسبب تحقیق
ہونے کے تصرف کے تا مولی اُسکے انتفاع پر قادر ہو اور خروج دار الاسلام سے مولے کا تصرف اُسپر سے زائل ہوگیا تو اُسکا تصرف اپنی ذات پر ظاہر ہوا تو وہ معصوم
بنفسہ ہوگیا لہذا وہ محل ملک باقی نرہا جب کفار کی ملک اُسپر ثابت نہوئی امام کے نزدیک تو مالک قدیم اُسکو مفت لے گا خواہ وہ موہوب ہو خواہ کسی نے
اُسکو خرید کیا ہو خواہ مغنوم قبل از قسمت ہو اور بعد قسمت کے اُسکا عوض بیت المال سے ادا کیا جائیگا کذا فی البحر شارح نے قہر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غلام کو
بلا قہر کفار لینگے تو باتفاق امام و صاحبین کے مالک نہونگے **بخلاف ما اذا ابق** الیہم بعد ارتدادہ فاخذوہ ملکوہ اتفاقا بخلاف اُسکے جبکہ غلام اُنکی طرف بھاگ
جاویگا بعد اپنے مرتد ہونے کے پھر کفار اُسکو پکڑین تو بالاتفاق مالک ہونگے **ولو ابق ومعہ فرس او متاع فاشتری رجل ذلک کلہ منہم اخذ المالک
العبد مجانا** لما مر انہم لا یملکونہ واخذہ غیرہ بالثمن لانہم ملکوہ اور اگر غلام دار الحرب مین بھاگ گیا اور اُسکے ساتھ گھوڑا یا اسباب ہی پھر ایک مرد نے یہ سب
اُنسے مول لیا تو مالک قدیم غلام کو مفت لے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ کفار غلام کے مالک نہین ہوتے اور غلام کے سوا اور چیز کو قیمت سے لے اسواسطے
کہ کفار اُسکے مالک ہوچکے **وعتق عبد مسلم** او ذمی لانہ یجبر علی بیعہ ایضا زیلعی **شراہ مستامن ہہنا وادخلہ دارہم** اقامۃ لتباین الدارین مقام الاعتاق
کما لو استولوا علیہ وادخلوہ دارہم فابق منہم الینا اور آزاد ہوگا وہ غلام مسلمان یا غلام ذمی اسواسطے کہ غلام ذمی کی بھی بیع پر جبر کیا جائیگا کذا فی شرح الزیلعی

وہ غلام آزاد ہوگا جسکو کافر مستامن نے دارالاسلام میں خرید کیا اور دارالحرب میں داخل کیا بسبب قائم کرنے تباین دارین کے مقام اعتاق کے چنانچہ اس صورت میں آزاد ہوگا اگر کفار غالب ہوں غلام پر دارالاسلام میں یا دارالحرب میں داخل کریں پھر وہ وہاں سے ہماری طرف دارالاسلام میں بھاگ آوے امام کے نزدیک غلام دارالحرب میں داخل کرنے سے اسواسطے آزاد ہوتا ہے کہ مسلم کافر کی ذلت سے خلاصی پاوے اسلئے شرط تباین دارین کو علت کے قائم مقام کیا یعنی اعتاق کے قید بالمستامن لانہ لو اشتراہ حربی لا یعتق علیہ اتفاقا للمانع حق استرداد ہ مصنف نے مستامن کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اسکو کافر حربی خرید کریگا تو وہ آزاد نہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اسکے حق استرداد کے مانع کے سبب سے کذا فی النہر مطحطاوی نے کہا کہ بحرالرائق اور نہر الفائق میں لو شراہ کے مقام میں لو اسرہ ہے یعنی اگر حربی نے عبد مسلم کو گرفتار کیا اور مترجم نے بھی جو نہر الفائق کی طرف رجوع کیا تو طحطاوی کے موافق پایا چنانچہ اسکی عبارت حاشیہ پر مرقوم ہے کعبد لہم اسلم ثمہ فجاءنا الی دارنا او الی عسکرنا ثمہ او اشتراہ مسلم او ذمی او حربی ثمہ او عرض علی البیع وان لم یقبل المشتری بحر چنانچہ حربیوں کا وہ غلام آزاد ہوجاتا ہے جو دارالحرب میں مسلمان ہوا پھر ہمارے پاس آیا یعنی ہماری طرف دارالاسلام میں آیا یا اہل لشکر اسلام میں آیا جو دارالحرب میں وارد ہے یا اسکو مسلم یا ذمی یا حربی نے دارالحرب میں خرید کیا یا حربی نے اسکو بیع کے واسطے پیش کیا اگرچہ مشتری نے اسکی بیع نہ قبول کی ہو کذا فی البحر او ظہرنا علیہم ففی

ہذہ التسع الصور یعتق العبد بلا اعتاق ولا ولاء لاحد علیہ لان ہذا عتق حکمی درر یا ہم اہل اسلام غالب ہوئے حربیوں پر تو ان نو صورتوں میں غلام مذکور آزاد ہوجائیگا بدون آزاد کرنے کے اور کسی کو حق ولا اسپر نہوگا اسواسطے کہ یہ عتق حکمی ہے کذا فی الدرر نو صورتیں مستامن کی خرید سے آخر تک میں حلبی نے کہا بلکہ گیارہ صورتیں میں اسطرح پر کہ خرید کرنا مستامن کا دو حال سے خالی نہیں یا اُسنے عبد مسلم کو خرید کیا یا ذمی عبد کو اور اسی طرح استیلا کفار عبد مسلم پر واقع ہوا ہو یا عبد ذمی پر د

فی الزیلعی لو قال الحربی لعبدہ آخذ أ بیدہ انت حر لا یعتق عند ابی حنیفۃ رح لانہ معتق ببیانہ مسترق ببنانہ اور شرح زیلعی میں ہے اگر حربی نے اپنے غلام سے کہا اُسکا ہاتھ پکڑ کے کہ تو آزاد ہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک آزاد نہوگا اسواسطے کہ وہ آزاد ہے اُسکے بیان سے اور مملوک ہوگیا اسکے ہاتھ پکڑنے سے یعنی بمجرد زوال ملک استیلاء جدید سے اُسکی ملک ثابت ہوگئی استیلاء جدید سے مراد اُسکا ہاتھ پکڑنا ہے دارالحرب میں واللہ تعالے اعلم

باب المستامن

ای الطالب للامان یہ باب ہے مستامن یعنی امان مانگنے والے کے احکام میں اور چونکہ طلب امان بدون استیلا کے نہیں ہوتی لہذا اسکو باب الاستیلا کے بعد مذکور کیا ہو من یدخل دار غیرہ بامان مسلما کان او حربیا مستامن وہ جو غیر کے ملک میں پناہ لیکر جائے خواہ مستامن مسلمان ہو یا حربی یعنی مسلم دارالحرب میں اہل حرب سے امان لیکر جائے یا کافر حربی دارالاسلام میں اہل اسلام سے پناہ لیکر آئے دونوں کو مستامن کہتے ہیں دخل مسلم دارالحرب بامان حرم تعرضہ لشئ من دم ومال وفرج منہم اذ المسلمون عند شروطہم داخل ہو مسلم دارالحرب میں امان لیکر تو اسپر حرام ہے کافروں کی ہر چیز سے متعرض ہونا خون اور مال اور شرمگاہ سے اسواسطے کہ اہل اسلام اپنی شرطوں کے نزدیک قائم رہتے ہیں یعنی مستامن کو حربیوں کا خون کرنا یا اُنکا مال ناحق لینا یا اُنکی عورتوں سے قربت کرنا جائز نہیں حرام ہے فلو اخرج الینا شیئا ملکہ ملکا حراما للغدر فیتصدق بہ وجوبا سو اگر مسلم مستامن دارالحرب سے ہماری طرف دارالاسلام میں کوئی چیز نکال لایا تو اُسکا مالک ہوگا بملک حرام بسبب دغابازی کے تو اُسکو خیرات کردے بنا بر وجوب کے مالک اسواسطے ہوا کہ بسبب اخراج کے مال مباح پر مستولی ہوا اور حرمت عہد شکنی کی جہت سے ثابت ہوئی اور تصدق ثابت ہوا بسبب ملک خبیث کے تا اینکہ اگر جاریہ ہوگی تو اُسکی وطی حلال نہیں اگرچہ اسکو دارالاسلام میں محرز کیا اور جو شخص کہ اس جاریہ کو مستامن سے خرید کرے اُسکو بھی وطی حلال نہیں بسبب قائم ہونے حرمت کے ملک میں دغابازی سے اور یہ حرمت وطی مشروط بقید علم ہے یعنی اگر مشتری جانتا ہو کہ بائع اُسکا مالک ہوا ہے بملک محظور اسواسطے کہ خانیہ میں ہے کہ حرمت اموال میں متعدد اور منتقل ہوتی ہے علم کے ساتھ مگر وارث کے حق میں اسواسطے کہ مورث کا مال وارث کو حلال ہے اگرچہ وارث اُسکے مال کی حرمت کو جانتا ہو اور ظہیریہ میں حلت مال مورث میں یہ قید مذکور ہے کہ وارث ارباب اموال کو نہ جانتا ہو تب اسکو مال مورث کا حلال ہے یعنی اگر جانتا ہو کہ فلانا مال فلانے شخص کا مورث نے غصب کیا ہے یا رشوت میں لیا ہے تو حلال نہیں کذا فی الطحطاوی

له فی النہر قید بشراء المستامن لان الحربی لو اسر العبد المسلم وادخلہ دارہ لا یعتق علیہ اتفاقا للمانع عندہ من عمل المقتضی وہو تبوت استرداد المسلم ۱۲

عن الحموی قید بالاخراج لانہ لو غصب منہم شیئا ردہ علیہم وجوبا مصنف نے مالک ہونے میں اخراج کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر دار الحرب میں کافرون کی کوئی چیز غصب کریگا تو انکو پھیر دے

بنا بر وجوب کے تا وقتیکہ وہ دار الحرب میں ہی اور یہی حکم ہی چوری اور غارتگری کا بخلاف الاسیر فیباح تعرضہ وان اطلقوہ طوعا لانہ غیر مستامن فہو کالمتلصص بخلاف

اس مسلم کے جو دار الحرب میں گرفتار اور مقید ہی تو اسکو انکی جان اور مال سے متعرض ہونا مباح ہی اگرچہ کفار نے اسکو بخوشی چھوڑ دیا ہو اسواسطے کہ وہ مستامن نہیں تو وہ متلصص کے

مانند ہی یعنی جو دار الحرب میں چھپکر جائے فانہ یجوز لہ اخذ المال وقتل النفس دون استباحۃ الفرج لانہ لا یباح الا بالملک مسلم مقید کو جائز ہی حربیون کا مال لینا اور جان کا قتل

کرنا سوائے استباحت شرمگاہ کے اسواسطے کہ جزئیات کا جماع حلال نہیں مگر ملک سے اور ملک قبل احراز دار الاسلام کے ثابت نہیں اور ملک حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہی

الا اذا وجد امرأتہ المأسورۃ او ام ولدہ او مدبرتہ لانہم ما ملکوہن بخلاف الامۃ مسلم مستامن کو استباحت شرمگاہ حلال نہیں مگر اسوقت حلال ہی جبکہ اسنے دار الحرب

مین اپنی زوجہ گرفتار یا اپنی ام ولد یا مدبرہ کو پایا اسواسطے کہ کفار انکے مالک نہیں ہوے بخلاف لونڈی کے کہ وہ گرفتار ہے انکی مملوک ہو جاتی ہی تو اسکی وطی بھی حلال نہیں

ولم یطأہن اہل الحرب اذ لو وطئوہن تجب العدۃ للشبہۃ زوجہ اور ام ولد اور مدبرہ اسوقت حلال ہین جبکہ انسے اہل حرب نے وطی نہ کی ہو اسواسطے کہ اگر انھون نے انسے وطی

کی ہوگی تو عدت واجب ہوگی بسبب شبہہ ملک کے فان ادانہ حربی دینا ببیع او قرض او بالعکس او غصب احدہما صاحبہ وخرجا الینا لم نقض لاحد بشئ لانہ ما التزم حکم

الاسلام فیما مضی بل فیما یستقبل پھر اگر حربی نے مسلم مستامن کو مدیون کیا خواہ دین بواسطے بیع کے ہو یا قرض کے یا اسکے بالعکس ہو یعنی مستامن نے حربی کو مدیون کیا یا ایک

نے دوسرے کا مال غصب کیا اور دونون ہماری طرف دار الاسلام مین نکل آئے دار الحرب سے تو ہم اہل اسلام کسی شخص کے واسطے کسی چیز کا حکم نہ کرینگے اسواسطے کہ حربی

مستامن نے حکم اسلام کا زمان گذشتہ مین التزام نہین کیا بلکہ زمان آیندہ مین التزام کیا اداینت مین تو اسواسطے حکم نہوگا کہ اداینت دار الحرب مین واقع ہوئی وہان

حکومت اسلام جاری نہین جو قاضی آئین کچھ حکم کرے اور وقت قضا بھی حربی مستامن پر ولایت اسلام نہین اسواسطے کہ اسنے زمان گذشتہ مین التزام احکام نہین کیا بلکہ آیندہ

مین کیا ہی اور غصب مین اسواسطے حکم نہین کہ دار الحرب غلبہ اور قہر کا ملک ہی جو ایک شخص دوسرے کے مال پر غالب ہوا مالک ہو گیا شیخ الغفار مین ہی کہ دین سے یہان علم اداے

جو خرید فروخت اور قرض کو شامل ہی اگرچہ صاحب قاموس کے کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ لغت مین قرض کو دین نہین کہتے اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ دار الحرب کے قرض کا بھی

یہی حکم ہی ویفتی المسلم برد المغصوب زیلعی زاد الکمال وبرد الدین ایضا دیانۃ لا قضاء لانہ غدر اور مسلم کو رد مغصوب کا فتوی دیا جائیگا کذا فی شرح الزیلعی کمال الدین

محقق نے اتنا زیادہ کیا ہی اور دین کیبھی پھیر دینے کا فتوی دیا جائیگا باعتبار دیانت کے نہ قضا کے دیانۃ اسواسطے فتوی ہوگا کہ عدم اداے دین دغا بازی ہی یعنی قاضی کچھ

حکم نہ کریگا بلکہ مسئلہ شرعی بیان کر دیگا وکذا الحکم یجری فی حربیین فعلا ذلک ای الاداینۃ والغصب ثم استامنا لما بیناہ اور ایسا ہی حکم جاری ہی ان دو حربیون مین

جنھون نے وہ کیا ہی یعنی اداینت اور غصب دار الحرب مین کیا پھر دار الاسلام مین داخل ہو کر مستامن ہوے بنظر اس دلیل کے جسکو ہم نے بیان کیا ہی یعنی دونون مین قاضی اسلام

کچھ حکم نہ کریگا اسواسطے کہ انھون نے التزام احکام اسلام استقبال مین کیا ہی نہ ماضی مین خرج حربی مع مسلم الی العسکر فادعی المسلم انہ اسیرہ وقال الحربی کنت مستامنا فالقول

للحربی الا اذا قامت قرینۃ لکونہ مکتوفا او مغلولا عملا بالظاہر پھر حربی نکلا دار الحرب سے مسلمان کے ساتھ لشکر اسلام کی طرف پھر مسلم نے دعوی کیا کہ وہ میرا قیدی ہی اور حربی

نے کہا کہ مین مستامن تھا تو حربی ہی کا قول معتبر ہوگا مگر اسوقت مسلم کا قول مقبول ہوگا جب کوئی قرینہ قائم ہو اسکی گرفتاری پر چنانچہ اسکی مشکین بندھی ہونا یا اسکے

گلے مین طوق پڑا ہونا ظاہر حال پر عمل کرنے سے کذا فی البحر وان خرجا ای الحربیان الینا مسلمین وتحاکما قضی بینہما بالدین لوقوعہ صحیحا للتراضی واما الغصب

فلا لما مر انہ ملکہ اور اگر دو حربی نکل آئے دار الاسلام مین مسلمان ہو کر اور انھون نے مقدمہ رجوع کیا قاضی کی طرف تو ان دونون مین اداے دین کا حکم کیا جائیگا بسبب

واقع ہونے دین کے صحیح بسبب رضا مندی طرفین کے اور غصب مین تو حکم نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ دار الحرب مین غصب کرنے سے غاصب مالک ہو جاتا ہی

اسواسطے کہ دار الحرب دار القہر ہی قتل احد المسلمین المستامنین صاحبہ عمدا او خطا تجب الدیۃ لسقوط القود تمہ کالحد فی مالہ فیہما لتعذر الصیانۃ علی العاقلۃ

مع تباین الدارین دو مسلمان مستامنون مین سے ایک نے دوسرے اپنے ساتھی کو قتل کیا قصدا یا چوک کر تو دیت واجب ہوگی بسبب ساقط ہونے قصاص کے

وہان یعنی دار الحرب مین مانند عمد کے دیت واجب ہوگی قاتل کے مال مین دونون صورتون عمد اور خطا مین بسبب متعذر ہونے حفاظت کے اہل محلہ پر باوجود اختلاف دارین کے
یعنی اہل محلہ پر جو قتل خطا مین دیت واجب ہوتی ہے تو اس سبب سے کہ اُنھون نے بچانے مین قصور کیا سو یہ امر تباین دارین سے متصور نہین لہذا قاتل ہی کے مال سے دیت
دلائی جائیگی والکفارة ایضاً فی الخطاء لاطلاق النص اور کفارہ بھی واجب ہوگا قتل خطا مین بسبب اطلاق نص کے یعنی نص قرانی مین بلا قید دار الحرب و دار الاسلام کے
ارشاد ہوا ہے کہ جو مومن کو چوک کر مارے تو مسلمان گردن کا آزاد کرنا اور دیت مسلمہ مقتول کے وارثون کو وفی قتل احد الاسیرین الاٰخر کفر فقط کما مر بلا دیۃ فی الخطاء اور
دو قیدی مسلمان مین سے ایک دوسرے کے قتل کر ڈالنے مین فقط کفارہ دے بدلیل گذشتہ بدون دیت کے قتل خطا مین ہم سقوط دیت کی وجہ قتل عمد مین مذکور ہوگی ولاشئ
فی العمد اصلا لانہ بالاسر صار تبعا لہم فسقطت عصمتہ المقومۃ لا المؤثمۃ فلذا یکفر فی الخطاء اور کچھ واجب نہین قتل عمد مین اصلا نہ کفارہ نہ دیت اسواسطے کہ مسلم بسبب گرفتاری
کے اہل حرب کا تابع ہوگیا تو ساقط ہوگئی اسکی عصمت مقومہ نہ عصمت موثمہ تو اسی واسطے قتل خطا مین کفارہ دے نہ عمد مین اسلام مقومہ یعنی قیمت ٹھہرانے
والی وہ ہے جو موجب مال ہو تعرض کے نزدیک اور عصمت موثمہ وہ ہے جو موجب گناہ کی ہو عند التعرض کذا فی المنح کقتل المسلم اسیرا او من اسلم ثمہ ولو ورثتہ المسلمون
ثمہ فیکفر فی الخطاء فقط لعدم الاحراز بدارنا جیسے مسلم کے قتل کرنے مین قیدی مسلم کو یا اسکو جو دار الحرب مین مسلمان ہوا اگرچہ مقتول کے مسلمان وارث وہان موجود
ہون دیت واجب نہین تو فقط قتل خطا مین کفارہ دے بسبب عدم احراز دار الاسلام کے ہم عصمت مقومہ جو انسان کی قیمت کو ثابت کرے اس طرح پر کہ جو
ہتک عصمت کرے تو اُسپر قصاص لازم آوے یا دیت یہ ہمارے نزدیک بسبب احراز دار الاسلام کے ثابت ہے نہ بسبب اسلام کے کذا فی الطحطاوی عن العلامہ نوح

فصل فی استیمان الکافر

یہ فصل ہے کافر کے طلب امان مین جب استیمان مسلم سے فراغت پائی تو مصنف نے احکام کافر مستامن کے شروع کیے لایمکن حربی مستامن فینا سنۃ لئلا یصیر عینا لہم وعونا
علینا نہ رہنے پاوے حربی مستامن ہم مین یعنی دار الاسلام مین ایکسال تاکافرون کا جاسوس اور ہماری ضرر رسانی کو انکا مددگار نہو جاوے ہم حربی کا ہمیشہ رکھنا دار الاسلام مین
جائز نہین مگر باسترقاق یا جزیہ تاکافرون کا جاسوس نبنے اور مسلمین کے ضرر مین انکا مددگار نہو لیکن کچھ مدت اُنکو رہنے دینا البتہ جائز ہے اسواسطے کہ بالکل نہ آنے دینے
مین سد باب تجارت ہے لہذا دونون مدتون مین حد فاصل ایکسال کو قرار دیا کہ اس مدت مین جزیہ واجب ہوتا ہے کذا فی المنح وقیل لہ من قبل الامام ان اقمت سنۃ
قید اتفاقی لجواز توقیت ما دونہا کشہر وشہرین درر لکن ینبغی ان لا یلحقہ ضرر بتقصیر المدۃ جدا فتح وضعنا علیک الجزیۃ اور حربی سے کہا جاوے بادشاہ اسلام کی طرف
سے کہ اگر تو دار الاسلام مین ایکسال رہیگا تو ہم تجھپر جزیہ رکھینگے شارح نے کہا ایکسال رہنے کی قید اتفاقی ہے بسبب جواز توقیت کمتر از سال کے جیسے ایک مہینے یا دو مہینے کذا فی
الدرر لیکن لائق یون ہے کہ اُسکو ضرر نہ پہونچے نہایت کمتر مدت مقرر کرنے سے کذا فی الفتح ہم جزیہ مقرر کرنا سال بھر کے رہنے پر موقوف نہین بلکہ اگر امام نے ایک مہینہ رہنے کی
اجازت دی تو اگر دو مہینے رہیگا تو ذمی ہو جائیگا جزیہ اسپر لازم آویگا فان مکث سنۃ بعد قولہ فہو ذمی ظاہر المتون ان قول الامام لہ ذلک شرط لکونہ ذمیا فلو اقام
سنۃ او سنتین قبل القول فلیس بذمی بہ صرح العتابی وقیل نعم وبہ جزم فی الدرر قال فی الفتح والاول الاوجہ پھر اگر حربی دار الاسلام مین سال بھر بعد قول امام کے
ٹھہرے تو وہ ذمی ہے ظاہر عبارت متون یہ ہے کہ امام کا یہ قول اُسکے ذمی ہونے کی شرط ہے تو اگر حربی ایکسال یا دو سال دار الاسلام مین ٹھہرے گا قول امام سے پہلے
تو وہ ذمی نہین اور اسی کی عتابی نے تصریح کی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ بدون قول امام کے بھی ذمی ہوگا اور اسی قول پر یقین کیا ہے درر مین فتح القدیر سے کہا
کہ قول اول دلیل سے موافق تر ہے ولا جزیۃ علیہ فی اول الحول الا اشترط اخذہا منہ فیہ اور حربی پر جزیہ نہین پہلے سال کی اقامت مین مگر اُس سے شرط کر لینے مین
سال کے اندر جزیہ لینے کی یعنی اگر یون کہدیا ہو کہ اگر تو اس سال رہیگا تو تجھپر جزیہ دینا لازم آوے گا تب تو لینا درست ہے والا نہین اسواسطے کہ وہ دوسرے سال
مین ذمی ہوا ہے نہ اول سال مین اور جزیہ دینا بدون ذمی ہونے کے لازم نہین اب آگے مصنف نے ذمی کے احکام شروع کیے واذا صار ذمیا یجری
القصاص بینہ وبین المسلم ویضمن المسلم قیمۃ خمرہ وخنزیرہ اذا اتلفہ اور جبکہ حربی ذمی ہو گیا تو قصاص جاری ہوگا اُسکے درمیان اور مسلم کے درمیان اور مسلم اُسکی

شراب اور سور کی قیمت کا ضمان دیگا جبکہ مسلم اُسکو تلف کرڈالے گا **وتجب الدیۃ علیہ اذا قتلہ خطأً** اور مسلمان پر خونبہا دینا واجب ہوگا جبکہ ذمی کو چوک کر مار ڈالے گا **ویجب کف الاذی عنہ وتحرم غیبتہ کالمسلم** فتح اور واجب ہے اُسپر سے تکلیف اور ایذا کو ہٹانا اور اُسکی غیبت کرنا حرام ہے مسلمان کے مانند کذا فی فتح القدیر وفیہ لومات المستامن فی دارنا وورثتہ ثمہ وقف مالہ لہم ویاخذہ بینتہ ولو من اہل الذمۃ فیکفیل ولا یقبل کتاب ملکہم اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر کافر مستامن دارالاسلام میں مرگیا اور اُسکے وارث دارالحرب میں ہیں تو اُسکا مال اُنکے واسطے رکھ چھوڑا جاویگا اور اُسکے وارث مال کو گواہ لاکر پاوینگے اور اگرچہ اُنکے وارث ہونیکے گواہ اہل ذمہ ہوں تو ضامن لیکر اُنکو مال ملے گا اور حربیوں کے بادشاہ کا خط اس امر میں مقبول نہیں **واذا اراد الرجوع الی دار الحرب بعد الحول ولو لتجارۃ او لقضاء حاجۃ** لما یفیدہ الاطلاق نہر **منع** لان عقد الذمۃ لاینقض ومفادہ منع الذمی ایضاً اور جبکہ کافر مستامن دارالحرب کی طرف پھر جانیکا ارادہ کرے بعد ٹھہرنے سال بھر کے تو منع کیا جائیگا اگرچہ تجارت یا حاجت روائی کیواسطے جاتا ہو چنانچہ اطلاق روایات اسی کو مفید ہے کذا فی النہر اسواسطے روکا جائیگا کہ عقد ذمہ بعد منعقد ہونیکے منقوض نہیں ہوتا اور اس تعلیل سے مستفاد ہوا ذمی کا منع کرنا بھی دارالحرب کے جانے سے ہم طحطاوی نے کہا منع ذمی بحث ہے صاحب بحر کی حالانکہ یہ مسئلہ فتاوی عالمگیری میں مصرح ہے یعنی تو قیاس کی کیا حاجت ہے **کما منع لو وضع علیہ الخراج** بان الزم بہ فاخذ منہ عند حلول وقتہ لان خراج الارض کخراج الراس جیسے روکا جاتا ہے حربی مستامن دارالحرب کے جانے سے اگر اُسپر خراج زمین کا مقرر کیا جائے اسطرح پر کہ خراج اُسکو لازم کیا گیا ہو اور خراج اُس سے لیا جائیگا اُسکے وقت آنے کے نزدیک ہو اسواسطے کہ زمین کا محصول گردن کے محصول کے برابر ہے ذمی ہو جانے میں یعنی جب مستامن نے دارالحرب میں زمین مول لی یا غیر کی زمین میں زراعت کی تو اُسپر خراج لازم آیا تو وہ اُس سے ذمی ہوگیا جیسے جزیہ سے ذمی ہوتا ہے لہذا دارالحرب میں نہ جانے پاویگا **او صار لہا** ای للمستامنۃ الکتابیۃ **زوج مسلم او ذمی** لتبعیتہا وان لم یدخل بہا یا مستامنہ کتابیہ کے واسطے مسلم یا ذمی زوج ہوگیا یعنی دارالاسلام میں اُسنے مسلم یا ذمی سے نکاح کیا تو اب دارالحرب میں نہ جانے پاویگی بسبب تابع ہونے زوجہ کے زوج کیواسطے اگرچہ زوج نے اُس سے قربت نہ کی ہو لا عکسہ لامکان طلاقہا نہ بالعکس اُسکے یعنی کافر مستامن اگر ذمیہ سے نکاح کرے تو ذمی نہیں ہوتا اُسکی طلاق دینے کے امکان سے یعنی مرد زوجہ کو طلاق دیکر اپنے ملک میں جاسکتا ہے بخلاف عورت کے کہ وہ مالک طلاق کی نہیں ولو نکحہا ہنا فطالبتہ بمہرہا فلہا منعہ من الرجوع تاتارخانیہ اور اگر مستامن نے ذمیہ سے دارالاسلام میں نکاح کیا سو زوجہ نے اُس سے اپنا مہر مانگا تو اُسکو اختیار روکنا دارالحرب کے جانے سے پہونچتا ہے کذا فی التاتارخانیہ ظولم یف حتی مضے الحول ینبغی صیرورتہ ذمیا علی ما مر من الدرر سو اگر مستامن نے مہر نہ دیا یہانتک کہ ایکسال گذر گیا تو اُسکا ذمی ہوجانا سزاوار ہے بنا بر اُس روایت کے کہ جو درر سے مذکور ہو چکی یعنی امام کا یوں کہنا مستامن سے کہ اگر تو سال بھر رہیگا تو ہم تجھپر جزیہ مقرر کرینگے ذمی ہونے میں شرط نہیں بلکہ اقامت یکسالہ ثبوت ذمیت میں کافی ہے بروایت درر ومنہ علم حکم الدین الحادث فی دارنا اور مہر کے حکم سے معلوم ہو گیا اُس دین کا حکم جو دارالاسلام میں حادث ہوا یعنی صاحب دین کو مدیون کا روکنا دارالحرب کے جانے سے جائز ہے اور اگر سال بھر ادائے دین نکرے گا تو ذمی ہو جائیگا **فان رجع المستامن الیہم** ولو لغیر دارہم **حل دمہ** لبطلان امانہ پھر اگر مستامن پھر گیا حربیوں کی طرف اگرچہ دوسرے دارالحرب میں گیا ہو تو اُسکا خون بعد داخل ہونے دارالحرب کے حلال ہے بسبب باطل ہو جانے اُسکی امان کے تو وہ حربی ہوگیا **فان ترک ودیعۃ عند معصوم مسلم او ذمی او دینا علیہما فاسر او ظہر** بالبناء للمجہول یعنی غلب **علیہم فاخذوہ او قتلوہ سقط دینہ** وسلمہ وما غصب منہ واجرۃ عین اجرہا لسبق یدہ پھر اگر مستامن دارالحرب میں پھر گیا اور امانت کو شخص معصوم یعنی مسلم یا ذمی کے پاس چھوڑ گیا یا دونوں پر اپنا دین چھوڑ گیا پھر بدون فتح ہونے دارالحرب کے گرفتار ہوا یا غلبہ حاصل ہوا اہل حرب پر سو اُسکو گرفتار کیا مسلمین نے یا اُسکو قتل کیا بعد غالب ہونے کے تو اُسکا دین اور بیع سلم کا راس المال اور جو مال کہ اُس سے غصب کیا اور کرایہ اُس ذات کا جسکو اُسنے اجارہ دیا تھا ساقط ہوگیا بسبب مقدم ہونے قبضہ امانت دار وغیرہ کے ہم مدیون وغیرہ پر اثبات ید بسبب مطالبہ کے تھا اور مطالبہ تو بسبب گرفتاری یا قتل دائن کے ساقط ہوا اور مدیون وغیرہ کا ید اور مسلمین کے ید سے اسبق ہے تو اُسی کو مخصوص ہوگا لہذا دین وغیرہ ساقط ہوگا اور غنیمت نہوگا کذا فی البحر **وصار مالہ** کودیعتہ وما عند شریکہ ومضاربہ وماً فی بیتہ فی دارنا **فیئا** اور مال اُسکا چنانچہ اُسکی امانت اور جو مال کہ اُسکے شریک

یا مضارب کے پاس ہے اور جو اُسکے گھر مین ہے دار الاسلام کے اندر غنیمت ہوجاویگا یعنی اسواسطے کہ مال مذکور اُسکے قبضے مین ہے تقدیراً کیونکہ امانت دار وغیرہ کا قبضہ
قائم مقام صاحب امانت کے ہے تو امانت وغیرہ غنیمت ہوجاویگی اُسکی ذات کی تبعیت سے واختلف فی الرہن ورجح فی النہر انہ للمرتہن بدینہ اور اختلاف روایت ہے اُسکے
رہن مین اور نہر الفائق مین ترجیح دی ہے کہ مرتہن ہی کیواسطے ہے بعوض اُسکے دین کے ۔ قول ہے ابو یوسف کا اور محمد کے نزدیک مرہون بیچا جاوے اور اُس سے مرتہن کا دین ادا
کیا جاوے اور جو زیادہ ہو وہ ادائے دین سے وہ غنیمت ہے مسلمین کی صاحب بحر نے محمد کے قول پر ترجیح دی ہے اور حموی نے صاحب نہر کی ترجیح کو رد کیا ہے کذا فی الطحطاوی فی السراج
لو بعث من یاخذ الودیعة والقرض یجب التسلیم الیہ انتہی اور سراج مین ہے کہ اگر مستامن مذکور نے کسی شخص کو دار الحرب سے امانت اور قرض لینے کے واسطے بھیجا تو اُسکو امانت اور قرض
کا سپرد کرنا واجب ہے انتہی کلامہ یعنی اسواسطے کہ اُسکا مال غنیمت نہین ہوتا مگر اُسکی گرفتاری یا قتل سے سو ہنوز حاصل نہین وعلیہ فیوفی منہ دینہ ہنا ولو صارت ودیعتہ فیا
اور بنابر وجوب تسلیم ودیعت اور قرض کے تو ادا کیا جائیگا اُسکے مال سے دین اُسکا جو اُسنے دار الاسلام مین مسلم سے قرض لیا یا ذمی سے اگرچہ اُسکی ودیعت غنیمت ہوگئی طحطاوی نے
کہا یہ بحث ہے صاحب بحر کی نہ روایت مذہب وان قتل او مات فقط بلا غلبة علیہم فدینہ وقرضہ و ودیعتہ لورثتہ لان نفسہ لم تصر مغنومة فکذا مالہ کما لو ظہر علیہ فہرب
فمالہ لہ اور اگر مستامن مذکور بعد رجوع دار الحرب کے قتل کیا گیا بدون گرفتاری کے یا فقط مر گیا بدون غالب ہونے مسلمین کے دار الحرب پر تو اُسکا دین اور قرض اور امانت
اُسکے وارثون کے واسطے ہے اسواسطے کہ ذات اُسکی مغنوم نہین ہوئی تو اسی طرح اُسکا مال بھی غنیمت نہین ہوا چنانچہ اگر وہ گرفتار ہوا پھر بھاگ گیا تو اُسکا مال اسی کے واسطے
ہے کیونکہ اُسکی گرفتاری اُسکے بھاگ جانے سے باطل ہوگئی ہم خلاصہ یہ ہے کہ یہان پانچ صورتین ہین تین صورتون مین تو اُسکا دین ساقط ہے اور اُسکی امانت غنیمت ہے ۱۔
دار الحرب پر غالب ہونے اور اُسکے گرفتار کرنے سے ۲۔ دار الحرب پر غالب ہونے اور اُسکے قتل کرنے سے ۳۔ بدون غلبہ دار الحرب اُسکی گرفتاری سے اور دو صورتون مین
اُسکا مال غنیمت نہین بلکہ بطور سابق قائم رہیگا اگر وہ زندہ ہے تو آپ لے نہین تو اُسکے وارث لینگے ۱۔ اُسکے گرفتار ہونے سے پھر بھاگ جانے سے ۲۔ اُسکے مقتول ہونے
سے بدون مغلوبی دار الحرب کے یا اُسکے مرجانے سے کذا فی المنح حربی ہنا لہ ثمہ عرس و اولاد و ودیعة مع معصوم وغیرہ فاسلم ہنا او صار ذمیا ثم ظہرنا علیہم فکلہ
فی لعدم یدہ وولایتہ ولو سبی طفلہ الینا فہو قن مسلم ایک حربی یہان دار الاسلام مین ہے جسکی وہان دار الحرب مین جورو اور اولاد اور امانت ہے شخص معصوم یا غیر معصوم کے ساتھ
پھر وہ یہان دار الاسلام مین مسلمان ہوگیا یا ذمی ہوگیا پھر ہم اہل اسلام اہل حرب پر غالب ہوے تو اُسکی زوجہ اور اولاد اور امانت سب غنیمت ہے بسبب نہونے اُسکے
قبضے اور ولایت کے اور اگر اُسکا طفل دار الاسلام مین گرفتار ہو آیا تو وہ مملوک مسلم ہے ہم طفل مسلمان ٹھہرا اپنے باپ کی تبعیت سے اسواسطے کہ دونون ایک ملک
مین مجتمع ہوے بخلاف اُن اطفال کے جو دار الحرب مین ہین کہ وہ اسلام مین تابع اپنے باپ کے نہونگے بسبب تباین دارین کے وان اسلم ثمہ فجاء ہنا فظہرنا علیہم
فطفلہ حر مسلم لاتحاد الدار اور اگر حربی دار الحرب مین مسلمان ہوا پھر یہان دار الاسلام مین آیا پھر اہل اسلام کا اہل حرب پر غلبہ ہوا تو اُسکا طفل صغیر حر مسلم ہے اپنے باپ
کی تبعیت سے بسبب متحد ہونے دار کے یعنی جب اُسکا باپ مسلمان ہوا تھا تو دونون دار الحرب مین واقع تھے کذا فی المنح و ودیعتہ مع معصوم لہ لان یدہ کیدہ محترمة
اور امانت اُسکی شخص معصوم کے ساتھ اُسی کیواسطے ہے اسواسطے کہ قبضہ امانت دار معصوم کا صاحب امانت کے قبضے کے مانند محترم ہے یعنی بسبب اسلام کے وغیرہ فی وعینا
غصبہا مسلم لعدم النیابة فتح اور سوائے امانت کے اور مال اُسکا غنیمت ہے اگرچہ اُسکی کسی چیز کو مسلم نے اُس سے غصب کیا ہو بسبب عدم نیابت کے کذا فی الفتح اسواسطے
کہ غاصب کا قبضہ صحیح نہین جو مالک کے قبضے کے قائم مقام ہو وللامام حق اخذ دیة مسلم لا ولی لہ اصلا اور امام کے واسطے اس مسلمان کی دیت کے لینے کا
حق ہے جسکا کوئی ولی وارث نہین ہرگز مقصود یہ ہے کہ اُسکا خون بہا لے کر بیت المال مین رکھے والا قتل خطا کا حکم معلوم ہے ولہذا الکفارہ مذکور نہ کیا اسواسطے کہ جنایات
مین مذکور ہوگا و دیة مستامن اسلم ہنا من عاقلة قاتلہ خطأ لقتلہ نفسا معصوما اور امام کو اُس مستامن کی دیت کے لینے کا حق ہے جو یہان دار الاسلام مین
مسلمان ہوا اور اُسکے قاتل کے اہل محلہ سے خون بہا لے قتل خطا مین بسبب قتل کرنے قاتل کے نفس معصوم الدم کو یعنی مستامن ولی دار الحرب مین کالعدم ہے لہذا
امام اُسکا خون بہا لیگا اسواسطے کہ امام اُسکا ولی ہے جسکا کوئی ولی نہین وفی العمد لہ القتل قصاصا او الدیة صلحا لا العفو نظرا لحق العامة اور لاوارث

مسلم اور مستامن مسلم کے قتل عمد میں امام کو قاتل کا قتل جائز ہے بنا بر قصاص کے یا خون بہا لینا بطور صلح کے نہ معاف کرنا بنظر حق عامہ مسلمین کے یعنی اگر دیت بیت المال میں داخل ہوگی تو سب اہل اسلام کو حصہ ملیگا تو خون معاف کردینے میں انکی حق تلفی ہے **حربی او مرتد او من وجب علیہ القود التجا بالحرم لا یقتل بل یحبس عنہ الغذاء لیخرج فیقتل** لان من دخلہ فہو آمن بالنص وسیجئ فی الجنایات حربی یا مرتد یا جسپر قصاص واجب ہوا جا چھپا بیت اللہ کے حرم میں تو حرم کے اندر وہ مقتول نہوگا بلکہ اسکا کھانا روکا جائے یعنی اسکو کوئی کھانا پینا مطلقا نہ دے تا وہ حرم سے باہر نکلے عاجز ہوکر پھر حرم کے باہر قتل کیا جاوے اسواسطے کہ جو شخص حرم میں داخل ہوا وہ امن میں ہوگیا بموجب نص قرآنی کے (ومن دخلہ کان آمنا) اور یہ مسئلہ آگے کتاب الجنایات میں آویگا **لا تصیر دار الاسلام دار الحرب الا بامور ثلثۃ باجراء احکام اہل الشرک وباتصالہا بدار الحرب وبان لا یبقی فیہا مسلم او ذمی امنا بالامان الاول** علی نفسہ دار الاسلام دار الحرب نہیں ہوتا مگر تین امور کے پائے جانے سے ۱- اہل شرک کے احکام جاری ہونے سے ۲- اور اسکے متصل ہونے سے دار الحرب کے ساتھ ۳- اور اس سے کہ وہاں مسلم یا ذمی بے دھڑک نہ باقی رہے اپنی ذات پر امان اول سے ہم اہل شرک سے سب اہل کفر مراد ہیں یعنی اہل کفر کے احکام علی الاعلان بلا دغدغہ جاری ہوں اور حکم اسلام وہاں جاری ہو اور تعامل دار الحرب سے یہ مراد ہے کہ دونوں کے درمیان میں بلاد اسلام کا کوئی شہر واقع ہو اور امان اول سے وہ امان مراد ہے جو ثابت تھی قبل غالب ہونے کفار کے مسلم کو اسلام کے سبب سے اور ذمی کو عقد ذمہ کی جہت سے اور اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں یا اہل حرب کسی شہر پر بلاد اسلام سے غالب ہوجائیں یا کسی شہر کے لوگ مرتد ہوکر احکام کفر جاری کریں یا اہل ذمہ عہد توڑکر اپنے ملک پر غالب ہوجائیں تو ان صورتوں میں وہ ملک دار الحرب نہوگا امام اعظمؒ کے نزدیک مگر شرائط مذکورہ ثلثہ سے اور صاحبینؒ نے کہا کہ فقط ایک ہی شرط سے دار الاسلام دار الحرب ہوجاتا ہے یعنی احکام کفر کے ظاہر کرنے سے اور یہی قول قیاس کے موافق ہے کذا فی العالمگیریہ عن السراج الوہاج طحطاوی نے کہا جب دار الاسلام دار الحرب ہوگیا تو وہاں حدود اور قصاص نہ جاری ہوگا اور اسیر مسلم کو اہل حرب کی جان اور مال کا متعرض ہونا حلال ہے سوائے حلت فروج کے اور احکام مذکورہ منعکس ہوجائینگے جب دار الحرب دار الاسلام ہوجائیگا **ودار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء احکام اہل الاسلام فیہا کجمعۃ وعید وان بقی فیہا کافر اصلی وان لم تتصل بدار الاسلام** درر وہذا ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح فکانہ ترکہ لمجی بعضہ ووضوح باقیہ اور دار الحرب دار الاسلام ہوجاتا ہے احکام اسلام کے جاری کرنے سے اسمیں جیسا کہ نماز جمعہ اور عید اگرچہ وہاں کافر اصلی باقی رہے اور گو وہ ملک دار الاسلام سے نہ متصل ہو کذا فی الدرر اور یہ عبارت یعنی حربی وغیرہ کے دخول حرم سے آخر تک متن کے نسخوں میں ثابت ہے اور مصنف کی شرح کے نسخوں سے ساقط ہے سو گویا مصنف نے اسکو شرح میں ترک کردیا بسبب آنے بعضے مضمون کے اور واضح ہونے باقی کلام کے یعنی دخول حربی کا حرم میں کتاب الجنایات میں آویگا اور باقی مضمون واضح ہے طحطاوی نے کہا اسکے واضح ہونے میں بحث ہے ہم شرح ملتقی میں شرنبلالیہ سے منقول ہے کہ قاری ہدایہ سے سوال ہوا دریائے شور یعنی سمندر سے کہ وہ دار الاسلام ہے یا دار الحرب ہے جواب دیا کہ وہ کسی میں داخل نہیں کہ وہاں کسی کا قہر اور حکومت نہیں طحطاوی نے کہا کہ ہم نکاح کافر کے باب میں مذکور کرچکے ہیں کہ دریائے شور دار الحرب میں داخل ہے اور شیخ الاسلام ابو سعید کے حاشیہ میں بعد ذکر جواب قاری ہدایہ کے مذکور ہے شرح نظم ہاملی سے کہ بحر ملح کا سطح دار الحرب کے حکم میں ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ جو قاری ہدایہ نے مذکور کیا وہ اسکی بحث ہے تو نص مقدم ہے اسپر اور استروشنی نے اپنی فصول میں ابو الیسر سے مذکور کیا کہ دار الاسلام دار الحرب نہیں ہوتا جبتک کہ وہ سب امر باطل نہوجائیں جنکی جہت سے وہ دار الاسلام ہوا ہے اور اسبیجابی نے اپنی مبسوط میں اسی طرح مذکور کیا ہے اور امام ناصر الدین نے منشور میں ذکر کیا کہ دار الاسلام بسبب جاری ہونے احکام اسلام کے دار الاسلام ہوا ہے جبتک تو کوئی چیز علائق اسلام سے باقی رہے گی تو جانب اسلام کو ترجیح دیجاوے گی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ملتقط میں مذکور ہے کہ جو بلاد کفار کے ہاتھ میں ہیں بلاشک وہ بلاد اسلام ہیں نہ بلاد حرب اسواسطے کہ وہ بلاد حرب سے متصل نہیں اور اسواسطے کہ کفار نے انہیں احکام کفر کے بھی جاری نہیں کیے بلکہ اہل اسلام قاضی ہیں اور جس شہر میں انکی طرف سے حاکم مسلمان ہے تو اقامت جمعہ اور عید اور اخذ خراج اور تقلید قضاۃ جائز ہے بسبب استیلا مسلم کے اور کفار کی اطاعت یا یہ مواعدہ ہے یا مخادعہ اور جن شہروں پر کفار حاکم ہیں تو مسلمین کو اقامت جمعہ اور عید جائز ہے اور آپس کی رضامندی سے ایک شخص قاضی ہوسکتا ہے اور اہل اسلام کو واجب ہے کہ کفار سے درخواست کریں کہ ہمپر مسلمان کو حاکم کرے کذا فی الفصول العمادیہ

باب العشر والخراج والجزیۃ

یہ باب ہے عشر اور خراج اور جزیہ کے احکام میں جب مصنف نے اُسکو ذکر کیا جس سے کافر مستامن ذمی ہو جاتا ہے تو اُسکے بعد وظائف مالیہ کو ذکر کیا یا جو ذمی پر ذمی ہونے کے بعد
لازم آتی ہے یعنی ذمی کی زمین اور سر کا خراج اور چونکہ خراج ارض اور خراج رأس کی تفریعات میں کثرت تھی لہذا اُنکو دو باب میں مذکور کیا اور خراج ارض کو مقدم کیا اسواسطے کہ
اُسی میں گفتگو ہے پھر خراج کے ساتھ عشر کو بھی ذکر کر دیا تا وظیفہ ارض کی تکمیل اور تتمیم ہو جاے اور ذکر عشر کا خراج پر اسواسطے مقدم کیا کہ اُسمین عبادت کا مضمون ہے بخلاف
خراج کے کہ وہ عقوبت ہے عشر بضم عین لغت میں عبارت ہے واحد من العشرۃ یعنی دسوان حصہ اور خراج بالفتح وہ ہے جو زمین یا غلام کی پیدائش سے خارج ہو اور جسکو بادشاہ وظیفہ
ارض اور اس سبب سے وہ مسمی بخراج ہے پھر مصنف نے تحدید اور تعیین عشری اور خراجی زمین کی اول شروع فرمائی اسواسطے کہ اسطرح ضبط احکام اسہل ہے کذا فی المنح الغفار حاکم اسلام
پر واجب ہے کہ جب اُسکو عشر اور خراج اور جزیہ ملے تو اُسکے مستحقین پر صرف کرے ورالا اسکا وبال اُسکی گردن پر ہے اور اگر عشر و خراج خلاف شرع لیگا تو ظالم ہوگا اور جو اُسکو حلال
جان کرلے وہ کافر ہے اور ہمارے زمانے کے حاکم فاسق اور ظالم ہین اسواسطے کہ وہ خراج وغیرہ کو خلاف شرع خرچ کرتے ہین یعنی ملک کے محصول کو اپنے باپ کا مال سمجھتے ہین اور
اہل استحقاق کو محروم کرکے اُسکو بیہودہ اپنے عیش اور آرام مین صرف کرتے ہین کذا فی الطحاوی عن الحموی **ارض العرب** وہی من حد الشام والکوفۃ الی اقصی الیمن **وما اسلم اہلہ
طوعا او فتح عنوۃ وقسم بین جیشنا والبصرۃ** ایضا باجماع الصحابۃ رضی **عشریۃ** لانہ لا یلیق بالمسلم زمین عرب کی اور وہ شام اور کوفہ کی حد سے منتہاے یمن تک ہے اور جس ملک
کے رہنے والے بخوشی مسلمان ہوے یا جو ملک بزور اور شوکت اسلام فتح ہوا اور اُسکی زمین لشکر اسلام مین تقسیم ہوگئی اور بصرہ بھی باجماع صحابہ کرام عشری ہے اسواسطے کہ دسوان حصہ
لینا مسلمان سے لائق تر ہے کرخی نے کہا عرب عبارت ہے زمین حجاز اور تہامہ اور یمن اور مکہ اور طائف اور بادیہ یعنی جنگل سے اور غیر کرخی نے کہا کہ مکہ تہامہ مین داخل ہے تہامہ بکسر اول
وہ زمین ہے جو نجد سے نیچی ہے اور نجد اونچی زمین کا نام ہے اور حجاز اُس زمین کا نام ہے جو تہامہ اور نجد کے درمیان حاجز اور فاصل ہے عرب کو جزیرہ یعنی ٹاپو اسواسطے کہتے ہین کہ
بحر حبش اور بحر فارس اور فرات اُسکو محیط ہے اور عرب کی حد طول مین عدن سے ہے عراق تک اور عرض مین جدہ سے ہے شام تک زمین عرب کی عشری اسواسطے ہوئی کہ رسول علیہ الصلوٰۃ
والسلام اور خلفاء راشدین سے منقول نہین کہ وہان سے کسی نے خراج لیا ہو اور جیسے عرب کی قیمت جائز نہین ویسے ہی اُنکے ملک سے خراج درست نہین کذا ابستان مسلم اور کرم کان دارہ
او رد و حر فی باب لعاشر شیئ من ہذا وحررناہ فی شرح الملتقی اور اسی طرح مسلمان کا باغ اور انگور اُسکا جہان اُسکا گھر تھا عشری ہے کذا فی الدرر اور باب العاشر مین اسکا بیان یہان
سے زیادہ تر گذر گیا اور ہم نے اسکو تحریر کیا ہے شرح ملتقی مین جم شرح ملتقی مین معراج سے یون مذکور ہے کہ جو گھر باغ بنا یا گیا اگر ذمی کا ہے تو اُسمین خراج ہے مطلقاً اور اگر
مسلمان کا ہے سو اگر اُسنے خراج کے پانی سے سینچا تو اُسمین خراج ہے اور اگر عشر کے پانی سے سینچا تو عشر ہے اور اگر مسلم یا ذمی نے اُسکو کبھی خراج کے پانی سے سینچا اور کبھی عشر کے
پانی سے تو مسلم پر عشر ہے اور ذمی پر خراج کذا فی الحلبی ملخصاً **وسواد** قری **العراق** وحدہ من العذیب بالضم فالفتح قریۃ من قری الکوفۃ **الی عقبۃ حلوان** بن عمران
بضم فسکون قریۃ بین بغداد وہمدان **عرضا** اور سواد قریات عراق اور عراق کے ملک کی حد عذیب سے ہے عقبہ حلوان بن عمران تک عرض مین عذیب بضم عین مہملہ وفتح ذال
معجمہ ایک گانون کا نام ہے قریات کوفہ سے اور عقبہ حلوان بضم حا وسکون لام ایک گانون ہے بغداد اور ہمدان کے درمیان ہم نہایہ مین ہے سواد عراق سے قریات عراق
مراد ہین اُنکو سواد کہا بسبب اُنکے اشجار اور زراعت کی سرسبزی کے عرب سبز کو سیاہ بولتے ہین اسواسطے کہ سبز دور سے سیاہ نظر آتا ہے تو کلام شارح کا بحذف
حرف تفسیر ہے اور اضافت بیانی ہے اور عراق سے مراد عراق عرب ہے جسمین کوفہ اور بصرہ اور بغداد اور نجف اور کربلا واقع ہین اور شرنبلالیہ وغیرہ مین کہا کہ عذیب
بنی تمیم کے پانی کا نام ہے قریب کوفہ کے اور شاید کہ اُس چشمے کے کنارے پر گانون آباد ہو جسے عذیب تو دونون قولون مین اختلاف نہ رہا **ومن العلث**
بفتح فسکون فمثلثۃ قریۃ شرقی دجلۃ موقوفۃ علی العلویۃ وما قیل من الثعلبیۃ بفتح فسکون غلط مصنف **عن المغرب الی عبادان** بالتشدید حصن صغیر بشط البحر فی
المثل لیس وراء عبادان قریۃ مستصفی **طولا** اور حد عراق کی علث سے ہے عبادان تک طول مین علث بفتح عین مہملہ وسکون لام پھر ثاے مثلثہ قریہ ہے
دجلہ کے مشرق کی جانب سادات علویہ پر موقوف ہے اور وہ جو بعضون نے یعنی شارح وقایہ وغیرہ نے کہا ہے کہ طول عراق کا ثعلبیہ بفتح اول وسکون ثانی
دحف ۱۲

ے ہے مصنف نے مغرب سے اپنی شرح مین نقل کیا کہ غلط ہے عبادان بتشدید ثانی قلعہ صغیرہ ہے دریاے شور کے کنارے پر متصل مین وارد ہے عبادان کے پرے کوئی قریہ نہین
یعنی بلکہ دریا ہے کذا فی المستصفی طحطاوی نے مصباح سے نقل کیا کہ عبادان بوزن صیغہ تثنیہ شہر ہے دریاے فارس پر متصل بصرہ و بالایام اثنان وعشرون یوماً ونصف
وعرضہ عشرۃ ایام سراج اور طول عراق کا باعتبار ایام کے ساڑھے بائیس دن کی راہ ہے اور عرض اُسکا دس دن کی راہ ہے کذا فی السراج م بحرالرائق مین شرح ذخیرہ سے
منقول ہے کہ سواد عراق کا طول ایک سو ساٹھ فرسنگ کا ہے اور عراق اسّی فرسنگ کا اور مساحت اسکی زمین کی چھتیس لاکھ جریب ہے کذا فی المنح **وما فتح عنوۃ** ولم تقسم
بین جیشنا الا مکۃ سواء **اقر اہلہ علیہ او نقل** الیہ کفار آخر او فتح صلحا **خراجیۃ** لانہ الیق بالکافر اور جو ملک کہ بشوکت اسلام فتح ہوا اور لشکر اسلام کے درمیان تقسیم نہوا سواے
مکہ معظمہ کے خواہ وہان کے لوگ اُس ملک پر ثابت اور قائم رکھے گئے یا اُس ملک کی طرف اور کفار بلاکر بسائے گئے یا جو ملک بطور صلح کے مفتوح ہوا وہ خراجی ہے اسواسطے کہ
خراج کافر سے مناسب تر ہے سواد عراق پر امیر المومنین فاروق اعظم نے صحابہ کرام کے سامنے خراج مقرر کیا چنانچہ کتب سیر مین مشہور ہے نقل روایت کی اسمین حاجت نہین
اور اسی طرح بعد فتح مصر اور شام کے خلافت فاروقیہ مین خراج مقرر ہوا خراج کافر سے اسواسطے مناسب ہوا کہ وہ متضمن عقوبت ہے اور اُسمین تغلیظ ہے ولہذا خراج بجبر لیا جاتا ہے
اگرچہ کافر نے اُسمین زراعت نہ کی ہو کیونکہ خراج عین ارض سے متعلق ہے بخلاف عشر کے کہ وہ عین خارج سے متعلق ہے تو بدون زراعت کے تقاضا عشر کا نہین اور ہر چند ملک معظمہ
بزور فتح ہوا اور وہان کے لوگ وہین قائم رکھے گئے لیکن وہ عشری ہے نہ خراجی اسواسطے کہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے وہان سے خراج نہ لیا اور شاید کہ وجہ عدم خراج یہ ہو کہ وہان زراعت
نہین ہوتی واللہ اعلم **وارض سواد مملوکۃ لاہلہا یجوز بیعہم لہا وتصرفہم فیہا** ہدایہ وعند الائمۃ الثلاثۃ ہی موقوفۃ علی المسلمین فلم یجز بیعہم فتح اور سواد عراق کی زمین مملوک
ہے وہان کے لوگون کی انکو بیع کرنا اور اُسمین تصرف کرنا مانند ہبہ اور وصیت اور اجارہ اور وقف کے جائز ہے کذا فی الہدایۃ اور باقی تینون اماموں کے نزدیک وہ زمین مسلمانون پر
وقف ہے تو وہان کے لوگون کی بیع اُنکے نزدیک جائز نہین کذا فی الفتح م اور عراق کے حکم مین وہ ملک ہے جو بزور اسلام فتح ہوا اور وہان کے لوگ وہین قائم رکھے گئے یا جو ملک
بصلح فتح ہوا اور اُنکی اراضی پر خراج مقرر ہوا تو وہان کے زمیندار اپنی اراضی کے مالک ہین بیع اور ہبہ وغیرہ اُنکو جائز ہے اور ارث اُسمین جاری ہے یہانتک کہ کوئی شخص اُنمین سے باقی
نرہے تب اُنکی ملکیت بیت المال کی طرف منتقل ہو گی کذا فی الطحطاوی عن شرح الملتقی تو معلوم ہوا کہ اکثر قریات ہندوستان کے زمیندار اپنی زمین کے شرعاً مالک ہین
اُنکی بیع اور ہبہ وغیرہ نافذ ہے اسواسطے کہ جب ہندوستان فتح ہوا تو یہان کے لوگون پر ثابت رکھا گیا خراج لیکر **ویجب الخراج فی ارض الوقف** الا اشتراہ من بیت المال
اذا وقفہا مشتریہا فلا عشر فیہا ولا خراج شرنبلالیۃ معزیا للبحر وکذا لو لم یوقفہا کما ذکرتہ فی شرح الملتقی اور خراج واجب ہے وقف کی زمین مین مگر اُس وقفی زمین مین
خراج نہین جو بیت المال سے خریدی ہوئی جبکہ اُسکو وقف کیا اُسکے مشتری نے تو نہ اُسمین عشر ہے نہ خراج کذا فی الشرنبلالیۃ ناقلا عن البحر اور اسی طرح اُسمین عشر اور خراج
نہین اگر مشتری نے اُسکو وقف نکیا چنانچہ مین نے اُسکو شرح ملتقی مین مذکور کیا ہے م بیت المال کی اراضی بیچنا سلطان کو جائز نہین مگر اس شرط سے کہ جب
مسلمین کو معاذ اللہ حاجت شدید واقع ہو کذا فی الطحطاوی عن التحفۃ المرضیۃ **والصبی والمجنون** لو کانت الارض **خراجیۃ والعشر** لو عشریۃ درر وم
الزکوۃ اور خراج واجب ہے وقف اور صغیر اور مجنون کی زمین سے اگر وہ زمین خراجی ہو اور عشر واجب ہے اگر وہ عشری ہو کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ کتاب الزکوۃ مین
مذکور ہو چکا وقالوا ارض الشام والمصر خراجیۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ زمینین مصر اور شام کی خراجی ہین م ہدایہ مین ہے کہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے مصر پر خراج مقرر کیا جبکہ
اُسکو عمرو بن العاص نے فتح کیا اور اسی طرح باجماع صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم شام پر خراج مقرر ہوا کذا فی المنح وفی الفتح الماخوذ الآن من اراضی مصر اجرۃ لا خراج
الا تری انہا لیست مملوکۃ للزراع کانہ لموت المالکین شیئا فشیئا بلا وارث فصارت لبیت المال وعلی ہذا فلا یصح بیع الامام ولا شراؤہ من وکیل بیت المال
لشئ منہا لانہ کولی الیتیم فلا یجوز الا للضرورۃ والعیاذ باللہ زاد فی البحر او غبن فی العقار لضعف قیمتہ علی قول المتاخرین المفتی بہ قلت وسیجئ فی باب الوصی جواز
بیع عقار الصبی فی سبع مسائل اور فتح القدیر مین ہے کہ جو اب حاصل ہوتا ہے مصر کی اراضی سے وہ اجرت ہے نہ خراج تو نہین جانتا کہ اراضی مذکورہ زراعت
کرنے والون کی مملوک نہین گویا عدم مملوکیت اسکی بسبب مرجانے اُسکے مالکون کے ہے اندک اندک بلا وارث تو وہ اراضی بیت المال کی ہو گئی اور بموجب اسکے

تو صحیح نہیں بیچنا امام کا اُس ارضی کو اور نہ حاکم کا خرید کرنا بیت المال کے وکیل سے کسی زمین کو اُسمین سے اسواسطے کہ امام اور سلطان بیت المال کے معاملہ مین یتیم کے ولی کے
مانند ہی تو اُسکی بیع اور شرا جائز نہیں مگر بسبب ضرورت کے والعیاذ باللہ بحر الرائق مین اتنا زیادہ کہا ہی یا زمین کی خرید مین رغبت زیادہ ہو گئی ہو اُسکی دونی قیمت ہو جانے سے
تو اُسکی بیع جائز ہی بموجب قول متاخرین کے جو مفتی بہ ہی مین کہتا ہون باب الوصی مین آویگا ارضی صغیر کی بیع کا جائز ہونا سات صورتون مین ہم بیت المال کا وکیل وہ ہی
جسکو سلطان نے بیت المال کی خبرگیری پر داروغہ کیا شرح ملتقی مین کہا کہ عشری اور خراجی کے سوا یہان ایک تیسری قسم کی زمین ہی جسکو ارضی مملکت اور ارضی حوزہ کہتے ہین
یعنی زمین سلطانی وہ ارضی ہی جسکے مالک مر گئے بلا وارث اور اُسکی ملکیت بیت المال کی طرف رجوع ہوئی یا جو ملک بزور لشکر اسلام فتح ہوا اور اہل اسلام کی ملک نہین
تا قیامت باقی رکھا گیا اور اس ارضی کا حکم تاتارخانیہ مین یون مذکور ہی کہ سلطان کو جائز ہی کہ وہ ارضی زراعت کرنے والون کو دے دو طریق پر یا مزارعین کے مالکون کو
قائم مقام کرے زراعت اور خراج کے دینے مین یا زمین اُنکو اجارہ دے خراج کے برابر تو جو اُنسے حاصل ہو وہ خراج ہی امام کے حق مین پھر اگر نقد مقرر ہو تو وہ خراج موظف ہی اور اگر بعض
خارج ہو تو خراج مقاسمہ ہی اور مزارعین کے حق مین تو فقط اجرت ہی نہ عشر نہ خراج انتہی ما فی التاتارخانیہ اگر کوئی کہے کہ استیجار ارض کا بعض خارج سے جائز نہیں کیونکہ اجارہ
فاسدہ ہی بسبب جہالت کے اُسکا جواب یہ ہی جو مذکور ہو چکا کہ حاصلات امام کے حق مین خراج ہی اور مزارعین کے حق مین اجرت بضرورت عدم صحت خراج حقیقۃً وحکماً پھر جب ارضی
مذکورہ دو طرح پر مزارعین کو دی تو اُس ارضی مین اُنکو بیع اور تصرف کرنا جائز نہیں اور وراثت اُسمین جاری نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا وافتی مفتی دمشق فضل اللہ ارضی
بان غالب ارضینا سلطانیۃ لانقراض ملاکہا مالت لبیت المال فیتکلون فی بذر زراعہا کالعاریۃ انتہی اور یہ فتوی دیا مفتی دمشق فضل اللہ رضی نے کہ اکثر ہماری ارضی
سلطانی ہی بسبب ہلاک ہو جانے اُنکے مالکون کے تو وہ بیت المال کی طرف راجع ہوئین سوا اپنے کاشتکارون کے ہاتھ مین عاریت کے مانند ہین انتہی وفی النہر عن الواقعات
لو اراد السلطان شراہا بالنفسیۃ یامر غیرہ ببیعہا ثم یشتریہا منہ لنفسہ انتہی اور نہر الفائق مین واقعات سے منقول ہی کہ اگر سلطان بیت المال کی زمین کی خرید کا ارادہ کرے
تو اپنے غیر کسی شخص کو مثلاً وکیل بیت المال کو امر کرے اُسکے بیچ ڈالنے کا پھر اُسکو اُسکے مشتری سے خرید کرے اپنے واسطے انتہی ہم طحطاوی نے کہا یہ قول مخالف ہی
قول سابق کے کہ امام کو بیت المال کے وکیل سے بھی خرید کرنا جائز نہیں مگر یہ کہ اُسکو اُس حالت پر محمول کیجیے جب مسلمین کو ضرورت شدیدہ پیش آوے واذا لم یعرف
الحال فی الشراء من بیت المال فالاصل الصحۃ وبہ عرف صحۃ وقف المشتراۃ من بیت المال وان شروط الواقفین صحیحۃ وانہ لاخراج علی اراضیہا اور جبکہ حال معلوم نہو
بیت المال سے خرید کرنیکا یعنی بوقت شرا مجوز بیع شرعاً حاصل تھا یا نہ تھا تو اصل یہان صحیح ہونا خرید کا ہی اور بسبب اصل صحت کے معلوم ہو گئی صحت وقف اُس
زمین کی جو بیت المال سے خرید ہوئی اور یہ کہ شروط واقفین کی صحیح ہین اور یہ کہ اُس ارضی موقوفہ پر خراج نہیں ہم جب شروط واقفین کی صحیح ہوئین تو اُنکے بموجب
عمل کرنا واجب ہوگا اور یہ جو حموی نے توہم کیا ہی کہ ارضی مذکورہ بیت المال کے حکم پر باقی ہی سو غیر صحیح ہی وموات احیاہ ذمی باذن الامام او رضخ لہ کمامر خراجی
اور جس لاوارث افتادہ زمین کو ذمی نے بحکم امام آباد کیا یا امام نے اُسکو بطور عطا دیا چنانچہ مذکور ہو چکا وہ خراجی ہی ولو احیاہ مسلم اعتبر قربہ لان ما قارب الشئ
یعطی حکمہ اور اگر زمین افتادہ کو مسلم نے آباد کیا تو اُسکا قرب معتبر ہوگا کیونکہ جو شی کے قریب ہوتا ہی اُسکو اُسی کا حکم دیا جاتا ہی ہم اگر وہ زمین خراجی کے قریب ہی تو وہ
بھی خراجی ہی اور اگر عشری کے نزدیک ہی تو عشری ہی اور یہ مذہب ہی ابو یوسف کا چنانچہ گھر کے آگے کے میدان مین صاحب خانہ منتفع ہوتا ہی اگرچہ
وہ اُسکی ملک مین نہو یعنی اُسکو بسبب قرب کے وہان مٹی ڈالنا اور گھوڑا باندھنا درست ہی کذا فی المنح وکل منہما ای العشریۃ والخراجیۃ ان سقی
بماء العشر اخذ منہ العشر الا ارض کافر تسقی بماء العشر اذ الکافر لا یتبدا بالعشر اور دونون قسمین یعنی زمین عشری اور خراجی اگر عشر کے پانی
سے سینچی جاوے تو اُس سے عشر لیا جائے گا مگر کافر کی زمین جو عشر کے پانی سے سینچی اُس سے خراج ہی لیا جاوے گا نہ عشر اسواسطے کہ کافر سے عشر
لینے مین ابتدا نہیں کیجاتی بالاتفاق وان سقی بماء الخراج اخذ منہ الخراج لان النماء بالماء اور اگر زمین سینچی جاے خراج کے پانی سے تو اُس سے
خراج لیا جائے گا اسواسطے کہ افزونی کھیت کی پانی سے ہوتی ہی ہم علامہ نوح نے فرمایا کہ یہ تفصیل فقط موات یعنے افتادہ زمین مین جاری

ہے ورنہ تقسیم اراضی کی باعتبار اُسکی ذات کے عشری اور خراجی کی طرف ہو چکی قطع نظر پانی سے تو زمین افتادہ غیر مزروع کو قبل پہنچنے پانی کے عشری اور خراجی کر موصوف نہین کرسکتے

اور مصنف نے یہ قول مخالف کہا قول سابق کے یعنی اول قرب کو معتبر کہا موجب قول ابو یوسف کے اور حالانکہ وہی مختار ہے پھر پانی کو مذکور کیا موجب قول محمد کے کذا فی الطحطاوی عن الحموی

وہو ای الخراج **نوعان خراج مقاسمۃ ان کان الواجب بعض الخارج کالخمس ونحوہ وخراج وظیفۃ ان کان الواجب شیئا فی الذمۃ یتعلق بالتمکن من الانتفاع**

بالارض اور وہ یعنی خراج دو قسم پر ہے ایک خراج مقاسمہ ہے اگر واجب بعض خارج ہو جیسے پانچوان حصہ یا نصف یا مانند اسکے اور دوسری قسم خراج وظیفہ ہے اگر واجب کوئی چیز معین ہو ذمہ پر جو متعلق

ہے بسبب قادر ہونے کے زمین کی انتفاع سے ہم اہل ہند خراج کو محصول اور لگان کہتے ہیں اور خراج مقاسمہ کو بٹائی اور خراج وظیفہ کو جمعی بولتے ہیں خراج مقاسمہ خارج یعنی کھیت کی پیدائش سے

متعلق ہے نہ قدرت انتفاع سے یہانتک کہ اگر زراعت کھیت نہ ہو ویگا اُسپر کچھ دینا واجب نہو گا بخلاف خراج وظیفہ خلاصہ یہ ہے کہ خراج مقاسمہ بحکم عشر ہے لیکن مصرف اُسکا خراج ہے کذا فی

شرح الملتقی **کما وضع عمر رضی اللہ عنہ علی السواد لکل جریب** ہو ستون ذراعا فی ستین بذراع کسری سبع قبضات وقیل المعتبر فی کل بلدۃ عرفہم ودرر مصر التقدیر بالفدان فتح

علی الاول والمعول بحر چنانچہ خراج وظیفہ مقرر فرمایا امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے سواد عراق پر ہر جریب پر جریب اسکو کہتے ہیں جو عبارت ہے شصت در شصت گز سے یعنی ساٹھ گز طول اور

ساٹھ گز عرض کسری کے گز سے جو سات قبضے کا گز ہے اور بعضوں نے کہا جریب مین ہر شہر کا رواج معتبر ہے اور مصر کا رواج اندازہ کرنا ہے فدان سے کذا فی الفتح اور اعتماد قول اول پر ہے کذا

فی البحر ہر ملک کے رواج کا قابل صاحب کافی حافظ الدین اور صاحب محیط ہے اور قول اول اسواسطے صحیح اور معتمد ہوا کہ اگر ہر ملک کا رواج معتبر ہو خراج مین تو لازم آتا ہے اتحاد خراج کا

باوجود اختلاف مقادیر کے ہندوستان مین مساحت زمین کی بیگھے کے حساب سے ہوتی ہے ہر بیگھ ساٹھ گز قطعی طول مین اور اسی قدر عرض مین ہوتا ہے اور قطعی گز تخمیناً تہائی زائد ہے کسری کے

گز سے **یبلغہ الماء صاعا من بر او شعیر ودرہما** عطف علی الصاع من اجود النقود زیلعی فاروق اعظم نے ہر ایک اُس جریب مین جہان پانی پہونچتا ہے ایک صاع گیہون یا جو اور ایکدرم

نہایت کھرے کو مقرر کیا کذا فی الزیلعی درہما کا عطف صاع پر ہے ہم پانی پہونچنے سے مراد یہ ہے کہ وہ زمین لائق زراعت کے ہو صاع سے مراد وہ صاع ہے جو آٹھ رطل ہوتا ہے اور لکھنؤ کے سیر سے

ایک صاع تخمیناً تین سیر اور ایک چھٹانک ہے بحر الرائق مین کہا جو اناج کھیت مین بویا جاوے اُس سے ایک صاع لیا جاویگا گیہون ہو یا جو ہو یا جوار اور یہی صحیح ہے انتہی اور درم سے

وہ درم مراد ہے جو دس درم سات مثقال کے برابر ہون تو ایکدرم تین ماشے اور ایک رتی اور خمس رتی چاندی کا ہوا خلاصہ یہ ہوا کہ خلافت فاروقیہ مین فی بیگھہ تخمیناً تین سیر پختہ اناج اور

پانچ آنہ محصول زمین کا مقرر ہوا **ولجریب الرطبۃ خمسۃ دراہم** اور رطبہ کی ہر جریب مین پانچ درم خراج مقرر ہوا نہر الفائق مین ہے کہ اہل مصر رطبہ کو برسیم اور قرط کہتے ہین اور غایہ مین ہے

کہ رطبہ قصب کا نام ہے جبتک کہ وہ تر رہے اور جوہری نے تفسیر ثانی پر اقتصار کیا اور مغرب مین ہے رطبہ بفتحہ اور قصب رطب ہے جمع اسکی رطاب اور کتاب العشر مین ہے کہ

بقول غیر رطاب ہین بقول جیسے گندنا اور رطاب لکڑی کھیرا اور خربوزہ اور بینگن اور جو اسکے نظیر ہو اور کتب لغت مین قول اول ہی مذکور ہے انتہی کلام النہر رطبہ اور قصب کو

فارسی مین سپست کہتے ہین وہ نبات ہے نیل کے مانند گھوڑے اُسکو کھاتے ہین اور ظاہر اتفسیر کتاب العشر کی فقہ مین زیادہ تر لائق اعتماد کے ہوگی واللہ تعالی اعلم **ولجریب**

الکرم او النخل متصلۃ قید فیہما ضعفہا اور ہر جریب انگور اور نخلستان مین جنکے درخت باہم متصل ہون اُسکا دونا خراج ہے یعنی فی جریب دس درم جسکے تخمیناً ایک روپیہ دو آنہ

ہوتے ہین شارح نے کہا کہ اتصال اشجار کی انگور اور کھجور دونون مین قید ہے ہم جس زمین کے گرد احاطہ ہوا اور اسمین ایسے گھنے درخت انگور کے ہون جسکے نیچے زراعت نہو سکے

اُسکو زبان عرب مین کرم بولتے ہین کذا فی المنح **ولما سواہ مما لیس فیہ توظیف عمر کزعفران وبستان** وہو کل ارض یحوطہا حائط وفیہا اشجار متفرقۃ ویمکن الزرع

تحتہا فلو ملتفۃ ای متصلۃ لا یمکن زراعۃ ارضہا فہو کرم **طاقتہ** اور ماسوا ے اقسام ثلثہ مذکورہ کے جسمین عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی توظیف اور تعیین نہین چنانچہ

زعفران اور بوستان بقدر اُسکی طاقت کے خراج ہے شارح نے کہا بوستان اُس زمین کا نام ہے جسکے گرد احاطہ ہو اور اسمین متفرق درخت ہون اور زراعت اُسکے

نیچے ممکن ہو اور اگر اسکے درخت پیچان ہون یعنی ایسے متصل ہون جسکی زمین کی زراعت ممکن نہو وہ کرم ہے **وغایۃ الطاقۃ نصف الخارج لان التنصیف عین الانصاف**

فلا یزاد علیہ فی خراج المقاسمۃ ولا فی الموظف علی مقدار ما وظفہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ **وان طاقت** علی الصحیح اور نہایت طاقت نصف خارج ہے اسواسطے

کہ تنصیف یعنی آدھا لینا عین انصاف ہے تو نصف خارج پر زیادہ نہ کیا جاوے بٹائی کے محصول مین اور نہ جمعی محصول مین زیادہ دی جاہیے اُس مقدار سے جسکو امیر المومنین

عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے مقرر فرمایا اگرچہ زمین خراج فاروقی سے زیادہ کی طاقت رکھتی ہو بنا بر قول صحیح کے کذا فی الکافی ہم خراج فاروقی سے زیادہ لینا اسواسطے نہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے عاملوں سے پوچھا کہ شاید تم نے زمین پر زیادہ محصول مقرر کیا جسکی اُسکو طاقت نہیں اُنھوں نے کہا نہیں بلکہ ہم نے بقدر طاقت کے معین کیا ہے اور اگر ہم اس سے بھی زیادہ مقرر کرتے تو بھی اُسمیں گنجائش تھی انتہی تو اس سے ثابت ہوا کہ باوجود طاقت اور گنجائش کے بھی زیادہ لینا جائز نہیں اسواسطے کہ فاروق عادل نے باوجود دریافت طاقت و گنجائش کے بھی زیادہ لینا تجویز نہ کیا اور یہی قول امام اعظم کا صحیح ہے چنانچہ کافی میں موجود ہے تو جو زمین کہ بعد فاروق اعظم کے مفتوح ہوئی سو اگر اُسمیں گیہوں پیدا ہوتے ہوں اور حاکم چاہے کہ ایک سیر فی جریب دو درم مقرر کرے باوجود طاقت اور گنجائش کے تو ہرگز جائز نہیں کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ یہ نص صریح ہے اُس محصول کے حرام ہونے پر جسکو حکام ظالمین خراج فاروقی سے زیادہ لیتے ہیں اور اگر یہ بھی مسلم کیجیے کہ اراضی بیت المال کی ہو کر مستاجرہ ہو گئی ہے خراجیہ باقی نہ رہی تو بھی اجرت کی زیادتی خراج سے جائز نہیں چنانچہ تاتارخانیہ سے مذکور ہو چکا **وتنقص مما وظف علیہا ان لم تطق بان لم یبلغ الخارج ضعف الخراج الموظف فینقص الی نصف الخارج**

وجوبا وجوازا عند الاطاقۃ وینبغی ان لا یزاد علی النصف ولا ینقص عن الخمس حلادی اور کم کر ڈالا جاوے اُس خراج سے جو زمین پر مقرر ہو گیا اگر زمین کو اُسکی طاقت نہو اسطرح پر کہ زمین کا غلہ خراج موظف کے دو چند تک نہ پہونچے تو خراج گھٹایا جاوے نصف خارج تک بنا بر وجوب کے اور بنا بر جواز کے طاقت کے وقت اور لائق یوں ہے کہ زیادہ نہ لیا جاوے نصف خارج سے اور کم نہ کیا جاوے خمس سے کذا ذکرہ الحدادی یعنی اگر مثلا دس سیر فی جریب غلہ پیدا ہو تو محصول پانچ سیر سے زیادہ نہ لے اور دو سیر سے کم نہ کرے اور یہ حکم ثنائی کا ہے کذا فی الحلبی عن البحر وفیہ لو غرس بارض الخراج کرما او شجرا فعلیہ خراج الارض الی ان یطعم اور اسمیں یعنی جوہرہ حدادی میں ہے اگر ایک شخص خراج کی زمین میں انگور بوئے یا کوئی اور درخت پھلدار تو اُسپر زمین کا خراج واجب ہے یہانتک کہ انگور وغیرہ کھانے کے لائق ہوں ہم خراج زمین سے خراج زراعت مراد ہے یعنی ایک صاع اور ایک درم وکذا لو قلع الکرم وزرع الحب فعلیہ خراج الکرم اور اسی طرح اگر انگور کو اُکھاڑے اور اناج بووے تو اُسپر انگور کا خراج واجب ہے ہم اُسپر ہمیشہ انگور کا خراج واجب ہوگا اسواسطے کہ اُسنے اعلی کو چھوڑ کر ادنی کو اختیار کیا فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جو شخص اعلی زمین کی طرف انتقال کریگا بدون عذر کے اُسپر عمدہ کا خراج واجب ہوگا جیسے زعفران چھوڑ کر مثلا باجرا بووے اور اس مسئلہ کو دریافت کرنا چاہیے اسکا فتوی نہ دینا چاہیے تا حاکم ظالم لوگوں کے مال نہ چھین لیں یعنی جسکا مال ظلم سے لیا چاہینگے تو اُسپر تہمت رکھینگے کہ اُسنے مثلا انگور یا زعفران کی زراعت چھوڑ کے جوار یا باجرا بویا اور اُس سے خراج زعفران اور انگور کا لینگے **واذا اطعم فعلیہ قدر ما یطیق ولا یزید علی عشرۃ دراہم ولا ینقص عما کان** اور جبکہ انگور کھانے کے لائق ہو تو اُسپر خراج لازم آویگا بقدر اُسکی طاقت کے اور نہ زیادہ کرے دس درم پر اور نہ کم کرے اس محصول سے جو اُس زمین پر قبل انگور بونے کے تھا طحطاوی نے کہا اذا اطعم مسئلہ اولی سے مرتبط ہے تو بہتر یوں تھا کہ بعد ان یطعم کے مذکور کرتا وکل ما یمکن الزرع تحت شجرہ فبستان ومالا یمکن فکرم اور جہاں زراعت ممکن ہو درخت کے نیچے وہ بستان ہے اور جہاں ممکن نہو وہ کرم ہے یہ مضمون مکرر ہو چکا واما الاشجار التی علی المسناۃ فلا شئ فیہا انتہی اور جو درخت کہ پانی کے بان پر ہوتے ہیں اُنمیں کچھ خراج نہیں انتہی ما فی الجوہرہ لحدادی ہم مسناۃ بضم میم وتشدید نون جامع اللغۃ میں کہا کہ وہ عرم ہے یعنی جو سیلاب رُکنے کیواسطے بنایا جاوے کذا فی الطحطاوی **وفی زکوۃ الخانیۃ قوم تشتروا ضیعۃ فیہا کرم وارض**

فشتری احدہما الکرم والآخر الارضی واراد وا قسم الخراج فلو معلوما فظاہر وان کان جملۃ فان لم تعرف الکرم الا کرما قسم بقدر الحصص اور خانیہ کی کتاب الزکوۃ میں مذکور ہے کہ ایک قوم نے ایک قریہ خرید کیا جسمیں انگور اور زمین ہے سو ایک شخص نے انگور کے باغ مول لیے اور دوسرے نے اراضی مول لی اور دونوں نے قسمت خراج کا ارادہ کیا تو اگر خراج معلوم ہو یعنی انگور کا خراج علیحدہ اور اراضی کا خراج علیحدہ معلوم ہو تو ویسا ہی خراج باقی رہے گا جیسا خرید کرنے سے پہلے تھا اور اگر انگور اور زمین کا خراج جدا جدا معلوم نہو تو خراج وہاں کا مجمل اور مجموعہ رہے گا سو اگر انگور سواے انگور کے کچھ اور نام سے مشہور نہوں تو خراج کی تقسیم ہوگی بقدر حصوں کے یعنی کوئی شخص انگور کو اراضی نہ جانتا ہو اور اراضی کو انگور نہ جانتا ہو تو مجموع خراج قریہ کا بقدر اُسکے حصوں کے قسمت پذیر ہوگا کذا فی الحلبی عن الخانیۃ قریۃ خراجہم متفاوت فطلبوا التسویۃ ان لم یعلم قدرہ ابتداء ترک علی ما کان ایک قریہ ہے کہ وہاں کے لوگوں کا خراج مختلف ہے کسی پر کم اور کسی پر زیادہ پھر اہل قریہ نے خراج برابر کر دینے کی درخواست کی اگر مقدار خراج کی ابتداء سے معلوم نہو کہ برابر تھا یا کم و بیش تو بطور سابق چھوڑا جاوے گا

ولاخراج ان غلب الماء علی ارضہ او انقطع الماء او اصاب الزرع آفات سماویۃ کغرق وحرق وشدۃ برد الا اذا بقی من السنۃ ما یمکن الزرع فیہ
ثانیا اور محصول نہین اُس کاشتکار پر جسکی زمین پر پانی غالب ہوا یا پانی وہان سے منقطع ہوگیا یا کھیت کو آسمانی آفات پہونچین جیسے کھیتی کا ڈوبنا یا جل جانا اور زیادتی
سردی کی برف ریزی سے مگر اُسوقت البتہ محصول ہوگا جب ان آفات کے بعد سال مین سے اسقدر مدت باقی رہے جسمین دوسری بار زراعت ہوسکے فتح القدیر
مین کہا فتوی اسیر ہی کہ اگر بعد آفات مذکورہ کے سال مین سے تین مہینے باقی رہین تو خراج ساقط نہوگا اور آفات سماویہ سے وہ مراد ہی جسکو انسان دفع نکرسکے
فتاوی خیریہ مین کہا کہ رازی نے ٹڈی کو بھی غرق اور حرق کے ساتھ ملحق کیا ہی اسواسطے کہ اُسکا دفع کرنا نہین ہوسکتا اور شک نہین کہ کھیت مین کیڑا لگنا اور چوہا اور بندر
اور چینٹا بھی اسی طرح ممکن الدفع نہین لیکن ہمارے اکثر علمانے بندر اور درندے جانور اور افعی مین عدم سقوط کی تصریح کی ہی اور کچھ فرق نہین خراج وظیفہ اور خراج مقاسمہ اور
عشر مین اور زراعت کے مانند رطبہ اور کرم اور مانند انکے مین اور یہی قول یعنی سقوط خراج باٰفات مذکورہ انصاف سے قریب تر ہی اور ظلم سے دور تر انتہی و فتاوی عالمگیری مین وجیز
کردری سے منقول ہی کہ ملوک عجم یعنی نوشیروانیون کا کیا خوب طریقہ تھا کہ جب مزارع کی زراعت اُنکے وقت مین آفت رسیدہ ہوتی تھی تو اُسکے بیج وغیرہ مصارف اپنے خزانے سے دیتے تھے
اور کہتے تھے کہ ہم اپنی رعیت کاشتکار کے نفع مین شریک ہین تو ہم اُنکے نقصان مین کیون نہ شریک ہون تو بادشاہ اسلام اس نیک خصلت مین سزاوار تر ہی انتہی بحرالرائق مین کہا کہ اگر بادشاہ
مزارع کو کچھ نہ دے تو لا اقل کہ اُس سے خراج کا ڈانڈ نہ لے **اما اذا کانت الآفۃ غیر سماویۃ ویمکن الاحتراز عنہا کاکل قردۃ وسباع ونحوہما کانعام وفارۃ ودودۃ بحر او ہلک
الخارج بعد الحصاد فلا یسقط** قبلہ یسقط اور جبکہ آفت آسمانی نہو اور اُس سے بچ رہنا ممکن ہو جیسے بندر اور درندے جانور اور اُنکے مانند کے کھیتی کھاجانے سے جیسے چوپائے
جانور اور چوہا اور کیڑا کذا فی البحر یا ہلاک ہوگیا غلہ کھیت کاٹنے کے بعد تو خراج ساقط نہوگا اور قبل کھیت کاٹنے کے اگر غلہ تلف ہوگا تو خراج ساقط ہوگا مگر اُسوقت ساقط نہوگا
جب سال مین اتنی مدت باقی ہو جسمین دوبارہ کھیتی ہوسکے چنانچہ یہ قید کلام سابق سے مفہوم ہوتی ہی نہر الفائق مین کہا کہ کیڑے کو آفت سماوی مین نہ داخل کرنا مسلم نہین
بلکہ اسکے آفت آسمانی ہونے مین تردد کرنا لائق نہین اسواسطے کہ اُس سے احتراز ممکن نہین **ولو ہلک بعضہ ان فضل عما انفق شئ اخذ منہ مقدار ما بیناہ** مصنف سراج وتمامہ
فی الشرنبلالیہ معزیا للبحر اور اگر تمام غلہ ہلاک نہو بلکہ بعض ہلاک ہوا تو اگر کچھ غلہ فاضل بڑے خرچ سے تو اُس سے خراج لیا جائے اسقدر جسکو ہم نے بیان کیا کذا ذکرہ المصنف
فی شرحہ عن السراج الوہاج اور پورا بیان اسکا شرنبلالیہ مین ہی بحرالرائق سے ہم منح الغفار مین سراج وہاج سے منقول ہی کہ اگر بعض خارج ہلاک ہو تو محمد رح نے کہا
کہ اگر غلہ خراج کا دونا باقی رہا اسطرحپر کہ فی جریب بمقدار دو درم اور دو صاع کے باقی رہا تو خراج واجب ہی اور اگر مقدار خراج سے کم باقی رہا تو نصف واجب
ہی ہمارے مشائخ نے کہا اسمین صواب یہ ہی کہ اول اسکو دیکھنا چاہیے کہ مزارع کا اس کھیت مین کتنا خرچ ہوا پھر غلہ کی پیدائش کو دیکھنا چاہیے تو پہلے غلہ سے مزارع
کے خرچ کو مجرا کرے پھر اگر کچھ بچے تو اُسمین سے وہ مقدار خراج لے جسکو ہم نے بیان کیا یعنی نصف لے **قال وکذا الحکم فی الاجارۃ فی الارض المستاجرۃ** شرنبلالیہ مین کہا اور یہی حکم
ہی اجارہ ارض مستاجرہ مین ہم طحطاوی نے کہا بحرالرائق مین مذکور ہی کہ حکم اجارہ مخالف حکم خراج ہی اسواسطے کہ بقدر استیفا اجرت لیجاتی ہی بخلاف خراج کے تو اجارہ
کو خراج کے ساتھ ملحق کرنا ظاہر صحیح نہین **فان عطلہا صاحبہا وکان خراجہا موظفا او اسلم صاحبہا او اشتری مسلم من ذمی ارض خراج یجب الخراج** پھر اگر خراجی
زمین کو اُسکے مالک نے معطل رکھا نہ بویا اور اُس زمین کا خراج موظف یعنی جمعی تھا یا اُس زمین کا مالک مسلمان ہوگیا یا مسلمان نے ذمی سے زمین خراج کی مول لی
تو ہر صورت مین خراج واجب ہی ہم مصنف نے نسبت تعطیل سے اشارہ کیا کہ صاحب ارض زراعت پر قادر تھا اور اُسنے زراعت نہ کی تو تقصیر اُسکی ثابت ہوئی لہذا خراج
اُسپر لازم آیا اور اگر مالک زراعت کرنے سے عاجز ہو بسبب اپنے ناطاقت ہونے کے یا بسبب فقدان اسباب کے تو حاکم کو چاہیے کہ اُسکی زمین کسی شخص کو بٹائی پر دے اور
مالک کے حصے سے خراج لے کر باقی کو مالک کے واسطے رکھے اور اگر حاکم چاہے زمین کو اجارہ دے اور خراج اجرت سے لے خواہ بیت المال کے مال سے زراعت کرادے اور
اگر یہ کچھ نہو سکے تو زمین کو بیچ ڈالے اور اُسکی قیمت سے خراج لے اور یہ حکم بلا خلاف ہی کذا فی البحر اور خراج لینے کے بعد جو قیمت باقی رہے وہ مالک کو دے اور بعد بیع کے
مشتری سے خراج لیا کرے کذا فی النہر الفائق مسلمان پر ابتداءً خراج نہین بلکہ بقاءً ہی اسواسطے کہ صحابۂ کرام نے زمین خراج کی مول لی تھی اور اُسکا خراج دیا کرتے تھے

کذا فی فتح القدیر **ولو منعہ انسان من الزراعۃ او کان الخراج خراج** مقاسمۃ لایجب شئی سراج اور اگر ذمی کو زراعت کرنے سے کسی انسان نے روکا یا خراج بٹائی کا خراج تھا تو کوئی چیز واجب نہیں کذا فی السراج ہو حیلہ کہ روکنے سے اسکی عاجزی ثابت ہوگئی اور بٹائی کا خراج بدون پیدا ہونے کے لازم نہیں وقد علمت ان الماخوذ

من اراضی مصر اجرۃ لاخراج فما یفعل الان من الاخذ من الفلاح وان لم یزرع ویسمی ذلک فلاحۃ واجبارہ علی السکنی فی بلدۃ معینۃ یعمرہا ویزرع الارض حرام بلاشبہۃ نہر اور تجکو معلوم ہو چکا کہ جو حاصل ہوتا ہے اراضی مصر سے اجرت ہے نہ خراج سو جو کہ اب معمول ہے کاشتکار سے لینے کا اگرچہ وہ نہ بووے اور یہ فلاحت ہے اور کاشتکار پر جبر کرنا ایک شہر معین کے رہنے پر کہ اپنے گھر کو آباد رکھے اور اراضی میں زراعت کرے سو حرام ہے بلاشبہۃ کذا فی النہر ونحوہ فی الشرنبلالیۃ

معزیا للبحر حیث قال وتقدم ان مصر الان لیست خراجیۃ بل بالاجرۃ فلاشئی علی من لم یزرع ولم یکن مستاجرا ولاجبر علیہ بسببہا فما یفعلہ الظلمۃ من الاجبار حرام خصوصا اذا اراد الاشتغال بالعلم اور مانند نہر الفائق کے شرنبلالیہ میں ہے بحرالرائق کی طرف نسبت کر کے چنانچہ یوں کہا ہے اور مقدم مذکور ہو چکا کہ اراضی مصر کی بالفعل خراجی نہیں بلکہ باجرت ہے تو کوئی چیز اسپر واجب نہیں جس نے اسمیں زراعت نہ کی اور حالانکہ وہ مستاجر نہیں یعنی درصورت مستاجری اور تمکن کے اجرت واجب ہوگی اور اسپر جبر نہیں اسکے سبب سے تو جو حکام ظالمین اسکو ضرر پہونچاتے ہیں وہ حرام ہے خصوصا جب کہ

مزارع اشتغال علم کا ارادہ کرے وقالوا لوزرع الاخس قادرا علی الاعلی کزعفران فعلیہ خراج الاعلی وہذا یعلم ولایفتی بہ کیلا یجری الظلمۃ علماء نے کہا کہ اگر مزارع بووے کمتر چیز عمدہ تر پر قادر ہو کر چنانچہ زعفران چھوڑ کر جو بووے تو اسپر عمدہ چیز کا خراج واجب ہے اور اس مسئلہ کو دریافت کیجیے اسکا فتوے نہ دیجیے تاکہ حکام ظالمین لوگوں کے اموال پر جرأت نہ کریں یعنی اگر حاکم ظالم اسکا فتوی پائے گا تو اسکو مال لینے کا یہ حیلہ ملے گا کہ اسنے مثلاً زعفران چھوڑ کر باجرا بویا اور اس سے زعفران کا محصول ناحق لیگا اور یہ صریح ظلم ہے **باع ارضا خراجیۃ ان بقی من السنۃ مقدار ما یتمکن المشتری من الزراعۃ فعلیہ الخراج والا فعلی البائع** غنایۃ بیچا خراجی زمین کو اگر سال سے اتنی مدت باقی ہے جسمیں مشتری زراعت کرنے پر قادر ہے تو مشتری پر خراج ہے اور نہیں تو بائع پر کذا فی الغنایۃ ہم فتح القدیر سے مذکور ہو چکا کہ امکان زراعت میں تین مہینے پر فتوے ہے **ولا یوخذ العشر من الخارج من ارض الخراج**

لانہما لایجتمعان خلافا للشافعی رح اور نہ لیا جاوے عشر خراجی زمین کے غلہ سے اسواسطے کہ امام اعظم رضہ کے نزدیک بموجب حدیث کے عشر اور خراج مجتمع نہیں ہوتے بخلاف امام شافعیؒ کے کذا فی الفتح **ولا یتکرر الخراج بتکرر الخارج فی سنۃ لو موظفا والا بان کان خراج** مقاسمۃ تکرر لتعلقہ بالخارج حقیقۃ اور دوبار خراج نہیں لیا جاتا دوبار غلہ پیدا ہونے سے ایک سال میں اگر جمعی خراج ہے اور اگر جمعی خراج نہو اسطرح پر کہ بٹائی کا خراج ہو تو دوبار لیا جائے گا بسبب متعلق ہونے بٹائی کے خارج پر فی الحقیقۃ یعنی تو جو بار غلہ پیدا ہوگا بانٹ دینا ہوگا کالعشر فانہ یتکرر بٹائی کا خراج عشر کے مانند مکرر ہوتا ہے زراعت کی تکرار سے **ترک السلطان او نائبہ الخراج لرب الارض** او وہبہ لہ ولو بشفاعۃ جاز عند الثانی وحل لہ لو مصرفا

والا تصدق بہ بہ یفتی وما فی الحاوی من ترجیح حلہ لغیر المصرف خلاف المشہور سلطان یا اسکے نائب نے خراج چھوڑ دیا زمیندار کو یا اسکو بخش دیا اگرچہ کسی کی سفارش سے چھوڑا یا بخشا تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور زمیندار کو وہ حلال ہے اگر وہ خراج کا مصرف ہو مثلاً غازی یا قاضی یا مفتی یا مدرس ہو اور اگر صاحب زمین خراج کا مصرف نہو تو وہ خراج کو خیرات کرے اسی پر فتوے ہے اور جو قول کہ حاوی قدسی میں ہے غیر مصرف کی بھی حلت کی ترجیح میں سو قول مشہور کے خلاف ہے کذا فی النہر **ولو ترک العشر لایجوز** اجماعا ویخرجہ بنفسہ للفقراء سراج خلافا لما فی قاعدۃ تصرف الامام منوط

بالمصلحۃ من الاشباہ معزیا للبزازیۃ قنیہ اور اگر سلطان عشر چھوڑ دے عشری زمین کے مالک کو تو جائز نہیں باتفاق صاحبین کے اور مالک اسکو آپ نکالے فقیروں کے واسطے کذا فی السراج بخلاف اُس قول کے جو اشباہ کے اس قاعدہ میں ہے بزازیہ کی طرف نسبت کر کے کہ تصرف امام کا مصلحت سے متعلق ہے سو آگاہ رہنا م درر المنتقی میں کہا بزازیہ میں ہے زمین عشری کے مالک پر عشر کا چھوڑنا جائز ہے خواہ وہ غنی ہو

یا فقیر لیکن اگر وہ غنی ہو تو سلطان عشر کا ضمان دے خراج کے بیت المال سے صدقات کے بیت المال کو اور اگر وہ فقیر ہو تو ضمانت نہیں انتہی پھر مین نے برجندی مین دیکھا شرح
خزینہ مین اور اسی طرح اگر عشر مقاتلین کو امام دے تو جائز ہی اسواسطے کہ عشر مقاتلین کی قوت سے حاصل ہوا انتہی حلبی نے کہا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ روایت رافع
اختلاف ہی یعنی عشر کا چھوڑنا جو منع ہی تو اسیر منع ہی جو مقاتل اور غازی نہیں اور بزازیہ مین جو جواز کا قول ہی تو مقاتلین پر محمول ہی واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی وفی النہر
یعلم من قول الثانی حکم الاقطاعات من ارضی بیت المال اذ حاصلہا ان الرقبۃ لبیت المال والخراج لہ وحینئذ فلا یصح بیعہ ولا ہبتہ ولا وقفہ نعم لہ اجارتہ تخریجا علی
اجارۃ المستاجر اور نہر الفائق مین ہی کہ ابو یوسف کے قول سے یعنی جواز ترک خراج یا اسکے ہبہ کرنے سے مصرف خراج کیواسطے معلوم ہوتا ہی بیت المال کی اراضی کی معافی
کا حکم اسواسطے کہ معافی کا حاصل یہ ہی کہ رقبہ زمین بیت المال کا مملوک ہی اور محصول زمین کا معافیدار کیواسطے ہی اور اسوقت مین تو صحیح نہین معافیدار کی
بیع اور نہ اسکا ہبہ اور نہ اسکا وقف ہان اسکو جائز ہی اجارہ دینا بقیاس اجارہ مستاجر ہم اقطاعات کو بعضے عرف مین انعام کہتے ہین اور بعضے اسکو برادر صلہ
بولتے ہین اور صورت اسکی یہ ہی کہ بادشاہ قطعہ ارض خراجیہ کو بعضے لوگون کو عطا کرے کہ وہ اس سے فائدہ پاوین تو یہ جائز ہی بشرطیکہ منعم علیہ یعنی جسکو کہ بادشاہ نے
عطا کی وہ مصرف خراج ہو ابو یوسف کے نزدیک کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور ہندوستان کے عرف مین اقطاعات کو معافی کی زمین اور ائمہ اور ملک و معاش
بولتے ہین اور جسکو وہ زمین ملی اسکو معافیدار اور ائمہ دار اور ملکی کہتے ہین آراضی معافیہ کا بیچنا اور وقف کرنا اسواسطے جائز نہین کہ وہ معافیدار کی مملوک نہین اسکو فقط
خراج مین اختیار ہی نہ رقبہ ارض مین ومن الحوادث لو اقطعہا السلطان لہ ولاولادہ ونسلہ وعقبہ علی ان من مات منہم انتقل نصیبہ الی اخیہ ثم مات السلطان
وانتقل من اقطع لہ السلطان فی زمان سلطان آخر ہل یکون لاولادہ لم ارہ ومقتضی قواعدہم الغاء التعلیق بموت المعلق فتدبرہ اور منجملہ حوادث فتوی یہ مسئلہ
ہی کہ اراضی کو اگر معاف کر دیا سلطان نے اسکو اور اسکی اولاد کو اور اسکی نسل اور ذریت لیس ماندہ کو اس شرط پر کہ اسکی اولاد سے جو مرے اسکا حصہ اسکے بھائی کو
پہونچے پھر معاف کرنے والا سلطان مر گیا اور جسکے واسطے معافی ہوئی وہ دوسرے سلطان کے زمانے مین منتقل ہو گیا وہ معافی اسکی اولاد کے واسطے ہوگی صاحب نہر
نے کہا کہ اس مسئلہ کو مین نے فقہا کے کلام مین نہین دیکھا اور مقتضی انکے قواعد کا تعلیق کا لغو کرنا ہی تعلیق کرنیوالے کی موت سے سو اسکو غور کرو تعلیق سے یہ قول
مراد ہی کہ جو انمین سے مرے اسکا حصہ اسکے بھائی کی طرف منتقل ہو اور تعلیق کرنے والے سے سلطان اول مراد ہی طحطاوی نے کہا ظاہر اسکا یہ حکم ہی کہ وہ اراضی اسکی
اولاد کیواسطے ہی اسواسطے کہ اسکی اولاد بالاصالت معافیدار ہی بطریق تعلیق کے ولو اقطعہ السلطان ارضا مواتا او ملکہا السلطان ثم اقطعہا لہ جاز وقفہ لہا اور اگر
سلطان نے زمین افتادہ ایک شخص کو معاف کر دی یا بادشاہ زمین مذکور کا مالک ہوا پھر اسنے ایک شخص کو معاف کر دی تو اسکو وقف کرنا اس زمین کا جائز ہی زمین
افتادہ کی معافی سے یہ مراد ہی کہ اس شخص نے زمین مذکورہ کو آباد کیا باذن سلطان اور ملک سلطان سے مراد یہ ہی کہ سلطان نے زمین مذکورہ کو اپنے واسطے آباد کیا
وقف کرنا اس شخص کا اسواسطے صحیح ہوا کہ وہ زمین مذکورہ کا مالک ہو گیا بملک حقیقی تو اسکو جمیع تصرفات مالکانہ جائز ہوے والا ارصاد من السلطان لیس بایقاف البتۃ
اور ارصاد سلطان کا وقف کرنا جائز نہین ہی البتہ انتہی ما فی النہر سید حموی نے کہا کہ ارصاد اس سے عبارت ہی کہ جو لوگ بیت المال کے مستحق ہین انکے واسطے بیت المال
مین سے بقدر انکے حصے یا بعض حصے کے جدا کر دینا سو یہ جائز ہی اسکا نقض باتفاق جائز نہین اور یہ جو بحکم وزرا بعض علما اور قرا اور یتامی اور بیوہ اور بنا کہ
مساجد اور موذن اور امام اور خطیبون کے واسطے ارصاد مقرر ہی اسکا نقض ہرگز جائز نہین اسواسطے کہ یہ لوگ بیت المال کے مصارف سے ہین اور بیت المال
منعقد مصالح مسلمین کے واسطے ہی اور ہرگز مصلحت نہین ارزاق مستحقین بیت المال کے قطع کرنے مین اور ابن عبد السلام اور اکمل اور طرسوسی اور ابن جماعہ کا اسی پر فتوی
ہی انتہی اور شیخ علیہ حنفی نے اپنے رسالہ متعلقہ ارصاد مین کہا کہ اراضی بیت المال کی مساجد وغیرہ سلطان نور الدین شہید نے اول وقف کی اور ابن عصرون سے اسکا
استفسار ہوا سو انھون نے اسکے جواز کا فتوی دیا اور مذاہب اربعہ کے علما انکے ساتھ متفق ہوے اور ابن عصرون اور انکے موافقین نے یہ ارادہ نہین کیا کہ یہ
وقف حقیقی ہی اسواسطے کہ وقف کرنا غیر مالک سے صحیح نہین یعنی سلطان و بیت المال کا مالک نہین جو اسکا وقف صحیح ہو بلکہ علماء مذکورین نے اسکو ارصاد

معلوم کیا یعنی بعض بیت المال اُسکے مستحقین کے واسطے علیحدہ ہوگیا تاکہ انکو بسہولت پہونچ جاوے اسواسطے کہ فقہا اور ضعفا کا پہونچنا بادشاہون تک اور ناحق اُسے
لینا متعذر یا متعسر ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی الاشباہ قبیل القول فی الدین افتی العلامۃ قاسم بصحۃ اجارۃ المقطع لہ وان للامام ان یخرجہ متی شاء اور اسباب مین
قبل گفتگو دین کے ہی علامہ قاسم نے اجارہ معافیدار کی صحت کا فتوی دیا اور یہ کہ امام کو جائز ہی کہ معافیدار کو جب چاہے خارج کردے یعنی اراضی کو ضبط کرے اور وجہ
اجارہ یہ ہی کہ معافیدار انتفاع اراضی کا مالک ہی تو وہ مستاجر کے مانند ہی نہ مستعیر کے اور مستاجر کو اجارہ دینا درست ہی اسی طرح معافیدار کو بھی جائز ہی وقید ابن نجیم
بعیر الموات اما الموات فلیس للامام اخراجہ عنہ لانہ یملکہ بالاحیاء فلیحفظ اور معافیدار سے زمین کے نکال لینے کو ابن نجیم صاحب اشباہ نے غیر زمین افتادہ کو مقید کیا ہی
اور زمین افتادہ مین تو سلطان کو اُسکا نکال لینا معافیدار سے جائز نہین اسواسطے کہ زمین افتادہ کا بسبب آباد کرنے کے وہ مالک ہو جاتا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
م والی ملک کو لازم ہی کہ تحصیل خراج پر ایسے شخص کو مقرر کرے جو رعایا پر آسانی کرے اور خراج لینے مین انصاف کرے اور جتنا غلہ پیدا ہو اُسکے موافق خراج نے
یہان تک کہ پورا خراج آخر غلہ تک حاصل کرے یعنی خراج بمقدار غلہ لے یہان تک کہ اگر زمین مین غلہ ربیع اور غلہ خریف دونون ہوتے ہون تو تخمین کرے
اگر دونون فصلون مین برابر غلہ ہوتا ہو تو آدھا محصول ربیع مین لے اور آدھا خریف مین اور اسی طرح ساگ اور ترکاری کو غور کرے اگر پانچ بار کاٹی جاتی ہو
تو اُسکا پانچ بار مین محصول لے اور اگر چار بار کاٹی جاتی ہو تو چار بار لے وعلے ہذا القیاس جیسے عشر اور خراج ہو اور وہ مر جاوے تو اُسکے متروک سے لے
اور خراج لینا چاہیے غلہ تیار ہونے کے وقت علی اختلاف البلدان آو صاحب اراضی کو حلال نہین غلہ کھانا بدون اداے خراج کے اور اسی طرح
عشری زمین کا غلہ کھانا جائز نہین بدون اداے عشر کے اور اگر کھائیگا تو ضمان دینا ہوگا اور ارض خراج کا غلہ حبس کرنا سلطان کو جائز ہی محصول
لینے کے واسطے کذا فی العالمگیریۃ

فصل فی الجزیۃ یہ فصل ہی جزیہ کے احکام مین ہی لغۃ فی الجزاء لانہا جزت عن القتل والجمع جزی کالحیۃ واللحی وہی نوعان جزیہ لغت مین بمعنی جزا ہی اسواسطے
جزیہ جزا واقع ہوا ہی قتل سے یعنی جزیہ قتل کافر کا بدلا ہی اگر جزیہ نہ دیتا تو قتل کیا جاتا اور جزیہ کی جمع جزی ہی بضم اول وفتح ثانی چنانچہ لحیہ کی جمع لحی ہی اور وہ یعنی
جزیہ دو قسم ہی جزیہ صلحی اور جزیہ قہری **الموضوع من الجزیۃ بصلح** لا یقدر ولا یغیر تحرزا عن الغدر جو جزیہ کہ متعین ہوا بطور صلح کے اسمین تقدیر اور تغیر نہین
عہد شکنی سے بچنے کے واسطے م یعنی جو جزیہ کہ تراضی سے معین ہوا تو اسکو بدل ڈالنا عہد شکنی ہی اور یہ جو کہا کہ اسمین تقدیر نہین یعنی تقدیر آیندہ نہین و
الا وہ تو صلحا مقدار ہوا ہی **وما وضع بعد ما قہروا واقروا علی املاکہم یقدر فی کل سنۃ علی فقیر معتمل** یقدر علی تحصیل النقدین بای وجہ کان ینابیع
ونکفی صحتہ فی اکثر السنۃ ہدایۃ اثنا عشر درہما فی کل شہر درہم اور جو جزیہ کہ ٹھرایا جاوے کافرون کے مغلوب ہونے اور املاک پر انکو قائم رکھنے کے بعد ہر محتاج
کاسب پر جو تحصیل نقدین پر قادر ہی کسی وجہ سے قدرت ہو کذا فی الینابیع اور تندرست رہنا اُسکا اکثر سال مین وجوب جزیہ کے واسطے کافی ہی کذا فی الہدایۃ
بارہ درم اکثیر مقرر کیے جاوین ہر مہینے مین ایک درم یعنی تخمینا یاخذ انہ یہینا **وعلی وسط الحال ضعفہ فی کل شہر درہمان** اور متوسط الحال یعنی جو کہ نہ فقیر ہی
نہ غنی اُسپر اسکا دونا مقرر کیا جاوے ہر مہینے مین دو درم ہر سال مین چوبیس درم **وعلی المکثر ضعفہ فی کل شہر اربعۃ دراہم** وہذا التفصیل للبیان لوجوب لانہ
بالحول بنایہ اور غنی کثیر المال پر اسکا دونا ہر مہینے مین چار درم اور یہ مشاہرہ اور قسط بندی واسطے آسانی کے ہی نہ واسطے بیان وجوب کے اسواسطے کہ وجوب
جزیہ کا ابتداے سال مین ہوتا ہی کذا فی البنایہ اہل وجوب ابتداے سال مین ہی اور وجوب آخر سال مین **ومن ملک عشرۃ الآف درہم فصاعدا غنی**
ومن ملک مائتی درہم فصاعدا متوسط ومن ملک ما دون المائتین او لا یملک شیئا فقیر قالہ الکرخی وہو احسن الاقوال وعلیہ الاعتماد بحر واعتبر ابو جعفر العرف
وہو الاصح تاتارخانیہ اور جو ذمی دس ہزار درم یا زیادہ کا مالک ہو وہ غنی ہی اور جو دو سو درم یا زیادہ کا مالک ہو وہ متوسط الحال ہی اور جو دو سو درم سے کم کا مالک
ہو یا کسی چیز کا مالک نہو وہ فقیر اور محتاج ہی یہ قول ہی کرخی کا اور یہ احسن الاقوال ہی اور اسی پر اعتماد ہی کذا فی البحر اور ابو جعفر طحاوی نے عرف کو معتبر رکھا ہی اور یہ

قول صحیح تر ہے کذا فی التاتارخانیہ یعنی ہر شہر کا عرف معتبر ہے سو جسکو اہل شہر غنی یا متوسط یا فقیر کہتے ہوں وہی معتبر ہے فتاوی عالمگیری میں اسکو صحیح کہا اور اختیار میں
اسکو مختار کذا فی الطحطاوی ويعتبر وجود هذه الصفات فی آخر السنة فتح لانه وقت وجوب الاداء نہر اور وجود ان صفات کا علی اختلاف القولين آخر سال میں معتبر ہے کذا فی
فتح القدیر اسواسطے کہ آخر سال وجوب ادا کا وقت ہے کذا فی النہر وتوضع علی کتابی يدخل فی اليهود السامرة لانهم يدينون بشريعة موسى عليه السلام وفی
النصارى الفرنج والارمن واما الصابئة ففی الخانية تؤخذ منهم خلافا لهما اور مقرر کیا جائے جزیہ اہل کتاب پر یہودیوں میں قوم سامرہ داخل ہے اسواسطے کہ وہ شریعت
موسی علیہ السلام پر چلتے ہیں اور نصاری میں فرنگی اور ارمنی داخل ہیں اور خانیہ میں ہے کہ قوم صابئی سے امام اعظم کے نزدیک جزیہ لیا جائے نہ صاحبین کے نزدیک اھ
کتابی عربی ہو یا عجمی بہرصورت اُسپر جزیہ ہے اور صابئی امام کے نزدیک منجملہ نصاری ہیں اور صاحبین کے نزدیک ستارہ پرست ہیں حلبی نے کہا ظاہر کلام فقہا اُسپر دلالت
کرتا ہے کہ صابئی منجملہ عرب ہیں اسواسطے کہ اگر وہ عجمی ہوتے تو امام اور صاحبین کا وجوب جزیہ میں اُنپر اختلاف نہوتا اسواسطے کہ عجمی پر بہرصورت جزیہ لازم ہے کتابی ہو یا
مشرک ومجوسی ولو عربيا لوضعه عليه الصلوة والسلام على مجوس هجر اور مجوس آتش پرست پر اگرچہ مجوسی عربی ہو بسبب مقرر کرنے رسول علیہ الصلوة والسلام کے ہجر کے
مجوسیوں پر ہجر بفتحتین بحرین میں ایک شہر کا نام ہے اور وہ عرب میں داخل ہے ووثنی عجمی لجواز استرقاقه فجاز ضرب الجزية عليه اور عجمی بت پرست پر بسبب جائز ہونے
اسکے استرقاق اور مملوکیت کے تو اسپر جزیہ بھی جائز ہوا عجمی خلاف عربی ہے وثن وہ ہے جو دیوار میں منقوش ہو اور اسکا جثہ نہو اور صنم اسکا نام ہے جو بصورت
انسان ہو اور صلیب وہ ہے جسکا نہ نقش ہے نہ صورت کذا فی المنح بحرالرائق میں کہا وثن وہ ہے جسکا جثہ ہو خواہ وہ لکڑی کا بنا ہو یا پتھر یا چاندی یا جوہر کا اور
شرح ملتقی میں ہے کہ وثن وہ ہے جسکی صورت ہو آدمی کی صورت کے مانند اور صنم صورت بلا جثہ ہے کذا فی الطحطاوی لا على وثنى عربى لان المعجزة فی حقهم اظهر فلم يعذر جزیہ
نہ مقرر کیا جائے عربی بت پرست پر اسواسطے کہ معجزہ اُسکے حق میں ظاہر تر ہے تو وہ معذور نہوا حق عرب میں معجزہ اسواسطے اظہر ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں
میں پیدا ہوئے اور قرآن مجید انھیں کی زبان میں اُترا تو وہ اسکے معانی اور فصاحت کے زیادہ تر واقف ہوئے تو کفر انکا سخت ہوا لہذا اُنپر سخت حکم ہوا کہ جزیہ اُنسے
مقبول نہیں یا اسلام لاویں یا مقتول ہوں اور ہرچند اہل کتاب عرب سے زیادہ تر عارف تھے حقیقت اسلام سے لیکن اُنمیں قیاس متروک ہوگیا بسبب نص قرآنی
کے کہ اہل کتاب سے اخذ جزیہ کا حکم ہوا نہ عرب سے اور عربی سے مراد عربی الاصل ہے تو اہل کتاب اس قید سے خارج ہوگئے اگرچہ وہ عرب میں رہیں اسواسطے کہ وہ عربی
الاصل نہیں ومرتد فلم يقبل منهما الا الاسلام او السيف اور جزیہ نہیں مرتد پر تو کافر عربی اور مرتد سے کچھ مقبول نہیں سوائے اسلام یا تلوار کے یعنی مسلمان ہو یا مقتول ہو اور
چونکہ مرتد محاسن الاسلام سے مطلع ہوکر کافر ہوگیا لہذا اُس سے اور عربی سے غیر اسلام یا تلوار کے اور کچھ مقبول نہیں ولو ظهرنا عليهم فنساؤهم وصبيانهم فيء اور اگر ہم غالب ہوں کفار
عرب یا مرتدین پر تو اُنکی عورتیں اور لڑکے غنیمت میں مگر یہ کہ نساء اور صبیان مرتدین مسلمان ہونے پر جبر کیے جائینگے بخلاف نساء اور صبیان مشرکین عرب کذا فی الطحطاوی عن الشلبی
وصبي وامراة وعبد ومكاتب ومدبر وابن ام ولد اور صغیر نابالغ اور عورت اور غلام اور مکاتب اور مدبر اور ام ولد کے لڑکے پر جزیہ نہیں ہے ہدایہ میں وارد ہے کہ ام ولد پر جزیہ نہیں
اور حالانکہ یہ غیر مناسب ہے کیونکہ جب نساء احرار پر جزیہ نہوا تو ام ولد پر کیونکر ہوگا مراد وہاں ام ولد سے ابن ام ولد ہے کذا فی المنح وزمن من زمن زمانة نقص بعض اعضاء
او تعطل قواه فدخل المفلوج والشيخ العاجز اور زمن پر جزیہ نہیں زمن مشتق ہے زمن یزمن زمانہ سے یعنی جسکے بعض اعضا ناقص ہوگئے یا اسکے قوی بیکار ہوگئے تو اس تعریف سے
فالج زدہ اور عاجز بوڑھا زمن میں داخل ہوگیا واعمى وفقير غير معتمل وراهب لايخالط الناس لانه لا يقتل والجزية لاسقاطه اور اندھے اور محتاج غیر کاسب
اور نصاری کے اُس درویش پر جو لوگوں سے نہیں ملتا جلتا جزیہ نہیں اسواسطے کہ درویش نصرانی قتل نہیں کیا جاتا اور جزیہ لازم اسقاط قتل کیواسطے ہے وجزم
الحدادی بوجوبها ونقل ابن الكمال انه القياس ومفاده ان الاستحسان بخلافه فتامل اور حدادی نے یقین کیا ہے واجب ہونے جزیہ کا راہب یعنی درویش نصرانی
پر اور ابن کمال نے ایضاح اور اصطلاح میں نقل کیا ہے کہ یہی قیاس ہے اور قیاس سے مستفاد یہ ہوا کہ استحسان بخلاف قیاس ہے سو اُسکو تامل کرو برجندی نے
فتاوی قاضی خان سے نقل کیا کہ راہب اور قسیس سے جزیہ لینا ثابت ہے ظاہر الروایت میں اور ایک روایت محمد سے یہ ہے کہ جزیہ نہ لیا جائے انتہی تو اس سے معلوم ہوا

کہ مصنف نے غیر ظاہر الروایۃ کو اختیار کیا کذا فی الطحطاوی عن الحموی والعبرۃ فی الاہلیۃ للجزیۃ وعدمہا وقت الوضع فمن فاق او عتق او بلغ او برأ
بعد وضع الامام لم توضع علیہ اور جزیہ کی اہلیت اور عدم اہلیت کا اعتبار امام کے مقرر کرنے کا وقت ہے سو جو مجنون کہ ہوش میں آیا یا غلام آزاد ہوا یا صغیر
بالغ ہو گیا یا بیمار تندرست ہوا بعد وضع امام کے تو ایسے پر جزیہ نہ رکھا جائیگا اس سے یہ مراد نہیں کہ بعد وضع امام کے کبھی جزیہ مقرر نہو گا باوجود اہلیت کے بلکہ مراد یہ ہے
کہ اس سال مقرر نہو گا بلکہ سال آئندہ سے معین ہو گا کذا فی العالمگیریۃ عن قاضی خان بخلاف الفقیر اذا ایسر بعد الوضع حیث توضع علیہ لان سقوطہا
لعجزہ وقد زال اختیار بخلاف فقیر کے جب وہ مقدور والا ہو گیا بعد جزیہ مقرر کرنے کے اسواسطے جزیہ ایسے پر مقرر کیا جائیگا کہ اسکا سقوط تھا عاجز ہونے کے سبب سے
اور حالانکہ اسکا عجز زائل ہو گیا کذا فی الاختیار وہی ای الجزیۃ لیست رضی منا بکفرہم کما طعن الملحدۃ بل انما ہی عقوبۃ لہم علی اقامتہم علی الکفر فاذا جاز امہالہم
للاستدعاء الی الایمان بدونہا فبہا اولی وقال تعالی حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون واخذہا علیہ الصلوۃ والسلام من مجوس ہجر ونصاری نجران وقرہم
علی دینہم اور وہ یعنی جزیہ لینا رضامندی اہل اسلام کی نہیں انکے کفر پر جیسا کہ ملحدان دین نے طعنہ دیا ہے بلکہ جزیہ تو انکے لیے عقوبت اور عذاب ہے بسبب انکے
قائم رہنے کے کفر پر پھر جب کہ مہلت دینا کافروں کا ایمان کی طرف بلانے کے واسطے بدون جزیہ کے جائز ہوا تو جزیہ لیکر مہلت دینا بطریق اولی جائز ہے اور حق تعالی
نے فرمایا یہاں تک کہ کفار جزیہ دیں ہاتھ سے ذلیل ہو کر اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے ہجر کے مجوسیوں اور نجران[1] کے نصاری سے جزیہ لیا اور انکو انکے دین پر رہنے
دیا یعنی انکو مہلت دی تا محاسن اسلام دیکھکر اسلام قبول کریں ہم شارح نے یہ جواب دیا ہے سوال کا جو منح الغفار میں اسطرح مذکور ہے کہ اگر تو کہے کہ کفر معصیت
ہے تو اسکے قائم رکھنے پر عوض لینا کیونکر جائز ہو گا اور اگر جائز ہو تو چاہیے کہ زانیوں سے عوض زنا کے اور اسی طرح اور معاصی کے عوض مال لینا جائز ہو خلاصہ
جواب یہ ہے کہ جزیہ لینا رضا بالکفر نہیں بلکہ عقوبت اور اذلال ہے اقامت علی الکفر سے اور جزیہ لینے کے جواز پر قرآن اور حدیث دال ہے ثم فرع علیہ بقولہ تسقط
بالاسلام ولو بعد تمام السنۃ پھر مصنف نے جزیہ کے عقوبت ہونے پر اپنا یہ قول متفرع کیا تو جزیہ ساقط ہوتا ہے ذمی کے مسلمان ہونے سے اگرچہ بعد تمامی
سال کے اسلام لاوے ہم چلپی نے کہا کہ بعدیت یہاں مقارنت پر محمول ہے اسواسطے کہ اگر مسلمان ہو گا سال کے بعد تو سقوط جزیہ کا بسبب تکرار
کے ہو گا نہ بسبب اسلام کے ویسقط المعجل لسنۃ لا لسنتین فیرد علیہ سنۃ خلاصۃ اور ساقط ہو گا پیشگی جزیہ ایک سال کا نہ دو سال کا سو ایک سال کا
اسکو پھیر دیا جائے گا کذا فی الخلاصۃ یعنی اگر ابتدائے سال میں جزیہ دیا پھر اُسی سال میں وہ مسلمان ہوا تو اُسکو جزیہ پھیر دیا جائیگا اور اگر دو سال کا جزیہ
پیشگی دیا ہے تو ایک سال کا اُسکو پھیر دیا جائیگا اسواسطے کہ ایسے پر وجوب ثابت نہ تھا کذا فی الطحطاوی وبالموت والتکرار للتداخل کما سیجیء اور ساقط ہوتا ہے جزیہ
بسبب موت اور تکرار سال کے بواسطے تداخل کے چنانچہ ذکر تداخل کا عنقریب آتا ہے والعمی والزمانۃ وصیرورتہ فقیرا او مقعدا او شیخا کبیرا لا یستطیع العمل
اور ساقط ہوتا ہے جزیہ بسبب نابینا ہونے کے اور ناقص الاعضا ہو جانے کے اور ہو جانے ذمی کے فقیر یا اپاہج یا پیر فرتوت کہ کام نہیں کر سکتا ثم بین التکرار فقال
واذا اجتمع علیہ حولان تداخلت والاصح سقوط جزیۃ السنۃ الاولی بدخول السنۃ الثانیۃ زیلعی لان الوجوب باول الحول بعکس خراج الارض
پھر مصنف نے تکرار کو بیان کیا سو یوں کہا اور جب ذمی پر دو سال مجتمع ہوں تو جزیہ متداخل ہو جائیگا یعنی ایک سال کا جزیہ چند سال کو کفایت کرے گا اور
پہلے سال کے جزیہ کا ساقط ہونا دوسرے سال کے آنے سے قول اصح ہے کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ وجوب جزیہ کا اول سال میں ہوتا ہے خراج الارض کے بالعکس کہ وہ
آخر سال میں واجب ہوتا ہے یعنی جب وجوب جزیہ اول سال سے ہوا تو دوسرے سال کے داخل ہونے سے تکرار لازم ہوئی ویسقط الخراج بالموت فی الاصح حاوی و
بالتداخل کالجزیۃ وقیل لا یسقط کالعشر وینبغی ترجیح الاول لان الخراج عقوبۃ بخلاف العشر نہر قال المصنف وعزاہ فی النہایۃ لصاحب المذہب فکان ہو المذہب
اور ساقط ہوتا ہے خراج قول اصح میں کذا فی الحاوی اور ساقط ہوتا ہے تداخل سے جزیہ کے مانند اور قول ضعیف میں ساقط نہیں ہوتا مانند عشر کے اور لائق ہے ترجیح دینا قول
اول کا اسواسطے کہ خراج عقوبت ہے بخلاف عشر کے کہ وہ عبادت ہے کذا فی النہر مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور خانیہ میں سقوط بالموت کو امام اعظم صاحب کے

[1] نجران ایک شہر کا نام ہے یمن میں ۱۲

مذہب کی طرف نسبت کیا تو وہی فتویٰ مذہب ہوا محل اختلاف وہ ہے جب خراج مکرر ہو جائے بسبب عاجز ہونے ذمی کے زراعت سے سوا اگر اور سبب عاجزی کے نہو تو
بالاتفاق خراج لیا جائیگا کذا فی المنح صدر الاسلام نے کتاب العشر والخراج میں سقوط اور عدم سقوط میں دو روایتیں امام اعظمؒ سے نقل کی ہیں اور قول صحیح یہ ہے کہ خراج لیا جائیگا
کذا فی العالمگیریہ عن المحیط تو قول معتمد علیہ عدم سقوط ہوا اور یہ گفتگو خراج موظف میں ہے اور خراج مقاسمہ تو عین خارج سے متعلق ہے مانند عشر کے کذا فی الطحطاوی وفیہا

لایحل لکل الغلۃ حتی یودی الخراج اور خانیہ میں ہے کہ حلال نہیں غلہ کا کھانا وقت ادائے خراج اور یہی حکم ہے عشر کا چنانچہ باب الخراج کے آخر میں عالمگیری سے مترجم نے
اسکو اور عدم سقوط خراج کو نقل کیا ہے **ولا تقبل من الذمی لو بعثہا علی ید نائبہ فی الاصح بل یکلف ان یاتی بنفسہ فیعطیہا قائما والقابض منہ قاعد**
ہدایہ اور ذمی سے جزیہ قبول کیا جائے اگر اسکو اپنے نائب کے ہاتھ بھیجے قول صحیح میں بلکہ اسکو حکم کیا جائے کہ آپ لاوے سو اسکو کھڑا ہو کر دے اور ذمی سے لینے والا بیٹھا رہے کذا
فی الہدایہ ویقول اعط یا عدو اللہ ویصفعہ فی عنقہ لا یا کافر ویاثم القائل ان اذاہ بہ قنیہ اور جزیہ کا لینے والا ذمی سے کہے اے دشمن خدا کے دے اور اسکی گردن میں دھپ
مارے اور اسکو یا کافر نہ کہے اور یا کافر کہنے والا گنہگار ہوگا اور اسکو اس قول سے تکلیف دیگا کذا فی القنیہ **ولا یجوز ان یحدث بیعۃ ولا کنیسۃ ولا صومعۃ ولا بیت**
نار ولا مقبرۃ ولا صنما حاوی فی دار الاسلام ولو قریۃ فی المختار فتح اور جائز نہیں ذمی کو نیا بنا دے بیعہ اور نہ کنیسا اور نہ صومعہ اور نہ آتشخانہ اور نہ قبرستان
اور نہ صنم کذا فی الحاوی دار الاسلام میں اگرچہ دار الاسلام کے قریہ میں احداث کرے تو بھی جائز نہیں قول مختار میں کذا فی الفتح ہم اصل لغت میں عبادتخانہ
یہود اور نصاریٰ کو مطلقاً بیعہ کہتے ہیں بحر غلبہ استعمال سے عبادتخانہ یہود کو کنیسہ کہتے ہیں اور عبادتخانہ نصاریٰ کو بیعہ بولتے ہیں اور دیر کا لفظ نصاریٰ کیواسطے
مخصوص ہے اور صومعہ وہ عبادتخانہ ہے جسکا سر لنبا بنایا جاوے تاکہ خلق سے منقطع ہوکر اسمیں عبادت کیجاوے کذا فی المنح ہندوستان میں نصاریٰ اپنے عبادتخانہ
کو گرجا کہتے ہیں **ویعاد المنہدم** ای لا ما ہدمہ الامام بل ما انہدم بنفسہ اشباہ فی آخر الدعاء برفع الطاعون اور ذمیوں کا منہدم عبادتخانہ دوبارہ بنایا جاوے
یعنی نہ وہ عبادتخانہ جسکو امام نے ڈھایا بلکہ وہ بنایا جاوے جو خود بخود منہدم ہو گیا چنانچہ اشباہ کی دفع وبا کی دعا کے اخیر میں مذکور ہے ہم مصنف کے کلام سے معلوم
ہوا کہ معابد قدیمہ سے تعرض نہ چاہیے اور جو قدیم گر جاے اسکا اعادہ جائز ہے کذا فی المنح **من غیر زیادۃ علی البناء الاول** ولا یعدل عن النقض الاول ان کفی و
تمامہ فی شرح الوہبانیۃ اعادہ منہدم جائز ہے بدون زیادہ کرنے کے پہلی عمارت پر اور تجاوز کرنا نچاہیے شکست والے سے اگر وہ کافی ہو اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ میں
ہے ہم اگر بناء اول سے عدول ہو باوجود کفایت کے تو اسمیں بناء ثانی کی زیادتی ہے اول پر کذا فی النہر شرح وہبانیہ میں مذکور ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے منع زیادتی کی تو اس سے
معلوم ہوا کہ جو کچی اینٹ سے بنا ہو اسکو پکی اینٹ سے نہ بناوے اور جو پکی اینٹ سے ہے اسکو پتھر سے نہ بناوے کذا فی الطحطاوی ہم اما القدیمۃ فتترک مسکتا فی الفتحیۃ وبعدا فی الصلحیۃ
بحر خلافا لما فی القہستانی قنیہ اور معابد قدیمہ تو رہنے کیواسطے چھوڑے جائیں بلاد مفتوحہ میں اور عبادت کیواسطے چھوڑے جائیں بلاد صلحیہ میں کذا فی البحریہ قول مخالف ہے
قہستانی کے سو خبر دار رہنا ہم حلبی نے کہا قہستانی میں تتمہ سے منقول ہے کہ جو بلاد صلح سے قابو میں آگئے اسکے کل معابد منہدم کیے جائیں جمیع روایات میں **ویمیز الذمی**
عنا فی زیٔ بالکسر لباسہ وہیئتہ **ومرکبہ وسرجہ وسلاحہ** اور ممتاز اور جدا کیا جائے ذمی اہل اسلام سے اپنے لباس اور ہیئت میں اور اپنی سواری اور زین
اور ہتھیار میں شارح نے کہا زی بالکسر عبارت ہے لباس اور ہیئت سے اور نووی نے شرح مسلم میں کہا کہ زئی بالفتح والتشدید ہے کذا فی الطحطاوی **فلا یرکب خیلا الا اذا استعان**
بہم الامام لمحاربۃ وذب عنا ذخیرہ **وجاز بغل کحمار** تاتارخانیہ تو ذمی سوار نہو گھوڑے پر مگر اسوقت جبکہ امام انسے مدد چاہے لڑائی کیواسطے اور دفع ہمارے کفار
کے مسلمین سے کذا فی الذخیرہ اور جائز ہے ذمی کو سوار ہونا خچر کا مانند گدھے کے کذا فی التاتارخانیۃ وفی الفتح ہذہ عند المتقدمین **والمختار المتاخرون انہ لا یرکب**
اصلا الا لضرورۃ وفی الاشباہ **والمعتمد ان لا یرکبوا مطلقا ولا یلبسوا العمائم وان رکب الحمار لضرورۃ نزل** فی المجامع اور فتح القدیر میں ہے کہ یہ یعنی خچر اور گدھے پر
سوار ہونا متقدمین کے نزدیک ہے اور متاخرین نے یہ قول مختار کیا ہے کہ ذمی ہرگز سوار ہی نہو مگر بسبب ضرورت کے یعنی سفر یا مرض میں اور اشباہ میں ہے اور
قول معتمد یہ ہے کہ اہل ذمہ مطلقاً نہ سوار ہوں اور پگڑیاں نہ باندھیں اور اگر ذمی سوار ہو گدھے پر بسبب ضرورت کے تو مجامع مسلمین میں سواری سے اتر پڑے

لہ نہ تا یہ کہ اسکی وجہ یہ ہوگی کہ اصل اسکی زوال کی نفع نہ ادا ہو اور قاعدہ اجتماع واد اور یاے وادیا بکو دوسرے میں اوغام ہوگئی پھر فتحہ کو کسرہ سے بدلنے کی کیا ضرورت ۱۲

ویرکب سرجا کالاکف کالبرذعة فی مقدمہ کشبہ الرمانة اور سوار ہو ایسے زینون پر جو پالانون کے مانند ہین یعنی گدہے کے جنکے آگے لکڑی ہو مانند انار کے مگر محل رکوب
ذی استعانت امام ہی یا ضرورت تو اب جواز اور عدم جواز رکوب مین اختلاف ہے طحطاوی نے کہا کالبرذعة بحذف حرف تفسیر ہے مگر شارح کو مناسب تھا کہ کالبراذع کہتا
اسواسطے کہ جمع کی تفسیر ہے ولا یعمل بالسلاح اور نہ کام کرے ہتھیار باندھکر اسواسطے کہ ہتھیار کے استعمال مین غرض ہے کذا فی القہستانی ویظہر الکستیج فارسی معرب
الزنار من صوف او شعر اور ذمی نمودار رکھے کستیج کو کستیج لفظ فارسی ہے معرب یعنی زنار صوف یا بال کا ہے ابو یوسف سے منقول ہے کہ وہ تاگا ہے موٹا انگلی کے برابر جسکو
ذمی اپنے سب کپڑون کے اوپر باندھے بلا تزین کذا فی المنح عن المغرب ولا یلزم تمییزہم بکل العلامات خلاف الاشباہ والصحیح ان فتحہا عنوة فلہ ذلک والا فعلی
الشرط تاتارخانیة اور کیا لازم ہے تمییز ذمیون کی جمیع علامات سے اسمین خلاف ہے کذا فی الاشباہ اور قول صحیح یہ ہے کہ اگر امام نے شہر کو بغلبہ فتح کیا ہے تو اسکو یہ جائز ہے اور
اگر بصلح فتح ہوا ہے تو شرط کے موافق عمل کرنا چاہیے کذا فی التاتارخانیہ ہم بعضون نے کہا کہ اہل ذمہ کی تمییز تین علامات سے ضرور ہے اور بعضون نے کہا نصرانی مین
ایک علامت کافی ہے اور یہودی مین دو اور مجوسی مین تین اور اسی پر بعضون کا فتوی ہے کذا فی الطحطاوی عن الذخیرة ویمنع من لبس العمامة ولو زرقاء او صفراء
علی الصواب نہر ونحوہ فی البحر واعتمدہ فی الاشباہ کما قدمناہ وانما تکون طویلة سوداء اور منع کیا جائے پگڑی باندھنے سے اگرچہ آسمانی یا زرد رنگ ہو بنا بر قول
صواب کے کذا فی النہر اور اسی طرح بحر الرائق مین ہے اور اسی قول پر صاحب بحر نے اشباہ مین اعتماد کیا ہے چنانچہ اسکو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اشباہ سے اور ذمی
کی پگڑی تو لمبی سیاہ ہوتی ہے ومن زنار الابریشم والثیاب الفاخرة والمختصة باہل العلم والشرف کصوف مربع وجوخ رفیع وابراد رقیقة اور منع کیا جائے
ذمی ریشم کے زنار سے اور عمدہ کپڑون سے اور اس پوشاک سے جو اہل علم اور شرف کو مخصوص ہے جیسے صوف مربع اور جوخ رفیع اور چادرین باریک طحطاوی نے
کہا صوف مربع سے شاید فرجیہ مراد ہے کہ مخصوص باہل قرآن اور اہل علم ہے ہم فرجیہ عرب کا ایک لباس ہے اور جوخ عمدہ بانات کا کشادہ آستین لباس عرب کا ہے جسکو
قمیص اور جبہ پر پہنتے ہین ومن استکتاب ومباشرة یکون بہا معظما عند المسلمین وتمامہ فی الفتح اور منع کیا جاے ذمی لکھانے اور اس کام کی مباشرت سے جس سے
وہ مسلمین کے نزدیک معظم اور باعزت ٹھہرے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر مین ہے ہم یعنی کافر کو تحریر کا کام مثل منشی گری یا متصدی کے نہ دینا چاہیے اسی طرح اسکو دارو غلی یا
تقسیم تنخواہ وغیرہ سپرد کرنا نہ چاہیے جسمین مسلمان اسکے حاجتمند ہون وفی الحاوی وینبغی ان یلازم الصغار فیما یکون بینہ وبین المسلمین فی کل شیء وعلیہ فیمنع من القعود
حال قیام المسلم عندہ بحر اور حاوی قدسی مین ہے اور سزاوار یہی ہے کہ لازم کیجاے ذمی کو ذلت اور حقارت ان معاملات مین جو اسکے درمیان اور مسلمین کے درمیان واقع
ہون ہر چیز کے اندر اور اسکے بموجب تو منع کیا جاے بیٹھنے سے مسلم کے کھڑے ہونے کے وقت اسکے پاس کذا فی البحر ویحرم تعظیمہ وتکرہ مصافحتہ ولا یبدأ بالسلام
الا لحاجة ولا یزاد فی الجواب علی وعلیک اور حرام ہے تعظیم اور توقیر اسکی اور مکروہ ہے اس سے مصافحہ کرنا اور اسکو پہلے سلام نہ کیا جاے مگر بسبب حاجت کے
اور اسکے سلام کے جواب مین وعلیک سے زیادہ نہ کہا جاے ہم ذمی کی خدمت کرنا اور اسکے واسطے کھڑا ہونا تعظیم محرم مین داخل ہے ذخیرہ مین ہے کہ جب یہودی
حمام مین گیا اگر خادم مسلم نے اسکی خدمت کی فلوس کی طمع سے یا اس نیت سے کہ اسکا دل اسلام کی طرف مائل ہو تو کچھ مضائقہ نہین اور اگر خدمت کی اسکی تعظیم کیواسطے
بلا نیت مذکورہ تو مکروہ ہے اور اسی طرح اگر مسلم ذمی کیواسطے کھڑا ہو گیا بطمع اسکے اسلام لانے کے تو کچھ مضائقہ نہین اور اگر اسنے تعظیم کیواسطے قیام کیا بلا نیت مذکورہ
یا بسبب اسکی مالداری کے کھڑا ہو گیا تو مکروہ ہے ویضیق علیہ فی المرور ویجعل علی دارہ علامة وتمامہ فی الاشباہ من احکام الذمی اور اسپر تنگی کرنا چاہیے چلنے پھرنے مین
یعنی مسلمانون سے راہ مین دب کر چلے اور اسکے گھر پر کچھ علامت مقرر کیجاے اور اسکا پورا بیان ہے احکام ذمی مین اشباہ کے ہم علامت کا فائدہ یہ ہے تا سائل
اسکے واسطے مغفرت کی دعا نکرے اور تضرع نکرے جیسے مسلمین سے تضرع کرتا ہے وفی شرح الوہبانیة للشرنبلالی ویمنعون من استیطان مکة والمدینة لانہما من ارض
العرب قال علیہ الصلوة والسلام لا یجتمع فی ارض العرب دینان ولو دخل للتجارة جاز ولا یطیل واما دخولہ المسجد الحرام فذکر فی السیر الکبیر المنع وفی الجامع الصغیر عدمہ
والسیر الکبیر آخر تصنیف محمد رحمہ اللہ تعالی فالظاہر انہ اورد فیہ ما استقر علیہ الحال انتہی اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے اور کفار ذمی روکے جائین مکہ اور

مدینہ کے وطن بنانے سے اسواسطے کہ حرمین شریفین عرب کی زمین سے ہین فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجتمع نہون عرب کی زمین مین دو دین اور اگر ذمی
وہان سوداگری کیواسطے جاے تو جائز ہی اور وہان زیادہ قیام نکرے اور مسجد الحرام مین اُسکا جانا سو سیر کبیر مین تو منع مذکور ہی اور جامع صغیر مین عدم منع ثابت
ہی اور سیر کبیر پچھلی تصنیف ہی محمد بن حسن رحمہ اللہ کی تو ظاہر یہ ہی کہ سیر کبیر مین اسی قول کو ذکر کیا ہی جو آخر الامر مین ثابت ہوگیا انتہی یعنی مانع دخول راجح ہی و فی الخانیۃ
و تمییز نساءہم لا عبیدہم بالکستیج اور خانیہ مین ہی اور امتیاز کیجاے ذمیون کی عورتون مین نہ اُنکے غلامون مین زنار سے اُنکی عورتون کے گلون مین لوہے کے طوق
ڈالے جائین اور اُنکی ازارین مسلمات کی ازارون سے مخالف ہون کذا فی الاختیار **و الذمی اذا اشتری دارا ای اراد شراءہا فی المصر لا ینبغی ان تباع منہ**
فلو اشتری یجبر علی بیعہا من المسلم وقیل لا یجبر الا اذا کثرت درر اور ذمی نے جب ایک گھر مول لیا یعنی اُسکے مول لینے کا ارادہ کیا شہر مین تو اُسکے ہاتھ بیع کرنا لائق
نہین سو اگر اُسنے مول لیا تو اُسپر جبر کیا جاے اُسکے بیچڈالنے پر مسلم کے ہاتھ اور قول ضعیف یہ ہی کہ بیع پر جبر اور زبردستی نہین مگر جبکہ بکثرت گھرون کو خرید کیا ہو کذا
فی الدرر قلت و فی معروضات المفتی ابی السعود من کتاب الصلوۃ سئل عن مسجد لم یبق فی اطرافہ بیت احد من المسلمین و احاطہ بہ الکفرۃ فکان الامام والمؤذن فقط
لاجل وظیفتہما یذہبان الیہ فیؤذنان و یصلیان بہ فہل تحل لہم الوظیفۃ فاجاب بقولہ تلک البیوت یاخذہا المسلمون بقیمتہا جبراً علی الفور و قد ورد الامر الشریف
السلطانی بذلک ایضا فالحاکم لا یؤخر ہذا الحکم اصلا مین کہتا ہون اور مفتی ابی سعود کے معروضات مین کتاب الصلوۃ سے وارد ہی کہ اُنسے سوال ہوا اُس مسجد کا
کہ اُسکے گرد پیش کسی مسلمان کا گھر باقی نہین رہا اور اُسکو کافرون نے گھیر لیا سو امام اور مؤذن وہان جایا کرتے ہین اپنے مہینے یا سالانے کیواسطے سو وہان اذان
دیتے ہین اور نماز پڑھتے ہین تو اُنکا مہینہ یا سالانہ حلال ہی یا نہین سو مفتی موصوف نے باین قول جواب دیا کہ اُن گھرون کو اہل اسلام قیمت دے کر
زبردستی سے فوراً لین اور البتہ امر شریف سلطانی بھی اسی باب مین وارد ہوا ہی تو حاکم اسمین ہرگز تاخیر نکرے ہم شارح نے جواب مین سے بقدر مناسب مقام ذکر
کیا اور سوال مذکور کا جواب یہ ہی کہ امام اور مؤذن مستحق وظیفہ ہین کہ اپنے کام پر مستعد اور قائم ہین کذا فی الطحطاوی و فیہا من الجہاد و بعد ان ورد الامر
الشریف السلطانی بعدم استخدام الذمیین للعبید و الجواری لو استخدم ذمی عبدا او جاریۃ فاذا یلزمہ فاجاب یلزمہ التعزیر الشدید و الحبس ففی الخانیۃ و غیرہا و یؤمرون
بما کان استخفافا لہم و کذا التمیز دورہم عن دورنا انتہی فلیحفظ ذلک اور مفتی ممدوح کے معروضات مین ہی کتاب الجہاد سے اور بعد وارد ہونے امر شریف سلطانی
کے غلامون اور لونڈیون کو نہ خدمت کرنے ذمیون کا اگر ذمی خدمت لے غلام یا لونڈی سے اسپر کیا لازم ہی تو مفتی موصوف نے جواب دیا کہ اسپر تعذیر
شدید اور قید کرنا لازم ہی سو خانیہ وغیرہا مین یہ مضمون ہی اور ذمیون کو وہ امر کیا جاے جسمین اُنکی ذلت ہو اور اسی طرح جدائی کیجاے اُنکے گھرون کی
ہمارے گھرون سے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی جب ذمی مامور باستخفاف ہوے تو استخدام مین اُنکی تعظیم ہوتی ہی لہذا اسپر تعزیر شدید لازم آوے گی
و ان تکاری اہل الذمۃ دورا فیما بین المسلمین لیسکنوا فیہا فی المصر جاز لعود نفعہ علینا و لیروا تعاملنا فیسلموا بشرط عدم تقلیل الجماعات
بسکناہم شرطہ الامام الحلوانی اور اگر اہل ذمہ گھرون کو کرایہ لین مسلمانون کی آبادی کے اندر تاکہ اُسمین رہین شہر مین تو جائز ہی بسبب عائد ہونے اُسکی
منفعت کے مسلمین پر کرایہ ملنے سے اور تا اہل ذمہ اہل اسلام کی حسن معاشرت کو دیکھین تو اسلام قبول کرین بشرطیکہ کم تر ہونے جماعات مسلمین کے اُنکی سکونت سے
یہ شرط عدم تقلیل کی امام حلوانی نے کی ہی **فان لزم ذلک من سکناہم امروا بالاعتزال عنہم و السکنی بناحیۃ لیس فیہا مسلمون** و ہو محفوظ عن
ابی یوسف بحر عن الذخیرۃ سو اگر اُنکے رہنے سے تقلیل جماعات لازم آوے تو اُنکو مسلمین سے علیحدہ ہونے کا اور اُس کنارے مین سکونت کرنے کا حکم کیا جاوے
جسمین مسلمین نہ رہتے ہون اور یہی قول ابی یوسف سے محفوظ ہی کذا فی البحر عن الذخیرۃ و فی الاشباہ و اختلف فی سکناہم بیننا فی المصر و المعتمد الجواز فی محلۃ خاصۃ انتہی و اقرہ
المصنف وغیرہ لکن ردہ شیخ الاسلام جوی زادہ و جزم بانہ فہم خطاء فکانہ فہم من الناحیۃ المحلۃ و لیس کذلک فقد صرح التمرتاشی فی شرح الجامع الصغیر بعد
ما نقل عن الشافعی انہم یوجرون بمنع دورہم فی امصار المسلمین و بالخروج عنہا و بالسکنی خارجہا لئلا یکون لہم محلۃ خاصۃ نقلا عن السغنی و المراد اے

بالمنع المذکور عن الامصار ان یکون لہم فی المصر محلۃ خاصۃ یسکنونہا ولہم فیہا منعۃ عارضۃ کمنعۃ المسلمین فاما سکناہم بینہم وہم مقہورون فلا کذا فی فتاوی
الاسکوبی فلیحفظ اور اشباہ مین ہی اور اختلاف واقع ہی ذمیون کی سکونت مین اہل اسلام کے اندر شہر مین اور جواز سکونت محلہ خاص مین قول معتمد ہی انتہی اور
اسی کو ثابت رکھا ہی مصنف وغیرہ نے لیکن شیخ الاسلام جوی زادہ نے اسکو رد کیا ہی اور اسپر یقین کیا ہی کہ صاحب اشباہ غلط سمجھا ہی سو گویا وہ ناحیہ سے
محلہ سمجھا ہی اور حالانکہ ایسا نہین ہی اسواسطے کہ تمرتاشی نے جامع صغیر کی شرح مین بعد نقل کرنے امام شافعی رحمہ سے اس قول کو کہ ذمیون کو اپنے گھر بیچنے کا
اہل اسلام کے شہرون مین اور وہان سے نکل جانے کا اور خارج شہر کے رہنے کا حکم کیا جاوے تاکہ اُنکے واسطے ایک محلہ خاص نہو نسفی سے تمرتاشی نے نقل کرکے تصریح کی ہی
کہ مراد یعنی منع سکونت ہمارے یہہ ہی کہ اُنکے واسطے شہر مین ایک محلہ مخصوص ہو جسمین وہ سکونت کرین اور حالانکہ اُنکے واسطے وہان جماعت باشوکت و قوت
ہو جماعت مسلمین کے مانند اور سکونت اہل ذمہ کی اُنمین اور حالانکہ وہ دبے اور ذلیل ہون اسطرح منع نہین کذا فی فتاوی الاسکوبی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم
خلاصہ یہ ہی کہ اہل ذمہ اگر اہل اسلام مین کم زور ہوکر رہین تو منع نہین اگرچہ خاص محلہ مین رہین لیکن اگر باجماعت اور قوت ہون چنانچہ تمرتاشی نے مذکور کیا یا اُنکی
سکونت سے تقلیل جماعت مسلمین لازم آوے جیسے کہ صاحب ذخیرہ نے تصریح کی ہی تو منع کیے جاینگے اور صاحب اشباہ نے جو سکونت محلہ خاص کے جواز کو معتمد کہا ہی
تو اسپر محمول ہی کہ جب اُنکو قوت اور شوکت نہو تو تمرتاشی کے قول کے مخالف نہو اور اللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی **وینقض عہدہم بالغلبۃ علی موضع للحرب**
او بالالحاق بدار الحرب زیادنی بالفتح **او بالامتناع عن قبول الجزیۃ او یجعل نفسہ طلیعۃ للمشرکین** بان یبعث لیطلع علی اخبار العدو فلو لم یبعثہ لذلک لم **ینقض عہدہم**
وعلیہ یحمل کلام المحیط اور ذمیون کا عہد ٹوٹ جایگا اُنکے غالب ہونے سے ایک مکان پر لڑائی کے واسطے یا دار الحرب مین جا ملنے سے فتح القدیر مین اتنا زیادہ کہا ہی
یا عہد شکنی ہوگی جزیہ نہ قبول کرنے سے یا آپ کو مشرکین کا جاسوس بنانے سے اسطرح پر کہ کافر حربی دار الحرب مین بھیجا جاے تاکہ امن ہوکر تا اخبار دشمن پر مطلع
ہو سو اگر اہل حرب اسکو اُنکے واسطے نہ بھیجین تو اُنکا عہد نہ ٹوٹیگا اور اسی تفصیل پر کلام محیط کا محمول ہی محیط مین لکھا ہی کہ اگر ذمی مشرکین کو عیوب مسلمین کی خبر
پہونچائے تو یہ نقض عہد نہین صاحب بحر نے رفع اختلاف کیواسطے تاویل کی کہ یہ اُس صورت پر محمول ہی جبکہ اہل حرب نے اُسکو جاسوسی کیواسطے نہ بھیجا ہو اور صاحب نہر
اور حموی اور شراح نے بھی اس تاویل کو پسند کیا کذا فی الطحطاوی **وصار الذمی** فی ہذہ الاربع الصور **کالمرتد** فی کل احکامہ الا انہ لو اسر یسترق والمرتد یقتل **ولا یجبر علی**
قبول الذمۃ والمرتد یجبر علی قبول الاسلام اور ہو گیا ذمی ان چارون صورتون مین مرتد کے مانند اسکے کل احکام مین مگر یہ کہ اگر ذمی گرفتار ہوگا تو غلام بنایا جایگا اور
مرتد گرفتاری کے بعد قتل ہوگا اور ذمی پر قبول جزیہ کے واسطے جبر نہوگا اور مرتد پر قبول اسلام کیواسطے جبر ہوگا **لا** ینقض عہدہ **بقولہ نقضت العہد** یعنی بخلاف الامان
للحربی فانہ ینتقض بالقول بجرد نہ ٹوٹیگا اُسکا عہد اُسکے یون کہنے سے کہ مین نے عہد کو توڑا کذا فی شرح الزیلعی بخلاف حربی کے امان کے کہ وہ ٹوٹ جایگی قول مذکور سے کذا فی البحر
ولا بالاباء عن اداء الجزیۃ بل عن قبولہا کما مر ونقل العینی عن الواقعات قتلہ بالاباء عن الاداء قال وہو قول الثلثۃ لکن ضعفہ فی البحر اور ذمی کا عہد نہین ٹوٹتا
اداے جزیہ کے انکار سے بلکہ عہد ٹوٹتا ہی قبول جزیہ کے انکار سے چنانچہ فتح القدیر سے مذکور ہو چکا اور عینی نے واقعات سے ذمی کا قتل کرنا بسبب انکار اداے جزیہ کے
نقل کیا ہی کہا اور یہی قول ہی تینون امامون کا لیکن اس قول کو ضعیف کہا ہی بحر الرائق مین اسوجہ سے کہ درایت اور روایت کے مخالف ہی **ولا بالزنا بمسلمۃ**
وقتل مسلم وافتنان مسلم عن دینہ وقطع الطریق اور عہد ذمی کا نہین ٹوٹتا مسلمان عورت کے ساتھ زنا کرنے سے اور مسلمان کے قتل کر ڈالنے سے اور مسلمان کو اُسکے
دین سے بہکا دینے سے اور قطاع الطریقی سے اسواسطے کہ زنا سے اسپر حد قائم ہوگی اور قتل سے قصاص لازم آویگا اور ذمی رہنے کا فائدہ بعد قصاص کے یہ ہی کہ اُسکی
اولاد صغار رقیق نہوگی اور اُسکا مال غنیمت نہوگا **وسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم** لانہ کفر والمقارن لہ لا یمنعہ فالطاری لا یرفعہ فلو من مسلم قتل کما سیجی اور نہین
ٹوٹتا عہد ذمی کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشنام اور بدگوئی سے اسواسطے کہ کافر ہونا ذمی کا جو مقارن ہی عہد کے مانع عہد کا نہین تو جو کفر کہ طاری ہوا بسبب
دشنام کے وہ عہد کا رافع نہوگا پھر اگر دشنام مسلم سے صادر ہو تو وہ مقتول ہوگا چنانچہ باب لاحق مین آوے گا شیخ شاہین نے ذخیرہ سے

تفصیل

تفصیل اسمین نقل کی ہو کہ اگر ذمی نے اپنے اعتقاد کے موافق یون کہا کہ آنحضرت رسول نہ تھے یا اُنھون نے یہودیون کو ناحق قتل کیا یا حضرت کی طرف نسبت کذب کی تو بعض علما کے نزدیک اسکا عہد نہین ٹوٹتا اور اگر ذمی نے اپنے خلاف اعتقاد ذکر کیا اسطرح کہ آنحضرت کی طرف زنا کی نسبت کی یا آپ کے نسب مین طعنہ کیا تو عہد ٹوٹیگا انتہی اور یہ محمول ہو عدم اعلان پر کذا فی الطحاوی **ویؤدب الذمی ویعاقب علی سبہ دین الاسلام او القرآن او النبی صلی اللہ علیہ وسلم** حاوی وغیرہ قال العینی واختیاری فی السب ان یقتل انتہی وتبعہ ابن الہمام قلت وبہ افتی شیخنا الخیر الرملی وہو قول الشافعی اور ذمی تعزیر دیا جاے اور مارا جاے دین اسلام یا قرآن یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی پر کذا فی الحاوی وغیرہ علامہ عینی نے کہا اور میرے نزدیک قول مختار بدگوئی مین یہ ہو کہ وہ قتل کیا جاے اور تابع ہوا ہو عینی کا ابن ہمام صاحب فتح القدیر مین کہتا ہون اور اسی کا فتوی دیا ہو ہمارے اُستاد خیر الدین رملی نے اور یہی قول ہو امام شافعی کا م بحر الرائق مین کہا کہ ابن ہمام نے یہان بحث مخالف اہل مذہب کے کی ہو عینی کا تابع ہوکر اور علامہ قاسم نے تصریح کی ہو کہ ابن ہمام کے ابحاث مخالفہ پر عمل نکرنا چاہیے ہان یہ البتہ ہو کہ مومن کا دل اس مسئلہ سب مین قول مخالف کی طرف مائل ہوتا ہو لیکن ہمکو اتباع مذہب واجب ہو ثم رأیت فی معروضات المفتی ابی السعود انہ ورد امر سلطانی بالعمل بقول ائمتنا القائلین بقتلہ اذا ظہر انہ معتاد وبہ افتی پھر مین نے مفتی ابو سعود کے معروضات مین دیکھا کہ البتہ امر سلطانی وارد ہوا ہو ہمارے اُن علما کے اقوال پر عمل کرنے کا جو قائل ہین ذمی کے قتل کرنے کے جبکہ ظاہر ہو جاے کہ بدگوئی اُسکی عادت ہو اور اسی کا فتوی دیا ہو مفتی ممدوح نے م طحطاوی نے شرح ملتقی سے نقل کیا کہ جب ذمی علی الاعلان بدگوئی کرے یا اُسکی یہی عادت ہو تو اُسکو قتل کرنا چاہیے اگرچہ عورت ہو ثم افتی فی بکر الیہودی قال لبشر النصرانی نبیکم عیسی ولد زنی بانہ یقتل لسبہ الانبیاء علیہم الصلوة والسلام انتہی پھر مفتی ابو سعود نے بکر یہودی کے بشر نصرانی سے یون کہنے مین کہ معاذ اللہ کہ تمھارا نبی عیسی ولد الزنا ہو یہ فتوی دیا کہ وہ قتل کیا جاے بسبب اُسکے گالی دینے کے حضرات انبیا علیہم الصلوة والسلام کو انتہی قتل کا فتوی دیا بسبب اعلان سب کے قلت ویؤیدہ ان ابن کمال باشا فی احادیثہ الاربعینیة فی الحدیث الرابع والثلثین یا عائشة لاتکونی فاحشة ما نصہ والحق انہ یقتل عندنا اذا اعلن بشتمہ علیہ الصلوة والسلام صرح بہ فی سیر الذخیرة حیث قال واستدل محمد لبیان قتل المرأة اذا اعلنت بشتم الرسول بما روی ان عمر وبن عدی لما سمع عصماء بنت مروان تؤذی الرسول فقتلہا لیلا مدحہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ذلک انتہی فلیحفظ شارح کہتا ہو مین کہتا ہون اور مفتی ممدوح کے فتوی کا یہ مؤید ہو کہ ابن کمال پاشا نے اپنی چہل حدیث مین جو تیتسوین اُس حدیث کے اندر یعنی یا عائشہ رضہ لاتکونی فاحشة مین جو اس طرح تصریح کی ہو اور حق یہ ہو کہ کافر ذمی قتل کیا جاوے گا ہمارے نزدیک جبکہ آنحضرت علیہ الصلوة والسلام کی بدگوئی کو ظاہر کرے تصریح کی ہو اس مسئلہ کی ذخیرہ کی کتاب السیر مین چنانچہ یون کہا ہو اور امام محمد نے واسطے بیان قتل کرنے عورت کے جبکہ وہ رسول علیہ الصلوة والسلام کی بدگوئی کا اعلان کرے استدلال کیا ہو اس روایت سے کہ عمر بن عدی نے جبکہ سُنا عصماء بنت مروان سے کہ رسول علیہ الصلوة والسلام کو ایذا دیتی ہو تو اُسکو قتل کر ڈالا رات مین تو رسول علیہ الصلوة والسلام نے اُسکے قاتل کی مدح کی انتہی ما فی الذخیرة تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے م خلاصہ یہ ہوا کہ ذمی مقتول نہوگا حضرت کی بدگوئی سے مگر جبکہ اُسکو بدگوئی کی عادت ہوگئی ہو کما فی المعروضات یا وہ اعلان کرتا ہو کذا فی الذخیرة تو عدم قتل کی روایت عدم اعتیاد یا عدم اعلان پر محمول ہو تو اب دونون قولون مین تعارض باقی نرہا واللہ تعالی اعلم **ویؤخذ من مال بالغ تغلبی وتغلبیة** لان طلبہم الاخراج **ضعف زکوتنا** باحکامہا **مما تجب فیہ الزکوة المعہودة** بیننا لان الصلح وقع کذلک اور لیا جاے گا بالغ تغلبی اور تغلبیہ کے مال سے نہ اُنکے اطفال سے سوا ے خراج کے اہل اسلام کی زکوة کا دونا لیا جائیگا باحکام مفصلۂ زکوة اُس مال سے جسمین زکوة مقرری بین المسلمین واجب ہوتی ہو اسواسطے کہ صلح اُس قوم سے اسی طرح پر واقع ہوئی ہو م تغلبی بکسر لام منسوب ہو تغلب بن وائل بن ربیعہ کی طرف وہ عرب کی ایک قوم ہو جو جاہلیت مین نصرانی ہوگئی تھی اور روم کے متصل سکونت اختیار کی تھی جب زمانہ اسلام کا آیا تو عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اُنسے جزیہ طلب کیا اُنھون نے جزیہ دینے کا انکار کیا عار سمجھکر اور بولے کہ ہم لوگ بھی عرب ہین ہم سے بھی زکوة لیجیے جیسے اور عرب سے زکوة لیتے ہو فاروق اعظم رضہ نے فرمایا کہ مشرک سے ہم زکوة نہین لیتے تو بعضے لوگ اُس قوم کے روم کو بھاگ گئے سو نعمان بن زرعہ نے کہا یا امیر المومنین یہ لوگ بڑے لڑنے والے

ل ای عائشہ رضی اللہ عنہا ۱۲ م

ک بفتح الواو ۱۲ م

صواب یہ ہے کہ بکسر جیم اول ہو

لیکن تغلبی بفتح لام ۱۲ م منسوب ہے تغلب بکسر لام کی طرف جیسا کہ لکھا ہے قاموس وغیرہ میں

ہین اور عرب مین جزیہ دینے سے ننگ اور عار کرتے ہین سو تنگی نہ کیجیے اور اُنسے جزیہ بنام زکوۃ لیجیے سو فاروق اعظم نے اُنکو بلایا اور زکوۃ کا دونا اُنپر مقرر کیا پھر اسی پر صحابہ کرام کا اجماع ہوگیا اُنکے بعد فقہا کا کذا فی النہر والبحر اور چونکہ صلح دو چند زکوۃ پر ہوئی لہذا اُنکے اطفال اور مجانین اور معتوہین پر کچھ لازم نہین کیونکہ زکوۃ اُنپر واجب نہین کذا فی الدر المنتقی بخلاف خراج کے کہ وہ طفل وغیرہ پر لازم ہے اسواسطے کہ وہ زمین کا وظیفہ ہے عبادت نہین کذا فی البحر اور جب اُنپر دو چند زکوۃ کا دینا لازم ہوئی تو چالیس بکریون مین سے دو بکریان اور ایکسو بیس بکریون سے چار بکریان وعلی ہذا القیاس اونٹ سے کذا فی الفتح **ویوخذ من مولاہ** ای معتق التغلبی **فی الجزیۃ والخراج کمولی القرشی** وحدیث مولی القوم منہم مخصوص بالاجماع اور لیا جائیگا اُسکے مولی سے یعنی تغلبی کے آزاد غلام سے جزیہ اور خراج مین قرشی کے آزاد غلام کے مانند اور مولی القوم منہم کی حدیث بالاجماع مخصوص ہے یعنی یہ جو حدیث ہے کہ آزاد غلام قوم کا اُسی قوم مین داخل ہے سو یہ مخصوص بحرمت صدقہ ہے یعنی جس قوم کو صدقہ لینا درست نہین تو اُسکے آزاد غلام پر بھی لینا جائز نہین **ومصرف الجزیۃ والخراج ومال التغلبی وہدیتہم للامام** وانما یقبلہا اذا وقع عندہم ان قتالنا للدین لا للدنیا جوہرہ **وما اخذ منہم بلا حرب** ومنہ ترکۃ ذمی وما اخذہ عاشر منہم ظہیریۃ **مصالحنا** خبر مصرف اور مصرف جزیہ اور خراج کا اور تغلبی کے مال کا اور اس مال کا جسکو کفار نے سلطان کو بطریق تحفہ دیا ہو اور اُس مال کا جو کافرون سے بدون لڑائی کے لیا گیا اہل اسلام کے مصالح ہین سلطان کفار کا تحفہ اُسوقت قبول کرے جبکہ اُنکے نزدیک ثابت ہو جاے کہ ہمارا لڑنا دین کے واسطے ہے نہ دنیا کی تحصیل کے واسطے کذا فی الجوہرہ اور مال بلا حرب مین اُس ذمی کا ترکہ داخل ہے جسکا کوئی وارث نہین کذا فی الحموی اور وہ مال جسکو عاشر کفار سے لے کذا فی الظہیریۃ شارح نے کہا مصالحنا خبر ہے مصرف کی مصالح جمع ہے مصلحت کی یعنی جسکی منفعت اسلام کی طرف عائد ہو کذا فی القہستانی اہل نجران کا مال اور جس مال پر کہ اہل حرب نے صلح کی ترک قتال پر دار الحرب مین لشکر اسلام کے داخل ہونے سے پہلے مال بلا حرب مین داخل ہے کذا فی البحر **کسد ثغورنا وبناء قنطرۃ وجسر وکفایۃ العلماء** والمتعلمین تجنیس وبہ یدخل طلبۃ العلم فتح مصالح اہل اسلام کے جیسے دار الاسلام کی سرحدون کی حفاظت کرنا اور پکا پل اور لکڑی کا پل بنانا اور علما اور متعلمین کو بقدر کفایت دینا کذا فی التجنیس اور متعلمین کے لفظ سے طالب علم بھی مصرف مین داخل ہوگئے کذا فی الفتح سد بالفتح والضم مضبوط کرنا ثغر بالفتح وسکون غین معجمہ عبارت ہے موضع مخافت بلاد سے تو سد ثغور سے مراد یہ ہے کہ اُن لوگون پر صرف کرنا چاہیے کہ جو اُس محل خوف کی محافظت کرتے ہین جو فاصل ہے دار الاسلام اور دار الحرب کے درمیان مین اور علما سے مراد مفسرین اور محدثین ہین اور ظاہر العلما سے مراد وہ ہین جو علوم شرعیہ کی تعلیم کرتے ہین تو صرف اور نحو وغیرہما کو بھی شامل ہے کذا فی الحموی عن البرجندی نہر الفائق مین خانیہ سے منقول ہے کہ رازی سے سوال ہوا کہ بیت المال مین اغنیا کا بھی حصہ ہے جواب دیا کہ نہین مگر جبکہ غنی عالم یا قاضی ہو اور فقہا کا اسمین حصہ نہین مگر اُس فقیہ کا حصہ ہے جو لوگون کو فقہ اور قرآن کی تعلیم کیا کرتا ہے **والقضاۃ والعمال** کالکتبۃ قضاۃ وشہود قسمۃ ورقباء سواحل اور بقدر کفایت قاضیون اور عاملون کے جیسے قاضیون کے کاتب اور قسمت کے گواہ یعنی قسمت بین الورثۃ اور شہر کے شاہد اور سواحل دریا کے نگہبان یعنی عشر لینے والے کذا فی الطحطاوی **ورزق المقاتلۃ وذراریہم** ای ذراری کل من ذکر مسکین واعتمدہ فی البحر قائلا وہل یعطون بعد موت آبائہم حالۃ الصغر لم اره اور جیسے روزی مقاتلین مجاہدین کی اور اُنکی ذریت کی یعنی محافظین حدود اور علما اور قضاۃ اور عمال اور مقاتلین سب مذکورین کی ذریت کی کذا فی شرح مسکین اور اسی پر اعتماد کیا بحر الرائق مین یون کہکر اور کیا اُنکی ذریت کو روزی دیجائیگی اُنکے باپون کے مرجانے کے بعد حالت طفلی مین مین نے اسکا حکم کسی کتاب مین نہین دیکھا اھ طحطاوی نے شیخ علی مقدسی کے رسالے سے نقل کیا کہ ابو یوسف رح نے کہا کتاب الخراج مین کہ جو شخص بیت المال کا مستحق ہے اور اُسکے واسطے اُسکا استحقاق بیت المال مین مفروض ہوگیا تو اُسکی ذریت کے واسطے بھی مفروض ہوگا اسکی تبعیت سے اور اُسکی موت سے ساقط نہوگا صاحب حاوی نے کہا فتوی اسپر ہے کہ علما اور فقہا اور مقاتلین کی ذریت اور جو مستحق بیت المال ہو اُسکی ذریت کا حصہ معین کیا جاوے اور جو اُنکی اولاد کے واسطے مفروض ہوا وہ اُنکی موت سے ساقط نہین ہوتا والی ہنا تمت مصارف بیت المال ثلثۃ

فہذا مصرف جزیۃ وخراج مصرف زکوۃ وعشر مر فی الزکوۃ ومصرف خمس ورکاز مر فی السیر ورابع وہو لقطۃ وترکۃ بلا وارث ودیۃ مقتول بلا ولی ومصرفہا

لقیط فقیر و فقیر بلا ولی اور یہان تک تمام ہو چکی تین قسم بیت المال کے مصارف سو یہ مصرف جزیہ اور خراج کا ہی اور زکوة اور عشر کا مصرف کتاب الزکوة مین مذکور ہو چکا
اور مصرف خمس اور رکاز کا گذر گیا کتاب السیر مین یعنی کتاب الجہاد کی فصل قسمت غنیمت مین مذکور ہو چکا باقی رہا چوتھی قسم کا بیت المال یعنی افتادہ مال و ترکہ بلا وارث
اور خونبہا اُس مقتول کا جسکا کوئی ولی نہین اور مصرف اسکا لقیط محتاج اور فقیر بلا ولی ہی یعنی انکے نفقات اور انکے معالجات اور اُنکے موتی کی تکفین اور اُنکے
جنایات کی دیت مین صرف کیا جاوے گا کذا فی النہر وعلی الامام ان یجعل لکل نوع بیتا یخصہ اور بادشاہ پر لازم ہی کہ ہر قسم مال کا ایک ایک گھر بنا دے کہ
وہ گھر اُسی مال کے واسطے مخصوص رہے یعنی ایک بیت المال جزیہ اور خراج کا اور دوسرا عشر اور زکوة کا اور تیسرا خمس اور رکاز کا چوتھا لقطات اور لاوارث
ترکات اور لاوارث کی دیت کا اور فائدہ چار خزانہ کرنے کا یہ ہی کہ ایک قسم کا مال دوسری قسم مین مخلوط نہو جاوے اسواسطے کہ ہر قسم کا حکم علیحدہ ہی کذا فی البحر وله ان یستقرض
من احدها لیصرفه للآخر اور جائز ہی بادشاہ کو کہ قرض لے ایک بیت المال سے تاکہ اُسکو صرف کرے دوسرے بیت المال کے مصرف مین ہم پھر جب اُس قسم کا مال آوے تو جس
بیت المال سے قرض لیا تھا اُسمین پھیر دے مگر جبکہ مال معرف از قسم صدقات اور خمس کے ہو اور اہل خراج پر صرف کیا ہو اور حالانکہ وہ محتاج ہین تو پھیر دینا کچھ
ضرور نہین اسواسطے کہ فقراء اہل خراج مستحق صدقات ہین اپنی محتاجی کے سبب سے کذا فی البحر والنہر ویعطی بقدر الحاجة والفقه والفضل فان قصر کان الله علیه
حسیبا زیلعی اور دے بقدر حاجت اور بمقدار فقہ اور فضیلت کے سو اگر اُسمین بادشاہ قصور کرے گا تو حق تعالی اُس سے حساب کا لینے والا ہی کذا فی شرح الزیلعی
م قنیہ مین ہی کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اہل اسلام کو برابر دیتے تھے اور عمر فاروق انکو بقدر حاجت اور بمقدار فقہ اور فضیلت کے عطا فرماتے تھے اور
عمل کرنا فاروق اعظم کے فعل پر ہمارے زمانے مین احسن ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی وفی الحاوی المراد بالحافظ فی حدیث لحافظ القرآن مائتا دینار ہو المفتی
الیوم اور حاوی قدسی مین ہی کہ حافظ سے مراد اس حدیث مین کہ حافظ قرآن کے واسطے دو سو دینار ہین مفتی ہی اسواسطے کہ جو صحابۂ کرام کے زمانے مین حافظ قرآن
ہوتا تھا وہ احکام کا بھی عالم ہوتا تھا بخلاف اسوقت کے کذا فی الطحطاوی ولا شی لذمی فی بیت المال الا ان یہلک لضعفه فیعطیه ما یسد جوعته اور کچھ حق نہین ذمی
کیواسطے بیت المال مین مگر یہ کہ وہ ہلاک ہوتا ہو بسبب اپنے ضعف کے تو اتنا اسکو بیت المال سے دے جس سے یکبارہ گرسنگی دفع ہو ومن مات ممن ذکر
فی نصف الحول حرم من العطاء لانه صلة فلا تملک الا بالقبض اور جو شخص مصارف بیت المال سے جنکا ذکر ہو چکا نصف سال مین مر گیا محروم رہا عطاء سے اسلیے
عطا صلہ ہی یعنی صدقہ اور احسان ہی تو وہ مملوک نہین ہوتا بدون قبضے کے ہم حموی کی شرح مین ہی کہ رزق اور عطا متقارب المعنی ہین مگر فقہا نے دونون مین فرق کیا ہی
سو جو اہل لشکر کو بطور مشاہرہ دیا جاوے اُسکو رزق کہتے ہین اور جو بطریق سالانہ یا ششماہی کے دیا جاوے اُسکو عطا کہتے ہین اور فتح القدیر مین ہی کہ عطا وہ ہی کہ جو
مستحقین بیت المال کے نام پر کچہری مین لکھا جاوے چنانچہ جاگیہ جاگیہ ہمارے عرف مین لیکن جاگیہ ماہانہ ہی اور عطا سالانہ واہل العطاء فی زماننا القاضی والمفتی
والمدرس صدر شریعة اور اہل عطا یعنی سالانہ وار ہمارے زمانے مین قاضی اور مفتی مدرس ہین کذا فی شرح الوقایہ ہم بحر الرائق کی عبارت مین مثل القاضی والمفتی
والمدرس ہی اور یہی بہتر ہی کہ مقاتلین وغیرہم کو بھی شامل ہی ولو مات فی آخره او بعد تمامه کما صححه اخی زاده یستحب الصرف الی قریبه لانه اوفی تعبه فیندب الوفاء له
اور اگر اہل عطا مر گیا آخر سال مین یا بعد تمام ہو جانے سال کے چنانچہ اخی زادہ نے اُسکی تصحیح کی ہی تو مستحب ہی عطا کا صرف کرنا اُسکے قریب کی طرف اسواسطے کہ
اُسنے اپنی محنت کشی کو پورا کر دیا تو عطا کا بھی پورا کر دینا اُسکے واسطے مستحب ہوا یعنی میت کے وارثون کو دے کرم استحباب صرف علامہ عینی اور شارح مجمع کا
مختار ہی اور مسکین نے وجوب صرف کو اختیار کیا ہی محقق ابن ہمام نے کہا کہ دلیل اسکی مقتضی ہی کہ اُسکے وارثون کو دینا واجب ہو اسواسطے کہ حق متاکد ہو گیا سال کے
اندر اتمام عمل سے چنانچہ سہم غازی کا موروث ہوتا ہی بعد احراز دار الاسلام کے بسبب متاکد ہونے حق کے اُسوقت مین اگرچہ اُسکی ملک ثابت نہین کذا
فی الطحطاوی ومن تعجله ثم مات او عزل قبل الحول قیل یجب رد ما بقی وقیل لا کالنفقة المعجلة زیلعی اور جو سالانہ پیشگی لے پھر مر جاوے یا معزول ہو عمل سے سال سے
پہلے بعضون نے کہا جسقدر سال مین سے باقی رہا اُتنا حساب سے پھیر دے اور بعضون نے کہا پھیر دینا واجب نہین نفقہ معجلہ کے مانند شیخین کے نزدیک

ف
تفسیر رزق و عطا و جاگیر

علافا لمحمد کذا فی النسخ عن البرجندی والمؤذن والامام اذا کان لهما وقف فلم یستوفیا حتی ماتا فانه یسقط لانه کالصلة وکذلک القاضی وقیل لا یسقط لانه کالاجرة وہذا ثابت فی نسخ الشرح ساقط من نسخ المتن ہنا وتمامه فی الدرر وقد لخصناه فی الوقف اور مؤذن اور امام مسجد کا جبکہ وقف انکے واسطے ہو اور انکو پورا سال نگذرا کہ وہ مرگئے تو وہ ساقط ہوگا اسواسطے کہ وہ بمنزلہ صدقہ اور احسان کے ہی اور یہی حکم ہی قاضی کا اور قول ضعیف یہ ہی کہ وہ ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ وہ بجاے اجرت کے ہی اور یہ مسئلہ مصنف کی شرح کے نسخوں میں ثابت ہی اور متن کے نسخوں سے ساقط ہی اور پورا بیان اسکا درر میں ہی اور کتاب الوقف میں ہم نے اسکو ملخص بیان کیا ہی اور اگر امام اور مؤذن کے واسطے اجرت معین ہی تو وہ موت سے ساقط نہیں ہوتی درر غرر میں صدر الاسلام طاہر بن محمود کے فوائد سے مذکور ہی کہ ایک گانوں میں امام مسجد پر زمین وقف ہی سو امام نے اسکا غلہ بعد پختہ ہونے کے لیا اور اُس گانوں سے چلا گیا تو باقی سال کا حصہ اُس سے مسترد نہوگا اور امام کو باقی سال کا حصہ کھانا جائز ہی اگر وہ محتاج ہو اور یہی حکم ہی طلبۂ علم اور مدرس کا کذا فی الطحطاوی

باب المرتد

یہ باب ہی مرتد کے احکام میں جب مصنف نے کفر اصلی کے احکام سے فراغت پائی تو کفر طاری کے احکام شروع کیے کفر اصلی سے مراد یہ ہی کہ اُس پر ایمان مقدم نہوا ہو بعد بلوغ کے اور کفر طاری وہ ہی جس پر ایمان مقدم ہوا ہو ہو لغة الراجع مطلقا وشرعا الراجع عن دین الاسلام مرتد لغت میں پھر جانیوالے کو کہتے ہیں مطلقا خواہ ایمان سے پھرے یا غیر ایمان سے اور اصطلاح شرع میں دین اسلام سے پھر جانیوالے کو مرتد کہتے ہیں وركنہا اجراء كلمة الكفر على اللسان بعد الايمان اور رکن ردت یعنی ارتداد کا کلمۂ کفر کا زبان پر بعد ایمان کے جاری کرنا ہی یہ ارتداد ظاہری کی تعریف ہی اور ارتداد قلبی تکلم لسانی پر موقوف نہیں چنانچہ حق تعالی کو بصفت نالائق موصوف اعتقاد کرے یا بعد مدت کے کافر ہو جانیکا قصد مصمم رکھے کذا فی الطحطاوی وہو تصدیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی جمیع ما جاء بہ عن اللہ تعالی مما علم مجیئہ ضرورة اور وہ یعنی ایمان عبارت ہی سرور عالم محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تصدیق سے ہر چیز میں جسکو آنحضرت لائے اللہ تعالی کی طرف سے جسکا لانا بالیقین معلوم ہو چکا یعنی ضروریات دین محمدی کو دل سے مان لیا یہی حقیقت ہی ایمان کی اور ضروریات سے مراد وہ ہی جسکو عوام بھی جانتے ہیں بلا احتیاج نظر و استدلال چنانچہ وحدانیت خدا و نبوت انبیاء و بعثت و جزاء و وجوب صلوة و زکوة و حرمت خمر وغیرہا کذا فی حاشیة الحلبی وہل ہو فقط او ہو مع الاقرار قولان واکثر الحنفیة علی الثانی والمحققون علی الاول اور کیا ایمان فقط تصدیق قلبی سے عبارت ہی یا تصدیق مع الاقرار سے اسمیں دو قول ہیں اور اکثر حنفیہ قول ثانی پر ہیں اور علماء محققین قول اول پر ہیں محققین سے مراد اکثر ماتریدیہ اور اشاعرہ ہیں اور خوارج کے نزدیک ایمان عبارت ہی تصدیق مع الاطاعة سے لہذا اُنکے نزدیک گناہ سے آدمی کافر ہو جاتا ہی اور کرامیہ کے نزدیک فقط تصدیق زبانی کا نام ایمان ہی سو اگر تصدیق لسانی تصدیق قلبی کے مطابق ہی تو وہ مومن ناجی ہی والا مومن مخلد فی النار ہی والاقرار شرط لاجراء الاحکام الدنیویة بعد الاتفاق علی انہ یعتقد متی طولب بہ اتی بہ فان طولب بہ فلم یقر فہو کفر عناد اور محققین مذکورین کے نزدیک ایمان کا اقرار کرنا شرط ہی احکام دنیویہ کے جاری کرنیکے واسطے اُنکے متفق ہونے کے بعد اسپر کہ مومن اسکا اعتقاد رکھے کہ جب کوئی اُس سے ایمان کا مطالبہ کریگا تو وہ ایمان کا اقرار کریگا سو اگر اُس سے ایمان کا مطالبہ ہوا اور اُسنے اقرار نہ کیا تو اسکا یہ عدم اقرار اور چپ رہنا کفر عناد ہی احکام دنیویہ سے مراد نکاح اور انکاح اور قبول شہادت اور صحت قضا اور غسل اور تکفین اور نماز جنازہ اور مقابر مسلمین میں دفن کرنا ہی پھر اگر وہ مرگیا اور اُسنے ایمان کا اقرار نکیا اور اسکے دل میں یہ تھا کہ جو کوئی اُس سے پوچھے گا تو وہ ایمان کا اقرار کریگا تو وہ خدا کے نزدیک مومن ناجی ہوگا لیکن اسلام کے احکام دنیویہ اُسپر جاری نہونگے علماء محققین کا اسپر اجماع ہی کہ ترک عناد شرط ہی ایمان کی اور ترک عناد سے مراد یہ ہی کہ جب اُس سے ایمان کا مطالبہ ہو تو وہ اُسکا اقرار کرے سو اگر بعد مطالبہ اُسنے اقرار نکیا تو یہ عدم اقرار کفر عنادی ہی اعتقاد سابق اُسکو مفید نہوگا باقی رہا یہ کہ اگر اُسکا معتقد نہو یعنی خالی الذہن ہو یا اُسکا معتقد ہو کہ مطالبہ کرنے سے ایمان کا اقرار نہ کرے گا لیکن مطالبہ کے وقت اقرار کرے سو یہ اقرار کیا کافی ہوگا بنظر حصول مقصود کے یا کافی نہوگا بنظر اعتقاد سابق کے کذا فی حاشیة الحلبی طحطاوی نے کہا ظاہر جواب یہ ہی کہ جب اُسنے اقرار کیا تو اسکے ایمان میں

کچھ شک نہین اور قبل اقرار کے درصورت ثانی کافر ہوگا اسواسطے کہ اُسنے اپنی نیت مین ذرا ایمانی سے انکار کیا اور پہلی صورت مین شرط کرنا اعتقاد کا مقتضی کفر ہی واللہ تعالے
اعلم قال المصنف وفی الفتح من ہزل بلفظ الکفر ارتد وان لم یعتقدہ للاستخفاف فہو ککفر العناد مصنف نے کہا اور فتح القدیر مین لکہا ہی کہ جسنے مسخراپن اور خوش طبعی کی بلفظ کفر
اگرچہ معتقد کفر نہو وہ مرتد ہوگیا بسبب خفیف جاننے کے تو وہ کفر عنادی کے مانند ہی ہم فتاوی خیریہ مین بحرالرائق سے منقول ہی کہ جو کلمہ کفر کا تکلم کرے باعتبار
ہزل کے وہ کافر ہی سب کے نزدیک اور اسکے اعتقاد کا کچھ اعتبار نہین اور جسنے باعتبار خطا یا اکراہ کے اُسکا تکلم کیا وہ سب کے نزدیک کافر نہین اور جسنے
معلوم کر کے قصداً تکلم کیا وہ بھی بالاتفاق کافر ہی اور جو کلمہ کفر کو بخوشی بولا لیکن اُسکے کفر ہونے سے جاہل ہی تو اسمین اختلاف ہی والکفر لغۃ الستر وشرعا
تکذیبہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شئی مما جاء بہ من الدین ضرورۃ اور کفر لغت مین بمعنی اخفا کے ہی اور شرع مین عبارت ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب سے کسی چیز
مین جسکو آپ لائے منجملہ دین کے بالیقین بلا تردد یعنی ضروریات دین مین سے ایک چیز کا بھی انکار کرنا کفر ہی مثلاً جو فرضیت زکوۃ یا حج کا منکر ہو یا ظہر کی چار
چار رکعت فرض کو نمانے وہ کافر ہی والفاظہ تعرف فی الفتاوی بل افردت بالتالیف مع انہ لایفتی بالکفر بشئی منہا الا فیما اتفق المشائخ علیہ کما سیجئی قال فی البحر
وقد الزمت نفسی ان لاافتی بشئی منہا اور کلمات کفر کے فتاوون مین مشہور ہین بلکہ اُنکی جدا گانہ تالیف ہوئی ہی رسائل ہین باوجود اسکے کہ کفر کا فتوی دیا نہین
جاتا بسبب کسی چیز کے انمین سے مگر انمین جسپر فقہا کا اتفاق ہی چنانچہ آویگا بحرالرائق مین کہا کہ مین نے اپنی ذات پر لازم کر لیا ہی کہ مین فتوی نہ دونگا کسی چیز پر انمین
سے یعنی جسمین فقہا کا اختلاف ہی اسواسطے کہ مومن کو کافر کہنا بلا دلیل قطعی خطرناک ہی **فائدہ** بعضے موجبات کفر فتاوی عالمگیری اور طحطاوی سے مترجم نقل کرتا ہی
تا اہل اسلام اُس سے کنارہ کرین جو شخص کہے کہ مین صفت اسلام کی نہین جانتا وہ کافر ہی اُسکا صوم اور صلوۃ اور عبادت اور نکاح صحیح نہین اور اُسکی اولاد
ولد الزنا ہی جو شخص حق تعالی کو بصفات ناقصہ موصوف کرے یا اُسکے کسی نام مقدس سے یا اُسکے کسی حکم سے مسخراپن کرے یا اُسکے وعدہ اور وعید کا انکار کرے
یا اُسکا کوئی شریک یا فرزند یا زوجہ ٹھہراوے یا اُس علیم اور قدیر کی طرف جہل یا عجز یا نقصان کی نسبت کرے وہ کافر ہی جو کہے کہ اگر خدا مجھکو اس کام کا
امر کرے تو مین نہ کرون وہ کافر ہی جو شخص بعض انبیا علیہم السلام کا مقر نہو یا کسی سنت کو سنن مرسلین سے پسند نکرے وہ کافر ہی جو خضر اور ذوالکفل کی نبوت
کا منکر ہو وہ کافر نہین بسبب اختلاف کے اُنکی نبوت مین جو شخص کہے کہ اگر فلانا شخص نبی یا رسول اللہ ہو تو بھی اُسکا ایمان نہ لاؤن وہ کافر ہی رافضی جب
شیخین کو بد کہے یا لعنت کرے تو وہ کافر ہی اور اگر علی مرتضی کو ابی بکر صدیق سے افضل کہے تو کافر نہین مبتدع ہی قذف عائشہ صدیقہ کا کفر ہی بخلاف اور ازواج طاہرات
کے کہ انکا قاذف کافر نہین لیکن مستحق لعنت ہی خلافت شیخین کا منکر بقول صحیح کافر ہی رافضیون کا یہ قول کہ دنیا مین اموات رجعت کرینگے یا جبرئیل علیہ السلام نے
غلطی کی کہ علی مرتضی کو چھوڑ کر محمد علیہ الصلوۃ والسلام کو وحی پہونچائی یہ صاف کفر ہی یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہین اور مرتدین مین داخل ہین حدیث متواتر
کا منکر کافر ہی اور حدیث مشہور کا منکر بقول صحیح کافر نہین اور اسی طرح خبر واحد کا منکر کافر نہین بلکہ گنہگار ہی بسبب ترک قبول کے استخفاف ملائکہ کا اور
اُنکو عیب لگانا کفر ہی جو شخص قرآن کو مخلوق کہے یا قرآن مین سے کسی آیت کا منکر ہو یا مسخراپن اور بے ادبی کسی آیت سے کرے وہ کافر ہی جو قرآن
کو دف وغیرہ کی گت پر پڑہے وہ کافر ہی ایک شخص نے کہا دوسرے سے کہ نماز پڑہ اُسنے جواب دیا کہ اسکو کون سر پر اُٹھاوے یا بولا کہ ہمارے واسطے لوگ نماز
پڑہتے ہین یا بولا کہ تونے نماز پڑہ کے کیا کیا یا یون بولا کہ نماز پڑہنا نہ پڑہنا برابر ہی یہ سب کفر ہی جو شخص کہے بطریق استخفاف اور طنز کہ ہم نے بہت نماز پڑھی
ہماری کوئی حاجت روا نہوئی تو وہ کافر ہی جو شخص کہے کہ نماز مجھکو سزاوار نہین یا حلال مجھکو سزاوار نہین یا نماز کو مین نے طاق پر رکھ دیا وہ کافر ہی جو شخص
بلا سبب عالم یا فقیہ کو گالی دے اُسپر خوف ہی کفر کا ایک جاہل نے کہا کہ یہ جو علم سیکھتے ہین داستان سیکھتے ہین اور باد ہوائی کہتے ہین یا یون کہا کہ یہ زور
ہی سو وہ کافر ہی اگر فقیہ نے مسئلہ بیان کیا یا حدیث صحیح کی روایت کی دوسرے نے کہا یہ کچھ نہین یا یون بولا کہ یہ بات کس کام آتی ہی درم چاہیے کہ جبہ
حشمت اور عزت ہی علم کسکے کام آتا ہی سو یہ قول کفر ہی جو شخص اونچے مکان پر بیٹھے بطور واعظین کے اور اسکے ساتھ چند لوگ ہون اور مسخرا پن سے

ف جن باتون سے آدمی کافر ہوجاتا ہی اُسکا ذکر ہی

مسائل پوچھتے ہین اور اُس سے ہنسی کرتے ہین اور اُسکو لکڑیون سے مارتے ہوں تو سب کافر ہونگے شرع کے ساتھ استخفاف اور بے ادبی کرنے سے اور اگر خصم اُسکا فتوی لکھا لاوے اور وہ فتوے کو زمین پر ڈال دے تو وہ کافر ہی جو شخص حرام کو حلال اعتقاد کرے یا حلال کو حرام جانے وہ کافر ہی لیکن اگر بازاری بلا اعتقاد حلت حرام کو حلال کہے تو اُسکا مال بک جاے یا جہالت سے کہے تو وہ کافر نہین در اصل یہ ہی کہ جو حرام کو حلال اعتقاد کرے سو اگر وہ حرام لغیرہ ہی جیسا کہ غیر کا مال تو کافر نہین اور اگر حرام لعینہ ہی سو اگر اُسکی دلیل قطعی ہی تو وہ کافر ہی اور نہین تو نہین ذکر صغائر سے کسی نے کہا کہ توبہ کر اُسنے جواب دیا کہ مین نے کیا کیا ہی کہ توبہ کرون وہ کافر ہی جو شخص پیالہ خمر کے پینے کے وقت یا زنا کرنے کے وقت یا قمار کھیلنے کے وقت بسم اللہ کہے وہ کافر ہی اذکار اور اذان سے مسخراپن اور بے ادبی کرنا کفر ہی جو قیامت اور جنت اور نار اور میزان اور صراط اور نامہ اعمال اور بعد موت کے زندہ ہونے کا منکر ہو وہ کافر ہی اور اگر بعینہ ایک مرد کے بعث کا منکر ہو وہ کافر نہین ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ گناہ نہ کر کہ دوسرا جہان بھی ہی اُسنے کہا کہ اُس جہان کو کون جانتا ہی وہ کافر ہی جو کسی شخص کو کلمۂ کفر سکھاوے وہ کافر ہی اگرچہ بطریق لہو و لعب کے سکھاوے اور اسی طرح اگر غیر کی عورت کو ارتداد کی تلقین کرے تا وہ اپنے زوج سے جدا ہو جاے یہ بھی کفر ہی جو شخص مجوسیون کی ٹوپی اپنے سر پر رکھے وہ کافر ہی بقول صحیح مگر بضرورت دفع گرما اور سرما کفر نہین اور اپنی کمر پر زنار باندھنے سے کافر ہوتا ہی مگر جبکہ جنگ مین بطور خدعہ کے یا جاسوسی کے باندھے تو کفر نہین جو مشرکین کی عید مین بطریق تعظیم جاے تو کافر ہوتا ہی مترجم کہتا ہی اعیاد مشرکین یعنی کفار کے میلے جیسا کہ ہولی دیوالی بسنت نوروز وغیر ذلک کافر ہوتا ہی آدمی مجوسیون کے نوروز مین جانے سے اُنکے افعال کی موافقت کے سبب سے اُسدن میلے مین اس چیز کے خرید کرنے سے نوروز مین جسکو قبل اسکے نہ خرید کرتا تھا تعظیم نوروز کے واسطے نہ واسطے کھانے اور پینے کے اور کافر ہوتا ہی اُسدن مشرکین کو تحفہ دینے سے اگرچہ انڈا ہی ہو بطریق اُسکی تعظیم کے اور کافر ہوتا ہی تحسین امر کفار سے بالاتفاق تو اگر کہے کہ کھانے کے وقت کلام نہ کرنا یا حالت حیض مین عورت کو پاس نہ رکھنا بہتر فعل ہی مجوسیون کا تو وہ کافر ہی شیخ ابو منصور ماتریدی نے کہا کہ جو ہمارے زمانے کے سلطان کو عادل کہے وہ کافر ہی اور بعضون نے کہا کہ کافر نہین خطیبون کا القاب سلاطین مین یون کہنا عادل اعظم شہنشاہ اعظم مالک رقاب الامم سلطان ارض اللہ مالک بلاد اللہ علی الاطلاق جائز نہین اسواسطے کہ بعضے الفاظ کفر ہین اور بعض معصیت اور کذب ہین اور شہنشاہ خصائص اسماء الٰہیہ سے بلا وصف اعظم ہی عورات مسلمین اطفال کے چیچک نکلنے کے وقت جو بھوانی کو پوجتی ہین اور اُس سے شفا چاہتی ہین کافر ہو جاتی ہین نکاح اُنکا ٹوٹ جاتا ہی اور اگر اُنکے شوہر بھی اس فعل سے راضی ہون تو وہ بھی کافر ہو جاتے ہین جو شخص کہے کہ اس زمانے مین بدون خیانت اور دروغگوئی کے گذارا نہین ہوتا یا یون کہے کہ جبتک خرید فروخت مین تو جھوٹ نہ بولے گا روٹی کھانے کو نہ پاوے گا اس کلام سے کافر ہو جاتا ہی جسنے کافر ہونے کا عزم کیا اگرچہ سو برس کے بعد تو وہ فی الحال کافر ہو گیا جسنے اپنی زبان سے کلمۂ کفر بخوشی کہا بغیر جبر کے اور اُسکا دل ایمان پر ہی وہ کافر ہی خدا کے نزدیک مومن نہین جس قول باطل کے کفر ہونے مین علما کا اختلاف ہو تو اُسکے قائل کو تجدید نکاح اور توبہ کا امر کیا جاوے بطریق احتیاط کے اور اگر از راہ خطا وہ قول یا فعل صادر ہوا ہو تو تجدید نکاح اور رجوع کی حاجت نہین ہکذا فی العالمگیریۃ واللہ تعالی اعلم وشرائط صحتہا العقل والصحو والطوع فلا تصح ردۃ مجنون ومعتوہ وموسوس وصبی لا یعقل وسکران ومکرہ علیہا واما البلوغ والذکورۃ فلیستا بشرط بدائع اور صحت ارتداد کی شرطین عقل اور ہوشیاری اور خود مختاری ہی تو صحیح نہین مرتد ہونا مجنون اور بیہوش اور وسواسی اور طفل نافہم اور مست کا اور جسپر جبر اور زبردستی ہوئی مرتد ہونے کے واسطے اور بالغ ہونا اور مرد ہونا ارتداد کی شرط نہین کذا فی البدائع وفی الاشباہ لا تصح ردۃ السکران الا الردۃ بسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ یقتل ولا یعفی عنہ اور اشباہ مین ہی کہ صحیح نہین مرتد ہونا مست کا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی کا ارتداد صحیح ہی اسواسطے کہ وہ قتل کیا جاویگا اور اُسکا قصور معاف نہوگا ہم بحر الرائق مین قید لگائی ہی کہ اُسکا سکر حرام چیز سے ہو اور اُسنے اپنی خوشی بلا جبر اُسکو استعمال کیا ہو والا وہ مجنون کے مانند ہی من ارتد عرض الحاکم علیہ الاسلام استحبابا علی المذہب لبلوغہ الدعوۃ جو شخص مرتد ہو جاے حاکم اُسپر اسلام عرض کرے یعنی اُس سے اسلام قبول کراوے بطریق استحباب کے بنا بر صحیح مذہب کے اسواسطے کہ اُسکو دعوت اسلام کی پہونچ گئی یعنی جسکو دعوت پہونچ گئی اُسپر عرض اسلام واجب نہین وتکشف شبہتہ بیان لثمرۃ العرض اور اُسکا شبہہ

دور کیا جاوے یہ بیان ہی ثمرۂ عرض کا یعنی عرض اسلام کا فائدہ یہ ہی کہ اگر اُسکو کوئی شبہہ پڑ گیا ہو تو دفع کیا جاے **ویحبس وجوبا وقیل ندبا ثلثة ایام یعرض علیہ الاسلام**
فی کل یوم منہا خانیة اور مرتد قید کیا جاے بنا بر وجوب کے تین دن قول ضعیف میں حبس بنا بر استحباب کے ہی تینوں دنوں میں ہر روز اُسپر اسلام عرض کیا جاے کذا فی الخانیة
ان استمهل ای طلب المهلة والا قتله من ساعته الا اذا رجی اسلامه بدائع حبس تین دن کا اُسوقت ہی جبکہ مرتد مہلت چاہے اور اگر مہلت نہ مانگے تو فی الفور
حاکم اُسکو قتل کر ڈالے یعنی بعد عرض اسلام اور کشف شبہہ کے مگر اُسوقت قتل میں جلدی نہ کرے جبکہ اُسکا مسلمان ہونا متوقع ہو کذا فی البدائع وکذا لو ارتد
ثانیا لکنه یضرب وفی الثالثة یحبس ایضا حتی یظهر علیه التوبة فان عاد فکذلک تاتارخانیة قلت لکن نقل فی الزواہر عن آخر حدود الخانیة معزیا للبلخی ما یفید قتله
بلا توبة فتنبه اور اسی طرح مہلت دیجائیگی اگر دوسری بار مرتد ہو گا لیکن مارا جائیگا بعد توبہ کے بلا حبس اور تیسرے بار کے ارتداد میں ضرب کے ساتھ حبس بھی کیا جائیگا
یہانتک کہ اُسپر آثار توبہ کے ظاہر ہوں پھر اگر چوتھے بار ارتداد کی طرف عود کریگا تو یہی حکم کریگا یعنی بعد توبہ اور ضرب کے تاظہور آثار اسلام مقید رہیگا کذا فی المنح عن
التاتارخانیة شارح کہتا ہی لیکن زواہر میں آخر حدود خانیہ سے ابو عبد اللہ بلخی کی طرف نسبت کرکے وہ مضمون نقل کیا ہی جو مفید ہی مرتد کے قتل کا بلا قبول
توبہ سو آگاہ رہنا امام فتح القدیر میں تاتارخانیہ کے قول کو ظاہر الروایة قرار دیا ہی اور خانیہ کے قول کو روایت نوادر ٹھہرایا ہی اور اجناس ناطفی اور مختصر کرخی میں مذکور ہی
کہ چوتھے بار کے ارتداد میں امام اُسکو مہلت نہ دے اگر وہ مہلت مانگے اگر فی الحال اسلام قبول کرے تو بہتر ہی والا اُسکو قتل کرے کذا فی حاشیة الطحطاوی **فان اسلم**
فبها والا قتل لحدیث من بدل دینه فاقتلوه سو بعد مہلت مذکورہ کے اگر وہ اسلام قبول کرے تو کیا خوب ہی والا امام اُسکو قتل کرے بدلیل اُس حدیث کے کہ جو اپنے
دین کو یعنی اسلام بدل ڈالے تو اُسکو قتل کر رواہ احمد والبخاری کذا فی المنح **واسلامه ان یتبرأ عن الادیان سوی الاسلام او عن ما انتقل الیه** بعد
نطقه بالشهادتین وتمامه فی البحر اور مسلمان ہونا مرتد کا اسطرح ہی کہ بیزار ہو جاے سب دینوں سے سواے اسلام کے یا اُس دین سے بیزار ہو جسکی طرف اُسنے انتقال کیا
بعد تکلم شہادتین کے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہی ہم بحر الرائق میں کہا کہ مرتد کے اسلام میں بعد الشہادتین سواے اسلام کے اور دینوں سے بیزار ہونا دار الاسلام
میں شرط ہی اور اگر دار الحرب میں مسلم مرتد کو مارنے لگے اور وہ کہے محمد رسول اللہ یا کہے کہ میں اسلام میں داخل ہوا یا دین محمدی میں آیا تو یہ دلیل ہی اُسکے اسلام کی
ولو اتی بهما علی وجه العادة لم ینفعه ما لم یتبرأ بزازیة اور اگر مرتد کلمۂ شہادت کو بولا بطریق عادت کے تو اُسکو نافع نہیں جبتک سواے اسلام کے اور دینوں سے
تبرا نکرے کذا فی البزازیة **وکره تنزیها للامام قتله قبل العرض بلا ضمان** لان الکفر مبیح للدم اور بدلیل گذشتہ مکروہ تنزیہی ہی اُسکا مار ڈالنا قبل عرض کرنے اسلام
کے بدون ضمان کے اسواسطے کہ کفر مباح کرنے والا ہی اُسکے خون کا اور دلیل گذشتہ یہ ہی کہ عرض اسلام بقول صحیح مستحب ہی اور ترک مستحب مکروہ تنزیہی ہی نہ تحریمی
فتح القدیر میں کہا کہ قاتل قبل العرض پر اگرچہ ضمان نہیں لیکن تعزیر ہی اور اسی طرح قاتل عضو پر قید باسلام المرتد لان الکفار اصناف خمسة من ینکر الصانع کالدهریة
ومن ینکر الوحدانیة کالثنویة ومن یقر بها لکن ینکر بعثة الرسل کالفلاسفة ومن ینکر الکل کالوثنیة ومن یقر بالکل لکن ینکر عموم رسالة المصطفی صلی اللہ علیه وسلم کالعیسویة
فیکتفی من الاولین بقول لا اله الا الله وفی الثالث بقوله محمد رسول الله وفی الرابع باحدهما وفی الخامس بهما مع التبری عن کل دین یخالف دین الاسلام
بدائع وآخر کراهیة الدرر اور مصنف نے اسلام مرتد کو مقید بقید مذکور اسواسطے کیا کہ سب کافر پانچ قسم پر ہیں بعضے خالق کے منکر ہیں چنانچہ فرقہ
دہریہ اور بعضے وحدانیت کے منکر ہیں چنانچہ مجوسی کہ دو خالقوں کے قائل ہیں یعنی یزدان اور اہرمن کے اور بعضے کافر خالق اور اُسکی وحدانیت کے
مقر ہیں لیکن رسالت انبیا کے منکر ہیں جیسے حکماء فلاسفہ اور بعضے خالق اور وحدانیت اور رسالت سب کے منکر ہیں چنانچہ بت پرست اور بعضے سب
کا اقرار کرتے ہیں لیکن عموم رسالت مصطفی صلی اللہ علیه وسلم کے منکر ہیں چنانچہ فرقۂ عیسویہ تو اکتفا کرے امام اولین یعنی دہریہ اور مجوسیوں سے
لا اله الا الله کے کہنے پر اور ثالث یعنی حکماء فلاسفہ سے محمد رسول اللہ کے کہنے پر اور رابع یعنی بت پرستوں سے دو میں سے ایک پر یعنی کلمۂ توحید یا اقرار رسالت پر
اور خامس یعنی عیسویہ سے دونوں قول پر یعنی شہادتین پر کفایت کرے ساتھ تبرا کرنے کے ہر دین سے جو مخالف ہی دین اسلام کے کذا فی البدائع وآخر

کراہیتہ الدرر م فلاسفہ سے یہان سب علماء یونانیین مراد نہیں بلکہ بعضے مراد ہین اسواسطے کہ جمہور فلاسفہ رسالت انبیاء کے قائل ہین اور عیسویہ سے نصاریٰ مراد
نہین بلکہ ایک قوم ہے یہود کی جو عیسی صفہانی یہودی کی طرف منسوب ہے شارح مسایرہ کا قول بدائع اور درر کے مخالف ہے یعنی مجوسیون مین ادائے شہادتین ضروری ہے
اور ظاہر اور دہریہ بھی مجوسیون کے مانند ہین انکار توحید اور رسالت مین ہکذا فی حاشیۃ الحلبی وفیتہ فلیتفقد من حال اہل زماننا فی الدرر اشتراط التبری فی کل یہودی
ونصرانی ومثلہ فی فتاوی المصنف وابن نجیم وغیرہما وفی رہن فتاوی قاری الہدایۃ کذا افتی علماؤنا والذی افتی بہ صحتہ بالشہادتین بلا تبری لان التلفظ
بہما صار علامۃ علی الاسلام فیقتل ان رجع مالم یعد اور اسوقت مین یعنی جب معلوم ہوا کہ کفار پانچ قسم پر ہین اور انکے اسلام مین حکم مختلف ہے تو استفسار کرنا چاہیے
جسکا حال معلوم نہو کہ اقسام خمسہ مین سے کس دین پر مرتد داخل ہوا بلکہ عام کہا ہے درر مین مشروط ہونا تبرا کو ہر یہودی اور نصرانی مین اور اسی کے مانند ہے
مصنف اور ابن نجیم وغیرہما کے فتاوے مین اور فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب الرہن مین ہے ایسا ہی فتوی دیا ہے ہمارے علماء نے اور جو مین فتوی دیتا ہون
وہ صحت اسلام ہے شہادتین سے بلا شرط تبرا اسواسطے کہ شہادتین کا بولنا اسلام کی علامت ہوگئی ہے تو قتل کیا جائیگا اگر پھر جاوے درصورت عدم اعادہ اسلام کے
مین بالفعل اکتفا بالشہادتین معمول ہے کذا فی الدرر المنتقی واعلم انہ لا یفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن او کان فی کفرہ خلاف ولو کان ذلک
روایۃ ضعیفۃ کما حررہ فی البحر وعزاہ فی الاشباہ الی الصغری اور اسکو معلوم کر کہ فتوی نہ دیا جاوے اس مسلمان کی تکفیر پر جسکے کلام کا محمول کرنا اچھے محل پر ممکن ہو یا اسکے
کفر مین علماء کا اختلاف ہو اگرچہ یہ خلاف ضعیف روایت سے ہو چنانچہ بحر الرائق مین اسکو خوب منقح کر کے لکھا ہے اور اشباہ مین عدم تکفیر درصورت اختلاف کو فتاوی
صغری کی طرف منسوب کیا ہے مفتی ابو السعود نے حاشیہ اشباہ مین تصریح کی ہے کہ عدم تکفیر مین روایت ضعیف بھی کافی ہے اگرچہ وہ روایت ہمارے غیر مذہب
کی ہو وفی الدرر وغیرہا اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر ووجہ واحد یمنعہ فعلی المفتی المیل لما یمنعہ ثم لو نیتہ ذلک فمسلم والا لم ینفعہ حمل المفتی علی خلافہ اور درر وغیرہ
مین ہے جبکہ ایک صورت مین چند وجوہ ہون موجب کفر کے اور ایک وجہ مانع کفر ہو تو مفتی پر لازم ہے میل کرنا اس وجہ کی طرف جو مانع کفر ہے پھر اگر اس شخص کی
نیت مین وہی وجہ ہے جو مانع کفر ہے تو وہ شخص مسلمان ہے اور اگر اسکی نیت مین وہ وجہ نہین ہے تو فائدہ نکریگا محمول کرنا مفتی کا اسکے خلاف پر وینبغی التعوذ بہذا
الدعاء صباحا ومساء فانہ سبب العصمۃ من الکفر بوعد الصادق الامین صلی اللہ علیہ وسلم اللہم انی اعوذ بک من ان اشرک بک شیئا وانا اعلم واستغفرک لما لا اعلم
انک انت علام الغیوب اور مسلمان کو لائق ہے پناہ مانگنا بواسطے اس دعا کے صبح اور شام اسواسطے کہ وہ سبب ہے کفر سے محفوظ رہنے کا بموجب وعدہ رسول
صادق امانت دار کے علیہ الصلوۃ والسلام وہ دعا اللہم سے آخر تک ہے یعنی خداوندا مین پناہ مانگتا ہون بواسطے تیرے اس سے کہ کسی چیز کو مین تیرا شریک
ٹھہراؤن جان بوجھکر اور تیری مغفرت چاہتا ہون اس گناہ کیواسطے جسکو مین نہین جانتا بلا شک تو علام الغیوب ہے وتوبۃ الیاس مقبولۃ دون ایمان الیاس
درر اور توبہ کرنا گناہون سے اسوقت جب زندگی کی امید نرہے مقبول ہے نہ ایمان لانا اسوقت کا کذا فی الدرر طحطاوی نے کہا مقبولیت توبہ یاس متفق علیہ
نہین بلکہ بعضے علماء نے عدم قبول کی تصحیح کی ہے واللہ تعالی اعلم وفیہا ایضا شہد نصرانیان علی نصرانی انہ اسلم وہو منکر لم تقبل شہادتہما وکذا لو شہد رجل و
امرأتان من المسلمین وفی النوازل تقبل شہادۃ رجل وامرأتین علی الاسلام وشہادۃ نصرانیین علی نصرانی بانہ اسلم انتہی اور یہ بھی درر مین ہے کہ گواہی دی دو
نصرانیون نے ایک نصرانی پر کہ وہ مسلمان ہوگیا اور حالانکہ وہ منکر ہے تو انکی گواہی مقبول نہوگی اور اسی طرح اگر گواہی دی ایک مرد اور دو عورتون نے منجملہ مسلمین کے
اور نوازل مین ہے کہ مقبول ہے ایک مرد اور دو عورتونکی اسلام لانے پر اور مقبول ہے گواہی دو نصرانیون کی ایک نصرانی پر اسکی کہ وہ مسلمان ہوگیا انتہی وکل مسلم ارتد
فتوبتہ مقبولۃ الا جماعۃ من تکررت ردتہ علی ما مر اور جو مسلمان کہ مرتد ہوگیا تو اسکی توبہ مقبول ہے مگر چند مرتدین کی توبہ مقبول نہین انہین سے ایک وہ ہے جسکا ارتداد
چند بار واقع ہوا بنابر گذشتہ یہ قول غیر معتمد ہے اور حق یہ ہے کہ اسکی توبہ مقبول ہے چنانچہ تاتارخانیہ سے مذکور ہو چکا والکافر بسب نبی من الانبیاء فانہ
یقتل حدا ولا تقبل توبتہ مطلقا ولو سب اللہ تعالی قبلت لانہ حق اللہ تعالے والاول حق العبد لا یزول بالتوبۃ اور توبہ مقبول نہین اُس

مرتد کی جو کافر ہوا بسبب گالی دینے کسی نبی کے انبیا مین سے اسواسطے کہ وہ قتل کیا جائیگا بنا بر حد کے اور اُسکی توبہ مقبول نہوگی کسیطرح خواہ خود توبہ کرکے آیا ہو خواہ
اُسکی توبہ گواہی سے ثابت ہوئی ہو کذا فی البحر اور اگر حق تعالی کو گالی دے تو توبہ مقبول ہی اسواسطے کہ وہ حق اللہ ہی اور اول یعنی نبی کی گالی حق العبد ہی جو توبہ کرنے سے
زائل نہین ہوتا اور جو کہا کہ اُسکی توبہ مقبول نہین یعنی اسقاط قتل مقبول نہین کذا فی الفتح بحر الرائق مین کہا اس قید سے معلوم ہوا کہ خدا کے نزدیک اُسکی توبہ مقبول ہی
چنانچہ فقہانے اسکی تصریح کی ہی ومن شک فی عذابہ وکفرہ کفر وتمامہ فی الدرر فی فصل الجزیۃ معزیا للبزازیۃ اور اسکی توبہ مقبول نہین جو نبی کے گالی دینے والے کے
عذاب اور کفر مین شک کرے اور پورا بیان اسکا درر مین جزیہ کی فصل مین ہی بزازیہ سے نقل کرکے ہم بزازیہ مین ہی کہ ابن سحنون مالکی نے کہا کہ اہل اسلام کا اجماع ہی
اسپر کہ نبی کا گالی دینے والا کافر ہی اور حکم اسکا قتل ہی اور جو شک کرے اُسکے عذاب ور کفر مین وہ کافر ہوگیا وکذا لو ابغضہ بالقلب فتح واشباہ اور اسیطرح وہ مرتد ہی
جو نبی کے ساتھ بغض رکھے دل سے کذا فی الفتح والاشباہ وفی فتاوی المصنف ویجب الحاق الاستہزاء والاستخفاف بہ لتعلق حقہ ایضا اور مصنف کے فتاوے مین
ہی اور واجب ہی الحاق استہزاء اور استخفاف کا ساتھ گالی کے یعنے جو نبی صلعم سے تمسخر کرے وہ بھی مرتد غیر مقبول التوبہ ہی اسواسطے کہ نبی کا حق اس سے بھی متعلق
ہوگیا وفیہا سئل عمن قال لشریف لعن اللہ والدیک والدی الذین خلفوک فاجاب الجمع المضاف یعم مالم یتحقق عہد خلافا لابی ہاشم وامام الحرمین کما فی جمع الجوامع
وحینئذ فیعم حضرۃ الرسالۃ فینبغی القول بکفرہ واذا کفر بسببہ لا توبۃ لہ علی ماذکرہ البزازی وتوارد الشارحون نعم لو لوحظ قول ابی ہاشم وامام الحرمین باحتمال
العہد فلا کفر وہو اللائق بمذہبنا التصریحہم بالمیل الی مالا یکفر اور اسمین یعنے فتاوی مصنف مین سوال واقع ہوا اُسکے حق مین جسنے سید فاطمی سے کہا کہ لعنت کرے
اللہ تیرے باپون کو اور اُن باپون کو جو تجھکو اپنے پیچھے چھوڑ گئے تو جواب دیا کہ جمع مضاف عام ہوجاتی ہی تاوقتیکہ عہد نہ ثابت ہو بخلاف ابی ہاشم اور
امام الحرمین کے مذہب کے کذا فی جمع الجوامع اور اسوقت مین تو یہ کلام حضرت صاحب رسالت کو شامل ہوجائیگا تو اُسکے کفر کا قائل ہونا لائق ہی اور جب وہ
کافر ہوا صاحب رسالت کے گالی دینے سے تو اُسکے واسطے توبہ نہین بنا بر اُسکے جسکو بزازی نے ذکر کیا ہی اور شارحین متون نے اُسپر اتفاق کیا ہی ہان اگر ابی ہاشم
اور امام الحرمین کا قول ملاحظہ کیا جاوے بسبب تحمل عہد کے تو کفر اُسکا ثابت نہین اور یہی عدم تکفیر ہمارے مذہب کے لائق ہی بسبب تصریح کرنے ہمارے
اہل مذہب کے اُس وجہ کی طرف مائل ہونے پر جو مانع تکفیر ہی ہم وجہ مانع کفر اس سوال مین ابی ہاشم اور امام الحرمین کا قول ہی کہ جمع مضاف عام نہین ہوتی
اور احتمال عہد یہان یہ ہی کہ والدین اقربین معہود ہین تو صاحب رسالت کا شمول ثابت نہوا وفیہا من نقص مقام الرسالۃ بقولہ بان سبہ صلی اللہ علیہ
وسلم او بفعلہ بان ابغضہ بقلبہ قتل حدا کما مر التصریح بہ لکن صرح فی آخر الشفاء بان حکمہ حکم المرتد ومفادہ قبول التوبۃ کما لا یخفے اور فتاوی مصنف مین ہی کہ جو
گھٹاوے مرتبہ صاحب رسالت کو اپنے قول سے اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا اپنے فعل سے اسطرح کہ اُس محبوب رب العالمین سے
بغض رکھے اپنے دل مین تو قتل کیا جاوے بنا بر حد کے چنانچہ اسکی تصریح گذر گئی لیکن قاضی عیاض مالکی نے آخر شفا مین تصریح کی ہی کہ حکم اسکا مانند حکم
مرتد کے ہی تو مستفاد ہوا اُس سے کہ توبہ اُسکی مقبول ہی چنانچہ مخفی نہین زاد المصنف فی شرحہ وقد سمعت من مفتی الحنفیۃ بمصر شیخ الاسلام ابن
عبد العال ان الکمال وغیرہ تبعوا البزازیۃ والبزازی تبع صاحب السیف المسلول وعزاہ الیہ ولم یعزہ لاحد من علماء الحنفیۃ وقد صرح فی النتف ومعین الحکام وشرح الطحاوی
وحاوی الزاہدی وغیرہا بان حکمہ کالمرتد ولفظ النتف من سب صلی اللہ علیہ وسلم فانہ مرتد وحکمہ حکم المرتد ویفعل بہ ما یفعل بالمرتد انتہی وہو ظاہر فی قبول توبتہ
کما مر عن الشفاء فلیحفظ اور یہ بڑھایا ہی مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین اور مین نے سنا مفتی حنفیہ سے مصر مین یعنی شیخ الاسلام ابن عبد العال سے کہ
کمال الدین صاحب فتح القدیر وغیرہ عدم قبول توبہ مین بزازی کے تابع ہین اور بزازی سبکی کا تابع ہی جو مصنف ہی سیف مسلول کا اور بزازی نے اس
قول کو سبکی کیطرف منسوب کیا اور اسکو منجملہ علماء حنفیہ کے کسی عالم کیطرف نسبت نہین کیا اور بتحقیق تصریح کی ہی نتف اور معین الحکام اور شرح طحاوی اور حاوی زاہدی
وغیرہا مین اسکی کہ حکم اسکا مانند مرتد کے ہی اور نتف کی عبارت کا یہ مطلب ہی کہ جسنے گالی دی اور بدگوئی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سو وہ مرتد ہی اور حکم اُسکا

مانند حکم مرتد کے ہی اور اُسکے ساتھ وہ کیا جاے جو مرتد کے ساتھ کیا جاتا ہی انتہی یعنی اصرار مین قتل ہی اور توبہ مین نہین اور یہ ظاہر ہی اُسکی توبہ قبول ہونے مین چنانچہ
شفا سے مذکور ہوچکا انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م خلاصہ یہ ہی کہ شاتم مصطفوی کی عدم قبول توبہ کی سند بزازی کیطرف منتہی ہی جو سیف مسلول کا مصنف ہی اور
حالانکہ بزازی حنفی المذہب نہین جو اُسکا قول حنفیون کیواسطے حجت ہو علی الخصوص کہ علماء حنفیہ کی تصریحات اسکے مخالف موجود ہین واللہ اعلم قلت ظاہر الشفا

ان قولہ یا ابن الف خنزیر ویا ابن مائۃ کلب ان قولہ لہاشمی لعن اللہ بنی ہاشم کذلک وان شتم الملائکۃ کالانبیاء فلیحرر مین کہتا ہون اور ظاہر شفا اسپر دلالت کرتا ہی
کہ یون کہنا کہ ای بیٹے ہزار سوورون کے یا ای فرزند سو کتون کے اور یون کہنا ہاشمی سے کہ لعن کرے خدا بنی ہاشم پر اسیطرح کفر ہی اور العتبۃ شتم ملائکہ انبیا کے شتم کے مانند ہی
تو اسکی تحقیق اور تحریر کرنا چاہیے یعنی کتب حنفیہ مین تلاش کرنا چاہیے کہ اسکا کیا حکم ہی اسواسطے کہ قاضی عیاض صاحب شفا مالکی المذہب ہی اُسکا قول حنفیون کیواسطے حجت

نہین ومن حوادث الفتوی مالو حکم حنفی بکفرہ بسبب نبی ہل للشافعی ان یحکم بقبول توبتہ الظاہر نعم لانہا حادثۃ اخری وان حکم بموجبہ نہار وحوادث فتوی سے یہ ہی کہ اگر
حنفی المذہب نے بسبب شتم نبی کے شاتم کے کفر کا حکم دیا تو کیا شافعی المذہب کو جائز ہی کہ اُسکی قبول توبہ کا حکم کرے ظاہر جواب یہ ہی کہ ہان جائز ہی اسواسطے کہ دوسرا
حادثہ ہی مغایر حادثہ تکفیر کے اگرچہ شافعی المذہب نے بموجب کفر حکم بھی کردیا ہو کذا فی النہر یعنے اسواسطے کہ موجبات کفر اور ارتداد کے متعدد ہین چنانچہ زوجہ کا جدا ہوجانا اور
عمل کا حبط ہونا تو موجب متعین نہ رہا عدم قبول توبہ بین طحطاوی نے کہا کہ یہ سوال اور جواب بزازی وغیرہ کے قول پر مبنی ہی حالانکہ اہل مذہب قبول توبہ کے قائل ہین اسلئے

ذکر بلا وجہ ہی قلت ثم رایت فی معروضات المفتی ابی السعود سوالا ملخصہ ان طالب علم ذکر عندہ حدیث نبوی فقال کل احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم صدق یعمل بہا فاجاب
بانہ یکفر اولا بسبب استفہامہ الانکاری وثانیا بالحاقہ الشین بالنبی صلے اللہ علیہ وسلم ففی کفرہ الاول عن اعتقادہ یوم بتجدید الایمان فلا یقتل والثانی یقید الزندقۃ فبعد اخذہ
لا تقبل توبتہ اتفاقا فیقتل وقبلہ اختلف فی قبول توبتہ فعند ابی حنیفۃ تقبل فلا یقتل وعند باقی الائمۃ لا یقبل ویقتل حدا فلذلک ورد امر سلطانی فی سنۃ
اربع واربعین وتسع مائۃ لقضاۃ الممالک المحمیۃ برعایۃ رای الجانبین بانہ ان ظہر صلاحہ وحسن توبتہ واسلامہ لا یقتل ویکتفی بتعزیرہ وحبسہ عملا بقول الامام الاعظم
وان لم یکن من اناس یفہم خیرہم یقتل عملا بقول بقیۃ الائمۃ ثم فی ۹۵۵ تقرر ہذا الامر بآخر فلینظر القائل من ای الفریقین ہو فیعمل بمقتضاہ انتہی فلیحفظ و
لیکن التوفیق شارح کہتا ہی پھر مین نے دیکھا مفتی ابوسعود کے معروضات مین ایک سوال جسکا خلاصہ یہ ہی کہ ایک طالب علم کے نزدیک حدیث نبوی مذکور ہوئی
سو اُسنے کہا کیا سب احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی ہین جنپر عمل کیا جاے تو مفتی ممدوح نے یہ جواب دیا کہ وہ کافر ہوگیا اول بار اپنے استفہام انکاری کے سبب سے
اور دوسرے بار کافر ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگانے سے سو اسکے پہلے کفر اعتقادی مین امر کیا جاے تجدید ایمان کا تو قتل نہ کیا جاے اور کفر ثانی اُسکا مفید زندقہ
ہی سو بعد گرفتار ہونے کے اُسکی توبہ مقبول نہین بالاتفاق تو قتل کیا جاے اور قبل اُسکی گرفتاری کے اختلاف ہی اُسکی توبہ قبول ہونے مین سو امام ابوحنیفہ کے نزدیک توبہ
مقبول ہی تو وہ مقتول نہوگا اور باقی تینون اماموں کے نزدیک توبہ مقبول نہین اور مقتول ہوگا بنا بر حد کے سو اسی اختلاف کے سبب سے حکم سلطانی وارد ہوا ہی یعنی سلطان روم کا
حکم ۹۴۴ھ مین ممالک محروسہ کے قاضیون کو ساتھ مراعات کرنے رائے جانبین کے اسطرح پر کہ اگر ظاہر ہو مرتد کی صلاحیت اور خوبی اسکی توبہ اور اسلام کی تو وہ مقتول نہو اور کفایت
کیجاے اُسکی تعزیر اور حبس پر امام اعظم کے قول پر عمل کرنے سے اور اگر وہ شخص اُن لوگون سے نہو جنکی خیر اور نیکوکاری دریافت ہو تو قتل کیا جاے ائمہ ثلثہ کے قول پر عمل کرنے سے
پھر ۹۵۵ھ مین مستحکم ہوگیا یہ حکم سلطانی دوسرے حکم کے آنے سے تو قائل کو دیکھنا چاہیے کہ دو فریق مین سے وہ کس مین ہی اہل صلاح مین ہی یا اہل فسق مین پھر موافق اُسکے عمل کرنا چاہیے
انتہی کلام المفتی سو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور اس حکم سلطانی سے قبول توبہ اور عدم قبول کا اختلاف بھی دفع ہوگیا م طحطاوی نے کہا کہ طالب علم مذکور کے کفر مین تامل ہی اسواسطے
کہ اُسکا کلام محمل حسن پر محمول ہوتا ہی یعنے اُسکے کلام کی یہ مراد ہی کہ اثبات احکام مین عمل نہین ہوتا مگر حدیث صحیح پر یا حسن پر اور اسمین حدیث ضعیف پر عمل نہین یا
یہ مراد ہی کہ احادیث منسوخہ پر عمل نہین اور جو حدیث کہ اُس طالب علم نے سُنی یا ضعیف ہی جس سے حکم شرعی ثابت نہین ہوتا یا منسوخ تو اس قصد سے یا اسکے احتمال سے اُسپر
کفر کا حکم نہین ہوسکتا اور محل استفہام اُسکے قول یعمل بہا پر ہی نہ صدق پر تو اس احتمال سے لحاق شین بھی نہوا اور برتقدیر تسلیم ارتداد زندقہ اسکا ثابت نہین ہوتا واللہ اعلم

اوالکافر بسب الشیخین او بسب احدہما فی البحر عن الجوہرۃ معزیا للشہید من سب الشیخین او طعن فیہما کفر ولا تقبل توبتہ وبہ اخذ الدبوسی وابو اللیث وہو المختار للفتوی
انتہی وجزم بہ فی الاشباہ واقرہ المصنف قائلا وہذا یقوی القول بعدم قبول توبۃ من سب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وہو الجانب الذی ینبغی التعویل علیہ
فی الافتاء والقضاء رعایۃ جانب حضرۃ المصطفے صلی اللہ علیہ وسلم انتہی لکن فی النہر وہذا لا وجود لہ فی اصل الجوہرۃ وانما وجد علی حاشیۃ بعض النسخ فالحق بالاصل
مع انہ لا ارتباط لہ بما قبلہ انتہی قلت ویکفینا ما مر من الامر فتدبر

یا جو کافر ہوا بسبب دشنام شیخین یعنی صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے یا دونون
مین سے ایک کی دشنام اور بدگوئی سے کافر ہوا بحر الرائق مین جوہرہ سے صدر شہید کیطرف نسبت کرکے منقول ہی کہ جسنے شیخین کو بد کہا یا اُن دونون کو طعن کیا
کافر ہوگیا اور توبہ اُسکی مقبول نہین اور اسی قول کو ابو نصر دبوسی اور فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے لیا ہی اور یہی پسندیدہ ہی فتوی دینے کیواسطے انتہی اور اسی قول پر
یقین کیا ہی اشباہ مین اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین یون کہکر کہ یہ یعنی شاتم شیخین کے کفر اور عدم قبول توبہ کی روایت قوی کرتی ہی عدم قبول توبہ شاتم
مصطفوی کے قول کو اور عدم قبول توبہ ایسی جانب سے ہی جسپر اعتماد کرنا افتا اور قضا مین لائق ہی برعایت مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم انتہی قول المصنف لیکن نہر الفائق مین ہی
اور اسکا وجود ہی نہین اصل جوہرہ مین وہ عبارت تو جوہرہ کے بعضے نسخے کے حاشیہ پر پائی گئی تھی سو اصل کے ساتھ ملا دیگئی باوجود اسکے کہ اس عبارت کو کچھ ربط نہین اپنے
ماقبل سے انتہی ما فی النہر شارح کہتا ہی اور کفایت کرتا ہی ہمکو جو امر کہ گذر گیا یعنی قبول توبہ اور عدم قبول شاتم مصطفوی مین حکم سلطان اعظم جو قبل اسکے مذکور ہو چکا کافی ہی سو غور اور
تامل کرو شیخین کے تبرا کرنے والے اور طاعن کا کفر بروایت خلاصہ و بزازیہ و وہبانیہ بلاشبہہ ثابت ہی کذا فی المنح لیکن اُسکا عدم قبول توبہ کتب مذکورہ مین مذکور نہین فقط صاحب
بحر الرائق نے جوہرہ سے اسکو نقل کیا ہی سو اسکا حال معلوم ہو چکا کہ اصل کتاب کی وہ عبارت نہین کسی نے حاشیہ کی عبارت کو کتاب مین داخل کر دیا اور یہ جو مصنف نے عدم قبول توبہ
کی تقویت کی ہی اور اسکو قابل اعتماد کے کہا ہی برعایت جانب مصطفوی سو لائق اعتماد کے نہین کیونکہ عدم قبول توبہ نصوص مذہب کے مخالف ہی چنانچہ مذکور ہو چکا اور نصوص اہل مذہب لائق
اعتماد کے ہین نہ ترجیح مصنف کی اسواسطے کہ وہ ارباب ترجیح مین نہین اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم مومنین پر رؤف و رحیم ہی تو اس دریائے کرم سے عفو متوقع ہی بعد توبہ کے
سید حموی نے حاشیہ اشباہ مین کہا کہ عمر بن نجیم صاحب نہر سے حکایت ہی کہ اُسکے بھائی صاحب بحر نے عدم قبول توبہ کا فتوی دیا اس سے روایت طلب ہوئی تو پائی نہ گئی مگر جوہرہ کے حاشیہ
مین کہتا ہون اگر جوہرہ کے سب نسخون مین روایت مذکورہ ہوتی تو بھی حجت نہ تھی اسواسطے کہ ہم سابق ذکر کر چکے ہین کہ ہمارے مذہب مین شاتم انبیا کی توبہ مقبول ہی خلافا للمالکیۃ
والحنابلۃ اور جب یہ ہوا تو سب شیخین کی عدم قبول توبہ بلادلیل ہی بلکہ میری دانست مین کسی امام سے یہ قول ثابت نہین انتہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی المعروضات المزبورۃ ما معناہ

ان من قال عن فصوص الحکم للشیخ محی الدین بن العربی انہ خارج عن الشریعۃ وقد صنفہ للاضلال ومن طالعہ ملحد ماذا یلزمہ اجاب نعم فیہ کلمات تباین الشریعۃ وتکلف بعض المتصلفین
لارجاعہا الی الشریعۃ لکن تیقنا ان بعض الیہود افتراہا علی الشیخ قدس اللہ سرہ فیجب الاحتیاط بترک مطالعۃ تلک الکلمات وقد صدر امر السلطانی بالنہی فیجب الاجتناب من
کل وجہ انتہی فلیحفظ

اور مفتی ابو سعود کے معروضات مذکورہ مین وہ سوال ہی جسکا مطلب یہ ہی کہ جو شخص شیخ محی الدین بن عربی کی فصوص الحکم کو کہے کہ وہ شریعت سے
خارج ہی اور اُسکو گمراہ کرنے کے واسطے تصنیف کیا ہی اور جو اُسکو مطالعہ کرے وہ ملحد ہی کیا لازم ہی اس قائل پر مفتی ممدوح نے جواب دیا کہ ہان اس کتاب مین چند کلمات
مخالف شرع ہین اور بعضے اہل تکلف نے ان کلمات کے پھیرنے مین شریعت کیطرف بناوٹ اور تکلف کیا ہی لیکن ہمکو بالیقین ثابت ہو گیا ہی کہ بعضے یہودیون نے اُن
کلمات کو شیخ قدس سرہ پر افترا کیا ہی تو واجب ہی احتیاط کرنا اُن کلمات مخالفہ شریعت کے مطالعہ کرنے سے اور البتہ صادر ہوا ہی حکم سلطانی اُسکے عدم اشتغال پر تو اب
واجب ہو گیا پرہیز کرنا ہر وجہ سے یعنی نہ اسمین نظر کرے نہ یاد رکھے نہ سنے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شیخ محی الدین بن عربی محمد بن علی بن محمد حاتمی طائی اندلسی مشہور
بہ ابن العربی و شیخ اکبر پانسو ساٹھ مین پیدا ہوئے اور چھ سو اڑتیس مین وفات پائی اور صالحیہ مین دفن ہوئے علامہ عصر اور عارف کبیر تھے عارف مناوی کے طبقات مین امام ناصر الدین بلاذری سے
منقول ہی کہ مرد عجمی ولی اللہ مصر مین وارد ہوا اکثر لوگ اس سے فیضیاب ہوئے اور بارہا ملتجی رہے کہ آپ ہمکو فصوص الحکم پڑھکر سنائیے وہ قبول نکرتے تھے آخرش بعد الحاح کثیر
استخارہ کرکے وعدہ کیا کہ دریائے نیل کے پار در صورت عدم صحبت اغیار مطلب بر آوے گا چنانچہ چند مدت وہان جاکر اوقات معینہ مین بلسان حقیقت مؤید بالشریعت تقریر شروع فرمایا کرتے

پھر نوبت کے دن اس مشغولی سے باز رہے مخلصین نے سوال کیا کہ اسکا کیا سبب ہے فرمایا کہ آج کی رات درس کا ایک مقام مشکل معلوم ہوا بار بار اسمین غور کیا اشکال زیادہ ہوتا جاتا تھا پھر عالم قدس کیطرف توجہ خالص کی تاکہ یہ مجھپر منکشف ہو تو حقیقت مجھپر کشف ہوئی سو مجھکو ثابت ہوا کہ شیخ کا کشف اس مسئلہ مین مختل ہو گیا لہذا مین اس کتاب سے بالخصوص باز رہا انتہی اور بعض عارفین نے شیخ اکبر کی ثنا اور صفت کے بعد کہا ہے کہ شیخ کی بعض کتب مین اکثر کلمات وحشت انگیز ظاہرۃ الاشکال ہین جسکے سبب سے اکثر لوگ بدگمان ہو گئے ہین حالانکہ محققین کاملین نے فرمایا ہے کہ ان کلمات کا جو ظاہر مطلب موہم ہے وہ مراد شیخ نہین بلکہ مراد شیخ وہ امور ہین جو متاخرین اہل طریقت کے مصطلح علیہا ہین انکی اصطلاح ٹھہر گئی ہے کہ ان امور کے معتبر الفاظ موہمہ سے کیجاے تاکہ نا اہل کذاب ان امور کا دعوی نکرے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی مترجم شیخ اکبر قدس سرہ کے کمال عرفانی مین توقف نہین کرتا مگر حال یہ ہے کہ ضعیف کو تردد نہین لیکن کلمات وحشت انگیز مخالف شریعت حقہ انکی بعض تصانیف مین البتہ جابجا موجود ہین یا اس سبب سے کہ عارف کتنا ہی کامل ہو خطاء کشفی سے معصوم نہین چنانچہ طبقات مناوی سے بشہادت ولی مکاشف بعضے مسائل مین اختلال کشف شیخ ثابت ہوا یا اس سبب سے کہ بناے کلام شیخ اصطلاح قوم پر ہے ناواقف اصطلاح انکو مخالف شریعت سمجھتا ہے اور واقع مین مخالف نہین یا اس سبب سے کہ معاندین یہود نے شیخ کے کلام مین گمراہی مسلمین کیواسطے کچھ کلمات مخالفہ شریعت درج کر دیے ہین چنانچہ بشہادت شیخ الاسلام مفتی ابوسعود کے معلوم ہو چکا اور عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی بھی اسکے معترف ہین چنانچہ انکی تصانیف سے ظاہر ہے جب یہ ثابت ہوا تو ہر شخص کو مطالعہ ان کلمات کا جائز نہین علی الخصوص کم علم ناآشناے عرفان کے حق مین انکا دیکھنا سم قاتل ہے اور یہ جو بعضے جاہل متصوف کہتے ہین کہ مخالفت شریعت کی کچھ ضرر نہین شریعت عوام کیواسطے ہے اہل حقیقت کا مرتبہ اس سے بالاتر ہے یہ قول صاف جہالت اور الحاد ہے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف مین فرمایا کل حقیقۃ ردتہا الشریعۃ فہی زندقۃ یعنے جس حقیقت کو شریعت رد کر دے وہ کفر اور زندقہ ہے طبقات عارف مناوی مین ہے کلام شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کا منقول ہے کہ جو شخص شرائع انبیا مین سے ایک حکم کا جاہل ہوا اسکے واسطے مقام معرفت صحیح نہین سو جو شخص کہ معرفت کا مدعی ہوا اور شریعت محمدیہ وغیرہا مین سے ایک حکم اسپر مشکل ہو وہ کاذب ہے حق تعالے ہمکو اور مسلمانون کو فہم صحیح عطا کرے اور افراط اور تفریط سے بچاوے آمین۔ وقد اثنی صاحب القاموس علیہ فی سؤال رفع الیہ فیہ فقال اللہم انطقنا بما فیہ رضاک الذی اعتقدہ وادین بہ انہ کان رضی اللہ عنہ شیخ الطریقۃ حالا وعلما وامام الحقیقۃ حقیقۃ ورسما ومحی رسوم المعارف فعلا واسما ؎ اذا تغلغل فکر المرء فی طرف + من علمہ غرقت فیہ خواطرہ + اور البتہ تعریف کی ہے صاحب قاموس نے شیخ اکبر کی اس سوال مین جو انکے پاس بھیجا گیا شیخ اکبر کے باب مین سو یون کہا ہے کہ الٰہی مجھکو گویا کر اسمین جسمین تیری رضامندی ہے جو کہ اعتقاد کرتا ہون اور دین لکھتا ہون اور جس اعتقاد سے کہ مین حق تعالے کی عبادت کرتا ہون وہ یہ ہے کہ شیخ اکبر رضی اللہ عنہ شیخ طریقت تھا حالت اور علم کی راہ سے اور امام حقیقت تھا باعتبار حقیقت اور رسم کے یعنی اہل حقیقت کا زینت دینے والا تھا اور آثار شکستہ عارف کا زندہ کرنے والا تھا بنابر فعل اور اسم کے جبکہ فکر مرد کی نزدیک جاوے اسکے دریاے علم کے کنارہ سے تو ڈوب جاوین اسمین خطرات اسکے یعنی اسکے فہم سے عاجز ہو عباب لاتکدرہ الدلا + وسحاب تتقاصی عنہ الانوا کانت دعوتہ تخرق السبع الطباق وتفرق برکاتہ فتملأ الآفاق وانی اصفہ وہو یقینا فوق ما وصفتہ وناطق بما کتبتہ وغالب ظنی انی ما انصفتہ ؎ وما علی اذا ما قلت معتقدی + دع الجہول یظن الجہل عدوانا + واللہ واللہ واللہ العظیم + ومن اقامہ حجۃ اللہ برہانا + ان الذی قلت بعض من مناقبہ + ما زدت الا لعلی زدت نقصانا + الی ان قال ومن خواص کتبہ انہ من واظب علی مطالعتہا انشرح صدرہ لفک المعضلات وحل المشکلات وہ سیلاب عظیم ہے جسکو ڈول گدلا نہین کرتے اور بادل ہے جس سے ستارے بعید ہو جاتے ہین یعنی حجب جاتے ہین ستارون سے مراد انکے زمانہ کے اہل عرفان ہین انکی دعا ساتون آسمانون کو پھاڑ آتی تھی یعنی مستجاب الدعوۃ تھے اور برکتین انکی متفرق ہین سو آسمان کے کنارے انسے پر تھے اور البتہ مین انکی صفت کرتا ہون اور وہ یقیناً میرے بیان کرنے سے بالا ہین اور جو مین نے انکی تعریف لکھی ہے اسکا مین گویا ہون یعنی تحریر مطابق تقریر کے ہے اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ مین نے اسکا انصاف نہین کیا یعنے اسکا حق ادا نہین کیا اور کچھ مجھپر حرج نہین جبکہ مین اپنا اعتقاد بیان کرون دور کر اس جاہل کو جو جہالت کا گمان و وہم کرتا ہے سرکشی سے واللہ واللہ واللہ العظیم اور اسکی قسم ہے جسنے شیخ اکبر کو حجۃ اللہ اور برہان کر کے قائم کیا ہے کہ بیشک جو مین نے انکی تعریف کی ہے وہ قدر قلیل ہے انکے مناقب اور فضائل سے مین نے زیادہ نہین بیان کیا مگر اس خوف سے کہ شاید مین نقصان کو زیادہ کرون سو واسطے کہ مرد کامل کی ادنی فضیلت کا بیان کرنا درحقیقت اسکی تنقیص ہے

یہانتک کہ صاحب قاموس نے کہاکہ اُنکی کتابون کے خواص سے یہ ہی کہ انکا جو مطالعہ ہمیشہ کیاکرے اُسکا سینہ کھل جاتا ہی فک معضلات اور حل مشکلات کیواسطے وقد اثنی علیہ
شیخ العارف عبدالوہاب شعرانی سیما فی کتابہ تنبیہ الاغبیاء علی قطرۃ من بحر علوم الاولیاء فعلیک بہ وباللہ التوفیق اور البتہ شیخ اکبر کی ثنا اور صفت کی شیخ عارف
عبدالوہاب شعرانی نے اپنی اکثر تصانیف مین خصوصًا اپنی اس کتاب مین جسکا نام تنبیہ الاغبیاء علی قطرۃ من بحر العلوم الاولیاء ہی سو تو لازم پکڑ اس کتاب کو وباللہ
التوفیق م عبدالوہاب شعرانی ولی کامل دیار عرب مین مشہور کثیر التصانیف ہین والکافر بسبب اعتقاد السحر لا توبۃ لہ اور جو کافر ہی بسبب اعتقاد کرنے اباحت سحر
یعنی جادو کے اُسکی توبہ مقبول نہین م حاشیہ حلبی مین ہی کہ سحر وہ قول ہی جس سے تعظیم غیر اللہ ہو اور تقدیرات اور تاثیرات اُسکی طرف منسوب ہون اور شیخ صالح نے کہا
کہ سحر امر خارق عادت کا اظہار ہی نفس شریر خبیث سے بمباشرت اعمال مخصوصہ محقق ابن ہمام نے کہاکہ ہمارے اصحاب حنفیہ نے فرمایاکہ سحر کی حقیقت اور تاثیر ہی ایلام اجسام
مین اور قول ضعیف یہ ہی کہ سحر کی کچھ حقیقت نہین بجز خیال بندی کے اور سحر کا سکھانا اور سیکھنا بلا خلاف اہل علم کے حرام ہی اور اُسکو مباح اعتقاد کرنا کفر ہی اور ہمارے اصحاب اور
امام مالک اور احمد سے منقول ہی کہ ساحر کافر ہو جاتا ہی سحر کے سیکھنے اور کرنے سے خواہ اُسکو حرام جانے یا نہ جانے اور اُسکو قتل کرنا چاہیے کذا فی المنح عن الفتح اور
تبیین المحارم مین امام ابو المنصور ماتریدی سے منقول ہی کہ سحر کو مطلقًا کفر کہنا خطا ہی بلکہ اسکی حقیقت سے بحث کرنا واجب ہی سو اگر سحر مین اُس چیز کا رد ہو جو ایمان کی شرط مین
لازم ہی تو وہ البتہ کفر ہی والا کفر نہین پھر جو سحر کہ کفر ہی اُسمین مرد مقتول ہونگے نہ عورتین اور جو سحر کہ کفر نہین اور اُسمین اہلاک نفس ہی تو اُسمین قطاع الطریق کا حکم ہی اور
اُسمین مرد اور عورتین برابر ہین مقتول ہونے مین بسبب کوشش کرنے فساد فی الارض کے اور مقبول ہی توبہ ساحر کی اسواسطے کہ ساحرین فرعون جب ایمان لائے تھے تو انکا ایمان صحیح تھا اور عدم
قبول توبہ کا قول غلط ہی انتہی اور عدم قبول توبہ کا قول احکام دنیا کے حق مین محمول ہی اور احکام آخرت کے حق مین تو بلا شبہہ توبہ مقبول ہی ایک قسم کا سحر وہ ہی جس سے مرد عورت کی
قربت پر قادر نہین ہوتا تفسیر ابن عادل مین وہب بن منبہ کی کتاب سے منقول ہی کہ جو شخص بیر کے سات پتے سبز لے اور اُنکو دو پتھرون کے درمیان کچلے پھر اُسکو پانی مین گھولکر
آیۃ الکرسی اُسپر پڑھے پھر اُس سے تین چلو لیکر غسل کرے تو اُسکی بستگی انشاء اللہ تعالے رفع ہو جاوے کذا فی حاشیۃ الطحاوی ولو امرأۃ فی الاصح لسعیہا فی الارض بالفساد ذکرہ الزیلعی
اگرچہ معتقدہ سحر کی عورت ہو قول اصح مین بسبب اُسکی سعی کرنے کے فساد فی الارض کے زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہی م غیر اصح منتقی کا قول ہی کہ ساحرہ مقتول نہوگی بلکہ حبس کیجائیگی اور
مرتدہ کے مانند ماری جائیگی زیلعی نے اپنی شرح مین کہاکہ اُسکے سحر کا کفر غیر کو متعدی ہی بخلاف مرتدہ اور حربیہ کے ثم قال وکذا الکافر بسبب الزندقۃ لا توبۃ لہ وجعلہ فی الفتح
ظاہر المذہب لکن فی خطر الخانیۃ الفتوی علی انہ اذا اخذ الساحر والزندیق المعروف الداعی قبل توبتہ ثم تاب لم تقبل توبتہ ویقتل ولو اخذ بعدہا قبلت پھر زیلعی نے کہا اور
اسیطرح جو کافر ہی بسبب زندقہ کے اُسکی توبہ مقبول نہین اور عدم قبول توبہ کو فتح القدیر مین ظاہر المذہب قرار دیا ہی لیکن خانیہ کی کتاب الحظر مین ہی کہ فتوی اسپر ہی کہ جب ساحر
یا زندیق مشہور جو لوگون کو زندقہ سکھاتا ہی گرفتار ہو اقبل توبہ کرنے کے پھر اُسنے بعد گرفتاری کے توبہ کی تو اُسکی توبہ مقبول نہین اور وہ مقتول ہوگا اور اگر بعد توبہ کرنے کے
گرفتار ہوا تو اُسکی توبہ مقبول ہی وافاد فی السراج ان الخناق لا توبۃ لہ اور سراج وہاج مین تصریح کی ہی کہ پھانسی دینے والے کی توبہ مقبول نہین یعنی جو گلا گھونٹکر آدمی کو مار تا ہو
چنانچہ کتاب الجہاد سے پہلے مذکور ہو چکا وفی الشمنی الکاہن قیل کالساحر اور شمنی مین ہی کہ کاہن کو بعضون نے ساحر کے مانند کہا ہی عدم قبول توبہ مین م فتح القدیر مین کہاکہ
بعضون کے نزدیک کاہن وہی ساحر ہی اور بعضون کے نزدیک کاہن عراف کو کہتے ہین جو اٹکل اور تخمین سے خبر دیتا ہی اور بعضون کے نزدیک کاہن وہ ہی جسکے پاس جن خبر لاتے ہین
ہمارے علما نے کہاکہ اگر وہ اُسکا معتقد ہو کہ شیاطین کرتے ہین جو وہ چاہتا ہی تو وہ کافر ہی اور اگر فقط تخییل کا معتقد ہو تو کافر نہین وفی حاشیۃ البیضاوی الملاحدۃ والداعی الی الالحاد
والاباحی کالزندیق اور ملاحدہ کے حاشیہ بیضاوی مین ہی جو الحاد کیطرف لوگون کو بلاتا ہی اور اباحی زندیق کے مانند ہی یعنے اُسکی توبہ مقبول نہین اباحی وہ ہی جو ہر چیز کو مباح
اعتقاد کرے حرمت کا معتقد نہو وفی الفتح المنافق الذی یبطن الکفر ویظہر الاسلام کالزندیق الذی لا یتدین بدین وکذا من علم انہ ینکر فی الباطن لبعض الضروریات کحرمۃ
الخمر ویظہر اعتقاد حرمتہ وتمامہ فیہ اور فتح القدیر مین ہی کہ منافق جو کفر کو چھپاتا ہی اور اسلام کو ظاہر کرتا ہی وہ زندیق کے مانند ہی جو کسی دین کو نہین مانتا ہی اور اسیطرح وہ
شخص زندیق کے مانند ہی جو باطن مین بعض ضروریات دین کا منکر ہی مانند حرمت خمر کے اور ظاہر مین اُسکی حرمت کا اعتقاد ظاہر کرتا ہی اور پورا بیان اسکا اسمین ہی م فتح القدیر

کہا کہ واجب ہی کہ عدم قبول توبہ مین منافق زندیق کے مانند ہو اسواسطے کہ زندیق کے اظہار توبہ پر اطمینان نہین کیونکہ وہ اپنے اعتقاد عدم تدین کو چھپاتا ہی اور منافق
اسکے مانند ہی اخفا مین اور اُسکا حال یون معلوم ہو سکتا ہی کہ کوئی شخص اُسپر کسیطرح سے آگاہ ہوگیا یا اُسنے اپنا عقیدہ کسی اپنے معتقد سے بیان کیا وفیہ یکفر الساحر بتعلمہ وفعلہ
اعتقد تحریمہ اولا ویقتل لکن فی حظر الخانیۃ لو استعملہ للتجربۃ والامتحان ولا یعتقدہ لا یکفر وحینئذ فالمستثنے احد عشر اور فتح القدیر مین ہی کہ کافر ہوتا ہی ساحر سحر کے سیکھنے اور کرنے
سے اُسکی حرمت کا معتقد ہو یا نہو اور وہ مقتول ہوگا لیکن خانیہ کی کتاب الحظر مین ہی کہ اگر سحر کو استعمال کرے آزمایش اور امتحان کیواسطے اور اُسکی اباحت کا
اعتقاد نہ رکھتا ہو تو کافر نہین ہوتا اور اسوقت مین گیارہ قسم کے مرتد مستثنے ہین یعنی ہر مرتد کی توبہ مقبول ہی سوائے گیارہ شخصون کے یعنی جسکا ارتداد مکرر ہوا
اور جسنے انبیاء علیہم السلام کو بد کہا اور جسنے صدیق یا فاروق رضی اللہ تعالے عنہما کو بُرا کہا اور ساحر اور زندیق اور بھانسی دینے والا اور کاہن اور ملحد اور اباحی اور منافق
اور بعضے ضروریات دینی کا منکر باطن مین و اعلم ان کل مسلم ارتد فانہ یقتل ان لم یتب الا جماعۃ المرأۃ والخنثی ومن اسلامہ تبعا والصبی اذا اسلم والمکرہ علی الاسلام
ومن ثبت اسلامہ بشہادۃ رجلین ثم رجعا اور معلوم کرو کہ جو مسلمان کہ مرتد ہوگیا وہ قتل کیا جائے اگر توبہ نکرے مگر چند اشخاص مرتدین پر قتل نہین اگرچہ توبہ نکرین عورت
اور خنثی اور جسکا اسلام بالتبع ہو اور صغیر جبکہ وہ مسلمان ہوجائے اور جو بزور مسلمان کیا گیا ہو اور جسکا اسلام دو مردون کی گواہی سے ثابت ہوا ہو پھر دونون گواہ گواہی سے
پھر گئے ہون کذا فی المنح عن الفوائد الزینیۃ اسلام بالتبع کی یہ صورت ہی کہ صغیر غیر عاقل کے والدین مسلمان ہوے پھر صغیر بالغ ہوا اور بعد بلوغ کے اقرار اسلام اُس سے مسموع نہوا
تو اگر وہ مرتد ہوگا تو مقتول نہوگا اسواسطے کہ ہنوز اُس سے تصدیق نہین پائی گئی کہ ارتداد کی تعریف اُسپر صادق آوے کذا فی الحموی اور صغیر کافر بعد اسلام کے اگر مرتد ہوگا تو
مقتول نہوگا بلکہ بزور اسلام پر قائم رکھا جائیگا کذا فی الشرنبلالیۃ زاد فی الاشباہ ومن ثبت اسلامہ بشہادۃ رجل وامرأتین انتہی اشباہ مین اتنا زیادہ کہا ہی کہ جسکا اسلام ایک مرد
اور دو عورتون کی گواہی سے ثابت ہوا وہ بھی مقتول نہوگا انتہی ثم حلبی نے کہا کہ یہ نوادر کی روایت ہی ولو شہد نصرانیان علی نصرانی انہ اسلم وہو منکر لم تقبل شہادتہما وقیل تقبل و
علی نصرانیۃ قبلت اتفاقا وتمامہ فی آخر کراہیۃ الدرر اور اگر دو نصرانیون نے ایک نصرانی پر گواہی دی کہ وہ مسلمان ہوچکا ہی اور حالانکہ وہ منکر ہی تو انکی گواہی مقبول نہوگی اور قول ضعیف
یہ ہی کہ مقبول ہوگی اور اگر نصرانیہ عورت کے اسلام کی دو نصرانیون نے گواہی دی تو بالاتفاق مقبول ہوگی اور پورا بیان اسکا درر کی کتاب الکراہیۃ کے آخر مین ہی م دونون مین
وجہ فرق یہ ہی کہ مرتدہ مقتول نہین ہوتی تو قبول کرنا دونون کی گواہی کا جائز ہوا بخلاف مرتد کے ولیکن نصرانیہ پر جبر کیا جائیگا قبول اسلام پر یہی قول ہی امام کا اور نوادر کی
روایت یہ ہی کہ ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی اسلام پر اور نصرانیون کی گواہی نصرانی کے اسلام پر مقبول ہی بلکہ فی آخر کراہیۃ الدرر اور قاضیخان نے امام ہی کے قول پر اعتماد
کیا ہی کہ عورتون کی گواہی پر قتل نہین اگرچہ قبول اسلام پر جبر کیا جائیگا کذا فی الطحاوی عن نوح افندی ویلحق بالصبی من ولدتہ المرتدۃ بیننا اذا بلغ مرتدا والسکران اذا اسلم وکذا
اللقیط لان اسلامہ حکمی لا حقیقی اور عدم قتل مین ملحق صغیر سے وہ شخص ہی جسکو مرتد نے دار الاسلام مین جنا جبکہ وہ بالغ ہوا مرتد ہو کر یا مست جبکہ اسلام لایا اور اسیطرح سے لقیط ہی
اسواسطے کہ مسلمان ہونا اُسکا حکمی ہی نہ حقیقی وقیدہ فی الخانیۃ وغیرہا المکرہ بالحربی اما الذمی والمستامن فلا یصح اسلامہ انتہی لکن حملہ المصنف فی کتاب الاکراہ علی
جواب القیاس وفی الاستحسان یصح فلیحفظ وحینئذ فالمستثنی اربعۃ عشر اور خانیہ وغیرہ مین مکرہ علی الاسلام کو کافر حربی کی قید سے مقید کیا ہی اور کافر ذمی اور مستامن کا
اسلام زبردستی سے صحیح نہین لیکن مصنف نے کتاب الاکراہ مین عدم صحت اسلام کو جواب قیاس پر محمول کیا ہی اور استحسان مین صحیح کہا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو مستثنی
چودہ قسم کے مرتد ہین یعنی جو مسلمان کہ مرتد ہوجائے اور توبہ نکرے وہ قتل کیا جائیگا مگر چودہ مرتد مقتول نہونگے عورت اور خنثی اور جسکا اسلام بالتبع ہو اور صغیر جبکہ اسلام قبول کرے اور
حربی اور ذمی اور مستامن جبکہ بزور مسلمان کیے جائیں اور جسکا اسلام دو مردون کی گواہی سے ثابت ہو پھر وہ شہادت سے رجوع کرین اور جسکا اسلام ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی
سے ثابت ہوا اور دو نصرانی جسکے اسلام پر دو نصرانی گواہی دین اور وہ نصرانیہ جسکے اسلام پر دو نصرانی گواہی دین اور جسکو مرتدہ دار الاسلام مین جنے جبکہ وہ بالغ ہوتے مرتد ہوا اور مست جبکہ
اسلام قبول کرے اور لقیط شہدوا علی مسلم بالردۃ وہو منکر لا یتعرض لہ لا لتکذیب الشہود العدول بل لان انکارہ توبۃ ورجوع یعنی فیمتنع القتل فقط وثبت بقیۃ احکام المرتد کحبط عمل
وبطلان وقف وبینونۃ زوجتہ لو فیما تقبل والا فتقبل کالردۃ بسبہ علیہ الصلوۃ والسلام کما مر اشباہ زاد فی البحر وقد رأیت من یغلط فی ہذا المحل واقرہ المصنف وحینئذ

فالمستثنی اربعۃ عشر گواہی دی گواہوں نے ایک مسلمان کے ارتداد پر اور وہ منکر ہی تو اس سے تعرض نکیا جاوے نہ بسبب تکذیب شہود عدول کے بلکہ اسواسطے کہ اسکا انکار کرنا ارتداد سے یہی توبہ ہی اور رجوع ہی ارتداد سے عدم تعرض سے مراد یہ ہی کہ فقط منکر کا قتل ممتنع ہوگا اور ثابت رہینگے باقی احکام مرتد کے چنانچہ عمل کا حبط ہونا اور وقف کا باطل ہوجانا اور زوجہ کا جدا ہونا بشرطیکہ انکار اس ارتداد سے ہو جسمین توبہ مقبول ہوتی ہی اور نہین تو قتل کیا جائیگا چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دشنام کی ارتداد سے چنانچہ گذر ہوچکا کذا فی الاشباہ بحر الرائق مین اتنا زیادہ کہا کہ مین نے دیکھا ہی اسکو جو اس مقام مین خطا کرتا ہی یعنے انکار کو عدم ارتداد پر مطلقاً محمول کرتا ہی یعنے عدم قتل کے سوا بقیہ احکام ردت کو مین بھی اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین اور اسوقت تو مستثنی چودہ مرتد مین ہم طحطاوی نے کہا صواب یہ ہی کہ شارح خمسۃ عشر کہتا اسواسطے کہ عدم قتل منکر سابق کی چودہ صورتون سے زائد ہی وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح فاولادہ اولاد زنی ومافیہ خلاف یومر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی کہ جو ارتداد کہ بالاتفاق کفر ہی اس سے عمل اور نکاح باطل ہوجاتا ہی اسکی اولاد زنا کی اولاد ہی اگر تجدید نکاح نہوا اور جس ارتداد کے کفر ہونے مین علما کا اختلاف ہی اسمین استغفار اور توبہ اور تجدید نکاح کا امر کیا جائیگا یعنی بنابر احتیاط کے تجدید نکاح کا فتوی دیا جاوے اور بطلان نکاح کا حکم نہوا اور محیط مین قسم ثالث کو زیادہ کیا کہ اگر الفاظ ارتداد از راہ خطا صادر ہون تو موجب کفر نہین اور اسمین تجدید نکاح کا امر نہین لیکن استغفار اور رجوع کا امر کیا جائیگا کذا فی الطحطاوی ولا یترک المرتد علی ردتہ باعطاء الجزیۃ ولا بامان موقت ولا بامان موبد ولا یجوز استرقاقہ بعد اللحاق بدار الحرب بخلاف المرتد خانیۃ اور مرتد چھوڑ نہ دیا جائیگا اپنے ارتداد پر جزیہ دیکر اور نہ امان موقت اور نہ امان دائمی سے اور جائز نہین اسکا غلام بنانا بعد الحاق دار الحرب کے بخلاف مرتدہ کے کہ اسکا استرقاق بعد الحاق دار الحرب کے جائز ہی کذا فی الخانیۃ والکفر کلہ ملۃ واحدۃ خلافا للشافعی فلو تنصر یہودی او عکسہ ترک علی حالہ ولم یجبر علی العود اور جمیع اقسام کفر کے ایک دین اور ملت مین بخلاف امام شافعی کے تو اگر نصرانی ہوگیا یہودی یا اسکے بالعکس تو اپنے اسی حال پر چھوڑا جائیگا اور اسپر جبر نکیا جائیگا پہلے دین کے عود پر ویزول ملک المرتد عن مالہ زوالا موقوفا فان اسلم عاد ملکہ وان مات او قتل علی ردتہ او حکم بلحاقہ ورث کسب اسلامہ وارثہ المسلم ولو زوجتہ بشرط العدۃ زیلعی بعد قضاء دین اسلامہ وکسب ردتہ فی بعد قضاء دین ردتہ وقالا میراث ایضا ککسب المرتدۃ اور زائل ہوتی ہی مرتد کی ملکیت اسکے مال سے بزوال موقوف یعنی اگر وہ پھر مسلمان ہوا تو اسکی ملک نے عود کیا اور اگر مر گیا اور حالت ارتداد پر مقتول ہوا یا الحاق دار الحرب کا اسپر حکم ہوگیا تو حالت اسلام کے اسکے کسب کا اسکا وارث مسلم وارث ہوگا اگرچہ وارث اسکی زوجہ ہو بشرط بقاے عدت کذا فی شرح الزیلعی وراثت ہوگی بعد ادا ے دین اسلام کے اور اسکے ارتداد کا کسب غنیمت ہی بعد ادا ے دین ارتداد کے اور صاحبین نے کہا کہ وہ بھی میراث ہی مرتدہ کی کسب کے مانند م حسن نے ابو یوسف سے روایت کی کہ دین ارتداد کا کسب اسلام سے ادا کیا جائیگا لیکن اگر کفایت نکریگا تو ارتداد کے کسب سے ادا کیا جائیگا بدائع اور ولوالجیہ مین کہا کہ یہی قول صحیح ہی تو متن کی روایت قول صحیح کے مخالف ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی وان حکم القاضی بلحاقہ عتق مدبرہ من ثلث مالہ وام ولدہ من کل مالہ وحل دینہ وقسم مالہ ویودی مکاتبہ الی الورثۃ والولاء للمرتد لانہ المعتق بدائع اور اگر الحاق دار الحرب کا مرتد پر قاضی نے حکم کیا تو اسکا مدبر ثلث مال سے آزاد ہوگا اور اسکی ام ولد کل مال سے آزاد ہوگی اور اسکا دین موجل دفی الحال لازم الادا ہوگا اور اسکا مال وارثون مین قسمت کیا جائیگا اور اسکا مکاتب بدل کتابت کو اسکے وارثون کو ادا کریگا اور ولا مرتد ہی کیواسطے ہوگی اسواسطے کہ وہی آزاد کرنے والا ہی کذا فی البدائع یعنی اسکے وارث ابتداءً ولا کے مالک نہونگے بلکہ عصبہ بنفسہ اسکو وراثت مین پاوینگے اور اگر ولا مین وارثون کا حق ہوتا تو عورت بھی اسمین داخل ہوتی کذا فی الطحطاوی وینبغی ان لا یصح القضاء بہ الا فی ضمن دعوی حق العبد نہر اور لائق یہ ہی کہ الحاق دار الحرب کا حکم صحیح نہو مگر دعوی حق العبد کے ضمن مین کذا فی النہر یعنی حکم الحاق قصداً صحیح نہین ہوسکتا اسواسطے کہ الحاق موت کے مانند ہی اور موت کا دن داخل تحت قضا نہین حاصل اس بحث کی صاحب بحر سے ہی واعلم ان تصرفات المرتد علی اربعۃ اقسام فلینفذ منہ اتفاقا ما لا یعتمد تمام ولایۃ وہی خمس الاستیلاد والطلاق وقبول الہبۃ وتسلیم الشفعۃ والحجر علی عبدہ الماذون اور معلوم کر کہ تصرفات مرتد کے چار قسم پر ہین سو اسکا وہ تصرف باتفاق امام اور صاحبین نافذ ہی جو کمال ولایت پر معتمد نہین اور وہ پانچ چیزین ہین استیلاد اور طلاق اور قبول ہبہ اور تسلیم شفعہ اور تصرف سے باز رکھنا اپنے عبد ماذون کا م استیلاد کی صورت یہ کہ مرتد کی لونڈی لڑکا جنی اور اسنے اسکا دعوے کیا

تو ولد کا نسب مرتد سے ثابت ہوگا اور وہ ولد وارثون کے ساتھ اُسکا وارث ہوگا اور لونڈی اُسکی ام ولد ہوگی اگر کوئی کہے کہ مرتد کی زوجہ بائن ہو جاتی ہی پھر طلاق
اُس سے کیونکر واقع ہوگی اُسکا جواب یہ ہی کہ وقوع بینونت سے امتناع طلاق لازم نہین اور کتاب الطلاق مین مذکور ہو چکا کہ مبائنہ کو طلاق صریح عدت مین لاحق ہو سکتی
ہی کذا فی البحر ویبطل منہ اتفاقا ما یعتمد الملۃ وہی خمس النکاح والذبیحۃ والصید والشہادۃ والارث اور مرتد کا وہ تصرف بالاتفاق باطل ہی جو ملت پر معتمد ہی یعنے
جسکی صحت اعتقاد ملت پر منحصر ہی اور وہ پانچ چیزین ہین نکاح اور ذبیحہ اور شکار کرنا اور گواہی اور ارث م نکاح مرتد کا باطل ہی خواہ منکوحہ مسلمہ یا کافرہ اصلیہ یا
مرتدہ ہو اسواسطے کہ مرتد مستحق قتل ہی اور امہال اُسکا تامل کیواسطے ہی اور نکاح اسے باز رکھیگا اور باطل اداے شہادت ہی نہ تحمل اسکا اور ارث باطل ہی یعنے
مرتد کسیکا وارث نہین لیکن اگر وہ مریگا تو اُسکے کسب اسلامی کے ورثہ مسلمین وارث ہونگے ویتوقف منہ اتفاقا ما یعتمد المساوات وہو المفاوضۃ اور وہ
تصرف اسکا بالاتفاق موقوف ہی جو مساوات دینی پر معتمد ہی اور وہ شرکت مفاوضہ ہی یعنی اگر مسلمان ہوگا تو مفاوضہ کی شرکت نافذ ہو جایگی اور نہین تو باطل
ہوگی او ولایۃ متعدیۃ وہو التصرف علی ولدہ الصغیر یا موقوف رہیگا اُسکا وہ تصرف جو ولایت متعدیہ پر معتمد ہی اور وہ تصرف ہی اپنے ولد صغیر پر ویتوقف
منہ عند الامام وینفذ عندہما کل ما کان مبادلۃ مال بمال او عقد تبرع کالمبایعۃ والصرف والسلم والعتق والتدبیر والکتابۃ والہبۃ والرہن والاجارۃ
والصلح عن اقرار وقبض الدین لانہ مبادلۃ حکمیۃ والوصیۃ اور امام کے نزدیک موقوف رہیگا اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہوگا ہر ایک وہ تصرف جو مبادلہ مال کا ہی
ساتھ مال کے یا عقد تبرع ہی چنانچہ مبایعہ اور صرف اور سلم اور عتق اور تدبیر اور کتابت اور ہبہ اور رہن اور اجارہ اور صلح اقرار سے اور قبض کرنا دین کا اسواسطے کہ دین کا قبض
کرنا مبادلہ حکمیہ ہی اور وصیت کرنا م قبض دین مبادلہ حکمیہ اسواسطے ہوا کہ اداے دین بالمثل ہوتا ہی تو قابض دین کا اُس چیز کا بدلا لینا چاہتا ہی جو مدیون کے ذمے پر
ثابت ہی ویبقی امانہ وعقلہ ولا شک فی بطلانہما اور باقی رہا اُسکے امان دینے اور دیت کا حکم اور شک نہین اُنکے باطل ہونے مین اسواسطے کہ جب ذمی دوسرے کو امان
نہین دیسکتا تو مرتد بطریق اولی اور چونکہ دیت تناصر سے متعلق ہی اور مرتد لائق نصرت کے نہین لہذا اُسکی دیت باطل ہی واما ایداعہ واستیداعہ والتقاطہ واللقطۃ
فینبغی عدم جوازہا نہر اور مرتد کی ایداع و استیداع اور التقاط اور لقطہ کا عدم جواز لائق ہی کذا فی النہر ان اسلم نفذ وان ہلک بموت او قتل ولحق بدار الحرب
وحکم بلحاقہ بطل ذلک کلہ اگر مرتد مسلمان ہوا تو جمیع تصرفات موقوفہ ہونگے اور اگر ہلاک ہوا موت سے یا قتل سے یا وہ دار الحرب مین جاکر ملا اور اُسکے
الحاق پر قاضی کا حکم ہوگیا تو یہ سب باطل ہو جائینگے فان جاء مسلما قبلہ ای قبل الحکم فکانہ لم یرتد دکما لو عاد بعد الموت الحقیقی زیلعی پھر اگر مرتد
دار الحرب سے آیا مسلمان ہوکر قبل حکم لحاق کے تو گویا وہ مرتد ہی نہوا تھا اور چنانچہ اگر عود کرے یعنی زندہ ہو جاے میت بعد موت حقیقی کے تو وہ اپنا مال
وارث سے پھیر لیگا کذا فی شرح الزیلعی م جب اُسکا مسلمان ہوکر آنا قبل حکم لحاق کے بجاے عدم ارتداد ہوا تو اپنے مال کا وہی مالک ہوگا اور مدبر اُسکا آزاد نہوگا اور اُسکا
دین موجل غیر موجل نہوگا اور اُسکا مال جو وارثون کے پاس ہوگا اُسکو ملکیت اُسمین عود کریگی بلا حکم قاضی و رضاے وارث اور اگر وارث نے اُسکا مال تلف کیا ہو تو ضمان دیگا
لیکن ارتداد کا حکم فسخ نکاح اور احباط عمل مین جاری رہیگا کذا فی الطحطاوی وان جاء مسلما بعدہ ومالہ مع وارثہ اخذہ بقضاء او رضی ولو فی بیت المال لا لانہ فی ہو اور اگر
دار الحرب سے مسلمان ہوکر آیا بعد حکم لحاق کے اور حالانکہ مال اُسکا وارث کے پاس موجود ہی تو اُسکو لیگا قاضی کے حکم سے یا وارث کی رضامندی سے اور اگر مال اسکا بیت المال
مین ہی تو اُسکو نہ پاویگا اسواسطے کہ وہ غنیمت ہی کذا فی النہر م بیت المال کے مال سے وہ مال مراد ہی جو ارتداد کے کسب سے حاصل ہوا ہو اور اگر بسبب عدم وارث کے کسب اسلام
کا مال بیت المال مین رکھا گیا ہو تو اُسکو وہ پاویگا تو اطلاق شارح کا غیر مناسب ہی کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وان ہلک مالہ وازالہ الوارث عن ملکہ
لا یاخذہ ولو قائما لصحۃ القضاء اور اگر اُسکا مال ہلاک ہوگیا یا اُسکو وارث نے اپنی ملک سے زائل کر دیا تو اُسکو نہ پاویگا اگرچہ وہ مال قائم ہو بسبب صحیح ہونے
حکم قاضی کے حق وارث مین ولہ ولاء مدبرہ وام ولدہ اور اسی کے واسطے ہی اُسکے مدبر اور ام ولد کی ولاء ومکاتبتہ لہ ان لم یود وان عجز عاد رقیقا لہ بدائع اور مرتد کو
مکاتب م اسیکا ہوگا اگر مکاتب نے بدل کتابت وارث کو نہین ادا کیا اور اگر عاجز ہوا اداے بدل کتابت سے تو پھر اُسکا مملوک ہو جائیگا۔ کذا فی البدائع

ویقضی ما ترک من عبادۃ فی الاسلام لان ترک الصلوۃ و الصیام معصیۃ والمعصیۃ تبقی بعد الردۃ اور جس عبادت کو حالت اسلام میں ترک کیا ہو
اُسکو بعد مسلمان ہونے کے قضا کرے اسواسطے کہ ترک صلوۃ اور صیام معصیت ہی اور معصیت باقی رہتی ہی بعد ارتداد کے کذا فی قاضیخان عن شمس الائمۃ وما ادی منہا فیہ یبطل
اور جو عبادت کہ اسلام مین ادا کی وہ باطل ہوگئی ارتداد سے ولا یقضی من العبادات الا الحج لانہ بالردۃ صار کالکافر الاصلی فاذا اسلم وہو غنی فعلیہ الحج فقط۔
اور قضا نہ کی جائیگی عبادتمین سوائے حج کے اسواسطے کہ مرتد بسبب ارتداد کے کافر اصلی کے برابر ہوگیا پھر جب وہ اسلام لاوے اور غنی ہو تو اُسپر فقط حج واجب ہی
مرقضا حج سے اعادہ حج کا مراد ہی اسواسطے کہ حج کا وقت تمام عمر ہی طحطاوی نے کہا اعادہ حج کا حصر ممنوع ہی اسواسطے کہ اگر اول وقت نماز پڑھکر مرتد ہوگیا اور
آخر وقت مسلمان ہوا تو اس نماز کا اعادہ واجب ہی کیونکہ اُسکا وقت ہنوز باقی ہی مانند وقت حج کے مسلم اصاب مالا او شیأ یجب بہ القصاص او
حد السرقۃ یعنی المال المسروق لا الحد خانیۃ وحاصلہ انہ یؤخذ بحق العبد واما غیرہ ففیہ التفصیل مسلم نے کسی کا مال لیا یا ایسا فعل کیا جس سے قصاص واجب ہی
یا مرتکب حد سرقہ ہوا مراد اس سے مال مسروق ہی نہ حد کذا فی الخانیۃ اور قاعدہ اسکا یہ ہی کہ مرتد حق العبد مین ماخوذ ہوگا اور غیر حق العبد مین تفصیل ہی جو
خانیہ مین ہی کہ اگر مسلم پر حد شرب خمر یا حد سکر واجب ہوئی پھر وہ مرتد ہوا پھر اسلام لایا قبل لحوق دار الحرب کے تو وہ ماخوذ نہوگا اور اگر مرتد امام کی قید مین
محبوس ہی اور اُسکا مرتکب ہوا تو وہ حد خمر اور سکر مین ماخوذ نہوگا اور حدود اللہ مین ماخوذ ہوگا اور اگر مرتد امام کے پاس محبوس نہین اور اُسکا مرتکب ہوا پھر
مسلمان ہوا قبل لحوق دار الحرب کے تو بھی اُسپر مواخذہ نہین کذا فی المنح او الدیۃ ثم ارتد او اصابہ وہو مرتد فی دار الاسلام ثم لحق وحارب زمانا ثم جاء
مسلما یؤاخذ بہ کلہ یا مسلم موجب دیت کا مرتکب ہوا پھر مرتد ہوا یا مرتکب اشیاء مذکورہ کا ہوا حالانکہ وہ مرتد تھا دار الاسلام مین پھر وہ دار الحرب مین جاکر ملا اور
اہل اسلام سے مدت تک لڑا کیا پھر دار الاسلام مین آیا مسلمان ہوکر تو ان سب چیزون کا اس سے مواخذہ ہوگا یعنی مال اور قصاص اور مال مسروق اور
دیت کا ولو اصابہ بعد ما لحق مرتدا فاسلم لا یؤاخذ بشیٔ من ذلک لان الحربی لا یؤاخذ بعد الاسلام بما کان اصابہ حال کونہ محاربا لنا اور اگر مرتکب ہوا
امور مذکورہ کا بعد لاحق ہونے دار الحرب کے مرتد ہوکر پھر وہ مسلمان ہوا تو امور مذکورہ مین سے کسی چیز کا مواخذہ اُس سے نہوگا اسواسطے کہ مرتد مذکور حربی کافر
ہوگیا اور حربی ماخوذ نہین ہوتا بعد اسلام کے ان افعال مین جسکا مرتکب ہوا بوقت محارب ہونے کے اہل اسلام سے اخبرت بارتداد زوجہا فلہا التزوج بآخر
بعد العدۃ استحسانا کما فی الاخبار من ثقۃ بموتہ او تطلیقہ ثلثا وکذا لو لم یکن ثقۃ فاتاہا بکتاب طلاقہا واکبر رایہا انہ حق لا باس بان تعتد وتتزوج مبسوط عورت
کو خبر پہونچی اپنے زوج کے مرتد ہوجانے کی تو اُسکو دوسرے زوج سے نکاح کر لینا جائز ہی بعد عدت کے بدلیل استحسان کے جیسا کہ عورت کو دوسرا نکاح جائز ہی مرد
معتمد کی خبر کہنے مین زوج کی موت کی یا اُسکے تین طلاق دینے کی اور اسیطرح اگر مخبر معتمد نہو اور عورت کے پاس اُسکے طلاق کا خط لاوے زوج کیطرف سے اور عورت
کو ظن غالب ہوجاوے اُسکے حق ہونے کا کچھ مضائقہ نہین کہ وہ عدت مین بیٹھے اور بعد اُسکے نکاح کرلے کذا فی المبسوط والمرتدۃ ولو صغیرۃ او خنثی تحبس
ابدا ولا تجالس ولا تؤاکل حقائق حتی تسلم ولا تقتل خلافا للشافعی اور عورت مرتدہ اگرچہ صغیرہ یا خنثی ہو کذا فی البحر ہمیشہ محبوس رہیگی اور پاس نہ بیٹھائی جاے
اور ساتھ نہ کھلائی جاوے کذا فی الحقائق یہانتک کہ اسلام قبول کرے اور قتل نہ کیجائیگی بخلاف امام شافعی کے ہم عدم قتل مرتدہ سے وہ ساحرہ مستثنی ہی جو اپکے
اُسکا خالق اعتقاد کرتی ہو کذا فی المحیط امام شافعی کی قتل مرتدہ مین یہ دلیل ہی کہ جو اپنا دین بدل ڈالے اُسکو قتل کرو ہماری دلیل وہ حدیث ہی جسمین
قتل نساء کی نہی وارد ہی اور وہ کافرہ اصلیہ اور مرتدہ دونون کو شامل بلکہ امام اعظم نے اپنی مسند سے بروایت ابن عباس عدم قتل مرتدات اور اُنکے قید رکھنے اور
برور اسلام قبول کروانے کی حدیث روایت کی ہی کذا فی الفتح وان قتلہا احد لا یضمن شیأ ولو امۃ فی الاصح اور اگر مرتدہ کو کسی نے قتل کر ڈالا تو وہ کسی چیز کا ضامن
نہوگا اگرچہ مرتدہ لونڈی ہو قول صحیح مین اسواسطے کہ قیمت خون کی اسلام کے سبب سے ہوتی ہی سو وہ زائل ہوگیا لیکن قاتل پر تعزیر ہی کذا فی الولوالجیہ وتحبس عند مولاہا
لخدمتہ سوی الوطی سواء طلب ذلک ام لا فی الاصح ویتولی ضربہا جمعا بین الحقین اور مرتد لونڈی اپنے مولی کے پاس محبوس کیجاے اسکی خدمت کرنے کیواسطے سوائے جماع کے

خواہ اُسکے حبس کرنے کا اپنے پاس مولی طالب ہو یا نہو اور اُسکی ضرب کا مولی کو اختیار رہیگا بواسطے جمع کرنے کے دونون حقون مین یعنی حق خدا اور حق مولی ولیس
للمرتدة التزوج بغیر زوجها به یفتی وعن الامام تسترق ولو فی دار الاسلام ولو افتی به حسما لقصدها السیئ لاباس به وتکون فیئا للزوج بالاستیلاء مجتبی وفی الفتح انها فیئ
للمسلمین فیشتریها من الامام او یهبها له لو مصرفا اور جائز نہین مرتدہ کو نکاح کرنا اپنا زوج چھوڑ کر غیر سے اسیکا فتوی ہی اور امام سے ایک روایت یہ ہی کہ مرتدہ
لونڈی بنائی جائیگی اگرچہ دار الاسلام مین ہو اور اگر مفتی اس روایت پر فتوی دے اُسکے بُرے قصد کے استیصال کے واسطے تو کچھ مضائقہ نہین اور رہوگی
مرتدہ لونڈی اپنے زوج کی استیلاء کے سبب سے کذا فی المجتبی اور فتح القدیر مین ہی کہ وہ غنیمت ہی سب مسلمین کیواسطے نہ فقط زوج کیواسطے تو زوج اُسکو امام سے
خرید کرے یا امام اُسکو بخشدے اگر مصرف ہو غنیمت کا میکام زوجہ کا بُرا قصد یہ کہ مرتد ہو کر اپنے زوج سے بائن ہو جائے اور امام سے اُسوقت خرید کرے جب بیت المال منتظم ہو اور
نہین تو زوج استیلاء سے مالک ہو گا وصح تصرفها لانها لاتقتل اور صحیح ہی تصرف مرتدہ کا مانند بیع اور ہبہ کے اسواسطے کہ وہ مقتول نہین ہوتی واکتسابها مطلقا
لورثتها ویرثها زوجها المسلم لو مریضة وماتت فی العدة کما مر فی طلاق المریض قلت وفی الزواهر انه لایرثها لو صحیحة لانها لاتقتل فلم تکن فارة فتامل اور کمائی مرتدہ کی مطلقا
خواہ اسلام کی کمائی ہو خواہ ارتداد کی اُسکے وارثون کیواسطے ہی اور اُسکا زوج مسلم اُسکا وارث ہو گا اگر وہ مریض ہو اور عدت مین مرگئی ہو چنانچہ طلاق المریض مین گذر گیا مین
کہتا ہون اور زواہر مین ہی کہ زوج اُسکا وارث نہو گا اگر وہ بیمار نہو اسواسطے کہ وہ مقتول نہین ہوتی تو فارہ نہین ہوتی تو اُسکو تامل کرے م حلبی نے کہا کہ مین نے تامل کیا سو کلی
مفہوم اسکے ماقبل مین پایا یعنے قولہ لو مریضة نہی اور ایک نسخہ مین یہ عبارت زائد ہی وترث المرتدة زوجها المرتد اتفاقا خانیة یعنی مرتدہ اپنے زوج مرتد کی وارث ہوتی ہی
باتفاق کذا فی الخانیة ولدت امته ولدا فادعاه فهو ابنه حر وارثه فی امته المسلمة مطلقا ولدته لاقل من نصف حول او لاکثر لاسلامه تبعا لامه والمسلم یرث المرتد
ان مات المرتد او لحق بدارهم مرتد کی لونڈی ایک لڑکا جنی سو اُسکا دعوی کیا مرتد نے تو ولد اُسیکا بیٹا آزاد ہی اُسکا وارث ہوگا مسلمان لونڈی مین یعنی اگر مسلمان
لونڈی سے پیدا ہو تو مطلقا وارث ہو گا خواہ اُسکو چھ مہینے سے کمتر مین جنی ہو بعد ارتداد کے یا زیادہ مین بسبب مسلمان ہونے ولد کے اپنی مان کی تبعیت سے اور مسلمان مرتد کا
وارث ہوتا ہی اگر مرتد مر جائے یا دار الحرب مین جا ملے وکذا فی امته النصرانیة ای الکتابیة الا اذا جاءت به لاکثر من نصف حول منذ ارتد وکذا النصفة لعلوقه من ماء المرتد
فیتبعه لقربه للاسلام بالجبر علیه والمرتد لایرث المرتد اور یہی حکم ہی اُسکی نصرانیہ لونڈی مین یعنی اگر مرتد کی نصرانیہ یا یہودیہ لونڈی سے لڑکا پیدا ہوا تو اُسکا وارث
ہوگا مگر اُسوقت وارث نہو گا جبکہ کتابیہ اُسکو جنے چھ مہینے سے زیادہ مین ابتدائے ارتداد سے اور اسیطرح نصف سال کی ولادت مین بھی وارث نہو گا بسبب
اُسکے علوق کے مرتد کی منی سے تو لڑکا مرتد ہی کا تابع ہو گا بسبب قریب ہونے ولد کے اسلام سے بواسطے جبر علی الاسلام کے اور مرتد وارث نہین ہوتا مرتد کا
یعنے ولد تابع ہوتا ہی والدین مین سے اُسکا جسکا بہتر دین ہی سو یہان مان ہی کتابیہ اور باپ مرتد لیکن چونکہ مرتد پر اسلام کیواسطے جبر ثابت ہی تو ولد پر بھی جبر ثابت ہوگی
تو ظاہر حال اُسکا اسلام پر دال ہی لہذا وہ باپ کا تابع ہوگا نہ مان کا پھر جب وہ مرتد رہا تو وارث نہو گا کیونکہ مرتد نہین وارث ہوتا مرتد کا کذا فی المنح وان لحق بماله ای مع ماله و
ظهر علیه فهو ای ماله فیئ لا نفسه لان المرتد لایسترق اور اگر مرتد دار الحرب مین گیا اپنے مال کے ساتھ اور اہل اسلام کا اُسپر غلبہ حاصل ہوا تو اُسکا مال غنیمت ہی نہ اُسکی ذات
اسواسطے کہ مرتد رقیق نہین ہوتا فان رجع ای بعد ما لحق بلا مال سواء قضی بلحاقه او لا فی ظاهر الروایة وهو الاوجه فتح فلحق ثانیا بماله وظهر علیه فهو لوارثه لانه
باللحاق انتقل لوارثه فکان مالکا قدیما وحکم بامرانه له قبل قسمته بلاشی وبعدها بقیمته ان شاء ولا یاخذه لو مثلیا لعدم الفائدة پھر اگر مرتد دار الاسلام مین
پھر آیا یعنے بعد لاحق ہونے دار الحرب کے بلا مال خواہ اُسکے الحاق کا حکم ہو گیا ہو یا نہ ہوا ہو ظاہر الروایة مین اور یہی وجہ قوی ہی کذا فی الفتح پھر دوسرے بار
پلٹ گیا دار الحرب مین اپنا مال لیکر اور اُسپر غلبہ حاصل ہوا تو وہ مال اُسکے وارث کا ہو گا اسواسطے کہ بسبب لحوق دار الحرب کے مال اُسکا اُسکے وارث کیواسطے منتقل
ہو گیا تو وہ مدت دراز سے اُسکا وارث ہو چکا اور حکم اُسکا گذر گیا کہ وہ مال اُسکے وارث کا ہی قبل اُسکی قسمت کے مفت اور بعد قسمت غنیمت کے بعوض قیمت کے پاویگا اگر وہ چاہے اور اگر وہ مال
مثلی ہو یعنی کیلی اور وزنی ہو تو نہ لے بسبب عدم فائدہ کے اسواسطے کہ اگر اُسکو لیگا تو مثلی دیگر لیگا وان قضی بعبده ای بعبد شخص مرتد لحق بدارهم لابنه فکاتبه الابن فجاء المرتد مسلما فبدله

والولاء کلاہما للاب الذی عاد مسلما فجعل الابن کالوکیل اور اگر ایک شخص دار الحرب مین جاملا اور اُسکے غلام کی مالک کا اُسکے لڑکے کیواسطے حکم کردیا گیا سو
لڑکے نے اُسکو مکاتب کیا پھر مرتد آیا مسلمان ہوکر تو بدل کتابت اور ولا دونون باپ کے واسطے ہونگے جو مسلمان ہوکر پھر آیا تو بیٹا وکیل کے مانند قرار دیا گیا
عقد کتابت مین مرتد قتل رجلا خطاء فلحق او قتل فدیتہ فی کسب الاسلام ان کان والافی کسب الردۃ بحر عن الخانیۃ مرتد نے قتل کیا ایک مرد کو بنا بر خطا کے
پھر وہ دار الحرب مین جاکر ملا یا مقتول ہوا ارتداد مین تو دیت مرد مقتول کی اسلام کی کمائی مین ہو اگر وہ ہو اور اگر اسلام کی کمائی نہو تو ارتداد کی کمائی مین اسکی دیت
ہوگی کذافی البحر عن الخانیۃ وکذا لو اقر بغصب اما لو کان الغصب بالمعائنۃ او بالبینۃ فانہ فی الکسبین اتفاقا ظہیریۃ اور ایسا ہی حکم ہو اگر مرتد نے غصب کا اقرار کیا
اور اگر ثبوت غصب کا لمشاہدہ یا بگواہی ہو نہ اقرار سے تو وہ دونون کے کسب مین ہو بالاتفاق کذافی الظہیریۃ واعلم ان جنایۃ العبد والامۃ والمکاتب والمدبر کجنایتہم
فی غیر الردۃ اور معلوم کر کہ جنایت غلام اور لونڈی اور مکاتب اور مدبر کی اُنکی جنایت غیر ارتدادی کے برابر ہی یعنے مولی مختار ہی چاہے لونڈی اور غلام کا فدیہ دے
چاہے اُنکو دیدالے اور مکاتب کی جنایت اُسکے کسب ارتدادی مین ہی او جنایت مدبر کی کتاب الجنایات مین آویگی قطعت یدہ عمدا فارتد والعیاذ باللہ
ومات منہ او لحق فحکم بہ فجاء مسلما فمات منہ ضمن القاطع نصف الدیۃ فی مالہ لوارثہ فی المسئلتین لان السرایۃ حلت محلا غیر معصوم فاہدرت وقید بالعمد لانہ
فی الخطاء علی العاقلۃ مسلم کا ہاتھ عمدا کاٹا گیا پھر وہ معاذ اللہ مرتد ہوگیا اور اُسی زخم سے مرگیا یا دار الحرب مین جاملا سو اُسکے لحوق کا حکم ہوگیا پھر دار الاسلام مین مسلمان
ہوکر آیا سو اسی زخم سے مرگیا تو قاطع نصف دیت کا ضامن ہو اپنے مال مین سے مرتد کے وارث کو دونون صورت مین یعنی فقط قطع ید کی دیت لازم ہوگی نہ جان کی اسواسطے کہ
سرایت الی النفس نے محل غیر معصوم مین حلول کیا تو باطل ہوگئی مصنف نے عمد کی قید لگائی اسواسطے کہ خطا مین عاقلہ پر دیت ہی وقیدنا الحکم بلحاقہ لانہ ان عاد قبلہ
او اسلم ہہنا ولم یلحق فمات منہ بالسرایۃ ضمن الدیۃ کلہا لکونہ معصوما وقت السرایۃ ایضا اور مقید کیا ہمنے لحاق دار الحرب کے حکم کے ساتھ اسواسطے کہ اگر مرتد
دار الحرب سے قبل حکم الحاق عود کریگا یا مسلمان ہوا یہان دار الاسلام مین اور دار الحرب مین ملحق نہوا پھر مرگیا اُسی قطع سے بسبب سرایت کے تو پوری سب دیت کا
ضامن ہوگا اسواسطے کہ وہ معصوم الدم ہی سرایت کے وقت بھی جیسے کہ وہ معصوم تھا ثبوت حکم کے وقت ارتد القاطع فقتل او مات ثم سری الی النفس ہدر لو عمدا
لفوات محل القود ولو خطاء فالدیۃ علی العاقلۃ فی ثلث سنین من یوم القضاء خانیۃ ولا عاقلۃ للمرتد قاطع ید مرتد ہوگیا پھر مقتول ہوا یا مرگیا پھر سرایت کی
قطع نے جان تک یعنی اُس زخم سے مرگیا تو قصاص باطل ہی اگر قطع عمداً ہو بسبب فوت ہوجانے محل قصاص کے اور اگر قطع بنا بر خطا ہو تو دیت عاقلہ پر ہی تین سال
کے اندر جس دن سے کہ اُسپر حکم ہوا کذافی الخانیۃ ادر مرتد کیواسطے عاقلہ نہیں ہم خطا مین عاقلہ پر اسواسطے دیت لازم ہوئی کہ قطع کیوقت وہ مسلمان تھا نہ مرتد ولو ارتد
مکاتب ولحق واکتسب مالا فاخذ بمالہ ولم یسلم فقتل فبدل الکتابۃ لمولاہ وما بقی من مالہ لوارثہ لان الردۃ لا تؤثر فی الکتابۃ اور اگر مکاتب مرتد
ہوا اور دار الحرب مین جاملا اور کچھ مال کمایا اور اپنے مال کے ساتھ گرفتار ہوا پھر مقتول ہوا تو اُسکا بدل کتابت اُسکے مولی کا ہی اور بدل کتابت دیکر جو مال باقی رہے
وہ مکاتب کے وارث کا ہی اسواسطے کہ ارتداد اثر نہین کرتا کتابت مین زوجان ارتدا ولحقا فولدت المرتدۃ فولدا وولد لہ ای لذلک المولود ولد فظہر علیہم جمیعا
فالولدان فی کاُمہما والولد الاول یجبر بالضرب علی الاسلام وان حبلت بہ ثمہ لتبعیتہ لابویہ لا الثانی لعدم تبعیتہ للجد علی الظاہر فحکمہ کحربی زوج اور زوجہ
دونون مرتد ہوے اور دار الحرب مین جاملے پھر مرتدہ بیٹا جنی اور اُس مولود کے بھی ولد ہوا پھر اُن سب پر غلبہ حاصل ہوا اہل اسلام کا تو بیٹا اور پوتا غنیمت ہین
اپنی مان کے مانند اور بیٹا بزور مسلمان کیا جائیگا مار کر اگرچہ اُسکا حمل دار الحرب مین ہوا ہو جبر علی الاسلام بہرصورت ثابت ہی باتباع والدین نہ پوتا یعنے پوتے پر جبر
علی الاسلام نہین بسبب اُسکے نہ تابع ہونے دادا کے ظاہر الروایۃ مین تو حکم اُسکا حربی کے مانند ہی حکم ارتداد کا ایک پشت جاری رہتا ہی نہ دو پشت پھر جب پوتا
دادا کا تابع نہوا جبر علی الاسلام مین تو پوتا گرفتاری کے بعد غلام بنایا جائیگا یا اسپر جزیہ مقرر ہوگا یا قتل کیا جائیگا اور دادا مقتول ہوگا اسواسطے کہ اصلی مرتد ہی
یا اسلام قبول کرے کذافی المنح عن الفتح وقید بردتہما لانہ لو مات مسلم عن امرأۃ حامل فارتدت ولحقت فولدت ہناک ثم ظہر علیہم ای علی اہل

ملک الدار فانہ لایسترق ویرث اباہ لانہ مسلم ولو لم تکن ولدتہ حتی سبیت ثم ولدتہ فی دار الاسلام فھو مسلم تبعا لابیہ مرقوق تبعا لامہ
فلا یرث اباہ لرقہ بدائع اور مصنف نے مسئلہ سابقہ میں ارتداد زوجین کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مسلمان مرگیا اپنی زوجہ کو حاملہ چھوڑکر پھر عورت مرتد ہوئی
اور دار الحرب میں جا ملی پھر وہان لڑکا جنی پھر وہان کے لوگون پر اہل اسلام کا غلبہ ہوا تو وہ لڑکا غلام نہ بنایا جائیگا اور وہ اپنے باپ کا وارث ہوگا
اسواسطے کہ وہ مسلمان ہے اپنے باپ کا تابع ہوکر اور اگر مرتدہ مذکورہ دار الحرب میں نہ جنی یہانتک کہ گرفتار ہوئی پھر لڑکا جنی دار الاسلام میں تو وہ مسلمان ہے اپنے
باپ کا تابع ہوکر اور وہ مرقوق ہے اپنی مان کا تابع ہوکر تو وہ اپنے باپ کا وارث نہوگا بسبب اپنے رق کے کذا فی البدائع واذا ارتد صبی عاقل صح خلافا للثانی
ولا خلاف فی تخلیدہ فی النار لعدم العفو عن الکفر تلویح اور جبکہ مرتد ہوگیا صبی عاقل تو صحیح ہے بخلاف ابی یوسف کے اور خلاف نہیں اُسکے مخلد فی النار ہونے میں
بسبب نہ معاف ہونے کفر کے کذا فی التلویح یعنے اختلاف ابی یوسف کا فقط احکام دنیوی میں ہے نہ اخروی میں کاسلامہ فانہ یصح اتفاقا فلا یرث ابویہ الکافرین
تفریع علی الثانی ویجبر علیہ بالضرب تفریع علی الاول ارتداد صبی عاقل کا صحیح ہے اُسکے مسلمان ہونے کے مانند کہ وہ صحیح ہے بالاتفاق تو وارث نہوگا اپنے کافر مان
باپ کا یہ تفریع ہے ثانی پر یعنی صحت اسلام صبی عاقل پر اور مسلمان ہونے پر زبردستی کیجائیگی مارکر یہ تفریع ہے اول پر یعنی صحت ارتداد صبی عاقل پر والعاقل الممیز و
ہو ابن سبع فاکثر مجتبی سراجیۃ وقیل الذی یعقل ان الاسلام سبب النجاۃ ویمیز الخبیث من الطیب والحلو من المر قائلہ الطرطوسی فی النفع الوسائل
قائلا ولم ار من قدرہ بالسن قلت وقد رایت نقلہ اور صبی عاقل عبارت ہے ممیز سے اور وہ یعنی طفل باتمیز سات برس یا زیادہ کا ہوتا ہے کذا فی المجتبی والسراجیۃ
اور قول ضعیف یہ ہے کہ صبی عاقل وہ ہے کہ جو سمجھتا ہو کہ اسلام سبب ہے نجات کا اور امتیاز کرتا ہو خبیث اور طیب اور شیرین اور تلخ میں قائل اس قول ضعیف کا طرطوسی ہے
کتاب النفع الوسائل میں یون کہکر کہ مین نے اس فقیہ کو نہیں معلوم کیا جسنے صبی عاقل کی حد سال سے ٹھہرائی ہو مین کہتا ہون اور تو معلوم کرچکا اسکی نقل کو مجتبی اور
سراجیہ سے ہم حموی اور قہستانی کا قول طرطوسی کے قول کا مقوی ہے حموی نے اپنی شرح مین کہا کہ عاقل وہ ہے جو جانے کہ اسلام حق ہے اور کفر باطل ہے اور قہستانی نے
کہا کہ عاقل وہ ہے جو کلمہ توحید کو تعقل کرے اور جانے کہ اسلام سبب ہے نجات کا اور مع خلاف شرا کے ہے انتہی اور سات برس کا لڑکا ان امور کو کچھ نہیں سمجھتا خصوصا
اس زمانے مین کذا فی الطحطاوی ویؤیدہ انہ علیہ الصلوۃ والسلام عرض الاسلام علی علی وسنہ سبع وکان یفتخر بہ حتی قال سبقتکم الی الاسلام طرا غلاما ما بلغت
اوان حلم وسبقتکم الی الاسلام قہرا بصارم ہمتی وشان عزمی اور تقدیر بالسن کا یہ مؤید ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے علی مرتضی پر اسلام کو
پیش کیا اور حالانکہ عمر اُنکی سات برس کی تھی اور مرتضی کرم اللہ وجہہ اسکا فخر کرتے تھے یہانتک کہ فرمایا اصحابہ کرام سے مخاطب ہوکر کہ مین نے تم سب سے سبقت کی
مسلمان ہونے کی طرف لڑکپن مین جبکہ مین اپنی جوانی کے وقت کو نہ پہونچا تھا اور چلایا مین نے تمکو اسلام کیطرف زبردستی اپنی ہمت کی تلوار اور اپنے عزم کی
برچھی سے ہم صحیح قول یہ ہے کہ عرض اسلام کیوقت جناب مرتضوی آٹھ برس کے تھے چنانچہ بخاری نے اسی پر اقتصار کیا ہے کذا فی الفتح اول من اسلم کی روایا مختلف
کی توفیق یہ ہے کہ صبیان مین علی مرتضی پہلے مسلمان ہوے اور رجال احرار مین صدیق اکبر اور نسا مین خدیجۃ الکبری اور موالی مین زید بن حارثہ اور ورقہ بن نوفل اور
بحیرا اور نسطورا اہل فترت سے ہین یعنی قبل نسخ دین عیسوی کے متمسک تھے اور رسول منتظر کے مومن اور مصدق تھے اور یہ تصدیق اُنکو آخرت مین مفید ہوگی لیکن وہ لوگ
اہل اسلام مین داخل نہین اسواسطے کہ اہل اسلام کا اجماع ہے کہ حقیقت مین اول من اسلم خدیجۃ الکبری علیہا السلام ہین اور ورقہ وغیرہ صحابہ مین داخل نہین اسواسطے کہ صحابی وہ ہے
جو بعد رسالت کے یعنی بعد نزول سورہ مدثر کے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا مصاحب ہو کذا فی الطحطاوی عن شرح الملتقی ثم ہل یقع عرضا قبل البلوغ ظاہر کلامہم نعم اتفاقا وفی
التحریر المختار عند الماتریدی انہ مخاطب باداء الایمان کالبالغ حتی لو مات بعدہ بلا ایمان خلد فی النار نہر پھر دریافت کرنا چاہیے کہ صبی عاقل کا ایمان کیا فرض واقع ہوتا ہے
قبل بلوغ کے ظاہر کلام علما یہ ہے کہ ہان فرض واقع ہوتا ہے بالاتفاق اور تحریر مین ہے کہ ابو المنصور ماتریدی کے نزدیک قول مختار یہ ہے کہ صبی عاقل ادائے ایمان
کا مخاطب ہے بالغ کے مانند یہانتک کہ اگر مرجائیگا بعد اُسکے بلا ایمان تو ہمیشہ دوزخ مین رہیگا کذا فی النہر الفائق وفی شرح الوہبانیۃ یدرون عنہ وسیان کفر بعضہم

وصح ان لا کفر وہو المختار + کذا قول شیئ للہ قیل یکفر + و یا حاضر یا ناظر لیس یکفر + علامہ عبد البر ابن شحنہ کی شرح وہبانیہ مین ہی کہ درویش درویشان کہنے کو بعضون نے کفر کہا ہی اور صحیح یہ ہی کہ یہ قول کفر نہین اور یہی تحقیق اور منقح ہی اور اسطرح شیئ للہ کے قول کو بعضون نے کفر کہا ہی اور یا حاضر یا ناظر کہنا کفر نہین م شرح وہبانیہ مین بزازیہ سے منقول ہی کہ رساتیق شروان مین مشہور ہی کہ جو کہے درویش درویشان وہ کافر ہی اسواسطے کہ معنی اُسکے یہ ہین کہ جمیع اشیا مباح ہین تو لازم آیا کہ حرام بھی مباح ہی حالانکہ اباحت حرام کفر ہی اور یہ تکفیر ہی باطل ہی اسواسطے کہ مطلب قول مذکور کا یہ ہی کہ (سکنۃ المساکین یا فقر الفقرا) تو گویا قائل نے یون کہا کہ ہم متمکن ہوے ہین مسکنت مساکین یا محتاج ہوے تیری طرف لفقر فقرا اور اسمین ایک شیئ کی اباحت پر بھی کوئی دلالت نہین چہ جائے اباحت جمیع اشیا اور شیئ للہ کے کفر ہونے کی شاید یہ وجہ ہی کہ قائل نے چیز اللہ تعالے کے لیے مانگی حالانکہ حق تعالے ہر چیز سے غنی ہی سب خلق اُسکے محتاج ہین اور لائق یون ہی کہ اس قول مین عدم تکفیر کو ترجیح دیجیے اسواسطے کہ اُسکی تاویل یون ہو سکتی ہی کہ قائل کہے کہ مین نے یہ ارادہ کیا کہ مین شیئ کو طلب کرون اللہ تعالے کے اکرام کیواسطے شارح نے اسکو باختصار نقل کیا شرح وہبانیہ مین اسطرح ہی (ومن قال شیئ للہ بعض یکفر + ویخشی علیہ الکفر بعض یقرر +) کذا فی الطحطاوی بعضے لوگ بطور وظیفہ یون کہا کرتے ہین یا عبد القادر شیئ للہ اسمین راجح عدم تکفیر ہی لیکن خوف کفر سے خالی نہین چنانچہ بیت وہبانیہ کی اسیر نص سا ہی تو ترک اس قول کا لازم ہی اور یا حاضر یا ناظر کہنے مین اسواسطے کفر نہین کہ حضور بمعنی علم ہی اور نظر بمعنی رویت ہی قال اللہ تعالے (الم تعلم بان اللہ یری) تو گویا اُسنے حق تعالے کو یون ندا کی کہ یا عالم یا من یری + ومن یستحل الرقص قالوا بکفرہ + ولا سیما بالدف یلہو ویزمر + اور جو رقص کو حلال جانے اُسکا کفر علما نے بیان کیا ہی خصوصًا وہ رقص کرنے والا جو دف پر باجے اور حالت لاوے م قرطبی نے نقل کیا کہ یہ راگ اور ضرب قصب اور رقص حرام ہی امام مالک اور شافعی اور احمد بن حنبل کے نزدیک اور شیخ الاسلام کرمانی کا فتوی یہ ہی کہ مستحل اس رقص کا کافر ہی جب معلوم ہوا کہ اسکی حرمت بالاجماع ہی تو لازم آیا کہ اُسکا حلال جاننے والا کافر ہو کذا فی الطحطاوی - ومن لولی قال طی مسافۃ + یجوز جہول ثم بعض یکفر + واثباتہا فی کل ما کان خارقا + عن النسفی النجم یروی وینصر + اور جو ولی کیواسطے طی مسافت جائز کہے وہ جاہل ہی پھر بعضون نے اُسکی تکفیر کی ہی اور اثبات کرامت کا ہر خارق عادت مین امام نجم الدین نسفی سے مروی ہی اور منصور ہی یعنے نصرت عموم خوارق عادات کی امام محمد کے اس قول سے ثابت ہی کہ ہم کرامات اولیا کے مومن ہین اسواسطے کہ قول طی مسافت کو بھی عام ہی مگر جو نص قاطع سے ثابت ہو چکا کہ محال ہی جیسے قرآن کے مانند کلام کا ہونا وہ البتہ داخل کرامات نہین چنانچہ کتاب الطلاق کے اندر فصل حداد مین اسکا بیان گذر گیا

باب البغاۃ

یہ باب ہی باغیون کے احکام مین جب حکم قتال کفار سے فراغت ہوئی تو حکم قتال مسلمین بغاوت شعار شروع ہوا البغی لغۃ الطلب منہ ذلک ما کنا نبغی بغی لغت عرب مین بمعنی طلب ہی اور منجملہ معنی طلب یہ آیت ہی (ذلک ما کنا نبغی) یہ وہ چیز ہی جسکو ہم طلب کرتے تھے م صحاح مین ہی کہ بغی عبارت ہی تعدی اور مجاوزت اور افراط سے وعرفا طلب ما لا یحل من جور وظلم نتح اور عرف مین بغی عبارت ہی اُس چیز کی طلب سے جو حلال نہین جور اور ظلم سے کذا فی الفتح وشرعا ہم الخارجون عن طاعۃ الامام الحق بغیر حق فلو بحق فلیسوا بغاۃ وتمامہ فی جامع الفصولین اور شرع مین باغی وہ لوگ ہین جو خارج ہوے امام حق کی اطاعت سے ناحق اور اگر امام حق پر خروج کرین تو وہ باغی نہین اور اسکی تمام تقریر جامع الفصولین مین ہی کہ جب مسلمین نے ایک امام پر اجتماع کیا اور اُسکے سبب سے امن مین ہو گئے پھر ایک جماعت مسلمین نے اسپر خروج کیا سو اگر یہ خروج امام کے ظلم کے سبب سے ہوا تو یہ لوگ باغی نہین باقی مسلمان امام کی اعانت کرین کہ اعانت علی الظلم ہی اور نہ اہل خروج کی اعانت کرین کہ اعانت علی الخروج ہی اور اگر خروج مسلمین کا بسبب ظلم کے نہو بلکہ بدعوے حقیت اور ولایت کے ہو تو وہ لوگ اہل بغی ہین مسلمین پر نصرت امام کی واجب ہی قلانسی نے کہا کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر علی مرتضی نہوتے تو ہمکو قتال اہل قبلہ معلوم نہوتا جناب مرتضوی اور اُنکے ساتھی اہل حق تھے اور مخالف اُنکے اہل بغی اور ہمارے زمانہ مین غلبہ کا اعتبار ہی فرقہ عادلہ اور باغیہ معلوم نہین ہوتا کہ سب طالب دنیا ہین انتہی ملخصا کذا فی الطحطاوی ثم الخارجون عن طاعۃ الامام ثلثۃ قطاع الطریق وعلم حکمہم وبغاۃ ویجی حکمہم وخوارج وہم قوم لہم منعۃ خرجوا علیہ بتاویل یرون انہ علی باطل کفر او معصیۃ توجب قتالہ بتاویلہم یستحلون دماءنا واموالنا ویسبون نساءنا ویکفرون اصحاب

نبینا علیہ افضل الصلوۃ والسلام وحکمہم حکم البغاۃ باجماع الفقہاء کما حققہ فی الفتح پھر دریافت کرنا چاہیے کہ اطاعت امام سے خارج ہونے والے تین قسم ہیں
ایک قطاع الطریق یعنے اہل خروج بلا تاویل اور بلا شوکت اور انکا حکم معلوم ہوگیا اور دوسری قسم باغی جو مباح نہیں جانتے جسکو خوارج مباح جانتے ہیں اور انکا حکم آتا ہی
اور تیسری قسم خوارج وہ قوم ہیں جنکے واسطے قوت اور شوکت حاصل ہی امام پر خارج ہوئے ہیں تاویل سے گمان کرتے ہیں کہ امام باطل پر ہی باعتبار کفر اور ایسی معصیت کے
جو موجب قتال ہی امام کا انکی تاویل سے وہ حلال جانتے ہیں ہم اہل اسلام کے خونوں اور مالوں کو اور بندی کرتے ہیں ہماری عورتوں کو اور کافر کہتے ہیں
ہمارے نبی علیہ افضل الصلوۃ والسلام کے اصحاب کو انکا حکم مانند حکم باغیون کے ہی باجماع فقہا چنانچہ اسکی تحقیق فتح القدیر میں کی ہی اور فتح القدیر میں ہی کہ جمہور فقہا اور محدثین
کے نزدیک خوارج در حکم بغاۃ ہیں اور بعضے محدثین انکے کفر کے قائل ہیں ابن منذر نے کہا میں نہیں جانتا کہ اہل حدیث کے ساتھ کوئی موافق ہوا ہو تکفیر خوارج میں اور
یہ مقتضی ہی اجماع فقہا کی نقل کا اور محیط میں مذکور ہی کہ بعضے فقہا اہل بدعت کی تکفیر نہیں کرتے اور بعضے کرتے ہیں اس بدعت والے کی جسکی بدعت دلیل قطعی کے مخالف ہی
اور صاحب محیط نے اسکو اکثر اہل سنت کیطرف نسبت کیا ہی اور نقل اول یعنے عدم تکفیر اثبت ہی ہاں یا البتہ ہی کہ اہل مذہب کے کلام میں اکثر اہل بدعت کی تکفیر واقع ہی لیکن
تکفیر ان فقہا کے کلام میں مراد نہیں جو مجتہدین ہیں اور غیر فقہا مجتہدین کا کلام معتبر نہیں اور مجتہدین سے منقول عدم تکفیر ہی اور ابن منذر نقل مذاہب مجتہدین سے زیادہ تر واقف
ہی انتہی حلبی نے کہا کہ یہ کلام وجیہ ہی مگر مشکل یہ ہی کہ مقتضی ہی عدم تکفیر ان رافضیون کا جو سب شیخین اور قذف عائشہ صدیقہ کرتے ہیں اور حالانکہ یہ صریح کفر ہی طحطاوی نے کہا
اسکا جواب ممکن ہی کہ عدم تکفیر اہل بدعت سے روافض مذکورین کی تکفیر مستثنی ہی اسواسطے کہ انکی تکفیر نص فقہا سے ثابت ہی واللہ اعلم وانما لم نکفرہم لکونہ عن تاویل
وان کان باطلا بخلاف المستحل بلا تاویل کما مر فی باب الامامۃ اور ہم جو خوارج کی تکفیر نہیں کرتے تو اس سبب سے کہ انکا قتال اور استحلال تاویل سے ہی اگرچہ یہ تاویل باطل ہی بخلاف
مستحل بلا تاویل کے کہ اسکی تکفیر صریح ہی چنانچہ کتاب الصلوۃ کے اندر باب الامامۃ میں مذکور ہوچکا والامام یصیر اماما بامرین بالمبایعۃ من الاشراف والاعیان وبان ینفذ
حکمہ فی رعیتہ خوفا من قہرہ وجبروتہ اور امام ہوجاتا ہی امام دو چیز سے اشراف اور رئیسوں کے بیعت کرنے سے اور اس سے کہ اسکا حکم جاری ہوجاوے اسکی رعیت میں اسکے غالب
ہونے اور دبدبے کے سبب سے امامت ثابت ہوتی ہی اہل حل وعقد کی بیعت سے یا خلیفہ سابق کے استخلاف سے اور امامت میں سب اہل اسلام کی بیعت کی یا عدد معین کی بیعت شرط
نہیں بلکہ جماعۃ علما یا جماعۃ اہل رای اور تدبیر کی بیعت کافی ہی کذا فی الطحطاوی عن المسایرۃ وشرحہا فان بایع الناس الامام ولم ینفذ حکمہ فیہم لعجزہ عن قہرہم
لا یصیر اماما سو اگر لوگون نے ایک امام سے بیعت کی اور اسکا حکم نافذ نہوا انمین بسبب اسکے عاجز ہونے کے اسکے مغلوب ہونے سے تو وہ امام نہوگا فاذا صار
اماما فجار لا ینعزل ان کان لہ قہر وغلبۃ لعودہ بالقہر فلا یفید والا ینعزل لانہ مفید خانیۃ وتمامہ فی کتب الکلام پھر جبکہ ایک شخص بشرط مذکورہ امام ہوا پھر اسنے
ظلم شروع کیا تو معزول کرنے سے معزول نہوگا اگر اسکے واسطے قہر اور غلبہ ثابت ہوا سواسطے کہ وہ بسبب اپنے قہر اور شوکت کے پھر سلطان ہوجائیگا تو معزول کرنا مفید
نہوگا اور اگر اسکے واسطے قوت حاصل نہیں تو بسبب ظلم اور ستم کے معزول کرنے سے معزول ہوگا اسواسطے کہ وہ مفید ہی اور بحث امامت کا پورا بیان کتب کلام میں ہی
فاذا خرج جماعۃ مسلمون عن طاعتہ او طاعۃ نائبہ الذی الناس بہ فی امان درر وغلبوا علی بلدۃ دعاہم الیہ ای الی طاعتہ وکشف شبہتہم استحبابا پھر جبکہ
جماعت مسلمین نے امام کی اطاعت سے خروج کیا یا اسکے اس نائب کی اطاعت سے خروج کیا جسکے سبب سے لوگ امان میں ہیں کذا فی الدرر اور مسلمین مذکورین غالب ہوگئے ایک
شہر پر تو امام انکو اپنی اطاعت کیطرف بلاوے اور انکے شبہے کو حل کرے بنا بر استحباب کے نہ بنا بر وجوب کے فان تحیزوا مجتمعین حل لنا قتالہم بدأ حتی تفرق جمعہم
اذ الحکم یدار علی دلیلہ ہو الاجتماع والامتناع سو اگر باغیون نے ایک مکان پکڑا اسمین مجتمع ہوکر تو حلال ہوگیا ہمکو قتال انکا پہلے پہل یہان تک کہ انکی جماعت پریشان ہو
اسواسطے کہ حکم قتال کا پھرتا ہی قتال کی دلیل پر اور وہ عبارت ہی اجتماع اور امتناع سے یعنی ظاہر اجتماع اور امتناع انکا ارادہ قتال کی دلیل ہی لہذا انکا قتال حلال ہوا
اگرچہ وہ قتال کی ابتدا نکرین اس قول کو خواہر زادہ نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہی اور یہی مذہب مختار ہی اور قدوری نے نقل کیا کہ قتال شروع کرنا نہ چاہیے تاوقتیکہ وہ شروع
نکرین کذا فی البحر ومن دعاہ الامام الی ذلک ای قتالہم افترض علیہ اجابتہ لان طاعۃ الامام فیما لیس بمعصیۃ فرض فکیف فیما ہو طاعۃ بدائع اور جسکو امام نے انکے قتال کیطرف بلایا

تو انپر اجابت اسکی فرض ہی اسواسطے کہ اطاعت امام کی اس امر مین جو گناہ نہیں ہی فرض ہی سوا ئیکے جمعین کیونکہ فرض نہوگی جو طاعت ہی کذا فی البدائع م اور یہ جو
امام اعظم رح سے مروی ہی کہ زمانہ فتنہ اور فساد مین علیحدہ ہو رہے اپنے گھر مین بیٹھکر سو اس صورت پر محمول ہی کہ جبتک امام نے اسکو نہین بلایا اور بعضے صحاب کبار کا بیٹھ رہنا
باغیون کے قتال سے انکی عدم قدرت پر محمول ہی اور بعضون کو کچھ تردد تھا حلت قتال مین اور یہ جو حدیث مین وارد ہی کہ جب دو مسلمان تلوار لیکر سامنا کرین تو قاتل او مقتول
دوزخ مین ہین سو حمیت و عصبیت کے قتال پر محمول ہی یا ملک گیری اور طلب دنیا کے قتال پر کذا فی الفتح لو قادرا و الا لزم بیتہ در رو فی المبتغی لو بغوا لاجل
ظلم السلطان و لا یمتنع عنہ لا ینبغی للناس معاونۃ السلطان و لا معاونتہم اجابت امام کی فرض ہی اگر وہ قادر ہی قتال پر اور نہین تو اپنے گھر مین بیٹھ رہے کذا فی الدرر
اور مبتغی مین ہی کہ اگر چند مسلمین نے بغاوت کی بسبب ظلم بادشاہ کے اور حالانکہ بادشاہ ظلم سے باز نہین رہتا تو لوگون کو لائق نہین مددگاری سلطان کی اور
نہ مددگاری باغی لوگون کی ولو طلبوا الموادعۃ اجیبوا الیہا ان خیرا للمسلمین کما فی اہل الحرب والا لا یجابوا بحر اور اگر باغیون نے صلح کرنا چاہا ترک
قتال پر تو اسکو مان لینا چاہیے اگر صلح کرنا مسلمین کیواسطے بہتر ہو چنانچہ حربیون کی صلح مین یہی شرط ہی اور اگر انکے حق مین صلح بہتر نہو تو قبول کرنا نہ چاہیے
کذا فی البحر ولا یوخذ منہم شئی اور اُنسے کچھ لینا نہ چاہیے یعنی نہ ہدیہ نہ مال صلح کے عوض مین فلو اخذنا منہم رہونا و اخذوا منا رہونا ثم غدروا بنا
وقتلوا رہوننا لا نقتل رہونہم ولکن نحبسون الی ان یہلک اہل البغی او یتوبوا وکذا اہل الشرک اذا فعلوا برہوننا ذلک لا نقتل برہونہم
ولکن یجبرون علی الاسلام او یصیروا ذمۃ لنا پھر اگر ہمنے باغیون سے اول لی اور باغیون نے ہمسے اول لی پھر باغیون نے ہمسے عہد شکنی کی اور ہمارے
اولون کو قتل کیا تو ہم انکے اولون کو نہ قتل کرینگے ولیکن انکو محبوس رکھینگے یہان تک کہ اہل بغی ہلاک ہو جائین یا بغاوت سے توبہ کرین اور یہی حکم ہی کفار کا
جبکہ وہ ہماری اولون کو قتل کرین تو ہم انکی اولون کو نہ قتل کرینگے ولیکن وہ لوگ بزور مسلمان کیے جائینگے یا ہمارے ذمی ہو جائین م انکا قتل اسواسطے جائز نہوا کہ
وہ ہمارے قابو مین آکر ہماری امان مین ہو گئے کذا فی البحر ولو لہم فئۃ اجہز علی جریحہم ای اتم قتلہ و اتبع مولیہم والا لا لعدم الخوف اور اگر باغیون کی جماعت قائم ہو تو
امام انکے زخمیون کو پورا قتل کر ڈالے اور انکے بھاگنے والون کا پیچھا کرے اور اگر جماعت انکی پریشان ہو گئی تو زخمیون کو قتل کرنا اور بھاگے کا پیچھا کرنا نہ چاہیے بسبب
نہ رہنے خوف کے والامام بالخیار فی اسیرہم ان شاء قتلہ وان شاء حبسہ حتی یتوب اہل البغی فان تابوا حبسہ ایضا حتی یحدث توبۃ سراج اور سلطان کو اختیار ہی
انکے قیدی مین چاہیے اسکو قتل کرے چاہیے محبوس رکھے یہانتک کہ اہل بغاوت توبہ کرین سو اگر وہ توبہ کرین تو بھی قیدی کو قید مین رکھے یہانتک کہ وہ بھی توبہ کرے
کذا فی السراج ونقاتلہم بالمنجنیق والاغراق وغیر ذلک کاہل الحرب اور ہم انسے لڑین منجنیق و غرق کر دینے سے اور اسکے سوا اور طریق سے بھی مانند کفار کے
ولا یجوز قتل من لا یقتل من اہل الحرب کنساء و شیوخ لا یجوز قتلہ منہم ما لم یقاتلوا اور جسکا قتل کرنا کفار سے جائز نہین چنانچہ عورتون اور بڈھون کا اسکا قتل باغیون مین سے
بھی جائز نہین تا وقتیکہ وہ نہ لڑتے ہون یعنے اگر باغیون کی عورتین یا بڈھے قتال کرینگے تو انکا قتال جائز ہی سوائے اطفال اور مجانین کے کذا فی البحر ولا یقتل عادل محرم
مباشرۃ ما لم یرد قتلہ او رعادل یعنے امام کا مددگار اپنے محرم باغی کو اپنے ہاتھ سے نہ قتل کرے جبتک محرم نے اسکے قتل کا ارادہ نہین کیا یعنی اگر محرم باغی قتل کا
ارادہ کرے تو دفع کرنا اسکا جائز ہی اگرچہ دفع کرنا بقتل ہو بخلاف جنگ کفار کے کہ وہان قتل محرم جائز ہی سوائے والدین کے کذا فی البحر ولا یسبی لہم ذریۃ و یحبس
اموالہم الی توبتہم فترد علیہم اور انکی ذریت بندی نہ کیجاے اور انکے مال محبوس ہین انکی توبہ ظاہر ہونے تک سو بعد توبہ انکو پھیر دیے جائینگے م اور انکی عورتین بھی
بندی نہونگی اسواسطے کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے جنگ جمل مین قتل اسیر اور کشف ستر اور اخذ مال سے نہی فرمائی اور وہی پیشوا ہین اس باب مین کذا فی المنح وبیع الکراع
اولی لانہ انفع فتح اور بیچ ڈالنا انکے دواب کا بہتر ہی اسواسطے کہ نافع تر ہی کذا فی الفتح بیع کی منفعت یہ ہی کہ قیمت کا امانت رکھنا آسان بلا مضرت ہی والا بیت المال
سے دانہ چارہ صرف ہوگا و یقاس علیہ العبید نہر اور دواب کی بیع پر انکے غلامون کی بیع قیاس کیجاے کذا فی النہر ونقاتل بسلاحہم و خیلہم عند الحاجۃ ولا ینتفع
بغیرہا من اموالہم مطلقا ولو عند الحاجۃ سراج اور قتال کرین ہم انکے ہتھیارون اور گھوڑون سے اور ان چیزون کے سوا انکے اموال سے مطلقا منفعت نہ لیجاے اگرچہ

انقطاع وقت حاجت کے ہو کذا فی السراج م جناب مرتضوی نے باغیوں کے ہتھیار اپنے لشکر میں تقسیم کیے لیکن وہ تقسیم بسبب حاجت کے تھی نہ واسطے تملیک کے اور فرمایا کہ انکا مال غنیمت
نہیں اور انکی ذریت بندی نہیں کذا فی المنح ولو قال الباغی تبت و القی السلاح من یدہ کف عنہ ولو قال کف عنی لانظر فی امری لعلی اتوب و القی السلاح
کف عنہ ولو قال انا علی دینک و معہ السلاح لا لان وجود السلاح معہ قرینۃ لبقاء البغیہ فمتی القاہ کف عنہ والا لا فتح اور اگر باغی نے کہا کہ میں نے توبہ کی اور ہتھیار
اپنے ہاتھ سے ڈالدیے تو عادل اُسکے قتال سے باز رہے اور اگر اُسنے کہا عادل سے کہ مجھکو چھوڑ تا میں اپنے امر میں تامل کروں شاید میں توبہ کروں اور ہتھیار پھینک دے
تو باز رہے اور اگر باغی بولا کہ میں تیرے دین پر ہوں اور اُسکے ساتھ ہتھیار ہیں تو اُسکے قتال سے نہ باز رہے اسواسطے کہ ہتھیار کا ساتھ رہنا قرینہ ہی اُسکی بقاء بغاوت
کا سو جبکہ ہتھیار پھینکے تو باز رہے اور نہیں تو باز نہ رہے کذا فی فتح القدیر ولو قتلہ باغ مثلہ وظہر علیہم فلا شیٔ فیہ لکونہ مباح القتل فتح فلا اثم ایضا اور اگر ایک
باغی کو دوسرے باغی نے قتل کیا اور اُنپر اہل عدل کا غلبہ حاصل ہوا تو اُسکے قتل میں کوئی چیز نہیں ہے قصاص نہ دیت اسواسطے کہ اُسکا قتل مباح تھا کذا فی فتح القدیر پھر
جب قتل مباح ہوا تو اُسکے قتل میں کچھ گناہ بھی نہیں و قتلانا شہداء و لا یصلی علی البغاۃ بل یکفنون و یدفنون بدائع اور ہمارے یعنے اہل عدل کے مقتول شہید ہیں ان پر
نماز جنازہ پڑھی جاوے اور بدون غسل دفن کیے جائیں اور باغیوں کے مقتولوں پر نماز جنازہ نہ پڑھی جاے بلکہ کفن پہنائے جائیں اور دفن کیے جائیں کذا فی البدائع و یکرہ نقل رؤسہم
الی الآفاق وکذا رؤس اہل الحرب لانہا مثلہ وجوزہ بعض المتاخرین لو فیہ کسر شوکتہم او فراغ قلبنا فتح و مر فی الجہاد اور مکروہ ہی اُنکے سروں کو اطراف عالم میں پھرانا
اور اسیطرح کفار کے سروں کو نقل کرنا مکروہ ہی اسواسطے کہ مثلہ ہی اور اُسکو بعضے متاخرین نے جائز کہا ہی اگر اُسمیں اُنکی کسر شوکت ہو یا ہماری تسکین خاطر ہو کذا فی الفتح اور مذکور ہو چکا
جہاد میں ولو غلبوا علی مصر فقتل مصری مثلہ عمدا فظہر علی المصر قتل بہ ان لم یجر علی اہلہ ای المصر احکامہم وان جری لا لانقطاع ولایۃ الامام عنہم اور اگر باغی غالب
ہو گئے ایک شہر پر سو ایک شہر والے نے دوسرے شہری کو عمدا قتل کیا پھر اہل عدل کا بادشاہ غالب ہوا اُس شہر پر تو قاتل مذکور بسبب اُس قتل کے مقتول ہوگا اگر اہل شہر پر
باغیوں کے احکام نہ جاری ہوتے ہوں اور اگر اُنکے احکام جاری ہوتے ہوں تو قصاص نہوگا بسبب منقطع ہو جانے امام کی حکومت کے اُنپر سے لیکن قاتل پر عذاب آخرت ثابت ہی کذا
فی الفتح وان قتل عادل باغیا ورثہ مطلقا اور اگر عادل نے باغی کو قتل کیا تو اُسکا وارث ہوگا ہر طرح خواہ باغی کہے کہ میں حق پر ہوں خواہ کہے میں باطل پر ہوں اسواسطے
کہ قتل بحق مانع ارث کا نہیں و بالعکس اذا قال الباغی وقت قتلہ انا علی باطل لا یرثہ اتفاقا لعدم الشبہۃ اور سابق کے بالعکس یعنے باغی عادل کو قتل کرے جبکہ باغی بولا
اُسکے قتل کیوقت کہ میں باطل پر ہوں تو اُسکا وارث نہوگا بالاتفاق بسبب عدم شبہہ کے م باغی اسواسطے وارث نہوگا کہ اُسنے اتلاف نفس بتاویل فاسد کیا اور تاویل فاسد ملحق بتاویل
صحیح ہے جبکہ اُسکے ساتھ قوت شامل ہو کذا فی المنح وان قال انا علی حق فی الخروج علی الامام واصر علی دعواہ ورثہ اما لو رجع بطل دیانتہ فلا ارث ابن کمال اور اگر باغی نے کہا کہ میں
حق پر ہوں امام پر خروج کرنے میں اور اپنے دعوی پر مصر رہا تو عادل مقتول کا وارث ہوگا اور اگر اُس دعوی سے رجوع کریگا تو اُسکی دیانت باطل ہوگی تو وارث نہوگا کذا
ذکرہ ابن کمال وفی الفتح ولو دخل باغ بامان فقتلہ عادل عمدا لزمہ الدیۃ کما فی المستامن لبقاء شبہۃ الاباحۃ اور فتح القدیر میں ہی اور اگر باغی دار العدل میں داخل ہوا
امان لیکر پھر اُسکو عادل نے عمدا قتل کیا تو اُسپر دیت لازم ہوگی جیسے مستامن کے قتل میں دیت لازم ہی بسبب باقی رہنے شبہہ اباحت کے یعنی دیت لازم ہوئی نہ قصاص
اسواسطے کہ اُسکی اباحت دم کا شبہہ موجود ہی و یکرہ تحریما بیع السلاح من اہل الفتنۃ ان علم لانہ اعانۃ علی المعصیۃ اور مکروہ تحریمی ہی ہتھیار کا بیچنا اہل فتنہ سے
اگر معلوم ہو کہ مشتری اہل فساد سے ہی اسواسطے کہ یہ مددگاری ہی گناہ پر م حموی نے کہا اور یہی حکم ہی ہبہ و وصیت اور اعارہ اور اجارہ دینے ہتھیار کا اور بیع کو
مکروہ تحریمی کہنا یہ بحث ہی صاحب بحر کی اور اہل فتنہ بغاۃ اور قطاع الطریق اور لصوص سب کو شامل ہی کذا فی المنح و بیع ما یتخذ منہ کالحدید و نحوہ یکرہ لاہل الحرب لا لاہل
البغی لعدم تفرغہم لعملہ سلاحا لقرب زوالہم بخلاف اہل الحرب زیلعی اور اُس چیز کا بیچنا جس سے جنگی ہتھیار بنتا ہی جیسا کہ لوہا وغیرہ مکروہ ہی اہل حرب سے نہ اہل بغاوت سے بسبب اُنکے
نہ فراغت پانے کے ہتھیار بنانے کیواسطے بسبب اُنکے قرب زوال ہونے کے بخلاف اہل حرب کے کذا فی الزیلعی قلت وافاد کلامہم ان ما قامت المعصیۃ بعینہ یکرہ بیعہ تحریما والا فتنزیہا نہر
میں کہتا ہوں اور فقہاء کے کلام سے ثابت ہوا کہ جسکے سبب سے معصیت قائم ہو جیسا کہ ہتھیار اُسکی بیع مکروہ تحریمی ہی اور جسکے سبب سے گناہ نہ قائم ہو جیسا کہ جاریہ مغنیہ اور کبوتر اڑانے والے

انگور اور جس لکڑی سے باجے بنتے ہیں اُسکی بیع مکروہ تنزیہی ہے کذا فی النہر وفی الفتح ینفذ حکم قاضیہم لو عادلا والا لا ولو کتب قاضیہم الی قاضینا کتابا فان علم انہ قضی بشہادۃ عدلین نفذ والا لا اور فتح القدیر میں ہے کہ باغیوں کے قاضی کا حکم نافذ ہو بشرطیکہ وہ عادل ہو نہ باغی اور اگر باغی ہو تو اُسکا حکم نافذ نہوگا اور اگر باغیوں کے قاضی نے ہمارے قاضی کی طرف خط بھیجا سو اگر معلوم ہو کہ اُسنے دو عادلوں کی گواہی سے حکم کیا ہے تو وہ حکم نافذ ہوگا اور نہیں تو نہیں م محل عدم نفاذ حکم قاضی باغی وہ ہے کہ قضاء قاضی جمیع مجتہدین کی رائے کے مخالف ہے اسواسطے کہ حکم قاضی کا مجتہدات میں نافذ ہے اگرچہ قاضی عادل کی رائے کے مخالف ہو تو اطلاق شارح کا صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی عن الفتح واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب اللقیط

یہ کتاب ہے لقیط کے احکام میں عقبہ مع اللقطۃ بالجہاد لعرضیتہا للفوات للنفس والمال و ف م اللقیط لتعلقہ بالنفس وہی مقدمۃ علی المال مصنف کتاب اللقیط کو کتاب اللقطہ کے ساتھ کتاب الجہاد کے پیچھے لایا ہے اسواسطے کہ جان اور مال دونوں معرض ہلاک میں ہیں جیسے جہاد میں نفس و اموال معرض تلف میں ہیں اور مقدم کیا کتاب اللقیط کو بسبب اُسکے متعلق ہونے کے جان سے اور حالانکہ بیان مقدم ہے مال پر ہو لغۃ ما یلقط فعیل بمعنی مفعول ثم غلب علی الولد المنبوذ باعتبار المآل لقیط لغت میں وہ ہے جو زمین سے اُٹھایا جاوے فعیل بمعنی مفعول ہے پھر اُسکا استعمال غالب ہوگیا ولد مطروح پر باعتبار انجام کے یعنی جو لڑکا پھینکا اور ڈالا گیا آخر اُسکو کوئی اُٹھالیگا اسواسطے اُسکو لقیط کہا و شرعا اسم لحی مولود طرحہ اہلہ خوفا من العیلۃ او فرارا من تہمۃ الریبۃ اور شرع میں لقیط انسان کے اُس بچے کا نام ہے جسکو لوگوں نے اُسکو پھینکدیا محتاجی کے خوف سے یا تہمت زنا سے بچنے کیواسطے مضیعہ آثم ومحرزہ غانم اُسکا ضائع کرنے والا گنہگار ہے اور اُٹھانے والا فائدہ یاب ہے یعنی ثواب پاویگا التقاطہ فرض کفایۃ ان غلب علی ظنہ ہلاکہ لولم یرفعہ ولو لم یعلم بہ غیرہ ففرض عین ومثلہ رؤیۃ اعمی یقع فی بیر یعنی لقیط کا اُٹھالینا فرض کفایہ ہے اگر ملتقط کو گمان غالب ہو اُسکی ہلاکی کا اگر وہ اُسکو نہ اُٹھاوے اور اگر لقیط کو کوئی نہ جانتا ہو سوائے اُسکے تو اسوقت میں اُٹھانا فرض عین ہے اور اسی مانند ہے اندھے کو کوئیں میں گرتے دیکھنا کذا فی الشمنی والا فمندوب لما فیہ من الشفقۃ والاحیاء اور اگر اُسکی ہلاکی کا خوف نہو تو اُٹھالینا لقیط کا مستحب ہے اسواسطے کہ اسمیں شفقت اور جلانا ہے جان کا م شفقت اطفال پر افضل اعمال ہے اور ایک جان کا جلانا سب آدمیوں کے جلانے کے برابر ہے حق تعالے نے فرمایا (ومن احیاہا فکانما احیی الناس جمیعا) کذا فی الزیلعی وہو حر مسلم تبعا للدار الا بحجۃ رقہ علی خصم وہو الملتقط لسبق یدہ اور لقیط آزاد مسلمان ہے دار الاسلام کی تبعیت سے مگر اُسکی رقیت کی حجت سے خصم پر اور خصم یہاں ملتقط ہے بسبب سابق ہونے اُسکے ہاتھ کے م یہ دفع دخل ہے کہ بینہ بدون خصم کے حجت نہیں اور مخاصم یہاں کوئی نہیں شارح نے جواب دیا کہ مخاصم ملتقط ہے اسواسطے کہ اُسکے رکھنے میں بسبب سبقت ید کے احق ہے تو اُسکا تصرف بدون بینہ زائل نہوگا اور حجت سے یہاں بینہ مراد ہے نہ اقرار کذا فی الطحطاوی وما یحتاج الیہ من نفقۃ وکسوۃ وسکنی ودواء ومہر اذا زوجہ السلطان فی بیت المال ان برہن علی التقاطہ اور جس چیز کی لقیط کو احتیاج ہے خوراک اور پوشاک اور مکان سکونت اور دوا اور مہر سے جبکہ سلطان اُسکا نکاح کردے وہ بیت المال میں ہے بشرطیکہ ملتقط اُسکا اُٹھالینا گواہی سے ثابت کرے وان کان لہ مال او قرابۃ ففی مالہ او علی قرابتہ اور اگر لقیط کا مال ہو یا اُسکی کہیں قرابت ثابت ہو تو جمیع ضروریات مذکورہ اُسکے مال میں یا اُسکے قرابت والوں پر ہیں وارثہ ولو دیتہ فی بیت المال کجنایتہ لان الغرم بالغنم وراثت لقیط کی اگرچہ دیت ہو بیت المال میں ہے جیسے اُسکی جنایت بیت المال سے متعلق ہے اسواسطے کہ نقصان بمقابلہ فائدہ کے ہے م تو اگر لقیط محلہ میں مقتول پایا گیا تو اہل محلہ سے دیت لیکر بیت المال میں داخل ہوگی اور اگر لقیط کو کوئی عمدا قتل کرے تو سلطان کو اختیار ہے چاہے قاتل کو قتل کرے چاہے دیت پر صلح کرے لیکن سلطان معاف نہیں کرسکتا کذا فی المنح اور اگر لقیط سے جنایت صادر ہوگی تو اُسکی دیت بیت المال سے دیجاویگی ولیس لاحد اخذہ منہ قہرا ولو للامام الاعظم اخذہ بالولایۃ العامۃ فی الفتح لا واقرہ المصنف تبعا للبحر ورده فی النہر نعم لکن لا ینبغی اخذہ الا بموجب اور کسی کو جائز نہیں لینا لقیط کا ملتقط سے بزبردستی اور سلطان اعظم کو اُسکا لے لینا بسبب حکومت عامہ کے جائز ہے یا نہیں فتح القدیر میں کہا کہ جائز نہیں اور ثابت رکھا اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں باتباع صاحب بحر اور تحریر کی ہے نہر الفائق میں کہ ہاں سلطان کو لینا زبردستی جائز ہے لیکن اُسکا لینا لائق نہیں مگر سبب سے م سبب یہ کہ ملتقط محافظت کے لائق نہو فلو اخذہ احد وخاصمہ الاول ردالیہ الا اذا دفعہ باختیارہ لانہ ابطل حقہ سو اگر لقیط کو کسی نے ملتقط سے

زبردستی لیا اور خصومت کی اُس سے ملتقط اول نے تو اسی کو پھیر دیا جاویگا مگر اُسوقت نہ پھیرا جائیگا جبکہ اُسنے دوسرے کو اپنی خوشی سے دیا ہو اسواسطے کہ اُسنے اپنا حق آپ باطل
کر دیا وهذا اذا اتحد الملتقط فلو تعدد وترجح احدهما كما لو وجده مسلم وكافر فتنازعا قضى به للمسلم لانه نفع للقيط خانية ولو استويا فالرأي فيه للقاضي بحر بحثا اور
یہ نہی ملتقط سے زبردستی نہ لینا اُس صورت مین ہی جبکہ ملتقط ایک ہی ہو اور اگر ملتقط متعدد ہون اور ایک ترجیح رکھتا ہو چنانچہ اگر لقیط کو ایک مسلم اور ایک کافر
نے پایا پھر دونون نے جھگڑا کیا تو لقیط مسلم ہی کو دلایا جائیگا اسواسطے کہ مسلم کے پاس رہنا لقیط کو نافع ہی کہ وہ بھی مسلمان ہوگا كذا في الخانية اور اگر دونون ملتقط برابر
ہون اسلام یا کفر مین تو اُسمین قاضی کی تجویز کو دخل ہی كذا في البحر بحثا ويثبت نسبه من واحد بمجرد دعواه ولو غير الملتقط استحسانا لو حيا والا فبالبينة خانية اور اگر دو ملتقط نے
پایا اور ایکنے اُسکے نسب کا دعوی کیا تو اُسکا نسب ایک ملتقط سے ثابت ہو جائیگا بمجرد اُسکے دعوی کرنے کے بدلیل استحسان بشرطیکہ لقیط زندہ ہو اور اگر زندہ نہوگا تو
نسب دعوے ثابت ہوگا بدون گواہی کے كذا في الخانية وجہ استحسان کی یہ ہی کہ اقرار نسب صغیر کیواسطے ہی اور حق ملتقط کا ابطال ضمنا واقع ہوا بالضرورت ثبوت نسب اور
بہت چیزین ضمناً ثابت ہو جاتی ہین نہ قصداً كذا في الحموي ومن اثنين مستويين كولد امة مشتركة اور نسب لقیط کا ثابت ہوتا ہی دو برابر شخصون کے دعوی سے
جیسے مشترک لونڈی کے ولد کا نسب ثابت ہوتا ہی دو شریکون سے بشرطیکہ دعوی مین دو شخص برابر درجہ ہین جنمین کوئی مرجح نہین تو ملتقط کا دعوی خارج سے مقدم ہوگا
وعبارة المنية ادعاه اكثر من اثنين فعن الامام انه يثبت الى خمسة ظاهرة في عدم قبول دعوى الزائد ولا يشترط اتحاد الام نهر لكن في القهستاني عن النظم انه بعيد
ثبوته من الاكثر فيحرر اور عبارت منیہ کی یہ ہی کہ لقیط کے نسب کا دو سے زیادہ شخصون نے دعوی کیا تو امام اعظم سے روایت ہی کہ نسب ثابت ہوگا پانچ شخص
تک ظاہر اس عبارت کا دلالت کرتا ہی کہ پانچ سے زیادہ کا دعوی مقبول نہو اور شرط نہین اتحاد ماں کا دعوی مذکور مین كذا في النهر لیکن قہستانی مین نظم سے
وہ عبارت منقول ہی جو مفید ثبوت نسب ہی پانچ سے زیادہ مین بھی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے م قہستانی مین نقایہ سے منقول ہی کہ ابو حنیفہ کے نزدیک
دو مرد سے اکثر مین نسب ثابت ہوتا ہی طحطاوی نے کہا کہ عبارت منیہ اور سراج کی صریح ہی کہ دعوت نسب کی پانچ شخص تک منتہی ہی اور قہستانی کی عبارت غیر صریح ہی اور لائق اعتماد
کے صریح ہی نہ غیر صریح ولو ادعته امرأة واحدة ذات زوج فان صدقها زوجها او شهدت لها القابلة او قامت بينة ولو رجلا وامرأتين على الولادة صحت
دعوتها والا لا لما فيه من تحميل النسب على الغير اور اگر لقیط کے نسب کا ایک عورت شوہروالی نے دعوی کیا سو اگر شوہر نے اُسکی تصدیق یا دائی جنائی نے اسکی گواہی
دی یا بینہ قائم ہوئی ولادت پر اگرچہ گواہ ایک مرد اور دو عورتین ہون تو عورت کا دعوی صحیح ہی اور اگر ایسا نہین یعنی زوج وغیرہ نے اُسکی تصدیق نکی تو دعوے
نسب کا صحیح نہین اسواسطے کہ اس دعوی مین شخص غیر پر نسب کا ثابت کرنا ہی یعنے زوج پر وان لم يكن لها زوج فلا بد من شهادة رجلين اور اگر عورت مدعیہ کا شوہر نہو
تو دو مرد کی گواہی ضرور ہی ثبوت نسب مین ولو ادعته امرأتان واقامت احدهما البينة فهي اولى به وان اقامتا جميعا فهو ابنهما خلافا لهما الكل من الخانية اور اگر لقیط
کا دو عورتون نے دعوی کیا اور ایک نے گواہ قائم کیے تو وہی اُسکے ساتھ لائق تر ہی اور اگر دونون عورتون نے گواہ قائم کیے تو وہ دونون کا بیٹا ہی بخلاف صاحبین کہ اُنکے نزدیک
وہ کسیکا بیٹا نہین سب مسائل مذکورہ خانیہ سے منقول ہین وان ادعاه خارجان ووصف احدهما علامة به اي بجسده لا ثوبه ووافق فهو احق اذا لم يعارضها
اقوى منها كبينة الآخر وحريته وسبقه واسلامه وسنه ان ارخا فان اشتبه فبينهما اور اگر لقیط کے نسب کا دو خارج شخصون نے دعوی کیا اور ایکنے اُسمین کوئی نشانی بیان
کی یعنے اُسکے بدن مین نہ کپڑے مین تل یا تیوری بتلائے اور اُسکا نشان موافق پڑا تو وہی شخص زیادہ تر حقدار ہی بشرطیکہ کوئی وجہ قوی تر علامت سے معارض اُسکی نہو
چنانچہ دوسرے شخص کے گواہ یا اُسکا آزاد ہونا یا اُسکی سبقت قبض یا مسلمان ہونا اُسکا یا اُسکی اتنی عمر ہونا کہ اُسکے لڑکا ہو سکے بشرطیکہ دونون مدعیون نے تاریخ مذکور کی ہو سو اگر اشتباہ
واقع ہو تو لقیط دونون مین مشترک ہوگا یعنے اگر ایک شخص کا بتایا نشان موافق پڑا اور دوسرے نے ثبوت نسب کے گواہ گذرانے یا کہ دوسرا آزاد ہی اور صاحب علامت غلام یا وہ مسلم ہی
اور صاحب علامت کافر تو ان صورتون مین علامت کا کچھ اعتبار نہوگا ولو ادعى احدهما انه ابنه والآخر انه ابنته فاذا هو خنثى فلو مشكلا نفي لهما والا فلمن ادعى انه ابنه اور اگر ایکنے دعوی
کیا کہ لقیط اُسکا بیٹا ہی اور دوسرے نے کہا کہ وہ اُسکی بیٹی ہی پھر اُسکو جو دیکھا تو خنثی ہی سو اگر وہ خنثی مشکل ہی تو وہ دونون کو دلایا جائیگا بسبب عدم ترجیح کے اور اگر خنثی

مشکل نہین تو اُسکو دلایا جائیگا جو دعوی کرتا ہو کہ وہ میرا بیٹا ہو یعنے بشرط توافق والا دوسرے کو دلایا جائیگا اسواسطے کہ جب علامت موافق واقع ہوگی تو حکم ہوگا
کذا فی الظہیریہ مقدسی نے کہا یون کہنا مناسب تھا والا فلمن غلب او فق کذا فی الطحطاوی ولو شہد لمسلم ذمیان وللذمی مسلمان قضی بہ للمسلم تاتارخانیہ اور اگر گواہی مسلمان
کی دو ذمیون نے اور ذمی کیواسطے دو مسلمانون نے تو لقیط مسلمان ہی کو دلایا جائیگا کذا فی التاتارخانیہ اسواسطے کہ دونون گواہیان صحت مین برابر ہین لیکن مسلم کو بسبب اسلام
ترجیح ہوئی وثبت نسبہ من ذمی لکنہ ہو مسلم استحسانا فینزع من یدہ قبیل عقل الادیان لئلا یربہ من المسلمین نہایۃ فیکون کافرا اور ثابت ہوگا نسب لقیط ذمی سے بسبب
دعوی نسب کے ولیکن لقیط مسلمان ہو بدلیل استحسان تو ذمی کے ہاتھ سے چھین لیا جائیگا تعقل ادیان سے پہلے تا وقتیکہ ذمی دو مسلمانون کی گواہی سے ثابت نکرے کہ وہ اسکا بیٹا ہے
پھر جب یہ ثابت کریگا تو اب لقیط کافر ہوگا کذا فی النہر وجہ استحسان کی یہ ہو کہ دعوی ذمی متضمن نسب ہو اور اسمین لقیط کا فائدہ ہو باعتبار پرورش کے اور نفی اسلام مین اسکا
ضرر ہو اور ثبوت نسب کافر مین لڑکا کافر ہونا ضرور نہین اسواسطے کہ کافر کا بیٹا مسلمان ہوجاتا ہو اپنی ماں کے مسلمان ہوجانے سے تو دعوی ذمی کی تصحیح ہوئی لقیط کی منفعت مین
نہ اسکی مضرت مین کذا فی الطحطاوی عن الحموی ان لم یکن ای یوجد فی مکان اہل الذمۃ کقریتہم او بیعۃ او کنیسۃ لقیط مذکور مسلم ہو بشرطیکہ اہل ذمہ کے مکان مین نہ
پایا گیا ہو چنانچہ ذمیون کے گانؤن مین یا نصاری کے عبادتخانہ یا یہود کی پرستشگاہ مین والمسئلۃ رباعیۃ لانہ اما ان یجدہ مسلم فی مکاننا فمسلم او کافر فی مکانہم فکافر او کافر
فی مکاننا او عکسہ فظاہر الروایۃ اعتبار المکان لسبقہ اختیار او مسئلہ مذکورہ چار صورت کا محتمل ہو اسواسطے کہ یا لقیط کو مسلم نے پایا ہمارے مکان مین یعنی اہل اسلام کی
آبادی مین تو وہ مسلم ہو یا کافر نے پایا کافرون کی آبادی مین تو وہ کافر ہو یا کافر نے پایا ہمارے مکان مین یا مسلم نے پایا کافرون کے مکان مین تو ظاہر الروایہ مین مکان کا اعتبار
ہو بسبب سابق ہونے مکان کے کذا فی الاختیار شرح المختار یعنی مکان مقدم ہو آخذ پر اسواسطے کہ لقیط کا مکان مین ہونا متحقق ہو قبل وضع ید کے اور سبقت ترجیح کی اس
باب سے ہو نہ غلام سے کذا فی فتح القدیر وثبت نسبہ من عبد وہو حر وان ادعی انہ ابنہ من زوجتہ الامۃ عند محمد وکلام الزیلعی ظاہر فی اختیارہ اور ثابت ہوتا ہو نسب لقیط
بسبب دعوی نسب کے اور حالانکہ لقیط آزاد ہو اگرچہ غلام نے دعوی کیا ہو کہ لقیط اسکا بیٹا ہو اسکی اس زوجہ سے جو لونڈی ہو اسواسطے کہ مملوکین کا ولد کبھی آزاد ہوجاتا ہو قبل
انفصال اور بعد انفصال کے بواسطے اعتاق کے یہ قول محمد کا ہو اور زیلعی کا قول اس قول کے اختیار کرنے مین ظاہر ہو ولو ادعاہ حران احدہما انہ ابنہ من ہذہ الحرۃ
والآخر من ہذہ الامۃ فالذی یدعیہ من الحرۃ اولی لثبوتہ من الجانبین زیلعی اور اگر لقیط کے نسب کا دعوی کیا دو آزادون نے ایکنے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہو اس آزاد عورت سے
اور دوسرے نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہو اس لونڈی سے تو جو شخص دعوی کرتا ہو حرہ سے وہ مقدم ہو بسبب اسکے ثابت ہونے کے دو جانب سے کذا فی الزیلعی یعنی اثبات احکام نسب دو جانب سے مقدم ہو
ایک جانب سے وان وجد معہ مال فہو لہ علا بالظاہر ولو فوقہ او تحتہ او دابۃ ہو علیہا الا ان کان بقربہ اور اگر لقیط کے ساتھ مال پایا گیا تو اُسیکا ہو ظاہر پر عمل کرنے سے یعنی ظاہر
اسپر دلالت کرتا ہو کہ جسنے لقیط کو ڈالا تو اُسکے صرف کیواسطے مال بھی رکھدیا اگرچہ مال لقیط کے اوپر ہو یا نیچے یا کہ مال جانور ہو جسپر لقیط ہو نہ وہ مال اسکا ہو جو اسکے قریب ہو فیصرفہ
الواجد او غیرہ الیہ بامر القاضی فی ظاہر الروایۃ لانہ مال ضائع تو اس مال کو پانے والا یا غیر اُسکا لقیط کیطرف صرف کرے قاضی کے حکم سے ظاہر الروایہ مین اسواسطے کہ وہ مال
ضائع ہو یعنے اسکا کوئی حافظ اور مالک نہین تھی ایسے مال مین ایسے مصرف کیطرف قاضی کو اختیار ہو کذا فی الفتح ولو قرر القاضی ولاءہ للملتقط صح ظہیریۃ لانہ قضاء
فی فصل مجتہد فیہ نعم لہ بعد بلوغہ ان یوالی من شاء ما لم یعقل عنہ بیت المال خانیۃ اور اگر قاضی نے لقیط کی ولاء ملتقط کیواسطے مقرر کی تو صحیح ہو کذا فی الظہیریہ اسواسطے
کہ فصل مجتہد فیہ مین قضا ہو یعنے بعضے علما کا یہ مذہب ہو کہ ملتقط عتق کے مانند ہو کذا فی البحر ہان لقیط کو جائز ہو کہ اپنے بالغ ہونے کے بعد موالاۃ کرے جس سے چاہے جب تک
بیت المال سے اسکی جانب سے دیت نہ دیگئی ہو کذا فی الخانیہ یعنی اگر دیت بیت المال سے دیگئی ہوگی تو لقیط کو موالاۃ کا اختیار نہین ہو بلکہ اسکا مال اسکی موت کے بعد
بیت المال مین داخل ہوگا لان الخراج بالضمان ویدفعہ فی حرفۃ اور ملتقط لقیط کو سپرد کرے صناعت سیکھنے مین کہ منجملہ تادیب ہو نہر الفائق مین ہو یون مناسب تھا کہ
کہ اسکو علم سکھاوے اور اگر اسمین قابلیت علم کی نہو تو پیشہ سکھاوے ولہ قبض ہبتہ وصدقتہ اور اسکی ہبہ اور خیرات پر ملتقط قبضہ کرے یعنی اگر لقیط کو کوئی شخص کوئی
چیز بطور ہدیہ یا خیرات کے دے تو اسکے واسطے محفوظ رکھے ولیس لہ ختنہ فان فعل فہلک ضمن لو علم الختان انہ ملتقط ضمن غیرہ اور جائز نہین ملتقط کو ختنہ کرنا لقیط کا بعد

اگر اُسنے یہ کیا سو وہ ہلاک ہوگیا تو ملتقط پر ضمان لازم ہوگا اور اگر ختنہ کرنے والے نے جانا کہ وہ ملتقط ہی تو ختان ضامن ہوگا کذا فی الذخیرۃ **وله نقله حیث شاء** یعنی
سفرہ من مصر الی قریۃ بحر اور ملتقط کو جائز ہی اُسکا لیجانا جہان چاہے اور لائق ہی اُسکا روکنا شہر کے لیجانے سے گانون کیطرف کذا فی البحر اسواسطے کہ گانون مین اُسکی
خو بگڑ جائیگی **ولا ینفذ للملتقط علیه نکاح وبیع وکذا اجارۃ فی الاصح** لانه الولایة علیه فی ماله ونفسه للسلطان لحدیث السلطان ولی من لا ولی له اور لقیط پر نکاح اور
بیع ملتقط کی نافذ نہین اور اسیطرح اُسکا اجارہ نافذ نہین قول اصح مین اسواسطے کہ لقیط پر حکومت اُسکے مال اور جان مین سلطان کیواسطے ہی بسبب اس حدیث کے کہ بادشاہ
اُسکا ولی ہی جسکا کوئی ولی نہین **فروع مسائل ملحقہ** شارح کے لو باع او کفل او دبر او کاتب او اعتق او وهب وتصدق وسلم ثم اقر انه عبد لزید لا یصدق فی ابطال شی
من ذلک لانه متهم وتمامه فی الخانیة اگر لقیط نے بعد بلوغ کے بیع کی یا ضمانت کی یا اپنے غلام کو مدبر کیا یا مکاتب کیا یا آزاد کیا یا ہبہ کیا یا صدقہ دیا اور قبضہ کرادیا پھر
اقرار کیا کہ وہ شخص زید کا غلام ہی تو اُسکی تصدیق نہ کیجائیگی تصرفات مذکورہ کے ابطال مین اسواسطے کہ وہ اُس اقرار مین متہم ہی اور پورا بیان اسکا خانیہ مین ہی ومجهول النسب کلقیط
اور شخص مجہول النسب لقیط کے مانند ہی طحطاوی نے کہا ظاہر اطلاق اسپر دلالت کرتا ہی کہ لقیط کے جمیع احکام مجہول النسب مین جاری ہین واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم۔

کتاب اللقطہ

یہ کتاب ہی لقطہ کے احکام مین ہی بالفتح وتسکن اسم وضع للمال الملتقط علی لقطہ بضم لام وفتح قاف ہی اور سکون قاف بھی جائز ہی یہ اسم مال ملتقط کیواسطے موضوع ہی کذا فی
شرح العینی وشرعا مال یوجد ضائعا ابن کمال اور اصطلاح شرع مین لقطہ وہ مال ہی جو ضائع پایا جاوے یعنے مال غیر محفوظ جسکا مالک معلوم نہو وفی التاتارخانیة عن المضمرات مال
یوجد ولا یعرف مالکه ولیس بمباح کمال الحربی اور تاتارخانیہ مین مضمرات سے تعریف لقطہ یون ہی کہ جو مال پایا جاوے اور اسکا مالک معلوم نہو اور وہ مباح نہو حربی کے مال کے مانند
وفی المحیط رفع شیء ضائع للحفظ علی الغیر لا التملیک اور محیط مین ہی کہ لقطہ عبارت ہی چیز ضائع کے اُٹھا لینے سے حفاظت کیواسطے غیر شخص پر نہ واسطے تملیک کے م لقطہ شی
مرفوع ہی نہ رفع تو یہان رفع بمعنی مرفوع ہی اور بہتر یہ تھا کہ تملیک کے مقام پر تملک ہوتا کذا فی الطحطاوی وهذا یعم ما علم مالکه کالواقع من السکران وفیه نظر لانه لا لقطة لانه یعرف
بل یرد علی مالکه اور یہ تعریف محیط کی اُس مال کو بھی شامل ہی جسکا مالک معلوم ہو جیسا کہ گری چیز مست سے اور اس تعمیم مین خلل ہی کہ مست کی گری چیز امانت ہی لقطہ نہین اسواسطے
کہ وہ پہچوائی نہین جاتی بلکہ اُسکے مالک کو دیجائیگی ندبت فعها لمالکها ان امن علی نفسه تعریفها والا فالترک اولی افتادہ چیز کا اُٹھا لینا اُسکے مالک کیواسطے افضل ہی
اگر اعتماد ہو اپنی ذات پر اُسکی تعریف کرنے کا اور اگر اعتماد نہو یعنی شک واقع ہو تعریف اور عدم تعریف مین تو اُسکا ترک بہتر ہی وفی البدائع وان اخذها لنفسه حرم لانها
کالغصب اور بدائع مین ہی اور اگر لقطہ کو اپنے واسطے لیگا تو حرام ہی اسواسطے کہ وہ غصب کرنے کے برابر ہی ووجب ای فرض فتح وغیرہ عند خوف ضیاعها کما مر
لان للمال المسلم حرمة کما لنفسه فلو ترکها حتی ضاعت اثم وهل یضمن ظاهر کلام النهر لا وظاهر کلام المصنف نعم لما فی البحر فیه حمار یاکل حنطة انسان فلم یمنعه حتی اکل قال فی البدائع الصحیح
انه یضمن انتهی اور واجب ہی اُسکا اُٹھا لینا یعنے فرض ہی کذا فی الفتح وغیرہ اُسکے ضائع ہونے کے خوف کیوقت چنانچہ کتاب اللقیط مین مذکور ہو چکا اسواسطے کہ مسلمان کے مال
کیواسطے حرمت ہی جیسے اُسکی جان کی حرمت ہی سو اگر اُسنے چھوڑا یہانتک کہ وہ مال ضائع ہوگیا تو وہ گنہگار ہوگا اور کیا اُسپر ضمان لازم آویگا یا نہین ظاہر کلام نہر الفائق
یہ ہی کہ ضمان نہین اور ظاہر کلام مصنف کا اُسکی شرح مین یہ ہی کہ ہان اُسپر ضمان ہی اسواسطے کہ بحر فیہ مین ہی کہ ایک گدھا کسی انسان کے گیہون کھاتا ہی سو اُسنے اُسکو نہ روکا
یہانتک کہ وہ کھا گیا بدائع مین کہا قول صحیح یہ ہی کہ وہ ضمان دیگا انتہی م معتمد علیہ نہر الفائق کا قول ہی یعنی عدم ضمان چنانچہ فتح القدیر کی آیندہ روایت اُسکی مؤید ہی
اور مسئلہ حمار مین اتلاف مشاہد اور محقق ہی بخلاف ترک لقطہ کہ یہان اتلاف غیر مشاہد اور غیر محقق ہی اسواسطے کہ ممکن ہی کہ لقطہ ایسے شخص کے ہاتھ مین آوے جو اُس سے زیادہ قرابت والا ہی
کذا فی الطحطاوی وفی الفتح وغیرہ لو رفعها ثم ردها الی مکانها لم یضمن فی ظاهر الروایة اور فتح القدیر وغیرہ مین ہی کہ اگر لقطہ اُٹھایا پھر وہین رکھدیا تو ضامن نہوگا ظاہر الروایہ مین
م او مقابل ظاہر الروایہ کے قول بالضمان ہی وصح التقاط صبی وعبد لا مجنون ومدهوش ومعتوه وسکران لعدم الحفظ منهم اور صحیح ہی لقطہ اُٹھانا صغیر اور غلام کا نہ مجنون اور مدہوش اور
غافل اور مست کا بسبب نہونے حفاظت کے اُنسے م جب صغیر اور غلام لقطہ اُٹھاویگا تو تعریف ولی اور مولی پر لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی فان اشهد علیه بانه اخذه لیرده

علی ربہ ویکفیہ ان یقول من سمعتموہ ینشد لقطۃ فدلوہ علیّ سوا اگر اُسنے لقطہ لینے پر شاہد کیا اسطرح کہ اُسنے لقطہ لیا ہی تا اُسکو پھیر دے اُسکے مالک کو اور شاہد کرنے کے
واسطے اتنا کہنا بھی کافی ہو کہ جسکو تم سنو کہ لقطہ تلاش کرتا ہو تو اُسکو میرے پاس بھیج دیجیو وعرف ای نادی علیہا حیث وجدہا وفی المجامع اور تعریف کرتا رہا یعنی
اُسپر پکارتا رہا جہان اُسکو پایا اور مجامع ناس مین یعنی مساجد کے ابواب اور بازارون اور رستون مین یون پکارتا رہا کہ مینے کسی کی چیز پائی ہی جو اُسکے مالک کو نہین جانتا
تو اُسکا مالک میرے پاس آوے اور اُسکا پتا بتاوے کذا فی الفتح اور اگر اُسکی تعریف سے عاجز ہو تو دوسرے شخص کو دیوے کہ وہ تعریف کرے کذا فی التاتارخانیۃ الی ان علم ان صاحبہا لا یطلبہا
او انہا تفسد ان بقیت کالاطعمۃ والثمار یعنی یہان تک پکارتا رہے کہ معلوم ہو جاوے کہ اُسکا مالک اب تلاش نکرتا ہوگا یہانتک کہ لقطہ سڑ جائیگا اگر باقی رکھا جاوے جیسے کھانے کی
پختہ چیزین یا پھل میوے علم سے مراد ظن غالب ہی عدم طلب کا یہی قول مفتی بہ ہی کذا فی المضمرات اور ظاہر الروایۃ مین ایک سال کی تعریف ہی مطلقا کذا فی المبسوط پھر تقدیر سال مین
اقوال ہین کہ ہر جمعہ مین یا ہر مہینے یا ہر ششماہی مین تعریف کرے اور تلاش کی قید سے معلوم ہوا کہ جو چیز لائق طلب نہو جیسے کھجور کی افتادہ گٹھلیان یا انار کے چھلکے تو اُسکے فائدہ
لینا بلا تعریف جائز ہی لیکن مالک کی ملک اُس سے زائل نہین ہوتی اسواسطے کہ تملیک مجہول سے صحیح نہین مگر جب پھینکنے کے وقت قوم متعین سے کہا جو اٹھاوے وہ مالک ہی اور حکم
ہی التقاط سنابل متفرقہ کانہ مجتمعۃ کاکذا فی الطحطاوی وکانت امانۃ لم تضمن بلا تعد لشرط اشہاد اور تعریف مذکور کے لقطہ ملتقط کے ہاتھ مین امانت ہوگا یعنے بعد تعدی لائق
ضمان کے نہین فلو لم یشہد مع التمکن منہ او لم یعرفہا ضمن ان انکر ربہا اخذہ للرد وقبل الثانی قولہ بیمینہ وبہ ناخذ حاوی واقرہ المصنف وغیرہ سوا اگر ملتقط نے کسیکو گواہ نکیا
باوجود اُسکے قادر ہونے کے یا اُسنے تعریف نکی تو ضامن ہوگا اگر اُسکا مالک انکار کرتا ہو پھیر دینے کی نیت سے لینے کو اور قبول کیا ہی ابو یوسف نے قول ملتقط کا اُسکی قسم
کے ساتھ اور اسی قول کو ہم لیتے ہین یعنی یہی مفتی بہ ہی کذا فی الحاوی اور ثابت رکھا اُسکو مصنف رحنے م قول اصح مین محمد بھی ابو یوسف کے ساتھ ہین کذا فی الینابیع
تو اب صاحبین کے قول پر فتوی ہوا ولو من الحرم او قلیلا او کثیرۃ فلا فرق بین مکان ومکان ولقطۃ ولقطۃ اگرچہ لقطہ حرم کا ہو یا کم یا زیادہ ہو تو کچھ فرق نہین
درمیان ایک مکان کے دوسرے مکان سے اور نہ ایک لقطہ کا دوسرے لقطہ سے م لقطہ حل اور حرم کی تعریف مین کچھ فرق نہین امام اعظم اور مالک اور شافعی اور احمد کا ایک قول
مین اور دوسرا قول امام شافعی کا یہ ہی کہ ہمیشہ تعریف کرتا رہے یہانتک کہ مالک اُسکا پیدا ہو اسواسطے کہ صحیحین مین بروایت ابو ہریرہ حدیث مرفوع مین وارد ہی کہ لا تحل
ساقطتہا الا لمنشد یعنی حلال نہین لقطہ مکہ کا مگر معرف کیواسطے اور اسمین تعریف کی قید نہین تو دوام ثابت ہوا اُسکا جواب یہ ہی کہ مطلب حدیث کا یہ ہی کہ التقاط حلال نہین
مگر معرف کو اور اپنے واسطے لینا حلال نہین اور تخصیص مکہ واسطے رفع اس وہم کے ہی کہ کوئی وہان کی تعریف کو ساقط سمجھے اس سبب سے کہ ظاہرا وہ چیز مسافرون کی ہی
جو متفرق ہوگئے تو اب تعریف سے کیا فائدہ کذا فی الفتح اور اسیطرح لقطہ قلیلہ اور کثیرہ کی تعریف مین کچھ فرق نہین قول معتمد مین اور غیر معتمد یہ قول ہی کہ دو سو درم
یا زیادہ کی سال بھر تعریف چاہیے اور دس درم سے زیادہ کی دو سو تک ایک مہینہ اور دس درم کی سات دن اور تین درم کی تین دن اور ایک درم کی ایک دن تعریف چاہیے
کذا فی الطحطاوی فینتفع الرافع بہا لو فقیرا والا تصدق بہا علی فقیر ولو علی اصلہ وفرعہ وعرسہ الا اذا عرف انہا لذمی فانہا توضع فی بیت المال تاتارخانیۃ پھر بعد
تعریف کے اُٹھانے والا منتفع ہو لقطہ سے اگر وہ محتاج ہو اور اگر محتاج نہو تو اُسکو فقیر پر تصدق کرے اگرچہ فقیر اُسکی اصل اور فرع اور زوجہ ہو مگر جبکہ معلوم ہو جاوے کہ لقطہ ذمی کا
ہی تو وہ بیت المال مین رکھا جائیگا کذا فی التاتارخانیۃ وفی القنیۃ لو رجی وجود المالک وجب الایصاء اور قنیہ مین ہی کہ اگر وجود مالک کی امید ہو تو اُسکی وصیت کر جانا واجب ہی ورنہ
واجب نہین کذا فی البحر فان جاء مالکہا بعد التصدق خیر بین اجازۃ فعلہ ولو بعد ہلاکہا ولہ ثوابہا پھر اگر اُسکا مالک آیا تصدق کرنے کے بعد تو وہ مختار ہی اُسکے تصدق
کے جائز رکھنے مین اگرچہ بعد ہلاکی لقطہ کے اجازت واقع ہو اور اُسی مالک کو اُسکے تصدق کا ثواب ہوگا او تضمینہ والظاہر انہ لیس للوصی والاب اجازتہا نہر
یا مالک مختار ہی ضمان لینے مین ظاہر یہ ہی کہ مالک صغیر کے وصی اور باپ کو اجازت تصدق کا اختیار نہین وفی الوہبانیۃ الصبی کبالغ فیضمن ان لم یشہد ثم لابیہ او وصیہ
التصدق وضمانہ فی مالہما لا مال الصغیر اور وہبانیہ مین ہی کہ صغیر بالغ کے برابر ہی تو ضمان اسپر لازم آویگا اگر اُسنے اٹھانے کے وقت شاہد نہ کیا ہو پھر اُسکے باپ یا وصی
کو تصدق کرنا اور لقطہ کا ضمان دینا جائز ہی اپنے مال سے نہ صغیر کے مال سے ولو تصدق بہا بامر القاضی فی الاصح کما لہ ان یغرم القاضی او الامام لو فعل ذلک

لانہ تصدق بمال الغیر بغیر اذنہ ذخیرہ ملتقط پر ضمان لازم ہی اگرچہ اُسنے یا مر قاضی تصدق کیا ہو چنانچہ اُسکو اختیار ہی کہ قاضی یا بادشاہ سے ضمان لے اگر قاضی یا امام
نے بھی تصدق کیا ہو اسواسطے کہ یہ خیرات کرنا ہی غیر کے مال میں بغیر اُسکے اذن کے کذا فی الذخیرہ او تضمن المسکین ایہما ضمن لا یرجع به علی صاحبہ یا ضمان لے مالک
اُس فقیر سے جسنے اُسکا مال خیرات میں پایا اور دونوں میں جس سے ضمان لے وہ دوسرے سے نہ پھیرے ولو بعینہ قائمۃ اخذہا من الفقیر اور اگر وہ چیز قائم اور موجود ہو تو اُسکو
فقیر سے لے ولا شیئ للملتقط من المال او بہیمۃ او ضال من الحبل جعلا الا بالشرط کمن ردہ فلہ کذا فعلیہ اجر مثلہ تاتارخانیہ کاجارۃ فاسدۃ اور مال یا جانور یا صغیر گم شدہ کے
ملتقط کیواسطے کچھ مال عوض التقاط کے ہرگز نہیں مگر اس شرط سے چنانچہ مالک نے کہا کہ جو اُسکو لاوے اُسکے واسطے اتنا مال ہی تو اُسکو اجرت مثل ملیگی کذا فی تاتارخانیہ
جیسے اجارہ فاسدہ میں اجرت مثل ملتی ہی وندب التقاط البہیمۃ الضالۃ وتعریفہا مالم یخف ضیاعہا فیجب وکرہ لو معہا ما تدفع به عن نفسہا کالقرن للبقر وکدم للابل تاتارخانیہ اور
بھولے بھٹکے جانور کا التقاط اور تعریف مستحب ہی جبتک اُسکے ضائع ہونے کا خوف نہو پھر اگر خوف ہو تو التقاط واجب ہی اور التقاط مکروہ ہی اگر جانور کے ساتھ وہ چیز ہو جس سے
وہ اپنی جان بچاسکے غیر کو ہٹا کر جیسے سینگ گاے بیل کے اور دانت سے کاٹنا اونٹ کیواسطے کذا فی التاتارخانیہ ثم قاموس میں ہی کہ بہیمہ وہ جانور ہی جسکے چار پاؤں ہوں اگرچہ
پانی میں رہتا ہو یا ہر جانور بے تمیز کا نام بہیمہ ہی تو موجب تفسیر ثانی کے دواب اور طیور اور اونٹ اور بیل اور بھیڑ بکری اور مرغی اور بالو کبوتر کو لقطہ بہیمہ شامل ہی اور یہ جو
حدیث صحیح میں خذہا بہیمہ سے نہی وارد ہی اُسکا جواب مبسوطین یوں پایا ہی کہ یہ حکم تھا بسبب غلبہ اہل صلاح کے اور ہمارے زمانے میں تو اہل فساد اور اہل طمع کا غلبہ ہی ہرگز اطمینان نہیں
کہ اہل خیانت اُسکو چھوڑ دیں تا مالک پاجائے تو اب اُسکا التقاط ہی افضل ہی تا موس کا مال محفوظ رہے ولو کان التقاطہا فی الصحراء ان ظن انہا ضالۃ حاوی اگرچہ التقاط بہیمہ
جنگل میں واقع ہو لیکن اُسکی گمشدگی کا ظن غالب ہو کذا فی الحاوی وہو فی الانفاق علی اللقیط واللقطۃ متبرع لقصور ولایتہ اور ملتقط لقیط اور لقطہ پر صرف
کرنے میں احسان کا کرنے والا ہی بسبب اپنے قصور ولایت کے یعنی صرف کا تقاضا مالک سے نہیں کر سکتا جیسے غیر کا دین ادا کرنا بدون اُسکے امر کے کذا فی البحر الا اذا قال له
قاض انفق لترجع فلو لم یذکر الرجوع لم یکن دینا فی الاصح او یصدقہ اللقیط بعد بلوغہ کذا فی المجمع ای یصدقہ علی ان القاضی قال له ذلک لالزامہ ابن ملک مگر اُسوقت
صرف مذکور دین ہوگا جبکہ ملتقط سے کسی قاضی نے کہا کہ خرچ کر تا پھیر لیجیو سو اگر قاضی پھیر لینے کو نہ مذکور کرے تو اسکے مالک پر دین نہوگا قول اصح میں یا اُسوقت دین ہوگا جبکہ لقیط
ملتقط کی تصدیق کرے اپنے بالغ ہونے کے بعد کذا فی المجمع یعنی لقیط اُسکی اسپر تصدیق کرے کہ قاضی نے اُسے پھیر لینے کو کہا ہی اور اُسکا وہ مطلب نہیں جسکو ابن ملک نے گمان
کیا ہی کذا فی النہر ابن ملک شارح مجمع نے تصدیق لقیط کا یہ مطلب سمجھا ہی کہ جب قاضی نے انفاق کا حکم نہ کیا اور ملتقط نے دعوی کیا کہ قاضی نے حکم کیا ہی اور لقیط نے اُسکی تصدیق کی
تو اُسکو پھیر لینے کا اختیار ہی کذا فی الطحطاوی ثم المدیون رب اللقطۃ وابو اللقیط او سیدہ او ہو بعد بلوغہ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ در صورت رجوع مدیون لقطہ کا مالک ہی اور لقیط کا باپ
یا اُسکا مولی یا خود لقیط بعد بالغ ہونے اپنے کے وان کان لہا نفع اجرہا باذن الحاکم وانفق علیہا منہ کالضال بخلاف الآبق ویجیء فی بابہ اور اگر لقطہ جانور لائق ہو انتفاع
کے جیسے گم ہوا گھوڑا اور اونٹ تو اُسکو اجارہ دے ملتقط حاکم کے اذن سے اور اسپر صرف کرے اُسکی اجرت سے بخلاف غلام گریختہ کے کہ اُسکا اجارہ صحیح نہیں اُسکے بھاگ جانے
کے خوف سے اور یہ عنقریب آتا ہی باب الآبق میں وان لم یکن نفع باعہا القاضی وحفظ ثمنہا ولو الانفاق اصلح امر به لان ولایتہ نظریۃ اختیار فلو لم یکن
ثمہ نظر لم ینفذ امرہ بہ فتح بحثا اور اگر جانور میں نفع لائق اجارہ کے نہو چنانچہ بھیڑ بکری میں تو قاضی اُسکو بیچ ڈالے اور اُسکی قیمت رکھ چھوڑے اور اگر خرچ کرنا اسپر بہتر ہو
مالک کیواسطے تو قاضی ملتقط کو خرچ کرنے کا امر کرے دو تین دن تک بامید ظہور مالک کذا فی البحر عن الہدایہ اسواسطے کہ قاضی کی ولایت نظری ہی یعنی تامل مصلحت کے واسطے
ہی سو اگر وہاں تامل میں مصلحت نہو تو اُسکا امر بالاتفاق نافذ نہیں کذا فی الفتح بحثا ولہ منعہا من ربہا لیأخذ النفقۃ فان ہلکت بعد حبسہ سقطت وقبلہ لا اور ملتقط
کو جائز ہی کہ نہ دیا لقطہ کا مالک کو نفقہ لینے کے واسطے پھر اگر لقطہ ہلاک ہوگیا بعد حبس ملتقط کے تو نفقہ ساقط ہوگیا اور قبل حبس کے ہلاکی سے ساقط نہیں ولا یدفعہا
الی مدعیہا جبر علیہ بلا بینۃ اور ملتقط لقطہ نہ دے اُسکے مدعی کو زبردستی بدون گواہی کے لینے در صورت تصدیق ملتقط کو دینے کا اختیار ہی فان بین علامتہ
حل الدفع بلا جبر وکذا یحل ان صدقہ مطلقا من اولا ولہ اخذ کفیل الامع البینۃ فی الاصح نہایۃ پھر اگر مدعی نے کوئی علامت لقطہ کی بیان کی اور موافق پڑی

تو دینا جائز ہی بلا جبر اور اسیطرح جائز ہی دینا اگر ملتقط نے مدعی کی تصدیق مطلقاً کی خواہ اُسکی علامت بیان کی ہو یا نہ بیان کی ہو اور جائز ہی ملتقط کو ضامن لینا مدعی سے مگر گواہی کے ساتھ جائز نہین قول اصح مین کذا فی النہایۃ التقط لقطۃ فضاعت منہ ثم وجدہا فی ید غیرہ فلا خصومۃ بینہما بخلاف الودیعۃ مجتبے و نوازل لکن فی السراج الصحیح ان لہ خصومۃ لان یدہ احق ایک شخص نے لقطہ اُٹھایا سو ضائع ہو گیا اُسکے پاس سے پھر اُسکو پایا غیر کے ہاتھ مین تو دونون مین خصومت نہین یعنی ملتقط اول کو مطالبہ نہین بخلاف ودیعت کے کذا فی المجتبی و النوازل لیکن سراج مین صحیح قول یہ ہی کہ اُسکو خصومت کرنا درست ہی اسواسطے کہ اُسکا ہاتھ زیادہ تر حقدار ہی بسبب سبقت کے علیہ دیون و مظالم جہل اربابہا و ایس من علیہ ذلک من معرفتہم فعلیہ التصدق بقدرہا من مالہ وان استغرقت جمیع مالہ ہذا مذہب اصحابنا لا نعلم بینہم خلافا لکن فی یدہ عروض لا یعلم مستحقیہا اعتبارا للدیون بالاعیان ایک شخص پر ایسے دیون اور مظالم ہین جنکے لوگ معلوم نہین اور جسپر دیون اور مظالم ہین وہ اُنکی پہچان سے نا اُمید ہو گیا تو اُسپر تصدق واجب ہی اُسکے برابر اپنے خاص مال سے اگرچہ اُسکا تمام مال اُسمین کھپ جائے یہ مذہب ہی ہمارے اصحاب کا اسمین اُنکا اختلاف ہمکو معلوم نہین چنانچہ جسکے ہاتھ مین ایسے اجناس اور اسباب ہین جنکے مستحق معلوم نہین تو اُسپر تصدق واجب ہی دیون کا اعتبار اجناس سے کرکے مظالم یعنی سرقہ اور غصب اگر اصحاب دیون اور مظالم یا اُنکے وارث معلوم ہوجاتے تو بری الذمہ نہو گا دنیا و آخرت مین بدون اُنکے دینے کے اور اسیطرح اگر اُنکی معرفت کی توقع ہو تو تصدق جائز نہین اور تصدق سے یہ مراد نہین کہ اُنکے تصدق کا ثواب اُنکے اصحاب کے ہوگا اسواسطے کہ تصدق کیواسطے اُنکا اذن ثابت نہین بلکہ مراد یہ ہی کہ تصدق خدا کے نزدیک نیکی ہی حق تعالے سے اُمید ہی کہ اُنکے مخاصمین کو بسبب اُسکے راضی کریگا کذا فی الطحطاوی و متی فعل ذلک سقط عنہ المطالبۃ من اصحاب الدیون فی العقبی مجتبے اور جبکہ یہ تصدق کریگا تو اُسپر سے مطالبہ اصحاب دیون کا آخرت مین ساقط ہوگا کذا فی المجتبی طحطاوی نے کہا شاید اسکی وجہ و اللہ اعلم یہ ہی کہ دیون اور مظالم مذکور مال ضائع کے مانند ہین اور فقرا اُسکے مصرف ہین حالت یہ معلوم ہونے مستحقین کے اور اداے دین مین حق تعالے کو اُسکی صدق نیت معلوم ہی اور توبہ سے ارتکاب ظلم کا گناہ ساقط ہوگا و اللہ تعالے اعلم و فی العمدۃ وجد لقطۃ وعرفہا و لم یر ربہا فانتفع بہا للفقرۃ ثم ایسر یجب علیہ ان یتصدق بمثلہ اور عمدہ مین ہی کہ ایک شخص نے پایا لقطہ اور اُسکی تعریف کی اور اُسکے مالک کو نہ دیکھا سو اُس سے منتفع ہوا اپنی محتاجی کے سبب سے پھر تقدور اُسکو ہوا تو واجب ہی اُسپر خیرات کرنا اُسکے مانند یعنی بعوض اُسکے مات فی البادیۃ جاز لرفیقہ بیع متاعہ و مرکبہ و حمل ثمنہ الی اہلہ ایک شخص مرگیا جنگل مین تو اُسکے رفیق کو اُسکے اسباب اور سواری کا بیچنا اور قیمت اُسکی اُسکے لوگون کو پہونچانا جائز ہی مضمر یعنی بشرطیکہ جنگل بعید ہو وطن سے والا یعنی اُسکا اسباب پہونچانا چاہیے حطب وجد فی الماء ان لہ قیمۃ فلقطۃ و الا فحلال لآخذہ کسائر المباحات الاصلیۃ در اور لکڑی پانی مین پائی اگر وہ قیمت والی ہی تو وہ لقطہ ہی اور اگر قیمتی نہین تو اُسکے لینے والے کو حلال ہی چنانچہ باقی مباحات اصلیہ کا لینا حلال ہی کذا فی الدرر و فی الحاوی غریب مات فی بیت انسان لم یعرف وارثہ فترکتہ کلقطۃ مالم یکن کثیرا فلبیت المال بعد التفحص عن ورثتہ سنین فان لم یجدہم فلہ لو مصرفا اور حاوی مین ہی کہ مسافر مرگیا ایک انسان کے گھر مین اور وہ اُسکے وارث کو نہین جانتا کہ کہان ہی تو اُسکا متروکہ لقطہ کے مانند ہی حکم مین جبتک زیادہ نہو اور اگر زیادہ ہوگا تو بیت المال کیواسطے ہی بعد تلاش کرنے اُسکے وارثون کے چند سال تک سو اگر وارثون کو نپایا تو وہی انسان اُسکو لے اگر وہ مصرف ہو یعنی فقیر ہو ہم یہ تصریح ہی اُسکی جو لقطہ کی تشبیہ سے مفہوم ہوا محضنۃ ای برج حمام اختلط بہا اہلی لغیرہ لا ینبغی لہ ان یاخذہ و ان اخذہ طلب صاحبہ لیردہ لانہ کاللقطۃ فان فرخ عندہ فان کانت الام غریبۃ لا یتعرض لفرخہا لانہ ملک الغیر فان الام لصاحب المحضنۃ و الغریب ذکر فالفرخ لہ و لو لم یعلم ان برجہ غریبا لا شئ علیہ ان شاء اللہ تعالے کبوترون کا برج ہی یعنی اُنکے رہنے کا مکان ہی جسمین غیر کے پالو کبوتر رل مل گئے تو لائق نہین صاحب مکان کو اُسکا لینا اور اگر لے تو واسطے تعریف کے اُسکے مالک کو طلب کرے تا اُسکو پھیر دے اسواسطے کہ وہ لقطہ کے مانند ہی سو اگر غیر کے کبوتر نے بچہ دیا سو اگر مال مسافر ہو تو مالک مکان اُس سے معترض نہو کہ غیر کی ملک ہی اسواسطے کہ جانور کا بچہ مان کا تابع ہوتا ہی اور کبوتری اگر صاحب مکان کی ہی اور کبوتر مسافر تو بچہ مکان والے کا ہی اور اگر اُسکو معلوم نہین کہ اُسکے برج مین غیر کا مسافر کبوتر ہی تو اُسپر کچھ گناہ نہین ان شاء اللہ تعالے قلت و اذا لم یعلم مالک الفرخ فان فقیرا اکلہ و ان غنیا تصدق بہ ثم اشتراہ و ہکذا کان یفعل الامام الحلوانی ظہیریۃ مین کہتا ہون اور جب مکان والا مالک بچہ نہو تو اگر وہ فقیر ہو تو اُسکو کھائے اور اگر غنی ہو تو محتاج کو تصدق کرے پھر اُس سے خرید کرے اور شمس الائمہ سرخسی نے کہا اسی طرح ہمارے استاد شمس الائمہ حلوانی کیا کرتے تھے

کذا فی المنح عن الظہیریۃ وفی الوہبانیۃ مر بثمار تحت اشجار فی غیر امصار لا باس بالتناول ما لم یعلم النہی صریحا او دلالۃ وعلیہ الاعتماد اور وہبانیہ میں ہی کہ ایک شخص
پھلوں پر ہو کر نکلا جو درختوں کے نیچے پڑے ہیں شہروں کے سوا دیہات میں تو اُنکے کھانے کا کچھ مضائقہ نہیں جبتک نہی صریحًا یا دلالۃً معلوم نہو اور اسی قول پر اعتماد ہی دوم
شرح وہبانیہ میں ہی کہ ایک شخص درختوں کے نیچے پڑے پھلوں پر ہو کر نکلا تو اگر وہ شہر ہی تو اُسکا کھانا درست نہیں مگر اس شرط سے کہ معلوم ہو جائے کہ اُسکے مالک
نے مباح کر دیا ہی خواہ تصریح اباحت ثابت ہو یا دلالت حال سے اسواسطے کہ شہر میں مباح کر دینے کی عادت نہیں اور اگر باغ میں ایسے پھل ہوں جو سالہا سال باقی رہتے
ہیں اور سڑتے نہیں جیسے اخروٹ اور بادام تو اُسکا لینا جائز نہیں جبتک اُنکا مالک نہ معلوم ہو اور اگر ایسے پھل ہوں جو مدت تک باقی نہیں رہ سکتے تو اُسمیں اختلاف ہی
بعضوں نے کہا کہ بدون ثبوت اباحت لینا جائز نہیں اور بعضوں نے کہا کچھ مضائقہ نہیں جبکہ صراحۃً یا دلالۃً یا عادۃً نہی نہ معلوم ہو اور اسی قول پر اعتماد ہی اور اگر دیہات اور قریات
میں تم اگر پھل باقی رہنے والے میں تو اُنکا لینا بدون دریافت اذن مالک کے جائز نہیں اور اگر ایسے ہوں جو باقی نہیں رہتے جلد سڑ جاتے ہیں تو یہ قول بالاتفاق ہی کہ اُسکا لینا
درست ہی جبتک نہی نہ معلوم ہو اور اگر پھل درخت پر ہیں تو شہر اور گانوں میں کہیں لینا درست نہیں بلا اذن مالک کے مگر یہ کہ موضع کثیر الثمار ہو اور معلوم ہو کہ ایسی جگہ
بخل نہیں کرتے ہیں تو اُسکو کھانا درست ہی لیکن لادنا جائز نہیں انتہی ملخصا کہا طحطاوی نے کہ اب تونے جانا کہ شارح کا کلام مجمل ہی اور تفصیل یہ ہی جو مصنف کو کی
وقیہا سہ واخذک تفاحا من النہر جاریا ٭ یجوز وکمثری وفی الجوز ینکر ٭ اور وہبانیہ میں ہی اور سیب اور امرود کو تیر الینا جاری نہر سے جائز ہی اور اخروٹ میں لینا
جائز نہیں ہم نہر جاری کی قید اتفاقی ہی اسواسطے کہ ہر پانی کا یہی حکم ہی سیب اور امرود کا لینا بسبب جلد بگڑ جانے کے جائز ہی اور اخروٹ کا نہ لینا بسبب نہ
سڑنے کے اور مالک کیواسطے لے رکھنا درست ہی اگر قیمتی ہو والا اپنے واسطے بھی لینا جائز ہی کذا فی الحلبی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الآبق

کتاب الآبق

یہ کتاب ہی آبق یعنے غلام گریختہ کے احکام میں مناسبتہ عرضیتہ التلف والزوال کتاب الآبق کی مناسبت کتاب اللقطہ وغیرہ سے عارض ہونا تلف اور زوال کا
ہی لیکن لقیط اور لقطہ میں عروض تلف باعتبار ذات کے ہی اور آبق میں باعتبار انتفاع مولی کے ہی نہ باعتبار اُسکی ذات کے والاباق انطلاق الرقیق تمردا انکرہ
عرفہ ابن کمال لیدخل الہارب من موجرہ ومستعیرہ ومودعہ ووصیہ اور اباق عبارت ہی لونڈی غلام کے چلے جانے سے ازراہ شرارت اور سرکشی کے یہی تعریف
کی ہی ابن کمال نے اباق کی تاکہ داخل ہی آبق کی التعریف میں وہ غلام جو بھاگ گیا مولی کے مستاجر اور عاریت مانگنے والے اور امانتدار اور اُسکے وصی کے پاس سے
م موجر بفتح جیم مستاجر ہی اور مودع بفتح دال ہی کذا فی الحلبی اور وصی عام ہی میت کیطرف سے ہو یا قاضی کیطرف سے اخذہ فرض ان خاف ضیاعہ غلام گریختہ کا پکڑ لینا فرض
ہی اگر خوف ہو اُسکے ضائع ہونے کا یعنی مولی کے پاس پہونچنے کا اسواسطے کہ پکڑ رکھنے میں مال مسلم کا قائم رکھنا ہی ویحرم اخذہ لنفسہ اور حرام ہی اُسکا پکڑ لینا اپنی
ذات کیواسطے ویندب اخذہ ان قوی علیہ والا فلا ندب لما فی البدائع حکم اخذہ کلقطۃ اور اُسکا پکڑ لینا مستحب ہی اگر وہ شخص گرفتار کرنے پر قادر ہو یعنی اُسکے حفظ پر
تا ایصال مولی قادر ہو اور اگر عاجز ہو تو مستحب نہیں اسواسطے کہ بدائع میں ہی کہ اُسکی گرفتاری کا حکم لقطہ کے مانند ہی فان ادعاہ آخر دفعہ الیہ ان برہن واستوثق منہ
بکفیل ان شاء لجواز ان یدعیہ آخر ویحلفہ الحاکم ایضا باللہ ما اخرجہ عن ملکہ بوجہ پھر اگر غلام گریختہ کا دوسرے شخص نے دعوی کیا تو اُسکو دے اگر اُسنے گواہی سے اپنا دعوی ثابت
کیا اور اُس سے ضامن لے اگر چاہے بسبب جواز اس بات کے کہ شاید اُسکا دوسرا مدعی ہو اور حاکم بھی اُس سے خدا کی یوں قسم لے کہ اُسنے غلام کو اپنی ملک سے کسی وجہ سے خارج نہیں کیا
نہ بیع سے نہ ہبہ سے ہم یہ مسئلہ اُن مسائل میں سے ہی جنمیں گواہی اور قسم مجتمع ہوئی اسواسطے کہ ایک کا مقصود دوسرے کے مقصود کے مغائر ہی کذا فی الطحطاوی یعنی گواہی سے اثبات ملک مقصود ہی اور
قسم سے ابقاء ملک وان لم یبرہن عطف علی ان برہن واقر العبد انہ عبدہ او ذکر المولی علامتہ وحلیتہ دفع الیہ بکفیل اور اگر مدعی گواہ نہ لایا اور غلام نے اقرار کیا
کہ یہ اُسکا غلام ہی یا مولی نے اُسکی علامت یا اُسکی صورت شکل مطابق واقع بیان کی تو اُسکو دے ضامن لیکر شارح نے کہا وان لم یبرہن عطف ہی برہن پر تاکوئی اُسکو ان متعلق
سمجھے طحطاوی نے علامہ نوح سے نقل کیا کہ درصورت بینہ دفع واجب ہی اور درصورت اقرار اور ذکر علامت واجب نہیں فان انکر المولی اباقہ مخافۃ جعلہ حلف الان

بیرہن علی اباقہ او علی اقرار المولی بذلک زیلعی سو اگر مولی اُسکے بھاگنے کا منکر ہو محنتانہ دینے کے خوف سے تو خدا کی قسم کھائے کہ وہ نہیں بھاگا مگر یہ کہ گرفتار کرنے والا
گواہ لاوے اُسکے بھاگنے پر یا مولی کے بھاگ جانے کے اقرار پر تو اب قسم معتبر نہوگی کذا فی الزیلعی **فان طالت المدۃ** ای مدۃ المجی **باعہ القاضی و لو علم مکانہ** لئلا یتضرر
المولی بکثرۃ النفقۃ سو اگر مولی کے آنے کی مدت دراز ہو جاوے تو قاضی اُسکو بیچ ڈالے اگرچہ اُسکا مکان جانتا ہو تا مولی کا ضرر نہو کثرت خرچ سے **وحفظ ثمنہ لصاحبہ**
و امسک من ثمنہ ما انفق علیہ منہ اور قاضی اُسکی قیمت کو اُسکے مالک کیواسطے محفوظ رکھے اور رکھ لے اُسکی قیمت سے جو خرچ ہوا اُسپر یعنی اگر بیت المال سے اسپر خرچ ہوا تو
اتنا اُسکی قیمت سے بیت المال میں رکھدے طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح ثمنہ کے لفظ کو نہ لاتا اسواسطے کہ مصنف کا قول یعنی منہ مغنی ہے **وان جاء المولی بعدہ و برہن او علم دفع باقی ثمنہ**
الیہ اور اگر مولی بعد بیع کے آیا اور گواہی سے اپنی ملک ثابت کی یا علامت بیان کری تو باقی قیمت اُسکو دیجاوے حلبی نے کہا علم تشدید لام ہے یعنی علامت اور حلیہ کو کہا طحطاوی
نے کہا قاموس سے یہی مطلب بہ تخفیف ثابت ہوتا ہے **ولا یملک المولی نقض بیعہ** ای بیع القاضی لانہ بامر الشرع لحکمہ لا ینقض اور مالک نہیں مولی اُسکے بیع کے توڑنے کا
اسواسطے کہ بیع قاضی بامر شرع قاضی کے حکم کے مانند نہیں ٹوٹتی قلت لکن رایت فی معروضات المرحوم ابی السعود مفتی الروم انہ صدر امر السلطان بمنع القضاۃ عن اعطاء الاذن
ببیع عبید العسکریۃ وحینئذ فلا یصح بیع عبید السباہیۃ فلہم اخذہا من مشتریہا و یرجع المشتری بثمنہ علی البائع واما فی عبید الرعایا فکذلک اذا کان بغبن فاحش والا فلو اعطی الرعایا
الثمن و بذلک ورد الامر ایضا انتہی بالمعنی فلیحفظ فانہ مہم میں کہتا ہوں میں نے دیکھا ابو سعود مرحوم مفتی روم کے معروضات میں کہ صادر ہوا حکم سلطان روم کا قاضیوں
کے منع کرنے میں اہل لشکر کے غلاموں کی بیع کی اجازت دینے سے اور اسوقت میں تو صحیح نہیں سپاہیوں کے گریختہ غلاموں کی بیع تو اُنکو مشتری سے سخت لینا جائز ہے
اور مشتری اُسکی قیمت بائع سے پھیر لے اور رعایا کے غلاموں میں بھی یہی حکم ہے جبکہ بیع صریح نقصان سے ہوئی ہو اور اگر بیع میں خسارا نہوا ہو تو رعایا کو قیمت دیکر لینا
درست ہے اور اسکا بھی حکم سلطانی وارد ہوا ہے انتہی جواب المفتی بالمعنی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ ضروری ہے **و لو زعم المولی تدبیرہ او کتابتہ او استیلادہا لم**
یصدق فی نقضہ الا ان یکون عندہ ولد منہا او یبرہن علی ذلک نہر اور اگر مولی گمان کرے اُسکے مدبر یا مکاتب ہونے کا یا لونڈی کی استیلاد کا تو اُسکی تصدیق نہوگی
نقض بیع میں مگر اُسوقت تصدیق ہوگی کہ مولی کے پاس لونڈی کے پیٹ کا لڑکا ہو یا اس گمان پر گواہ لاوے کذا فی النہر **و اختلف فی الضال** قبل اخذہ افضل
وقیل ترکہ و لو عرف بیتہ فالیصالہ الیہ اولی اور بھولے بھٹکے غلام میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ اُسکا لینا افضل ہے اور بعضوں نے کہا کہ چھوڑنا افضل ہے اور اگر اسکا
گھر جانتا ہو تو اسکا پہونچا دینا بہتر ہے **ابق عبد فجاء بہ رجل وقال لم اجد معہ شیئا من المال صدق ولا شیء علیہ** ایک غلام بھاگا سو اُسکو کوئی مرد پکڑ لایا اور بولا
کہ میں نے اُسکے ساتھ کچھ مال نہیں پایا تو اسکی تصدیق ہوگی اور اسپر کچھ نہیں ہے **و لمن ردہ** خبر لقولہ الاتی اربعون درہما **الیہ من مدۃ سفر فاکثر** و ہو ای الحال
ان الراد و لو صبیا او عبدا لکن الجعل لمولاہ **ممن یستحق الجعل** اور جو پھیر لاوے غلام کو مولی کے پاس سفر کی مدت یا زیادہ سے حالانکہ پھیر لانے والا اُن لوگوں میں سے ہے جو محنتانہ
کے مستحق ہیں اگرچہ پھیر لانے والا صغیر یا غلام ہو لیکن غلام کا محنتانہ اُسکے مولی کا ہے جعل بالضم وجعالہ بالکسر اور جعیلہ بروزن کریمہ عبارت ہے اجر سے لہذا جعل کا ترجمہ محنتانہ
کیا مستحق محنتانہ وہ شخص ہے جسپر محافظت مال مولی واجب نہیں اور جو اُسکا خادم نہو اور جس سے مولی نے استعانت نہیں چاہی شارح نے کہا لمن ردہ کی خبر مصنف کا آئندہ
قول اربعون ہے یہاں ہی قید لگائی لانہ لا جعل للسلطان و شحنۃ و خفیر و وصی یتیم و عائلہ و من استعان بہ و کان فی جدتہ فتحدہ فقال نعم او کان فی عیالہ و ابن احد الزوجین مطلقا زیلعی و شریک
نتف وہبانیۃ و الولوالجیۃ فالمستثنی احد عشر مصنف نے استحقاق اجرت کی قید لگائی اسواسطے کہ محنتانہ نہیں اسواسطے بادشاہ کے اور کوتوال اور معاہد اور یتیم کے وصی کے اور جو اسکے
عیال کے اور جس سے مولی نے مدد چاہی اسطرح پر کہ اگر بھاگے غلام کو پایا تو اُسکو پکڑ لینا سو اُسنے کہا اچھا یا غلام کا پھیر لانے والا مولی کی عیال میں ہو اور احد الزوجین کا بیٹا مطلقاً
عیال میں ہو یا نہو کذا فی الزیلعی اور شریک کیواسطے اجر نہیں کذا فی النتف والوہبانیۃ والولوالجیۃ تو استحقاق اجر سے گیارہ شخص مستثنی ہوے ہم طحطاوی نے کہا کہ غیر مستحقین اجر
اس حساب سے گیارہ ہوے کہ احد الزوجین میں دو صورتیں ہیں یعنی زوجہ کا بیٹا زوج کے غلام کو پھیر لاوے یا زوج کا بیٹا زوجہ کے غلام کو لاوے اور بحر الرائق میں عدم استحقاق کی
صورتوں میں ماں اور باپ کو شمار کیا ہے جبکہ وہ فرزند کی عیال میں ہوں تو یہ دونوں صورتیں شارح کے اس قول میں داخل ہے او کان فی عیالہ **اربعون** فیہما فبطل صلحہ فیما زاد علیہا و لو شرط استعانہ

غلام کے پھیر لانے والے کیواسطے چالیس درم مختانہ ہی اگرچہ شرط نکی ہو مولی نے مختانہ کی بنا بر استحسان کے پھر جب مختانہ چالیس درم ٹھہر گیا تو چالیس سے زیادہ درم میں صلح کرنا باطل ہی اور
قیاس یہ ہی کہ بدون شرط مختانہ نہو لیکن وجہ استحسان صحابہ کرام کا اجماع ہی اصل مختانہ پر اگرچہ اسکی مقدار میں اختلاف ہی لہذا مدت سفر میں چالیس درم مقرر ہوئے اور کمتر میں کمتر
تا جمیع روایات مجتمع ہو جاوین کذا فی الطحاوی عن الحموی لو ردا نہ ولها ولد یعقل الاباق فجعلان نہر بختا اور اگر پھیر لایا لونڈی کو اور اسکا ایک بیٹا ہی جو فرار کے مضمون کو سمجھتا ہی تو دو
مختانے ہیں کذا فی النہر بختا وان لم یعدلها عند الثانی لثبوتہ بالنص فلذا اعول علیہ ارباب المتون چالیس درم مختانہ لازم ہی اگرچہ غلام کی قیمت چالیس کے برابر نہو ابو یوسف کے نزدیک سبب
ثابت ہونے چالیس درم کے صحابہ کرام کی نصوص سے تو اسیواسطے متون فقہ کے مصنفون نے ابو یوسف ہی کے قول پر اعتماد کیا ہی ان اشہد انہ اخذہ لیردہ والا لاشئ لہ مختانہ لازم ہی
اگر پھیرنے والے نے اسپر گواہ کیا ہو کہ اسکو گرفتار کیا ہی پھیر دینے کیواسطے اور اگر گواہ نہین کیا تو اسکے واسطے کچھ نہین اسواسطے کہ ترک شہادت دلالت کرتا ہی کہ اسنے اپنے واسطے گرفتار کیا
ولرادہ من اقل منها بقسطہ وقیل یرضخ لہ برای الحاکم او یقدر باصطلاحهما بہ یفتی تاتارخانیہ اور اسکے پھیرنے والے کیواسطے کہ مدت سفر سے مختانہ ہی چالیس کے حساب سے
اور دوسرا قول یہ ہی کہ اسکو قدر قلیل دینا چاہیے حاکم کی تجویز سے یا اسکی تقدیر ہو دونون کی رضامندی سے اسی قول پر فتوی ہی کذا فی البحر عن التاتارخانیہ ولو من المصر
فیرضخ لہ او یقسط کما مر اور اگر اسکو اسی شہر سے پھیر لایا جسمین وہ رہتا ہی تو اسکو قدر قلیل دینا چاہیے یا چالیس کے حساب سے جیسا کہ گذر گیا وام ولد ومدبر وماذون
کقن فی الجعل اور ام ولد اور مدبر اور عبد ماذون فی التجارۃ خالص غلام کے برابر ہی مختانہ مین وان مات المولی قبل وصولہ ای الآبق وهو مدبر او ام ولد فلا جعل لہ
بعتقهما بموتہ اور اگر مولے مرگیا غلام گریختہ کے پہونچنے سے پہلے اور حالانکہ وہ مدبر یا ام ولد ہی تو پھیر لانے والے کیواسطے مختانہ نہین بسبب آزاد ہو جانے دونون کے مولے کی موت سے اور آزاد کے
پھیر لانے مین کچھ مختانہ نہین وان ابق منہ بعد الشہادۃ المتقدم لم یضمن لانہ امانۃ حتی لو استعملہ فی حاجۃ نفسہ ثم ابق ضمن ابن ملک عن القنیۃ اور اگر غلام بھاگ گیا
پھیر لانے والے کے پاس سے بعد اسکے اشہاد متقدم کے تو پھیر لانے والے پر ضمان نہین اسواسطے کہ غلام کے پاس امانت تھا اور امانت مین بلا تعدی ضمان نہین تو اگر اسنے غلام کو اپنے ذاتی
کام مین لگایا پھر وہ بھاگ گیا تو وہ ضمان دیگا کذا فی شرح ابن ملک عن القنیۃ وفی الوہبانیۃ لو انکر المولی اباقہ قبل قولہ بیمینہ ویلزم مرید الرد قیمتہ مالم یبین اباقہ اور وہبانیہ مین ہی کہ
اگر مولی نے اسکے بھاگنے کا انکار کیا تو اسکا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ اور قاصد رد پر اسکی قیمت لازم ہوگی جبتک وہ اسکا بھاگنا نہ ثابت کرے یعنی گواہی یا مولے کے اقرار سے کذا فی الطحطاوی
وضمن لو ابق او مات قبلہ مع تمکنہ منہ لانہ غاصب اور ضامن ہوگا گرفتار کرنے والا اگر غلام بھاگ گیا یا مر گیا قبل اشہاد کے باوجود اسکے قادر ہونے کے اشہاد پر اسواسطے ضامن ہوگا کہ وہ
غاصب ہی ولا جعل لہ فی الوجهین خلافا للثانی فی الثانی لان الاشہاد عندہ لیس بشرط فیہ وفی اللقطہ اور اسکے واسطے مختانہ نہین دونون صورتون مین یعنی درصورت فرار
بعد الاشہاد اور درصورت ترک اشہاد بخلاف ابو یوسف کے دوسری صورت مین اسواسطے کہ انکے نزدیک گواہ کرنا شرط نہین غلام کے مختانہ مین اور لقطے مین طحطاوی نے
کہا کہ اسمین اعتراض ہی اسواسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک بعد الاشہاد کے بھی بھاگ جانے مین مختانہ واجب نہین تو ترک اشہاد مین بطریق اولی واجب نہوگا بلکہ انکے نزدیک مختانہ بدون
پہونچا دینے کے واجب نہین ہان انکے نزدیک اشہاد شرط نہین تو بہتر یہ تھا کہ شارح قول خلافا للثانی کو یہان سے حذف کرتا اور انہ اخذہ لیردہ کے قول کے پاس ذکر کرتا اور محتمل ہی کہ خلافا
للثانی وضمن قبلہ کیطرف راجع ہو اسواسطے کہ وہ قسم ثانی ہی وان ابق منہ کی ولا جعل لہ ومکاتب لحریتہ یدا اور مختانہ نہین مکاتب کے پھیر لانے پر بسبب اسکے آزاد ہونے
کے تصرف کی راہ سے وجعل عبد الرہن علی المرتہن لو قیمتہ مساویۃ للدین او اقل ولو اکثر من الدین فعلیہ بقدر دینہ والباقی علی الراہن لان حقہ بالقدر
المضمون منہ اور مختانہ رہن کیے غلام مرتہن پر ہی اگر اسکی قیمت برابر ہو دین کے یا کمتر اور اگر قیمت زیادہ ہو دین سے تو مرتہن پر مختانہ ہی بقدر اسکے دین کے اور باقی مختانہ راہن
پر ہی اسواسطے کہ اسکا حق اس سے بقدر ضمان کے ہی مختانہ بہر صورت مرتہن پر ہی خواہ راہن زندہ ہو یا مردہ اسواسطے کہ موت سے رہن باطل نہین ہو جاتا کذا فی الفتح
والبحر وجعل عبد اوصی برقبتہ لانسان وبخدمتہ لآخر علی صاحب الخدمۃ فی الحال لان المنفعۃ لہ فاذا انقضت الخدمۃ رجع صاحبها علی صاحب
الرقبۃ او بیع العبد فیہ ای فی الجعل اور مختانہ اس غلام کا جسکی گردن کی وصیت ایک انسان کیواسطے ہوئی ہو اور اسکی خدمت کرنے کی وصیت دوسرے انسان
کے واسطے ہوئی ہو صاحب خدمت پر ہی فی الحال اسواسطے کہ منفعت اسی کے واسطے ہی پھر جب خدمت کی مدت منقضی ہو جاے تو صاحب خدمت اسکی گردن کے مالک سے

مختتانہ پھیرلے یا غلام بیچڈالا جائے مختتانہ مین وجعل ماذون مدیون علی من یستقرلہ الملک فان بیع بدا بالجعل والباقی للغرما اور مختتانہ غلام ماذون مدیون کا اُسپر ہے جسکی ملک اُسپر ٹھہر جائے خواہ مولی کی خواہ دائن کی سواگر وہ بیچا جائے تو پہلے قیمت سے مختتانہ دیا جائے اور باقی قرضخواہون کو ملے کما یجب جعل الابق جنی خطاء فی یدالاخذ علی من یصیر لہ چنانچہ واجب ہی مختتانہ اس غلام کا جسنے خطاکی راہ سے جنایت کی غیر آخذ کے ہاتھ مین اُسپر ہی جسکا وہ آخر کو غلام ہوگا خواہ مولی خواہ ورثۂ مقتول اور اگر آخذ کے پاس جنایت کریگا تو کسی پر مختتانہ نہین کذا فی البحر ومغصوب علی غاصبہ وموہوب علی موہوب لہ وان رجع الواہب لعبد الرد لان زوال ملکہ بالرجوع بتقصیر منہ وہو ترک التصرف اور غلام مغصوب کا مختتانہ اُسکے غاصب پر ہی اور غلام موہوب کا موہوب لہ پر اگرچہ واہب نے اُسکو پھیر لیا ہو موہوب کے پھیرنے کے بعد اسواسطے کہ زوال ملک موہوب لہ کا بسبب رجوع کے اُسکی تقصیر سے ہوا یعنی ترک تصرف سے وجعل عبد صبی فی مالہ اور صغیر کے غلام کا مختتانہ اُسکے مال مین ہی والابق نفقتہ کنفقۃ اللقطۃ لما مر اور غلام گریختہ کا خرچ لقطہ کے خرچ کے مانند ہی چنانچہ گذر گیا یعنی اگر گرفتار کرنے والے نے بلا امر قاضی خرچ کیا ہی تو احسان ہی اُسکو مالک سے پھیر نہین سکتا اور اُسکے اذن سے پھیر سکتا ہی بشرطیکہ قاضی نے رجوع کی شرط کردی ہو ولہ حبسہ الدین نفقتہ اور غلام کے گرفتار کرنے والے کو اُسکا حبس کرنا اپنے نفقہ کے دین کے واسطے درست ہی ولا یوجرہ القاضی خشیۃ اباقۃ ثانیا ولکن یحبسہ تعزیرا لہ وقیل یوجرہ للنفقۃ وبہ جزم فی الہدایۃ والکافی اور غلام گریختہ کو قاضی اجارہ نہ دے اُسکے دوبارہ بھاگ جانے کے خوف سے ولیکن اُسکو حبس رکھے باعتبار تعزیر کے اور دوسرا قول یہ ہی کہ اُسکو اجارہ دے نفقہ کیواسطے اور اسی قول اخیر پر یقین کیا ہی ہدایہ اور کافی مین بخلاف اللقطۃ والضال وقدر فی التاتارخانیۃ مدۃ حبسہ ستۃ اشہر ونفقتہ فیہا من بیت المال ثم بعدہا یبیعہ القاضی لما مر بخلاف لقطہ اور گم ہوئے غلام کے کہ اُنکو قاضی اجارہ دے اور تاتارخانیہ مین مدت حبس غلام کی چھ مہینے کے ساتھ متعین کی ہی اور خرچ غلام کا مدت حبس مین بیت المال سے ہی پھر مدت مذکورہ کے بعد قاضی اُسکو بیچڈالے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب اللقطہ مین یعنی جسقدر بیت المال سے صرف ہوا اُسکو لیکر باقی قیمت کو مالک کیواسطے رکھ چھوڑے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ابق بعد البیع قبل القبض للمشتری رفع الامر للقاضی لیفسخ غلام مذکور بھاگ گیا بعد بیع قبل القبض کے تو مشتری کو جائز ہی قاضی سے نالش کرنا تاکہ وہ بیع کو فسخ کردے اسواسطے کہ مشتری رد غلام کے انتظار سے متضرر ہوگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب المفقود

یہ کتاب ہی شخص مفقود کے احکام مین مناسبت اسکی سابق سے اسراہ سے ہی کہ غائب و بے نشان ہونے مین دونون برابر ہین ہو لغۃ المعدوم وشرعا غائب لم یدر احی ہو فیتوقع قدومہ ام میت اودع اللحد البلقع اے القفر جمعہ بلاقع فدخل الاسیر والمرتد لم یدر الحق ام لا مفقود لغت مین بمعنی معدوم ہی اور شرع مین اُس غائب کو کہتے ہین جو معلوم نہین کہ زندہ ہی کہ اُسکا آنا متوقع ہو یا مردہ ہی کہ چٹیل میدان کی لحد مین گاڑا گیا بلقع بمعنی قفر ہی یعنی زمین بے نبات اور جمع اُسکی بلاقع ہی تو اس تعریف مین اہل حرب کا قیدی اور وہ مرتد داخل رہا جو معلوم نہین کہ دار الحرب مین داخل ہوا یا نہین ہم مصنف نے باتباع صاحب بحر الرائق جہل مکان مفقود کو اعتبار نہین کیا اس دلیل سے کہ محیط مین مسلم اسیر اہل حرب کو جسکی حیات اور موت معلوم نہیں مفقود مین شمار کیا ہی حالانکہ مکان اُسکا معلوم ہی کہ دار الحرب ہی لیکن نقایہ اور اُسکی شرح قہستانی مین تعریف مفقود کی یون کی ہی کہ وہ غائب ہی جسکا اثر معلوم نہین یعنی حیات اور موت اور مکان اُسکا معلوم نہیں اثر کنز اور فتاوے عالمگیری مین بھی جہل مکان کو شرط کیا ہی اور صاحب بحر نے لفظ صریح سے جہل مکانی ثابت نہین کیا طحطاوی نے کہا تو متمہ یہی ٹھہرا کہ جہالت مکان تعریف مفقود مین ضرور ہی وہو فی حق نفسہ حی بالاستصحاب نہ ہو الاصل فیہ اور وہ یعنی مفقود اپنی ذات کے حق مین زندہ ہی باعتبار استصحاب کے یعنی بنظر ظاہر حال کے یہی حیات بنظر ظاہر حال کے اصل ہی مفقود کے احکام مین چنانچہ اسی اصل پر مصنف نے قول آیندہ کو متفرع کیا فلا تنکح عرسہ غیرہ ولا یقسم مالہ تو نکاح نہ کرے اُسکی زوجہ اُسکے غیر سے اور اُسکا مال وارثون پر تقسیم نہ کیا جائے قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود انہ لیس لامین بیت المال نزعہ من ید من بیدہ ممن امنہ علیہ قبل ذہابہ کما سیجی بعضہ فی الخزانۃ المفقیین مین کہتا ہون اور مفتی ابی السعود کے معروضات مین ہی کہ جائز نہین بیت المال کے امین کو مفقود کا مال نکال لینا اُس شخص کے ہاتھ سے جسکو مفقود نے

کتاب المفقود

اپنے مال پر امین کیا اپنے جانے سے پہلے جیسا کہ آگے آویگا خزانۃ المفتیین سے ولا تفسخ اجارتہ اور اسکا اجارہ فسخ نہ کیا جاے وینصب القاضی من ای وکیلا یاخذ حقہ
کغلاتہ ودیونہ المقر بہا ویحفظ مالہ ویقوم علیہ عند الحاجۃ اور حاجت کے وقت منصوب کرے قاضی اسکو یعنی وکیل کو جو مفقود کا حق لیا کرے جیسا کہ غلات اور اسکے وہ دیون
جنکے مدیون مقر ہین منکر نہین اور محافظت کرے اُسکے مال کی اور قائم رہے اُسپر اسطرح کہ مثلاً کھیت کا کٹوانا اور خرمنگاہ مین جمع کرنا پھر غلہ کو بھوسے سے جدا کرکے مخزن مین
رکھنا تو قیام عام ہوا حفظ سے طحطاوی نے کہا کہ عند الحاجت نصب قاضی سے مرتبط ہے بدلیل ما بعد لہذا ترجمہ اسطرح کیا گیا فلو لہ وکیل فلہ حفظ مالہ لا تعمیر دارہ الا باذن الحاکم لانہ
لعلہ مات ولا یکون وصیا تجنیس سو اگر مفقود کیطرف سے کوئی وکیل ہو تو اُسکو اُسکے مال کی حفاظت کا اختیار ہے نہ اُسکے گھر کی تعمیر کا مگر حاکم کے اذن سے اسواسطے کہ شاید
وہ مرگیا ہوا اور یہ شخص اُسکا وصی نہین کذا فی التجنیس لکنہ ای ہذا الوکیل المنصوب لیس بخصم فیما یدعی علی المفقود من دین و ودیعۃ وشرکۃ فی عقار او رقیق و
نحوہ لانہ لیس بمالک ولا نائب عنہ وانما ہو وکیل بالقبض من جہۃ القاضی وانہ لا یملک الخصومۃ بلا خلاف لیکن یہ وکیل منصوب صاحب خصومت نہین ہوسکتا ان امور مین
جو مفقود پر دعوی کیا جاے از قبیل دین اور امانت اور شرکت کی زمین یا غلام وغیرہ مین اسواسطے کہ وکیل مذکور مالک نہین اور نہ اُسکا نائب ہے وہ تو قبض مال کا وکیل ہے
قاضی کیطرف سے اور وہ خصومت کا مالک نہین بلا اختلاف ہم قاضی کے وکیل منصوب مین اختلاف نہین اسواسطے کہ حکم علی الغائب لازم آتا ہے اور وہ جائز نہین ہے بلکہ
اختلاف ہے مالک کے وکیل مین جسکو قبض دین کیواسطے اُسنے وکیل کیا کہ وہ خصومت کا مالک ہے یا نہین تو امام کے نزدیک وہ مالک ہے اور صاحبین کے نزدیک مالک نہین
کذا فی المنح ولو قضی بخصومتہ لم ینفذ زاد الزیلعی فی القضاء وتبعہ الکمال الا بتنفیذ قاض آخر لکن فی الخلاصۃ الفتوی علی النفاذ یعنی لو القاضی مجتہدا نہر اور اگر قاضی
کے وکیل منصوب کی خصومت سے کوئی قاضی حکم کرے تو اُسکا حکم نافذ نہوگا زیادہ کیا ہے زیلعی نے کتاب القضا مین اور کمال الدین صاحب فتح القدیر اسکا تابع ہوئے
کہ حکم مذکور نافذ نہین مگر دوسرے قاضی کی تنفیذ سے لیکن خلاصہ مین ہے کہ فتوی ہے حکم نافذ ہونے پر بلا شرط تنفیذ یعنی اگر قاضی مجتہد ہو نہ مقلد کذا فی النہر مع عبارۃ
فتح القدیر اور خلاصہ اور بزازیہ مین ہے کہ اگر قاضی مصلحت دیکھے اور اعتقاد کرے تو قضا علی الغائب جائز ہے اور حموی نے کہا کہ ظاہر کلام علما مذکورین کا یہ ہے کہ قاضی سے
مراد قاضی مجتہد ہے یا قاضی غیر حنفی مذہب جو قضا علی الغائب کا معتقد ہو اور حنفی المذہب تو کیونکر اُسکا اعتقاد کریگا اپنے امام کے مذہب کے مخالف ور اس سے معلوم ہوگیا کہ قضا علی الغائب
ہمارا مذہب نہین علی ما ہو الصواب پھر اگر اسپر غیر حنفی حکم کریگا تو اُسکے نفاذ مین دو روایتین صحیح یہ ہے پھر اگر دوسرا قاضی اُسکو نافذ کردیگا تو اختلاف جاتا رہیگا اور اگر حنفی اسکا
حکم کریگا تو نافذ نہوگا اسواسطے کہ اُسکا امام اُسکا معتقد نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا ولا یبیع القاضی ما لا یخاف فسادہ فی نفقۃ ولا فی غیرہا بخلاف ما یخاف
فسادہ فانہ یبیعہ القاضی ویحفظ ثمنہ اور نہ بیچے قاضی مفقود کی اُس چیز کو جسکے بگڑ جانے کا خوف نہین نہ نفقہ مین بیچے نہ اُسکے غیر مین بخلاف اُس چیز کے کہ جسکے سڑنے اور بگڑنے کا
خوف ہے کہ اُسکو قاضی بیچڈالے اور قیمت اُسکی رکھ چھوڑے قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود ان القضاۃ وامناء بیت المال فی زماننا مامورون بالبیع مطلقا وان لم
یخف فسادہ فان ظہر حیا فلہ الثمن لان القضاۃ غیر المامورین بفسخہ نعم اذا بیع بغبن فاحش فلہ فسخہ انتہی فلیحفظ مین کہتا ہون لیکن مفتی ابو السعود کے معروضات مین
یہ ہے کہ قاضی اور بیت المال کے امین سلطان روم کی طرف سے مامور ہین بیچڈالنے کے مطلقاً اگرچہ اُسکے بگڑنے کا خوف نہو پھر اگر مفقود زندہ ظاہر ہو تو اُسکے
واسطے قیمت ہے اسواسطے کہ قاضی مامور نہین اُسکی بیع فسخ کرنے کے ہان جبکہ نقصان صریح سے بیع ہوئی ہو تو اُسکو فسخ بیع کا اختیار ہے انتہی کلام المفتی تو اُسکو یاد
رکھنا چاہیے وینفق علی عرسہ وقریبہ ولادا وہم اصولہ وفروعہ اور خرچ کیا جاے مفقود کی زوجہ اور ولادت کے قرابت والون پر اور وہ اُسکے اصول ہین اور فروع ہم اصول اور
فروع کو بشرط احتیاج اور فقر کے نفقہ ملیگا اور زوجہ کو بلا فقر بھی جیسا کہ باب النفقات مین مذکور ہوچکا ولا یفرق بینہ وبینہا ولو بعد مضی اربع سنین خلافا لمالک اور
تفریق نہ کیجاے درمیان مفقود اور درمیان اُسکی زوجہ کے اگرچہ بعد گذرنے چار برس کے ہو بخلاف امام مالک کے کہ ہم امام مالک کے نزدیک جب آدمی چار برس تک مفقود الخبر
ہوگیا تو قاضی اُسمین اور اُسکی زوجہ مین تفریق کردے پھر وفات کی عدت بیٹھکر جس سے چاہے نکاح کرلے اسواسطے کہ عمر فاروق نے یہی حکم کیا تھا اُس شخص مین جسکو جن اٹھا لیگئے تھے ہماری
دلیل یہ حدیث مرفوع ہے کہ انہا زوجتہ حتی یاتیہا البیان یعنی مفقود کی عورت اُسی کی زوجہ ہے یہانتک کہ اُسکے پاس خبر پہونچے یعنی موت یا طلاق کی اور علی مرتضی نے کہا کہ وہ عورت مبتلا

ہوئی ہی تو اُسکو صبر کرنا چاہیے تاوقتیکہ اُسکی موت معلوم ہو یا طلاق اسواسطے کہ نکاح کا ثبوت معروف ہو چکا اور غیبت فرقت کی موجب نہیں اور موت خبر احتمال مین ہی تو
نکاح شک سے زائل نہین ہو سکتا اور عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ تعالی عنہ کے قول کیطرف آخر کو رجوع کیا ہی کذا فی المنح طحطاوی نے کہا مفتی ابو السعود نے قہستانی سے
نقل کیا کہ اگر امام مالک کے قول پر موضع ضرورت مین فتوی دے لینے حنفی المذہب تو سزاوار یہ ہی کہ لاباس بہ ہیست فی حق غیرہ فلا یرث من غیرہ حتی لومات رجل عن ابنتین
و ابن مفقود وللمفقود بنتان و ابن و الترکۃ فی ید البنتین و الکل مقرون بفقد الابن و اختصموا للقاضی لاینبغی لہ ان یحرک للمال عن موضعہ ای لاینزعہ من ید البنتین خزانۃ المفتین اور
مفقود میت ہی اپنے غیر کے حق مین تو وارث نہوگا غیر سے یہانتک کہ اگر ایک مرد مر گیا دو بیٹیان اور ایک بیٹا مفقود چھوڑ کر اور مفقود کی دو بیٹیان اور ایک بیٹا ہی اور ترکہ
مورث کی دو بیٹیون کے ہاتھ مین ہی اور سب لوگ مقر بفقدان ابن میت ہین یعنی کسی کو اُسکی حیات اور موت اور مکان معلوم نہین اور انھون نے قاضی سے نالش کی تو قاضی کو
لائق نہین کہ مال کو اُسکے مکان سے جنبش دے یعنی مال کو مورث کی بیٹیون کے ہاتھ سے نہ نکالے کذا فی خزانۃ المفتین ولایستحق ما اوصی لہ اذا مات الموصی بل یوقف
قسطہ الی موت اقرانہ فی بلدہ علی المذہب لانہ الغالب اختار الزیلعی تفویضہ للامام اور مفقود مستحق نہین اُس مال کا جسکی وصیت ہوئی اُسکے واسطے جبکہ وصیت
کرنے والا مر گیا بلکہ مفقود کی وراثت کا حصہ اُٹھا رکھا جاے اُسکے شہر والے ہمعصرون کی موت تک بنا بر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہی کہ آدمی اپنے سب اقران اور
امثال سب سے زیادہ کمتر زندہ رہتا ہی اور اختیار کیا ہی زیلعی نے تفویض اسکی امام کیواسطے یعنی حاکم جسوقت مصلحت دیکھے تو اُسکی موت کا حکم دے ثم مقابل ظاہر مذہب
گیارہ قول ہین اُنہین اقل تیس سال کی تقدیر ہی بحر الرائق مین کہا تعجب ہی مشائخ سے کہ ظاہر مذہب کے مخالف کیونکر اختیار کرتے ہین حالانکہ مقلدین امام اعظم پر اتباع
ظاہر المذہب واجب ہی وطریق قبول البینۃ ان یجعل القاضی من فی یدہ المال خصما عنہ او ینصب علیہ فیما تقبل علیہ البینۃ نہر اور طریق قبول شہادت کا یہ ہی کہ
جسکے ہاتھ مین مفقود کا مال ہی اُسکو قاضی خصم ٹھہراوے مفقود کی طرف سے یا قاضی کسی کو اُسکا کارندہ بنا کر اُسپر گواہی قبول کرے کذا فی النہر قلت وفی واقعات المفتین
بقدری آفندی معزیا للقنیۃ انما یحکم بموتہ بقضاء لانہ امر محتمل فما لم ینضم الیہ القضاء لایکون حجۃ مین کہتا ہون اور قدری آفندی کے واقعات المفتین مین قنیہ سے منقول
ہی کہ مفقود کی موت کا تو حکم قاضی کی قضا سے کیا جائیگا اسواسطے کہ اُسکی موت امر محتمل ہی تو جب تک اسکی طرف قضاء قاضی منضم نہوگی حجت نہوگی ثم اور دوسرا قول یہ ہی
کہ بمجرد انقضاء مدت بلا قضاء قاضی اُسکی موت کا حکم ہوگا کذا فی القہستانی اور اقتصار قدری آفندی کا قول اول پر اُسکی ترجیح کا مفید ہی قدری آفندی کا نام عبد القادر
ہی کذا فی الطحطاوی فان ظہر قبلہ قبل موت اقرانہ حیا فلہ ذلک القسط پھر اگر مفقود زندہ ظاہر ہو قبل مرنے اپنے ہمعصرون کے تو اُسکو وہ حصہ وراثت کا
ملیگا جو اُسکے واسطے اُٹھا رکھا گیا ثم اور یہی حکم ہی اگر وہ زندہ ظاہر ہو بعد مدت قبل حکم قاضی کے اور اگر زندہ ظاہر ہوا بعد اپنی موت کے حکم کے تو ظاہر اوہ اُس
میت کے برابر ہی جو زندہ ہو گیا اور مرتد کے برابر ہی جو مسلمان ہوا تو جو مال کہ وارثون کے ہاتھ مین باقی ہوگا اُسکو وہ پاویگا اور جو مال صرف ہو گیا اسکا مطالبہ
نہین شیخ شاہین نے کہا کہ اُسکی زوجہ اُسکو ملیگی اور اولاد زوج ثانی کو کذا فی الطحطاوی عن المفتی ابی السعود فتاوی عالمگیری مین تاتارخانیہ سے منقول ہی کہ اگر مفقود
آیا بعد گذرنے مدت کے تو اپنی زوجہ کا وہی احق ہی اور اگر اُسکی زوجہ نے دوسرے سے نکاح کر لیا تو اُسکا اُسپر کچھ اختیار نہین وبعدہ یحکم بموتہ فی حق مالہ یوم علم
ذلک ای موت اقرانہ فتعتد منہ عرسہ للموت ویقسم مالہ بین من ترثہ الآن اور بعد موت اقران کے اُسکی موت کا حکم کیا جاے اُسکے مال کے حق مین جس دن
کہ یہ معلوم ہو یعنے اُسکے اقران کا مرنا تو اُسی دن سے اُسکی زوجہ موت کی عدت مین بیٹھے اور اُسکا مال تقسیم کیا جاے اُن لوگون کے درمیان مین جو اُسکے اب وارث ہین
ثم اور جو اُسکے وارث قبل موت کے مر گئے اُنکو حصہ نہ ملیگا گویا مفقود اب مر گیا اور اسیطرح اُسکے ام ولد اور مدبر اب آزاد ہونگے ویحکم بموتہ فی حق مال غیرہ من
حین فقدہ فیرد الموقوف لہ الی من یرث مورثہ عند موتہ لما تقرر ان الاستصحاب ہو ظاہر الحال حجۃ دافعۃ لامثبتۃ اور بعد موت اقران حکم کیا جاے
مفقود کی موت کا اُسکے غیر کے مال کے حق مین جسوقت سے کہ وہ گم ہوا تو جو حصہ کہ اُسکے واسطے اُٹھا رکھا گیا تھا وہ پھیر جاوے اُن لوگون کی طرف جو اپنے مورث
کے وارث تھے ثم اسکی موت کے نزدیک اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی علم اصول مین کہ استصحاب یعنی ظاہر حال حجت دافعہ ہی نہ مثبتہ ثم اسیواسطے اُسکی موت کا حکم نہین

ف
بموقع ضرورت فتوی
دینا قول امام مالک پر
حنفی کو جائز
نہیں ۱۲

اُسکے مال کے حق میں گم ہونے کے وقت سے اسواسطے کہ ظاہر حال اُسکی حیات پر دلالت کرتا ہی اور وہ مقتضی ہی عدم قسمت کا ولو کان مع المفقود وارث یحجب به لم یعط الوارث شیئا وان انتقص حقه به اعطی اقل النصیبین ویوقف الباقی اور اگر مفقود کے ساتھ ایسا وارث ہو جو محجوب ہوتا ہو مفقود کے سبب سے تو اس وارث کو کچھ نہ دیا جائیگا اور اگر وارث کا حق گم ہوتا ہو مفقود کے سبب سے تو اُسکے دو حصوں میں سے اُسکو کمتر حصہ دیا جائیگا اور باقی اُٹھا رکھا جائیگا مثلاً ایک شخص مرگیا دو بیٹیاں اور ایک مفقود بیٹا اور ایک پوتا یا پوتی چھوڑکر اور مال مورث کا اجنبی کے ہاتھ میں ہی اور سب وارثوں نے نقدان ابن میں اتفاق کیا پھر دونوں بیٹیوں نے میراث طلب کی تو اُنکو نصف دیا جائیگا اسواسطے کہ اتنا اُنکا حصہ بہر صورت متیقن ہی اور نصف باقی اُٹھا رکھا جائیگا اور اولاد ابن کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ وہ محجوب ہیں اگر مفقود زندہ ہو تو وہ میراث کے مستحق نہونگے بسبب شک کے اور اجنبی کے ہاتھ سے مال نہ لیا جائیگا تاوقتیکہ اُسکی خیانت ظاہر ہو کذا فی المنح کالحمل محله الفرائض ولذا حذفه القدوری وغیرہ مانند حمل کے اور محل اس گفتگو کا فرائض ہی لہذا قدوری وغیرہ نے اسکو بیان حذف کیا ہم یعنی اگر حمل کے ساتھ دوسرا ایسا وارث ہو جو کسیطرح ساقط نہوتا ہو اور حمل سے متغیر ہوتا ہو تو اسکو پورا حصہ ملیگا بسبب اُسکے متیقن ہونے کے ہر حال میں چنانچہ اگر مورث نے ایک بیٹا اور حاملہ زوجہ چھوڑی تو زوجہ کو آٹھواں حصہ ملیگا اور اگر ایسا وارث ہو کہ حمل سے اُسکا حصہ ساقط ہو جاتا ہو تو اُسکو کچھ نہ دیا جائیگا اور اگر ایسا وارث ہو جسکا حصہ حمل سے متغیر ہو جاتا ہو تو اُسکو اقل النصیبین ملیگا چنانچہ اگر مورث نے زوجہ حاملہ اور جدہ چھوڑی تو جدہ کو چھٹا حصہ دیا جائیگا اسواسطے کہ اُسکو تغیر نہیں اور اگر حاملہ اور بھائی کو چھوڑا تو اُسکو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ بھائی ساقط نہیں ہوتا بھی ہے بلکہ عصبہ ہوتا ہی اور ممکن ہی کہ حاملہ بیٹی جنے اور ساقط ہو جاتا ہی بیٹے کے سبب سے اور جائز ہی کہ حاملہ بیٹا جنے تو امر دائر ہو سقوط اور عدم سقوط میں تو اصل استحقاق مشکوک فیہ ہوا لہذا اُسکو کچھ نہ ملیگا اور حمل کے واسطے ابن واحد کا حصہ اُٹھا رکھا جائیگا اسی قول پر فتوی ہی کذا فی المنح والطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لیس للقاضی تزویج امة غائب ومجنون وعبدہما وله ان یکاتبہما ویبیعہما قاضی کو درست نہیں شخص غائب اور مجنون کی لونڈی اور اُنکے غلام کا نکاح کر دینا اور اُسکو اختیار ہی اُنکے مکاتب کرنے اور بیچ ڈالنے میں اور اسیطرح اُنکو اجارہ دینے میں کذا فی شرح الملتقی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم۔

کتاب الشرکۃ

یہ کتاب ہی شرکت کے احکام میں لا یخفی مناسبتہا للمفقود من حیث الامانة بل قد تتحقق فی مالہ عند موت مورثہ پوشیدہ نہیں مناسبت شرکت کی ساتھ مفقود کے امانت کی جہت سے بلکہ کاہے شرکت ثابت ہو جاتی ہی مفقود کے مال میں اُسکے مورث کے مرنے کے وقت مصنف کتاب الشرکت کو کتاب المفقود کے بعد لایا دو وجہ کی مناسبت سے ایک وجہ یہ کہ ایک شریک کا مال دوسرے شریک کے پاس امانت ہوتا ہی جیسے مفقود کا مال شخص حاضر کے پاس امانت ہوتا ہی اور دوسری وجہ یہ کہ کاہے مفقود کے مال میں شرکت متحقق ہو جاتی ہی چنانچہ اگر مفقود کا مورث مرگیا زندہ مفقود اور دوسرے وارث کو چھوڑکر اور یہ مناسبت انہیں دونوں میں مخصوص ہی اور پہلی مناسبت عام ہی دونوں میں اور آبق اور لقطہ اور لقیط میں اگر لقیط کے ساتھ مال ہو کذا فی المنح ہی بکسر فسکون فی المعروف لغة الخلط سمی بہا العقد لانہا سببہ شرکت بکسر اول و سکون ثانی بقول معروف لغت میں عبارت ہی خلط سے یعنی دو حصوں کو اسطرح ملانا کہ جدائی باقی نہ رہے اس عقد کا نام شرکت رکھا گیا اسواسطے کہ شرکت سبب ہے عقد کی طحطاوی کما ضمیر سببہ کی عقد کیطرف راجع ہی اور بعضے نسخوں میں انہا سببہ ہی اور اسمیں قلب ہی بلکہ لانہ سببہا کہنا ٹھیک ہی وشرعا عبارة عن عقد بین المتشارکین فی الاصل والربح جوہرہ اور اصطلاح شرع میں شرکت عبارت ہی عقد بین المتشارکین سے اصل یعنی راس المال اور منفعت میں کذا فی الجوہرہ تو اگر منفعت میں شرکت ہو نہ راس المال میں تو وہ مضاربت ہی اور اگر راس المال میں ہو نہ منفعت میں تو وہ بضاعت ہی کذا فی الطحطاوی ورکنہا فی شرکة العین اختلاطہما اور رکن شرکت کا شرکة العین میں دونوں مالوں کا ملجانا ہی یعنی دونوں مالوں میں ایسا اختلاط ہو کہ ایک کی تمیز دوسرے سے متعذر یا متعسر ہو اور اختلاط کے مانند خلط ہی یعنی دو مال کا ملنا اور ملانا یکساں ہی حکم میں کذا فی الحلبی وفی العقد اللفظ المفید له اور رکن شرکت کا شرکة العقد میں وہ لفظ ہی جو عقد کا مفید ہو یعنی ایجاب اور قبول رکن ہی چنانچہ یوں کہنا ایک شریک کا کہ میں تیرا شریک ہوا فلانی فلانی چیز میں اور دوسرے شریک کا یوں کہنا کہ میں نے قبول کیا وشرطہ عدم ما یقطعها کون الواحد قابلا للشرکة

اور جواز شرکت کی شرط ہونا ایک چیز کا اپنے معقود علیہ کا قابل شرکت کے ہم قابل شرکت کی قید سے وقف معین سے احتراز ہوگیا تو ناظر وقف کو جائز نہیں کہ غیر مستحق
وقف کو ساتھ مستحق کے شریک کرے وہی ضربان شرکۃ ملک وہی ان یملک متعدد اثنان فاکثر عینا او حفظا کثوب ہبتہ الریح فی دارہما فانہما شریکان فی الحفظ
قہستانی اور شرکت دو قسم ہے ایک شرکت ملک کی وہ یہ ہے کہ چند شخص دو ہوں یا زیادہ مالک ہوں ایک چیز موجود کے یا مالک ہوں حفاظت کے چنانچہ ایک کپڑا ہوا نے اڑا کے
دو شخصوں کے گھر میں ڈالدیا تو وہ دونوں شریک ہیں اُسکی حفاظت میں کذا فی القہستانی او دینا علی ما ہو الحق فلو دفع المدیون لاحدہما فللآخر الرجوع بنصف ما اخذ
فتح ویجئ متنا فی الصلح یا چند لوگ مالک ہوں دین کے بنا بر اس قول کے جو حق ہے تو اگر مدیون ایک شریک کو دین ادا کرے تو دوسرے شریک کو نصف دین خود کا لینا
جائز ہے کذا فی الفتح اور یہ مسئلہ کتاب الصلح کے متن میں آویگا اور بعضوں نے کہا کہ دین میں شرکت نہیں الا مجازًا اسواسطے کہ دین صفت شرعی ہے کہ مملوک نہیں ہوتا اور حق یہ ہے کہ
شرعًا مملوک ہوتا ہے بدلیل تفریع شارح وان من حیل اختصاصہ بما اخذہ ان یہبہ المدیون قدر حصتہ ویہبہ رب الدین حصتہ وہبانیہ اور جو دین کہ شریک نے لیا اُسکے اختصاص کی
یہ تدبیر ہے کہ شریک آخذ کو مدیون بقدر اُسکے حصے کے ہبہ کرے اور مالک دین اُسکو اپنا حصہ ہبہ کرے کذا فی الوہبانیہ ہبہ دین مجازًا ہے اسقاط سے ولہذا غیر مدیون کو ہبہ
کرنا جائز نہیں بارث او بیع او غیرہا بای سبب کان جبریا او اختیاریا ولو متعاقبا کما لو اشتری شیئا ثم اشرک فیہ آخر منیۃ چند شریک مالک ہوں بسبب ارث کے
یا بیع کے یا سوائے انکے جس سبب سے کہ ملک حاصل ہو خواہ سبب جبری ہو یا اختیاری اگرچہ ملک متعاقب ہو چنانچہ اگر ایک شخص نے کسی چیز کو خریدا پھر اُسمیں دوسرے
شخص کو شریک کر لیا کذا فی المنیہ ہم سوائے ارث اور بیع کے منجملہ اسباب ملک ہبہ ہے اور صدقہ اور دو شخصوں کا غالب ہو جانا حربی کے مال پر یا تھیلی پھٹکر دو شخصوں کا مال ملجانا
بلا قصد تخلیط یا بالقصد اسطرح خلط کرنا کہ تمیز متعذر رہے یا متعسر چنانچہ گیہوں کا جو میں ملا دینا ان سب صورتوں میں شرکت املاک متحقق ہوتی ہے وکل من شرکاء الملک اجنبی
فی الامتناع من تصرف مضر فی مال صاحبہ لعدم تضمنہا الوکالۃ اور ہر شریک شرکاء ملک سے اجنبی کے مانند ہے اس تصرف کے امتناع میں جو مضر ہے اُسکے ساتھی کے مال میں یعنی
شریک کے حصے میں تصرف مضر اسکو کرنا جائز نہیں بسبب نہ متضمن ہونے شرکۃ الاملاک کے وکالت کو ہم تصرف مضر کی اسواسطے قید لگائی کہ تصرف غیر مضر جائز ہے چنانچہ مشترک
گھر کی چھت پر چڑھنا یا مشترک زمین میں کھیتی کرنا بشرط حصول منفعت درصورت غیبت شریک کذا فی القہستانی فصح لہ بیع حصتہ ولو من غیر شریکہ بلا اذن الا فی صورۃ
الخلط والاختلاط کخلط الحنطۃ بالشعیر وکبناء وشجر وزرع مشترک قہستانی وتمامہ فی فصل الثلثین من العمادیۃ ونحوہ فی فتاوی ابن نجیم تو صحیح ہے بیچنا اپنے حصے کا اگرچہ
غیر شریک کے ہاتھ بیچا ہو بدون اُسکے اذن کے مگر خلط کی صورت میں غیر شریک سے بیچنا بلا اذن جائز نہیں یعنی دو شخصوں نے دو مال اپنے فعل اختیاری سے ملائے
جیسا گیہوں کو جو سے ملانا اور چنانچہ عمارت اور درخت اور کھیتی مشترک کذا فی القہستانی اور پورا بیان اُسکا عمادیہ کی تیسویں فصل میں ہے اور اسی کے مانند ابن نجیم کے فتاوی
میں ہے ہم خلط میں فعل شریکین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک شخص خلط کریگا تو وہ دوسرے کے مال کا مالک ہو جائیگا ضامن ہے کہ شرکت نہ رہیگی اگر کوئی کہے کہ خلط اور
اختلاط کی صورت میں اور انکے غیر میں کیا فرق ہے اُسکا جواب یہ ہے کہ جب دو شریکوں میں ابتدا سے شرکت ہوئی اسطرح پر کہ دونوں نے گیہوں کو خرید کیا یا وراثت میں
پایا تو ہر دانہ گیہوں کا دونوں میں مشترک ہوا تو ہر شریک کو اپنا حصہ شائع بیچنا شریک سے یا اجنبی سے جائز ہے بخلاف خلط اور اختلاط کے کہ اسمیں ہر ہر دانہ مملوک ہے ایک شخص کا
اُسمیں دوسرے کی شرکت نہیں پھر جب اپنا حصہ غیر شریک کے ہاتھ پر بیچا تو اُسکی تسلیم پر قادر نہوگا مگر حصہ شریک کو مخلوط کرکے لہذا اُسکے اذن پر بیع موقوف ہوگی اور اگر شریک
کے ہاتھ پر بیچیگا تو جائز ہے بسبب قدرت علی التسلیم کے جیسے اجارہ مشاع کا شریک سے جائز ہے اور ظاہرا بیان شارح کا مقتضی ہے کہ عمارت اور درخت اور زراعت
مشترک من قبیل خلط ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اسمیں بیع کا متوقف ہونا شریک کے اذن پر اسواسطے ہے کہ شریک کو درخت کے اکھاڑنے سے اور عمارت کے
ڈھانے سے ضرر پہونچیگا کذا فی الطحطاوی وفیہا بعد ورقتین ان المبطخۃ کذلک لکن فیہا بعد ورقتین اخریین جواز بیع البناء او الغرس المشترک فی الارض المحتکرۃ
ولو للاجنبی فتنبہ اور ابن نجیم کے فتاوی میں دو ورق کے بعد ہے کہ خربوزوں کی فالیز بھی اسی طرح ہے یعنے اسکی بیع اجنبی سے جائز نہیں لیکن اسی کتاب میں
اور دو ورقوں کے بعد جواز بیع ہے عمارت اور شجر مشترک کا جو ارض محتکرہ میں قائم ہے اگرچہ اُسکی بیع اجنبی سے کی ہو تو خبردار رہنا ہم شارح نے تناقض کتاب ذکر کیا

آگاہ کر دیا اور اطمینان دل کے لائق وہ قول ہی جو اور کتب معتمدہ کے موافق ہی بیع بنا اور غرس کی اجنبی سے جائز نہین کذا فی الطحطاوی فلا یجوز بیعہ الا باذن
ولو کانت الدار مشترکہ تو جائز نہین اشیاء مشترکہ کی بیع بلا اذن شریک کے اگرچہ گھر مشترک ہو م جلبی نے کہا عدم جواز بیع راجع ہی خلط مالین اور اسکے مابعد کیطرف
وارۃ بینہما باع احدہما بیتا معینا او نصیبہ من بیت معین فللاخران یبطل البیع ایک گھر مشترک ہی دو شریکون مین ایک شریک نے ایک معین کوٹھری یا اپنا حصہ
ایک معین کوٹھری سے بیچا تو دوسرے شریک کو جائز ہی کہ بیع کو باطل کر ڈالے اسواسطے کہ بائع کا حصہ مبیع مین متحقق نہین اس احتمال سے کہ شاید قسمت کے وقت جسکو
بائع نے بیچا ہی اُسکے شریک کے حصے مین پڑے ہان اگر اپنا حصہ بلا تعیین مکان بیچتا تو جائز ہوتا وفی الواقعات دار بین رجلین باع احدہما نصیبہ للآخر لم یجز لانہ لا یخلو اما
ان باعہ بشرط الترک او بشرط القلع او الہدم اما الاول فلا یجوز لانہ شرط منفعۃ للمشتری سوی البیع فصار کشرط اجارۃ فی البیع ولا یجوز بشرط الہدم والقلع لان
فیہ ضررا بالشریک الذی لم یبع اور واقعات مین ہی کہ ایک گھر مشترک ہی دو مردون مین اُنمین سے ایک نے اپنا حصہ اجنبی کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین اسواسطے کہ دو
حال سے خالی نہین کہ یا اُسنے بیع کی ہی بشرط ترک کے یعنی جیسا گھر ہی ویسا ہی بنا رہے یا بیع کی ہی بشرط قلع یا ہدم کے پہلی صورت تو جائز نہین اسواسطے کہ
بائع نے مشتری کی منفعت شرط کی ہی سوا بیع کے تو یہ شرط مانند شرط اجارہ کے ہوئی بیع مین اور بشرط ہدم اور قلع بھی جائز نہین اسواسطے کہ گھر کے گرانے مین اُس
شریک کا ضرر ہی جسنے اپنا حصہ نہین بیچا م بیع مذکور سے فقط عمارت کی بیع مراد ہی چنانچہ عمادیہ مین مصرح ہی اور اگر شریک نے اپنا تمام حصہ یعنی عمارت کو ساتھ زمین کے
بیچا تو اُسکے جواز کا کوئی مانع نہین کذا فی الحلبی اور اجارہ شرط کرنا بیع مین اسطرح کہ عمارت کا حصہ بیچنے کے وقت اسکی زمین کا اجارہ شرط کرے تو یہ جائز نہین اسواسطے
کہ داخل ایک عقد کا ہی دوسرے عقد مین وفی الفتاوی شجرۃ بین قوم باع احدہم نصیبہ مشاعا والاشجار قد نہضت او ان القطع حتی لا یضر بہا القطع جاز الشراء وللمشتری
ان یقطع لانہ لیس فی القسمۃ ضرر اور فتاوی مین ہی کہ درخت مشترک مین ایک قوم مین اُنمین سے ایک شخص نے اپنا حصہ بلا تعیین بیچا اور حالانکہ درختون کے
کاٹنے کا زمانہ پورا ہو چکا کہ اب مشتری اور شریک کو کاٹنا ضرر نہین کرتا تو خریدکرنا جائز ہی اور مشتری کو کاٹنا درست ہی اسواسطے کہ قسمت مین ضرر نہین م طحطاوی
نے کہا قطع مشتری بعد تقسیم درست ہی اور یہ حکم اُن اشجار مین ہی جنمین قطع کرنا مقصود ہوتا ہی یعنی جیسے شیشم اور ساکھو اور جن درختون سے پھل مقصود ہوتا ہی اُنکا
یہ حکم نہین وفی النوازل باع نصیبہ من الشجرۃ بلا ارض بلا اذن شریکہ ان بلغت اوان انقطاعہا جاز البیع لانہ لا یتضرر المشتری بالقسمۃ وان لم تبلغ فسد لتضررہ بہا
اور نوازل مین ہی کہ ایک شریک نے اپنا حصہ اشجار مین سے بدون زمین کے بلا اذن شریک بیچا اگر اُسکے قطع کا وقت ہی تو بیع جائز ہی اسواسطے کہ مشتری کو ضرر
نہوگا قسمت سے اور اگر قطع کا وقت ہنوز نہین پہونچا تو بیع فاسد ہی بسبب ضرر پانے مشتری کے قسمت سے وفیہا باع بناء بلا ارض علی انہ یترک المشتری البناء
فالبیع فاسد عمادیہ من الفصل الثلثین من مسائل الشیوع اور نوازل مین ہی کہ ایک شریک نے عمارت بدون زمین کے بیچی اس شرط پر کہ مشتری عمارت کو چھوڑ دے
یعنی بدستور سابق قائم رکھے تو بیع فاسد ہی کذا فی العمادیہ مسائل شیوع کی تیسوین فصل سے طحطاوی نے کہا اشجار اور عمارت کے دونون مسئلے مکرر ہوگئے پہلا
مسئلہ فتاوی مین مذکور ہی اور دوسرا واقعات مین والاختلاط بلا صنع من احدہما فلا یجوز بیعہ الا باذنہ لعدم شیوع الشرکۃ فی کل حبۃ بخلاف نحو حمام وطاحون
وعبد ودابۃ حیث یصح بیع حصتہ اتفاقا کما بسطہ المصنف فی فتاواہ بیع مشترک کی بلا اذن شریک صحیح ہی مگر خلط اور اس اختلاط کی صورت مین جو بلا صنعت
احد الشریکین کے حاصل ہو تو اُسکی بیع جائز نہین مگر باذن شریک بسبب شائع ہونے شرکت کے ہر ہر دانہ مین بخلاف مانند حمام اور چکی اور غلام اور
جانور مشترک کے اسواسطے کہ اُنمین سے اپنا حصہ بیچنا بالاتفاق صحیح ہی چنانچہ اُسکو مشرح بیان کیا ہی مصنف نے اپنے فتاوی مین م اختلاط بلا صنعت کی
صورت یہ ہی مثلا کہ تھیلی پھٹکر دراہم ملگئے یا گٹھیا پھٹکر گیہون یا جو مختلط ہوگئے اور عدم شیوع شرکت عدم جواز بیع کی علت ہی خلط اور اختلاط کی دونون صورتون مین
چنانچہ مسئلہ خلط مین اسکی تصریح ہو چکی ثم الظاہر ان البیع لیس بقید بل المراد الاخراج عن الملک ولو بہبۃ او وصیۃ وتمامہ فی الرسالۃ المبارکۃ فی الاشیاء المشترکۃ
ناظمہ لمن ابتلی بالافتاء م ظاہر یہ ہی کہ مصنف کے قول مذکور مین بیع کی قید نہین بلکہ بیع سے مراد اخراج ہی اپنے ملک سے اگرچہ اخراج بسبب ہبہ یا وصیت کے ہو اور پورا بیان اسکا

[illegible] ۱۲

فی الاشباہ المشترکہ مین ہو اور وہ رسالہ اُس شخص کو نافع ہی جو مبتلا بافتا ہو یعنی مفتی کو مفید ہی م رسالہ مبارکہ صاحب نہر الفائق کی تصنیف ہی کذا فی النہر ونہاد الوانی محشی الدرر الشفعۃ ایضاً فراجعہ اور وانی محشی درر غرر نے شفعہ کو بھی زیادہ کیا ہی خلط اور اختلاط پر تو اُسکی طرف مراجعت کرم حاشیہ مذکورہ کی عبارت کا یہ مطلب ہی کہ استثناء صورت خلط اور اختلاط پر یہ اعتراض وارد ہی کہ مصنف کو لائق تھا کہ استثناء صورت شفعہ کا بھی اشارہ کرتا اسواسطے کہ اگر دو شخص وارث ہون زمین کے تو ایک ارثی

اپنا حصہ زمین کو غیر شریک سے بیچنا جائز نہین بلا اذن شریک کذا فی الطحطاوی واما الانتفاع بہ بغیبۃ شریکہ ففی بیت خادم وارض ینتفع بالکل ان کانت الارض ینفعہا الزرع والا لا

بحر بخلاف الدابۃ ونحوہا وتمامہ فی الفصل الثالث والثلثین من الفصولین اور فائدہ لینا چیز مشترک سے اپنے شریک کی غیبت مین سو بیت اور خادم اور زمین مین تو بالکل مشترک سے منتفع ہو اگر زمین کو زراعت فائدہ کرتی ہو اور اگر زمین کو ضرر ہو زراعت سے تو جائز نہین کذا فی البحر بخلاف جانور اور اُسکے مانند کے اور اسکا پورا بیان فصولین کی تینتیسوین فصل مین ہی م حموی نے کہا جانور مشترک پر سوار نہو بغیر اذن شریک کے اسواسطے کہ سواری مین تفاوت ہوتا ہی یعنی واقف کار کی سواری سے جانور کو تکلیف نہین اور ناواقف کی سواری سے مشقت ہوتی ہی اور علما نے کہا ہی کہ مشترک لونڈی ایکدن ایک شریک کے پاس رہے اور دوسرے دن دوسرے کے پاس انتہی آب چند مسائل مہاباۃ کے بمناسبت مقام مذکور ہوتے ہین جناب مفتی ابو السعود نے سراج سے نقل کیا ہی مہاباۃ عبارت ہی باری مقرر کرنے سے منافع مشترکہ مین سو معلوم کرنا چاہیے کہ باری باندھنا منافع مشترکہ مین جائز ہی بنا بر استحسان کے اسمین قاضی کا جبر جاری ہی قسمت کے مانند مگر یہ کہ قسمت قوی ہی استکمال منفعت مین اسواسطے کہ اسمین منافع کا اجتماع ہی زمان واحد مین اور مہاباۃ مین اجتماع منافع علی التعاقب ہی اور مہاباۃ باطل نہین ہوتی موت سے تو وہ از قسم اجارہ اور عاریت نہین کہ انکا بطلان ہو جاتا ہی موت سے اور جب ایک شریک طالب قسمت کا ہو تو نقض اسکا جائز ہی اور کوئی ایسا عقد نہین جسکا فسخ دوسرے کی طلب سے جائز ہو سوائے مہاباۃ کے اور مہاباۃ تین قسم پر ہی ایک مہاباۃ اُس چیز مین ہی جو اصل کی قسمت کرنے سے بھی حاصل ہی اور اختلاف مستعمل سے مختلف نہین تو یہ قسم صحیح ہی چنانچہ ایک گھر دو شخصون مین مشترک ہی سو انھون نے آپس مین یہ قرار دیا کہ بعضے مکان مین ایک رہے اور بعضے مین دوسرا اسمین بیان مدت کی کچھ حاجت نہین ہر شخص کو جائز ہی کہ آپ اُسمین رہے یا اتنا مکان اُس گھر کا کرایہ کو دے اور اگر آپسمین یہ قرار پایا کہ ایک شخص کوٹھے پر رہے اور دوسرا نیچے تو بھی جائز ہی دوسری قسم مہاباۃ کی وہ ہی جو اُس شی کے منافع مین ہو جو اصل کی قسمت کرنے سے حاصل نہین ہو سکتی لیکن اختلاف پذیر نہین چنانچہ دو غلام مین یون قرار دیا کہ ایک غلام ایک مولی کی خدمت کرے اور دوسرا غلام دوسرے مالک کی خدمت کرے اور یہ جائز ہی صاحبین کے قول پر بسبب جائز ہونے قسمت رقیق کے اور امام اعظم اگرچہ جواز قسمت رقیق کے قائل نہین لیکن اُنکے نزدیک قسمت فی المنافع جائز ہی اسواسطے کہ جنس واحد غیر مختلف ہی تیسری قسم مہاباۃ کی وہ ہی جو منافع مختلفہ مین ہو چنانچہ سواری کے دو جانورون مین یہ بات مقرر ہو کہ ایک پر ایک شریک سوار ہو اور دوسرے پر دوسرا یا دونون جانور دونون شریکون کی سواری مین زین تو یہ مہاباۃ جائز نہین بسبب مختلف ہونے منفعت دواب کے اور اسیطرح ایک سواری پر باری باری سوار ہونا بھی جائز نہین بخلاف عبد واحد کے اسواسطے کہ سوار ہونا مختلف ہی باعتبار حذاقت سوار کے اور خدمت غلام کی مختلف نہین اسواسطے کہ غلام اپنے اختیار سے خدمت کرتا ہی مالا یطاق کا تحمل نہین ہوتا اور جانور سواری مین مجبور ہی اور اگر دو شریکون نے ایک نخل یا شجر مین یہ مقرر کیا کہ ہر شخص ایک جانب کے پھل لیا کرے یا بکریون مین ایک قسم کا ایک شخص دودھ لے اور دوسرے قسم سے دوسرا شریک لے تو جائز نہین اسواسطے کہ مہاباۃ منافع کے ساتھ مخصوص ہی اس سبب سے کہ انکو بقا نہین تو قسمت اُنمین متعذر ہی اور پھل اور دودھ شی موجود ہی اور اُنمین تو بخوبی قسمت ہو سکتی ہی بعد حصول کے علاوہ اُسکے اولاد اور البان متفاوت ہین اور اعیان مین قسمت جائز نہین الا بہ تعدیل کذا فی الطحطاوی ملخصا اور طحطاوی نے کہا فصولین کی فصل مذکور مین مذکور ہی کہ مشترک گھر مین ایک شریک رہا دوسرے شریک کی غیبت مین تو اُسپر حصہ شریک غائب کا کرایہ لازم نہین اگرچہ وہ گھر کرایہ کے واسطے مہیا ہو اسواسطے کہ سکونت کے حق مین مشترک گھر ہر شریک کا مملوک قرار دیا جاتا ہی علی سبیل الکمال اسواسطے کہ اگر ایسا نہو تو ہر شریک کا اُسمین داخل ہونا اور بیٹھنا اور اسباب رکھنا ممنوع ہو تو منافع ملک بالکل باطل ہو جاوین اور حالانکہ یہ جائز نہین پھر جبکہ یہ ٹھہرا تو شریک حاضر اپنی ملک مین ساکن ہوا تو اُسپر کرایہ نہو گا اسواسطے کہ وہ بتاویل ملک اُسمین رہا وشرکۃ عقد ای واقعۃ بسبب عقد قابلۃ للوکالۃ اور دوسرے قسم شرکت کی عقد شرکت ہی یعنی وہ شرکت جو واقع ہی بسبب عقد کے

قابل ہو واسطے وکالت کے ورکنہا ای ماہیتہا الایجاب والقبول ولو معنی کما لو دفع لہ الفا وقال آخرج مثلہا واشتر والربح بیننا اور رکن اسکا یعنی شرکت العقد کی ماہیت اور حقیقت ایجاب اور قبول ہی اگرچہ ایجاب اور قبول لفظی نہو بلکہ معنوی ہو چنانچہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور کہا کہ تو بھی ایسے ہی نکال اور اشیاء تجارت کو مول لے اور نفع ہمارے تمہارے درمیان نصفا نصف ہی جبکہ دوسرے شخص نے دراہم مذکورہ کو لیا اور اپنے دراہم اپنے پاس سے نکالے تو شرکت منعقد ہوگئی کذا فی البحر وشرطہا ای شرکۃ العقد کون المعقود علیہ قابلا للوکالۃ فلا تصح فی مباح کاحتطاب اور شرکۃ العقد کی شرط ہی ہونا معقود علیہ کا قابل وکالت کے تو صحیح نہیں شرکت امر مباح میں جیسے جنگل کی لکڑیاں لینا معقود علیہ یعنی جس کام کے واسطے شرکت واقع ہوئی اسمین قابلیت وکالت اسواسطے شرط ہوئی تاکہ جس چیز کو دونوں شریک حاصل کریں وہ دونوں میں مشترک واقع ہو تو فاعل کیواسطے بطریق اصالت کے ہوگی اور شریک کیواسطے بطریق وکالت کے تو یہ بات مباحات میں حاصل نہوگی چنانچہ جنگل کی لکڑیوں اور گھاس اور شکار میں اسواسطے کہ توکیل انمین صحیح نہیں ہی مباحات کو جو شخص حاصل کریگا وہی خصوصاً اسکا مالک ہوگا نہ اسکا شریک کذا فی شرح الزیلعی وعدم ما یقطعہا کشرط دراہم مسماۃ من الربح لاحدہما لانہ قد لا یربح غیر المسمی وحکمہا الشرکۃ فی الربح اور شرکۃ العقد کی دوسری شرط نہونا اسکا جو قاطع ہو شرکت کا چنانچہ شرط کر لینا دراہم معینہ کا منفعت سے ایک شریک کیواسطے اسواسطے کہ ممکن ہی کہ گاہے منفعت سوائے قدر معین کے نہو اور حالانکہ حکم شرکت کا اشتراک فی المنفعۃ ہی مثلاً زید اور خالد شریک ہین تجارت میں اور زید نے ہزار روپے دیے اور خالد سے کہا کہ مجھکو دو یا چار روپیہ سیکڑہ مشاہرہ دیا کرنا تو یہ شرط ناجائز ہی اور مفسد شرکت اسواسطے کہ شاید کبھی دو یا چار کے سوا منفعت نہوئی تو خالد منفعت سے بے نصیب یا مطلق فائدہ نہوا فتاوی عالمگیری مین مبالغ سے منقول ہی کہ شرکۃ العقد کی یہ شرط ہی کہ فائدہ معلوم القدر ہو سو اگر مجہول القدر ہوگا تو مفسد شرکت ہی اور یہ شرط ہی کہ فائدہ جز شائع ہو فی الجملہ معین یعنی شریک اپنے واسطے نصف منفعت ٹھہرا لے یا تہائی سوا اگر دس یا سو درم کی تعیین ہوگی تو شرکت فاسد ہو جائیگی انتہی وہی اربعۃ مفاوضۃ وعنان وتقبل ووجوہ وکل من الاخیرین یکون مفاوضۃ وعنانا کما سیجی اور شرکۃ العقد چار قسم پر ہی ایک مفاوضہ دوسری عنان تیسری تقبل چوتھی وجوہ اور پچھلی دو قسمون سے مفاوضہ اور عنان بھی ہوتی ہی چنانچہ آگے آئیگا بحر الرائق مین کہا کہ زیلعی نے شرکت کو چھ قسم کہا ہی اس اعتبار سے کہ یا شرکت بالمال ہی یا شرکت بالاعمال ہی یا شرکت بالوجوہ ہی اور ہر ایک دو قسم مین مفاوضہ اور عنان اور یہی تقسیم بہتر ہی اور اسی کو طحاوی اور کرخی نے ذکر کیا ہی اسواسطے کہ چار قسم کہنا جیساکہ شارح نے کہا ہی اسکا موہم ہی کہ اخیرین یعنی تقبل اور وجوہ میں مفاوضہ اور عنان نہیں ہوتی انتہی اور بدائع وغیرہ سے بھی اقسام ششگانہ مذکورہ منقول ہین اما مفاوضۃ من التفویض بمعنی المساواۃ فی کل شیء اور شرکۃ العقد یا مفاوضہ ہی اور مفاوضہ مشتق ہی تفویض سے اور تفویض بمعنی مساواۃ ہی یعنے ہر چیز مین برابر ہونا مشتق ہونا مفاوضہ کا تفویض سے دلالت کرتا ہی کہ مزید بھی مزید سے مشتق ہوتا ہی اور یہ خلاف مشہور ہی کذا فی شرح الملتقی قاموس مین کہا کہ مفاوضہ عبارت ہی اشتراک فی کل شیء اور مساوات سے لہذا ہدایہ مین کہا چونکہ یہ شرکت عام جمیع تجارات مین ہی اور تفویض کرتا ہی ہر شریک دوسرے کو امر شرکت کا علی الاطلاق اسواسطے یہ عقد مسمی بہ مفاوضہ ہی لیکن مفاوضہ اصطلاحیہ مین ہر چیز کی مساوات لازم نہیں اسواسطے کہ زیادتی ہر شریک کی دوسرے پر باعتبار زمین اور اسباب کے مفسد شرکت نہیں اور بعضون نے کہا کہ مفاوضہ مشتق ہی فوض سے بمعنی انتشار اور اشتہار سے چونکہ یہ عقد جمیع تصرفات کے انتشار اور ظہور پر مبنی ہی لہذا اسکو مفاوضہ کہا ان تضمنت وکالۃ وکفالۃ لصحۃ الوکالۃ بالمجہول ضمنا لا قصدا شرکت یا مفاوضہ ہی اگر وہ وکالت اور ضمانت کی متضمن ہو بسبب صحیح ہونے مجہول کی وکالت کے ضمنا نہ قصدا یہ جواب ہی سوال مقدر کا کہ وکالت بالمجہول جائز نہیں تو لازم ہی کہ شرکت مفاوضہ جائز نہو کہ مجہول الجنس کی وکالت کو متضمن ہی شارح نے اسکا جواب دیا کہ وکالت بالمجہول قصدا البتہ صحیح نہیں لیکن ضمنا صحیح ہی چنانچہ مضاربت صحیح ہی باوجود جہالت کے اسواسطے کہ مضاربت چیز مجہول کی خرید کی توکیل سے عبارت ہی لیکن در ضمن عقد مضاربت وتساویا مالا تصح بہ الشرکۃ اور بشرطیکہ دونوں شریک اس مال مین برابر ہون جس سے شرکت صحیح ہی صحت شرکت کی قید سے عرض اور عقار خارج ہی تو انکی زیادتی مفسد مفاوضہ نہیں وکذا ربحا کما حققہ الوانی اور اسیطرح منفعت مین دونوں برابر ہون جیساکہ وانی نے اسکی تحقیق کی ہی وانی نے حاشیہ درر مین کہا کہ شرکت مفاوضہ عبارت ہی مساوات جمیع متعلقات شرکت سے تو یہ منفعت کی برابری کو بھی مقتضی ہی ولہذا فقہا نے اسکا تعرض نہیں کیا کرخی نے اپنے مختصر مین منجملہ شرائط صحت

[illegible]

مفاوضہ کہا ہے کہ دونوں منفعت میں برابر ہوں بلا تفصیل کذا فی الطحطاوی **وتصرفا ودینا** لا یخفی ان التساوی فی التصرف یستلزم التساوی فی الدین ا ور شریک
دونوں شریک برابر ہوں تصرف اور دین میں مخفی نہیں کہ تصرف میں برابر ہونا مستلزم ہے دین کی برابری کو و لہٰذا زیلعی نے کہا کہ اختلاف فی الدین اختلاف
فی التصرفات کا مودی ہے کہ کافر نے جب شراب اور سور کو خرید کیا تو مسلم اُسکی بیع پر قادر نہیں اور شرط مفاوضہ یہ ہے کہ جمیع مشتریات شریک کی بیع پر قادر ہو اسواسطے کہ وہ وکیل
ہے بیع اور شراء میں اور اسیطرح مسلم ان دونوں کی خرید پر بھی قادر نہیں **واجازہا ابو یوسف مع اختلاف الملۃ مع الکراہۃ** اور ابو یوسف نے مفاوضہ جائز رکھا ہے اختلاف ملت
کے ساتھ بھی کراہت کے ساتھ اسواسطے کہ کافر عقود جائزہ سے واقف نہیں **فلا تصح مفاوضۃ وان صحت عنانا بین حر وعبد ولو مکاتبا او ماذونا وصبی بالغ ومسلم وکافر لعدم المساواۃ**
تو شرکت صحیح نہیں باعتبار مفاوضہ اگرچہ صحیح ہے باعتبار عنان درمیان آزاد اور غلام کے اگرچہ غلام مکاتب ہو یا ماذون اور درمیان صغیر اور بالغ کے اور مسلم اور کافر کے بسبب برابر
ہونے دونوں کے اسواسطے کہ حر بالغ بذات خود تصرف کا مالک ہے اور غلام اور صغیر بلا اذن ولی اور مولے مالک نہیں علی ہٰذا القیاس مسلم اور کافر تصرف میں برابر نہیں چنانچہ عنقریب
مذکور ہو چکا **وافاد انہا لا تصح بین صبیین لعدم اہلیتہما للکفالۃ ولا ماذونین لتفاوت قیمتہما** اور مصنف نے اپنے کلام میں اشارہ کیا کہ شرکت مفاوضہ صحیح نہیں دو نابالغوں میں بسبب
اُنکی عدم اہلیت کیواسطے کفالت کے اور صحیح نہیں دو ماذون غلاموں میں بسبب تفاوت ہونے دونوں کی قیمت میں یعنی جب قیمت میں برابر ہونگے تو ضمانت میں برابر ہونگے
حالانکہ مفاوضہ میں ایک شریک کا کفیل ہونا دوسرے شریک کیواسطے ضرور ہے **وکل موضع لم تصح المفاوضۃ لفقد شرطہا ولا یشترط ذلک فی العنان کان عنانا**
لکمال استجماع شرائطہ کما سیتضح اور جس موضع میں شرکت مفاوضہ صحیح نہوئی بسبب فقدان اُسکی شرط کے اور حالانکہ وہ شرط معقود عنان میں مشروط نہیں تو وہ شرکت
عنان ہو جاویگی چنانچہ مذکور ہو چکا کہ حر اور عبد اور صبی اور بالغ اور مسلم اور کافر میں مفاوضہ صحیح نہیں لیکن عنان صحیح ہے اُسکی شرائط کے جمع ہونے سے چنانچہ شرائط
عنان عنقریب واضح ہونگے **وتصح المفاوضۃ بین حنفی وشافعی وان تفاوتا تصرفا فی متروک التسمیۃ لتساویہما ملۃ وولایۃ الالزام بالحجۃ ثابتۃ** اور صحیح ہے شرکت مفاوضہ
درمیان حنفی اور شافعی کے اگرچہ دونوں ذبیحہ متروک التسمیہ میں متفاوت ہیں باعتبار تصرف کے بسبب برابر ہونے دونوں کے ملت میں اور ولایت الزام کی دلیل سے ثابت ہے یعنی
متروک التسمیہ کے مال غیر متقوم ہونے پر دلیل قائم ہے اور ثبوت حجت کا بواسطہ اتحاد ملت اور اعتقاد کے لازم ہے اسواسطے کہ شافعی المذہب کا یہ گمان ہے کہ متروک التسمیہ کی خرید شافعی
اور حنفی دونوں کو درست ہے اور حنفی کا یہ زعم ہے کہ وہ دونوں کو جائز نہیں تو دونوں تصرف میں برابر ہوئے اعتقاد کی راہ سے بخلاف مسلم اور ذمی کے کذا فی المنح **ولا تصح الا**
بلفظ المفاوضۃ وان لم یعرفا معناہا سراج او بیان جمیع مقتضیاتہا ان لم یذکر لفظہا اذ العبرۃ للمعنی لا للمبنی اور شرکت مفاوضہ صحیح نہیں مگر بذکر لفظ مفاوضہ
اگرچہ شریکین اُسکے معنی کو نجانتے ہوں یا اُسکے جمیع مقتضیات کے بیان سے صحیح ہے اگر اُسکے لفظ کو مذکور نکیا اسواسطے کہ اعتبار معنی کا ہے نہ لفظ کا مع لفظ مفاوضہ میں علم اُسکے معنی کا
اسواسطے نہ شرط ہوا کہ صریح محتاج نیت کا نہیں اور جمیع مقتضیات کا بیان اسطرح ہے کہ دو حر بالغ مسلم یا ذمیوں نے ایک دوسرے سے یوں کہا کہ میں تیرا شریک ہوا اپنے سب نقد مال میں بقدر
تیری ملک کے باطلاق تعمیم عام دونوں جانب سے تجارت اور نقد اور نسیہ میں اس خبر تک کہ ہر شخص دوسرے کا ضامن ہے کذا فی البحر **واذا صحت فما اشتراہ احدہما یقع مشترکا الا طعام**
اہلہ وکسوتہم استحسانا لان المعلوم بدلالۃ الحال کالمشروط بالمقال وکذا استثنی الکمال من حوائجہ ولو جاریۃ للوطی باذن شریکہ کما سیجی اور جبکہ شرکت مفاوضہ باستجماع شرائط
مذکورہ صحیح ہوئی تو جس چیز کو کہ ایک شریک خرید کریگا وہ مشترک واقع ہوگی مگر اپنے اہل و عیال کا طعام اور لباس خرید کرنا مشترک نہیں بنا بر استحسان کے اسواسطے کہ جو چیز کہ بدلالت
حال معلوم ہے وہ زبانی شرط کے برابر ہے اور مصنف نے طعام اور لباس مستثنی سے جمیع حاجات ضروریہ کا ارادہ کیا اگرچہ لونڈی خرید کی ہو وطی کیواسطے اپنے شریک کے اذن سے چنانچہ فصل آیندہ میں آویگا
وطی کے مانند خدمت ہے اور اذن شریک کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر بے اجازت شریک خرید کریگا تو لونڈی مشترک ہوگی **وللبائع مطالبۃ ایہما شاء بثمنہا ای الطعام والکسوۃ ویرجع**
الآخر بما ادی علی المشتری بقدر حصتہ ان ادی من مال الشرکۃ اور بائع کو قیمت طعام اور لباس کا مطالبہ جائز ہے دونوں میں سے جس سے چاہے کرے خواہ مشتری سے بالاصالۃ خواہ
اسکے شریک سے بالکفالۃ اور دوسرا شریک مشتری سے بھرے جو اُسنے قیمت ادا کی بقدر اسکے حصے کے اگر اُسنے شرکت کے مال سے ادا کی ہوگی مگر اگر اُسنے غیر شرکت کے مال سے قیمت ادا کی تو رجوع
کرے اور شرکت مفاوضہ باطل ہو گئی اگر مال موروثی اُس جنس سے ہو جس سے شرکت صحیح ہے اسواسطے کہ اس مال کے داخل ہونے سے اسکی ملک میں مال اُسکا زیادہ ہو گیا مساوات شرط باقی نہیں

اگر مال مودی اجنس شرکت نہیں جیسا کہ عرض تو مفاوضہ باطل نہیں کذا فی الطحطاوی وکل دین لزم احدہما بتجارۃ واستقراض وغصب واستہلاک وکفالۃ بمال بامرہ
لزم الآخر ولو لزمہ باقرارہ اور جو دین کہ ایک شریک کو لازم ہو گا بسبب تجارت اور قرض لینے اور غصب یا استہلاک اور مال کی ضمانت سے مکفول لہ کے امر سے تو وہ دوسرے
دوسرے شریک کو بھی لازم ہو گا اگرچہ لزوم اسکا شریک کے اقرار سے ہو م کفالت بامر کی قید اسواسطے لگائی کہ کفالت بلا امر سے اُسکے شریک پر دین لازم نہیں جیسا کہ کفالت النفس
ہیں وہ بالاجماع ماخوذ نہیں کذا فی الملتقی وشرحہ الا اذا اقر لمن لا تقبل شہادتہ لہ ولو معتدتہ فیلزمہ خاصۃ کمہر وخلع وجنایۃ وکل ما لا تصح الشرکۃ فیہ مگر جبکہ شریک نے دین کا اقرار کیا
اُس شخص کے واسطے جسکے حق میں اُسکی گواہی مقبول نہیں جیسا کہ اصول اور فروع اور زوجہ اگرچہ زوجہ معتدہ ہو تو یہ دین اُسی کو لازم ہو گا نہ اُسکے شریک کو جیسا کہ مہر اور خلع اور جنایات
وہ چیز جسمیں شرکت صحیح نہیں م زیلعی نے کہا کہ دوسرے شریک کو جنایت کی دیت اور مہر اور خلع اور صلح قتل عمد اور نفقہ زوجات اور اقارب لازم نہیں اسواسطے کہ یہ دیون اُس چیز کے بدل
ہیں جسمیں اشتراک صحیح نہیں تو یہ لازم نہیں مگر مباشر کو وفائدۃ اللزوم انہ اذا ادعی علی احدہما فلہ تحلیف الآخر ولو ادعی علی الغائب لہ تحلیف الحاضر علی علمہ ثم اذا قدم لہ تحلیفہ
البتۃ ولو الجیۃ اور فائدہ لزوم دین کا یہ ہے کہ جب مدعی نے دین کا دعوی کیا ایک شریک پر تو اُسکو قسم دینا دوسرے شریک پر جائز ہے یعنی درصورت انکار وعدم بینہ اور اگر مدعی
نے شریک غائب پر دعوی کیا تو مدعی کو شریک حاضر کا قسم دینا جائز ہے اُسکے علم پر پھر جب غائب آوے تو مدعی کو اُس سے قسم لینا بالیقین جائز ہے کذا فی الولوالجیۃ حاضر کے علم پر اسواسطے
قسم ہوئی کہ غیر کا فعل ہے نہ اپنا بخلاف غائب کہ اُس پر بالقطع قسم ہے کہ اپنا فعل ہے وبطلت ان وہب لاحدہما او ورث ما تصح فیہ الشرکۃ کما یجی ووصل کیدہ ولو بصدقۃ
او ایصا لفوات المساواۃ بقاء وہی شرط کالابتداء اور شرکت مفاوضہ باطل ہو جائیگی اگر ایک شریک نے ہبہ یا وراثت میں وہ چیز پائی جسمیں شرکت صحیح ہے منجملہ نقد وغیرہ کے
جیسا کہ اسکا ذکر آویگا اور حالانکہ چیز موہوب اور موروث اُسکے ہاتھ میں پہونچ گئی اگرچہ وصول بواسطے خیرات اور کسی کی وصیت کے ہوا ہو شرکت باطل ہو گی بسبب فوت ہونے مساوات
مالی کے من حیث البقاء اور حالانکہ مساوات بقائی شرط ہے مانند ابتدا کے م اسواسطے کہ عقود غیر لازمہ میں بقاء در حکم ابتدا ہے طحطاوی نے کہا ظاہر الکلام زیلعی اسکا مقتضی ہے کہ میراث
میں قبضہ ہونا شرط بطلان نہیں بلکہ جب میراث نقدین کی دین ہو لا تبطل بقبض ما لا تصح فیہ الشرکۃ کعرض وعقار باطل نہیں ہوتی شرکت مفاوضہ اُس چیز کے قبضہ سے
جسمیں شرکت صحیح نہیں جیسا کہ اسباب اور زمین واذا بطلت بما ذکر صارت عنانا ای تنقلب الیہا اور جبکہ شرکت مفاوضہ باطل ہو گئی بسبب اُسکے جو مذکور ہو چکا تو شرکت
عنان ہو گئی یعنی مفاوضہ منقلب ہو کر عنان بنگئی بسبب امکان کے اسواسطے کہ مساوات اسمیں شرط نہیں کذا فی المنح ولا تصح مفاوضۃ وعنان ذکر فیہما المال الا انما تقبل
وجوہ بغیر النقدین والفلوس النافقۃ والتبر والنقرۃ ای ذہب وفضۃ لم یضربا اذا جری مجری النقود التعامل بہما والا فکعروض امر صحیح نہیں شرکت مفاوضہ اور عنان سوائے
نقدین اور فلوس رائجہ اور سونے چاندی کی ڈلی کے جبکہ بجائے نقود معاملات میں چلتی ہوں اور اگر بجائے دراہم اور دنانیر رائج نہوں تو سونے چاندی کی ڈلی اسباب کے مانند ہے
شارح نے کہا سوائے نقد وغیرہ کے وہ شرکت مفاوضہ اور عنان صحیح نہیں جنمیں مال مذکور ہو اور اگر مال مذکور نہیں تو مفاوضہ اور عنان درضمن شرکت تقبل اور وجوہ ہونگی
تبر بکسر اول اور نقرہ سے سونا اور چاندی غیر مضروب مراد ہے بطریق لف ونشر مرتب وصحت بالعرض ہو المتاع غیر النقدین ویحرک قاموس ان باع کل منہما نصف
عرضہ بنصف عرض الآخر ثم عقدا ہا مفاوضۃ او عنانا وہذہ حیلۃ لصحتہا بالعروض اور شرکت مال صحیح ہے اسباب سے اگر بیع کرے ہر شخص دونوں میں سے
اپنے نصف اسباب کو بعوض نصف اسباب دوسرے کے پھر دونوں شرکت کو منعقد کریں خواہ شرکت مفاوضہ ہو خواہ عنان اور یہ حیلہ ہے واسطے صحیح ہو جانے شرکۃ العقد کے
اسباب سے عرض بالفتح عبارت ہے اُس متاع یعنی اسباب سے جو نقدین کے سوائے ہے اور تحریک عرض بھی جائز ہے کذا فی القاموس م جب ایک نے اپنا نصف اسباب
دوسرے کے نصف اسباب سے بیچا تو دونوں قیمت میں شریک ہو گئے بشرکت ملک تو جائز نہیں ایک کو دوسرے کے حصے میں تصرف کرنا پھر عقد سے شرکۃ المال
شرکۃ العقد ہو گئی اب ہر شخص کو اپنے شریک کے حصہ میں تصرف جائز ہو گیا کذا فی المنح زیلعی نے کہا بیع کرنا بعوض نصف اسباب شریک کے اتفاقی
قید ہے اسواسطے کہ اگر بعوض دراہم بیع کر کے شرکت منعقد کریگا عرض بیع میں تو بھی جائز ہے اور ایک شخص کا بیع کرنا ثبوت شرکت کے واسطے
کافی ہے وہذا ان تساویا قیمۃ وان تفاوتا باع صاحب الاقل بقدر ما تثبت بہ الشرکۃ ابن کمال فقولہ بنصف عرض الآخر اتفاقی اور یہ یعنی نصف

عرض کو نصف عرض سے بیع کرنا اُسوقت ہی جب دونون کے اسباب برابر ہون قیمت مین اور اگر قیمت مین متفاوت ہون تو کمتر قیمت والا اسقدر اپنا اسباب بیع
کرے جس سے شرکت ہو جاے کذا صح ابن کمال تو مصنف کا یہ قول کہ نصف عرض شریک سے بیع کرے اتفاقی ہی مثلاً ایک شخص کے اسباب کی ہزار قیمت ہی اور
دوسرے کے اسباب کی دو ہزار قیمت ہی تو صاحب اقل اپنے اسباب کی دو تہائیان بعوض ایک تہائی دوسرے کے اسباب کے بیع کرے تو تمام مال دونون مین تین ثلث ہوگا
دو ثلث صاحب اکثر کے اور ایک ثلث صاحب اقل کا پھر دونون شخص شرکت کو منعقد کرین تو منفعت دونون مین بقدر ملک کے ہوگی کذا فی المنح اور جسقدر دوسرے کا اسباب زیادہ
رہیگا وہ مفسد شرکت نہین اسواسطے کہ ملک اسباب مبطل شرکت نہین اور نصف عرض کی قید یا اتفاقی ہی یا قصد یہ تا مفاوضہ اور عنان دونون کو شامل رہے اسواسطے کہ مفاوضہ مین
تساوی شرط ہی نہ عنان مین کذا فی الطحطاوی **ولا تصح بمال غائب او دین مفاوضۃ کانت او عنانا لتعذر المضی علی موجب الشرکۃ** اور شرکت صحیح نہین غائب مال
اور دین سے خواہ شرکت مفاوضہ ہو یا عنان بسبب متعذر ہونے کے موجب شرکت پر یعنی جب دونون مال یا ایک مال حاضر نہو تو دونون مین منفعت کا ہونا متعذر ہی ہم شلبی نے
اتقانی سے نقل کیا کہ وقت عقد کے مال کا ہونا شرکت کی شرط نہین بلکہ خرید کے وقت مال کا ہونا شرط ہی بسبب حصول مقصود کے **واما عنان بالکسر وتفتح** اور یا شرکت عنان
بالکسر ہی اور فتحہ عین کا بھی جائز ہی ہم اما عنان عطف ہی اما مفاوضۃ پر یہ بیان ہی شرکۃ العقد کی نوع ثانی کا عنان بمعنی عرض ہی یعنی پیش آمد اور سامنا ہونا سو جبکہ ایک شریک
نے دوسرے کو اسکا اختیار دیا کہ خرید کرے جو اُسکے سامنے آوے لہذا یہ شرکت مسمی بعنان ہوئی یا عنان ماخوذ ہی عنان الفرس سے اسواسطے کہ ہر شریک نے اپنے بعض مال کی
عنان تصرف دوسرے شریک کو دی **ان تضمنت وکالۃ فقط بیان لشرطها** شرکت عنان ہوتی ہی اگر متضمن ہو فقط وکالت کی یہ بیان ہی اُسکی شرط کا ہم ظاہر قید فقط کی اُسکو
مقتضی ہی کہ متضمن کفالت سے عنان منعقد نہین ہوئی لیکن اگر وکالت اور کفالت کے ساتھ باقی شروط مفاوضہ موجود مین تو شرکت مفاوضہ ہی والالائق یہ ہی کہ عنان منعقد ہو اور
فقہا کے اس قول کا کہ عنان کفالت سے منعقد نہین ہوتی یہ مطلب ہی کہ ذکر کفالت عنان مین شرط نہین اور یہ نہین کہ عدم ذکر کفالت شرط ہی کذا فی البحر **فتصح من اهل التوکیل کصبی**
معتوہ یعقل البیع وان لم یکن اهلا للکفالۃ لکونها لا تقتضی الکفالۃ تو شرکت عنان صحیح ہی اہل توکیل سے چنانچہ صغیر اور اُس بالغ کم عقل سے جو بیع کو سمجھتا ہو اگرچہ وہ ضمانت کی
لیاقت نرکھتا ہو اسواسطے کہ شرکت عنان ضمانت کی مقتضی نہین ہم اہل توکیل رجال اور نسا اور بالغ اور صغیر ماذون اور حر اور عبد ماذون اور مسلم اور کافر اور مکاتب سبکو
شامل ہی کذا فی العالمگیریہ تو ان سب مذکورین مین شرکت عنان صحیح ہی **بل الوکالۃ ولذا تصح** عاما وخاصا ومطلقا وموقتا بلکہ شرکت عنان وکالت کی مقتضی ہی اور اسواسطے
عنان صحیح ہی عام اور خاص ہوکر اور مطلق اور موقت ہوکر یعنی چونکہ عنان وکالت پر مبنی ہی اور وکالت تو عام اور خاص اور مطلق اور موقت ہر طرح صحیح ہی تو عنان بھی اسیطرح
صحیح ہی **ومع التفاضل فی المال دون الربح وعکسہ** اور عنان صحیح ہی مال کی زیادتی کے ساتھ بلا زیادتی منفعت اور اسکے بالعکس یعنی تفاضل منفعت بلا مال مین ہم دونون
شریکون کا مال برابر ہو یا کم و بیش اور نفع دونون مین برابر ہو یا کم و بیش خواہ دونون تجارت کرین یا ایک بہر صورت شرکت عنان صحیح ہی لیکن اگر سب نفع ایک شخص کیواسطے
مشروط ہو تو یہ جائز نہین کہ یہ شراکت نرہی قرض ہوگیا اگر عامل کیواسطے نفع مشروط ہو یا ابضاعت ہوگئی اگر نفع صاحب مال کیواسطے مشروط ہوا کذا فی الطحطاوی عن النہر
وببعض المال دون بعض اور شرکت عنان صحیح ہی بعض مال سے نہ بعض آخر سے اسواسطے کہ مساوات عنان مین شرط نہین **وبخلاف الجنس کدنانیر من احدهما ودراهم من الآخر**
اور عنان صحیح ہی مخالف الجنس سے چنانچہ ایک شریک کی اشرفیان اور دوسرے شریک کے روپے ہم عنان مین تخصیص خلاف جنس اسکے موہم ہی کہ شرکت مفاوضہ مین یہ جائز نہین حالانکہ
ایسا نہین ہی اسواسطے کہ اگر دراہم اور دنانیر قیمت مین برابر ہین تو مفاوضہ جائز ہی ورنہ عنان صحیح ہی کذا فی الطحطاوی عن الخزانہ **وبخلاف الوصف کبیض وسود وان**
تفاوتت قیمتهما اور عنان صحیح ہی مخالف وصف سے چنانچہ دراہم سفید اور سیاہ سے اگرچہ دونون کی قیمت متفاوت ہو **والربح علی ما شرطا** اور نفع دونون شریکون
کی شرط کے موافق ہوگا **ومع عدم الخلط لاستناد الشرکۃ فی الربح الی العقد لا المال فلم تشترط مساواۃ واتحاد وخلط** اور عنان صحیح ہی ساتھ نہ ملانے دونون مالون کے
بسبب مستند ہونے نفع کے شرکت کے عقد کی طرف نہ مال کیطرف تو مشروط نہین مساوات اور اتحاد اور خلط ہم عدم مساوات مع التفاضل پر متفرع ہی اور
عدم اتحاد مال بخلاف الجنس والوصف پر متفرع ہی اور عدم خلط مع عدم الخلط پر متفرع ہی **ویطالب المشتری بالثمن فقط لعدم تضمن الکفالۃ** اور فقط مشتری سے مطالبہ

قیمت کا کیا جائیگا نہ اسکے شریک سے بسبب متضمن ہونے شرکت عنان کے ضمانت کو ویرجع علی شریکہ بحصتہ منہ ان ادی من مال نفسہ ای مع بقاء مال الشرکۃ

والا فالشراء لہ خاصۃ لکلا یصیر مستدینا علی مال الشرکۃ بلا اذن بحر اور شریک مشتری قیمت بھر لے اپنے شریک سے بقدر اسکے حصے کے اگر مشتری نے قیمت ادا کی ہو

اپنے ذاتی مال سے یعنی باوجود باقی رہنے مال شرکت کے اور اگر مال شرکت کا نقد باقی نہیں رہا بلکہ بجملہ اعیان او راسباب کے ہوگیا ہو تو خرید کرنا مشتری ہی کے واسطے مخصوص

ہوگا تا نہو شریک مشتری قرض کرنے والا شرکت کے مال پر بلا اذن شریک کذا فی البحر خلاصہ یہ ہو کہ اگر ایک شریک نے کوئی چیز خرید کی اور شرکت کا مال نقد ہنوز موجود ہو تو

شریک سے قیمت بھر لے بقدر اسکے حصے کے اور اگر نقد باقی نہیں بلکہ متاع اور قماش مشترک ہو اور مشتری نے دراہم یا دنانیر سے اُدھار خرید کی تو یہ خرید فقط مشتری ہی کیواسطے

مخصوص ہو اسواسطے کہ اگر مشترک ہو تو لازم آوے کہ اُسنے شرکت کے مال پر قرض کیا اور حالانکہ شریک عنان بلا اذن شریک استدانت کا مالک نہیں کذا فی البحر عن المحیط وتبطل الشرکۃ

بہلاک المالین او احدہما قبل الشراء والہلاک علی مالکہ قبل الخلط وعلیہما بعدہ اور باطل ہوجاتی ہو شرکت دونون مالون کے ہلاک ہونے سے یا ایک مال کے ہلاک ہونے

سے قبل خرید کے اور ہلاکی مالک کے مال پر ہو قبل خلط کرنے دونون مالون کے اور دونون شریکون پر ہو بعد خلط کرنے کے وان اشتری احدہما بمالہ وہلک بعدہ

مال الآخر قبل ان یشتری شیئا فالمشتری بالفتح بینہما شرکۃ عقد علی ما شرطا اور جع علی شریکہ بحصتہ منہ ای من الثمن لقیام الشرکۃ وقت الشراء اور اگر ایک

شریک نے اپنے مال سے کوئی چیز خرید کی اور بعد خرید کے دوسرے شریک کا مال ہلاک ہوگیا قبل اُسکے خرید کرنے کسی چیز کے تو جو چیز خرید ہوئی وہ مشترک ہو دونون میں شرکت

عقد ہو بموجب دونون کی شرط کے اور شریک مشتری اپنے شریک سے قیمت بھر لے اسکے حصہ کے موافق بسبب قائم ہونے شرکت کے خرید کے وقت مین طحطاوی نے کہا قیام شرکت

علت ہو لیعنی فالمشتری بینہما کی تو اسکا ذکر اُسکے متصل مناسب تھا وان ہلک مال احدہما ثم اشتری الآخر بمالہ فان صرحا بالوکالۃ فی عقد الشرکۃ بان قالا علی ان

ما اشتراہ کل منہما بمالہ ہذا یکون مشترکا نہر وصدر الشریعۃ فالمشتری مشترک بینہما علی ما اشترطا فی اصل المال لا الربح لصیرورتہا شرکۃ ملک لبقاء الوکالۃ المصرح بہا

اور اگر ایک شریک کا مال ہلاک ہوگیا پھر دوسرے شریک نے اپنے مال سے کوئی چیز خرید کی تو اگر دونون شریکون نے وکالت کی تصریح کر دی عقد شرکت مین اسطرح کہ دونون نے کہا

کہ ہم شریک ہین اس شرط پر کہ دونون مین سے جو شخص اپنے اس مال سے خرید کرے تو وہ چیز مشترک ہو کذا فی النہر وصدر الشریعۃ تو جو چیز خرید ہوئی وہ مشترک ہوگی دونون مین موجب

اُسکی شرط کے یا اشتراک اصل مال مین ہوگا نہ منفعت مین بسبب ہو جانے اس شرکت کے شرکۃ الملک بسبب باقی رہنے اُس وکالت کے جسکی تصریح ہو چکی ہو ایک شریک کا مال ہلاک ہونے سے شرکۃ العقد

باطل ہوگئی لیکن وکالت مصرحہ باقی ہو اور خرید ہوئی تھی بحکم وکالت تو اب شرکۃ الملک ہوگئی سو اب کوئی شریک دوسرے کے نصیب مین تصرف نہین کر سکتا کذا فی النہر ورجع

بحصتہ ثمنہ والا ای وان ذکرا مجرد الشرکۃ ولم ینصا علی الوکالۃ فیہا ابن کمال فہو لمن اشتراہ خاصۃ لان الشرکۃ لما بطلت بطل ما فی ضمنہا من الوکالۃ اور شریک مشتری

اُسکی قیمت کا حصہ کھر لے والا یعنی اور اگر دونون شریکون نے فقط شرکت کو ذکر کیا ہو اور اُسمین وکالت بر اتفاق نکیا ہو کذا صح ابن کمال تو وہ خرید ہوئی چیز اُسی شخص کی مخصوص

ہوگی جسنے خرید کی اسواسطے کہ شرکت جبکہ باطل ہوگئی بسبب ہلاکی مال کے تو جو اُسکے ضمن مین وکالت تھی وہ بھی باطل ہوگئی وتفسد باشتراط دراہم من الربح لاحدہما

لقطع الشرکۃ لما مر اور فاسد ہوتی ہو شرکت ایک شریک کیواسطے دراہم معینہ شرط کرنے سے منفعت میں سے بسبب منقطع ہونے شرکت کے چنانچہ اول باب مین گذر گیا کہ تعیین دراہم

قاطع شرکت ہو مثلا ایک شریک نے شرط کی کہ نفع میں سے سو درم اول لیکر باقی کو تقسیم کرونگا تو یہ شرط قطع شرکت کی موجب ہو بعض وجوہ مین کہ شاید کبھی فائدہ حاصل ہو اسواسطے

سو درم کے تو اس صورت مین تمام نفع ایکہی شخص کیواسطے مشروط ہوگیا تو یہ شرکت نرہی قرض یا بضاعت ہوگئی کذا فی المنح والطحطاوی لالانہ شرط لعدم فسادہا بالشروط

وظاہرہ بطلان الشرط لا الشرکۃ بحر ومصنف شرکت فاسد ہوگئی قطع شرکت سے نہ اس سبب سے کہ تعیین دراہم شرط فاسد ہو بسبب فاسد ہونے شرکت کے شروط فاسدہ سے

اور ظاہر اس قول کا یعنے عدم فساد شرکت بالشروط فاسدہ بطلان شرط پر دلالت کرتا ہو نہ بطلان شرکت پر کذا فی البحر وشرح المصنف قلت صرح صدر الشریعۃ وابن الکمال بفساد

الشرکۃ میں کہتا ہون کہ تصریح کی ہو صدر الشریعۃ اور ابن کمال نے فساد شرکت کی تعیین دراہم سے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کا طرز بیان فہم مقصود مین موجب

رکاکت کا ہو اگر شارح مصنف کی عبارت کے بعد یون کہتا کہ اس طرف صدر الشریعۃ اور ابن کمال گئے ہین اور فقہا کے اس قول سے کہ شرکت فاسد

نہین ہوتی شروط فاسدہ سے صاحب بحر اور مصنف یہ سمجھے ہین کہ شرط تعیین دراہم کی باطل ہی نہ شرکت تو خوب واضح تر ہوتا ویکون الربح علی قدر المال
نفع بقدر مال کے یعنی درصورت اشتراط دراہم معینہ ہر شریک کو نفع بقدر مال کے ملیگا اسواسطے کہ شرکت فاسدہ کا یہی حکم ہی ولکل من شریکی العنان والمفاوضۃ
ان یستاجر من یتجر لہ ویحفظ المال اور ہر شریک کو عنان اور مفاوضہ کے دو شریکون مین سے جائز ہی کہ نوکر رکھے اُسکو جو تجارت کرے یا مال کی حفاظت کرے اسواسطے
کہ یہ تاجرون کی عادت ہی ویبضع ای یدفع المال بضاعۃ بان یشترطا الربح لرب المال اور شریک کو جائز ہی کہ دے مال کو بطریق بضاعت کے یعنی تمام نفع صاحب مال کے واسطے
مشروط ہو نہ عامل کیواسطے ہم طحطاوی نے کہا بضاعت کے یہ معنی عرفی ہین اور باعتبار لغت کے باضع بمعنی شریک ہی کذا فی القاموس ویودع ویعیر ویضارب لانہا
دون الشرکۃ فتتضمنہا اور جائز ہی شریک کو کہ امانت رکھاوے اور عاریت دے اور مال کو بطریق مضاربت کے دے اسواسطے کہ مضاربت شرکت سے کمتر ہی تو شرکت اسکو
متضمن ہی ویوکل اجنبیا ببیع وشراء ولو نہی المفاوض الآخر صح نہیہ بحر اور جائز ہی شریک کو کہ شخص غیر کو بیع اور شرا کا وکیل کرے اور اگر اُسکا دوسرا شریک مفاوض منع
کرے وکیل سے تو اسکا منع کرنا صحیح ہی کذا فی البحر ہم تقیید بمفاوض کی اتفاقی ہی اسواسطے کہ ہر شریک کی نہی صحیح ہی کذا فی الطحطاوی عن الجوہرۃ ویبیع بما عز وہان خلاصۃ اور جائز ہی بیع
کرنا شریک کا بعوض عزیز اور ذلیل کے کذا فی الخلاصۃ یعنی بعوض قلیل یا کثیر بیع جائز ہی وبنقد ونسیئۃ بزازیۃ اور جائز ہی بیع نقد اور ادھار کذا فی البزازیۃ ویسافر بالمال لہ حل او لا
ہو الصحیح خلافا للاشباہ وقیل ان لہ حمل یضمن والا لا ظہیریۃ اور جائز ہی ہر شریک کو سفر مین لیجانا مال کا خواہ اُسکے واسطے حمل ہو یا نہو یہی قول صحیح ہی بخلاف اشباہ اور
بعضون نے کہا کہ اگر مال کیواسطے حمل ہو تو شریک پر ضمانت ہی والا نہین کذا فی الظہیریۃ ہم تفسیر ما لا حمل لہ مین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ وہ محمول بلا اجرہ ہی اور بعضون نے کہا کہ جو ایک ہاتھ
سے اُٹھ سکے کذا فی جامع الفصولین خلاصہ یہ ہی کہ سفر مین اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ مطلقا سفر جائز ہی اسواسطے کہ اذن تصرف کا بمقتضاے شرکت ثابت ہی اور شرکت علی الاطلاق
صادر ہوئی اور حالانکہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہی مگر بدلیل ومؤنۃ السفر والکراء من راس المال ان لم یربح خلاصہ اور خرچ سفر اور کرایہ کا راس المال سے متعلق ہی اگر
نفع نہوا ہو تجارت مین کذا فی الخلاصۃ ہم عالمگیری مین ظہیریہ سے منقول ہی کہ شریک کا نفقہ اُسکی ذات اور طعام اور سالن کا راس المال مین سے ہی اور اگر نفع حاصل ہوا ہو تو نفع مین
محسوب ہو ولا یملک الشریک الشرکۃ الا باذن شریکہ جوہرۃ مالک نہین شریک غیر کو شریک کرنے کا مگر اپنے شریک کی اجازت سے کذا فی الجوہرۃ ہم اسواسطے شریک نہین کر سکتا
کہ شی اپنی برابر والی چیز کی متضمن نہین ہوتی بلکہ کمتر کی کذا فی الہدایہ ولا الرہن الا باذنہ او یکون ہو العاقد فی موجب الدین اور مالک نہین شریک رہن کا مگر اپنے
شریک کے اذن سے یا کہ راہن وہی عاقد ہو موجب دین مین ہم یعنی شریک نے کوئی چیز مول لی اور بعوض اُسکی قیمت کے کوئی چیز شرکت کے مال سے رہن رکھی تو جائز ہی اور
جیسے رہن جائز نہین ویسے ہی ارتہان بھی جائز نہین الا درصورت ولایت عقد کذا فی الطحطاوی عن البحر والخانیۃ وحینئذ یصح اقرارہ بالرہن والارتہان اور اسوقت
مین یعنی جبکہ راہن وہی عاقد بنفسہ ہو تو صحیح ہی اسکا اقرار رہن اور ارتہان کا کذا فی السراج ولا الکتابۃ والاذن بالتجارۃ وتزویج الامۃ وہذا کلہ لو عنانا اما مفاوض
فلہ کل ذلک اور مالک نہین شریک غلام کے مکاتب کرنیکا اور اُسکو تجارت کے اذن دینے کا اور لونڈی کے نکاح کر دینے کا اور یہ سب جو مذکور ہوا اسوقت ہی جبکہ وہ شریک
عنان ہو اور شریک مفاوض کو تو یہ سب کچھ جائز ہی ولو فاوض ان باذن شریکہ جاز والا انعقد عنانا بحر اور اگر شریک مفاوض غیر کو شریک مفاوض بناوے اگر اپنے
شریک کے اذن سے ہی تو جائز ہی اور نہین تو شرکت عنان منعقد ہو جائیگی کذا فی البحر اسواسطے کہ عنان کمتر ہی مفاوضہ سے اور شی اپنی کمتر کی متضمن ہوتی ہی ولا یجوز
لہما فی عنان ومفاوضۃ تزویج العبد ولا الاعتاق ولو علی مال اور جائز نہین دونون شریکون کو عنان اور مفاوضہ مین تزویج غلام کی اور نہ اُسکا آزاد کرنا
جائز ہی اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو ولا الہبۃ ای للثوب ونحوہ فلم یجز فی حصۃ شریکہ وجاز فی نحو لحم وخبز وفاکہۃ اور نہ شریکون کو ہبہ کرنا جائز ہی یعنی کپڑا اور اُسکے مانند
ہبہ کرنا صحیح نہین اور اگر ہبہ کریگا تو اپنے شریک کے حصہ مین جائز نہوگا اور جائز ہی ہبہ مانند گوشت اور روٹی اور میوے کے خلاصہ یہ ہی کہ چاندی سونا اور اسباب
ہبہ کرنا درست نہین اور ماکولات کا ہبہ درست ہی ولا القرض الا باذن شریکہ اذا نص بحا فیہ سراج اور نہ قرض دینا جائز ہی مگر اپنے شریک کے اذن سے ایسا اذن
جو صریح ہی قرض مین کذا فی السراج وفیہ اذا قال لہ اعمل برایک فلہ کل التجارۃ الا القرض والہبۃ اور سراج مین ہی جبکہ ایک شریک نے دوسرے سے کہا کہ عمل کر

اپنی تجویز کے موافق تو اُسکو اس قول سے ہر تجارت جائز ہو سوائے قرض دینے اور ہبہ کرنے کے یعنی اس قول سے رہن اور ارتہان اور سفر اور خلط مال اور غیر کے
مال سے شرکت کرنا جائز ہو مگر قرض اور ہبہ درست نہین کذا فی البحر وکذا کل ما کان اتلافا للمال او کان تملیکا للمال بغیر عوض لان الشرکۃ وضعت
للاسترباح وتوابعہ وما لیس کذلک لا ینتظمہ عقدہا اور اسیطرح قرض کے مانند ہو جسمین مال تلف ہوتا ہو یا تملیک مال ہو بغیر عوض کے اسواسطے کہ شرکت موضوع ہو واسطے
طلب منفعت اور توابع منفعت کے اور جو کام ایسا نہین اُسکو عقد شرکت منتظم نہین وصح بیع شریک ومفاوض ممن ترد شہادتہ لہ کابنہ وابیہ وینفذ علی
المفاوضۃ اجماعا اور صحیح ہو شریک مفاوض کی بیع اس شخص سے جسکی گواہی اُسکے حق مین مقبول نہین چنانچہ اُسکا بیٹا اور باپ اور یہ بیع شرکت مفاوضہ پر نافذ ہوگی
بالاجماع لا یصح اقرارہ بدین فلا ینفذ علی المفاوضۃ عندہ بزازیۃ صحیح نہین اُسکا اقرار دین کا تو یہ اقرار نافذ نہوگا مفاوضہ پر امام اعظم کے نزدیک کذا فی البزازیۃ
یعنی اگر شریک مفاوض نے مثلاً اقرار کیا کہ مین نے اپنے بیٹے یا باپ سے قرض لیا ہو تو یہ اقرار غیر صحیح شرکت مین جاری نہوگا وفی الخلاصۃ اقر شریک العنان بجاریۃ الخ
فی حصۃ شریکہ اور خلاصہ مین ہو اقرار کیا شریک عنان نے ایک لونڈی کا تو جائز نہین اُسکے شریک کے حصہ مین یعنی ایک شریک کے پاس شرکت کی لونڈی ہو سو اُسنے
اقرار کیا کہ یہ لونڈی فلانے شخص کی ہو تو یہ اقرار اُسکے شریک کے نصیب مین جائز نہین کذا فی العالمگیریۃ عن قاضی خان ولو باع احدہما لیس للآخر اخذ ثمنہ ولا الخصومۃ فیما
باعہ او اوانہ اور اگر ایک شریک نے بیع کی تو دوسرے شریک کو اُسکی قیمت لینا جائز نہین اور نہ اُسکے بیع اور ادائت مین خصومت جائز ہو یعنے جس مال کو شریک نے
بطریق دین دیا یا ثمین شریک ثانی خصومت نہین کرسکتا وہو ای الشریک امین فی المال فیقبل قولہ بیمینہ فی مقدار الربح والخسران والضیاع والدفع لشریکہ ولو
ادعاہ بعد موتہ کما فی البحر مستند الا باقی وکالۃ الولوالجیۃ کل من حکی امرا لا یملک استینافہ ان فیہ ایجاب الضمان علی الغیر لا یصدق وان فیہ نفی الضمان عن نفسہ صدق انتہی فلیحفظ
ہذا الضابط اور وہ یعنی شریک خواہ شریک عنان ہو یا مفاوضہ کذا فی الطحطاوی امانت دار ہو مال مین تو اُسکا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ بمقدار منفعت اور نقصان اور
راس المال کے ضائع ہونے اور اپنے شریک کے دینے مین اگرچہ اسکا دعوی کیا اپنے شریک کی موت کے بعد چنانچہ بحر الرائق مین ہو وکالت ولوالجیہ سے استدلال کرکے جس شخص
نے حکایت کی اُس امر کی جسکے استیناف کا وہ مالک نہین اگر اُسمین ایجاب ضمان ہوتا ہو غیر پر تو اُسکی تصدیق نہوگی اور اگر اُس حکایت مین نفی ضمان کی ہو اپنے ذات سے
تو اُسکی تصدیق ہوگی تو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے مم صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر کلام فقہا یہ ہو کہ اگر اپنے شریک کو دفع مال کا دعوی کیا تو اُسکا قول مع الیمین معتبر ہو خواہ
یہ دعوی شریک کی حیات مین ہو یا موت مین اور ظاہر کلام ولوالجی کتاب الوکالۃ مین اسکا مفید ہو اسواسطے کہ اُسنے کہا کہ اگر قبض ودیعت کیواسطے وکیل کیا پھر موکل مرگیا اب
وکیل نے کہا کہ مین نے قبضہ کیا اُسکی حیات مین اور وہ چیز ہلاک ہوگئی اور وارث اُسکے منکر ہین یا وکیل نے کہا کہ مین نے ودیعت موکل کو دی تو اُسکی تصدیق ہوگی اور اگر قبض دین
کیواسطے وکیل کیا تو تصدیق نہوگی اسواسطے کہ وکیل نے دونون موضع مین اس امر کی حکایت کی جسکے استیناف کا مالک نہین مگر وکیل بالقبض ودیعت نفی ضمان کی اپنی ذات سے حکایت کرتا ہو لہذا
اسکی تصدیق ہوگی اور وکیل بالقبض دین حاکی ضمان ہو موکل پر تو اُسکی تصدیق نہوگی انتہی ملخصا کذا فی المنح ویضمن بالتعدی وہذا حکم الامانات اور ضمان دیگا شریک بسبب تعدی کے
اور یہی حکم ہو امانات کا یعنی امانت دار پر ضمان نہین مگر بتعدی وفی الخانیۃ التقیید بالمکان صحیح فلو قال لا تجاوز خوارزم فجاوز ضمن حصۃ شریکہ اور خانیہ مین ہو کہ مقید کرنا شرکت کا ساتھ
مکان کے صحیح ہو تو اگر ایک شریک نے دوسرے شریک سے کہا کہ خوارزم سے آگے نہ بڑھنا پھر وہ بڑھ گیا اور مال تباہ ہوا تو ضامن ہوگا اپنے شریک کے حصہ کا بسبب تعدی کے وفی الاشباہ نہی احدہما
شریکہ عن الخروج وعن بیع النسیئۃ جاز اور اشباہ مین ہو کہ ایک شریک نے نہی کی اپنے شریک کو شہر کے باہر جانے سے اور اُدھار بیچنے سے تو بھی جائز ہو یعنی اگر اُسکے خلاف کریگا اور مال تلف ہوگا
تو ضمان دیگا کما یضمن الشریک عنانا ومفاوضۃ بموتہ مجہلا نصیب صاحبہ علی المذہب والقول بخلافہ غلط کما فی وقف الخانیۃ ویجی فی الودیعۃ خلافا للاشباہ چنانچہ ضامن ہوتا ہو
شریک اپنے شریک کے حصہ کا خواہ شرکت عنان ہو یا مفاوضہ کذا فی البحر اپنے مرجانے سے بلا بیان یعنی اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے اپنے شریک کے مال کا جو اُسکے پاس ہو حال نہ بیان کیا
تو وہ ضامن ہو بنا بر مذہب صحیح کے اور قول اسکے مخالف یعنی عدم ضمان کا قول غلط ہو کما فی وقف الخانیۃ۔ اور کتاب الودیعۃ مین اُسکی تصریح آویگی بخلاف اشباہ کہ اشباہ کی
کتاب الامانات مین ہو کہ اگر متفاوضین جب گیا اور اسنے بیان کیا اُس مال کا جو اُسکے پاس ہو تو اُسپر ضمان نہین طحطاوی نے کہا کہ صاحب اشباہ کا کلام مبنی علی الغلط ہو فروع مسائل ملحقہ شارح کے فی المحیط

قد وقع حادثتان الاولی نہاہ عن البیع نسیئۃ فباع فاجبت بنفاذہ فی حصتہ وتوقفہ فی حصۃ شریکہ فان اجاز فالربح لہما محیط میں ہے کہ دو حادثے واقع ہوئے پہلا حادثہ
یہ کہ ایک شریک نے دوسرے کو اُدھار بیچنے سے منع کیا سو شریک نے اُدھار بیع کی تو میں نے جواب یا بیع کے نافذ ہونے کا بائع کے حصہ میں اور موقوف ہونے بیع کا
اسکے شریک کے حصہ میں پھر اگر شریک اپنے حصہ کی بیع کو جائز رکھے گا تو نفع اُنکا دونوں کے واسطے ہے یعنی اگر جائز رکھیگا تو اُسکے حصہ کی بیع بحال ہے الثانیۃ نہاہ عن الاخراج فخرج
وربح فاجبت انہ غاصب حصۃ شریکہ بالاخراج فینبغی ان لا یکون الربح علی الشرط انتہی ویقتضاہ فساد الشرکۃ نہر دوسرا حادثہ یہ ہے کہ ایک شریک نے دوسرے کو منع کیا مال کو شہر کے باہر لیجانے سے
سو شریک باہر نکلا یعنی مال لیکر پھر اُسکو منفعت حاصل ہوئی تو میں نے جواب یا کہ وہ اپنے شریک کے حصہ کا غاصب ہے بسبب اخراج کے تو لائق یہ ہے کہ نفع موافق شرط کے نہ ہوگا انتہی اور
مقتضی اس حکم کا فساد شرکت ہے کذا فی النہر یعنی اسواسطے کہ شرکت غصب کیطرف منتقل ہوئی وفیہ وتفرع علی کونہ امانۃ ما سئل قاری الہدایۃ عمن طلب محاسبۃ شریکہ فاجاب لا یلزم
بالتفصیل ومثلہ المضارب والوصی والمتولی نہر وقضاۃ زماننا لیس لہم قصد بالمحاسبۃ الا الوصول الی سحت المحصول اور نہر الفائق میں ہے اور متفرع ہے مال شرکت کے امانت ہونے پر
وہ مسئلہ جسکا سوال ہوا قاری ہدایہ سے کہ جو شخص اپنے شریک سے محاسبہ طلب کرے تو قاری ہدایہ نے جواب دیا کہ شریک پر جواب دینا بتفصیل لازم نکیا جائیگا یعنی جو شریک امین ہے
تو نفع نقصان میں اُسکا قول اجمالاً مع الیمین معتبر ہوگا اور شریک کے مانند مضارب اور یتیم کا وصی اور متولی وقف ہے کذا فی النہر اور ہمارے زمانے کے قاضیوں کو حساب لینے سے سوائے کھانے حرام کے
کچھ ارادہ نہیں سوائے حرام لینے کے مرحلبی نے کہا یہ سب عبارت نہر الفائق کی ہے تو شارح کو مناسب تھا کہ لفظ نہر کو لاتا لفظ فی کافی ہے اور آخر میں انتہی کہتا وا التقبل وتسمی شرکۃ
صنائع واعمال وابدان اور یا شرکت تقبل ہے اور اسکو شرکت صنائع اور شرکت اعمال اور شرکت ابدان بھی کہتے ہیں ہم شرکت تقبل اسواسطے کہتے ہیں کہ ایک شریک عمل کو قبول کرتا ہے
اور اپنے شریک کیطرف ڈال دیتا ہے اور شرکت صنائع اسواسطے کہتے ہیں کہ اہل حرفہ یہ شرکت باہم کرتے ہیں اور شرکت اعمال اور ابدان اسواسطے کہتے ہیں کہ دونوں شخص اپنے ابدان سے عمل
کرتے ہیں غالباً اگرچہ دونوں کو عمل کرنا لازم نہیں ان اتفق صانعان خیاطان او خیاط وصباغ فلا یلزم اتحاد صنعۃ ومکان علی ان یتقبلا الاعمال التی یمکن استحقاقہا یا شرکت تقبل کہ
اگر متفق ہوں دو اہل حرفہ یعنی دو درزی یا درزی اور رنگریز اس پر کہ ان اعمال کو قبول کریں جنکا استحقاق ممکن ہے اور جب خیاط اور رنگریز کی شرکت صحیح ہوئی تو ثابت ہوا کہ اتحاد
حرفہ اور اتحاد مکان شرط لازم نہیں ہے شرکت میں ہم امکان استحقاق عمل کی قید سے اُن اعمال کی شرکت نکل گئی جو غیر مستحق ہیں عقد سے جیسا کہ دلالی اور یہ ضرور ہے کہ عمل حلال ہو نہ حرام
اور عمل قبول کرنا دونوں کا شرط نہیں بلکہ اگر ایک شخص کام لے اور دوسرا کام کرے یا ایک درزی کسی کا کپڑا لائے اور قطع کرکے دوسرے خیاط کو دے سینے کیواسطے تو جائز ہے کذا فی الطحطاوی
ومنہ تعلیم کتابۃ وقرآن وفقہ علی المفتی بہ اور منجملہ عمل حلال جسکا استحقاق عقد سے ممکن ہے تعلیم کتابت اور قرآن اور تعلیم فقہ ہے بموجب قول مفتی بہ کے مرمتاخرین کے نزدیک اسپر فتوی
ہے کہ طاعات پر اجرت لینا صحیح ہے بخلاف شرکۃ دلالین ومغنین وشہود محاکم وقراء مجالس وتعازی ووعاظ وسؤال لان التوکیل بالسوال لا یصح قنیۃ واشباہ بخلاف دلالوں کی شرکت اور
گویوں کی شرکت اور محکموں کے گواہوں کی شرکت اور مجالس اور ماتم کے قاریوں کی شرکت اور واعظوں کی شرکت اور سائلین کی شرکت کے اسواسطے سائلین کی شرکت جائز نہیں کہ
سوال کرنے کیواسطے وکیل کرنا صحیح نہیں کذا فی القنیۃ والاشباہ ہم شرکت دلالین اسواسطے صحیح نہیں کہ دلالی کے عمل کا استحقاق بعقد اجارہ صحیح نہیں بلا بیان مدت کذا فی المجتبی اور مغنی یعنی
گویوں کی شرکت اسواسطے صحیح نہیں کہ غنا حرام ہے اور شرکت شہود اسواسطے جائز نہیں کہ گواہی پر اجرت لینا صحیح نہیں اور شرکت قرآن خوانوں کی مجالس اور ماتم کے مکانوں میں بطریق
قراءت زمزمہ یعنی گٹکری سے پڑھنا صحیح نہیں اسواسطے کہ ممکن الاستحقاق نہیں اور شرکت واعظین بھی بسبب عدم استحقاق کے صحیح نہیں تعازی جمع تعزیت ہے مراد ماتم ہے جو اموات کیواسطے
ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی ویکون الکسب بینہما علی ما شرطا مطلقا فی الاصح لانہ لیس بربح بل بدل عمل فصح تقویمہ اور ہوگا کسب دونوں شریکوں کے درمیان میں بموجب اُنکی شرط کے
مطلقاً قول اصح میں اسواسطے کہ کسب نفع نہیں بلکہ عمل کا بدلا ہے تو اُسکی تقویم صحیح ہے ہم اگرچہ عمل بالمناصفہ مشروط ہو اور مال اثلاثاً یعنی ایک ثلث ایک شریک کا اور دو ثلث
دوسرے شریک کے تو بھی صحیح ہے باعتبار استحسان کے اسواسطے کہ جو مال کسب سے حاصل ہوتا ہے وہ منفعت میں داخل نہیں اسواسطے کہ منفعت ہوتی ہے جنس کے اتحاد کے وقت یعنی
جبکہ راس المال اور منفعت ایک جنس ہوں اور حالانکہ یہاں دونوں مختلف الجنس ہیں اسواسطے کہ راس المال یہاں عمل ہے اور منفعت مال ہے تو یہ مال عمل کا بدلا ہوا اور
عمل تقویم پذیر ہے یعنی عمل قلیل کی تقویم مال کثیر سے صحیح ہے جیسا کہ ایک شخص کو مزدور ٹھہرایا اجرت مثل سے زیادہ دیکر بخلاف شرکۃ الوجوہ کہ اُسمیں کمی اور زیادتی منفعت کی

صحیح نہیں بموجب قیاس کے چنانچہ آگے معلوم ہوگا کذا فی المنح وکل ما تقبله احدهما يلزمهما وعلى هذا الاصل فيطالب كل واحد منهما بالعمل ويطالب كل منهما بالاجر ويبرأ
دافعها بالدفع اليه اي الى احدهما اور جس کام کو ایک شریک قبول کریگا تو دونوں پر وہ لازم ہو جائیگا اور بموجب اسی قاعدہ کے تو مطالبہ عمل کا کیا جائیگا ہر شریک سے اور
ہر شریک مزدوری کا مطالبہ کریگا اور بری الذمہ ہوگا مزدوری کا دینے والا ایک شریک کو دیکر والحاصل من اجر عمل احدهما بينهما على الشرط ولو الآخر مريضا او مسافرا
او امتنع عمدا بلا عذر لان الشرط مطلق العمل لا عمل القابل الا ترى ان القصار لو استعان بغيره او استاجره استحق الاجر بزازية اور جو مزدوری ایک شریک کے کام کرنے سے
حاصل ہوگی وہ دونوں میں منقسم ہوگی بموجب شرط کے اگرچہ دوسرا شریک بیمار ہو یا سفر میں ہو یا عمداً بلا عذر عمل سے باز رہا ہو اسواسطے کہ شرط مطلق عمل ہے کسی شریک
کا عمل ہو نہ بالخصوص قبول کرنے والے شریک کا عمل کیا تم نہیں جانتا کہ دھوبی اگر امداد چاہے غیر شخص سے یا کسیکو مزدوری لگا وے تو اجرت کا مستحق ہوگا کذا فی البزازیہ
واما وجوه هذا رابع وجوه شركة العقد اور یا شرکۃ الوجوہ ہے یہ چوتھی قسم ہے شرکۃ العقد کے اقسام کی اور شرکۃ الوجوہ اسواسطے اسکا نام ہوا کہ ادھار خرید کرنا بدون وجاہت
کے نہیں ہوتا یعنے جس شخص کی وجاہت اور اعتبار لوگوں میں ہوتا ہے اسی کے ہاتھ ادھار بیچتے ہیں کذا فی المنح ان عقدا بلا مال على ان يشتريا نوعا او انواعا بوجوههما
اى بسبب وجاهتهما ويبيعا فما حصل بالبيع يدفعان منه ثمن ما اشتريا بالنسيئة وما بقى بينهما اور یا شرکت الوجوہ ہے اگر دونوں شریکوں نے ایجاب قبول کیا بدون مال کے
اس شرط پر کہ دونوں شخص ایک قسم یا چند اقسام کی چیزیں خرید کریں اپنی وجاہت اور اعتبار سے اور بیچیں سو بیع سے جو حاصل ہوا ثمن سے قیمت اسکی دیں جسکو ادھار
خرید کر لیا اور جو باقی رہے بعد ادائے قیمت کے دونوں میں منقسم ہو ہم شرکۃ الوجوہ یہ ہے کہ دو شریک ہوں اور انکے پاس مال نہیں لیکن لوگوں میں انکی وجاہت ہے سو دونوں
کہیں کہ ہم شریک ہوئے اس پر کہ ادھار مول لیں اور نقد بیچیں اس شرط پر کہ جو حق تعالی نفع دے وہ ہمارے مابین منقسم ہو بموجب ایسی ایسی شرط کے کذا فی العالمگیریہ عن البدائع
ويكون كل منهما من التقبل والوجوه عنانا ومفاوضة ايضا بشرطه السابق اور ہر ایک قسم تقبل اور وجوہ کی عنان ہوتی ہے اور مفاوضہ بھی موافق اپنی شرط سابق کے
ہم شرکت تقبل میں مفاوضہ اسطرح ہوگا کہ دونوں شریک لفظ مفاوضہ یا معنی مفاوضہ ذکر کریں اس شرط سے کہ دونوں اہل حرفہ اعمال کو قبول کریں اور ضامن ہوں اعمال کے
برابر اور نفع اور نقصان میں تساوی ہوں اور ہر شخص دوسرے کا ضامن ہو ملحقات شرکت میں اور اگر عمل اور اجرت میں کمی بیشی ہو تو شرکت عنان ہوگی اور شرکت وجوہ میں مفاوضہ
اسطرح ہوگا کہ دونوں شریک اہل کفالت ہوں اور جو چیز خرید کریں وہ دونوں میں نصفا نصف ہو اور ہر شخص پر اسکی نصف قیمت ہو اور نفع میں دونوں برابر ہوں اور لفظ مفاوضہ
ذکر کریں یا اسکے مقتضیات کو تو اثمان اور مبیعات میں وکالت اور کفالت متحقق ہوگی اور اگر کوئی ان شرطوں میں سے فوت ہو تو شرکت عنان ہو جائیگی کذا فی العالمگیریہ عن الفتح
والمحيط واذا اطلقت كانت عنانا اور اگر شرکت تقبل یا وجوہ مطلق ہو یعنی بلا ذکر مفاوضہ یا عنان تو عنان ہی ثابت ہوگی بسبب کثرت رواج عنان کے وتتضمن شركة كل من تقبل و
الوجوه الوكالة لاعتبارها فى جميع انواع الشركة اور ہر ایک شرکت تقبل اور وجوہ سے وکالت کی متضمن ہوگی واسطے معتبر ہونے وکالت کے جمیع اقسام شرکت میں والكفالة
ايضا اذا كانت مفاوضة بشرطها اور ہر شرکت تقبل اور وجوہ کی ضمانت کی بھی متضمن ہوگی جبکہ شرکت مفاوضہ ہو موافق اسکی شرط کے خلاصہ یہ ہے کہ شرکت میں کو
میں وکالت کا ہونا ہر صورت ضرور ہے اور کفالت درصورت مفاوضہ والربح فيهما على ما شرطا من مناصفة المشترى بفتح الراء او مثالثة ليكون الربح بقدر الملك
لئلا يؤدى الى ربح ما لم يضمن بخلاف العنان كما مر اور شرکۃ الوجوہ میں نفع بقدر شرط شریکین کے ہوگا خرید کی چیز میں مناصفہ ہو یا مثالثہ یعنی اگر دونوں شریکوں نے
آدھوں آدھ خرید کی ہو تو نفع بھی آدھوں آدھ ہوگا اور اگر ایک شریک نے تہائی خرید کی اور دوسرے نے دو تہائیاں تو اسکے موافق نفع ہوگا تا نفع بقدر ملک کے ہو تا اسکے
نفع کی طرف نوبت نہ پہونچے جسکا یہ شخص ضامن نہیں بخلاف اس شرکۃ العنان کے جو شرکۃ الاموال میں ہوتی ہے کہ اسمیں زیادتی نفع باوجود کمی مال کے جائز ہے چنانچہ
مذکور ہو چکا ہم خلاصہ یہ ہے کہ نفع شرکۃ الوجوہ میں تابع خرید کی چیز کے ہے اسواسطے کہ نفع بقدر ضمان کے ہوتا ہے اگر کوئی شریک شرکۃ الوجوہ میں زیادہ نفع شرط کریگا تو شرط باطل ہے
تو نفع دونوں میں بقدر ضمان کے ہوگا پھر اگر ایک چیز ادھار خرید کی اور ہر شخص مثلاً نصف نصف قیمت کا ضامن ہوا اور ایک شریک نے نصف سے زیادہ دو ثلث نفع
شرط کر لیا تو یہ نفع اسکا ہوا جس کا ضمان اسپر نہیں لہذا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی لمحشی الدر لا استحق الربح الا باحدى ثلث بمال او عمل او تقبل اور درر میں ہے کہ نفع

استحقاق نہین ہوتا مگر بسبب ایسکے تین چیزون مین سے یا مال سے یا عمل سے یا قبول کرنے سے م مال سے نفع حاصل ہوتا چنانچہ صاحب مال کو حاصل ہوتا ہی مضاربت مین اور عمل سے نفع ہوتا چنانچہ مضارب کو ہوتا ہی اور قبول کرنے سے نفع ہوتا چنانچہ ایک شخص دُکان پر بیٹھا ہی اور لوگ اُسکو سینے یا رنگنے کا کام دیتے ہین اور وہ اپنے شریک سے کام کرواتا ہی تو نصف اجرت کا وہ مستحق ہی بسبب تقبل اور ضمان کے ان تین چیزون کے سوا نفع لینا شرع مین جائز نہین کذا فی الطحطاوی

فصل فی الشرکۃ الفاسدۃ

یہ فصل ہی شرکت فاسدہ کے احکام مین شرکت فاسدہ وہ ہی جسمین صحت شرکت کی شرائط سے کوئی شرط نہو کذا فی العالمگیریۃ لاتصح شرکۃ فی احتطاب واحتشاش واصطیاد واستقاء وسائر المباحات کاجتناء ثمار من جبال وطلب معدن من کنز وطبخ آجر من طین مباح لتضمنہا الوکالۃ والتوکیل فی اخذ المباح لایصح صحیح نہین شرکت مباح لکڑی اور گھانس اور پانی لینے اور شکار کرنے اور باقی مباحات مین چنانچہ پھلون کا چننا پہاڑون سے اور معدن کا طلب کرنا کنز سے اور اینٹ کا پکانا مباح مٹی سے بسبب متضمن ہونے شرکت کے وکالت کو اور حالانکہ مباح چیز کے لینے مین وکیل کرنا صحیح نہین م شرکت بلا وکالت نہین ہوسکتی اور مباحات مین وکالت متصور نہین اسواسطے کہ توکیل عبارت ہی اثبات ولایت تصرف سے اُس چیز مین جسمین موکل کا تصرف ثابت ہی سو یہان حاصل نہین ہوا اسواسطے کہ موکل مباح چیز کا خود مالک نہین تو اپنی جگہہ غیر کی اقامت کا کیونکر مالک ہوگا کذا فی المنح معدن وہ ہی جسکی وضع پیدائشی ہو اور کنز وہ ہی جسکی وضع بنی آدم سے ہو اور رکاز دونون کو شامل ہی تو اگر شارح تعداد مباحات مین طلب معدن وکنز جاہلی کہتا فتاوی عالمگیری کے مانند تو مناسب تھا اسواسطے کہ کنز اسلامی لقطہ ہی نہ مباح اور اگر مٹی اور کنکر مملوک ہون اور دو شخص انکو خرید کرکے اینٹ اور چونہ بناوین اور بیچین تو جائز ہی علمی نے کہا یہ شرکۃ الوجوہ ہی اور فتح القدیر مین کہا کہ یہ شرکۃ الصنائع ہی کذا فی الطحطاوی وما حصلہ احدہما فلہ وما حصلاہ معا فلہما نصفین ان لم یعلم ما لکل اور مباحات مین سے جو ایک شریک حاصل کریگا تو وہی اُسکا مالک ہوگا یعنی بسبب فاسد ہونے شرکت کے اور جسکو دونون ساتھ ہی حاصل کرینگے تو وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا اگر معلوم نہو کہ ہر شخص نے کتنا حاصل کیا یعنے اگر ایک کی تحصیل معلوم ہو تو اُسکے موافق مالک ہونگے م فتاوی خیریہ مین ہی کہ عورت کا زوج اور بیٹا ایک گھر مین رہتے اور علیحدہ علیحدہ کسب کرتے ہین اور حاصلات کسب یکجا رکھتے ہین اور تفاوت اور تساوی اور تمیز معلوم نہین تو وہ مال دونون مین برابر ہوگا اور اسیطرح چند بھائی اپنے باپ کی میراث مین سوداگری یا کھیتی کرتے ہین اور مال زیادہ ہوا تو برابر سب مین تقسیم ہوگا اگرچہ کام اور تدبیر مین متفاوت ہون وما حصلہ احدہما باعانۃ صاحبہ فلہ ولصاحبہ اجر مثلہ بالغا ما بلغ عند محمد وعند ابی یوسف لایجاوز نصف ثمن ذلک قیل تقدیمہم قول محمد یؤذن باختیارہ نہر وعنایہ اور مباحات مین سے جو ایک شخص نے حاصل کیا اپنے ساتھی کی مدد سے تو وہ چیز اسی شخص کی ہی اور اُسکے ساتھی کیواسطے اجرت ہی اُسکی محنت کے مانند اجرت مثل کتنی کیون نہو جاے محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اُس چیز کی نصف قیمت سے اجرت زیادہ نہو گی بعضون نے کہا مقدم لانا فقہا کا محمد کے قول کو اُسکے مختار اور مفتی بہ ہونے پر آگاہ کرتا ہی کذا فی النہر والعنایہ م حموی نے منتاح سے نقل کیا کہ قول محمد فتوی کے واسطے مختار ہی اور رعایۃ البیان مین ہی کہ قول ابو یوسف استحسان ہی والربح فی الشرکۃ الفاسدۃ بقدر المال ولا عبرۃ بشرط الفضل فلو کل المال لاحدہما فللآخر اجر مثلہ کما لو دفع دابتہ لرجل لیؤجرہا والاجر بینہما فالشرکۃ فاسدۃ والربح للمالک وللآخر اجر مثلہ وکذلک السفینۃ والبیت اور شرکت فاسدہ مین نفع بقدر مال کے ہی اور اعتبار نہین زیادہ لینے کی شرط کا سو اگر سب مال ایک شریک کا ہی تو دوسرے شریک کو اُسکی محنت کے مانند اجرت ملیگی چنانچہ ایک شخص نے اپنا جانور ٹٹو یا بیل دوسرے مرد کو دیا تا اُسکو کرایہ چلاوے اور اجرت دونون مین مشترک ہی تو یہ شرکت فاسدہ ہی اور تمام نفع مالک کا ہی اور دوسرے مرد کے واسطے اجرت مثل ہی اور یہی حکم ہی ناؤ اور گھر کا م قنیہ مین ہی کہ ایک شخص ناؤ کا مالک ہی اُسنے اپنے ساتھ چار شخص شریک کیے اس شرط پر کہ ناؤ کو چلاوین جو نفع ہو اُسمین سے پانچوان حصہ مالک کا اور باقی چارون مین برابر تو یہ شرکت فاسد ہی اور حاصل کا مالک صاحب کشتی ہی اور اسپر چارون کی اجرت مثل ہی ولو لبغل علیہا البر فالربح لرب البر وللآخر اجر مثل الدابۃ ولو لاحدہما البغل وللآخر بعیر فالاجر بینہما علی مثل اجر البغل والبعیر نہر اور اگر ایک شخص نے اپنا جانور دوسرے کو دیا تاکہ

اُسکے اوپر گیہوں لادکر بیچے تو نفع گیہوں کے مالک کا ہی اور دوسرے کو جانور کی اجرت مثل ملیگی اور اگر ایک شخص کا خچر ہی اور دوسرے کا اونٹ تو اجرت دونوں میں منقسم ہوگی
خچر اور اونٹ کی اجرت کے مانند کذا فی النہر م صاحب نہر نے کہا اسواسطے شرکت فاسد ہی کہ جانور کی منفعت مال شرکت ہونے کی لیاقت نہیں رکھتی وتبطل الشرکۃ
ای شرکۃ العقد بموت احدہما علم الآخر اولا لانہ عزل حکمی اور باطل ہوجاتی ہی شرکت یعنی شرکۃ العقد ایک شریک کے مرنے سے دوسرے شریک نے اسکی موت معلوم
کی ہو یا نہ اسواسطے کہ موت عزل حکمی ہی تو علم اسمین شرط نہیں موت سے شرکت اسواسطے باطل ہوگئی کہ شرکت مین وکالت ضرور ہی اور موت سے وکالت باطل ہوجاتی ہی
کذا فی المنح ولو حکما بان قضی بلحاقہ مرتدا موت سے شرکت باطل ہوتی ہی اگرچہ موت حقیقی نہو حکمی ہو اسطرح پر کہ ایک شریک کے لحوق دار الحرب پر حالت ارتداد
مین قاضی کا حکم ہوگیا ہو و تبطل ایضا بانکارہا وبقولہ لا اعمل معک فتح اور شرکت باطل ہوتی ہی شرکت کے انکار سے اور یون کہنے سے کہ مین تیرے ساتھ کام
نہین کرتا کذا فی الفتح و بفسخ احدہما ولو المال عروضا بخلاف المضاربۃ ہو المختار بزازیہ خلافا للزیلعی اور شرکت باطل ہوتی ہی ایک شریک کے فسخ کرڈالنے سے اگرچہ
مال شرکت عروض ہو نہ نقد بخلاف مضاربت کے کہ وہ فسخ کرنے سے فسخ نہیں ہوتی اگر مال عروض ہو اور یہی قول مختار ہی کذا فی البزازیہ بخلاف زیلعی کے کلام کے
م زیلعی کے کلام سے نکلتا ہی کہ جب مال عروض ہو تو فسخ جائز نہیں و یتوقف علی علم الآخر لانہ عزل قصدی اور فسخ شرکت موقوف ہی دوسرے شریک کے علم پر اسواسطے
کہ یہ عزل قصدی ہی نہ حکمی م طحطاوی نے کہا تینون طرح کا فسخ علم پر موقوف ہی یعنے فسخ انکاری اور اظہار عدم عمل کا فسخ اور فسخ صریح و بجنونہ مطبقا فالربح بعد ذلک
للعامل لکنہ یتصدق بربح مال المجنون تاتارخانیہ اور شرکت باطل ہوتی ہی شریک کے جنون مطبق ہونے سے اور فسخ شرکت کے بعد کا نفع عامل کے واسطے ہی لیکن
وہ خیرات کردے مجنون کے مال کی منفعت کو کذا فی التاتارخانیہ م ظاہرا شرکت فسخ ہونے کا حکم نہیں بلا اطباق جنون اور اطباق جنون کی مدت ایک مہینہ ہی
یا چھ مہینے علی اختلاف القولین کذا فی الطحطاوی ولم یزک احدہما مال الآخر بغیر اذنہ فان اذن کل فادیا معا او جہل ضمن کل نصیب صاحبہ و
تقاصا او رجع بالزیادۃ اور نہ زکوۃ دے ایک شریک دوسرے شریک کے مال کی بدون اُسکے اذن کے پھر اگر ہر شریک نے دوسرے کو اپنے مال کی زکوۃ دینے کا اذن
دیا پھر دونوں نے ساتھ ہی زکوۃ دی یا تقدیم اور تاخیر معلوم نہوئی تو ہر شریک حصہ شریک ثانی کا ضمان دے اور دونوں باہم مجرا کرلیں یا زیادتی کو پھیرلے یعنی اگر
شرکت مفاوضہ ہو یا شرکت عنان میں دونوں کا مال برابر ہو تب تو باہم مجرا کرلیں اور اگر ایسی شرکت عنان ہو جسمین دونوں مال کم و بیش ہوں تو زیادہ مال والا مقدار
زیادت کو شریک سے ضمان لے وان ادیا متعاقبا کان الضمان علی الثانی علم باداء صاحبہ اولا کالمامور باداء الزکوۃ او الکفارۃ اذا دفع للفقیر
بعد اداء الآمر بنفسہ لان فعل الآمر عزل حکمی وفیہ لا یشترط العلم خلافا لہما اور اگر دونوں شریکوں نے زکوۃ آگے پیچھے ادا کی تو دوسرے دینے والے پر ضمان ہوگا
خواہ ثانی کو اپنے شریک کے ادا کرنے کا علم ہو یا نہو جیسے اداء زکوۃ اور کفارہ کا مامور جبکہ فقیر کو دے بعد اداکے نے آمر کے بذات خود ضامن ہوتا ہی اسواسطے
کہ آمر کا فعل عزل حکمی ہی اور اسمین علم شرط نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے مذہب کے کہ انکے نزدیک ضمان نہیں بصورت عدم علم م درصورت تعاقب
ثانی ادا کرنے والے پر اسواسطے ضمان واجب ہوا کہ اُسنے ادا نکیا آمر کا امر یعنی فرض کا ساقط کرنا آمر پر سے اسواسطے کہ جب آمر نے اول زکوۃ دی تو اسپر سے فرض
ساقط ہوگیا پھر مامور کے دینے سے کچھ ساقط نہوا تو وہ آمر کا مخالف ہوا لہذا اُسپر ضمان لازم آیا خواہ اُسکو اُسکا علم ہو یا نہو اسواسطے کہ آمر کے ادا سے مامور حکما معزول
ہوگیا بسبب فوت ہونے محل کے اور یہ مختلف نہیں ہوتا علم اور جہل سے جیسے بیع عبد کا وکیل موکل کے آزاد کردینے سے معزول ہوجاتا ہی اُسکو عتاق کا علم ہو
یا نہو کذا فی المنح اشتری احد المتفاوضین امۃ باذن الآخر صریحا فلا یکفی سکوتہ لیطاہا فہی لہ لا للشرکۃ بلا شیء لتضمن الاذن بالشراء للوطی الہبۃ اذ لا طریق لحلہ
الا بہا لحرمۃ وطی المشترکۃ وہبۃ المشاع فیما لا یقسم جائزۃ وقالا یلزمہ نصف الثمن ایک شریک متفاوض نے لونڈی خریدی دوسرے شریک کے صریح اذن سے
تو کافی نہوگا چپ رہنا اسواسطے خریدی کہ تا اُس سے قربت کرے تو وہ لونڈی اُسی کی ملک خاص ہوگی نہ شرکت کی مفت مملوک مشتری ہوگی اسواسطے کہ وطی کے
واسطے خرید کا اذن دینا ہبہ کا متضمن ہی اسواسطے کہ وطی کے حلال ہونے کا کوئی طریقہ نہیں سوائے ہبہ بسبب حرام ہونے مشترک لونڈی کی وطی کے اور ہبہ مشاع کا اُس

اس مین جسمین تقسیم نہین ہو سکتی جائز ہی اور صاحبین نے کہا کہ شریک مشتری کو نصف قیمت دینا لازم ہی **وللبائع والمستحق اخذ کل ثمنہا وعقرہا لتضمن المفاوضۃ للکفالۃ** اور لونڈی کے بائع اور مستحق کو جائز ہی لونڈی کی قیمت اور اسکا مہر مثل لینا ہر شریک سے بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کے ضمانت کو م بیان لف ونشر مرتب ہی یعنی بائع ہر شریک سے قیمت اسکی لے سکتا ہی اور مستحق مہر مثل **ومن اشتری عبدا مثلا فقال لہ آخر اشرکنی فیہ فقال فعلت ان قبل القبض لم یصح وان بعدہ صح ولزمہ نصف الثمن ان لم یعلم بالثمن خیر عند العلم بہ** اور جیسے مثلاً ایک غلام خرید کیا تو غیر شخص نے اس سے کہا کہ اسمین مجھکو شریک کرے سو مشتری نے کہا کہ مین نے یہ کام کیا یعنی شریک کیا اگر یہ قول قبل قبض کے کہی تو صحیح نہین اور اگر بعد قبض کے ہی تو صحیح ہی اور اسکو نصف قیمت لازم ہی اور اگر دوسرے کو قیمت معلوم نہین تو وہ مختار ہی قیمت معلوم ہونے کے وقت چاہے لے چاہے نہ لے م قبل القبض شرکت اسواسطے صحیح نہوئی کہ بیع منقول کی قبل القبض جائز نہین **ولو قال اشرکنی فیہ فقال نعم ثم لقیہ آخر وقال مثلہ واجیب بنعم فان کان القائل عالما بمشارکۃ الاول فلہ ربعہ وان لم یعلم فلہ نصفہ لکونہ مطلوبہ شرکۃ فی کاملہ وحینئذ خرج العبد من ملک الاول** اور اگر غیر شخص نے کہا کہ مجھکو شریک کرلے مثلاً غلام کی خرید مین سو مشتری نے کہا ہان تجھکو شریک کیا پھر مشتری کو دوسرا شخص ملا اور اسنے بھی مانند اسکے کہا یعنی شرکت کی درخواست کی اور جواب پایا کہ ہان تو بھی شریک ہی تو اگر قائل ثانی مشارکت شخص اول کو جانتا ہی تو وہ چوتھائی کا مالک ہی اور اگر اسکو مشارکت کا علم نہین تو نصف کا مالک ہوگا اسواسطے کہ قائل ثانی کو پوری غلام کی شرکت مطلوب ہی اور اسوقت مین غلام نکل جائیگا اول کی ملک سے م قائل ثانی درصورت علم مشارکت اسواسطے چوتھائی کا مالک ہوگا کہ ایجاب اول سے نصف غلام قائل اول کا ہوگیا تھا اور نصف مشتری کا تو ایجاب ثانی سے مشتری مشارکت نہین کرسکتا مگر اپنے نصف مین تو نصف النصف ربع ہوا اور قائل ثانی درصورت عدم علم مشارکت اسواسطے نصف کا مالک ہوگا کہ قائل ثانی کو عبد کامل مین شریک ہونا مطلوب ہی حالانکہ ایجاب اول سے نصف عبد مین قائل اول کو شریک کرچکا تو نصف باقی قائل ثانی کا ہوگا اب مشتری اول کی غلام مین کچھ بھی ملکیت باقی نہ رہی کذا فی المنح **ما اشتریت الیوم من انواع التجارۃ فہی بینی وبینک فقال نعم جاز** اشباہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ جو مین آج خرید کرون تجارت کی اقسام سے سو وہ مجھ مین اور تجھ مین مشترک ہی سو دوسرے نے کہا ہان تو یہ جائز ہی کذا فی الاشباہ م ذکر یوم اور وقت شرط نہین اور ایک شخص دوسرے کا حصہ بیع نہین کرسکتا بدون اسکی اجازت کے اسواسطے کہ دونون خرید مین شریک ہوے ہین نہ بیع مین کذا فی الطحطاوی **وفیہا تقبل ثلاثۃ عملا بلا عقد شرکۃ فعملہ احدہم فلہ ثلث الاجر ولا شیء للآخرین** اور اشباہ مین ہی کہ تین شخصون نے ایک کام کرنا قبول کرلیا بلا عقد شرکت سو ایک شخص نے وہ عمل پورا کردیا تو اسکو تہائی مزدوری ملیگی اور باقی دو شخصون کو کچھ نہ ملیگا م چونکہ وہ باہم شریک نہ تھے تو ہر شخص پر ثلث عمل لازم تھا اسواسطے کہ ہر شخص پر تہائی کام تہائی مزدوری کے عوض مستحق تھا سو جب ایک شخص نے پورا کام کردیا تو دو ثلث عمل کے اسنے بطور احسان کے کیے لہذا مستحق مزدوری کا نہوگا ابن وہبان نے کہا یہ حکم باعتبار قضا کے ہی لیکن باعتبار دیانت کے اسکو پوری مزدوری دینا مناسب ہی جبکہ اسنے کام لینا بطور یومیہ کے نہ ہو اسواسطے کہ ظاہر حال عامل یہ ہی کہ اسنے تمام کام اس امید سے کیا کہ پوری مزدوری پاویگا فروع مسائل ملحقہ شارح کے **القول لمنکر الشرکۃ** قول معتبر شرکت کے منکر کا ہی اگر ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ یہ میرا شریک مفاوض ہی اور وہ شخص منکر ہی اور مال منکر کے قبض مین ہی تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہی اور مدعی پر گواہ لانا لازم ہی کذا فی الفتح **برہن الورثۃ علی المفاوضۃ لم یقبل حتی یبرہنوا انہ کان مع الحی فی حیوۃ المیت** گواہ لائے وارث شرکت مفاوضہ پر تو مقبول نہین جب تک کہ اسپر گواہ نہ لاوین کہ مال شریک زندہ کے پاس تھا شریک میت کی زندگی مین اسواسطے کہ مفاوضہ مقتضی بقاء مال نہین بلکہ ممکن ہی کہ مال ہلاک ہوگیا ہو تو اسکا بیان ضرور لازم ہی کہ یہ مال مشترک ہی بعد اسکے نصف مال کا حکم ہوگا **برہنوا علی الارث والحی علی المفاوضۃ قضی لہ بنصفہ** فتح وارث گواہ لائے میت کی وراثت پر اور شریک زندہ نے گواہ گذرانے شرکت مفاوضہ پر یعنی میت میرا شریک مفاوض تھا تو شریک زندہ کو نصف مال میت کا دلایا جاویگا کذا فی الفتح **تصرف احد الشریکین فی البلد والآخر فی السفر واراد القسمۃ فقال ذو الید قد استقرضت الفا فالقول لہ ان المال فی یدہ** تصرف کیا ایک شریک نے شہر مین اور دوسرے نے سفر مین اور کسی شریک نے قسمت کا ارادہ کیا تو قابض مال نے کہا کہ مین نے تو ہزار درم قرض لیے تھے یعنی شرکت نہین جو قسمت ہو تو اسیکا قول معتبر ہی اگر مال اسکے ہاتھ مین ہی م اور دوسرے کو ہزار درم لینا جائز ہی کذا فی المنح حلبی نے کہا ذو الید لنفسہ کی جب

قبضہ مال کی شرط کی کچھ حاجت نہیں خیر واکرما فباعوا ثمرتہ ودفعوہ لاحدہم لیحفظہ فدفنہ فی التراب لم یجدہ حلف فقط جن لوگون نے انگور کا باغ خرید کیا پھر اسکا پھل بیچا اور
اسکی قیمت آپس میں سے ایک شخص کو دی حفاظت کے واسطے سو اسنے مال کو مٹی میں گاڑ دیا پھر تلاش کیا تو مال نہ پایا تو اسپر فقط قسم لیجائیگی یعنی ضمان اسپر نہیں کہ وہ امین ہی
ودفع لآخر مالا وقرضہ نصفہ وعقد الشرکۃ فی الکل فشری امتعۃ فطلب رب المال حصتہ ان لم یصبر لنفسہ اخذ المتاع بقیمۃ الوقت ایک شخص نے دوسرے کو کچھ مال دیا نصف اسکو قرض
دیا اور کل مال میں شرکت منعقد کی سو دوسرے شخص نے تجارت کا اسباب خرید کیا پھر مال کے مالک نے اپنا حصہ طلب کیا یعنی اپنا قرض مانگا کذا فی الطحطاوی تو اگر وہ مال بکنے
اور نقد حاصل ہونے تک صبر نہ کرے تو اسباب کو فی الحال کی قیمت سے یعنی وقت طلب قیمت سے لے نہ خرید کے موجب بینہما متاع علی دابۃ فی الطریق سقطت فاکری احدہما
دابۃ لغیبۃ الآخر خوفا من ہلاک المتاع ونقصہ رجع بحصتہ قنیہ دو شخصون کا اسباب مشترک ایک جانور پر تھا راہ میں وہ جانور گر پڑا تو ایک شریک نے دوسرے شریک کی غیبت میں
دوسرا جانور کرایہ کیا اسباب کے ضائع ہونے یا نقصان کے خوف سے تو اپنے شریک سے بقدر اسکے حصہ کے کرایہ پھیر لے کذا فی القنیۃ دابۃ مشترکۃ قال البیطارون لا بد من کیہا فکواہا
الحاضر لم یضمن اور ایک جانور مشترک بیمار ہو سالوتریون نے کہا کہ اسکا علاج داغ ہی سو داغ دلایا اسکو شریک حاضر نے دوسرے شریک کی غیبت میں پھر جانور ہلاک ہو گیا تو حاضر پر
ضمان نہیں کذا فی المنح دار بین اثنین سکن احدہما وخربت ان خربت بالسکنی ضمن ایک گھر دو میں مشترک ہی انمین ایک شریک نے سکونت کی اور وہ منہدم ہو گیا اگر اسکی سکونت کے
سبب سے منہدم ہو گیا تو ساکن پر ضمان ہی م مشترک گھر غیر مقسوم میں شریک کو بقدر اپنے حصہ کے سکونت کرنا جائز ہی جدہر چاہے رہے اور مقسوم میں سوائے اپنے حصہ کے سکونت جائز نہین
کذا فی الطحطاوی طاحونۃ مشترکۃ قال احدہما لصاحبہ عمرہا فقال ہذہ العمارۃ تکفینی لا ارضی بعمارتک فعمرہا لم یرجع جواہر الفتاوی پنچکی مشترک ہی دو مین سو ایک شریک نے کہا اپنے دوسرے
شریک سے کہ اسکی سر نو تعمیر کر سو اسنے کہا کہ یہی عمارت مجھکو کافی ہی مین تیری عمارت سے راضی نہیں سو اسنے اسکی تعمیر کی تو وہ اپنے شریک سے عمارت کا خرچ نہیں لے سکتا کذا فی
جواہر الفتاوی م طاحون مشترک سے ہر چیز قسمت پذیر مراد ہی وفی السراجیۃ طاحونۃ مشترکۃ انفق احدہما فی عمارتہا فلیس بمتطوع ولو انفق علی عبد مشترک او ادی خراج کرم مشترک
فہو متطوع الکل من منح المصنف اور سراجیہ میں ہی مشترک پنچکی کی عمارت میں ایک شریک نے خرچ کیا تو وہ محسن نہیں یعنی شریک سے اسکے حصہ کے موافق لیگا اور اگر غلام مشترک
خرچ کیا یا انگور مشترک کا خراج ایک شریک نے ادا کیا تو وہ محسن ہی یہ جمیع مسائل مذکورہ مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہین قلت والضابط ان کل من اجبر ان یفعل
مع شریکہ اذا فعلہ احدہما بلا اذن فہو متطوع والا لا شارح کہتا ہی مین کہتا ہون اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ کا یہ ہی کہ جس شخص پر اپنے شریک کے ساتھ کام کرنے کا جبر ہو سکتا
ہو تو جب ایک شریک وہ کام کریگا دوسرے شریک کے بلا اذن تو وہ محسن ہی اور اگر اس کام میں شریک پر جبر نہیں تو فاعل محسن نہیں م درصورت جواز جبر شریک فاعل
قاضی سے نالش کر سکتا ہی تا قاضی بزبردستی شریک ثانی سے وہ کام کراوے پھر باوجود اسکے جبکہ اسنے نالش نہ کی تو وہ تعمیر وغیرہ مین مضطر نہ ٹھہرا محسن ہوا لہذا شریک سے
نصف خرچ کا دعوی نہیں کر سکتا اور درصورت عدم جواز جبر اگر ایک شریک تعمیر وغیرہ کریگا بلا اذن تو محسن نہوگا کیونکہ وہ اپنے مال بچانے کے واسطے مضطر ہی تو اپنے
شریک سے نصف خرچ کا دعوی کریگا اور یہ قاعدہ جمیع فروع مذکورہ کو شامل ہی سوائے مسئلہ سراجیہ کے اور ظاہرا جواہر الفتاوی کا مسئلہ معتمد ہی اسواسطے کہ قاعدہ مذکورہ کے
اور نظائر کے موافق ہی یا سراجیہ کا مسئلہ اس صورت پر محمول ہی جبکہ بحکم قاضی خرچ کرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ولا یجبر الشریک علی العمارۃ الا فی ثلث وصی وناظر وضرورۃ
تعذر قسمۃ ککری نہر ومرمۃ قناۃ وبیر ودولاب وسفینۃ معیبۃ وحائط لا یقسم اساسہ فان کان الحائط یحتمل القسمۃ وبنی کل واحد فی نصیبہ السترۃ لم یجبر والا اجبر وکذا کل ما لا یقسم
کحمام وخان وطاحون تمامہ فی متفرقات قضاء البحر والعینی والاشباہ اور شریک پر عمارت کیواسطے زبردستی نہیں ہوتی مگر تین صورت مین وصی یتیم اور ناظر وقف اور تعذر قسمت کی ضرورت
مین چنانچہ اصلاح نہر اور کاریز اور کنوین اور رہٹ اور معیب کشتی کی مرمت اور اس دیوار کی مرمت جسکی بنیاد منقسم نہیں ہو سکتی سو اگر دیوار قسمت کی محتمل ہو یعنی طویل ہو اور ہر شریک
اپنے حصے مین پردہ کر سکتا ہو تو اسکی مرمت مین شریک ثانی پر جبر نکیا جاویگا اور اگر دونون شریکون مین اسقدر پردہ نہو سکتا ہو تو شریک ثانی پر تعمیر کیواسطے جبر ہو گا اور اسیطرح
کا حکم علی التفصیل ہر ایک اس چیز مین ہی جو قسمت پذیر نہین چنانچہ حمام اور خانقاہ اور پنچکی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق کی کتاب القضا کی متفرقات و عینی اور اشباہ مین ہی م خانیہ
مین ہی کہ ایک دیوار مشترک ہی دو صغیرون کے دو گھرون کے درمیان مین اور اس دیوار پر دھنیون وغیرہ کا بوجھ ہی کہ خوف ہی سقوط کا اور ہر صغیر کا وصی ہی سو ایک وصی نے

دیوار کی مرمت طلب کی اور دوسرا وصی اسکو نہین مانتا تو قاضی وہان امین کو بھیجے کہ وہ اسکو دیکھے کہ اگر ترک مرمت مین دونون کا ضرر معلوم کرے تو زبردستی بنوا دے اور
جامع الفصولین مین ہی کہ بنجکی اور حمام اگر منہدم ہو کر جنگل ہو گیا تو اسکی تعمیر مین جبر نہین ہی مین کو دونون شریک تقسیم کر لین اور اگر عمارت قائم ہی اور کچھ منہدم ہی تو جو شریک مرمت
کرتا ہو اُسپر زبردستی چاہیے اور اگر محتاج ہو تو دوسرا شریک درست کرے اور نصف خرچ اُسپر دین ہو گا کذا فی الطحطاوی وفی غصب المجتبی زرع بلا اذن شریکہ فدفع له شریکه
نصف البذر لیکون الزرع بینہما قبل النبات لم یجز وبعدہ جاز وان اراد قلعه یقاسمه فیقلعه من نصیبه ویضمن الزارع نقصان الارض بالقلع والصواب لنقصان الزرع اور
مجتبی کی کتاب الغصب مین ہی کہ زراعت کی بلا اذن شریک کے سو اسکے شریک نے اُسکو آدھا بیج دیا تا کھیتی دونون مین مشترک ہو اگر کھیتی جمنے سے پہلے بیج دیا تو جائز نہین
اسواسطے کہ وہ بمنزلہ معدوم ہی اور بعد کھیت جمنے کے جائز ہی اور اگر شریک غیر زارع نے کھیت کم کھاڑنے کا ارادہ کیا تو اُسکو باہم تقسیم کرلے پھر اُسکو اُکھاڑ ڈالے اپنے حصہ
سے اور زراعت کرنیوالا نقصان زمین کا ضامن ہے جو نقصان کہ اکھاڑنے سے ہوا اور ٹھیک یہ ہی کہ نقصان زراعت کا ضامن ہے ہم طحطاوی نے کہا قول آخر شارح کا ہی اسواسطے
کہ عبارت مجتبی تا لفظ بالقلع منتہی ہو گئی چنانچہ مین نے مجتبی کے نسخ معتمدہ مین اسیطرح پایا ہی اور تصویب شارح کی بلاوجہ ہی اسواسطے کہ غاصب وہی شریک ہی جسنے بلا اذن اپنے شریک کے
کھیتی کی انتہی ملخصا وفی قسمۃ الاشباہ المشترک اذا انہدم فابی احدہما العمارۃ فان احتمل القسمۃ لا جبر والا قسم الابنی ثم اجرہ لیرجع وتمامہ فی شرکۃ المنظومۃ المحبیۃ اور اشباہ کی کتاب القسمۃ
مین ہی کہ مکان مشترک جب منہدم ہو جاوے اور ایک شریک اسکی مرمت سے انکار کرے تو اگر وہ مکان قابل قسمت ہی تو اسکی تعمیر مین شریک پر جبر نہین اور اسکی تقسیم کیجاوے یعنی دوسرے
شریک کی درخواست سے اور اگر مکان قابل تقسیم کے نہو تو وہ شریک اُسکو بنا دے یعنی قاضی کے حکم سے پھر اُسکو کرایہ دے تا نصف خرچ حاصل کرلے اور پورا اسکا بیان منظومہ محبیہ کی
کتاب الشرکۃ مین ہی ۵ ونہاہ باع شریک نقصہ آخر + ولو بلا اذن شریک ناظر بہ فیما عدا الخلط والاختلاط + جوز ذلک البیع والتعاطی + اور منظومہ محبیہ مین ہی ایک شریک نے
اپنا حصہ دوسرے شخص سے بیچا اگرچہ بلا اذن شریک حاضر کے بیع کی ہو سوائے صورت خلط اور اختلاط کے تو یہ بیع اور تعاطی جائز رکھی گئی ہم یہ مسئلہ شرکۃ الملک کا ہی جو اول
باب مین مذکور ہو چکا ہے ۵ ثم الشریک ہہنا لو باعا + حصتہ من فرس وابتاعا + ذلک منہ الاجنبی وہلکا + وکان ذا بغیر اذن الشرکاء + فان یشاء وضمنوا الشریک او + من اشتری
منه علی ما قد رووا + پھر یہان شریک اگر اپنا حصہ گھوڑے مین سے بیچے اور شخص اجنبی اُس سے مول لے اور گھوڑا ہلاک ہو جاوے اور یہ بیع بغیر اذن شریکون کے ہوئی ہو
تو موجب روایت فقہا کے شریکون کو اختیار ہی کہ شریک سے ضمان لین یا اُس سے جس سے اُسنے خرید کیا ہم درصورت اذن شرکا تضمین نہین اور شریک پر ضمان اُس صورت
مین ہی جب اُسنے گھوڑا مشتری کو تسلیم کر دیا ہو اور اگر مشتری نے بلا تسلیم بائع اُسکو لیا ہو تو فقط مشتری پر ضمان ہی کذا فی الطحطاوی ۵ وان یکن کل شریک اجرا + حصتہ
حمام له من آخرا + وکان شخص منہما قد اذنا + لذلک فی تعمیرہا وبالبنا + فلا رجوع صاح للمستاجر + فی ذا البنا علی الشریک الآخر + اور اگر ہر شریک نے اپنا حصہ حمام
دوسرے کو اجارہ دیا ہو اور ایک شخص نے دونون شریکون مین سے اس مستاجر کو اسکی تعمیر اور بنانے کی اجازت دی ہو تو مستاجر کو جائز نہین اُس تعمیر کا خرچ مانگنا
دوسرے شریک سے جسنے اجازت نہین دی ہم حلبی نے کہا شارح نے حاشیہ پر یہ عبارت یہان لکھی ہی قلت ظاہرہ انہ یرجع علی الآذن لبقی یرجع الکل ام بحصتہ
فلیراجع یعنی مین کہتا ہون کہ ظاہر کلام مذکور یہ ہی کہ مستاجر اذن دینے والے شریک سے مرمت کا خرچ لیگا اتنی بات باقی رہی کہ تمام خرچ اُس سے لیگا یا بقدر اُسکے تو اُسکو کتب فقہ
مین تلاش کرنا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ یہی عبارت بعضے نسخ درالمختار کے اندر مرقوم ہی اور آخر مین اُسکے لفظ منہ ہی تو یہ قرینہ ہی کہ یہ عبارت حاشیہ کی ہی اسواسطے کہ عادت
مصنفین یہ ہی کہ حاشیہ کے اختتام کے بعد منہ لکھتے ہین ۵ لو واحد من الشریکین سکن + فی الدار مدۃ مضت من الزمن + فلیس للشریک ان یطالبہ + باجرۃ السکنی ولا المطالبہ
بانہ یسکن مثل الاول + لکنہ ان کان فی المستقبل + یطلب ان یہائی شریکا + یجاب فافہم ودع التشکیکا + دو شریکون مین سے ایک شریک رہا گھر مین ایک مدت تک
جو گذر گئی زمانہ سے تو دوسرے شریک کو کرایہ مانگنا جائز نہین اور نہ اُسکا اسکو مطالبہ ہی کہ اسمین رہے زمان اول کے برابر لیکن اگر زمان مستقبل مین شریک سے
مطالبہ سکونت کا بطور مہایاۃ کرے تو قبول کیا جاوے اسکو سمجھ لے اور چھوڑ تشکیک کو ہم اب چند مسائل شرکت فتاوی عالمگیری سے نقل کرتا ہون باپ اور بیٹے نے
ایک حرفہ سے مال حاصل کیا اور بیٹے انکے پاس کچھ مال نہ تھا تو یہ مال باپ ہی کا ہی اگر بیٹا اُسکی عیال مین ہو اسلیے کہ بیٹا معین ہی باپ کا اور اسیطرح اگر زوجین کے پاس مال نہو اور

دونون نے اپنی سعی سے مال کثیر جمع کیا ہو تو وہ مال زوج ہی کا ہی زوجہ اُسکی معین اور مددگار ہوگی ہان اگر زوجہ کا علیحدہ پیشہ ہوگا تو اُسکی مالک وہی ہوگی دو شخصون کا
ہو دین کہ ایک شخص پر واجب ہوگا سبب واحد ہی حقیقۃً ہو یا حکماً تو وہ دین دونون مین مشترک ہوگا تو جب ایک شریک دین مین سے کچھ حاصل کریگا تو دوسرے شخص کو
اُسمین مشارک ہونا جائز ہی اور جو دین دو شخصون کا دو سببِ مختلف سے ہو تو وہ مشترک نہین تو اگر ایک شخص کچھ حاصل کریگا تو دوسرا اُسمین شریک نہین ہو سکتا ایک اونٹ دو
مین مشترک ہی پھر ایک شریک اُسپر کچھ لاد کر بستی سے چلا اپنے شریک کے اذن سے پھر اونٹ راہ مین گر پڑا سو شریک نے اُسکو حلال کر ڈالا تو اگر اُسکی زندگی کی اُمید تھی تو وہ
ضامن ہی اور اگر اُمید نہ تھی تو ضامن نہین اور اگر غیر شریک اُسکو حلال کریگا تو ہر صورت اُسپر ضمان ہی اُمید ہو یا نہو یہی قول اصح ہی اور یہی حکم ہی گاے بکری چرانے والے کا کہ
درصورت قطع اُمید حیات اُسکے ذبح کرنے مین ضمان نہین اور غیر شخص کے ذبح مین ضمان ہی مطلقاً طعام اور دراہم دو شریکون مین مشترک ہین سو شریک حاضر نے شریک
غائب کے پیچھے نصف طعام اور دراہم کو صرف کیا محمد نے کہا مین اُمید رکھتا ہون کہ کچھ مضائقہ نہین فقیہ ابو اللیث نے کہا یہی قول ہمارا اختیار ہی اور مکیل اور موزون مشترک
سے اپنا حصہ لینا شریک کی غیبت مین جائز ہی ایک گھر مین دو شریک رہتے ہین تو اگر ایک شریک چھت پر چڑھے تو دوسرا اُسکو روک نہین سکتا اسواسطے کہ وہ اپنے
حق مین متصرف ہی اگر ایک وارث نے ترکہ مشترکہ مین تجارت کی اور نفع حاصل کیا تو یہ نفع فقط اُسیکا ہی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو ہزار درم قرض دے
مین تجارت کرون نفع مین ہم اور تو شریک ہین پھر اُسنے قرض دیا اور فائدہ حاصل ہوا تو تمام نفع مستقرض کا ہی نہ مقرض کا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم ✤

کتاب الوقف

یہ کتاب ہی وقف کے احکام مین اور محاسن وقف کے ظاہر ہین کہ اُسمین انتفاع طبقاتِ[طه] محبوبین ہی منجملہ اپنی اولاد یا محتاجین کے اور عمل صالح کی ادا ہی کہ بعد موت کے
بھی اُسکا ثواب جاری ہی امام شافعی نے فرمایا کہ میری دانست مین اہل جاہلیت مین وقف نہ تھا یہ خصلت حمیدہ اہل اسلام سے جاری ہوئی اور ثابت ہوا ہی کہ رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے سات باغ مدینہ مین وقف فرمائے اور خلیل الرحمن علیہ السلام کے اوقاف اب تک باقی ہین اور خلفاء راشدین اور صحابۂ کرام کے اوقاف مشہور ہین کذا فی الاسعاف
مناسبتہ للشرکۃ ادخال غیرہ معہ فی مالہ غیر ان ملکہ باق فیہا لا فیہ مناسبت وقف کی شرکت سے اپنے مال مین غیر کا داخل کرنا ہی اپنے ساتھ مگر اتنا فرق ہی کہ مالک کی ملک
شرکت مین باقی ہی نہ وقف مین ہم غیر کا ادخال شرکت مین تو ظاہر ہی کہ شریک مالک کے ساتھ تصرف اور نفع مین داخل ہی لیکن اپنے ساتھ غیر کا داخل کرنا اقسام وقف
مین لازم نہین مگر جبکہ اپنی ذات اور غیر پر وقف کرے تو اگر شارح صاحب نہر الفائق وغیرہ کے مانند یون کہتا کہ مناسبت وقف کی شرکت سے اس اعتبار سے ہی کہ معقود
دونون سے اُس مال کا انتفاع ہی جو اصل مال پر زائد ہو لیکن شرکت مین اصل مال صاحب مال کی ملک مین رہتا ہی اور وقف مین اکثر کے نزدیک اُسکی ملک سے نکلجاتا ہی تو
خوب واضح ہوتا کذا فی الطحطاوی ہو لغۃً الحبس وقف لغت مین بمعنی حبس ہی یعنی بند کرنا اور روکنا ہم ولہذا موقف الحساب اُس مکان کو کہتے ہین جہان لوگ قیامت مین
حساب کیواسطے محبوس ہونگے وقف مصدر ہی معنی موقوف اسلیے اُسکی جمع اوقاف ہی وشرعاً حبس العین علی حکم ملک الواقف والتصدق بالمنفعۃ ولو فی الجملۃ اور اصطلاح
شرع مین وقف عبارت ہی حبس کرنے عین سے وقف کرنے والے کی ملک کے حکم پر اور خیرات کرنی منفعت سے اگرچہ تصدق فی الجملۃ ہو م یہ تعریف وقف کی امام کے مذہب پر
ہی شارح نے قید حکم باتباع شرنبلالیہ زیادہ کی اور یہ صحیح نہین اسواسطے کہ بتصریح قہستانی امام کے نزدیک قبہ مملوک ہی وقف کا حقیقۃً نہ حکماً اور قید فی الجملۃ جواب ہی فتح القدیر
کا صاحب فتح القدیر نے کہا کہ تعریف وقف پر اتنی عبارت زیادہ کرنا چاہیے او صرف منفعتہا الی من احب یعنی اُسکی منفعت کا صرف کرنا جدھر چاہے اسواسطے کہ اغنیا
کیطرف صرف کرنا بلا قصد قربت وقف مین صحیح ہی بشرطیکہ اُسکے آخر مین قربت دائمی ہو لیکن قبل انقراض اغنیا وقف ثابت ہی بلا تصدق اور اسقدر زیادہ کرنے سے
تعریف جامع ہوجاتی ہی حاصل جواب یہ ہی کہ تصدق فی الجملۃ مراد ہی اور اُسپر محیط کی عبارت دلالت کرتی ہی کہ اگر اغنیا پر وقف کرے تو جائز نہین اسواسطے کہ قربت نہین
بخلاف اسکے کہ اگر اُسکے آخر مین محتاجین کے واسطے مقرر کرے تو قربت ثابت ہوگی فی الجملۃ کذا فی الحلبی والاصح انہ عندہ جائز غیر لازم کالعاریۃ اور قول اصح
یہ ہی کہ امام اعظم کے نزدیک وقف جائز ہی لازم نہین مانند عاریت کے یعنی واقف کو ابطال وقف کا اختیار ہی و عندہما ہو حبسہا علی

[طه] یعنی جو لوگ کہ واقف کو محبوب ہین خواہ اپنی اولاد ہو یا محتاج یا طالب علم وغیرہ اُنکا طبقات کا نفع اُٹھانا داخل ہی وقف کی ۱۲

حکم ملک اللہ تعالی وصرف منفعتہا علی من احب ولو غنیا فیلزم فلا یجوز لہ ابطالہ ولا یورث عنہ وعلیہ الفتوی ابن کمال وابن الشحنۃ اور صاحبین کے نزدیک
وقف عبارت ہی عین کے حبس کرنے سے اللہ تعالی کی ملک کے حکم پر اور اُسکی منفعت کے صرف کرنے سے جسپر چاہے اگرچہ موقوف علیہ غنی ہو پھر جب وقف کی
ملک سے خارج ہوا تو وقف لازم ہو گیا تو واقف کو اُسکا باطل کر دینا جائز نہین اور اُسکا وارث اُسکو وراثت مین نہ پاویگا اور صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہی کذا صرح
ابن کمال وابن الشحنۃ وسببہ ارادۃ محبوب النفس فی الدنیا ببر الاحباب وفی الآخرۃ بالثواب اور سبب وقف کا ارادہ کرنا ہی محبوب جی اور پسندیدہ جانی کا دنیا مین دوستون
کے اندر اور آخرت مین ثواب حاصل ہونے سے یعنی بالنیۃ من اہلہا لانہ مباح بدلیل صحتہ من الکافر یعنی حصول ثواب وقف اِس شخص کی نیت سے ہوتا ہی جو اہل ہی نیت کا یعنی
مسلم عاقل بالغ اسواسطے کہ وقف کرنا مباح ہی بدلیل صحیح ہونے وقف کے کافر سے یعنی جب کافر کا وقف فی نفسہ عبادت نہین تو ثواب نیت سے ہوگا نہ اصل وقف سے وقد یکون
واجبا بالنذر فیتصدق بہا او بثمنہا ولو وقفہا علی من لا یجوز لہ الزکوۃ جاز فی الحکم ویبقی نذرہ وبہذا عرف صفتہ اور وقف کرنا کبھی واجب ہوتا ہی نذر کرنے سے تو چیز موقوف کو تصدق کرے
یا اُسکی قیمت کو اور اگر اُسکو وقف کیا اُسپر جسکو زکاۃ دینا جائز نہین تو حکم مین وقف جائز ہوگا اور نذر باقی رہیگی اور اِس تقریر سے صفت وقف کی معلوم ہو گئی صفت وقف
کی یہ ہی کہ وہ مباح اور قربت اور فرض ہوتا ہی مباح وہ وقف ہی جو بلا قصد قربت ہو ولہذا آدمی سے وقف صحیح ہی اور اُسکو کچھ ثواب نہین اور وقف قربت بقصد عبادت
ہوتا ہی مسلم سے اور وقف فرض منذور ہی چنانچہ یون کہنا کہ اگر میرا والد آوے تو مجھپر اِس گھر کا وقف کرنا مسافرون پر لازم ہی پھر اگر نذر کرنیوالا اپنے اصول اور فروع پر وقف
کریگا تو وقف جائز ہوگا لیکن نذر ادا نہو گی کذا فی البحر اور یہ جو شارح نے کہا کہ اُسکو تصدق کرے یا اُسکی قیمت کو تو مسئلہ نذر با وقف کو اُس مسئلہ کے ساتھ مخلوط کر دیا جبکہ صیغہ وقف
کا نذر ہو حالانکہ دونون کا حکم مختلف ہی نذر بالوقف کا حکم تو ابھی معلوم ہو چکا اور صیغۂ وقف کے نذر ہونے کا بحر الرائق مین یہ حکم ہی کہ اگر بحکم عرف یا قائل کے پوچھنے سے
وقف ثابت ہو تو وہ وقف ہی اور وہ اگر کہے کہ مین نے صدقہ کا ارادہ کیا تو وہ نذر ہی اُسکو تصدق کرے یا اُسکی قیمت کو اور اگر کچھ نیت نہو تو وہ میراث ہی کذا فی الطحطاوی ملخصاً
وحکمہ ما مر فی تعریفہ اور حکم وقف کا گذر گیا اُسکی تعریف مین اُسکا حکم یعنی اثر مرتب جو تعریف مین مذکور ہوا سو تصدق ہی منفعت کا ومحلہ المال المتقوم اور وقف کا محل مال
متقوم ہی جو قابل وقف ہو طحطاوی نے کہا مال سے وہ مال مراد ہی جو واقف کا مملوک ہو وقف کرنیکے وقت تو اگر زمین کو غصب کر کے وقف کیا پھر اُسکو خرید لیا مالک سے تو صحیح نہین
ورکنہ الالفاظ الخاصۃ کارضی ہذہ صدقۃ موقوفۃ مؤبدۃ علی المساکین ونحوہ من الالفاظ کموقوفۃ للہ او علی وجہ الخیر او البر واکتفی ابو یوسف بلفظ موقوفۃ فقط قال الشہید ونحن
نفتی بہ للعرف اور رکن وقف کا الفاظ مخصوصہ مین چنانچہ یون کہنا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ دائمی ہی مساکین پر اور مانند ان الفاظ کے چنانچہ یون کہنا کہ یہ زمین خدا
کے واسطے موقوف ہی یا علی وجہ الخیر یا علی وجہ البر موقوف ہی اور ابو یوسف نے فقط بلفظ موقوف اکتفا کی ہی یعنی اگر اسیقدر کہے کہ یہ زمین یا یہ باغ موقوف ہی بلا ذکر
محتاجین اور بلا قید دوام تو کافی ہی صدر شہید نے کہا کہ ہم اسی قول کا فتوی دیتے ہین بسبب عرف کے ہم الفاظ کو رکن اسواسطے کہا کہ اگر وقف مع الشرائط لکھے بلا تلفظ تو وقف
صحیح نہین بالاتفاق کذا فی القہستانی اور شرح ملتقی مین ہی کہ طرفین کے نزدیک وقف صحیح نہین جبتک اُسکو اپنے ہاتھ سے نہ لکھے اور شاہدون کو اُسکے مضمون پر گواہ نہ کرے
انتہی مشائخ بلخ نے ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا ہی کہ مجرد لفظ وقف بلا ذکر دوام اور جہت مصرف کافی ہی اور اکثر علما نے محمد رح کے قول پر فتوی دیا اشتراط تسلیم مین کذا فی
الطحطاوی وشرطہ شرط سائر التبرعات کحریۃ وتکلیف اور شرط وقف کی وہ ہی جو باقی تبرعات کی شرط ہی چنانچہ آزادی اور تکلیف تو غلام اور صغیر اور مجنون کا وقف صحیح
نہین وان یکون قربۃ فی ذاتہ اور شرط وقف یہ ہی کہ فی ذاتہ قربت ہو تو مسلم یا ذمی کا وقف نصارے یا یہود کے معبد اور فقراے اہل حرب پر صحیح نہین اور غنی
پر وقف کرنے مین قربت ہی اسواسطے کہ ذخیرہ مین ہی کہ تصدق علی الغنی مین ایک طرح کی قربت ہی کمتر قربت فقیر سے معلوما منجزا لا معلقا الا بکائن شرط وقف کی
یہ ہی کہ معلوم ہو نہ مجہول منجز ہو نہ معلق کسی شرط پر مگر معلق بشرط موجود جائز ہی تو اگر اپنی کچھ زمین وقف کی بلا تعیین تو صحیح نہین یا یون کہا کہ یہ زمین فقرا یا
میرے قرابت والون پر وقف ہی تو باطل ہی بسبب شک کے کذا فی العالمگیریہ اور اسیطرح وقف زمین باستثناء اشجار صحیح نہین بسبب عدم
تعیین وقف اور اگر بدلا کہ اگر میرے بیٹا ہو تو میرا گھر وقف ہی مساکین پر تو صحیح نہین بسبب تعلیق کے اور اگر یون کہا کہ اگر یہ گھر میرا مملوک ہو پھر ظاہر ہو

کہ وقت تکلم وہ گھر متکلم کا مملوک تھا تو وقف صحیح ہوگا اسواسطے کہ تعلیق بھی شرط موجود پر ہے ولا مضافا ولا موقتا ولا بخیار شرط اور شرط وقف یہ ہے کہ مضاف نہ ہو اور موقت
نہو اور خیار شرط نہو مع اضافت وقف اسطرح کہ میرا گھر صدقہ ہے کل یا پرسون چلپی نے کہا کہ عدم اضافت کو شرط وقف کی کہنا غلط ہے اسواسطے کہ بحر اور نہر مین جامع
الفصولین سے صحت اضافت منقول ہے ولا ذکر معہ اشتراط بیعہ وصرف ثمنہ لحاجتہ فان ذکرہ بطل وقفہ بزازیہ اور شرط یہ ہے کہ وقف کے ساتھ اسکے بیع کو اور اسکی قیمت
صرف کرنے کو اپنی حاجت مین مذکور نہ کرے اور اگر مذکور کریگا یعنی اسطرح کہ یہ زمین وقف ہے لیکن اگر مجھکو حاجت ہوگی تو بیچکر مین اسکی قیمت صرف کرونگا تو وقف
اسکا باطل ہے کذافی البزازیہ وفی الفتح لو وقف المرتد فقتل او مات او ارتد المسلم بطل وقفہ اور فتح القدیر مین ہے کہ اگر مرتد نے وقف کیا پھر وہ مقتول ہوا یا مر گیا یا مسلم بعد وقف
کرنے کے مرتد ہو گیا تو اسکا وقف باطل ہے ہم وقف مرتد میراث ہو جائیگا خواہ وہ مقتول ہوا ہے ارتداد پر یا مر جاے یا مسلمان ہو لیکن بعد اسلام کے اعادہ وقف صحیح
ہے اور مرتدہ کا وقف کرنا صحیح ہے اسواسطے کہ وہ مقتول نہین ہوتی کذافی البحر ولا یصح وقف مسلم او ذمی علی بیعۃ او حربی قیل او مجوسی اور صحیح نہین وقف کرنا مسلم یا ذمی کا
معبد نصاری پر یا حربی پر اور بعضون نے کہا یا مجوسی پر ہم معبد نصاریٰ سے جمیع معابد کفار مراد مین معابد کفار کا وقف عہد اسلام مین باطل ہے اور اگر زمانہ جاہلیت
مین یعنی حربی ہونیکے وقت وقف کیا تو صحیح یہ ہے کہ بعد ذمی ہونیکے اُس سے تعرض نہین اور قول معتمد یہ ہے کہ محتاجین مجوس پر وقف جائز ہے کذافی البحر وجاز علی ذمی لانہ قربۃ
حتی لو قال علی من اسلم من ولدہ او انتقل الی غیر النصرانیۃ فلا شی لہ لزمہ شرطہ علی المذہب اور جائز ہے وقف کرنا ذمی پر اسواسطے کہ وہ قربت ہے لہذا اُسکو صدقہ اور نذر
اور کفارہ دینا جائز ہے یہانتک کہ اگر نصرانی ذمی وقف کرے اس شرط پر کہ جو اسکی اولاد سے مسلمان ہو جائے یا نصرانیت کے سوا اور دین کیطرف انتقال کرے
تو اُسکو محاصل وقف سے کچھ حصہ نہین تو اُسکی شرط لازم ہوگی بنا بر مذہب مختار کے اسواسطے کہ مالک کو اپنے تصرفات مین اختیار ہے کذا فی الخصاف ویزول الملک
عن الموقوف باحد امور اربعۃ باقرار مسجد کما سیجی او بقضاء القاضی لانہ مجتہد فیہ وصورتہ ان یسلمہ الی المتولی ثم یظہر الرجوع معین المفتی معزیا للفتح المولی من قبل السلطان
لا المحکم اور ملک واقف کی زائل ہوتی ہے موقوف سے ایک مرتبہ منجملہ چار امور کے مسجد کے جدا کردینے سے چنانچہ عنقریب اسکا بیان آویگا یا اُس قاضی کے حکم
کردینے سے جو بادشاہ کیطرف سے مقرر ہے نہ محکم کے حکم سے حکم قاضی کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ زوال ملک مجتہدین مین مختلف فیہ ہے اور صورت اسکی یہ ہے کہ وقف متولی
کو وقف تسلیم کردے پھر اپنا رجوع ظاہر کرے یعنی کہے کہ اب مین وقف نہین کرتا کذافی معین المفتی عن الفتح پھر قاضی بعد مرافعہ متولی کے لزوم کا حکم کرے ہم مصنف نے لزوم
وقف زوال ملک کر تعبیر کیا اسواسطے کہ زوال ملک کو لزوم وقف لازم ہے اور قضا کی احتیاج امام کے مذہب پر ہے اسواسطے کہ صحت وقف مین اختلاف نہین خلاف تو
لزوم وقف مین ہے سو امام کے نزدیک لازم نہین اور صاحبین کے نزدیک لازم ہے تو اسمین بیع اور ارث نہین اور ترجیح دلیل سے ہے اور خصاف نے صاحبین کے مذہب کے واسطے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کے اوقاف سے بکثرت استدلال کیا ہے اور ابو یوسف اول امام کے قول پر تھے جب ہارون الرشید کے ساتھ حج کیا اور مدینہ طیبہ اور اسکے نواح
مین اوقاف صحابہ کرام کے دیکھے تو امام کے مذہب سے رجوع کیا اور لزوم وقف کا فتویٰ دیا خلاصہ یہ ہے کہ مشائخ نے صاحبین کے قول کو ترجیح دیکر فتویٰ دیا ہے علاوہ اسکے فقہا نے
تصریح کی ہے کہ جب قاضی نے رشوت لی تو اُسکا حکم نافذ نہین ہوتا اور ہمارے زمانہ مین قاضی رشوت سے خالی نہین تو اسوقت مین لزوم وقف نہین ہو سکتا مگر صاحبین کے قول پر کذا
فی الطحطاوی وسیجی ان البینۃ تقبل بلا دعوی اور آگے آویگا کہ گواہی مقبول ہے بلا دعوی یعنی اسواسطے کہ حکم وقف کا تصدق ہے محصول کا اور وہ حق تعالیٰ کا حق ہے اور خصوص اسمین
قضا بالشہادۃ بلا دعوی صحیح ہے کذافی المحیط ثم حل القضاء بالوقف رغما علی الکافۃ فلا تسمع فیہ دعوی ملک آخر و وقف آخر ام لا قلت مع افتی ابو السعود مفتی الروم بالاول
وبہ جزم فی المنظومۃ المحبیۃ ورجحہ المصنف صونا عن الحیل لابطالہ لکنہ نقل بعدہ عن البحران المعتمد الثانی وصححہ فی الفواکہ البدریۃ وبہ افتی المصنف پھر کیا قضا
بالوقف حکم ہے سب پر کہ اسمین دوسرے ملک یا دوسرے وقف کا دعوی مسموع نہین یا سب لوگون پر حکم نہین کہ دعوی مذکور مسموع ہو ابو سعود مفتی
روم نے قول اول یعنی عدم کا فتویٰ دیا اور اسی قول پر منظومہ محبیہ مین یقین کیا اور اسی کی ترجیح مصنف نے دی تا وقف ابطال کے حیلون سے محفوظ رہے
لیکن مصنف نے اپنی شرح مین اس کلام کے بعد بحر الرائق سے نقل کیا کہ قول ثانی یعنی جواز سماع دعوی معتمد ہے اور اسکی فواکہ بدریہ مین تصحیح کی ہے اور اسی کا فتویٰ

مصنف نے دیا ہی او بالموت اذا علق به ای بموته کاذا مات فقد وقفت داری علی کذا فی الصحیح انه کوصیة تلزم من الثلث بالموت لا قبله ولو لوارثه وان ردوه
لکنه یقسم کالثلثین یا ملک زائل ہوتی ہی واقف کے موت سے جبکہ وہ اپنی موت پر وقف کو معلق کرے اسطرح کہ جب مین مرجاؤن تو اپنے گھر کو فلانے پر وقف
کیا تو صحیح یہ ہی کہ واقف وصیت کے مانند لازم ہوتا ہی ثلث مال سے بسبب موت کے نہ قبل اسکے اگرچہ واقف نے اپنے وارث کے واسطے وقف کیا ہو گو اسکے وارثون
نے اسکو جائز نہ رکھا ہو لیکن ثلث تقسیم ہوگا وارثون پر دو ثلث کے مانند ظہیریہ مین ہی کہ ایک عورت نے گھر کو اپنے مرض الموت مین اپنے بیٹون پر وقف کیا اُنکے
بعد اُنکی اولاد پر اور اُنکی اولاد کی اولاد پر جبتک کہ نسل باقی رہے بعد اُسکے محتاجون کیواسطے پھر وہ عورت مرگئی اور دو بیٹیان اور ایک بہن وارث چھوڑ گئی اور بہن اُسکے
وقف کرنے سے راضی نہین اور میت کا کچھ مال نہین سوائے اُس گھر کے تو وقف جائز ہوگا ایک ثلث مین دو ثلث مین دو ثلث وارثون مین بقدر اُنکے سہام کے تقسیم ہونگے اور ایک ثلث
وقف رہیگا تو اُسکا جو کرایہ وغیرہ ہوگا وارثون پر تقسیم ہوا کریگا بقدر اُنکے حصون کے جبتک وارث زندہ رہینگے یعنی بیٹیان پھر اُنکی اولاد پھر اولاد کی اولاد پر واقفہ کی شرط کے
مانند اور وارثون کا اسمین حق نہین یعنی اُسکی بہن کا یا اُسکی اولاد کا انتہی بزازیہ کی عبارت یہ ہی (قال رضی هذه موقوفة علی ابنی فلان فان مات فعلی ولده وولد ولده ونسله
ولم تجز الورثة فهی ارث بین کل الورثة مادام الابن الموقوف علیه حیا فان مات صار کلها للنسل انتهی) یعنی ایک شخص نے کہا کہ میری یہ زمین وقف ہی میرے فلانے ولد پر پھر جب وہ مر
تو اسکے ولد پر اور میری نسل پر اور وارثون نے اسکو جائز نہ رکھا تو وہ ارث ہی سب وارثون مین جبتک کہ ابن موقوف علیہ زندہ رہیگا پھر جبکہ وہ مریگا تو تمام زمین نسل کیواسطے ہی
انتہی الترجمہ صاحب بحرالرائق نے کہا کہ عبارت بزازیہ کی صحیح نہین سواسطے کہ ظہیریہ سے مذکور ہو چکا کہ دو ثلث ملک ہین اور ایک ثلث وقف ہی اور اسکا محصول وارثون پر تقسیم ہوگا
جبتک وارث موقوف علیہ زندہ رہیگا شارح نے اس اعتراض کا جواب قول آیندہ مین دیا فقول البزازیة انه ارث ای حکما فلا خلل فی عبارته فاعتبر الوارث بالنظر للغلة والوصیة وان
ردوا بالنظر للغیر وان لم تنفذ لوارثه لانها لم تتمحض له بل لغیره بعده فافهم تو بزازیہ کا یہ قول کہ ثلث وقف کا ارث ہی محمول ہی ارث حکمی پر یعنی باوجود وقف ہونیکے تاحیات موقوف
علیہ مانند میراث کے تقسیم ہوگا تو اب کچھ خلل نرہا بزازیہ کی عبارت مین تو فقہا نے وارث کا اعتبار کیا بنظر محصول وقف کے اور وصیت کا اعتبار کیا اگرچہ وارثون نے اسکو جائز
نہ رکھا بنظر غیر کے گو وصیت جاری نہو وارث کیواسطے اسواسطے کہ وصیت یہان محض وارث کیواسطے نہین ہوئی جو جائز نہو بلکہ غیر وارث کیواسطے نافذ ہوتی ہی بعد وارث کے تو سمجھ لے
یعنی چونکہ وصیت فقط وارث کیواسطے خالص نتھی لہذا اسمین دونون اعتبار کی رعایت کی وارث کا اعتبار بنظر محصول کے کیا اور غیر وارث کا اعتبار بنظر وصیت کے کیا تا وصیت
لازم ہو جائے طحطاوی نے کہا شارح کا رد ظاہر نہین اسواسطے کہ عبارت بزازیہ اسمین صریح ہی کہ تمام زمین ارث ہی جبتک ابن موقوف علیہ زندہ ہی اور اسکی موت کے بعد بالکل نسل کیواسطے ہو جائیگی
اور شارح کا جواب حیات ابن تک ہوسکتا ہی لیکن بنظر نسل نہین ہوسکتا اسلیئے کہ نسل کے واسطے ثلث ہی نہ سب زمین (و تعوله وقفتها فی حیوتی وبعد وفاتی مؤبدا فانه جائز عندهم لکن عند الامام
مادام حیا هو نذر بالتصدق بالغلة فعلیه الوفاء وله الرجوع ولو لم یرجع حتی مات جاز من الثلث) یا ملک زائل ہوتی ہی یون کہنے سے کہ مین نے اسکو وقف کیا اپنی زندگی مین اور بعد وفات
اپنی کے ہمیشہ کو تو یہ جائز ہی امام اور صاحبین کے نزدیک لیکن امام کے نزدیک جبتک وہ زندہ ہی تو وہ تصدق محصول کی نذر ہی تو اُسپر وفا نذر لازم ہی اور اسکو اُس سے رجوع کرنا بھی
جائز ہی اور اگر اُسنے رجوع نہ کیا یہانتک کہ وہ مرگیا تو وقفہ جائز ہوگا ثلث مال سے (م جوازه یعنی مذکور صاحبین کے نزدیک منافی لزوم نہین قلت ففی هذین الامرین له الرجوع ومادام حیا غنیا او فقیرا
بامر قاض او غیره شرنبلالیة فقول الدرر وفتقر لفسخه القاضی لو غیر مسجل منظور فیه) مین کہتا ہون تو ان دونون امر یعنی وقف معلق بالموت اور وقف بقید حیات وبعد ممات مین واقف
کو رجوع کرنا جائز ہی جبتک کہ وہ زندہ ہی مالدار ہو یا محتاج قاضی کے امر سے رجوع کرے یا سوا اسکے کذا فی شرنبلالیہ تو درر غرر کا یہ قول کہ اگر واقف محتاج ہو تو قاضی اسکو
فسخ کر دے اگر وقف پر قاضی کی سجل نہوگئی ہو منظور فیہ ہی یعنی مسلم نہین ہم اسواسطے کہ فسخ قاضی کی حاجت نہین بلکہ واقف خود فسخ مین مختار ہی اور قید فقر کی بھی کچھ
احتیاج نہین اور بموجب قول مفتی بہ کے واقف کچھ تصرف نہین کرسکتا اور مفتی کو بھی فسخ کا فتوی دینا جائز نہین سواسطے کہ بحرالرائق مین ہی امام کے قول پر کسیکے فتوی نہین دیا
کذا فی الطحطاوی (ولا یتم الوقف حتی یقبض لم یقل للمتولی لان تسلیم کل شیء بما یلیق ففی المسجد بالافراز وفی غیره بنصب المتولی وتسلیمه ایاه ابن کمال) اور وقف
تمام نہین ہوتا یہانتک کہ مقبوض ہو مصنف نے یون نہ کہا کہ متولی کا مقبوض ہو اسواسطے کہ تسلیم ہر چیز کی اُسکے لائق ہوتی ہی تو مسجد مین

تسلیم جدا کردینے سے ہوتی ہے اور غیر مسجد میں متولی مقرر کرنے اور اسکو تسلیم کردینے سے ہوتی ہے کذا صحح ابن کمال ویفرز فلا یجوز وقف مشاع یقسم خلافا للثانی اور
وقف تمام نہیں ہوتا یہانتک کہ جدا کردیا جائے تو جائز نہیں وقف کرنا مشاع قسمت پذیر کا بخلاف ابو یوسف کے ہم وقف کا جدا کردینا قسمت کرکے مبنی ہے
اشتراط قبض پر سو امام محمد نے قبض کو شرط کیا ہے تو وقف مشاع یعنی غیر مقسوم کو جائز نہیں رکھا اور امام ابو یوسف نے قبض نہیں شرط کیا تو وقف مشاع جائز رکھا
اور اختلاف ہے محتمل القسمۃ میں اور غیر محتمل القسمۃ کا وقف تو بالاتفاق جائز ہے سوائے مسجد اور مقبرہ کے کہ اسکا وقف باوجود عدم احتمال قسمت بھی تمام نہیں بالاتفاق
مشائخ بلخ نے ابو یوسف کے قول کو لیا ہے اور مشائخ بخارا نے محمد کے قول کو لیا ہے اور خلاصہ اور بزازیہ اور در لو الجیہ اور شرح مجمع اور تجنیس اور غایۃ البیان میں کہا کہ مشائخ میں
امام محمد کے قول پر فتوی ہے کذا فی البحر ویجعل آخرہ لجہۃ قربۃ لا تنقطع ہذا بیان شرائط الخاصۃ علی قول محمد لانہ کالصدقۃ وجعلہ ابو یوسف کالاعتاق اور آخر وقف کا مقرر
کیا جائے اس جہت قربت کیواسطے جو منقطع نہو یعنی انجام کار وقف موبد دائمی ہو مساکین پر یعنی تسلیم اور افراز اور تابید بیان ہے وقف کی شرائط خاصہ کا محمد کے
قول پر اسواسطے کہ وقف مانند صدقہ ہے اور ابو یوسف نے اسکو اعتاق کے مانند قرار دیا ہے ہم ابو یوسف سے دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ کہ تابید وقف میں ضرور ہے لیکن
ذکر دوام شرط نہیں اور یہی قول صحیح ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ دوام شرط نہیں اور امام محمد کے نزدیک تصریح تابید ضروری ہے کذا فی الہدایۃ والمنح طحطاوی نے کہا مصنف کا ظاہر
بیان مناسب نہیں اسواسطے کہ اول امام کے مذہب پر چلا کہ لزوم وقف نہیں ہوتا مگر قضا سے پھر بیان شرائط میں محمد کے طور پر چلا حالانکہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے لزوم وقف
میں بلا قضا واختلف الترجیح والاخذ بقول الثانی احوط واسہل درر وفی الدرر وصدر الشریعۃ وبہ یفتی واقرہ المصنف اور محمد اور ابو یوسف کے قول کی ترجیح مختلف ہے اور ابو یوسف
کا قول لینا احوط اور اسہل ہے وقف کی ترغیب کیواسطے اور درر اور غرر اور شرح وقایہ میں ہے کہ اسی کا فتوی ہے اور مصنف نے بھی اپنی شرح میں اسکو ثابت رکھا ہے واذا وقتہ
بشہر او سنۃ بطل اتفاقا درر وعلیہ فلو وقف علی رجل بعینہ عاد بعد موتہ لورثتہ الواقف بہ یفتی فتح قلت جزم فی الخانیۃ بصحۃ الموقت مطلقا قنیۃ واقرہ الشرنبلالی اور جب وقف میں
مہینہ یا سال کا وقت بیان کیا تو باطل ہے بالاتفاق کذا فی الدرر اور بموجب بطلان موقت کے اگر وقف کیا ایک مرد پر بعینہ تو اسکی موت کے بعد واقف کے وارثوں کی طرف وقف
عود کریگا اسی پر فتوی ہے کذا فی الفتح میں کہتا ہوں اور خانیہ میں یقین کیا ہے صحت موقت کا مطلقا تو خبردار ہو جا اور ثابت رکھا ہے اسکو شرنبلالی نے ہم مسئلہ وقف علی المعین بطلان موقت پر مبنی نہیں ہو سکتا
جبتک شخص معین پر وقف کرنا بالاتفاق باطل نہو حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ مسئلہ اسپر مبنی ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک تابید اصلا شرط نہیں تو موقوف علیہ کی حیات تک وقف رہیگا اور بعد اسکے میراث
ہوگا اور خانیہ میں ہے کہ ایک مرد نے اپنے گھر کو ایک دن یا ایک مہینہ یا وقت معین وقف کیا اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو جائز ہے اور وقف ابدی ہوگا انتہی تو اسکا قول یعنی عدم زیادت اس
تفصیل کا مشیر ہے جسکو ہلال نے بیان کیا ہے کہ اگر واقف یہ شرط کرے کہ بعد وقت معلوم کے موقوف میری طرف رجوع کرے تو وقف باطل ہے اور اگر یہ شرط نہیں تو صحیح ہے تو خانیہ کی عبارت میں
اطلاق نہیں جسکو شارح نے بیان کیا ہے مگر یہ کہ اطلاق وقت مراد رکھے اور توفیق عبارت کی یوں ممکن ہے کہ بطلان موقت کا قول مطلقا محمد کے قول پر محمول ہے کہ انکے نزدیک تابید لفظی شرط ہے اور صحت
موقت مطلقا کا قول ابو یوسف کی اس روایت پر محمول ہے جسمیں مطلقا اشتراط تابید نہیں اور قول بالتفصیل ابو یوسف کے اس قول صحیح پر محمول ہے جسمیں تابید معنوی ضروری ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی
فاذا تم ولزم لایملک ولا یملک ولا یعار ولا یرہن فبطل شرط واقف الکتب الرہن کما مر فی التدبیر پھر جب وقف باجتماع شرائط وارتفاع موانع تمام ہو تو مملوک نہیں ہوتا اور تملیک اسمیں
نہیں اور نہ عاریت اور نہ رہن ہو سکتا ہے تو کتابوں کے وقف کرنیوالے کو رہن کا کرنا باطل ہے چنانچہ کتاب التدبیر میں مذکور ہو چکا فلو سکنہ المشتری او المرتہن ثم بان انہ وقف او للصغیر لزم اجر
المثل قنیۃ اور اگر وقف میں مشتری یا مرتہن رہا پھر ظاہر ہوا کہ یہ وقف ہے یا صغیر کا مملوک ہے تو اجرت مثل واجب ہے کذا فی القنیۃ ولا یقسم بل یتہایؤن الا عندہما فیقسم المشاع وبہ افتی
قاری الہدایۃ وغیرہ اور قسمت نہ کیا جائے وقف مستحقین میں بلکہ اہل استحقاق نوبت نوبت اس سے فائدہ لیں مگر صاحبین کے نزدیک غیر مقسوم قسمت ہو اور اسی کا فتوی دیا ہے قاری الہدایہ وغیرہ نے
اذا کانت القسمۃ بین الواقف وشریکہ المالک او الواقف الآخر او ناظرہ ان اختلفت جہتہ وقفہما قاری الہدایۃ صاحبین کے نزدیک قسمت وقف مشاع صحیح ہے جبکہ قسمت ہو درمیان واقف اور
اسکے شریک مالک کے یا دوسرے واقف یا اسکے ناظر کے بشرطیکہ جہت اسکی وقف کی مختلف ہو کذا صرح قاری الہدایہ یعنی قاضی نے جبکہ جواز وقف مشاع کا حکم کیا اور اسکی قضا نافذ
ہو کر رافع خلاف اور متفق علیہ ہو گئی سو اگر بعض شریک طالب قسمت ہوں تو امام کے نزدیک قسمت نہوگی نوبت نوبت استعمال کرنا چاہئے اور صاحبین کے نزدیک قسمت ہوگی کذا فی المنح اور اگر جہت وقف مختلف ہیں

تو قسمت کی احتیاج نہین اسلیے کہ دونون وقف کا مصرف متحد ہو ولو وقف نصف عقار کلہ فالقاضی یقسمہ مع الواقف صدر الشریعۃ وابن الکمال وبعد موتہ مع ورثتہ ذلک
فیفرزہ القاضی او وقف من الملک لہم بیعہ بہ افتی قاری الہدایۃ واعتمدہ فی المنظومۃ المحبیۃ اور اگر واقف نے اُس زمین کا نصف وقف کیا جسکی کل کا وہ مالک ہی تو قاضی
اُسکو تقسیم کر دے باوجود واقف کے کذا صرح صدر الشریعۃ وابن الکمال اور واقف کی موت کے بعد اُسکے وارثون کو یہ تقسیم جائز ہی تو قاضی وقف کو ملک سے جدا کر دے
اور وارثون کو نصف مملوک کا بیع کرنا جائز ہی اور اِسی کا فتوی دیا ہی قاری ہدایہ نے اور اِسی پر اعتماد کیا ہی منظومہ محبیہ مین م انفع المسائل مین مذکور ہی کہ جمیع من الوقف
والملک کی قسمت قاضی کو جائز نہین مگر شرکا کی تراضی سے کذا فی المنح لا الموقوف علیہم فلا یقسم الوقف بین مستحقیہ اجماعا درر وکافی وخلاصۃ وغیرہا لان حقہم لیس فی العین
وبہ جزم ابن نجیم فی فتاواہ وفی فتاوی قاری الہدایۃ ہذا ہو المذہب وبعضہم جوزہ ذلک اور جبکہ مابین موقوف علیہم کے قسمت ہو تو وقف تقسیم نہو گا مابین مستحقین کے باجماع
امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر والکافی والخلاصۃ وغیرہا اسواسطے کہ مستحقین کا حق عین وقف مین نہین بلکہ اُسکے محاصل مین ہی اور اِسی کا یقین کیا ہی ابن نجیم نے اپنے فتاوی
مین اور قاری ہدایہ کے فتاوی مین ہی کہ یہی مذہب ہی اور بعضے علما نے قسمت موقوف بین المستحقین جائز رکھی ہی م یہ قول غیر معتبر ہی کہ مخالف اجماع ہی کذا فی الطحطاوی ولو سکن
بعضہم ولم یجد الآخر موضعا یکفیہ فلیس لہ اجرۃ ولا لہ ان یقول انا استعمل بقدر ما استعملتہ لان المہایاۃ انما تکون بعد الخصومۃ قنیہ اور اگر بعض مستحقین نے وقف مین سکونت کی
اور دوسرے مستحق نے ایسی جگہ نہ پائی جو اُسکو کافی ہو تو اُسکو اجرت لینا مستحق ساکن سے جائز نہین اور نہ اُسکو یون کہنا جائز ہی کہ مکان وقف کو مین استعمال کرونگا جسقدر تو نے
استعمال کیا اسواسطے کہ مہایاۃ یعنی نوبت بنوبت استعمال کرنا نہین ہوتا مگر بعد خصومت کے کذا فی القنیۃ م طحطاوی نے کہا یہ خصاف کی عبارت ہی شارح نے قنیہ کیطرف منسوب کی
نعم لو استعملہ کلہ احدہم بالغلبۃ بلا اذن الآخر لزمہ اجر حصۃ شریکہ ولو وقفا علی سکناہما بخلاف الملک المشترک لو معدا للاجارۃ قنیہ ہان اگر ایک مستحق نے تمام مکان وقف کو استعمال
کیا زبردستی بلا اذن مستحق ثانی کے تو ساکن پر بقدر حصہ شریک کے اجرت لازم ہو گی اگرچہ وہ مکان دونون کی سکونت کیواسطے وقف ہوا ہو بخلاف ملک مشترک کے کہ اُسمین شریک
پر اجرت لازم نہین اگرچہ وہ مکان کرایہ کیواسطے مہیا ہو کذا فی القنیۃ قلت ولو بعضہ ملک وبعضہ وقف یاتی فی الغصب مین کہتا ہون اور اگر کچھ مکان ملک اور کچھ وقف ہو تو غصب مین
آویگا ویزول ملکہ عن المسجد والمصلی بالفعل وبقولہ جعلتہ مسجدا عند الثانی وشرط محمد والامام الصلوۃ فیہ بجماعۃ وقیل یکفی واحد وجعلہ فی الخانیۃ ظاہر الروایۃ اور زائل
ہوتی ہی ملک واقف کی مسجد اور عیدگاہ سے بواسطہ فعل کے یعنے علیحدہ کر دینے سے یا اُس قول سے کہ مین نے اُس مکان کو مسجد کر دیا ابو یوسف کے نزدیک اور محمد اور امام نے اُسمین
جماعت سے نماز پڑھنا شرط کیا ہی اور دوسرا قول یہ ہی کہ ایک شخص کا بھی نماز پڑھنا کافی ہی اور خانیہ مین اِسی قول کو ظاہر الروایۃ کہا ہی م مسجد مخالف ہی مطلق وقف سے سب کے
نزدیک تو امام اعظم کے نزدیک حکم حاکم اور وصیت کرنا اُسکے واسطے شرط نہین اور ابو یوسف کے نزدیک مشاع کا مسجد کرنا جائز نہین اور محمد کے نزدیک تسلیم متولی اُسمین شرط نہین مسجد کیواسطے
عمارت بنانا شرط نہین اسواسطے کہ خانیہ مین ہی کہ ایک شخص کی زمین میدان ہی اُسمین کچھ عمارت نہین اور اُسنے لوگونکو جماعت سے نماز پڑھنے کی اجازت دی اُسمایا دوام کا لفظ ذکر نہ کیا
لیکن نیت دوام کی کی پھر وہ مرگیا تو وہ مکان مسجد ہو گیا اُسمین میراث نہین کذا فی النہر جسنے مسجد بنائی تو اُسکی ملک جود ہی جبتک مسجد کو اُسکی راہ کے ساتھ اپنی ملک سے جدا
نکر دے اسواسطے کہ وہ خالص اللہ تعالے کیواسطے نہین ہوتی بغیر جدا کر دینے کے تو اگر اپنے گھر کے درمیان مین مسجد بنا دی اور لوگونکو دخول و نماز کا اذن دے دیا اگر اُسکی راہ بھی شرط کی ہی تو سب کے
نزدیک مسجد ہو گئی والا امام کے نزدیک مسجد نہین اور صاحبین کے نزدیک مسجد ہو گئی اور راہ منجملہ حقوق مسجد ثابت ہو جاویگی بلا شرط اور نماز اسواسطے شرط ہوئی کہ امام اور محمد کے نزدیک
تسلیم ضرور ہی اور مسجد مین جماعت سے تسلیم ثابت ہوتی ہی بنابر صحیح روایت کے امام سے اور اُسکے ساتھ اذان اور اقامت سے نماز جہری بھی شرط ہی تو اگر نماز سری بلا اذان و اقامت ہو گی تو امام
اور محمد کے نزدیک مسجد نہ ثابت ہو گی اور اگر ایک شخص کو امام اور مؤذن مقرر کیا تو اُسکے تنہا نماز سے مسجد ہو گی بالاتفاق اور متولی یا قاضی یا اُسکے نائب کی تسلیم سے مسجد ثابت ہو گی کذا فی
العالمگیریۃ ملخصا اور چونکہ وقف اور قضا مین ابو یوسف کا قول ارجح ہی لہذا مصنف نے اُسکو مقدم کیا تنویر اور درر اور ملتقی کے مانند یعنی بمجرد قول مسجد ہو جاتی ہی کذا فی الطحطاوی فروع
مسئلہ متعلقہ شارح کا اراد اہل المحلۃ نقض المسجد وبناءہ احکم من الاول ان کان البانی من اہل المحلۃ لہم ذلک والا لا بزازیہ اہل محلہ نے چاہا مسجد کا توڑنا اور بعد اسکے بنانا اُسکا محکم تر اول
سے تو اگر دوسرا بنانیوالا منجملہ اہل محلہ ہی تو جائز ہی اور نہین تو نہین جائز کذا فی البزازیۃ وانا اجعل تحتہ سردابا لمصالحہ ای المسجد جاز لمسجد المقدس ولو جعل لغیرہا

او جعل فوقہ بیتا وجعل باب المسجد الی طریق وعزلہ عن ملکہ لا یکون مسجدا ولہ بیعہ ویورث عنہ خلافا لہما اور جبکہ مسجد کے نیچے تہ خانہ بنایا مسجد کے مصالح کیواسطے تو جائز ہی جیسے بیت المقدس کی مسجد کے نیچے ہی اور اگر تہ خانہ مصالح مسجد کے سوا کسی کے واسطے بنایا گیا یا مسجد کے اوپر کوٹھری بنائی اور مسجد کا دروازہ راہ کیطرف کردیا اور اسکو اپنی ملک سے جدا کردیا تو مسجد نہوگی اور اسکو اسکی بیع جائز ہی اور اسکے بعد اسکا وارث پاویگا بخلاف صاحبین کے مذہب کے امام کا قول ظاہر المذہب ہی اسواسطے کہ اسمین حق بندہ باقی ہی اور جب تک مسجد کے اعلی یا اسفل یا جوانب مین باقی رہا تو وہ خالص اللہ تعالی کیواسطے نہوگی کذافی الطحطاوی وعن البحر لما وجعل وسطہ دارہ مسجدا واذن للصلوۃ فیہ حیث لا یکون مسجدا الا اذا شرط الطریق زیلعی چنانچہ ایک شخص نے اپنے گھر کے درمیان مسجد بنائی اور اسمین نماز کا اذن دیا تو وہ مسجد نہوگی مگر جبکہ مسجد کیواسطے راہ بھی مقرر کرے کذافی الزیلعی فرع مسئلہ متعلقہ شارح کا ہو بنی

فوقہ بیتا للامام لا یضر لانہ من المصالح اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق تاتارخانیہ فاذا کان ہذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ہدمہ ولو علی جدار المسجد ولا یجوز اخذ الاجرۃ منہ ولا ان یجعل شیئا منہ مستغلا ولا سکنی بزازیہ اور اگر واقف نے مسجد کے اوپر امام کیواسطے کوٹھری بنائی تو ضرر نہیں اسواسطے کہ یہ منجملہ مصالح مسجد ہی اور اگر اس مکان کا مسجد ہونا پورا ہوگیا یعنی فقط قول سے جسپر فتوی ہی یا اسمین نماز پڑھنے سے پھر واقف نے مسجد کے اوپر مکان بنانے کا ارادہ کیا تو منع کیا جائیگا اور اگر کہیگا کہ مین نے اسکی نیت کی تھی تو اسکی تصدیق نہوگی کذافی التاتارخانیہ پھر جب واقف کا یہ حال ہی کہ بنا نہیں سکتا تو غیر واقف کا بنانا کیونکر جائز ہوگا تو اسکا گرا دینا واجب ہی اگرچہ عمارت مسجد کی دیوار پر ہو نہ چھت پر اور اس سے کرایہ لینا جائز نہیں اور نہ یہ جائز ہی کہ منجملہ مسجد کے کوئی تھوڑا مکان کرایہ یا سکونت کیواسطے مقرر کیا جاوے کذافی البزازیہ ہم کرایہ لینا بہر صورت جائز نہیں اگرچہ مسجد کی عمارت وغیرہ مین صرف ہو اور یہ جو بعض مسجد کا کرایہ لینا صاحب مسجد کیواسطے جائز رکھا ہی وہ قول غیر صحیح ہی کذافی البحر ولو خرب ما حولہ واستغنی عنہ یبقی مسجدا عند الامام والثانی ابدا الی قیام الساعۃ وبہ یفتی حاوی القدسی اور اگر مسجد کا گرد وپیش منہدم ہوکر ویران ہوگیا اور اسکی کچھ حاجت نہ رہی تو وہ بھی مسجد ہی باقی رہیگی امام اور ابویوسف کے نزدیک ہمیشہ قیامت تک اسی پر فتوی ہی کذافی الحاوی القدسی یعنی اسکی ملکیت واقف اور اسکے وارثون کیطرف عود نہ کریگی اور اسکا نقل کرنا دوسری مسجد کیطرف جائز نہیں اسواسطے کہ وہ مسجد ہی علی الدوام کوئی اسمین نماز پڑھے یا نہ پڑھے کذافی النہر والحاوی القدسی وعاد الی الملک ای ملک البانی او ورثتہ عند محمد اور مسجد منہدم عود کریگی طرف ملک کے یعنی بانی یا اسکی وارثون کو اسکی ملک عائد ہوگی محمد کے نزدیک وعن الثانی ینقل الی مسجد آخر باذن القاضی اور ابویوسف سے دوسری روایت ہی کہ وہ نقل ہوگی دوسری مسجد کیطرف قاضی کے اذن سے یعنی اسکا شکستہ اسباب قاضی کے اذن سے بیع ہوکر قیمت اسکی دوسری مسجد مین صرف ہوگی اور یہ روایت اسعاف کی حاوی کے مخالف ہی کذافی النہر ومثلہ فی الخلاف المذکور حشیش المسجد وحصیرہ مع الاستغناء عنہما اور خلاف مذکور مین مانند منہدم کے ہی مسجد کی گھاس اور اسکی چٹائیان جب انکی حاجت نہ رہے یعنی شیخین کے نزدیک ملک مین داخل نہین اور محمد کے نزدیک واقف کی مملوک ہوجاوینگی وکذا الرباط والبیر اذا لم ینتفع بہما فیصرف وقف المسجد والرباط والبیر والحوض الی اقرب مسجد او رباط او بیر او حوض الیہ تفریع علی قولہما درر اور اسیطرح مسافرخانہ اور کنوان جب لائق انتفاع کے نہ رہے تو صرف کیا جاوے وقف مسجد اور مسافرخانہ اور کنوین اور حوض کا اس مسجد اور مسافرخانہ اور کنوین اور حوض کے جو اس سے قریب تر ہی یہ تفریع ہی شیخین کے قول پر کذافی الدرر عبارت مین لف ونشر مرتب ہی یعنی وقف مسجد اقرب مسجد کیطرف اور وقف مسافرخانہ اقرب مسافرخانہ کیطرف اور حوض کا وقف اقرب حوض کیطرف صرف ہو وفیہا وقف ضیعۃ علی الفقراء وسلمہا للمتولی ثم قال لوصیہ اعط من غلتہا فلانا کذا وفلانا کذا لم یصح لخروجہ عن ملکہ بالتسجیل فلو قبلہ صحت قلت لکن سیجیء معزیا للقنیۃ ومؤید زادہ ان للواقف الرجوع فی الشروط ولو مسجلا اور درر مین ہی کہ ایک شخص نے زمین فقراء پر وقف کی اور متولی کو سپرد کی پھر اسنے اپنے وصی سے کہا کہ اس زمین کے محصول سے فلانے کو اتنا دینا اور فلانے کو اتنا تو یہ صحیح نہیں بسبب خارج ہوجانے موقوف کے واقف کی ملک سے قاضی کے حکم مسجل سے سو اگر قبل حکم کے وصیت کریگا تو صحیح ہوگا مین کہتا ہون لیکن آگے آویگا قنیہ اور مؤید زادہ سے منقول ہوکر واقف کو شروط وقف مین رجوع کرنا جائز ہی اگرچہ وقف مسجل ہوگیا ہو تو یہ استدراک ہی عدم صحت پر طحطاوی نے کہا معلوم ہوا کہ شارح نے اسکی تحریر نہیں کی اتحد الواقف والجہۃ وقل مرسوم بعض الموقوف علیہ بسبب خراب وقف احدہما جاز للحاکم ان یصرف من فاضل الوقف الآخر علیہ لانہما حینئذ کشیء واحد واقف اور جہت متحد ہی اور بعض موقوف علیہ کا مرسوم یعنی مشاہرہ وغیرہ یا سالیانہ کم ہوگیا بسبب ویران ہوجانے احد الوقفین کے تو حاکم کو جائز ہی کہ دوسرے وقف کی فاضل آمدنی سے ادھر صرف کرے اسواسطے کہ دونون مصرف ایک مصرف کے مانند ہین مصنف نے اپنی شرح مین اتحاد واقف وجہت کی اسطرح مثال دی کہ ایک شخص نے

دو مسجدین بنائین اور ہر ایک کے مصالح کیواسطے علیحدہ وقف معین کیا تو اگر ایک مسجد کے امام یا مؤذن کا وظیفہ کم ہوگیا اسکی وقف کی ویرانی سے تو دوسری مسجد کے وقف کی فاضل آمدنی
سے انکو حاکم دے سکتا ہی انتہی علامہ نوح نے کہا کہ اتحاد جہت کو اسطرح محمول کرنا کلام بزازی کے صریحاً مخالف ہی اسواسطے کہ بزازی نے اتحاد وقف اور جہت کی یون مثال دی ہی کہ دو وقف ایک مسجد
پر ہون ایک وقف اسکی مرمت کیواسطے اور دوسرا وقف اسکے امام اور مؤذن کیواسطے کذا فی الطحطاوی وان اختلف احدہما بان بنی رجلان مسجدین او رجل مسجدا ومدرسۃ ووقف علیہما
اوقافا لا یجوز لہ ذلک اور اگر دو وقف اور جہت سے کوئی مختلف ہو اسطرح پر کہ دو شخصون نے دو مسجدین بنائین یا ایک شخص نے مسجد اور مدرسہ بنایا اور دونون پر اوقاف موقوف کیے تو حاکم کو یہ جائز
نہین کہ ایک کا محصول دوسرے پر صرف کرے ولو وقف العقار ببقرہ واکرتہ فلاحتین وہم عبیدہ المحراثون صح استحسانا تبعا للعقار اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو بیلون اور کھیتی کرنیوالے
اپنے غلامون کے ساتھ وقف کیا تو صحیح ہی بنابر استحسان کے زمین کی تبعیت سے اکرہ بفتح اول و ثانی جمع اکار ہی یعنی کشتکار اور اسیطرح باقی آلات کشتکاری کا وقف کرنا زمین کے ساتھ
صحیح ہی کذا فی شرح الملتقی وجاز وقف القن علی مصالح الرباط خلاصہ ونفقتہ وجنایتہ فی مال الوقف ولو قتل عمدا لا قود فیہ بزازیہ بل تجب قیمتہ فیشتری بہا بدلہ اور جائز ہی وقف کرنا
غلام کا مسافرخانہ کے مصالح کیواسطے کذا فی الخلاصہ اور اسکا خرچ اور جنایت وقف کے مال مین ہی اور اگر وہ غلام مقتول ہی عمداً تو قصاص نہین کذا فی البزازیہ بلکہ قاتل پر اسکی
قیمت دینا واجب ہی تاعوض اسکے دوسرا خرید کیا جائے کما صح وقف مشاع قضی بجوازہ لانہ مجتہد فیہ فللحنفی المقلد ان یحکم بصحۃ وقف مشاع وبطلانہ لاختلاف الترجیح واذا کان فی المسئلۃ
قولان مصححان جاز الافتاء والقضاء باحدہما بحر ومصنف چنانچہ صحیح ہی وقف اس مشاع کا جسکے جواز پر قاضی کا حکم ہوگیا اسواسطے کہ وقف مشاع مین مجتہدون کا اختلاف ہی تو قاضی
حنفی مقلد کو جائز ہی کہ صحت وقف مشاع کا حکم کرے بسبب اختلاف ترجیح صحت و عدم صحت کے اور جبکہ مسئلہ مین دو قول صحیح ہون تو کسی ایک قول پر فتوی دینا مفتی کو اور حکم
کرنا قاضی کو جائز ہی کذا فی البحر و شرح المصنف اسم ولحیلۃ کوئی قول مفتی بہ ہو اور الا فتی بہ سے عدول کرنا جائز نہین اور جب ایک قول پر فتوی دیا قاضی حکم کرے تو دوسرے قول پر
فتوی نہ دے اور نہ حکم کرے کذا فی الطحطاوی کما صح ایضا وقف کل منقول قصدا فیہ تعامل للناس کفاس وقدوم بل ودراہم ودنانیر اور چنانچہ صحیح ہی وقف اس مال
منقول کا بھی بالقصد نہ بالتبع جسمین لوگون کا عمل جاری ہوگیا یعنی جس منقول کا وقف کرنا مسلمین مین رائج ہوگیا جیسے کلھاڑی اور بسولہ بلکہ دراہم اور دنانیر ہم گھوڑے اور ہتھیار
کی صحت وقف مین صاحبین مین اختلاف نہین اسواسطے کہ اسمین احادیث و آثار وارد ہین بلکہ انکے غیر مین اختلاف ہی مشہور یہ ہی کہ محمد کے نزدیک وقف منقول کا بشرط رواج صحیح ہی اور ابو یوسف
کے نزدیک صحیح نہین مجتبی مین یون منقول ہی کہ محمد مجوز وقف منقول ہین مطلقاً اور ابو یوسف بشرط رواج اور ظاہر الفاظ اسپر دلالت کرتا ہی کہ وقف منقول نہین شہرون مین منحصر ہی
جہان اسکے وقف کا رواج ہی اور مفتی ابو سعود کے نزدیک انحصار مقبول نہین کذا فی الطحطاوی قلت بل ورد الامر للقضاۃ بالحکم بہ کما فی معروضات المفتی ابی السعود وکیل وموزون
فیباع ویدفع ثمنہ مضاربۃ او بضاعۃ فعلی ہذا لو وقف کرا علی شرط ان یقرضہ لمن لا بذر لہ لیزرعہ لنفسہ فاذا ادرک اخذ مقدارہ ثم اقرضہ لغیرہ وہکذا جاز خلاصہ مین کہتا ہون بلکہ سلطان
روم کا امر قاضیون کو صحت وقف دراہم اور دنانیر کے حکم کرنے کا وارد ہوا ہی چنانچہ مفتی ابو سعود کی معروضات مین ہی اور ہر چیز کیلی اور وزنی کے وقف کریگا تو کیلی اور موزون
بیچی جاوے اور اسکی قیمت بطور مضاربت یا بضاعت کسی کو دیجاوے تو بموجب صحت وقف منقول کے اگر کوئی من گیہون یا جو وقف کرے اس شرط پر کہ متولی اسکو قرض دے
اس مزارع کو جسکے پاس بیج نہین اسکو وہ بو دے اپنے واسطے پھر جب اناج پختہ ہو تو اتنا اس سے لے لے پھر وہ اناج دوسرے محتاج مزارع کو قرض دے اور اسیطرح ہمیشہ قرض دیا کرے
اور اتنا لے لیا کرے تو یہ جائز ہی کذا فی الخلاصہ وفیہا وقف بقرۃ علی ان ما خرج من لبنہا او سمنہا للفقراء ان اعتادوا ذلک رجوت ان یجوز اور خلاصہ مین ہی کہ ایک شخص نے گائے
وقف کی اس شرط پر کہ جو اسکا دودھ اور گھی نکلے وہ فقیرون کے واسطے ہی اگر وہان کے لوگ ایسے وقف کرنیکے معتاد ہون تو اسکے جواز کی مین امید رکھتا ہون وقدر وجنازۃ
وثیابہا ومصحف وکتب لان التعامل ترک بہ القیاس لحدیث ما راہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن بخلاف ما لا تعامل فیہ کثیاب ومتاع وہذا قول محمد وعلیہ الفتوی اختیار اور
صحیح ہی وقف کرنا دیگ اور جنازہ اور اسکے کپڑون اور مصحف اور کتابون کا اسواسطے کہ تعامل یعنی رواج مسلمین سے قیاس مجتہد متروک ہوجاتا ہی بدلیل اس حدیث کے
کہ جسکو اہل اسلام اچھا جانین وہ خدا کے نزدیک اچھا ہی بخلاف اس منقول وقف کے جسکا رواج نہین چنانچہ کپڑون اور اسباب کا وقف کرنا کہ وہ جائز نہین یہ قول ہی
محمد کا اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الاختیار شرح المختار م جنازہ بالکسر عبارت ہی نعش سے یعنی جسپر میت کو رکھکر دفن کیواسطے لیجاوین اور ثیاب جنازہ وہ ہین جو

نعش پڑے ڈالے جاویں علامہ نوح نے کہا کہ وقف کتب کا مطلقاً جائز ہے اگرچہ صرف و نحو بلاغت کی کتابیں ہوں وقف میں قیاس یہ ہے کہ زمین کا وقف جائز ہو منقول کا اسواسطے کہ اسمین
یعنے ہمیشگی وقف مین شرط ہے سو منقول مین حاصل نہیں و الحق فی البحر السفینة بالمتاع اور لاحق کیا ہے بحر الرائق مین کشتی اور جہاز کو اسباب سے عدم جواز وقف مین یعنی بسبب عدم عرف کے چلپی
نے کہا ہمارے زمانہ مین جہازون کا وقف رائج ہو گیا ہے اسواسطے کہ بعضے جہاز حرمین شریفین کے اناج پہونچانے کیواسطے وقف ہین و فی البزازیة جاز وقف الاکسیة علی الفقراء فیدفع الیہم
شتاء ثم یردونها بعده اور بزازیہ مین ہے کہ جائز ہے وقف کملون کا فقیرون پر سو انکو دیئے جاوین جاڑے مین پھر انکو وہ پھیرین بعد اسکے م یہ وقف عدم جواز وقف منقول سے مستثنی ہے و
فی الدرر وقف مصحفا علی اہل مسجد لقراءة القرآن ان یحصون جاز و درر غرر مین ہے کہ وقف کیا مصحف کو اہل مسجد پر قرآن پڑھنے کیواسطے اگر اہل مسجد شمار کیے لوگ ہون تو جائز ہے م
ظاہرہ تقییدہ احصاء دلالت کرتی ہے کہ درحالت عدم احصار وقف جائز نہو لیکن ملتقی اور اسکی شرح مین احصار اہل مسجد شرط نہین و ان وقف علی المسجد جاز و یقرأ فیہ ولا یکون محصورا علی ہذا
المسجد اور اگر مصحف کو وقف کیا مسجد پر تو جائز ہے اور اسمین پڑھا جاویگا اور محصور نہوگا یہ مصحف اسی مسجد پر کذا فی البحر قنیہ مین ہے کہ ایک مسجد معین کا مصحف وقف دوسرے
اہل محلہ کو دینا جائز نہین بعرف حکم نقل کتب الاوقاف من محالہا للانتفاع بہا و الفقہاء بذلک مبتلون فان وقفہا علی مستحقی وقفہ لم یجز نقلہا و ان علی طلبة العلم و جعل مقرہا فی
خزانتہ التی فی مکان کذا ففی جواز النقل تردد نہر اور اسی سے معلوم ہو گیا نقل کرنا کتب اوقاف کا انکے مکانات سے فائدہ لینے کیواسطے اور فقہا اسمین مبتلا ہین اگر واقف
نے کتابون کو وقف کیا اپنے وقف یعنی اپنی مسجد یا مدرسہ کے مستحقین پر تو ان کتب کا دوسری جگہ لیجانا جائز نہیں اور اگر مطلق طالب علمون پر وقف کیا اور رکھنا کتب کا اپنے
اس خزانہ مین مقرر کیا جو فلانے مکان مین ہے تو جواز نقل مین تردد ہے کذا فی النہر م سبب تردد اختلاف ہے ان دونون عبارتون کا جو سابق مذکور ہوئے لیکن ایک روایت سے جواز نقل
معلوم ہوتا ہے اور دوسری سے عدم جواز طحطاوی نے کہا کہ فقہا کا یہ قول کہ وقف مین عمل بالاصلح لازم ہے اسکا مقتضی ہے کہ نقل کتب فقہیہ جائز ہو کہ نفع جاوے ان کا بعد نقل کے منع
ہو جاتا ہے خصوصاً زیادہ مدت گذرنے سے یا واقف کے موت سے اسکے وارث اسکی ملک کے مدعی اکثر ہو جاتے ہین واللہ اعلم و یبدأ من غلتہ بعمارتہ ثم ما ہو اقرب لعمارتہ کامام مسجد و مدرس مدرسة
یعطون بقدر کفایتہم ثم السراج و البساط کذلک الی آخر المصالح و تمامہ فی البحر اور وقف کی آمدنی سے پہلے وقف کی مرمت شروع کیجاے بعد اسکے وہ صرف جو عمارت سے نزدیک ہے جیسے مسجد
کا امام اور مدرسہ کا مدرس انکو دینا چاہیے بقدر انکی کفایت کے پھر چراغچی اور فراشون کو اسیطرح بقدر کفایت دینا چاہیے آخر مصالح تک یعنی موذن اور ناظر اور تیل اور چٹائیان و وضو کا پانی اور
بوریاں اسکا بحر الرائق مین ہے م یعنی متولی پر ترتیب مذکور کے موافق صرف کرنا واجب ہے اور ابتدا عمارت لازم نہین مگر جب خوف ہو وقف کی ویرانی کا اور تعمیر اسیقدر مستحق ہے جس صفت پر
واقف نے وقف کیا تھا اور اس سے زیادہ تعمیر کرنا مستحق نہین مگر مستحقین کی رضامندی سے تو وقف کی دیوارون کو سفید یا سرخ کرنا جائز نہین مگر واقف نے رنگین کیا ہو و ان لم
یشترطہ الواقف لثبوتہ اقتضاء م صرف عمارت مقدم ہے اگرچہ واقف نے اسکو شرط نکیا ہو بسبب اسکے ثابت ہونیکے بنا بر اقتضا کے یعنی اسواسطے کہ واقف کا قصد یہ ہے کہ محاصل ہمیشہ صرف
ہوتا رہے اور ہمیشگی نہین ہو سکتی بدون عمارت کے تو شرط عمارت کی اقتضاءً ثابت ہوئی کذا فی المنح و تقطع الجہات للعمارة ان لم یخف ضرر بین فتح فان خیف کامام و خطیب و فراش
قدموا فیعطی المشروط لہم اما الناظر و الکاتب و الجابی فان عملوا زمن العمارة فلہم اجرة عملہم لا المشروط بحر قال فی النہر و ہو الحق خلافا للاشباہ اور قطع کیے جاوینگے سب مصارف
مستحقین کے ہنگام عمارت مین اگر صریح ضرر کا خوف نہو کذا فی الفتح سو اگر ضرر صریح کا خوف ہو چنانچہ امام اور خطیب اور فراش تو انکی تقدیم ہوگی سو انکو انکا مشروط دیا جائیگا اور
ناظر اور کاتب اور تحصیلدار اگر عمارت کے زمانہ مین اپنے کام کرین تو انکو اپنے عمل کی اجرت ملیگی نہ مشروط کذا فی البحر نہر الفائق مین کہا کہ یہی حق ہے خلافاً للاشباہ م اشباہ
مین کہا کہ انکو بقدر کفایت دیا جائیگا و فیہا عن الذخیرة لو صرف الناظر لہم مع الحاجة الی التعمیر ضمن ہل یرجع علیہم الظاہر لا لتعدیہ بالدفع اور اشباہ مین ذخیرہ سے
منقول ہے کہ اگر ناظر نے مستحقین پر صرف کیا باوجود حاجت تعمیر کے تو اسپر ضمان ہے اور کیا ناظر مستحقین سے بعد ضمان کے پھیر سکتا ہے ظاہر الحکم یہ ہے کہ پھیر نہین سکتا بسبب
اسکی تعدی کے دینے سے و ما قطع للعمارة یسقط راسا اور جو حق مستحقین کا قطع ہوا عمارت کیواسطے وہ بالکل ساقط ہو جاتا ہے یعنی وقف پر دین نہین ہوتا اسلیے کہ ہنگام
عمارت مین انکا کچھ حق نہین تو اگر سال آئندہ آمدنی حقوق سے فاضل رہیگی تو انکو بعوض سال گذشتہ ملیگی کذا فی الاشباہ و فیہا لو شرط الواقف تقدیم العمارة ثم
الفاضل للفقراء او للمستحقین لزم الناظر امساک قدر العمارة کل سنة و ان لم یحتجہ الآن لجواز ان یحدث حدث و لا غلة بخلاف ما اذا لم یشترطہ فلیحفظ الفرق بین الشرط و عدمہ در اشباہ مین ہے

کہ اگر واقف نے وقف میں تقدیم عمارت شرط کی بعد اُسکے فاضل منی فقرا یا مستحقین کے واسطے تو ناظر کو لازم ہو کہ چھوڑ نا بقدر عمارت کے ہر سال اگرچہ اُسکی بالفعل حاجت نہو کہ شاید کوئی
حاجت پیش آوے اور محصول نہو بخلاف اسکے جبکہ واقف نے تقدیم عمارت نہ شرط کی ہو تو ہر سال اُٹھا رکھنا لازم نہیں تو شرط اور عدم شرط کے فرق کو یاد رکھنا چاہیے وفی الوہبانیۃ لو زاد
المتولی وانقاعلی اجر المثل ضمن الکل لوقوع الاجارۃ لہ اور وہبانیہ میں ہو کہ اگر متولی نے اجرت مثل پر ایک دانگ بھی زیادہ کی تو جمیع اجرت کا وہ ضامن ہو اپنے مال سے بسبب واقع
ہونے اجارہ کے متولی کیواسطے صورت اسکی یہ ہو کہ متولی نے ایک شخص کو مسجد میں ایک درم اور ایک دانگ پر مزدوری لگایا اور اجرت مثل ایک درم ہو تو متولی کو تمام اجرت اپنے مال سے
دانڈ دینا ہوگا کذا فی شرح الوہبانیۃ عن قاضی خان اور دانگ ششم حصہ ہو درم کا وفی شرحہا للشرنبلالی عند قولہ شعر ویدخل فی وقف المصالح قیم ٭ امام خطیب والمؤذن یعبر الشعائر
التی تقدم شرط ام لم یشترط بعد العمارۃ ہی امام وخطیب ومدرس ووقاد وفراش ومؤذن وناظر وثمن زیت وقنادیل وحصیر وماء وضوء وکلفتہ نقلہ للمیضاۃ فلیس مباشر وشاہد وشاد و
جاب وخازن کتب من الشعائر فتقدیمہم فی دفتر الحساب لیس بشرعی ویقع الاشتباہ فی بواب ومزملاتی قالہ فی البحر قلت ولا تردد فی تقدیم بواب ومزملاتی وخادم مطہرۃ انتہی
اور وہبانیہ کی شرح شرنبلالی میں اسکے اس قول کے پاس ور داخل ہو مصالح وقف میں ناظر اور امام اور خطیب اور مؤذن یون ہو کہ جو شعائر کہ مقدم ہین واقف نے شرط کیا ہو
یا نہ شرط کیا ہو بعد عمارت کے وہ امام اور خطیب اور مدرس اور چراغچی اور فراش اور مؤذن اور ناظر دو زیت اور قنادیل اور چٹائیون اور وضو کے پانی کی قیمت اور پانی لے آنیکی مزدوری
وضو کے برتن میں تو مباشر اور شاہد اور مسجد کا خبرگیر اور محصول کا تحصیلدار اور کتابون کا خزانچی شعائر وقف میں نہین تو انکی تقدیم دفتر حساب میں امر شرعی نہیں بحرالرائق میں
کہا کہ دربان اور مزملاتی میں اشتباہ واقع ہوتا ہو کہ یہ بھی مقدم ہین یا نہیں مین کہتا ہون کچھ تردد نہیں دربان اور مزملاتی اور خادم مطہرہ کی تقدیم میں انتہی کلام شرنبلالی مزملاتی
منسوب ہو مزملہ کیطرف مزملہ بروزن معظمہ وہ برتن ہو جسمین پانی سرد ہو اور مراد یہان وہ شخص ہو جو اہل مسجد کے پانی پینے کے برتن پانی سے بھرے اور شاد وہ شخص جو خبرگیر مسجد ہو یعنی
جو ملازم مسجد رہے پاک صاف رکھنے کیواسطے اور خادم مطہرہ وہ ہو جو اسکو پاک صاف رکھے اور وہ مراد نہیں جو مطہرہ میں پانی بھرے کہ وہ پہلے مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی قلت
انما یکون المدرس من الشعائر لو مدرس المدرسۃ کما مر اما مدرس الجامع فلا لانہ لا یتعطل لغیبتہ بخلاف المدرسۃ حیث تقفل اصلا شارح کہتا ہے مین کہتا ہون کہ مدرس اُسوقت شعائر
مین داخل ہوگا اگر مدرسہ کا مدرس ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور جامع مسجد کا مدرس تو شعائر مین داخل نہیں سواسطے کہ اسکی غیبت سے تعطل نہیں ہوتا بخلاف مدرس مدرسہ کے کہ وہ اسکے
نہونے سے بالکل معطل و مقفل ہو جاتا ہو اور اشباہ مین ہو کہ مدرس مدرسہ اُسوقت شعائر مین ہوگا جب ملازم تدریس رہے واقف کی شرط کے مانند اور ہمارے زمانہ کے مدرس تو ایسے نہیں مین انتہی
اور مدرس صورت ملازمت تدریس مستحق ہوگا شرط کا خواہ طالبین مشروطین کو تعلیم کرے یا اور طالبین کو وہل یاخذ ایام البطالۃ کعید و رمضان لم ارہ وینبغی الحاقہ ببطالۃ القاضی و
اختلفوا فیہا والاصح انہ یاخذ لانہا للاستراحۃ اشباہ من قاعدۃ العادۃ محکمۃ وسیجئ ما لو غاب فلیحفظ اور کیا مدرس ایام تعطیل جیسے عید اور رمضان میں مشروط لیگا یا نہیں میں نے اسکو
مصرح نہین دیکھا اور لائق ہو الحاق تعطل مدرس کا قاضی کے تعطل سے اور علما اسکے لینے مین مختلف ہین اور قول اصح یہ ہو کہ قاضی اسکو لے اسواسطے کہ ایام تعطیل کے استراحت کیواسطے
ہین چنانچہ اشباہ مین ہو اس قاعدہ کے تحت مین العادۃ محکمۃ اور آگے آویگا وہ مسئلہ کہ اگر مدرس غائب ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ علامہ بیری نے اس الحاق کو تفقہ کی اس عبارت سے
رد کیا کہ اگر واقف نے ہر روز کی تدریس پر کچھ معین کیا پھر مدرس نے جمعہ اور منگل کو تعطیل کی تو اسکو روزینہ حلال نہیں اور اگر ہر روز کیواسطے کچھ مبلغ مقرر نہین کیا تو لینا حلال ہو اگرچہ
ان دونون میں درس کرے بسبب عرف کے بخلاف غیر جمعہ اور منگل کی تعطیل کے کہ اسکی اجرت لینا حلال نہیں مطلقاً خواہ ہر روز کی اجرت معین کی ہو یا نہ کی ہو ولو کان الموقوف
دارا فعمارتہ علی من لہ السکنی ولو متعددا من مالہ لا من الغلۃ اذ الغرم بالغنم اور اگر موقوف گھر ہو تو اسکی مرمت اس شخص پر ہو جسکی سکونت کیواسطے وہ موقوف ہو اگرچہ ساکن متعدد
ہون یہ بنے والا اپنے مال سے مرمت کرے نہ گھر کے کرایہ سے اسواسطے کہ نقصان عوض منفعت کے ہو کذا فی الدرر ولم یزد فی الاصح یعنے انما تجب العمارۃ علیہ بقدر الصفۃ التی وقفہا
الواقف اور ساکن گھر کی مرمت زیادہ نہ کرے قول اصح مین یعنی مستحق پر تو عمارت بقدر اسی صفت کے واجب ہو جس صفت پر واقف نے اسکو وقف کیا ولو ابی من لہ السکنی او
عجز لفقرہ عمر الحاکم ای آجرہا الحاکم منہ او من غیرہ وعمرہا باجرتہا کعمارۃ الواقف ولم یزد فی الاصح الا برضا من لہ السکنی زیلعی ولا یجبر الآبی علی العمارۃ ولا تصح اجارۃ من لہ السکنی بل المتولی
او القاضی اور جسکے واسطے سکونت وقف ہو اگر عمارت بنانا نہ قبول کرے یا اپنی محتاجی سے عاجز ہو تو حاکم اسکی تعمیر کرے یعنی حاکم اس گھر کو اسی شخص ساکن یا اسکے

بعمر کو کرایہ پر دے اور اُسکے کرایہ سے اُسکی مرمت کرے واقف کی عمارت کے مانند اور زیادہ عمارت نکرے اگر اُسکی رضامندی سے جسکے واسطے سکونت ہو کذا فی الزیلعی اور ابا کرنیوالے پر
زبردستی نہیں عمارت کیواسطے اور جسکے واسطے سکونت ہو اُسکا اجارہ دینا صحیح نہیں بلکہ متولی یا قاضی کا اجارہ دینا صحیح ہے ثم ردہا بعد التعمیر الی من لہ السکنیٰ رعایۃ للحقین پھر حاکم اُس
گھر کو بعد تعمیر کے پھیر دے اُسکو جسکے واسطے سکونت ہو برعایت دونوں حقوق کے یعنی تعمیر برعایت حق واقف ہوئی اور پھیر دینا برعایت حق ساکن اسواسطے کہ اگر تعمیر نہوتی تو سکونت بالکل
فوت ہو جاتی فلا عمارۃ علی من لہ الاستغلال لانہ لا سکنی لہ فلو سکن ہل تلزمہ الاجارۃ الظاہر لا لعدم الفائدۃ تو گھر کی عمارت اُس شخص پر واجب نہیں جسکے واسطے گھر کا کرایہ وقف ہے
اسواسطے کہ اُسکے لیے سکونت نہیں سو اگر وہ شخص گھر میں سکونت کرے کیا کرایہ اُسپر لازم ہوگا ظاہر جواب یہ ہے کہ اُسپر واجب نہیں بسبب عدم فائدہ کے یعنی اگر کرایہ اُسپر لازم ہو تو آخر کرایہ
بھی اُسکو ملیگا پھر لزوم اجرت کا کیا فائدہ ہوا الا اذا احتیج للعمارۃ فیاخذہا المتولی لیعمرہا ولو ہو المتولی ینبغی ان یجبرہ القاضی علی عمارتہا مما علیہ من الاجر فان لم یفعل نصب متولیا
لیعمرہا مگر اُسوقت کرایہ اُسپر لازم ہوگا جب مرمت کی حاجت ہو تو متولی اُس سے کرایہ لے تا گھر کی مرمت کرے اگر خود وہی متولی بھی ہو تو لائق یہ ہے کہ قاضی اُسپر زبردستی کرے
عمارت کیواسطے اُس کرایہ سے جو اُسپر لازم ہوا ہے بسبب سکونت کے پھر اگر وہ نہ کرے تو قاضی دوسرا متولی مقرر کرے اُسکی تعمیر کیواسطے ولو شرط الواقف غلتہا لہ ومؤنتہا علیہ صحا
ولم یجبر علی عمارتہا الظاہر لانہ اور اگر واقف نے آمدنی گھر کی ایکشخص کیواسطے شرط کی اور اُسکا خرچ بھی اُسپر شرط کیا تو یہ دونوں شرطیں صحیح ہیں اور کیا اُس شخص پر عمارت کیواسطے
زبردستی کیجاویگی یا نہیں ظاہر جواب یہ ہے کہ اُسپر جبر نہیں کذا فی النہر وفی الفتح ولم یجد القاضی من یستاجرہا لم ارہ وخطر لی انہ یخیرہ بین ان یعمرہا او یردہا لورثۃ الواقف قلت ولو
کان ہو الوارث لم ارہ وفی فتاوی قاری الہدایۃ ما یفید استبدالہ او بیع ثمنہ للوارث والفقراء اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر قاضی اُسکو نہ پاوے جو اُس گھر کو کرایہ پر لے میں نے
اُسکو نہیں دیکھا اور میرے دل میں یہ آتا ہے کہ جسکے واسطے سکنے وقف ہے اُسکو قاضی اختیار دے اسمیں کہ یا اُسکی تعمیر کرے یا اُسکو واقف کے وارثوں کو پھیر دے شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں
کہ اگر وارث ہی پر سکونت وقف ہو میں نے اُسکو نہیں دیکھا اور قاری ہدایہ کے فتاوی میں وہ مضمون ہے جو مفید ہے اُسکے استبدال کا یا اُسکی قیمت پھیر دینے کا وارث کو یا فقیروں کو
ہم بحر الرائق میں بعد نقل عبارت فتح القدیر کے کہا کہ یہ عجیب ہے اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ جب وقف ویران ہو جاوے اور لائق انتفاع نرہے تو اُسکا استبدال چاہیے خواہ
زمین ہو خواہ گھر وغیرہ میں منتقی سے منقول ہے کہ ہشام نے کہا کہ میں نے محمد سے سنا کہتے تھے کہ جب وقف خراب ہو جاوے اسطرح کہ لائق انتفاع مساکین کے باقی نرہے تو قاضی کو جائز ہے کہ
اُسکو بیچ ڈالے اور اُسکی قیمت سے زمین یا گھر مول لے اور یہ جائز نہیں سوائے قاضی کے اور وقف کا عود کرنا بعد ویرانی کے ملک واقف یا اُسکے وارث کی طرف سو ہم ذکر کر چکے کہ وہ قول ضعیف
ہے حاصل یہ ہے کہ موقوف علیہ السکنی جب تعمیر سے انکار کرے اور قاضی مستاجر کو نپاوے تو اُسکو بیچ ڈالے اور اُسکی قیمت سے وہ زمین یا گھر خرید کرے جو وقف ہو انتہی تو شارح کا یہ قول کہ اگر
موقوف علیہ السکنی وارث ہو اُسکو میں نے نہیں دیکھا ساقط ہو گیا اسواسطے کہ اُسکا حکم فقط استبدال ہے اور وہ مختلف نہیں وارث اور غیر وارث سے اور فتاوی قاری ہدایہ کا بھی ضعف ظاہر
ہو گیا اور تعجب ہے شارح سے کہ اس قسم کا تمسک نماہی باوجود کلام بحر الرائق کے دیکھنے کے علی الخصوص کہ صاحب نہر الفائق نے بھی اُسکو ثابت رکھا ہے کذا فی الحلبی وصرف الحاکم او المتولی حادث
نقضہ وثمنہ ان تعذر اعادۃ عینہ الی عمارتہ ان احتاج والا حفظہ لیحتاج الا اذا خیف ضیاعہ فیبیعہ ویمسک ثمنہ لیحتاج حاوی اور صرف کرے حاکم یا متولی کذا فی الحاوی وقف کے
منقوض یعنی مکان کی شکستہ لکڑی اور پتھر اور اینٹ کو یا اُسکی قیمت کو اگر وقف کا بعینہ اعادہ متعذر ہو اُسکی عمارت کیطرف اگر حاجت ہو مرمت کی اور نہیں تو اُسکو محفوظ رکھے حاجت کے وقت
کیواسطے مگر جب اُسکے ضائع ہونیکا خوف ہو تو اُسکو بیچ ڈالے اور اُسکی قیمت کو رکھ چھوڑے حاجت کیواسطے ہم بحر الرائق میں تو بیع منقوض کی دو جگہ ہے در صورت تعذر اعادہ اور در صورت خوف
ہلاک ولا یقسم النقض او ثمنہ بین مستحقی الوقف لانہ حقہم فی المنافع لا فی العین اور تقسیم نہوگا وقف کا منقوض یا اُسکی قیمت مستحقین وقف کے درمیان میں اسواسطے کہ اُنکا حق منافع وقف میں ہے
نہ عین وقف میں یعنی اسواسطے کہ عین میں حق مالک ہے یا حق اللہ تعالی علی اختلاف القولین اور یہیں سے معلوم ہو گیا کہ مسجد کی پرانی چٹائیوں کی تقسیم مستحقین میں جائز نہیں اور اسیطرح باقی
رہی رمضان کی بتیان موم کی اور تیل امام اور موذن کو لینا جائز نہیں بلا اذن مالک کے اور اگر اُسکے وہان رواج ہو کہ امام اور موذن بلا اذن صریح لیتے ہوں تو جائز ہے کذا فی الطحطاوی جعل شیئا
ای جعل الباني شیئا من الطریق مسجدا لضیقہ ولم یضر بالمارین جاز لانہما للمسلمین کعکسہ ای کما جاز عکسہ وہو ما اذا جعل فی المسجد ممرا لتعارف اہل الامصار فی الجوامع وجاز لکل احد ان یمر فیہ حتی
الکافر الا الجنب والحائض والدابۃ یعنی بانی مسجد کو تھوڑی راہ مسجد میں لینا بسبب تنگی مسجد کے جبکہ راہ چلنے والوں کو مضرت نہو تو جائز ہے اسواسطے کہ مسجد اور راہ دونوں مسلمین کیواسطے ہیں

چنانچہ بالعکس اسکے جائز ہے یعنے جبکہ مسجد میں گذرگاہ ٹھہرایا جاوے بسبب تعارف شہروں کے جو ارع مسجد میں ہو اور ہر شخص کو مسجد میں ہوکر چلا جانا جائز ہے یہانتک کہ کافر کو سوائے جنب اور حائض اور جانوروں کے کذا فی الزیلعی ہم اسکے مخالف فتاوی عالمگیری میں محیط سے یوں منقول ہے کہ اگر لوگ ارادہ کریں کہ کچھ مسجد کو مسلمانوں کیواسطے راہ ٹھہراویں تو صحیح یہ ہے کہ انکو جائز نہیں طحطاوی نے کہا کہ اسمیں کچھ مخالفت نہیں اسلیے کہ مصنف کا کلام بانی مسجد کے ٹھہرانے میں ہے اور محیط کا کلام اہل محلہ کے ٹھہرانے میں ہے **کما لو جعل الامام الطریق مسجدا لا عکسہ لجواز الصلوٰۃ فی الطریق لا الممر فی المسجد** چنانچہ جائز ہے ٹھہرانا سلطان کا راہ کو مسجد نہ بالعکس اسکے یعنی مسجد کو راہ بنانا جائز نہیں بسبب جائز ہونے نماز کے راہ میں نہ مسجد میں چلنا مثل چلنے کے یعنی جنب اور حائض اور نفسا اور جانوروں کا چلنا مسجد میں جائز نہیں تو یہ قول منافی ما تقدم نہیں ہے **تو خذ ارض و دار و حانوت بجنب مسجد ضاق علی الناس بالقیمۃ کرہا** درر و عمادیہ زمین اور گھر اور دکان مسجد کے پہلوؤں میں ہے اور وہ مسجد لوگوں پر تنگی کرتی تو اُسکو زبردستی قیمت دیکر لینا جائز ہے کذا فی الدرر و العمادیہ ہم اسواسطے کہ جب مسجد الحرام میں تنگی ہوئی تھی تو صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم نے لوگوں کی اراضی اکراہ سے لی اور مسجد میں ملائی اور یہ اکراہ جائز ہے اور اگر وقف کی زمین مسجد کے پہلو میں ہو تو اسکا لینا بحکم قاضی جائز ہے کذا فی المنح والطحطاوی **جعل الواقف الولایۃ لنفسہ جاز بالاجماع** ٹھہرانا واقف کا ولایت وقف کو اپنے واسطے جائز ہے بالاجماع ہم اسواسطے کہ شرط واقف کی شرط معتبر ہے نصوص کے مانند اگر کوئی کہے محمد کے نزدیک تسلیم شرط ہے صحت وقف کی پھر قول بالاجماع کیونکر صحیح ہوگا اسکا جواب یہ ہے کہ ولایت واقف منافی تسلیم نہیں اسواسطے کہ ممکن ہے کہ وہ وقف اول کسی کو تسلیم کرے پھر اس سے لیوے اور محتمل ہے کہ تسلیم شرط نہو واقف کی ولایت میں **وکذا لو لم یشترطہا لاحد فالولایۃ لہ عند الثانی وہو ظاہر المذہب** نہر **خلافا لما نقلہ المصنف** اور اسیطرح اگر واقف نے کسی کے واسطے ولایت شرط نہ کی ہو تو واقف ہی کیواسطے ولایت ثابت ہوگی ابو یوسف کے نزدیک اور یہی ظاہر المذہب ہے کذا فی النہر بخلاف اُسکے جسکو مصنف نے نقل کیا ہے ہم مصنف نے اپنی شرح میں سراجیہ سے نقل کیا ہے کہ محمد کے قول پر فتوی ہے یعنی درصورت عدم شرط ولایت وقف صحیح نہیں **ثم لوصیہ ان کان والا فللحاکم** فتاوی ابن نجیم و قاری الہدایہ دیکھو پھر درصورت عدم شرط واقف کے بعد اسکے وصی کیواسطے ولایت ہوگی اور اگر وصی نہیں تو حاکم کیواسطے ولایت ہوگی کذا فی فتاوی ابن نجیم و قاری الہدایہ اور آگے آویگا **و ینزع وجوبا** بزازیہ **لو الواقف** درر **فغیرہ بالاولی غیر مامون او عاجزا او ظہر بہ فسق کشرب خمر و نحوہ** فتح **او کان یصرف مالہ فی الکیمیا** نہر بحثا اور نکال لیا جاوے وقف بنابر وجوب کے کذا فی البزازیہ اگر واقف پر اطمینان نہو یعنی خائن ہو کذا فی الدرر تو غیر واقف سے درصورت خیانت نکال لینا بطریق اولی جائز ہوگا یا متولی وقف کا عاجز ہو یا اُسکا فسق ظاہر ہوگیا ہو جیسے شراب کا پینا یا مانند اسکے کذا فی الفتح یا متولی اپنا مال کیمیا میں صرف کرتا ہو کذا فی النہر بحثا ہم خلاصہ یہ ہے کہ متولی وقف کا امین اور قادر اور متقی چاہیے اسواسطے کہ مقصود وقف بدون ان صفات کے حاصل نہیں اور اسیطرح جسکو کیمیا کی لت ہو وہ لائق تولیت نہیں کہ سب محاصل وقف طلب کیمیا میں برباد کریگا **و ان شرط عدم نزعہ او ان لا ینزعہ قاض و لا سلطان لمخالفتہ لحکم الشرع فیبطل کالوصی فلو مامونا لم تصح تولیتہ غیرہ** اشباہ اگرچہ واقف نے اُسکا عدم نزع شرط کیا ہو یا یہ شرط کی ہو کہ متولی کو قاضی اور سلطان نہ نکالے تو بھی نکالنا واجب ہے اسواسطے کہ یہ شرط حکم شرع کے مخالف ہے تو باطل ہوگی جیسے وصی غیر مامون سے نکال لینا جائز ہے سو اگر متولی امین ہو تو اسکے غیر کی تولیت صحیح نہیں کذا فی الاشباہ ہم یعنی اگر وقف کے متولی اور ناظر کو بلا ظہور خیانت قاضی معزول کرے اور دوسرے کو قبول ٹھہراوے تو اُسکی تولیت صحیح نہیں اور اگر متولی وقف کی جانب سے ہو تو قاضی کو اسکا معزول کرنا بلا ظہور خیانت بھی جائز ہے اور دوسرے قاضی کو اُسکا پھر بحال کرنا جائز نہیں اور خود واقف کو متولی کا معزول کرنا مطلقاً جائز ہے اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی **و جاز جعل غلۃ الوقف والولایۃ لنفسہ عند الثانی وعلیہ الفتوی** اور جائز ہے آمدنی وقف کو یا ولایت کو اپنی ذات کیواسطے مقرر کرنا ابو یوسف کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے ہم یعنی ایک شخص نے وقف کیا اور تمام یا بعض محصول کو اپنی ذات کیواسطے شرط کیا جبتک وہ زندہ رہے اور بعد اسکی موت کے فقیروں کے واسطے ہے تو محمد کے نزدیک باطل ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے مشائخ بلخ کا تا وقف کرنے میں لوگ راغب ہوں کذا فی المنح حموی نے کہا کہ اگر واقف محصول وقف میں یہ شرط کرے کہ میرا فرض حج کروایا جاوے یا میرے کفارات ایمان یا میرے دیون ادا کیے جاویں اور جو باقی رہے وہ فقیروں میں صرف ہو تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے ابو یوسف کی وہ حدیث دلیل ہے جو مشائخ نے روایت کی کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام اپنے وقف سے کھاتے تھے اور یہ حلال نہیں بدون شرط کے اسواسطے کہ اسپر اجماع ہے کہ بدون شرط یہ حلال نہیں کذا فی الطحطاوی **و جاز شرط الاستبدال بہ ارضا اخری حینئذ** اور جائز ہے شرط کرنا بدل ڈالنے وقف کا دوسری زمین سے اسوقت میں یعنی جبکہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہو البحر الرائق میں ہے کہ جواز شرط استبدال بالاجماع ہے اور بعضوں نے اسکو ابو یوسف کا قول اتفاقی پر کہا ہے کذا فی الطحطاوی **او شرط بیعہ ویشتری بثمنہ ارضا اخری اذا شاء فاذا فعل صارت الثانیۃ کالاولی فی شرائطہا وان لم یذکرہا ثم لا یستبدلہا**

ثانیتہ لانہ حکم ثبت بشرط والشرط وجد فی الاولیٰ لا الثانیتہ یا شرط کرنا وقف کی بیع کا جائز ہے اور خرید کرے اُسکی قیمت سے دوسری زمین جب چاہے پھر جب یہ کر چکا تو دوسری زمین
پہلی زمین کے مانند ہوگی اُسکی شرائط میں اگرچہ واقف نے شرائط سابقہ کو ذکر نہ کیا ہو پھر دوسری زمین کو تیسری زمین سے نہ بدلے اسواسطے کہ استبدال کا حکم ثابت ہوا تھا بسبب
شرط کے اور شرط پہلی زمین میں پائی گئی نہ دوسری میں و اما الاستبدال ولو للمساکین بدون الشرط فلا یملکہ الا القاضی ورد شرط فی البحر خروجہ عن الانتفاع بالکلیتہ وکون البدل
عقارا والمستبدل قاضی الجنتہ المفسر بذی العلم والعمل اور بدون شرط واقف کے زمین وقف کا بدلنا اگرچہ استبدال فقط مساکین کیواسطے ہو کوئی اسکا مالک نہیں سوا قاضی کے کذا فی الدرر
اور بحر الرائق میں استبدال قاضی کیواسطے شرط کیا ہے نکلنا وقف کا انتفاع سے بالکل اور ہونا عوض کا زمین اور ہونا مستبدل کا قاضی جنت یعنی قاضی صاحب علم وعمل معم شارح نے بحرالرائق
کی پانچ شرطوں سے دو شرطوں کو ذکر نہ کیا یعنی اتنی آمدنی نہ باقی رہنا جس سے وقف کی مرمت ہو سکے اور بیع میں غبن فاحش نہ ہو۶ قاضی عالم با عمل کو قاضی جنت کہا ہو جب ابن احمد نے بنا مرفوع کے
جو حاکم نے بریدہ سے روایت کی کہ دو قاضی نار میں ہیں اور ایک قاضی جنت میں جس قاضی نے حق کو دریافت کیا پھر اسی پر حکم کیا سو وہ جنت میں ہے اور جس قاضی نے حق کو دریافت
کیا پھر ظلم کیا دانستہ یا حکم کیا بغیر علم کے تو وہ دونوں نار میں ہیں کذا فی الطحطاوی وفی النہر ان المستبدل قاضی الجنتہ فالنفس بہ مطمئنتہ فلا یخشی ضیاعہ ولو بالدراہم والدنانیر کذا ذکرہ عدہ
وہی احدی المسائل السبع التی یخالف فیہا شرط الواقف کما بسط فی الاشباہ ونہر الفائق میں ہے کہ اگر وقف کا بدلنے والا قاضی جنت ہو تو اس سے دلکو اطمینان ہے تو اسکے ضائع ہونیکا
خوف نہیں اگرچہ استبدال دراہم اور دنانیر سے ہو اور اسیطرح استبدال قاضی جائز ہے اگر واقف نے عدم استبدال کی شرط کی ہو اور یہ ایک مسئلہ ہے ان سات مسئلوں سے جنمیں شرط وقف
کی مخالفت کیجاتی ہے چنانچہ اسکو اشباہ میں مشرح بیان کیا ہے م اشباہ میں کہا کہ شرط واقف کی نص شارح کی برابر ہے واجب العمل ہونے میں مگر چند مسائل میں ۱ شرط کی واقف نے ناظر
کے نہ معزول ہونیکی تو نالائق ناظر کے معزول کرنے میں قاضی کو اختیار ہے ۲۔ شرط کی کہ وقف کو ایک سال سے زیادہ اجارہ نہ دے حالانکہ لوگ ایک سال کے اجارہ میں رغبت نہیں
کرتے یا زیادتی اجارہ میں فقیروں کا نفع ہے تو قاضی کو مخالفت جائز ہے نہ ناظر کو ۳۔ واقف نے شرط کی کہ میری قبر پر قرآن پڑھا جائے تو تعیین باطل ہے امام کے قول پر اسواسطے
قبور پر قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور صحیح اور مختار محمد کا قول ہے عدم کراہت کا تو تعیین لازم ہوگی ۴۔ شرط کی کہ فاضل آمدنی فلانی مسجد کے سائلوں پر تصدق ہو تو قیم یعنی متولی کو غیر مسجد
مذکور کے سائلوں کو اور فقیر غیر سائل کو دینا جائز ہے ۵۔ شرط کی کہ مستحقین کو اتنی روٹی اور اتنا گوشت ہر روز دیا جائے تو متولی کو نقد دینا جائز ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ فقیروں کو
طلب میں یا قیمت لینا جائز ہے ۶۔ قاضی کو جائز ہے کہ امام کے مشروط کو زیادہ کرے اگر امام کو اسقدر کفایت نہ کرتا ہو بشرطیکہ امام عالم متقی ہوے ۷۔ واقف نے عدم استبدال کی شرط
کی تو قاضی کو استبدال جائز ہے اگر بہتر ہو اسکے حق میں انتہی ملخصا وزاد ابن المصنف فی زواہرہ ثامنتہ وہی اذا نص الواقف ورأی الحاکم ضم مشارف جاز کالوصی وعزاہا الانفع
للوسائل وزاد ابن مصنف نے اپنے حاشیہ اشباہ مسمی بہ زواہر میں آٹھواں مسئلہ زیادہ کیا وہ یہ ہے کہ جب تصریح کی واقف نے کہ کوئی شخص ناظر کا شریک نہو اس وقف میں حاکم نے اسکے ساتھ
مشرف کے ملانے کی مصلحت دیکھی تو جائز ہے جیسے وصی کے ساتھ دوسرے کو شریک کرنا جائز ہے اور اُسکی نسبت انفع المسائل کیطرف کی م مشرف بضم اول سکون ثانی وہ ہے جسکو حفاظت کا امر ہو
نہ کسی اور کام کا اور مشارف بھی یعنی مشرف ہے اور مسائل ثمانیہ پر نواں مسئلہ یہ زیادہ کیا گیا کہ جب واقف نے شرط کی کہ اسقدر سے زیادہ اجرت پر اجارہ نہ دیا جائے اور حالانکہ اجرت مثل
اس سے زیادہ ہے سراج حانونی نے کہا کہ جائز نہیں یعنی بدون اجرت مثل کے اجارہ دینا جائز نہیں اگرچہ واقف نے یہ شرط کی ہو کذا فی الطحطاوی وفیہا لا یجوز استبدال العامر الا فی
اربع اور اشباہ میں ہے کہ وقف کا بدلنا جائز نہیں مگر چار صورت میں م اشباہ میں چار صورتیں یوں مذکور ہیں ۱۔ واقف نے اگر استبدال کی شرط کی ہو ۲۔ غاصب نے اسکو غصب کیا
اور اُسپر اتنا پانی جاری کیا کہ زمین زراعت کے لائق نہ رہی تو متولی اس سے ضمان لیکر دوسری زمین اسکے عوض خرید کرے ۳۔ غاصب نے زمین وقف غصب کی اور گواہ نہیں ہیں تو غاصب سے
قیمت لیکر دوسری زمین خرید کرکے پہلے شرائط کے موافق وقف کرے ۴۔ اگر کوئی شخص عمدہ زمین کثیر المحصول وقف کے عوض دیتا ہو تو ابو یوسف کے مفتی بہ قول پر بدلنا جائز ہے
قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود انہ فی السنتہ احدی وخمسین وتسعمأتہ ورد الامر الشریف بمنع استبدالہ وامران یصیر باذن السلطان تبعا لترجیح صدر الشریعتہ انتہی فلیحفظ میں کہتا ہوں
لیکن مفتی ابو سعود کی معروضات میں یہ ہے کہ نوسو اکاون سال میں امر شریف سلطان روم کا منع استبدال وقف میں وارد ہوا ہے اور حکم ہو گیا کہ استبدال باذن سلطان ہوا کرے
یہ منع باتباع ترجیح صدر الشریعتہ ہے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م یہ شارح اشباہ کے جواز استبدال پر استدراک کیا صدر الشریعتہ نے شرح وقایہ میں کہا

کہ ابو یوسف مجوز استبدال ہین اگر آمدنی کم ہوجاے اور ہم اُسکا فتوی نہین دیتے اور البتہ ہمنے استبدال مین بشمار فساد دیکھے کہ ظالم قاضیون نے اُسکو حیلہ مقرر کیا ہو اوقاف مسلمین کے ابطال مین انتہی علاوہ اسکے اگر جائز ہو تو قاضی باعمل کو جائز ہی سو وہ کبریت احمر سے بھی زیادہ تر عزیز الوجود ہی وفیہا ایضا لو شرط الواقف العزل والنصب وسائر التصرفات من یتولی من اولادہ ولا یدخلہم احد من القضاۃ والامراء وان دخلوہم فعلیہم لعنۃ اللہ ہل یمکن ادخالہم فاجاب انہ فی سنۃ اربع واربعین وتسعمائۃ قد حررت ہذہ التوقیعات الشروط ہکذا فالمتولون لو من الامراء یعرضون للدولۃ العلیۃ علی مقتضی الشرع ومن دونہم رتبۃ یعرض بآرائہم مع قضاۃ البلاد علی المشروع من المراد لایخالف القضاۃ المتولین ولا المتولون القضاۃ بہذا ورد الامر الشریف فالواقفون لو ارادوا ای فساد صدر یصدر وا ادادخلہم القضاۃ والامراء فعلیہم اللعنۃ فہم الملعونون لما تقرر ان الشرائط المخالفۃ للشرع جمیعہا لغو وباطل انتہی ملخصا اور مفتی ابو سعود کی معروضات مین یہ بھی ہی کہ اگر واقف عزل اور نصب اور باقی تصرفات اُسکے واسطے شرط کرے جو اُسکی اولاد سے متولی ہو اور مداخلت نہ کرے اُسکی اولاد اہل تولیت سے قاضیون اور امیرون مین سے کوئی اور اگر مداخلت کرین تو اُنپر اللہ کی لعنت ہو کیا اس صورت مین قاضیون اور امیرون کو دخل کرنا ممکن ہی تو مفتی مرحوم نے یہ جواب دیا کہ نوسو چوالیس ہجری مین ایسے وقف مرقوم ہوے ہین جنمین ایسی شرطین ہین تو متولی اگر منجملہ امراء باوجاہت ہون تو تصرفات وقفیہ کو ارباب دولت علیہ سلطانیہ کے آگے پیش کیا کرین اور اگر متولی اُنسے کمتر رتبہ ہون تو اپنی تجویزون کو قضاۃ بلاد سے پیش کیا کرین اور دونون امور شرعیہ پر عمل کرین نہ قاضی متولیون کی مخالفت کرین نہ متولی قاضیون کی امر شریف سلطانی اسی پر وارد ہوا ہی جب یہ معلوم ہو چکا تو اگر وقف کرنیوالے یہ ارادہ کرین کہ متولیون سے جو فساد صادر ہو وہ صادر ہوا کرے اور جبکہ قاضی اور امیرون سے مداخلت کرین دفع فساد مین تو اُنپر لعنت ہو تو وہی واقف ملعون ہین اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی کہ شرائط مخالف شریعت بالکل لغو اور باطل ہین انتہی کلام المفتی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے بحر الرائق مین ہی کہ جب واقف یہ شرط کرے کہ قاضی اور بادشاہ وقف مین دخل نہ کرین تو یہ شرط باطل ہی اسواسطے کہ اسمین مستحقین کی مصلحت کی تضییع اور وقف کی تعطیل ہی تو مقبول نہین انتہی چونکہ حتی الامکان رعایت شرط واقف اور مداخلت حاکم لازم ہوئی لہذا مفتی مرحوم نے توافق کا حکم کیا یعنی متولی حاکم کی مرضی سے وقف مین تصرفات کیا کرے اس سے معلوم ہوا کہ اگر متولی حاکم سے اجازت نہ لے تو حاکم کو اُسمین مداخلت کرنا جائز ہی اور اُسپر کچھ گناہ نہین بلکہ واقف پر گناہ ہی نبی علی الارض ثم وقف البناء قصدا بدونہا ان الارض مملوکۃ لایصح وقیل یصح وعلیہ الفتوی ایک شخص نے زمین پر عمارت بنائی پھر عمارت کو وقف کیا بالقصد بدون زمین کے اگر زمین مملوک ہی کسی کی تو وقف صحیح نہین اکثر اہل مذہب کے نزدیک کذا فی البحر اور دوسرا قول یہ ہی کہ صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی سئل قاری الہدایۃ عن وقف البناء والغراس بلا ارض فاجاب الفتوی علی صحۃ ذلک ورجحہ شارح الوہبانیۃ واقرہ المصنف معللا بانہ منقول فیہ تامل فتعین بہ الافتاء قاری ہدایہ سے وقف کرنے عمارت اور اشجار کا بدون زمین کے سوال ہوا سو جواب دیا کہ اُسکے صحیح ہونے پر فتوی ہی اور اسی کو ترجیح دی شارح وہبانیہ نے اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین یہ دلیل لاکر کہ عمارت اور اشجار مال منقول ہی اور اُسکے وقف مین عرف جاری ہی تو اسکا فتوی دینا متعین ہو گیا ہم قاری ہدایہ کا نام سراج الدین ہی وہ شاگرد ہی اکمل کا اور اُستاد ہی صاحب فتح القدیر کا چونکہ ہدایہ کو اپنے اُستاد سے اٹھارہ بار پڑھا لہذا ملقب بقاری ہدایہ ہو گیا کذا فی الطحطاوی وعن ابی السعود وان موقوفۃ علی عین البناء لہ جاز تبعا اجماعا وان الارض لجہۃ اخری فمختلف فیہ والصحیح الصحۃ کما فی المنظومۃ المحبیۃ اور اگر زمین موقوف ہی اُسپر جسکے واسطے عمارت معین ہوئی تو جائز ہی وقف عمارت کا بالتبع بالاتفاق اور اگر زمین دوسرے مصرف کیواسطے وقف ہو تو اسمین اختلاف ہی اور قول صحیح یہ ہی کہ اُسکا وقف صحیح ہی کذا فی المنظومۃ المحبیۃ وسئل ابن نجیم عن وقف الاشجار بلا ارض فاجاب یصح لو الارض وقفا ولو لغیر الواقف اور ابن نجیم سے سوال ہوا وقف اشجار بلا ارض کا تو جواب دیا کہ وقف صحیح ہی اگر زمین وقف ہو اگرچہ واقف اشجار کے سوا کسی اور نے وقف کیا ہو م یہ قول مفتی بہ کے مخالف ہی چنانچہ مذکور ہو چکا قاری ہدایہ سے وسئل ایضا عن البناء والغراس فی الارض المحتکرۃ ہل یجوز بیعہ ووقفہ وہل یجوز وقف العین المرہونۃ والمستاجرۃ فاجاب نعم اور اسکا بھی سوال اُنسے ہوا کہ عمارت اور اشجار ارض محتکرہ مین ہین کیا اُنکی بیع اور وقف جائز ہی اور کیا جائز ہی وقف کرنا اُس زمین یا گھر کا جسکو گرو رکھا ہی یا مستاجر کو اجارہ دیا ہی تو جواب دیا کہ ہان ہم ارض محتکرہ عبارت ہی اُس زمین موقوف سے جسکی اجرت بطور ماہانہ یا سالانہ مقرر ہو گئی طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کے ذکر کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ زمین موقوف کی عمارت و اشجار کا وقف بقول صحیح صحیح ہی اور ارض مرہونہ اور مستاجرہ کے

جواب میں اجمال ہے تفصیل اسکی بحر الرائق میں ہے کہ اگر ایک شخص نے اُس زمین کو وقف کیا جو غیر شخص کے اجارہ میں ہے تو صحیح ہے اور اجارہ باطل نہو گا پھر جب اجارہ منقضی ہوگی یا موجر
یا مستاجر میں سے کوئی مریگا تو مصرف وقف میں صرف ہوگی اور زمین رہن کو اگر چھوڑ رکھا ہے یا واسطے ادا کرنے زر رہن کے کچھ مال چھوڑ مرا ہے تو وقف صحیح ہے اور اگر کچھ مال ادائے دین کیواسطے نہیں تو وہ زمین
بیچی جاویگی اور وقف باطل ہوگا اور اگر راہن زندہ ہے تو قاضی ادائے زر رہن کیواسطے اُسپر جبر کریگا اگر اُسکو مقدور ہوگا اور اگر وہ مفلس ہے تو وقف باطل ہے وفی البزازیۃ لا یجوز وقف البناء
فی ارض عاریۃ او اجارۃ اور بزازیہ میں ہے کہ جائز نہیں وقف عمارت کا عاریت اور اجارہ کی زمین میں یعنی مستعیر اور مستاجر کو جائز نہیں طحطاوی نے کہا بحر الرائق میں ہے کہ جو خصاف
نے ذکر کیا وہ اس سے مستثنے ہے کہ اگر زمین محتکرہ ہے تو جائز ہے واما الحکم الزیادۃ فی الارض المحتکرۃ ففی القنیۃ حانوت رجل فی ارض وقف فابی صاحبہ ان یستاجر الارض باجر المثل ان العمارۃ
لو رفعت تستاجر باکثر مما استاجرہ امر برفع العمارۃ ویوجر بغیرہ لا تترک فی یدہ بذلک الاجر ومثلہ فی البحر اور اجرت زیادہ ہونیکا حکم قنیہ میں باین تفصیل ہے کہ ایک شخص کی دکان وقف
کی زمین میں اور اُسکے مالک نے انکار کیا کہ زمین کو اجرت مثل پر دیوے تو اگر عمارت وہاں سے اٹھالی جاے تو اُسکی اجرت زیادہ ہو جاے مستاجر کی اجرت سے تو اُسکو حکم ہوگا کہ اپنی عمارت
کا اسباب اُٹھا لیجاے اور وہ زمین غیر شخص کو اجارہ دیجاے اور اگر عمارت دور ہونے سے اجرت زیادہ نہو تو اُسکو مستاجر کے ہاتھ میں اُسی اجرت پر چھوڑا جاے اور اُسکے مانند بحر الرائق میں
ہے وفیہ لو زید علیہ ان اجارۃ مشاہرۃ تفسخ عند راس الشہر ثم ان ضر رفع البناء لم یرفع وان لم یضر رفع او یملکہ القیم برضی المستاجر وان لم یرض یبقی الی ان یخلص ملکہ مجلدا اور بحر الرائق میں
محیط سے ہے کہ اگر مستاجر کی اجرت سے زیادہ اجرت ہو اگر اُسکا اجارہ ماہواری ہے تو شروع مہینہ کے نزدیک اجارہ اُسکا فسخ کیا جاے بعد اسکے اگر رفع عمارت مضر ہو وقف کو تو
نہ اُٹھائی جاے اور اگر رفع مضر نہو تو اُٹھائی جاے یا متولی وقف اُسکا مالک ہو جاے مستاجر کی رضامندی سے اور اگر وہ راضی نہو تو باقی رکھی جاے یہانتک کہ اُسکی ملک خلاص ہو جاے
بقی لو اجارتہ مسانہۃ ومدۃ طویلۃ والظاہر انہ لا تقبل الزیادۃ دفعا للضرر علیہ لا ضرر علی الوقف لان الزیادۃ انما کانت بسبب البناء لا الزیادۃ فی نفس الارض انتہی باقی رہی یہ بات کہ اگر مستاجر
کا اجارہ بطور سالانہ ہو یا مدت دراز کا اجارہ ہو ظاہر یہ ہے کہ یہاں زیادتی اجرت مقبول نہو مستاجر کے دفع ضرر کیواسطے اور وقف پر بھی کچھ ضرر نہیں اسواسطے کہ زیادتی کرایہ کی بسبب عمارت
کے تھی نہ بسبب زیادتی زمین کے فی نفسہا انتہی کلام صاحب البحر واما وقف الاقطاعات ففی النہر لا یجوز الا اذا کانت الارض مواتا او ملکا للامام فاقطعہا رجلا قال واغلب اوقاف الامراء بمصر
انما ہو اقطاعات یجعلونہا مشتراۃ صورۃ من وکیل بیت المال اور وقف کرنا اراضی معافی کا سو نہر الفائق میں ہے کہ جائز نہیں مگر اُسوقت جبکہ زمین معافی کی موات ہو یعنی اُسکا کوئی مالک
نہو یا حاکم کی مملوک ہو سو حاکم نے اُسکو کسی شخص کیواسطے معاف کر دیا صاحب نہر نے کہا کہ امیروں کے اکثر اوقاف مصر میں انعامی اراضی ہے وقف کرتے ہیں اسے بیت المال کے وکیل سے
اُسکو ظاہر میں مشابہ تحریر کر لیتے ہیں تم تفصیل اس مقام کی یوں ہے کہ واقف ارض یا مالک اصلی ہے اُسکا اسطرح پر کہ وہ اُسکا مالک تھا جبکہ وہ ملک دار الاسلام میں ہوا اور امام نے اراضی
وہاں کی لوگوں کے ہاتھ میں رکھی تو یہ وقف بلا تردد صحیح ہے یا واقف نے زمین کی ملکیت اُسکے مالک اصلی سے کسی وجہ سے حاصل کی تو یہ وقف بھی صحیح ہے یا واقف کو زمین بطور انعام
سلطانی ملی تو اگر زمین مذکور موات یعنی لاوارثی ہے یا حاکم کی مملوک ہے تو وقف صحیح ہے اور اگر بیت المال کی زمین سلطانی کسی کو دی تو اُسکا وقف صحیح نہیں اسواسطے کہ وہ منفعت کا مالک ہے
نہ زمین کا اور جب سلطان چاہے اس سے مکان لے اور اگر واقف نے بیت المال سے بوجہ شروع زمین خرید کر لی تو اُسکا وقف صحیح ہے اسواسطے کہ وہ اُسکا مالک ہے اُسکی جمیع شرطیں زمین
مذکور میں مراعات ہونگی اور اگر بیت المال کی زمین کو سلطان وقف کرے بلا خرید کے علامہ قاسم نے فتوی دیا کہ وقف صحیح ہے اور دوسرا سلطان اُسکو باطل نہیں کر سکتا کذا فی الطحطاوی
عن الحموی عن التحفۃ المرضیۃ وفی الوہبانیۃ ~ ولو وقف السلطان من بیت مالنا لمصلحۃ عمت یجوز ویوجر قلت وفی شرحہا للشرنبلالی وکذا یصح اذنہ بذلک ان فتحت عنوۃ لا صلحا
لبقاء ملک مالکہا قبل الفتح اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر بادشاہ نے مسلمین کے بیت المال سے وقف کیا مصلحت عام کیواسطے تو جائز ہے اور سلطان ثواب پاویگا میں کہتا ہوں اور
وہبانیہ کی شرنبلالی کی شرح میں ہے اور اسیطرح اذن دینا بادشاہ کا اُسکے واسطے صحیح ہے اگر وہ ملک بزور اہل اسلام کے فتح ہوا ہو نہ بطور صلح کے بسبب باقی رہنے ملک مالک کے
قبل فتح کے وفی الخانیۃ میں ہے کہ اگر سلطان نے کسی قوم کو یہ اذن دیا کہ شہر کی زمین میں سے فلانی زمین میں مسجد کے وقف کیواسطے دکانیں بنالیں تو اگر وہ ملک بقہر فتح ہوا ہے تو اذن
سلطان کا نافذ ہے اسواسطے کہ وہ ملک مجاہدین کا مملوک ہو گیا تو اسمیں امر سلطانی جائز ہے اور اگر بصلح فتح ہوا تو مالکان قدیم کی ملک قائم ہے کذا فی الطحطاوی **واطلق القاضی**

بیع الوقف غیر المسجل لوارث الواقف فباع وصح وکان حکما ببطلان الوقف لعدم تسجیلہ حتی لو باعہ الواقف او بعضہ او رجع عنہ ووقفہ لجہۃ اخری

وحكم بالثاني قبل الحكم بلزوم الاول صح الثاني لوقوعه في محل الاجتهاد كما حققه المصنف وافتى به تبعا لشيخه وقاري الهداية والمنلا ابي السعود قلت لكن حمله في النهر على القاضي المجتهد
فراجعه اجازت دی قاضی نے وقف غیر مسجل کے بیع کے وقف کی وارث کو سو اسنے بیع کی تو یہ بیع صحیح ہی اور باجازت قاضی بطلان وقف کا حکم ہوگا بواسطے نہ مسجل ہونے
وقف کے یہانتک کہ اگر واقف تمام وقف یا بعض کو بیع کرے یا رجوع کرے وقف سے اور دوبارہ اُسکو دوسرے مصرف کیواسطے وقف کرے اور وقف ثانی پر قاضی حکم کرے
قبل حکم کرنے لزوم اول کے تو وقف ثانی صحیح ہوگا بسبب واقع ہونے حکم قاضی کے محل اجتہاد مین چنانچہ اسکو محقق کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین اور اُسکا فتوی یا ہی اپنے استاد
اور قاری ہدایہ اور مفتی ابو سعود کی پیروی سے مین کہتا ہون لیکن حمل کیا ہی اُسکو نہر الفائق مین قاضی مجتہد کے حکم پر سو اُسکی طرف مراجعت کر۔ خلاصہ یہ ہی کہ وقف مسجل کی بیع مین در صورت
حکم اختلاف ہی مصنف نے خلاصہ وغیرہ سے صریح صحت نقل کی اگرچہ قاضی مقلد حنفی المذہب ہو اور قنیہ کی روایت اُسکے بطلان بیع مین صریح ہی اور اسی کو علامہ قاسم نے پسند کیا ہی اور
یہی قول اولی ہی سد باب کے واسطے بقول صاحب قنیہ اور امام کا قول یعنی وقف کا لازم ہونا بلا حکم قاضی اگرچہ بعضون نے اسکی تصحیح کی ہی لیکن کسی نے اُسپر فتوی نہین دیا کما فی البحر حالانکہ قاضیونکو
غیر مفتی بہ پر حکم کرنا جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولو اطلق القاضی البیع لغیره ای لغیر الوارث لا یصح بیعه لانه اذا بطل عاد الی ملک الوارث فبیع مال الغیر لا یجوز در ریعنی بغیر طریق
شرعی لما فی العمادیه باع القیم الواقف بامر القاضی وورثة جاز اور اگر قاضی بیع وقف کی غیر وارث کو اجازت دے تو اُسکی بیع صحیح نہین اسواسطے کہ وقف جب باطل ہوا
یعنی قاضی کی اجازت بیع سے تو وارث کی ملک مین عود کر آیا اور حالانکہ غیر کے مال کو بیچنا جائز نہین کذا فی الدر ریعنی عدم جواز اُسوقت ہی کہ بغیر طریق شرعی ہو اسواسطے
کہ عمادیہ مین ہی کہ متولی نے وقف بیچا قاضی کے امر اور تجویز سے تو جائز ہی یعنی اسواسطے کہ بطریق شرعی ہی قلت واما المسجل لو انقطع ثبوته واراد اولاد الواقف ابطاله فقال
المفتی ابو السعود فی معروضاته قد منع القضاة من استماع هذه الدعوی انتهی فلیحفظ مین کہتا ہون اور وقف مسجل کا اگر ثبوت منقطع ہو اور واقف کی اولاد اُسکا ابطال
چاہے تو مفتی ابو سعود نے اپنی معروضات مین کہا کہ ایسے دعوی کے استماع سے قاضی ممنوع ہین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م انقطاع ثبوت مسجل کی یہ صورت ہی کہ
مثلاً قاضی کی سجل مین یہ مرقوم ہی کہ فلانے شخص نے فلانی زمین وقف کی اور قاضی نے اُسپر حکم کر دیا ولیکن بسبب طول مدت کے اُسکے ثبوت پر گواہ نہین ہین الوقف
فی مرض موته کهبته فیه من الثلث مع القبض وقف کرنا اپنے مرض الموت مین مانند ہبہ کے ہی مرض الموت مین یعنی ثلث مال سے معتبر ہی قبض کے ساتھ فان خرج الوقف من الثلث
او اجازه الوارث نفذ فی الکل والا بطل فی الزائد علی الثلث ولو اجازه البعض جاز بقدره سو اگر وقف ند کو ثلث مال سے نکل آیا یا اُسکو وارث نے
جائز رکھا تو کل مین نافذ ہوگا اور اگر ثلث سے نکلا یا وارث نے جائز رکھا تو تہائی مال سے زائد مین باطل ہوگا اور اگر بعضے وارث نے وقف میت کا جائز رکھا تو بقدر
اُسکے جائز ہوگا وبطل وقف راهن معسر ومریض مدیون بدین محیط اور باطل ہی وقف کرنا راہن مفلس کا اور اُس مریض کا جو دین محیط کا مدیون ہی بخلاف صحیح لو قبل الحجر فان شرط وفاء
دینه من غلته صح وان لم یشترط یدفی من الفاضل عن کفایته بلا سرف ولو وقفه علی غیره فغلته من جعله له خاصة فتاوی ابن نجیم بخلاف تندرست مدیون کے اگر اُسنے وقف
کیا ہو قبل ممنوع التصرف ہونیکے سو اگر اُسنے ادائے دین کی شرط کی ہو وقف کے محصول سے تو صحیح ہی اور اگر شرط کی ہو تو دین ادا کیا جاوے اُس آمدنی سے جو فاضل بچے واقف
کی بقدر کفایت سے بلا فضول خرچی اور اگر واقف نے اپنے سوا اور شخص پر وقف کیا ہو تو اُسکی آمدنی اُسی شخص کیواسطے مخصوص ہوگی جسکے واسطے واقف نے مقرر کر دیا
کذا فی فتاوی ابن نجیم م دین محیط مریض مین مانع صحت وقف ہی نہ صحیح غیر محجور مین اور اگر صحیح بسبب سفاہت یا دین کے محجور التصرف ہو تو وقف اُسکا صحیح نہین قلت قید محیط لان غیر
المحیط یجوز فی ثلث ما بقی بعد الدین لو له ورثة والا ففی کله فلو باعها القاضی ثم ظهر مال شری به ارض بدلها وتمامه فی الاسعاف فی باب وقف المریض مین کہتا ہون مین محیط
کی قید لگائی گئی اسلیے کہ دین غیر محیط مین وقف جائز ہی اُس ثلث مال مین جو بعد ادائے دین باقی رہے بشرطیکہ واقف کے وارث ہون اور اگر اُسکے وارث نہون تو
اُسکے کل مال مین بعد ادائے دین وقف صحیح ہوگا پھر اگر قاضی نے وقف کو بیچا واسطے ادائے دین واقف کے خواہ دین محیط ہو یا غیر محیط پھر میت واقف کا مال ظاہر ہوا تو قاضی
اُس مال سے دوسری زمین عوض اُسکے خرید کرے اور پورا بیان اُسکا اسعاف مین ہی وقف مریض کے باب مین فی الوہبانیه ۵ فان وقف المرهون فافتکه یجز فان مات عن
عین بقی لا لغیره ای والا فلیبطل وللغلة یمهل فلیتامل اور وہبانیہ مین ہی کہ اگر شئی مرہون کو وقف کیا پھر اُسکو خلاص کیا تو جائز ہی سو اگر مر گیا وہ مال چھوڑ کر

جو ادا کے دین مین پورا ہو تو وقف معتبر ہوگا یعنے اگر دین ادا ہو گا تو وقف باطل کیا جائیگا یا آدمی کیواسطے مہلت دیجائے تو اُس سے دین ادا ہو اور وقف باطل ہو تو تامل کرنا چاہیے
ہم طحطاوی نے کہا کہ موجب امر شارح کے ہمنے تامل کیا تو معلوم ہوا کہ طرز بیان شارح خوب نہین اسواسطے کہ شرنبلالی نے وہبانیہ مین کہا آدمی کیواسطے مہلت دینا یعنے علما کی جنب
روایت نہین جسکو بطور بعض ذکر کیا قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود سئل عمن وقف علی اولادہ وہرب من الدیون ہل یصح فاجاب لا یصح ولا یلزم والقضاۃ ممنوعون من الحکم
وتسجیل الوقف بمقدار ما شغل بالدین انتہی قلت فحفظ مین کہتا ہون لیکن مفتی ابو سعود کی معروضات مین سوال ہوا اُس شخص کا جسنے اولاد پر وقف کیا اور ادا سے دین کے بھاگ گیا
یہ وقف صحیح ہے تو جواب دیا کہ صحیح نہین اور لازم نہین اور قاضیون کو منع ہے اسکا حکم کرنا اور وقف مسجل کرنا بقدر اسکے جو مشغول ہو دین سے انتہی جواب المفتی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
ہم یہ منع سلطان روم کی جانب سے ہے جیسے بعد پندرہ سال کے استماع دعوے منع ہے کذا فی الطحطاوی الوقف علی ثلثۃ اوجہ اما للفقراء او للاغنیاء ثم الفقراء ویستوی فیہ
الفریقان کرباط وخان ومقابر وسقایات وقناطر ونحو ذلک کمساجد وطواحین وطست لاحتیاج الکل لذلک بخلاف الادویۃ فلم یجز لغنی بلا تعمیم او تخصیص فیدخل الاغنیاء
تبعا للفقراء قنیہ وقف تین طور پر ہے یا فقیرون کیواسطے ہے یا مالدارون کیواسطے یا بعد اُسکے فقیرون کیواسطے یا اُسمین دونون فریق برابر مین چنانچہ مسافرخانہ اور خانقاہ اور قبرستان
اور آبدار خانے یعنی پانی کی سبیل اور پل اور اسکے مانند اور چیزین جیسے مسجدین اور پنچکیان اور طاس کہ ان چیزون کے وقف مین فقیر اور غنی برابر مین اسواسطے کہ انکی طرف سب کی حاجت ہے
بخلاف ادویہ یعنی جو دوا کہ دار الشفا مین وقف ہو تو وہ مالدار کو جائز نہین بلا تعمیم یا تخصیص کے تو درصورت تعمیم اغنیا بھی اسمین فقیرون کے پیرو ہو کر داخل ہونگے کذا فی القنیہ ہم تعمیم کی
یہ صورت ہے کہ واقف کہے کہ دوائین سب بیمارون کیواسطے وقف ہین اور تخصیص یہ کہ واقف اغنیا کو کھولکر مذکور کرے تو اغنیا اسمین بالقصد داخل ہین اور تعمیم مین بالتبع فرع مسئلہ ملحقہ
شارح کا اقر بوقف صحیح وبانہ اخرجہ من یدہ ووارثہ یعلم خلافہ جاز الوقف ولا تسمع دعوی وارثہ قضاء در اقرار کیا واقف نے وقف صحیح کا اور اسکا کہ اُسنے اسکو اپنے ہاتھ سے خارج کر دیا اور
واقف کا وارث اُسکے خلاف جانتا ہے یعنی یہ جانتا ہے کہ مورث نے وقف نہین کیا تو وقف جائز ہے اور اُسکے وارث کا دعوی مسموع نہین از راہ قضا مین کذا فی الدر رد فی الوہبانیۃ ہے
وتبطل اوقاف امرء بارتدادہ فحال ارتداد منہ للوقف اجدر ہر اور وہبانیہ مین ہے کہ باطل ہو جاتے ہین اوقاف مرد کے اُسکے مرتد ہو جانے سے تو حالت ارتداد کے اوقاف بطریق اولی باطل ہونگے

فصل

یہ فصل ہے شرط واقف کی مراعات مین یراعی شرط الواقف فی اجارتہ فلم یزد القیم بل القاضی لان لہ ولایۃ النظر لفقیر وغائب ومیت رعایت کیجاے یعنے واجب الرعایت ہے واقف
کی شرط اجارہ وقف مین تو متولی واقف کی شرط سے زیادہ اجارہ نہ دے بلکہ قاضی اُسکو شرط سے زیادہ کر سکتا ہے اسواسطے کہ قاضی کو ولایت نظری ہے فقیر اور غایت اور میت کیواسطے
ہم مثلاً واقف نے شرط کی کہ زمین وقف کو ایک سال سے اجارہ نہ دے اور حالانکہ مستاجر اتنی مدت کے اجارہ پر رغبت نہین کرتے اور چند سال کا اجارہ فقیرون کے حق مین نافع تر ہے تو متولی
دو تین سال کا اجارہ نہین کر سکتا بلکہ قاضی سے یہ حال عرض کرے تا وہ مدت اجارہ زیادہ کر دے کذا فی البحر فلو اہمل الواقف مدتہا قیل تطلق الزیادۃ للقیم وقیل تقید بسنۃ
مطلقا وبہا ای بالسنۃ یفتی فی الدار وبثلث سنین فی الارض الا اذا کانت المصلحۃ بخلاف ذلک وہذا امما یختلف زمانا وموضعا پھر اگر واقف نے مدت اجارہ بلا قید رکھی تو بعضون
نے کہا زیادتی مدت کی متولی کیواسطے علی الاطلاق باقی رہیگی اور بعضون نے کہا کہ ایک سال کو مقید ہوگی ہر صورت مین اور اسپر یعنی سال کی مدت پر فتوی ہے گھر کے اجارہ
اور تین سال پر فتوی ہے زمین کے اجارہ مین مگر جبکہ مصلحت اسکے مخالف ہو اور یہ یعنی اختلاف مدت اجارہ مختلف ہے باعتبار زمان اور مکان کے ہم زیادتی مدت اجارہ ہے
اسلیے وقف مین جائز نہوئی کہ ابطال وقف نہ لازم آوے اسواسطے کہ جو مستاجر کو مدت دراز تک تصرف مالکانہ کرتے دیکھیگا تو اسکی ملک کا اُسکو وہم ہوگا وفی البزازیۃ لو احتیج لذلک
یعقد عقودا فیکون العقد الاول لازما لانہ ناجز والثانی لا لانہ مضاف قلت لکن قال ابو جعفر الفتوی علی ابطال الاجارۃ الطویلۃ ولو بعقود ذکرہ الکرمانی فی الباب التاسع عشر واقرہ
قدری آفندی وسیجی فی الاجارۃ اور بزازیہ مین ہے کہ اگر اسکی یعنی طول مدت اجارہ کی احتیاج ہو تو چند عقود منعقد کرے تو عقد اول لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ فی الحال
کا عقد ہے اور عقد ثانی لازم نہین اسواسطے کہ وہ مضاف ہے مین کہتا ہون لیکن فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ اجارہ طویلہ کے ابطال پر فتوی ہے اگرچہ بہ چند عقود ہو چنانچہ
اسکو کرمانی نے انیسوین باب مین ذکر کیا ہے اور قدری آفندی نے اسکو قائم رکھا ہے اور کتاب الاجارہ مین آویگا ہم شارح نے استدراک سے آگاہ کر دیا کہ بزازیہ کی روایت

خلاف مفتی بہ ہے وہو یوجر باجر المثل فلا یجوز بالاقل ولو بہ المستحق قاری الہدایۃ الا بنقصان یسیر او اذا لم یرغب فیہ الا بالاقل اشباہ اور وقف اجارہ دیا جائے اجرت مثل پر
تو اس سے کمتر اجارہ دینا درست نہیں اگرچہ مستحق ہی مستاجر ہو کذا ذکرہ قاری الہدایۃ مگر اجرت مثل سے اگر تھوڑا سا کم ہو تو جائز ہے یا جبکہ اسمیں کوئی خواہش نہ کرتا ہو
الا بالاقل کذا فی الاشباہ فلو رخص اجرہ بعد العقد لا یفسخ العقد للزوم الضرر اور اگر وقف کا کرایہ ارزان ہوجائے بعد عقد کے تو عقد منفسخ نہو گا بسبب لازم آنے ضرر وقف کے
بسبب فسخ کے ولو زاد اجرہ علی اجر مثلہ قیل یعقد ثانیا بہ علی الاصح اور اگر اجرت وقف کی گران ہوجائے اسکی اجرت مثل سے تو بعضوں نے کہا اجارہ کو دوبارہ منعقد کرے
بقول اصح فی الاشباہ لو زاد اجر مثلہ فی نفسہ بلا زیادۃ احد فللمتولی فسخہا بہ یفتی وما لم یفسخ فلہ المسمی اشباہ میں ہے اگر اسکا اجر مثل فی نفسہ زیادہ ہوگیا بدون زیادہ کرنے
کسی شخص کے تو متولی کو اسکا فسخ کر دینا جائز ہے اسی پر فتوی ہے اور جبتک فسخ نہ کریگا تو اسکو اجر معین ہی ملیگا وقیل لا یعقد بہ ثانیا کزیادۃ واحد تعنتا فانہا لا تعتبر
وسیجیٔ فی الاجارۃ اور بعضوں نے کہا در صورت زیادتی دوبارہ عقد نہ کرے مانند بڑھا دینے کسی شخص کیواسطے تکلیف رسانی اور مشقت اندازی مستاجر کے کہ وہ زیادتی
معتبر نہیں اور آگے آویگا کتاب الاجارہ میں والمستاجر الاول اولی من غیرہ اذا قبل الزیادۃ اور پہلا مستاجر اولی ہے اپنے غیر سے جبکہ زیادتی اجر کو قبول کرے م یہ مبنی ہے
قول اول پر جو اصح ہے والموقوف علیہ الغلۃ او السکنی لا یملک الاجارۃ ولا الدعوی لو غصب منہ الوقف الا بتولیۃ او اذن قاض ولو الوقف علی رجل معین علی ما علیہ الفتوی
عمادیہ لان حقہ فی الغلۃ لا العین اور جسکے واسطے محصول در سکونت وقف ہو وہ اجارہ دینے کا مالک نہیں اور نہ دعوی کا مالک ہے اگر اس سے کسی نے وقف غصب کر لیا ہو مگر
بسبب تولیت یا اذن قاضی کے اگرچہ مرد معین پر وقف ہو بنا بر قول مفتی بہ کے کذا فی العمادیہ اجارہ دینے کا اسواسطے مالک نہیں کہ حق مستحق کا محصول میں ہے نہ عین وقف میں
وہل یملک السکنی من یستحق الریع فی الوہبانیۃ لا وفی شرحہا للشرنبلالی والتحریر نعم اور کیا سکونت وقف کا وہ شخص مالک ہے جو مستحق ہے اسکی آمدنی کا وہبانیہ میں کہا کہ وہ مالک
سکونت کا نہیں اور اسکی شرح شرنبلالی میں کہا اور تنقیح یہ ہے کہ ہاں وہ سکونت کا مالک ہے والموقوف اذا آجرہ للمتولی بدون اجر المثل لزم المستاجر لا المتولی کما غلط فیہ
بعضہم تمامہ ای تمام اجر المثل اور جبکہ متولی موقوف کو کمتر اجر مثل سے اجارہ دے تو مستاجر کو پورا اجر مثل دینا لازم ہوگا نہ متولی کو جیسا کہ بعضوں نے اسمیں غلط سمجھا ہے کتاب
وکذا وصی خانیہ اجر منزل صغیرہ بدونہ فانہ یلزم المستاجر تمامہ اذ لیس لکل منہما ولایۃ الحط والاسقاط چنانچہ باپ و وصی نے کذا فی الخانیہ اجارہ دیا اپنے صغیر کا مکان
اجرت کمتر مثل سے تو البتہ مستاجر پر پورا اجر لازم ہوگا اسواسطے کہ ہر ایک کو دونوں میں سے کم کرنے اور ساقط کرنے کی ولایت نہیں ہے م طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجائے لکل منہما
کے لکل منہم کہتا تو متولی کو بھی یہ تعلیل شامل ہوتی وفی الاشباہ عن القنیۃ ان القاضی یامرہ بالاستیجار باجر المثل وعلیہ تسلیم زوائد سنین الماضیۃ ولو کان القیم ساکتا مع قدرتہ علی
الرفع للقاضی لا غرامۃ علیہ وانما ہی علی المستاجر واذا ظفر الناظر بمال الساکن فلہ اخذ النقصان منہ فیصرف فی مصرفہ قضاء و دیانۃ انتہی فلیحفظ اور اشباہ میں قنیہ
سے منقول ہے کہ قاضی مستاجر کو بعوض اجر مثل اجارہ لینے کا امر کرے اور اسپر سنین ماضیہ کی زیادتیاں لازم ہونگی یعنی در صورت کم ہونے اجارہ کے اجرت مثل سے اور
اگر متولی ساکت رہا ہوگا باوجود اسکے قادر ہونیکے قاضی کے پاس نالش کرنے پر تو بھی اسپر تاوان نہیں ہوتا تاوان تو مستاجر ہی پر ہے اور جبکہ ناظر ساکن وقف کے مال کو پا جائے تو اسکو
بقدر نقصان اسمیں لینا جائز ہے پھر اسکو صرف کرے وقف کے مصرف میں قضاء بھی اور دیانۃ بھی انتہی کلام الاشباہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قلت وقید باجارۃ المتولی لما فی غصب الاشباہ
لو اجر الغاصب ما منافعہ مضمونۃ من مال الوقف والیتیم او معد للاستغلال فعلی المستاجر المسمی لا اجر المثل وعلی الغاصب رد ما قبضہ لا غیر لتاویل العقد انتہی فلیحفظ میں کہتا ہوں کہ مصنف نے وقف میں
اجارہ متولی کی قید لگائی اسواسطے کہ اشباہ کی کتاب الغصب میں یوں ہے کہ اگر غاصب نے اجارہ دیا جسکے منافع کا ضمان غاصب پر ہے منجملہ مال وقف یا مال یتیم یا اس مکان کے جو کرایہ کیواسطے
مہیا ہے تو مستاجر پر اجر مسمی ہے نہ اجر مثل اور غاصب پر پھیر دینا ہے اسکا جو اجر اسنے مستاجر سے لیا ما سوائے اسکے بسبب تاویل عقد اجارہ انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یفتی بالضمان فی غصب
عقار الوقف وغصب منافعہ و اتلافہا کما لو سکن بلا اذن او اسکنہ المتولی بلا اجر کان علی الساکن اجر المثل ولو غیر معد للاستغلال بہ یفتی صیانۃ للوقف وکذا منافع مال الیتیم درر فتوی ہے
تاوان کا زمین وقف کے غصب اور اسکے منافع کے غصب اور منافع کے تلف کر دینے میں چنانچہ اگر کسی نے مکان وقف میں سکونت کی بلا اذن یا متولی نے اسکو رکھا بلا کرایہ تو ساکن
پر اجر مثل واجب ہوگا اگرچہ وہ مکان کرایہ کیواسطے مہیا نہو تو اسی پر فتوی ہے وقف کی حفاظت کیواسطے اور یہی حکم ہے مال یتیم کے منافع کا کذا فی الدرر وکذا یفتی بکل ما ہو انفع للوقف فیما

اختلف العلماء فیہ حاوی القدسی ومتی قضی بالقیمۃ شری بہا عقارا آخر فیکون وقفا بدل الاول وسی طرح فتوی ہی ہر ایک اُس قول پر جو وقف کیواسطے زیادہ تر نافع ہو جسمین علما کا اختلاف ہو
کذا فی حاوی القدسی اور جبکہ قاضی زمین وقف کی قیمت کا حکم کرے تو بعوض اُسکے دوسری زمین خرید کرے تو یہ زمین وقف ہوگی زمین اول کی عوض یعنی اُسکا وقف ہونا لفظ وقف پر موقوف
نہین کذا فی معین المفتی اور اختلاف علما کی یہ صورت ہی مثلاً کہ ایک قول مین استبدال وقف درصورت قلت محصول جائز ہی اور دوسرے قول مین جائز نہین مگر درصورت فقدان محصول مطلقاً تو عدم
جواز پر فتوی دیا جائیگا کہ یہ وقف کو نافع تر ہی بسبب باقی رہنے اُسکی ذات کے اور احتمال تلف ہوجانے اُسکی قیمت کے والذی تقبل فیہ الشہادۃ حسبۃ بدون الدعوی[له] اربعۃ عشر منہا الوقف
علی ما فی الاشباہ لان حکمہ التصدق بالغلۃ وہو حق اللہ تعالی اور جسمین گواہی مقبول ہوتی ہی تحصیل ثواب کے واسطے بدون دعوی کے وہ چودہ مقام ہین انمین سے ایک وقف ہی کذا فی الاشباہ اسواسطے
کہ اثر مترتب وقف کا تصدق ہی محصول کا اور تصدق حق اللہ ہی تو اُسکی گواہی مین دعوی مدعی کی کچھ حاجت نہین م چودہ مقامات مذکورہ مین وقف طلاق تعلیق طلاق لونڈی کا
آزاد ہونا اُسکا مدبرہ ہونا خلع ہلال رمضان نسب حد زنا حد شرب ایلا ظہار حرمت مصاہرت اپنے مولی کے نسب کا دعوی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ بقی لو الوقف علی معینین
ہل تقبل بلا دعوی فی الخانیۃ ینبغی لا اتفاقا وفی شرح الوہبانیۃ للشیخ حسن وہذا التفصیل ہو المختار وفی التاتارخانیۃ ان ہو حق اللہ تقبل والا لا الا بالدعوی فلیحفظ باقی رہی یہ بات کہ اگر
وقف معین لوگون پر ہوگیا آیا ہمین گواہی بلا دعوی مقبول ہی یا نہین خانیہ مین کہا لائق یہ ہی کہ مقبول نہین بالاتفاق[۱۴] اور شیخ حسن کی شرح وہبانیہ مین ہی اور یہ تفصیل ہی مختار ہی
اور تاتارخانیہ مین ہی کہ اگر وہ حق اللہ ہی تو مقبول ہی اور حق اللہ نہین تو گواہی بلا دعوی مقبول نہین سو اسکو یاد رکھنا چاہیے م تفصیل مذکور سے تاتارخانیہ کی تفصیل مراد ہی کہ
غیر معین پر مقبول ہی نہ معین پر قلت لکن بحث فیہ ابن الشحنۃ مین کہتا ہون لیکن بحث کی ہی اسمین یعنی اطلاق قبول شہادت مین ابن شحنہ نے م ابن شحنہ نے کہا کہ تفصیل مذکور
لابدی ہی اسواسطے کہ جب شہادت قائم ہوئی اسپر کہ اس وقف کی قوم معین مستحق ہی تو اسمین دعوی ضرور ہوا السبب ثابت ہونے اُسکے استحقاق اور استعمال کے اگرچہ آخر کار
اُسکے فقرا مستحق ہون بخلاف اُس گواہی کے کہ فقرا یا مسجد کے وقف پر قائم ہو کذا فی المنح حلبی نے کہا ضمیر فیہ کی راجع ہی اُس اطلاق کیطرف جو کلام اس سے مستفاد ہی نہ تفصیل
کیطرف طحطاوی نے کہا شارح کی عبارت اسکے مخالف موہم ہی و وفق المصنف بقبولہا مطلقا لثبوت اصل الوقف بقبولہ للفقراء باشتراط الدعوی لثبوت الاستحقاق لما فی
الخانیۃ لو کان ثمہ مستحق ولم یدع لم یدفع لہ شی من الغلۃ وتصرف کلہا للفقراء اور مصنف نے اپنی شرح مین اختلاف مذکور کو دفع کردیا ہی بواسطہ مقبول ہونے گواہی کے مطلقاً واسطے
ثابت ہونے اصل وقف کے کیونکہ مرجع اُسکے فقیر ہین اور بواسطے مشروط ہونے دعوی کیواسطے ثابت ہونے استحقاق کیواسطے کہ خانیہ مین ہی کہ اگر وہان مستحق ہوا اور دعوی نکرے تو اُسکو
کچھ غلہ ندیا جائیگا اور تمام غلہ محتاجون پر صرف کیا جائیگا م خلاصہ توفیق مذکور یہ ہی کہ ثبوت اصل وقف محتاج نہین دعوی کا مطلقاً اگرچہ مستحق بدون دعوی کے غلہ نہ پاویگا اور ثبوت
استحقاق شخص معین بلاشبہہ دعوی پر موقوف ہی تو اب ابن وہبان اور ابن شحنہ کے کلام کا خلاف مندفع ہوگیا کذا فی المنح قلت ومفادہ انہ لو ادعی المستحق مع انہا لا تسمع منہ علی
المفتی بہ لا التولیۃ کما مر فتدبر مین کہتا ہون اور قول مذکور سے مستفاد ہوا کہ مستحق دعوی کریگا تو مستحق غلہ ہوگا باوجود اس بات کے کہ مستحق کا دعوی مسموع نہین بنا بر قول مفتی کے
بدون تولیت کے چنانچہ عنقریب گذر گیا تو غور کر م حلبی نے کہا جو مذکور ہوچکا وہ یہ ہی کہ درصورت غصب مستغلی مدعی ہوگا نہ مستحق بلا تولیت اور اگر مستحق وقف مین اپنے استحقاق کا دعوی کریگا
تو بلاشبہہ صحیح ہی محتاج تدبر نہین وفی الاشباہ لنا شاہد حسبۃ فی اربعۃ عشر ولیس لنا مدع حسبۃ الا فی دعوی الموقوف علیہ اصل الوقف فانہا تسمع عند البعض والمفتی بہ لا الا بتولیۃ فاذا لم تسمع دعواہ
فالاجنبی اولی انتہی وقدمنا فی قنیہ اور اشباہ مین ہی کہ ہم حنفیون کے نزدیک شاہد حسبہ چودہ مقام مین ہی چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا اور ہمارے نزدیک مدعی حسبہ نہین مگر موقوف علیہ اصل وقف
کے دعوی مین کہ اُسکا دعوی مسموع ہی بعض کے نزدیک اور قول مفتی بہ مین مسموع نہین مگر بتولیت پھر دعوی اُسکا مسموع نہوا تو اجنبی اُس سے بہتر ہی انتہی کلام الاشباہ اور القنیہ
مذکور ہوچکا سو آگاہ ہو جا م جو مذکور ہوا سو موقوف علیہ کا دعوی غاصب پر ہی اور یہان اصل وقف کا دعوی ہی تو دونون کی مغایرت مین شک نہین ویشترط فی دعوی
الوقف بیان الواقف ولو الوقف قدیما فی الصحیح بزازیہ لئلا یکون اثباتا للمجہول وفی العمادیۃ تقبل اور شرط ہی دعوی وقف مین بیان واقف کا اگرچہ وقف قدیمی ہو قول
صحیح مین کذا فی البزازیہ تا اثبات مجہول کیواسطے نہو اور عمادیہ مین ہی کہ مقبول ہی بلا بیان واقف اور یہ قول ہی ابو یوسف کا اور اسی پر مشائخ بلخ ہین اور چونکہ وقف مین ابو یوسف کے
قول پر فتوی ہی تو یہان بھی انھین کے قول پر فتوی ہوا کذا فی المنح وتقبل فیہ الشہادۃ علی الشہادۃ وشہادۃ النساء مع الرجال والشہادۃ بالشہرۃ لاثبات اصلہ وان

[له] قال الطحطاوی قال صاحب الاشباہ اربعۃ عشر وزدت علیہا دعوی مولاہ نسبہ ۱۲

ضرورۃ ای بالسماع فی المختار ولو الوقف علی معینین حفظا للاوقاف القدیمۃ عن الاستہلاک بخلاف غیرہ اور مقبول ہے وقف مین گواہی پر گواہی دینا اور گواہی عورتون کی مردون کے ساتھ اور مقبول ہے شہرت کی گواہی اصل وقف کے اثبات کیواسطے اگرچہ گواہ اپنی سماعت کی تصریح بھی کردین قول مختار مین اور گو کہ وقف معین لوگون پر ہو بہر صورت گواہی مقبول ہے تا اوقاف قدیمہ استہلاک سے محفوظ رہین بخلاف غیر وقف کے یعنے جسمین شہادت بالتسامع جائز ہے جیسا نسب کے اگر اسمین اپنی سماعت کی تصریح کرینگے تو گواہی مقبول نہوگی کذا فی الطحطاوی عن الدرر **لا تقبل** بالشہرۃ لاثبات شرائطہ فی الاصح درر وغیرہا مقبول نہین شہرت کی گواہی شرائط وقف کے اثبات کیواسطے قول اصح مین کذا فی الدرر وغیرہ ہم اسی پر فتوی ہے کذا فی العالمگیریہ علامہ نوح نے کہا شہادت بالشہرت یہ کہ متولی دعوی کرے کہ اس زمین کا وقف ہونا فلانے امر پر معروف و مشہور ہے اور گواہ بھی یہی گواہی دین اور شہادت بالتسامع یہ کہ شاہد کہے کہ مین گواہی دیتا ہون بسبب تسامع کے کذا فی الطحطاوی اور بزازیہ مین ہے کہ شہادت بالتسامع اصل وقف پر موقوف ہے نہ اسکی شرائط پر اسواسطے کہ وقف باقی رہتا ہے قرنا بعد قرن بخلاف شرائط کے اور جس سے صحت وقف کی متعلق ہوا اور موقوف علیہ ہو سو وہ اصل وقف سے ہے اور جو موقوف علیہ صحت وقف نہین وہ اسکی شرائط مین ہے کذا فی المنح لکن فی المجتبی المختار قبولہا علی شرائطہ ایضا واعتمدہ فی المعراج واقرہ الشرنبلالی وقواہ فی الفتح بقولہم یسلک بمنقطع الثبوت المجہولۃ شرائطہ ومصارفہ ما کان علیہ فی دواوین القضاۃ انتہی وجوابان ذلک للضرورۃ والمدعی اعم بحر لیکن مجتبی مین کہا کہ قبول کرنا شہادت شہرت کا وقف کی شرائط پر بھی قول مختار ہے اور معراج مین اسپر اعتماد کیا ہے اور شرنبلالی نے اسکو ثابت رکھا ہے اور فتح القدیر مین اسکو قوی رکھا فقہا کے اس قول سے کہ جس وقف کا ثبوت منقطع ہوا اور اسکے شرائط او مصارف مجہول ہین اسمین اسپر عمل کیا جائیگا جو قاضیون کے دفاتر مین ہے انتہی اور جواب اسکا یہ ہے کہ یہ بسبب ضرورت کے ہے اور مدعا عام تر ہے کذا فی البحر خلاصہ تقویت فتح القدیر یہ ہے کہ درصورت مذکورہ جب دفاتر قضاۃ پر عمل ہوا یہی مطلوب ہے ثبوت بالتسامع کا اور جواب بحر الرائق مین یہ ہے کہ دفاتر پر عمل اس ضرورت سے ہوا کہ شرائط اسکے مجہول تھے اور مدعا عام ہے خواہ شرائط مجہول ہون یا نہون علاوہ اسکے کلام فتح القدیر کا اس وقف مین ہے جسکا ثبوت منقطع ہوا اور سوا دفتر کے اسکا حال معلوم نہو اور یہان گفتگو اس وقف کی ہے جسکا ثبوت سماعت کی گواہی سے ہے **و بیان المصرف** کقولہم علی مسجد کذا من اصلہ لتوقف صحۃ الوقف علیہ فتقبل بالتسامع اور مصرف وقف کا بیان چنانچہ یون کہنا شاہدون کا کہ یہ زمین فلانی مسجد پر وقف ہے داخل ہے اصل وقف مین بسبب موقوف ہونے صحت وقف کے بیان مصرف پر تو مصرف مین شہادت بالتسامع مقبول ہے **و بعض مستحقیہ** وکذا البعض الورثۃ ولا ثالث لہما کما فی الاشباہ قلت وکذا لو ثبت اعسارہ فی وجہ احد الغرماء کما سیجیء فتامل **وقالوا لا تقبل** بینۃ الافلاس بغیبۃ المدعی وکذا اعتراض بعض الاولیاء المتساوین تثبت لا اعتراض الکل کملا وکذا الامان والقود وولایۃ المطالبۃ بازالۃ الضرر العام عن طریق المسلمین والتتبع یقتضی عدم الحصر اور بعض مستحق وقف بجائے کل مستحقین کے ہے اور اسیطرح بعض وارث اور ان دو کا تیسرا نہین یعنی سوائے مستحق اور وارث کے ایک شخص بجائے کل اشخاص نہین ہو سکتا کذا فی الاشباہ مین کہتا ہون اور اسیطرح حکم ہے اگر مفلسی مدیون کی ایک قرضخواہ کے سامنے ثابت ہو چنانچہ آویگا تو اسکو تامل کر اور فقہا نے کہا ہے کہ افلاس کے گواہ مدعی کی غیبت مین مقبول ہین اور یہی حکم ہے بعض اولیاء متساوین کا کہ اعتراض نکلیگا حق ہر ایک کو پورا ثابت ہے اور یہی حکم ہے امان اور قصاص اور ولایت مطالبہ کا ضرر عام دفع کرنیکے واسطے مسلمین کی راہ سے اور تجسس اور تلاش مقتضی ہے عدم حصر کی ہم یہ رد ہے صاحب اشباہ کا کہ وہ دو کے حصر کا قائل ہے ثم انہ ینتصب احد الورثۃ خصما عن الکل لو فی دعوی دین لا عین مالم یکن بیدہ فلیحفظ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ ایک وارث خصم ہوتا ہے سب وارثون کیطرف سے اگر دین کے دعوی مین خصومت ہو نہ عین کے دعوی مین تاوقتیکہ وہ مدعی علیہ کے ہاتھ مین نہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے **ینتصب خصما عن الکل** ای اذا کان الوقف بین جماعۃ والواقف واحد فلو لاحد منہم او وکیلہ الدعوی علی واحد منہم او وکیلہ یعنی بعض مستحق وقف جھگڑا کر سکتا ہے سب کیطرف سے یعنی جب وقف ہو ایک جماعت کے درمیان مین اور اسکا وقف کرنیوالا ایک ہی ہو تو انمین سے ایک مستحق کو یا اسکے وکیل کو دعوی کرنا انمین سے دوسرے شخص پر یا اسکے وکیل پر جائز ہے **وقیل لا ینتصب** فلا یصح القضاء الا بقدر ما فی ید الحاضر اور دوسرا قول ضعیف یہ ہے کہ بعض مستحق سب کیطرف سے خصومت نہین کر سکتا سو قاضی کو حکم کرنا صحیح نہین مگر اسیقدر مین جو حاضر کے ہاتھ مین ہے ہم قائل اس قول کا قاضی عبد الجبار ہے ونداء انتصاب بعضہم اذا کان الاصل ثابتا والا فلا ینتصب احد المستحقین خصما وتمامہ فی الوہبانیۃ اور یہ یعنی بعض مستحقین کا خصومت کرنا اسوقت ہے جب اصل وقف ثابت ہوا اور اگر ثابت نہو تو ایک مستحق خصومت نہین کر سکتا اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہے اشتری المتولی بمال الوقف دارا للوقف لا تلحق بالمنازل

الموقوفة ویجوز بیعها فی الاصح لان للزومہ کلاما کثیرا ولم یوجد ہہنا متولی وقف نے مال وقف سے ایک گھر خرید کیا وقف کرنیکے واسطے تو یہ گھر منازل موقوفہ سابقہ کے ساتھ ملایا
جاے اور اسکی بیع جائز ہو قول اصح میں اسواسطے کہ اسکے لزوم وقف میں بہت سا کلام ہے اور یہان وہ موجود نہین مات المؤذن والامام ولم یستوفیا وظیفتهما من الوقف سقط
لانہ کالصلة کالقاضی وقیل لایسقط لانہ کالاجرة کذا فی الدرر قبیل باب المرتد وغیرہا قال المصنف ثمہ وظاہرہ ترجیح الاول لحکایة الثانی بقیل قلت قد جزم فی البغیة تلخیص القنیة
بانہ یورث بخلاف رزق القاضی کذا فی وقف الاشباہ ومغنم النہر مر گیا موذن اور امام اور حالانکہ دونون نے اپنا وظیفہ یعنی ماہانہ یا سالانہ وقف سے نہین پایا تو ساقط ہو گیا
مثل قاضی کے اسواسطے کہ وظیفہ مانند صلہ اور عطا کے ہے کہ بدون قبض ملک نہین ہوتا اور دوسرا قول یہ ہے کہ ساقط نہین ہوتا اسلیے کہ وہ اجرت کے مانند ہے کذا فی الدرر قبیل
باب المرتد وغیرہا مصنف نے اپنی شرح مین وہین کہا اور ظاہر در ترجیح قول اول کا مقتضی ہے یعنی سقوط کا بسبب حکایت قول ثانی کے بلفظ قیل مین کہتا ہون کہ بقیہ تلخیص القنیہ مین البتہ
یقین کیا ہے اسکا کہ امام اور موذن کا وظیفہ موروث ہوتا ہے بخلاف رزق قاضی کے کذا فی وقف الاشباہ ومغنم النہر ولو علی الامام دار وقف فلم یستوف الاجرة حتی مات ان اجرہا المتولی سقط وان
اجرہا الامام لا عمادیہ اور اگر امام مسجد پر ایک گھر وقف ہو سو اسنے کرایہ اس گھر کا پورا نہ پایا یہانتک کہ وہ مر گیا تو اگر وہ گھر متولی نے کرایہ دیا تھا تو کرایہ ساقط ہو گیا اور اگر اسکو امام نے
کرایہ دیا تو ساقط نہو گا کذا فی العمادیہ یعنی اسواسطے کہ امام کا اجارہ دینا بمنزلہ اسکی قبض کے قرار دیا گیا اخذ الامام الغلة وقت الادراک وذہب قبل تمام السنة لا یسترد منہ غلة باقی السنة
قصا کالجزیة وموت القاضی قبل الحول ویحل للامام غلة باقی السنة لو فقیرا وکذا الحکم فی طلبة العلم فی المدارس در امام نے غلہ لیا پختگی زراعت کے وقت اور اس مسجد سے چلا گیا قبل تمام
ہونے سال کے تو اس سے باقی سال کا غلہ پھیر نہ لیا جائیگا تو وہ ہو گیا جزیہ اور موت قاضی کے مانند سال سے پہلے اور حلال ہوگا امام کو غلہ باقی سال کا اگر وہ محتاج ہوگا اور یہی حکم
ہے طالب العلمون کا مدرسون مین کذا فی الدرر یعنی اگر طالب العلم غلہ سال بھر کا مدرسہ سے لیکر چلا جاوے تو استرداد نہین ہم اگر ذمی اثناے سال مین مر جاوے تو اس سے ایام گذشتہ کا جزیہ
نہ لیا جائیگا اور محتمل ہے کہ یہ مراد ہو کہ اگر اثناے سال مین جزیہ پیشگی دے پھر ذمی مسلمان ہو جاوے یا مر جاوے تو وہ یا اسکا وارث استرداد جزیہ نہین کر سکتا ونظم ابن الشحنة الغیبة المسقطة للمعلوم
المقتضیة للعزل منہ سہ وما لیس یعنی منہ ان لم یزد علی ٭ ثلث شہور فہو یعفی ویغفر ٭ اور ابن شحنہ نے نظم کیا ہے اس غیبت کو جو ساقط کرتی ہے مشروط کو اور مقتضی ہے معزول کو اور منجملہ
نظم مذکور یہ ہے اور جو غیبت ناچاری کی ہے اگر تین مہینہ سے زیادہ نہو تو وہ معاف اور مغفور ہے سہ وقد اطبقوا الا یاخذ السہم مطلقا ٭ لما قد مضی والحکم فی الشرع یسفر ٭ اور البتہ علما
نے اتفاق کیا ہے کہ در صورت غیبت ایام گذشتہ کا حصہ مطلقا نہ لے اور یہ حکم شرع مین مسافر کو واسطے ہم حصہ نہ لے مطلقا یعنی خواہ سفر ضروری ہو یا غیر ضروری قلت ہذا کلہ فی سکان
المدرسة وفی غیر فرض الحج وصلة الرحم اما فیہما فلا یستحق العزل والمعلوم کما فی شرح الوہبانیة للشرنبلالی مین کہتا ہون اور یہ تمام مذکور سکان مدرسہ مین اور فرض حج اور صلہ رحم کے
سوا مین ہے اور ان دونون مین یعنی فرض حج اور صلہ رحم مین تو مستحق عزل اور مشروط کا نہین کذا فی شرح الوہبانیہ للشرنبلالی وفی المنظومة المحبیة سہ لا یجوز استنابة الفقیہ لا ٭ ولا
المدرس لعذر حصلا ٭ کذلک حکم سائر الارباب ٭ ادم یکن عذر فذا من باب ٭ اور منظومہ محبیہ مین ہے کہ جائز نہین نائب کرنا فقیہ اور نہ مدرس کا بسبب عذر کے حاصل ہوا ایسطرح حکم ہے
باقی ارباب وظائف کا یا عذر نہو تو یہ عدم استنابت بطریق اولی جائز نہو گی سہ والمتولی لو للوقف اجرا ٭ لکنہ فی صلة ما ذکرہ من ای جہة تولی الوقفا ٭ ما جوزوا ذلک حیث
یلغی ٭ اور متولی نے اگر وقف کو اجارہ دیا لیکن اسنے وثیقہ اجارہ مین یہ ذکر نہین کیا کہ وہ کس وجہ سے متولی ہوا ہے وقف کا واقف کیطرف سے یا قاضی کیجانب سے تو
فقہانے یہ اجارہ دینا جائز نہین رکھا جہان کہین ہو سہ ومثلہ الوصی اذ تختلف ٭ حکمہما فی ما علی ما یعرف ٭ بحسب التقلید والنص فقس ٭ کل التصرف بلا تلبس ٭ اور مانند متولی
کے وصی ہے اسواسطے کہ متولی اور وصی دونون کا حکم بنا بر مشہور کے مختلف ہے بحسب تقلید اور نص کے سو قیاس کر لے اجارہ دینے پر جمیع تصرفات کو اسواسطے فقہا نے اجازت ندی تا احکام مین
اشتباہ نہ پڑے ہم جامع الفصولین مین ہے کہ ایجار متولی اور وصی بلا تصریح وجہ تولیت اور ایصا کی جائز نہین اسواسطے کہ باپ کے وصی اور دادا کے وصی اور ان کے وصی اور قاضی کی جہت سے وصی کے
احکام مختلف ہین قلت لکن للسیوطی رسالة سماہا الضبابة فی جواز الاستنابة ونقل الاجماع علی ذلک فلیحفظ مین کہتا ہون کہ جلال الدین سیوطی کا ایک رسالہ ہے جسکا نام انہون نے ضبابہ فی جواز
الاستنابہ رکھا ہے اور جواز نیابت پر اجماع فقہا نقل کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولایة نصب القیم الی الواقف ثم لوصیہ لقیامہ مقامہ ولایت قائم کرنی متولی کی واقف کیطرف
ہے پھر اسکے وصی کو بسبب قائم ہونے وصی کے مقام اسکے ولو جعلہ علی امر للوقف فقط کان وصیا فی کل شی خلافا للثانی ولو جعل النظر لرجل ثم جعل الآخر وصیا کانا ناظرین

بالم التخصيص وتمامه في الاسعاف فلو وجد كتابا وقف في كل اسم متول تاريخ فالثاني متاخر اشتركا بحر اور اگر واقف نے ایک شخص کو فقط امر وقف پر وصی کیا تو وہ ہر چیز میں وصی ہوگا بخلاف
ابو یوسف کے اور اگر واقف نے عہدہ نظارت ایک مرد کو دیا پھر دوسرے کو وصی کیا تو دونوں ناظر ہونگے تا علم تخصیص اور پورا بیان اسکا اسعاف میں ہے تو اگر وقف کے دو دستاویز پائے گئے
کہ ہر ایک میں ایک متولی کا نام ہے اور دوسرے وثیقہ کی تاریخ متاخر ہے تو دونوں شخص تولیت میں شریک ہونگے کذا فی البحر فرع مسئلہ طلحۃ شارح کا طالب التولية لا يولى الا المشروط له النظر لانه يتولى فريد التنفيد
نہر تولیت کی درخواست کرنیوالے کو تولیت نہ دیجائے سوائے اس شخص کے جسکے واسطے تولیت شرط ہو چکی تو اگر بعد شرط کے درخواست کریگا تو دیا جائیگا اسواسطے کہ وہ متولی ہو چکا
بسبب شرط کے تو وہ اس خواست سے تنفید شرط کا ارادہ کرتا ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا طالب تولیت کو اسواسطے تولیت نہ دیجائیگی کہ حدیث میں نہی وارد ہے ذا مات المشروط له
بعد موت الواقف ولم يوص لاحد فولاية النصب للقاضي اذ لا ولاية لمستحق الا بتولية كما مر پھر جبکہ وہ شخص مر گیا جسکے واسطے تولیت شرط تھی بعد موت واقف کے اور اسنے کسی کے واسطے وصیت نہیں
کی تولیت کی تو نصب متولی کی ولایت قاضی کیواسطے ہے نہ مستحق وقف کیواسطے اسواسطے کہ مستحق کو ولایت نہیں ہوتی مگر اسکی تولیت سے چنانچہ گذر گیا وما دام احد يصلح للتولية من اقارب الواقف
لا يجعل المتولي من الاجانب لانه اشفق ومن قصده نسبة الوقف اليهم اور جبتک کوئی شخص تولیت کی لیاقت رکھتا ہو واقف کے اقارب سے تو متولی بیگانوں سے نہ مقرر کیا جائے اسواسطے کہ
واقف کا برادری الاصلح زیادہ شفیق ہے اور اسکا مقصود یہ ہے کہ وقف کی نسبت اسکی خاندان کیطرف رہے اراد المتولي اقامة غيره مقامه في حياته وصحته ان كان التفويض له
بالشرط عاما صح ولا يملك عزله الا اذا كان الواقف جعل له التفويض والعزل ایک متولی نے اپنے غیر شخص کو بجائے خود قائم کرنیکا ارادہ اپنی زندگی اور صحت میں کیا اگر متولی کو تفویض
تولیت بسبب شرط کرنے واقف کے عام ہو تو اقامت مذکورہ صحیح ہے اور متولی مذکور اسکے معزول کرنیکا بعد اقامت کے مالک نرہیگا مگر جبکہ واقف نے اسیکے واسطے متولی کرنا اور
معزول کرنا دونوں مقرر کر دیا ہو طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح وصحته کو محذوف کرتا تا تفصیل آئندہ صحیح ہوتی سند صاحب اشباہ کے والا فان فوض في صحته لا يصح وان في مرض موته صح و
ينبغي ان يكون له العزل والتفويض الى غيره كالايصاء اشباہ اور اگر متولی نے غیر کو تولیت سپرد کی اپنی صحت میں تو صحیح نہیں اور اگر اپنے مرض الموت میں تفویض کی تو صحیح ہے اور سزاوار یہ ہے کہ اسکو
عزل و تفویض غیر کا اختیار ہو مثل وصیت کرنیکے کذا فی الاشباہ مثلا باپ کے وصی کو اختیار ہے کہ دوسرے کو وصی کرے اور اسکو معزول کرے قال وسئلت عن ناظر معين بالشرط ثم من بعده للحاكم فهل
اذا فوض النظر لغيره ثم مات ينتقل للحاكم فاجبت ان فوض في صحته فنعم وان في مرض موته لا ما دام المفوض له باقيا لقيامه مقامه وعن واقف شرط مرتبا لرجل معين ثم من بعده الفقراء ففرغ عنه لغيره
ثم مات هل ينتقل للفقراء فاجبت بالانتقال صاحب اشباہ نے کہا مجھ سے سوال ہوا اس ناظر کا جو معین ہے شرط سے پھر بعد اسکے حاکم کو اختیار ہے تو جب کہ ناظر مذکور غیر کو نظارت
سپرد کرے پھر مر جائے کیا اسکی ولایت حاکم کیطرف منتقل ہوگی سو میں نے جواب دیا کہ اگر ناظر نے اپنی صحت میں غیر کو تولیت تفویض کی تو ہاں حاکم کیطرف انتقال ہوگا اور اگر اسنے
اپنے مرض الموت میں تفویض کی تو انتقال نہ ہوگا جبتک وہ شخص باقی رہیگا جسکو ناظر نے تولیت سپرد کی بسبب قائم ہونے اس شخص کے بجائے ناظر کے اور مجھ سے سوال ہوا اس وقف
کرنیوالے کا جسنے بترتیب وقف کیا ایک مرد معین کیواسطے پھر بعد اسکے فقیروں کے واسطے سو مرد مستحق اپنا حصہ غیر کو حوالہ کرکے کنارہ گیر ہوا پھر مر گیا وظیفہ معلومہ کیا فقیروں کیطرف منتقل
ہوگا میں نے منتقل ہونیکا جواب دیا یعنے بعد موت مستحق مذکور کے وفيها للواقف عزل الناظر مطلقا به يفتى ولم ار حكم عزل المدرس والامام لو لم يجعل ناظرا فنصب القاضي لم يملك
الواقف اخراجه ولو عزل الناظر نفسه ان علم الواقف او القاضي صح والا لا اور اشباہ میں ہے کہ واقف کو اختیار ہے معزول کرنے ناظر کا مطلقا یعنے خواہ اسنے اپنے واسطے عزل شرط
کیا ہو یا نہ کیا ہو اسی کا فتوی ہے اور میں نے نہیں دیکھا حکم معزول کرنے واقف کا اس مدرس اور امام کو جنکو واقف ہی نے مقرر کیا اور اگر واقف نے ناظر معین نہیں کیا سو قاضی
نے منصوب کیا تو واقف اسکے اخراج کا مالک نہیں اور اگر ناظر نے اپنی ذات کو معزول کیا اگر واقف یا قاضی کو اسکا علم ہو تو عزل صحیح ہے ورنہ نہیں ہم طحطاوی نے کہا کہ امام اور
موذن کی معزولی تو مصرح ہے بلاشک مدرس کا بھی یہی حکم ہے خانیہ میں ہے کہ جب امام اور موذن بسبب عذر کے چھ مہینے اپنا کام نکریں تو متولی کو انکا معزول کرنا اور غیر کو قائم کرنا جائز
ہے انتہی لیکن یہ عزل بسبب عذر کے ہے اور کلام ہے عدم عذر میں باع دارا ثم باعها المشتري من آخر ثم ادعى انى كنت وقفتها او قال وقف على لم تصح فلا يحلف المشتري مثلا زید نے
گھر بیچا پھر اسکو خالد مشتری نے اور شخص سے بیچا بعد زید نے دعوی کیا کہ میں نے اس گھر کو وقف کر دیا تھا یا یوں کہا کہ وہ گھر مجھپر وقف تھا تو یہ دعوی صحیح نہیں تو قسم لیجاویگی مشتری سے ہم مشتری
کا بیع کرنا قید نہیں فتاوی ابن نجیم کے سوال میں یہ مذکور تھا شارح نے اسکو ذکر کر دیا اور مشتری پر اسواسطے حلف نہیں کہ حلف صحت دعوی پر مرتب ہے ولو اقام بينة او برهن بحجة شرعية قبلت

فسبطل البیع ویلزم اجر المثل فیہ لانی الملک لو استحق علی المعتمد بزازیۃ وغیرہا اور اگر بائع مذکور گواہ قائم کرے اُسکے وقف ہونے پر یا حجت شرعی ظاہر کرے تو مقبول ہوگی تو بیع باطل
ہوگی اور مشتری پر اجر مثل لازم ہوگا وقف میں نہ ملک میں درصورت اُسکے استحقاق کے بقول معتمد کذا فی البزازیہ وغیرہا اور وقف میں اجرت مثل لازم ہو جاتی ہی بلا عقد اجارہ بخلاف ملک
مستحق کے اور حجت شرعی سے وہ نوشتہ مراد ہی جو بیع کے وقف ہونے پر گواہی دے چنانچہ فتاوی ابن نجیم این سائل کے سوال میں مصرح ہی اور ظاہر بیان شارح کا اسپر دلالت کرتا ہی
کہ مکتوب پر عمل کرنا چاہیے یا بیان شرعی اور حالانکہ یہ قاعدہ مذہب کے مخالف ہی کہ خط معمول بہ نہیں ہوتا اور خود ابن نجیم نے سوال کے جواب میں فقط گواہوں پر اقتصار کیا ہی ہان
اشباہ کے بعضے محشیوں نے کہا ہی کہ قاضی کے محفوظ سجل پر عمل کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی ولیس للمشتری حبسہ بالثمن نیقہ من الاستحقاق اور مشتری کو جائز نہیں رکھنا وقف
مذکور کا قیمت لینے کیواسطے کذا فی القنیہ من باب الاستحقاق اسواسطے کہ حبس بجائے رہن ہی اور وقف میں رہن جائز نہیں وہی احدی المسائل السبع المستثناۃ من قولہم من سعی
فی نقض ما تم من جہتہ فسعیہ مردود علیہ اور دعوی یعنی بیع کرکے وقف کا دعوی کرنا ایک مسئلہ ہی ان سات مسائل سے جو مستثنی ہین فقہا کے اس قول سے کہ جو شخص سعی کرے اُسکے توڑنے
مین جو اُسی کی جہت سے پوری ہوئی ہی تو اُسکی سعی نا مقبول ہی کذا فی قضاء الاشباہ واعتمد فی الفتح والبحر انہ ان ادعی وقفا محکوما بلزومہ قبل والالا وہو تفصیل حسن اعتمدہ
المصنف فی الاستحقاق لکن اعتمد الاول آخر الکتاب تبعا للکنز وغیرہ اور فتح القدیر مین اور بحر الرائق مین اُسپر اعتماد کیا ہی کہ اگر بائع نے اسکا دعوی کیا کہ بیع ایسا وقف
ہی جسکے لزوم پر قاضی کا حکم ہو گیا تو دعوی اُسکا مقبول ہی اور نہین تو نہین اور یہ خوب تفصیل ہی جسپر مصنف نے باب الاستحقاق مین اعتماد کیا ہی لیکن آخر کتاب مین قول اول
پر یعنی اطلاق وقف پر خواہ لزوم کا حکم ہوا ہو یا نہوا ہو مصنف نے اعتماد کیا ہی کنز وغیرہ کے تابع ہوکر مع تفصیل مذکور امام کے قول پر مبنی ہی اور بقول مفتی بہ حکم بالزوم کی
کچھ حاجت نہین وفی العمادیۃ لاتقبل عند الامام وہو المختار وصوبہ الزیلعی قال وہو احوط اور عمادیہ مین ہی کہ گواہ مقبول نہین امام کے نزدیک اور یہی مختار ہی اور زیلعی نے اسکو تصویب
کی ہی اور کہا کہ یہی قول قریب تر باحتیاط ہی وفی دعوی المنظومۃ المحبیۃ وہذا فی وقف ہو حق اللہ تعالی اما لو کان علی العباد لم یجز قلت قد قدمنا قبولہا مطلقا لثبوت اصلہ لان
للفقراء فتدبر وفی فتاوی ابن نجیم نعم تسمع دعواہ وبینتہ ویبطل البیع اور منظومہ محبیہ کے کتاب الدعوی مین ہی اور یہ یعنی دعوی وقف کے گواہ مقبول ہونا اس وقف مین
ہی جو حق اللہ ہی اور اگر وقف عباد پر ہو تو جائز نہین مین کہتا ہون ہم مقدم ذکر کر چکے مقبول ہونا شہادت کا مطلقاً واسطے ثابت ہونے اصل وقف کے کیونکہ اُسکا
انجام کار فقیرون کے لیے ہی تو اُسکو غور کر لے اور ابن نجیم کے فتاوی مین ہی کہ ہان دعوی وقف کا اور گواہی مسموع ہی اور بیع باطل ہوگی البانی للمسجد اولی من القوم
بنصب الامام والمؤذن فی المختار الا اذا عین القوم اصلح ممن عینہ البانی بنانے والا مسجد کا مقدم ہی اہل محلہ سے امام اور مؤذن کے مقرر کرنے مین بقول مختار مگر جبکہ قوم نے
امام اور مؤذن بانی کے امام اور مؤذن سے اصلح اور الیق معین کیا یعنی اسوقت مین تجویز اہل محلہ بہتر ہی اسواسطے کہ اسکی منفعت اہل محلہ کیطرف راجع ہی صح الوقف قبل
وجود الموقوف علیہ فلو وقف علی اولاد زید ولا ولد لہ او علی مکان ہیاہ لبناء مسجد او مدرسۃ صح فی الاصح صحیح ہی وقف کرنا قبل وجود موقوف علیہ کے تو اگر خالد نے
زید کی اولاد پر وقف کیا اور حالانکہ اُسکے کوئی اولاد نہین یا اس مکان پر وقف کیا جسکو مسجد یا مدرسہ بنانے کے لیے مہیا کیا تو صحیح ہی قول اصح مین وتصرف الغلۃ
للفقراء الی ان یولد لزید او یبنی المسجد عمادیہ زاد فی النہر وینبغی انہ لو وقفہ علی مدرسۃ یدرس فیہا المدرس مع طلبتہ فدرس فی غیرہا لتعذر التدریس فیہا ان تصرف
العلوفۃ لہ لا للفقراء کما یقع فی الروم اور صرف کیا جاوے محصول وقف کا فقیرون پر یہان تک کہ زید کی اولاد ہو یا مسجد بنائی جاوے کذا فی العمادیہ نہر الفائق
مین اتنا زیادہ کیا ہی کہ اگر واقف نے وقف کیا اُس مدرسہ پر جسمین مدرس درس کرتا ہی طالب علمون کے ساتھ سو مدرس پڑھانے لگا اور مدرسہ مین سوا اسے
اسکے بسبب متعذر رہونے درس کے اُس مدرسہ مین تو لائق یہ ہی کہ علوفہ مدرس کو دیا جاوے نہ فقیرون کو چنانچہ بلاد روم مین رائج ہی ہم تدریس متعذر ہوئی بسبب
منہدم ہو جانے مدرسہ کے یا بعید واقع ہونیکے آبادی سے فروع مہمۃ حدثت للفتوی یہ مسائل ضروریہ ہین جو فتوی کیواسطے حادث ہوے ہم شارح علامہ نے آخر کتاب الوقف
مین بکثرت مسائل ملحقہ کو زیادہ کیا اور بعد نصف کتاب کے تنگنائے ایجاز سے نکلکر گلگشت میدان اطناب فقط اسی باب مین پسند کیا ارصد الامام ارضا علی
مساقیۃ لیصرف خراجہا لکلفتہا فاستغنی عنہا لخراب البلد فنقلہا وکیل الامام لمساقیۃ ہی ملک ہل یصح اجاب بعض الشافعیۃ بان الارصاد علی

الملک صار علی المالک یعنی فتصح فحینئذ یلزم المرصد علیہ درارتہا کما کانت کما فی الحاوی الحوض اذا خرب صرفت اوقافہ فی حوض آخر فقد برمتقرر کردی بادشاہ نے کوئی زمین ایک
نہر پر تا اُسکا محصول نہر کی درستی اور مرمت کیواسطے صرف ہوا کرے پھر اس نہر کی حاجت نہ رہی شہر کے ویران ہوجانے سے سو بادشاہ کے وکیل نے اُسکا خراج اُس
نہر کیطرف نقل کیا جو مملوک ہی کیا یہ نقل کرنا صحیح ہی بعضے شافعیوں نے جواب دیا مملوک پر مقرر کردینا مالک پر مقرر کرنا ہی یعنے صحیح ہی تو اسوقت بین مرصد علیہ یعنی نالک
نہر پر اُسکا جاری رکھنا اور صرف کرنا لازم ہی چنانچہ پہلی نہر پر صرف کرنا لازم تھا اسواسطے کہ حاوی مین ہی کہ جب حوض ویران ہوجاے تو اُسکے اوقاف کو دوسرے حوض پر صرف
کرنا چاہیے سو اسکو غور کرو طحطاوی نے کہا حاوی کے مسئلہ مین نقل وقف ہی ایک وقف سے دوسرے وقف کیطرف اور حادثہ مذکورہ مین نقل ہی وقف سے ملک کیطرف

دار کبیرۃ فیہا بیوت وقف بیتا منہا علی عتیقۃ فلان والباقی علی ذریتہ و عقبہ ثم عم علی عتقائہ قال الوقف الی الفقراء ہل یدخل من خصہ بالبیت فی الثانی اختلف الافتاء
اخذا من خلاف مذکور فی الذخیرۃ لکن فی الخانیۃ اوصی لرجل بمال و الفقراء بمال والموصی لہ محتاج ہل یعطی من نصیب الفقراء اختلفوا والاصح نعم ایک بڑا گھر ہی جسمین چند مکانات
اور کوٹھریان ہین مالک نے اُسمین سے ایک کوٹھری فلانے اپنے آزاد غلام پر وقف کی اور باقی مکانات کو اپنی ذریت اور پس ماندون پر وقف کیا پھر اُنکے بعد اپنے آزاد غلامون پر
پھر وقف مذکور بعد مرجانے ذریت کے آزادون کیطرف پھر آگیا اِس وقف ثانی مین وہ شخص بھی داخل ہوگا جسکو واقف نے خاص کردیا تھا ایک کوٹھری دیگر اِس سوال کے جواب
مین فتوی مختلف ہی باعتبار اِس خلاف کے جو ذخیرہ مین مذکور ہی لیکن خانیہ مین ہی کہ وصیت کی ایک مرد کیواسطے ایک مال کی اور فقیرون کے واسطے وصیت کی دوسرے مال کی اور
جس شخص کیواسطے اول وصیت ہوئی وہ محتاج ہی کیا اُسکو فقیرون کے حصہ سے دیا جائیگا اِسمین علما مختلف ہین اور قول اصح یہ ہی کہ ہان اِسکو بھی دیا جائیگا ام ذخیرہ مین مذکور ہی کہ اگر
اپنی زمین کا نصف محصول اپنے محتاج قرابتیون پر مقرر کیا اور نصف ثانی کو مساکین کیواسطے معین کیا سو اُسکے قرابت والے محتاج ہوگئے کیا نصف مساکین سے اُسکو دیا جائیگا ہلال
نے کہا نہ دیا جائیگا اور یہی قول ہی ابراہیم بن خالد کا اور ابراہیم بن یوسف اور علی فارسی اور ہندوانی نے کہا اُنکو بھی دیا جائیگا انتہی ذخیرہ مین کسی قول کی ترجیح نہ تھی لہذا خانیہ سے
استدراک کیا کہ دینا اصح ہی استاجر دارا موقوفۃ فیہا اشجار مثمرۃ ہل لہ الاکل منہا الظاہر لا اذا لم یعلم شرط الواقف لم یاکل لما فی الحاوی غرس فی المسجد شجر الثمرۃ ان غرس
للسبیل فلکل مسلم الاکل فتباع لمصالح المسجد وقف کا گھر کرایہ لیا جسمین پھل والے درخت ہین کیا کرایہ دار کو اُنمین سے کھانا درست ہی ظاہر جواب یہ ہی کہ جب واقف کی شرط معلوم
نہو تو کھاے اسواسطے کہ حاوی مین ہی کہ واقف نے مسجد مین پھلدار درخت بوئے اگر فی سبیل اللہ وقف کیواسطے بوئے تو ہر مسلم کو اُسکا کھانا جائز ہی اور نہین تو پھل بیچے جائین
ضروریات مسجد کیواسطے وفہم شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفہوم والدلالۃ ووجوب العمل بہ فیجب علیہ خدمتہ وظیفتہ او ترکہا لمن یعمل والا اثم لا سیما فیما یلزم بترکہا تعطیل الکل من النہر
یہ قول فقہا کا کہ وقف کرنیوالے کی شرط شارع کی نص کے مانند ہی یعنی مفہوم اور دلالت اور وجوب عمل مین تو صاحب خدمت پر اپنے وظیفہ کی خدمت کرنا یا وظیفہ چھوڑنا اِس
شخص کیواسطے جو خدمت مذکورہ ادا کرتا ہو واجب ہی اور اگر باوجود عدم کارگزاری کے وجہ مقرری کو لیگا تو گنہگار ہوگا علی الخصوص اُس خدمت مین جسکے ترک سے تعطیل لازم آوے
چنانچہ تدریس مدرس کی یہ سب فروع مذکورہ نہر الفائق سے منقول ہین ام فتاوے خیریہ مین ہی کہ واقف کی عبارت اگر من قبیل مفسر ہی جو محتمل تخصیص اور تاویل نہین تو
اِسپر عمل کیا جائیگا اور جو من قبیل ظاہر ہی تو اِسکا بھی یہی حکم ہی اور اگر محتمل ہی لیکن اُسمین قرینہ ہی تو اُسپر بھی عمل ہوگا اور اگر مشترک اور مجمل ہی تو عمل نہوگا لیکن اگر واقف زندہ
ہوگا تو اُس سے دریافت کیا جائیگا وفی الاشباہ الجامکیۃ فی الاوقاف لہا شبہ الاجرۃ ای فی ضمن المباشرۃ والحل للاغنیاء وشبہ الصلۃ فلو مات او عزل لا یسترد المعجلۃ وشبہ
الصدقۃ لتصحیح اصل الوقف فانہ لا یصح علی الاغنیاء ابتداء وتمامہ فیہا اور اشباہ مین ہی کہ وظیفہ مرتبہ اوقاف مین اجرت کے مشابہ ہی ہنگام خدمت گزاری مین اور
اغنیا کیواسطے حلال ہونے مین اور مشابہ ہی صلہ اور عطا کے تو اگر صاحب خدمت مثلاً امام یا مدرس مرجاے یا معزول ہو تو جو پیشگی لیچکا وہ نہ پھیر لیا جاویگا اور
مشابہ ہی کہ صدقہ کیواسطے صحیح ہونے اصل وقف کے اِسواسطے کہ وقف صحیح نہین مالدارون پر باعتبار ابتدا کے اور پورا بیان اِسکا اِسمین ہی ام جاگیر عطا کے مانند ہی یعنی
جو دفتر مین مقاتلین اور غیر مقاتلین کے نام پر ثابت ہی لیکن عطا سالیانہ ہی اور جاگیر ماہیانہ مگر یہان جاگیر سے وہ مراد ہی جو واقف کی جانب سے مرتب ہو کذا فی الطحطاوی یکرہ
اعطاء نصاب لفقیر من وقف الفقراء الا اذا وقف علی فقراء قرابتہ اختیار ومنہ یعلم حکم المرتب الکثیر من وقف الفقراء لبعض العلماء والفقراء فلیحفظ مکروہ ہی

بقدر نصاب کے فقیرون کو دینا فقرا کے وقف سے مگر جبکہ واقف نے اپنے قرابتی فقیرون پر وقف کیا تو بقدر نصاب بنا مکروہ نہین کذا فی الاختیار اور اسی سے معلوم ہو گیا حکم
مرتب کثیر کا فقرا کے وقف سے یعنے محتاج علما کو واسطے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنے فقیرون کے وقف سے بقدر نصاب یا زیادہ محتاج عالم کو دینا جائز نہین اس واسطے کہ وقف صدقہ
ہے تو مشابہ زکوٰۃ ہوا لیس للقاضی ان یقرر وظیفۃ فی الوقف بغیر شرط الواقف ولا یحل للمقرر الاخذ الا النظر علی الواقف باجر مثلہ قنیہ یہ قاضی کو جائز نہین کہ کسی کے واسطے وظیفہ
مقرر کرے وقف مین بدون شرط واقف کے اور جسکے واسطے قاضی نے مقرر کر دیا اسکو لینا حلال نہین مگر نظارت وقف بعوض کی اجرۃ مثل کے قاضی کو جائز ہے کذا فی القنیہ م
یہ اسوقت ہے جب ضرورت نہو اور اگر ضرورت داعی ہو اور بحث مصلحت مقتضی ہو تو قاضی کے پاس مرافعہ کیا جاے اور ضرورت ثابت کیجاے تو قاضی اُسکو مقرر کرے جو اُسکی اصلاح کرے اور اُسکے واسطے
اجرت مثل معین کر دے یا متولی کو قاضی اجازت اسکی دے کذا فی الطحطاوی عن ابو السعود الجبیہ یجوز الزیادۃ من القاضی علی معلوم الامام ان کان لایکفیہ وکان عالما تقیا ثم قال
بعد ورقتین والخطیب ملحق بالامام بل ہو امام الجمعۃ قات واعتمدہ فی المنظومۃ المحبیۃ قاضی کو جائز ہے زیادہ کرنا امام کی وجہ تقرری پر جبکہ اسکو کفایت نکرتی ہو اور وہ عالم متقی ہو کہہ
صاحب اشباہ نے کہا دو ورق کے بعد اور خطیب امام کے ساتھ ملحق ہے بلکہ خطیب وہ امام الجمعہ ہے مین کہتا ہون اور اسی روایت پر اعتماد کیا ہے منظومہ محبیہ مین ونقل عن المبسوط ان السلطان
یجوز لہ مخالفۃ الشرط اذا کان غالب جہات الوقف قری ومزارع یعمل بامرہ وان غایر شرط الواقف لان اصلہا لبیت المال اور منظومہ محبیہ کے مصنف نے خواہرزادہ کی مبسوط سے نقل
کیا ہے کہ البتہ بادشاہ کو مخالفت شرع کی جائز ہے جبکہ اکثر جہات وقف کی دیہات اور اراضی زراعت کی ہون تو اُسکے حکم کے موافق عمل کیا جاے اگرچہ واقف کی شرط کے مغائر
ہو اسواسطے کہ دیہات اور اراضی کی اصل بیت المال کی ملوک ہے یصح تعلیق التقریر فی الوظائف فلو قال القاضی ان مات فلان او شغرت وظیفۃ کذا فقد قررتک فیہا صح وظائف
مین مقرر کرنیکی تعلیق صحیح ہے تو اگر قاضی کہے کہ اگر فلانا شخص مرجاے یا فلانا وظیفہ خالی ہو تو مین نے تجھکو اسمین مقرر کیا تو یہ تعلیق صحیح ہے لیس للقاضی عزل الناظر بمجرد
شکایۃ المستحقین حتی یثبتوا علیہ خیانۃ وکذا الوصی جائز نہین قاضی کو معزول کرنا متولیہ کا بمجرد شکایت مستحقین کے یہانتک کہ اُسپر خیانت ثابت کرین اور اسیطرح وصی
کو معزول کرنا بدون اثبات خیانت جائز نہین الناظر اذا اجر انسانا فہرب ومال الوقف علیہ فلم یضمن بخلاف ما اذا فرط فی خشب الوقف حتی ضاع ضمن ناظر نے جب کہ
اجارہ دیا کسی آدمی کو سو وہ بھاگ گیا اور حالانکہ اسپر وقف کا مال ہے تو ناظر پر ضمان نہین بخلاف اسکے کہ جب کہ ناظر نے وقف کی لکڑیون کی محافظت اور خبر گیری نکی یہانتک
کہ وہ ضائع ہوئی تو اُسپر ضمان لازم ہے م اور یہی حکم ہے مسجد کے فرش کا جب کہ نہ جھاڑا گیا اور دیمک اُسکو کھا گئی یا کتب موقوفہ کے داروغہ نے خبر گیری نہ کی
یہانتک کہ دیمک کھا گئی تو اُسپر ضمان ہے اگر اُسکی کچھ اجرت معین ہو کذا فی الصیرفیہ لا تجوز الاستدانۃ علی الوقف الا اذا احتیج الیہا لمصلحۃ الوقف کتعمیر وشراء
بذر فیجوز بشرطین الاول اذن القاضی فلو بعد منہ یستدین بنفسہ الثانی ان لا یتیسر اجارۃ العین والصرف من اجرتہا والاستدانۃ القرض او الشراء
نسیئۃ جائز نہین استدانت یعنی دین کرنا وقف پر مگر جب اُسکی حاجت ہو وقف کی مصلحت کے واسطے چنانچہ مرمت کرنا یا زمین وقف کے واسطے
بیج مول لینا تو استدانت جائز ہے دو شرطون سے شرط اول اذن قاضی ہے سو اگر ناظر وقف دور ہو قاضی سے تو خود بلا اذن قاضی استدانت
کرے دوسری شرط یہ ہے کہ عین وقف کا اجارہ دینا اور اُسکی اجرت سے صرف کرنا ممکن نہ ہو اور یہان استدانت سے مراد قرض ہے یا اُدھار خرید
کرنا م حلبی نے کہا صواب یہ ہے کہ شارح بجاے قرض استقراض کہتا اس واسطے کہ قرض عبارت ہے قرض دینے سے اور استقراض قرض لینے سے
وہل للمتولی شراء متاع فوق قیمتہ ثم بیعہ للعمارۃ ویکون الربح علی الوقف الجواب نعم کیا متولی کو جائز ہے خرید کرنا متاع کا اُسکی قیمت سے زیادہ کر کے پھر اُسکا
بیچنا عمارت کے واسطے اور مقدار زیادت کو وقف پر ڈالنا جواب اسکا یہ ہے کہ ہان متولی کو جائز ہے م طحطاوی نے کہا منشاء اس جواب کا عدم اطلاع حکم
سابقین پر ہے اسواسطے کہ تاتارخانیہ اور قنیہ مین ابو یوسف سے یون منقول ہے کہ زیادتی قیمت کو متولی وقف سے نہ دے بلکہ اپنے مال سے دے اسی پر فتوی ہے اقر ارض فی
یدہ غیرہ انہا وقف وکذبہ ثم ملکہا صارت وقفا زمین مقبوضہ غیر مین ایک شخص نے اقرار کیا کہ یہ وقف کی زمین ہے اور قابض نے اسکی تکذیب کی پھر کسی وجہ
سے مقر اس زمین کا مالک ہوا تو وہ زمین وقف ہو جاویگی یعمل بالمصادقۃ علی الاستحقاق وان خالفت کتاب الوقف لکن سے

فی حق المقر خاصۃ فلو اقر المشروط لہ الریع او النظر انہ یستحقہ فلان دونہ صح ولو جعلہ لغیرہ لا ویجی آخر الاقرار عمل کیا جائیگا باہم تصدیق کے بموجب مستحق ہونے پر اگرچہ یہ مصادقت وثیقہ کے مخالف ہو لیکن یہ عمل فقط مقر کے حق مین مخصوص ہوگا سو اگر اُس شخص نے جسکے واسطے وقف کی آمدنی یا تولیت مشروط ہے اقرار کیا کہ اس آمدنی یا تولیت کا فلانا شخص مستحق ہے نہ مین تو یہ صحیح ہے اور اگر موقوف علیہ اپنا حصہ غیر کے واسطے مقرر کریگا تو صحیح نہوگا اور آگے کتاب الاقرار کے اخیر مین یہ مسئلہ آویگا ہم اقرار موقوف علیہ کا مخالف وثیقہ وقف کے اِس احتمال سے صحیح ہوا کہ شاید واقف نے مقر کے بعد غیر شخص کے واسطے معین کر دیا ہو اور غیر کو اپنا حصہ دینا صحیح اسواسطے نہوا کہ استحقاق مشروط وارث کے مانند ساقط کرنے سے ساقط نہین ہوتا ولا یکفی صرف الناظر لثبوت استحقاقہ بل لابد من اثبات نسبہ ویجی فی باب دعوی ثبوت النسب اور کفایت نہین کرتا صرف کرنا متولی کا واسطے ثابت ہونے استحقاق مستحق کے بلکہ ضرور ہے اسکی نسب کے اثبات سے اور دعوی ثبوت النسب کے باب مین آگے آویگا ہم صرف کرنا متولی کا بسبب احتمال خطا مثبت استحقاق نہین متی ذکر الواقف شرطین متعارضین یعمل بالمتاخر منہما عندنا لانہ ناسخ للاول جب واقف نے دو شرطین متعارض ذکر کین تو شرط متاخر پر عمل ہوگا ہمارے نزدیک اسواسطے کہ متاخر اول شرط کی ناسخ ہے ہم شرطین متعارضین چنانچہ واقف نے اول استبدال وقف کو ذکر کیا پھر منع کر دیا الوصف بعد الجمل یرجع الی الاخیر عندنا والی الجمیع عند الشافعیۃ لو بالواو ولو بثم فالی الاخیر اتفاقا الکل من وقف الاشباہ وتمامہ فی القاعدۃ التاسعۃ صفت بعد تمام معطوفات کے راجع ہوتی ہے اخیر معطوف کیطرف ہمارے نزدیک اور سب معطوفات کیطرف راجع ہوتی ہے شافعیون کے نزدیک اگر عطف بحرف واو ہو اور اگر عطف بحرف ثم ہو تو اخیر معطوف کیطرف باتفاق حنفیہ اور شافعیہ راجع ہوتی ہے یہ سب مسائل سابقہ مذکورۂ اشباہ کے کتاب الوقف سے منقول ہین اور پورا بیان اِسکا اشباہ کے نوین قاعدہ مین ہے ہم یعنی اگر واقف نے یون کہا کہ وقفت علی اولادی واولاد اولادی واولاد اولاد اولادی الذکور تو ہمارے نزدیک ذکور صفت ہے بطن ثالث کی نہ بطن اول اور ثانی کی بخلاف شافعیہ کے من وقف حال صحتہ وقال علی الفریضۃ الشرعیۃ قسم علی ذکورہم واناثہم بالسویۃ ہو المختار المنقول عن الاخیار کما حققہ مفتی دمشق یحیی بن المنقار فی الرسالۃ المرضیۃ علی الفریضۃ الشرعیۃ ونحوہ فی فتاوی المصنف جس شخص نے وقف کیا اپنی اولاد پر اپنی صحت مین اور یون کہا کہ مین نے وقف کیا بموجب فریضہ شرعیہ کے تو وارثون کے ذکور اور اناث پر تقسیم ہوگی یہی قول مختار علماء اخیار سے منقول ہے چنانچہ اسکو بہ تحقیق بیان کیا ہے مفتی دمشق یحیی بن منقار نے رسالہ مرضیہ علی الفریضۃ الشرعیۃ مین اور اِسی کے مانند ہے مصنف کے فتاوی مین ہم طحطاوی نے کہا کہ فریضہ شرعیہ سے شاید اسواسطے تساوی ذکور اور اناث کی ثابت ہوئی کہ بسبب فرض کے بین المتساوین فی الدرجۃ والقوۃ کے ارث برابر ہوتی ہے چنانچہ اولاد مادری مین اور تفاوت بین الابن والبنت تو بسبب عصوبت کے ہے نہ بواسطے فرض کے واللہ اعلم وفیما اذا ثبتت بطریق شرعی وقفیۃ مکان وجب نقض البیع ولا اثم علی البائع مع عدم علمہ وللمتولی اجر مثلہ ولو بنی المشتری او غرس فذلک لہما فیسلک معہما الانفع للوقف اور فتاوی مصنف مین ہے جبکہ بطریق شرعی ثابت ہو وقف ہونا مکان کا تو اُسکی بیع کو توڑنا واجب ہے اور کچھ گناہ نہین اُسکے بائع پر اسکی ناواقفیت کے ساتھ اور متولی کو اجرت مثل ہے مشتری سے اور اگر مشتری نے زمین وقف مین عمارت بنائی یا درخت لگایا تو وہ عمارت اور درخت بانی اور غارس کا ہے تو عمارت اور درخت کے ساتھ وہ کرنا چاہیے جو نافع تر ہو وقف کے واسطے یعنی اگر عمارت اور درخت وقف کے واسطے نافع ہو تو متولی اُسکا متصرف ہو اور اگر مشتری کے اجارہ مین رکھنا نافع ہو تو اُسکے پاس رہنے دے وفی البزازیۃ معزیا للجامع انما یرجع بقیمۃ البناء بعد نقضہ ان سلمہ المشتری للبائع وان امسکہ لم یرجع بشئ بخلاف ما لو استحق المبیع اور بزازیہ مین ہے جامع سے کہ رجوع کرنا بقیمت عمارت تو بعد شکستگی عمارت کے ہے یعنی بناء منقوض کی قیمت معتبر ہے نہ بناء قائم کی اگر مشتری نے اُسکو بائع کے تسلیم کر دیا ہو اور اگر اپنے پاس رکھا ہو تو مشتری کچھ نہ پاویگا بخلاف اِسکے وہ ہے اگر بیع مین استحقاق ملک غیر ثابت ہو یعنی وہان مشتری بناء قائم کی قیمت لیگا نہ بناء منقوض کی ولو انقطع ثبوتہ فما کان فی دواوین القضاۃ اتبع والا فمن برہن علی شئ حکم لہ بہ والا صرف للفقراء ما لم یظہر وجہ بطلانہ بوجہ شرعی فیعود للملک واقفہ لو لوارثہ او لبیت المال اگر منقطع ہو ثبوت اُسکا یعنے مصرف وقف کا معلوم نہ ہو بہ سبب تقادم زمان کے سو جو مصرف قاضیون کے دفاتر مین مرقوم ہو تو اُسکی پیروی کرنا چاہیے اور اگر وہان نہو سو جو شخص کہ کسی چیز کو بگواہی ثابت کرے تو اُسکا حکم کیا جائے

اور اگر گواہی بھی نہو تو فقیرون پر صرف کیا جاے جبتک کہ وجہ بطلان وقف فقرا بوجہ شرعی نہ ظاہر ہو اور اگر بطلان وقف فقرا ظاہر ہوا اسطرح پر کہ اُسکے واقف نے
اُسکو اغنیا پر وقف کیا تو وقف مذکور واقف کی ملک مین پھر آویگا اگر وہ زندہ ہو یا اُسکے وارث کی ملک مین اگر واقف مرگیا ہو یا بیت المال کی ملک مین
عود کریگا اگر واقف اور وارث کوئی نہو فلو وقفه السلطان عاما جاز و لجهة خاصة فظاهر كلامهم لا يصح اور اگر وقف کیا بادشاہ نے علی العموم تو جائز ہو اور اگر
جہت خاص کے واسطے وقف کیا چنانچہ ایک شخص کی اولاد پر وقف کیا تو ظاہر کلام فقہا یہ ہو کہ یہ وقف خاص نہین م یعنی سلطان کا وقف بیت المال سے
عام صحیح ہو نہ خاص اسواسطے کہ خصوصیت مین بقیہ مسلمین کی حق تلفی ہو کذا فی شرح الوہبانیہ لو شهد المتولی مع آخر بوقف سکان کذا علی المسجد فظاهر کلامهم
قبولها اگر گواہی دی متولی نے دوسرے گواہ کے ساتھ فلانے سکان کے وقف ہونے کی مسجد پر تو ظاہر کلام علما قبول شہادت پر دلالت کرتا ہو لا تلزم المحاسبة
فی کل عام و یکتفی القاضی منه بالاجمال لو معروفا بالامانة ولو متهما یجبره علی التعیین شیئا فشیئا ولا یحبسه بل یهدده ولو اتهمه یحلفه قنیة قلت وقدمنا فی الشركة ان
الشريك والمضارب والوصی والمتولی لا يلزم بالتفصيل وان غرض قضاتنا ليس الا الوصول لسحت المحصول لازم نہین محاسبہ متولی کا ہر سال اور قاضی متولی
کو محاسبہ اجمالی پر کفایت کرے اگر وہ امانت مین مشہور ہو اور اگر متہم بخیانت ہو تو اسپر جبر کرے تعیین مصارف پر اندک اندک اور اسکو قید نہ کرے بلکہ اُسکو دھمکا دے
اور اگر اُسکو متہم پاوے تو قسم کھلاوے کذا فی القنیہ مین کہتا ہون اور ہمنے کتاب الشرکہ مین مقدم ذکر کیا ہو کہ شریک اور مضارب اور وصی اور متولی کو حساب
دینا بتفصیل لازم نہین اور ہمارے زمانہ کے قاضیون کو حساب لینے سے کچھ غرض نہین سواے حاصل کرنے حرام مال کے لو ادعى المتولی الدفع قبل قوله
بلا يمين لكن افتى المنلا ابو السعود انه ان ادعى الدفع من غلة الوقف فی وقفه كاولاده واولاد اولاده قبل قوله وان ادعى الدفع الى الامام بالجامع والبواب ونحوهما
لا يقبل قوله كما لو استاجر شخصا للبناء فی الجامع باجرة معلومة ثم ادعى تسليم الاجرة لم يقبل قوله قال المصنف وهو تفصيل فی غاية الحسن فيعمل به واعتمده ابنه فی حاشية
الاشباه اگر متولی نے حقدار کو حق دینے کا دعوی کیا تو اُسکا قول بدون قسم کے مقبول ہوگا لیکن مفتی ملا ابو سعود نے فتوی دیا ہو اسکا کہ اگر متولی نے
دعوی کیا حق دینے کا غلہ وقف دینے سے اپنے وقف مین چنانچہ اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کو تو اُسکا قول مقبول ہو اور اگر اُسنے جامع مسجد کے
امام یا دربان اور مانند اُنکے اہل خدمات کے دینے کا دعوی کیا تو اُسکا قول مقبول نہوگا چنانچہ اگر ایک شخص کو مزدوری لگایا جامع مسجد کی تعمیر کے واسطے بعوض
اجرت مقرری کے پھر دعوی کیا تسلیم اجرت کا تو اُسکا قول مقبول نہین مصنف نے اپنے فتاوی مین کہا کہ یہ تفصیل مفتی مرحوم کی نہایت خوبی مین ہو تو اسی پر
عمل کرنا چاہیے اور اسی پر مصنف کے بیٹے نے حاشیہ اشباہ مین اعتماد کیا ہو قلت وسیجی فی العارية معزيا لاخی زاده لو آجر القيم ثم عزل فقبض الاجرة للمنصوب فی
الاصح مین کہتا ہون اور آگے آویگا کتاب العاریۃ مین نقل قول اخی زادہ کہ اگر متولی نے مکان وقف اجارہ دیا پھر وہ متولی معزول ہوا تو اجرت لینا متولی
منصوب کا حق ہو قول اصح مین اسواسطے کہ متولی سابق کا اجارہ دینا وقف کے واسطے تھا نہ اپنی ذات کے واسطے وهل يملك المعزول مصادقة المستاجر على
التعمير قيل نعم قال المصنف والذی ترجح عندی لا اور کیا متولی معزول مالک ہو تصدیق مستاجر کا مرمت پر بعضون نے کہا ہان مالک ہو مصنف نے کہا اور جو قول
میرے نزدیک راجح ہو وہ عدم ملک مصادقت ہو یعنی اگر متولی معزول کہے کہ مینے مستاجر کو مرمت کرنے کا اور صرف مجرا دینے کا اذن دیا تھا تو اسمین اختلاف ہو علما کا ليس للمتولی اخذ
زيادة على ما قدر له الواقف اصلا جائز نہین متولی کو زیادہ لینا اسپر جو اسکے واسطے واقف نے مقرر کر دیا مطلقا خواہ اجرت مثل کے برابر ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی ويجب صرف جميع
ما يحصل من نماء وعوائد شرعية وعرفية لمصارف الوقف الشرعية اور جو بڑھوتی اور فوائد شرعی اور عرفی حاصل ہون اُن سب کا وقف کے مصارف شرعیہ مین صرف کرنا واجب ہو م
یہ اُس صورت مین ہو کہ جب متولی کی اجرت نہ مقرر ہوئی ہو والا عوائد قدیمہ معہودہ کا متولی کو لینا جائز ہو اسواسطے کہ معہود کا لمشروط ہو کذا فی الطحطاوی ويجب على
الحاكم امر المرتشی برد الرشوة على الراشی غب الدعوى الشرعية الكل من فتاوى المصنف قلت لكن سيجی فی الوصايا ومر ايضا ان للمتولی اجر مثل عمله
مسئلہ اور واجب ہو حاکم پر رشوت لینے والے پر حکم کرنا رشوت پھیر دینے کا رشوت دینے والے کو بعد دعوی شرعی کے یہ مسائل سابقہ فتاوی مصنف سے

منقول ہین مین کتا ہون لیکن کتاب الوصایا مین آویگا اور مذکور ہو چکا ہو کہ متولی کو اپنے عمل کی اجرت مثل لینا جائز ہو تو آگاہ ہو جا م طحطاوی نے کہا یہ شارح
نے استدراک کیا اُس قول کا کہ متولی کو وظیفہ واقف سے زیادہ لینا جائز نہین اور حالانکہ بین القولین کچھ منافات نہین اسواسطے کہ عدم جواز درصورت مقرر
کردینے واقف کے ہو اور جواز اجرت مثل اُس صورت مین ہو جبکہ قاضی نے متولی کو مقرر کیا ہو چنانچہ بحر الرائق مین مفصلاً مذکور ہو ولو وقف لفقراء قرابته لم یستحق مدعیها

دلو دلیا لصغیر لا ببنیته علی فقره وقرابته مع بیان جهتها فاذا قضی له استحقه من حین الوقف علیه فتاوی ابن نجیم اگر واقف نے وقف کیا اپنے قرابت والے محتاجون پر
تو قرابت کا مدعی مستحق وقف نہوگا اگرچہ مدعی صغیر کا ولی ہو بدون گواہی کے اپنی محتاجی اور قرابت پر جہت قرابت کے بیان کے ساتھ پھر جب قاضی کا حکم ہوگا
اُسکے استحقاق پر تو وہ مستحق ہوگا وقف کا وقف کرنیکے وقت سے کذا فی فتاوی ابن نجیم وفیها سئل عمن شرط السکنی لزوجته فلانة بعد وفاته ما دامت عزباء فمات وتزوجت

وطلقت هل ینقطع حقها بالتزوج اجاب نعم قلت وکذا لو وقف علی امهات اولاده الا من تزوج او علی بنی فلان الا من خرج من هذه البلدة فخرج بعضهم ثم عاد او علی بنی فلان
ممن یتعلم العلم فترک بعضهم ثم اشتغل به فلا شی له الا ان شرط انه لو عاد فله فلیحفظ خزانة المفتین اور فتاوی ابن نجیم مین ہو کہ سوال ہوا اُس شخص کا حکم جسنے سکونت مکان
کی شرط کی اپنی فلانی زوجہ پر بعد اپنی وفات کے جبتک کہ وہ مجرد و بلا نکاح رہے پھر وہ مرگیا اور زوجہ نے دوسرے سے نکاح کیا اور مطلقہ ہوئی کیا منقطع ہو جائیگا
اُسکا حق نکاح کرنے سے جواب دیا کہ ہان نکاح کرنے سے حق سکونت منقطع ہو جائیگا مین کہتا ہون اور یہی حکم ہو اپنی امہات اولاد پر وقف کرنیکا مگر جو ام ولد کہ نکاح
کرے اُسکے واسطے حق سکونت نہین یا وقف کیا فلانے کی اولاد پر مگر اُسپر نہین جو نکل گیا اس شہر سے سو کوئی اُنمین سے شہر سے نکلا پھر پلٹ آیا یا وقف کیا فلانے
کی اولاد پر جو اُنمین سے علم حاصل کرے سو اُنمین سے کسی نے علم سیکھنا ترک کیا بعد اِسکے پھر تحصیل علم مین مشغول ہوا تو اُسکے واسطے مال وقف سے کچھ نہین مگر یہ کہ واقف
نے یہ شرط کی ہو کہ اگر شرط مخصوص کیطرف پھر عود کریگا تو وہ مستحق ہوگا تو اِس شرط سے البتہ حقدار ہوگا سو اِسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی خزانة المفتین وفی الوهبانیة قضی

بدخول ولد البنت بعد مضی سنین فله غلة الاتی لا الماضی لو مستهلکة اور وہبانیہ مین ہو قاضی کا حکم ہوا ناتی کے داخل ہونیکا بعد گذرنے چند سال کے تو اُسکو آیندہ
کا غلہ ملیگا نہ گذشتہ اگر غلہ صرف ہو گیا ہو مع یعنی اگر غلہ موجود ہوگا تو ایام گذشتہ کا بھی ملیگا اور نہین تو آیندہ ملیگا نہ گذشتہ وقف علی بنیه وله ولد واحد فله النصف

والباقی للفقراء ایک شخص نے وقف کیا اپنے بیٹون پر اور اُسکا ایک ہی بیٹا ہو تو اُسکو نصف ملیگا اور باقی فقیرون کے واسطے ہو یعنی اسواسطے کہ لفظ بنین جمع ہو اور
اقل جمع وقف اور وصیت مین دو ہین لہذا بالمناصفہ ہو گیا کذا فی الحلبی وعلی ولده له الکل لانه مفرد مضاف فیعم اور وقف کیا اپنے ولد پر اور اُسکا ایک ہی بیٹا ہو تو
اُسکو کل ملیگا اِسواسطے کہ لفظ ولد کا مفرد مضاف ہو تو عام ہوگا للمتولی الاقالة لو خیرا متولی کو اجارہ توڑنا جائز ہو اگر وقف کیواسطے بہتر ہو م اقالہ اجارہ اُسوقت جائز ہو
جبکہ اُسنے خود اجارہ دیا ہو نہ دوسرے متولی نے کذا فی البصیر فیه ومحل جواز اقالہ اُسوقت تک ہو جبتک اجرت کو اُسنے نہ لیا ہو اور اگر اجرت لی تو اقالہ جائز نہین کذا فی

الاشباه اجر بعوض معین صح وخصاه بالنقود متولی نے وقف کو اجارہ دیا معین اسباب کی عوض تو صحیح ہو اور صاحبین نے اجارہ وقف کو نقود کے ساتھ مخصوص کیا ہو للمستاجر

غرس الشجر بلا اذن الناظر اذا لم یضر بالارض ولیس له الحفر الا باذنه ویاذن لو خیرا او الا لامستاجر وقف کو جائز ہو درخت کا بونا بدون اذن متولی کے جبکہ درخت بونا زمین کو ضرر
نہ کرے اور اُسکو حوض وغیرہ کھودنا جائز نہین مگر اذن سے اور متولی کھودنے کا اذن دے اگر وقف کیواسطے بہتر ہو والا اذن نہ دے وما بناه مستاجر او غرسه فله مالم ینوه

للوقف والمتولی بناره وغرسه للوقف ومالم یشهد انه لنفسه قبله اور مستاجر جو عمارت بنادے یا درخت جمائے وہ اُسی کا مملوک ہو جبتک اُسنے وقف کیواسطے اُسکی نیت
نہ کی ہو اور متولی کا عمارت بنانا اور درخت لگانا وقف ہی کا مملوک ہو جبتک کہ اُسنے قبل تعمیر اور درخت لگانے سے اُسپر شاہد نہ کیا ہو کہ تعمیر وغیرہ اپنی ذات کے واسطے ہو

ولو آجر لابنه لم یجز خلافا لهما کعبده اتفاقا وهذا لو باشر بنفسه فلو القاضی صح کذا الوصی بخلاف الوکیل اور اگر متولی نے وقف اجارہ دیا اپنے بیٹے کو تو جائز نہین امام
کے نزدیک بخلاف صاحبین کے چنانچہ اپنے غلام کو اجارہ دینا باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہین اور یہ حکم مذکور اُس وقت ہو جب متولی نے
بذات خود اجارہ دیا سو اگر قاضی متولی کے بیٹے یا غلام کو اجارہ دیگا تو صحیح ہو اور یہی حکم ہو وصی کا کہ اُسکی بیع اور اجارہ اپنے فرزند سے صحیح ہو

بخلاف وکیل کے کہ اُسکی بیع اور اجارہ اپنے فرزند سے صحیح نہین وقف علی اصحاب الحدیث لایدخل فیہ الشافعی اذا لم یکن فی طلب الحدیث ویدخل الحنفی کان فی طلبہ
او لا بزازیہ ای لکونہ یعمل بالمرسل ویقدم خبر الواحد علی القیاس ایک شخص نے وقف کیا اہل حدیث پر تو اسمین شافعی مذہب نہ داخل ہوگا جبکہ وہ علم حدیث نہ پڑھتا
ہو اور حنفی مذہب اہل حدیث مین داخل ہوگا خواہ وہ علم حدیث کی طلب مین ہو یا نہو کذا فی البزازیہ یعنی اسواسطے کہ حنفی مذہب حدیث مرسل پر عمل کرتا ہو اور حدیث
واحد یعنی جو حدیث متواتر اور مشہور نہو اُسکو مقدم کرتا ہی قیاس پر بخلاف شافعی المذہب کے کہ وہ حدیث مرسل پر عمل نہین کرتا اور قیاس کو احادیث احاد پر
مقدم رکھتا ہی حدیث مرسل وہ ہی جسمین صحابی مذکور نہو تابعی یون کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یون فرمایا خلاصہ یہ کہ جب حنفی کے نزدیک حدیث مرسل
پر عمل لازم ہوا اور بمقابلہ احادیث احاد قیاس متروک ہوا تو حنفی کو اہل حدیث کہنا ابق ہوا طحطاوی نے کہا ظاہر محل اس مسئلہ کا وہ ہی جب واقف کو تخصیص محدثین
کی نیت نہو والا بلا شک اہل استحقاق محدثین ہی ہونگے نہ فقہا اسواسطے کہ واقف کی مراد معلوم ہوگئی اور در صورت عدم نیت واقف گفتگو کا مقام ہی کہ چارون
مذہب والے اہل حدیث ہین باینمعنی کہ اُنکے امامون نے موافق اپنے شروط کے حدیث پر عمل کرنا واجب جانا ہی اور حنفی کا عمل کرنا مرسل پر اور خبر واحد کو قیاس پر
مقدم کرنا اُسکی تخصیص کا مقتضی نہین انتہی وجاز علی القبور والاکفان لا علی الصوفیۃ والعمیان ہو الاصح اور وقف جائز ہی قبرون اور کفنون پر نہ صوفیون اور
اندھون پر یہی قول صحیح تر ہی م بحر الرائق مین ہی کہ وقف مین یہ شرط کرنا کہ اُسکی قبر کے نزدیک قرآن پڑھا جائے باطل ہی لیکن فتوی محمد کے قول پر ہی کہ قراءت عند القبر
مکروہ نہین اور صوفیون پر وقف اسوقت جائز نہین جبکہ وہ طریقہ پسندیدہ خلاف شرع پر ہون اسواسطے کہ اسوقت مین وقف کرنا اُنپر قربت نہین اور اگر صوفیہ
طریقہ حمیدہ پر ہون تو وقف صحیح ہی اور اسی پر محمول ہی جواز وقف جو شمس الائمہ سے منقول ہی اور اندھون پر اسواسطے وقف جائز نہین کہ اندھے غنی بھی ہوتے ہین اور
محتاج بھی اور اسیطرح کانے اور لنگڑے بھی کذا فی الطحطاوی ولو شرط النظر للارشد فالارشد من اولادہ فاستویا اشترکا بہ افتی المنلا ابو السعود معللا بان افعل التفضیل ینتظم
الواحد والمتعدد وہو الظاہر اور اگر واقف نے اپنی اولاد مین سے تولیت شرط کی ارشد فالارشد کیواسطے یعنے جو زیادہ تر ہوشیار ہو وہ درجہ بدرجہ متولی وقف رہے سو
دو فرزند اُسکے برابر ٹھہرے ہوشیاری مین تو دونون تولیت مین شریک ہونگے اسی کا فتوی دیا ہی ملا ابو سعود نے یون استدلال کرکے کہ افعل التفضیل کا صیغہ واحد اور متعدد کو شامل
ہوتا ہی اور یہی قول ظاہر ہی وفی النہر عن الاسعاف شرط الافضل من اولادہ فاستویا فلاسنہم ولو احدہما اورع والآخر اعلم بامور الوقف فہو اولی اذا امن خیانتہ انتہی جوہرہ اور نہر الفائق
مین اسعاف سے منقول ہی کہ واقف نے تولیت شرط کی اپنی افضل اولاد کیواسطے سو اُسکی اولاد مین سے دو شخص برابر ٹھہرے تو تولیت زیادہ تر عمر والے کو ملیگی اور ایک فرزند
زیادہ پرہیزگار ہو اور دوسرا زیادہ تر دانا ہو امور وقف کا تو دانا تر بہتر ہی بشرطیکہ اُسکی خیانت کا خوف نہو انتہی نقل النہر عن الجوہرہ م یہ اشد راک ہی قول سابق پر تو اشتراک
تولیت اسوقت ہوگا جب دونون عمر مین برابر ہون اور نہر الفائق کے ایک نسخہ مین مترجم نے جو دیکھا تو اولویت عالم کی روایت ظہیریہ کیطرف منسوب پائی نہ جوہرہ کیطرف
واللہ اعلم وکذا لو شرط للارشد ثم کما فی انفع الوسائل اور اسیطرح افضل کی شرط کے مانند ہی اگر واقف نے ارشد اولاد کیواسطے تولیت شرط کی کما فی انفع الوسائل یعنے جو اشتراط
افضل مین کلام ہی وہی اشتراط ارشد مین کذا فی الطحطاوی ولو ضم القاضی للقیم ثقۃ ای ناظر حسبۃ بل للاصیل ان یستقل بالتصرف لم ارہ افتی الشیخ الاخ انہ ان ضم الیہ
لخیانتہ لم یستقل والا فلہ ذلک وہو حسن نہر اور اگر قاضی نے متولی کے ساتھ دوسرے شخص معتمد کو ملایا یعنے ناظر بلا اجرت کو تو متولی اصیل کو تصرف وقف مین کرنا
بالاستقلال جائز ہی یا نہین مین نے اسکو مصرح نہین دیکھا اور میرے استاد بھائی یعنے صاحب بحر الرائق نے فتوی دیا کہ اگر قاضی نے متولی کے ساتھ دوسرا
ناظر اُسکی خیانت کے سبب سے ملایا تو اصیل مستقل نہوگا اور نہین تو اُسکو استقلال بالتصرف جائز ہی اور یہ فتوی خوب ہی کذا فی النہر م نصب متولی اور ناظر اور وصی
ہر قاضی کو جائز نہین بلکہ یہ عہدہ قاضی القضاۃ کا ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر وفی فتاوی موید زادہ معزیا للخانیۃ وغیرہا لیس للمشرف التصرف بل الحفظ اور فتاوی
موید زادہ مین منقول ہی خانیہ وغیرہ سے کہ مشرف کو وقف مین تصرف کرنا جائز نہین بلکہ اُسکا عہدہ حفاظت کا ہی لیس للمتولی ان یستدین علی الوقف للعمارۃ
الا باذن القاضی متولی کو وقف کے اوپر اُدھار کرنا عمارت کے واسطے جائز نہین مگر قاضی کے اذن سے مات المتولی والجباۃ یدعون تسلیم

الغلة اليه في حياته ولابنيه لهم صدقوا بيمينهم لانكارهم الضمان متولی مرگیا اور تحصیلدار دعوی کرتے ہین کہ ہم نے غلہ اراضی کا متولی کو تسلیم کیا اُسکی زندگی مین اور اُنکا کوئی گواہ نہین تو اُنکی تصدیق ہوگی اُنکی قسم کے ساتھ بسبب اُنکے منکر ہونے ضمان کے لايجوز الرجوع عن الوقف اذا كان مسجلا لكن يجوز الرجوع عن الموقوف عليه

المشروط كالمؤذن والامام والمعلم ان كانوا اصلح انتهى جوہرہ جائز نہین وقف کرکے پھرنا جبکہ وقف مسجل بحکم قاضی ہوگیا ہو لیکن جسپر مال وقف مشروط ہے جیسا کہ مؤذن اور امام اور معلم کا تغیر کرنا جائز ہے اگرچہ وہ لائق تر ہون انتہی نقل الفتاوی عن الجوہرہ م طحطاوی نے کہا شارح کی نقل مین خلل ہے صواب یہ ہے کہ جواز تغییر بشرط عدم صلاحیت ہے كذا في الدرر المنتقى عن مؤيد زاده وبكذا في الخلاصة وفي جواهر الفتاوى شرط لنفسه ما دام حيا ثم لولده فلان ما عاش ثم من بعده للاعفف الارشد

من اولاده فإنها تصرف للابن لا للواقف لان الكناية تنصرف لاقرب المكنيات بمقتضى الوضع اور جواہر الفتاوی مین ہے واقف نے شرط کی تولیت اپنی ذات کیواسطے جبتک وہ زندہ رہے پھر اپنے فلانے ولد کیواسطے جبتک وہ زندہ رہے پھر بعد اسکے عفیف تر اور ہوشیار تر کیواسطے اُسکی اولاد مین سے تو ضمیر بعدہ اور اولادہ کی وقف کی ولد کیطرف پھریگی نہ واقف کیطرف اسواسطے کہ کنایہ متصرف ہوتا ہے قریب تر ملنے کیطرف بمقتضاے وضع کے م کنایہ سے یہان مراد ہاے ضمیر ہے اور ضمیر کو کنایہ کہنا یہ اصطلاح کوفی ہے اور مکنی سے مراد ضمیر کا مرجع ہے كذا في الطحطاوی وكذلك مسائل ثلثة وقف على زيد وعمرو ونسله فالها لعمرو فقط اور اسیطرح مسائل ثلثہ مین اقرب کا اعتبار ہے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ وقف کیا زید اور عمرو اور اُسکی نسل پر تو ہاے ضمیر فقط عمرو کیطرف پھریگی یعنی اسواسطے کہ وہی اقرب ہے نہ زید کیطرف پھریگی کہ وہ بعید ہے وقفت

على ولدي وولد ولدي الذكور فالذكور راجع لولد الولد فحسب دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ واقف نے کہا کہ مین نے وقف کیا ہے اپنے بیٹے اور بیٹے کے ولد ذکور کی طرف تو صفت ذکور کی پوتے کیطرف راجع ہوگی فقط یعنی اسواسطے کہ ذکور اقرب ہے پوتے سے وعكسه وقفت على بني زيد وعمرو ولم يدخل بنو عمرو لانه اقرب الى زيد فيصرف

اليه هذا هو الصحيح اور بالعکس مسئلۂ ثانی کے یہ قول ہے کہ وقف کیا مین نے ابناے زید اور عمرو پر تو ابناے عمرو وقف مین نہ داخل ہونگے اسواسطے کہ لفظ ابنی کا زید سے قریب تر ہے تو اسی کیطرف متصرف ہوگا نہ عمرو کیطرف یہی قول صحیح ہے م یہ راجع ہے اصل مسئلہ کیطرف اور قول غیر صحیح کمال الدین کا قول ہے کہ مسئلہ اولی مین ہاے ضمیر واقف کیطرف ہے نہ اُسکے ابن کیطرف كذا في الطحطاوی وقدمنا ان الوصف بعد متعاطفين للاخير عندنا وفي الزيلعي من باب المحرمات وقولهم ينصرف الشرط اليهما هو الاصل فلنا ذلك

في الشرط المصرح به والاستثناء بمشيئة الله تعالى واما في الصفة المذكورة في آخر الكلام فتنصرف الى ما يليه نحو جاء زيد وعمرو العالم الخ فليحفظ اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہین کہ صفت بعد دو معطوفون کے اخیر معطوف کے واسطے ہوتی ہے ہمارے نزدیک اور زیلعی کے باب المحرمات مین یہ ہے اور فقہا کا یہ قول کہ شرط دونون معطوفون کیطرف پھرتی ہے اور یہی اصل ہے ہم کہتے ہین کہ دونون معطوفون کیطرف شرط کا پھرنا شرط مصرح اور استثنا بمشیئت اللہ مین ہے اور اس صفت مین جو آخر کلام مین مذکور رہو تو یہ اصل ہے کہ اپنے قریب کی طرف منصرف ہوگی چنانچہ جاء زید وعمرو العالم مین عالم فقط عمرو کی صفت ہے انتہی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شرط مصرح کی یہ مثال ہے کہ (زینب طالق وہندان دخلت الدار) تو دخول دار دونون کی طلاق کی شرط ہے نہ فقط ہند کی اور استثنا کی یہ مثال ہے کہ (زینب طالق وہند ان شاء اللہ) وفي المنظومة المحبية ؎ والوصف بعد جمل اذا اتى ؞ يرجع للجميع فيما ثبتا ؞ عند الامام الشافعي فيما ؞ ان كان ذا العطف بواو واما

ان كان اذا عطفا بثم وقعا ؞ الى الاخير باتفاق رجعا ؞ اور منظومہ محبیہ مین ہے اور صفت بعد سب معطوفات کے جب آوے تو جمیع معطوفات کیطرف راجع ہے اُس روایت مین جو امام شافعی سے ثابت ہے اگر معطوف بحرف واو ہو اور اگر یہ عطف ثم سے واقع ہو تو باتفاق حنفی اور شافعی اخیر معطوف کیطرف راجع ہوگی ولو على البنين وقفا يجعل ؞ فان في ذاك البنات تدخل اور اگر وقف بیٹون پر مقرر ہو تو اُسمین بیٹیان بھی داخل ہونگی م اور اخوہ کے وقف مین اخوات داخل ہونگی كذا في الظهيرية وقاضی خان اور شاید کہ وجہ اسکی تغلیب ذکور ہے اناث پر واللہ اعلم ؞ وولد الابن كذاك البنت به يدخل في ذريته بیت اور پوتا اور اسیطرح ناتی ذریت کے وقف مین داخل ہے م كذاك البنت اصل مین كذاك ولد البنت تھا مضاف محذوف ہوا اور مضاف الیہ اسیطرح مجرور بنا رہا كذا في الحلبي ؞ ولو وقف الواقف على الذرية ؞ من غير ترتيب فبالسوية ؞ يقسم بين من علا والاسفل ؞ من غير تفصيل لبعض فانقل

اگر وقف کیا ذریت پر بلا ترتیب تو برابر تقسیم ہوگی ذریت عالیہ و سافلہ مین بدون زیادتی بعض کے بعض پر سواس روایت کو نقل کرم فتاوی عالمگیری مین ہی کہ وقف کیا اپنی نسل اور ذریت پر تو قریب اور بعید اسمین داخل ہین اور اولاد بنین اور بنات اسمین برابر مین آزاد ہون یا مملوک اور مملوک کا حصہ اُسکا مولی لیگا۔ وتنقض القسمۃ فی کل سنۃ ÷ وتقسم الباقی علی من علیہ ÷ اور قسمت ٹوٹ جایگی ہرسال اور باقی مقسوم ہوگا اُنپر جنکے واسطے معین کیا ہو واقف نے یعنے اگر واقف کی ذریت مین کوئی اور لڑکا لڑکی پیدا ہو جو سال گذشتہ مین مستحق نہ تھے یا ذریت موجودہ مین سے کوئی مرگیا تو سال گذشتہ کی قسمت بدل جایگی اور اگر موقوف ذریت پر بعض وقف ہی تو باقی مقسوم ہوگا اور کل وقف ہی تو کل مقسوم ہوگا کذا فی الطحطاوی ÷ ولو علی اولادہ ثم علی ÷ اولاد اولادہ قد جعلا ÷ وتفاقفا لوا لیس فی ذا یدخل ÷ اولاد بنتہ علی ما ینقل ÷ اور اگر وقف کیا اپنی اولاد پر پھر اپنی اولاد کی اولاد پر تو علمانے کہا ہی کہ اسمین واقف کی اولاد بنت یعنی ناتی اور ناتن داخل نہین بموجب روایت منقولہ کے ہم یہی ظاہر الروایت ہی اور واقعات اور مینہ اور دوالجیہ اور تجنیس اور مزید مین اسی پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی ÷ نبی اولادی کذا اقاربی ÷ واخوتی ولفظ آبائی احسب ÷ یشترک الاناث والذکور ÷ فیہ وذاک افصح مسطور ÷ بنی اولادی کے لفظ مین اصطلاح اقاربی اور اخوتی اور آبائی کے لفظ کو شمار کر اسمین اناث اور ذکور شترک ہین اور یہ قول واضح اور مسطور ہم یعنے اگر واقف نے کہا وقف علی آبائی یعنی مین نے باپون پر وقف کیا تو اسمین اُسکی مان اور باپ اور دادا دادی نانا نانی داخل ہونگے اسواسطے کہ جمع مذکر اختلاط کے وقت مؤنث کو بھی شامل ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ ومما یکثر وقوعہ ما لو وقف علی ذریتہ مرتبا وجعل من شرط ان من مات قبل استحقاقہ ولہ ولد قام مقامہ ولو بقی حیا فحل لہ حظ ابیہ لو کان حیا ویشارک الطبقۃ الاولی اولا افتی السبکی بالمشارکۃ وخالفہ السیوطی وہذہ المخالفۃ واجبۃ کما افادہ ابن نجیم فی الاشباہ من القاعدۃ التاسعۃ اور جو صورت وقف اولاد کی کثیر الوقوع ہی یعنی مصر مین وہ یہ ہی کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی ذریت پر علی الترتیب یعنی طبقۃ بعد طبقۃ وبطنا بعد بطن اور شرط وقف کی یہ مقرر کی کہ جو شخص اسکی اولاد مین سے قبل استحقاق کے مرجاے ولد چھوڑکر تو اُسکا ولد اُسنے باپ کے قائم مقام ہو اگر اُسکا باپ زندہ باقی رہتا تو کیا اُس ولد کو اپنے باپ کا حصہ ملیگا اگر اُسکا باپ زندہ رہتا اور یہ ولد استحقاق مین طبقہ اولی کا شریک ہوگا یا نہین علامہ سبکی نے شارکت کا فتوی دیا اور سیوطی نے اسکی مخالفت کی ہی اور یہ مخالفت واجب ہی چنانچہ اسکو بیان کیا ہی ابن نجیم نے اشباہ کے نوین قاعدہ مین ہم اشباہ مین حاصل سوال اور اپنا جواب مختار یون مذکور ہی کہ جب واقف نے اپنی اولاد اور پوتون پر وقف کیا پھر اُنکے بعد پرپوتون پر پھر اپنی ذریت اور نسل پر طبقہ بعد طبقہ وبطنا بعد بطن کہ طبقہ علیہ طبقہ سفلی کا حاجب ہو اس شرط پر کہ جو مرجاے تو اُسکا حصہ اُسکے ولد کو ملے اور جو مرجاے قبل داخل ہونیکے اس وقف مین اور مستحق ہونے اُسکے منافع کے اور بیٹا اور پوتا برپوتا چھوڑے تو بیٹا اپنے باپ کے حق کا مستحق ہوگا اگر اُسکا باپ زندہ رہتا اور یہ صورت کثیر الوقوع ہی قاہرہ یعنی مصر مین انتہی طحطاوی نے کہا یہ جو شارح نے فتوی مشارکت کا سبکی طرف نسبت کیا سو غلط ہی بلکہ اشباہ مین عدم شارکت کا فتوی سیوطی سے مصرح ہی اور یہ فتوی واقف کے پوتے کے دو فرزند نہین مذکور ہی جو پوتا اپنے باپ کی زندگی مین مرگیا الکنہ ذکر بعد ورقتین ان بعضہم یعبر بین الطبقات ثم وبعضہم بالواو فبالواو یشارک بخلاف ثم فراجعہ متاملا مع شرح الوہبانیۃ فانہ نقل عن السبکی وتعیین اخرین یحتاج الیہا ولم یزل العلماء متحیرین فی فہم شروط الواقفین الا من رحم اللہ لیکن صاحب اشباہ نے دو ورقون کے بعد مذکور کیا ہی کہ بعضے وقف کرنے والے طبقات اولاد مین بلفظ ثم تعبیر کرتے ہین اور بعضے بلفظ واو تو واو کی تعبیر سے طبقہ سافلہ طبقہ عالیہ کا شریک ہوگا بخلاف ثم کا کہ مشارک نہوگا سو مراجعت کر اشباہ کیطرف غور کرکے شرح وہبانیہ کے ساتھ کہ اُسنے سبکی سے دو اور صورتین نقل کی ہین جنکی طرف حاجت پڑتی ہی اور ہمیشہ علما حیران رہے ہین شروط واقفین کے فہم مین مگر جسپر کہ خدا نے رحم کیا ام طحطاوی نے کہا ہمنے مراجعت کی اشباہ کیطرف سو یہ اسمین پایا کہ واو کی تعبیر مین قسمت منقوض ہوگی اور ثم مین منقوض نہوگی اسمین شارکت اور عدم مشارکت جو شارح نے نقل کی مذکور نہین اور یہ بھی بالتحقیق معلوم ہوا کہ یہ جو صاحب اشباہ نے واو اور ثم کا فرق کیا ہی سو صحیح نہین بلکہ دونون صورتون مین قسمت منقوض ہوگی انقراض بطن اعلی سے چنانچہ علامہ مقدسی نے بسند کلام خصاف اُسکو واضح کردیا ہی اور جو توضیح اس مسئلہ کی چاہے وہ اشباہ اور اِسکے حواشی کیطرف رجوع کرے انتہی ملخصا وقد افتیت فیمن وقف علی اولادہ الذکور دون الاناث فمات مستحقۃ عن ولدین

ابوہما من اولاد الظہور بانہ ینتقل نصیبہا لہما لصدق کونہما من اولاد الظہور باعتبار ابیہما کما یعلم من الاسعاف وغیرہ اور اُس شخص کے حق مین جس نے وقف کیا ذکور کی اولاد پر نہ اناث کی اولاد پر سو ایک مستحق عورت ایسے دو ولد چھوڑ کر مرگئی جنکا باپ ذکور کی اولاد سے ہی یہ فتوی مین نے دیا کہ عورت مستحقہ کا حصہ دونون ولد کیطرف منتقل ہوگا اسواسطے کہ دونون پر یہ صادق آتاہی کہ وہ ذکور کی اولاد مین سے ہین اپنے باپ کے اعتبار سے چنانچہ اسعاف وغیرہ سے معلوم ہوتاہی وفی الاسعاف والتاتارخانیۃ لو وقف علی عقبہ یکون لولدہ وولد ولدہ ابدا ماتناسلوا من اولاد الذکور دون الاناث الا ان یکون ازواجہن من ولد ولدہ الذکور کل من یرجع نسبہ الی الواقف بالآباء فہو من عقبہ وکل من کان ابوہ من غیر الذکور من ولد الواقف فلیس من عقبہ انتہی اور اسعاف اور تاتارخانیہ مین ہی کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنے عقب یعنی پس ماندون پر تو یہ وقف واقف کے ولد اور پوتے پر ہمیشہ رہیگا جبتک اُنکی نسل باقی رہیگی ذکور سے نہ اناث سے مگر اناث کی اولاد اُسوقت وقف مین داخل ہوگی جبکہ اناث کے ازواج واقف کے پوتون کی اولاد ہون جس شخص کا نسب واقف کیطرف راجع ہو بواسطہ آبا کے وہ واقف کا عقب ہی اور جس شخص کا باپ واقف کی اولاد ذکور سے نہو سو وہ شخص واقف کے عقب مین داخل نہین انتہی کلام الاسعاف ہم قول اخیر قول اول کی توضیح ہی خلاصہ یہ ہی کہ اولاد پسری پر عقب صادق آتاہی نہ اولاد دختری پر وسیجی انہ فی الوصایا انہ لو اوصی لآلہ وجنسہ دخل کل من ینسب الیہ من قبل آبائہ ولا یدخل اولاد البنات وانہا لو اوصت الی اہل بیتہا او جنسہا لا یدخل ولدہا الا ان یکون ابوہ من قومہا لان الولد انما ینسب لابیہ لا لامہ قلت وبہ علم جواب حادثۃ لو وقف علی اولاد الظہور دون اولاد البطون فماتت مستحقۃ عن ولدین ابوہما من اولاد الظہور ہل ینتقل نصیبہا لہما فاجبت نعم ینتقل نصیبہا لہما لصدق کونہما من اولاد الظہر باعتبار والدہما المذکور اور آگے آویگا کتاب الوصایا مین یہ کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی اپنی آل اور اپنی جنس کے واسطے تو داخل ہوگا اس وصیت مین جو شخص کہ منسوب ہی اسکی طرف اسکے آبا و اجداد کی جانب سے اور نہ داخل ہوگی اولاد بنات کی اور اگر عورت نے وصیت کی اپنے اہل بیت اور اپنے جنس کے واسطے تو عورت کا ولد وصیت مین نہ داخل ہوگا مگر اُس صورت مین داخل ہوگا جبکہ باپ اُسکا عورت موصیہ کی قوم سے ہو اسواسطے کہ لڑکا اپنے باپ کیطرف منسوب ہوتاہی نہ اپنی مان کی طرف مین کہتاہون اس تقریر سے جواب اس حادثہ کا معلوم ہوگیا کہ اگر وقف کیا اولاد ذکور پر نہ اولاد بنات پر پھر انمین سے ایک عورت مستحقہ دو ولد چھوڑ کر مرگئی جنکا باپ ذکور کی اولاد سے ہی کیا عورت کا حصہ اسکے دونون لڑکون کیطرف منتقل ہوگا سو مینے جواب دیا کہ ہان عورت کا حصہ دونون کیطرف انتقال کریگا اسواسطے کہ دونون پر صادق آتاہی کہ وہ ذکور کی اولاد مین باعتبار اپنے والد مذکور کے ہم یہ مسئلہ بعینہا عنقریب مذکور ہوچکا

فصل

فیما یتعلق بوقف الاولاد من الدرر وغیرہا یہ فصل ہی اُن مسائل مین جو متعلق ہین اولاد کے وقف سے منقول ہین درر وغیرہا سے ہم یہان عبارت درالمختار کی نسخ مین مختلف ہی نسخہ مکتوبہ عرب مین یون ہی (فیما یتعلق بوقف اولاد من ذکور وغیرہا) اور نسخہ مطبوعہ کلکتہ مین (من الدرر وغیرہا) لیکن مترجم نے نسخہ مطبوعہ مصر پر اعتماد کیا کما لا یخفی وجہہ وعبارۃ المواہب فی الوقف علی نفسہ وولدہ ونسلہ وعقبہ جعل ریعہ لنفسہ ایام حیاتہ ثم وثم جاز عند الثانی وبہ یفتی کجعلہ لولدہ ولکن یختص بالصلبی اور عبارت مواہب کی یہ ہی کہ اپنی ذات اور اپنی ولد اور اپنی نسل اور اپنے عقب کے وقف مین محصول وقف کا اپنی ذات کیواسطے ٹھہرایا اپنے ایام حیات مین پھر اسیطرح درجہ بدرجہ تو جائز ہی ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی چنانچہ واقف کا اپنے ولد کیواسطے محصول وقف کا مقرر کرنا جائز ہی ولیکن فرزند صلبی کو مخصوص ہوگا یعنے پوتے پر دوتے کو نہ ملیگا ویعم الانثی مالم یقید بالذکر ادر ونکا لفظ عورت کو بھی شامل ہی جبتک واقف نے ولد ذکر کی نہ قید لگائی ہو ہم ولد عورت کو اسواسطے عام ہوا کہ ماخوذ ہی ولادت سے اور ولادت عورت مین بھی موجود ہی کذا فی الحلبی عن الدرر ویستقل بہ لو واحدا فان انتفی الولد الصلبی فللفقراء دون ولد الولد الا ان یکون حین الوقف صلبی فیختص بولد الابن ولو انثی دون من دونہ من البطون ودون ولد البنت فی الصحیح اور مستقل ہوگا ساتھ وقف کے واحد صلبی سو اگر واحد صلبی منتفی ہو یعنے مرگیا ہو تو وقف فقرا کے واسطے ہوگا نہ واقف کے پوتے کیواسطے مگر اُسوقت جبکہ وقف کے وقت ولد صلبی نہو تو اب وقف ولد الابن کو مخصوص ہوگا اگرچہ ولد الابن

عورت ہو نہ غیر ولد الابن کو منجملہ بطون کے اور نہ واقف کے نانی کو قول اصح مین یعنی اسواسطے کہ اولاد بنات کی اپنے آبا کیطرف منسوب ہوتی ہے نہ امہات کیطرف بخلاف ولد الابن کے کذا

فی الدرر ولو زاد وولد ولدی فقط اقتصر علیہما اور اگر واقف نے زیادہ کیا کہ مین نے وقف کیا اپنے ولد پر اور اپنے پوتے پر فقط تو ولد اور پوتے پر مخصوص ہوگا ولو زاد البطن الثالث عمہ نسلہ

اور اگر واقف نے بطن ثالث کو زیادہ کیا تو اُسکی تمام نسل کو شامل ہوگا یعنے اگر یون کہا کہ وقفت علی ولدی و ولد ولدی و ولد ولد ولدی) کذا فی الدرر یعنی مین نے وقف کیا اپنے بیٹے پر اور اپنے پوتے

پر اور اپنے پرپوتے پر تو غلہ اُسکی نسل پر صرف ہوگا جبتک اُنمین تناسل باقی رہیگا نہ فقرا پر اسواسطے کہ جب واقف نے بطن ثالث کو مذکور کیا تو بسبب کثرت وسائط کے تفاوت فی الحقیقت پایا گیا تو صفت

تخصیص کی مرتفع ہو گئی تو فقط معنی انتساب کا اعتبار باقی رہا تو سب کو شامل ہوگا کیونکہ قریب بعید سب مین موجود ہے بخلاف بطن ثانی کے اسواسطے کہ اسمین ایک ہی واسطہ ہے کذا فی الطحطاوی ویستوی

الابعد والاقرب لا ان ذکر ما یدل علی الترتیب کما لو قال ابتدا علی اولادی بلفظ الجمع وعلی ولدی واولاد اولادی اور بطن ثانی کی زیادتی مین ابعد و اقرب برابر ہوگا مگر یہ کہ واقف

وہ چیز ذکر کرے جو ترتیب پر دلالت کرے چنانچہ ابعد اور اقرب برابر ہیں مگر یون کہے بلفظ جمع کہ ابتدا لے وقف میرا اولاد پر ہے یا یون کہے کہ وقف ہے میرے ولد پر اور میرے

اولاد کی اولاد پر مع ترتیب پر دلالت کرنا اسطرح پر کہ واقف کہے کہ الاقرب فالاقرب یا یون کہے کہ میرے ولد پر پھر میرے پوتے پر یا کہے کہ بطنا بعد بطن تو اسوقت اُسی سے ابتدا

ہوگی جس سے واقف نے ابتدا کی ولو قال علی اولادی ولکن سہامہم فمات احدہم صرف نصیبہ للفقرا ولو علی امرأتہ واولادہ ثم مات لم یختص ابنہا بنصیبہا اذا لم یشترط رد نصیب من مات

منہم الی ولدہ اور اگر واقف نے کہا کہ مین نے وقف کیا اپنی اولاد پر ولیکن اولاد کا نام ذکر کیا اور اخیر وقف فقیرون کیواسطے ٹھہرایا کذا فی الدرر سو اُنمین سے ایک لڑکا مرگیا تو اُسکا

حصہ فقیرون پر صرف ہوگا اور اگر وقف کیا اپنی زوجہ پر اور اپنی اولاد پر پھر زوجہ مرگئی تو اُسکا بیٹا اُسکے حصہ کے ساتھ مخصوص نہوگا جبکہ واقف نے اُس شخص کا حصہ جو اُنمین سے

مرگیا اُسکے ولد کیواسطے پھیر دینا شرط نہ کیا ہو شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا ولو علی امرأتہ ثم علی اولادہ تا کلام متناسب ہوتا اور مراد یہ ہے کہ واقف نے زوجہ کے بعد استحقاق

اپنی اولاد کیواسطے ٹھہرایا تو زوجہ کا ولد زوجہ کے حصہ کے ساتھ مخصوص نہوگا درر مین ولد الزوجہ سے وہ لڑکا مراد ہے جو واقف سے پیدا ہوا انتہی اور جو لڑکا زوجہ کا اور شوہر سے

ہے اُسکو وقف مین کچھ دخل نہین کذا فی الطحطاوی ولو قال علی بنی او علی اخوتی دخل الاناث علی الاوجہ وعلی بناتی لا یدخل البنون اور اگر واقف نے کہا کہ مین نے وقف کیا اپنے بیٹون

یا اپنے بھائیون پر تو اُسمین اناث بھی داخل ہین بقول معتبر یعنے بیٹیان اور بہنین بھی وقف مین داخل ہونگی یعنی اسواسطے کہ جمع ذکور عند الاختلاط اناث کو بھی شامل ہوتی ہے

بخلاف جمع اناث کے کہ مرد کو قال علی بنی ولہ بنات فقط او قال علی بناتی ولہ بنون فانہ للمساکین ویکون منقطعا فان حدث ما ذکر عاد الیہ اور اگر وقف کیا اپنے بیٹون پر اور حالانکہ

اُسکی بیٹیان ہین یا وقف کیا اپنی بیٹیون پر اور حالانکہ اُسکے فقط بیٹے ہین تو غلہ مساکین کے واسطے ہے اور وقف منقطع ہوگا پھر اگر وہ پیدا ہو جسکو واقف نے ذکر کیا تھا تو وقف

اُسکی طرف عود کریگا یعنی پہلی صورت مین اگر واقف کا بیٹا پیدا ہوا اور دوسری صورت مین بیٹی پیدا ہوئی تو وقف مذکور کی مستحق ہوگی ویدخل فی قسمۃ الغلۃ من ولد

لدون نصف حول من طلوع الغلۃ لا لاکثر الا اذا ولدت مبانتہ او ام ولدہ المعتق لدون سنتین لثبوت نسبہ بلا حل وطیہا فلو حل فلا لاحتمال علوقہ بعد طلوع الغلۃ

اور اولاد کے وقف مین غلہ کی قسمت مین وہ لڑکا داخل ہوگا جو چھ مہینے سے کمتر مدت مین پیدا ہوا ابتدائے نموداری غلہ سے نہ وہ لڑکا جو زیادہ مدت

مین پیدا ہوا اگر وہ لڑکا داخل ہوگا جسکو واقف کی زوجہ مبانیہ یا اُسکی آزاد ام ولد جنی کمتر دو سال سے بسبب ثابت النسب ہونے والد کے بلا حلت وطی
طلاق بائن دی ہو ۱۲

اُسکی ماں کے سوا اگر اُسکی وطی حلال ہو اسطرح پر کہ ام ولد آزاد نہو یا زوجہ معتدہ رجعی ہو کذا فی الحلبی تو اکثر مدت کی ولادت مین داخل قسمت نہوگا بسبب احتمال

علوق ولد کے بعد نمود ہونے غلہ کے ویقسم بینہم بالسویۃ ان لم یرتب البطون وان قال للذکر کالانثیین فکما قال اور اولاد کے طبقات مین غلہ برابر منقسم ہوگا اگر واقف نے بطون

مین ترتیب مذکور نہین کی اور اگر واقف نے کہا کہ مرد کو دونا حصہ عورت کا تو بموجب اُسکے قول کے ملیگا فلو وصیۃ فرض ذکر مع الاناث وانثی مع الذکور ویرجع سہمہ للورثۃ

لعدم صحۃ الوصیۃ للمعدوم فلا بد من فرضہ لیعلم ما یرجع للورثۃ سو اگر وصیت ہے تو فرض کیا جائے مرد عورتون کے ساتھ اور عورت فرض کیجائے مردون کے ساتھ اور سہم شخص

مفروض کا اُسکے وارثون کی طرف راجع ہو بسبب نہ صحیح ہونے وصیت کے معدوم کیواسطے تو ضرور ہے اُسکی فرضیت سے تا معلوم ہو کہ قدر غلہ موصی کے وارثون کیطرف

راجع ہوگا یہ مسئلہ غامض ہے توضیح اسکی یہ ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی اولاد پر للذکر مثل حظ الانثیین اور مرد اور عورت اُنمین مختلط ہین تو بموجب اسکی

شرط کے غلہ منقسم ہوگا اور اگر فقط ذکور رہوں یا فقط اناث ہوں تو انمیں غلہ برابر تسمت ہوگا بلا فرق کرنے مرد کے یا عورت کے اور اگر وصیت کی ذکور اور اناث کیواسطے للذکر
مثل حظ الانثیین اور حالانکہ وہان فقط ذکور ہین یا فقط اناث ہین تو عورتون کے ساتھ مرد اور مردون کے ساتھ عورتین فرض ہونگی اور وصیت انپر تقسیم ہوگی للذکر مثل حظ الانثیین
اور سہم مفروض وارثون کیطرف راجع ہوگا وجہ فرق کی یہ ہے کہ وقف مین تمام مال وقف واقف کی ملک سے نکلجاتا ہے تو اگر اُنکے ساتھ مرد یا عورت فرض ہو تو وہ حصہ بھی موقوف علیہم یا
مساکین کو ملیگا بخلاف وصیت کے اسواسطے کہ جب ذکور اور اناث کیواسطے وصیت ہوئی تو فقط ذکور یا فقط اناث ہونے مین وصیت صحیح نہوگی اسواسطے کہ معدوم کے لیے وصیت
نہین تو یہان فرض کرنا ضرور ہوا تا معلوم ہوجائے کہ وارثون کیطرف کتنا راجع ہوگا کذا فی الطحطاوی عن مواہب الرحمن وشرحہا ولو قال علی ولدی ونسلی ابدا وکلما مات احدہم کان نصیبہ لنسلہ
فالغلۃ لجمیع ولدہ ونسلہ حیہم ومیتہم بالسویۃ ونصیب المیت لولدہ ایضا بالارث عملا بالشرط اور اگر واقف نے کہا کہ وقف کیا مین نے اپنے ولد اور نسل پر ہمیشہ اور جو انمین مرجائے تو
اُسکا حصہ اُسکی نسل کیواسطے تو غلہ اُسکے تمام اولاد اور نسل کیواسطے ہوگا زندہ اور مردہ کو برابر اور میت کا حصہ بھی اُسکا ولد پاویگا بسبب ارث کے بنا بر عمل کرنے شرط کے ہم
توضیح اسکی در رمین یون ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنے والد پر اور اپنے ولد کے ولد پر جبتک انمین تناسل رہے اور واقف نے بطنا بعد بطن کہا اور حصہ میت کا اسکے والد کیواسطے
شرط کیا تو غلہ اُسکی جمیع اولاد اور نسل کو برابر ملیگا اور اگر واقف کا کوئی بیٹا مریگا اور اپنا ولد چھوڑیگا تو میت کا حصہ اُسکا ولد پاویگا بسبب ارث کے تو ولد میت دو سہم پاویگا
ایک سہم وہ جو واقف نے اسکے واسطے مقرر کیا اور دوسرا سہم اپنے والد کا چنانچہ شارح نے دونون حصون کیطرف بلفظ ایضا اشارہ کردیا ولو قال من مات منہم من غیر نسل کان
نصیبہ لمن فوقہ ولم یکن فوقہ احد او سکت عنہ یکون جعلا اصل الغلۃ لا للفقراء ما دام نسلہ باقیا اور اگر مسئلہ مذکورہ مین واقف نے کہا کہ جو ولد اُنمین سے بلا نسل مرجائے تو اسکا حصہ
طبقہ علیا کیواسطے ہے درحالانکہ میت کے اوپر کوئی باقی نہین یا اس شرط سے واقف نے سکوت کیا تو میت کا حصہ اصل غلہ کیطرف راجع ہوگا یعنے غلہ کے مصرف مین صرف
ہوگا فقیر ونکو نہ ملیگا جبتک واقف کی نسل باقی رہیگی والنسل اسم للولد وولدہ ابدا ولو انثی اور نسل نام ہے ولد کا اور اُسکے ولد کی اولاد کا ہمیشہ بطنا بعد بطن اگرچہ
ولد عورت ہو والعقب للولد وولدہ من الذکور ای دون الاناث لان یکون ازواجہن من لد ولدہ الذکور اور عقب نام ہے ولد کا اور اُسکے ذکور اولاد کا یعنے عورتون کا نام
عقب نہین مگر یہ کہ عورتون کے شوہر اُسکے پوتون کی اولاد ہوں چنانچہ مفصل مذکور ہوچکا والہ وجنسہ واہل بیتہ کل من یناسبہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام وہو الذی ادرک
الاسلام اسلم اولا اور مرد کے آل اور جنس اور اہل بیت جو شخص کہ اُسکا ہم نسب ہو اُسکے اقصائے والد کی طرف اسلام مین اور اقصائے والد فی الاسلام وہ ہے جسنے
ابتدائے اسلام کو پایا خواہ اُسنے اسلام قبول کیا یا نہ کیا ہو اور ادراک اسلام کی قید اسواسطے لگائی کہ زمانہ جاہلیت لائق اعتبار کے نہین البیت مین مسلم اور کافر مرد
اور عورت محرم اور غیر محرم قریب اور بعید اور والد اور ولد داخل ہین لیکن الاقصی اور اولاد بنات اور اخوات اور اُنکے سوا اور عورتون کی اولاد اہل بیت مین داخل نہین
مگر جبکہ اُنکے شوہر واقف کے بنی اعمام سے ہون کذا فی العالمگیریۃ عن الظہیریۃ وقرابتہ وارحامہ وانسابہ کل من یناسبہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام من قبل ابویہ سوی ابویہ وولدہ
لصلبہ فانہم لا یسمون قرابۃ اتفاقا وکذا من علا منہم او سفل عندہما خلافا لمحمد فعندہ منہا اور مرد کی قرابت اور ارحام اور انساب وہ لوگ ہین جو اسکے ہم نسب ہون اُسکے
اقصائے والد تک اسلام مین اُسکے ماں باپ کیطرف سے اُسکے والدین اور ولد صلبی کے سوا اُنکو قرابت نہین کہتے باتفاق شیخین اور محمدؒ کے اور اسیطرح جو
والدین سے اوپر ہے چنانچہ اجداد اور جدات یا جو ولد صلبی سے نیچے ہے چنانچہ پوتا پوتی ناتی ناتن اُسکو بھی قرابت نہین کہتے شیخین کے نزدیک بخلاف محمدؒ کے کہ اُنھون
نے اُنکو بھی قرابت مین شمار کیا ہے وحشم انسان کی عیال اور حشم وہ لوگ ہین جو اسکے نفقہ مین ہون خواہ اُسکے گھر مین ہون یا نہون کذا فی العالمگیریۃ وان قیدہ
بفقرائہم یعتبر الفقر وقت وجود الغلۃ اور اگر واقف نے وقف کو اہل قرابت کے فقیرون کے ساتھ مقید کیا تو محتاجی وجود غلہ کے وقت معتبر ہوگی یعنی مستحق غلہ
وہ ہوگا جو اُس دن محتاج ہوگا جب غلہ پایا گیا یہ قول ہے ہلال رحمہ اللہ کا وہو المجوز لاخذ الزکوۃ اور فقر سے مراد وہ ہے جو زکوۃ لینے کا مجوز ہے ہم جسکو زکوۃ لینا
درست ہو وہ فقیر ہے باب وقف مین قاضی خان مین ہے کہ جسکے پاس حاجت سے زیادہ اسباب یا کپڑے اتنے ہون جنکی قیمت سو درم ہو وہ غنی ہے اُسکو
زکوۃ وقف لینا حلال نہین کذا فی العالمگیریۃ فلو تاخر صرفہا سنین لعارض فافتقر الغنی واستغنی الفقیر یشارک المفتقر وقت القسمۃ الفقیر وقت وجود الغلۃ لان

الصلات انما تملک حقیقۃ بالقبض و طرو الغنی والموت لا یبطل ما استحقہ پھر اگر واقف کے صرف مین تاخیر ہوگئی چند سال کسی وجہ سے سو غنی محتاج ہوگیا اور محتاج غنی ہوگیا
تو شارک ہوگا وہ غنی جو فقیر ہوگیا وقت قسمت کے اُسکا جو فقیر ہوگیا وقت وجود غلہ کے اسواسطے کہ صلات تو مملوکہ نہین ہوتی مگر قبض سے اور طاری ہونا مالداری
اور موت کا مبطل اس حق کا نہین جسکا وہ مستحق ہوچکا مگر غنی کا فقیر ہونا اسطرح پر کہ گواہون نے گواہی دی کہ وہ محتاج ہوگیا قبل پیدا ہونے غلہ کے اور فقیر مستغنی
ہوا بعد آنے غلہ کے اور اپنا حصہ لینے سے پہلے اور غلہ کے وقت وہ فقیر ہی تھا کذا فی العالمگیریۃ اور یہان سوال وارد ہوا تھا کہ وقف تو فقیرون کا حق ہے تو چاہیے
کہ اس غنی کو نہ ملے شارح نے جواب دیا کہ وقف مذکور فقیرون کا حق نہین ہوگیا اسواسطے کہ صلہ مملوک نہین ہوتا مگر قبض سے واما من ولد منہم لدون نصف حول بعد

مجی الغلۃ فلا حظ لہ لعدم احتیاجہ فکان بمنزلۃ الغنی وقیل یستحق لان الفقیر من لا شئی لہ والحمل لا شئی لہ اور وقف مذکور مین جو اہل قرابت مین لڑکا پیدا ہو کم چھ مہینے کی مدت مین
غلہ آنیکے بعد تو اُسکا حصہ نہین بسبب اُسکی عدم احتیاج کے تو وہ بمنزلہ غنی کے ہوگا تو غلات مستقبلہ کا مستحق نہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ وہ مستحق ہوگا اسواسطے کہ
فقیر وہ ہے جو کسی چیز کا مالک نہو اور حمل کسی چیز کا مالک نہین ہم یہ ایک قول ہے فقیر کی تعریف مین اور قول معتمد یہ ہے کہ فقیر وہ ہے جو بقدر نصاب کے مالک نہو ولو قید بصلحاء ہم

او بالاقرب فالاقرب او فالاحوج او من جاورہم او من سکن مصر تقید الاستحقاق بہ عملا بالشرط اور اگر واقف نے اہل قرابت کو صالحین کے ساتھ مقید کیا یا اقرب
فالاقرب یا احوج فالاحوج کی قید لگائی یا جو شخص اُسکا مجاور رہے یا جو مصر مین مثلاً سکونت رکھے تو استحقاق وقف کا قید مخصوص کے ساتھ مقید ہوگا بنظر
عمل کرنے اُسکی شرط کے ہم اہل صلاح وہ ہے جو مستور مستقیم الطریقۃ سلیم الناحیۃ کامن الاذی قلیل الشر نہ متہتک صاحب ریبت ہو نہ قذاف محصنات نہ معروف بالکذب

او اہل عفاف و اہل خیر اور اہل فضل اور اہل صلاح برابر ہین کذا فی العالمگیریۃ عن الحاوی وتمامہ فی الاسعاف ومن احوج حوادث زمانہ الی ما خفی من مسائل

الاوقاف فعلیہ بالکتاب المخصوص باحکام الاوقاف الملخص من کتابی ہلال والخصاف کذا فی البرہان فی شرح مواہب الرحمن للشیخ ابراہیم بن موسی بن ابی بکر
الطرابلسی الحنفی نزیل القاہرۃ بعد دمشق المتوفی فی اوائل القرن العاشر سنۃ اثنین وعشرین وتسعمائۃ وہو ایضا صاحب الاسعاف اور پورا بیان مسائل مذکورہ
کا اسعاف مین ہے اور جس مفتی اور عالم کو مسائل خفیہ اوقاف کیطرف حوادث زمانہ محتاج کرین تو اُسپر مطالعہ اس کتاب کا لازم ہے جو احکام اوقاف کے ساتھ مخصوص
ہے اور کتاب ہلال اور کتاب خصاف کا خلاصہ ہے اسیطرح مذکور ہے برہان شرح مواہب الرحمن مین جو تصنیف ہے ابراہیم بن موسی بن ابی بکر طرابلسی حنفی کی جو اقامت
پذیر تھے مصر کے بعد دمشق کے جنکی وفات ہوئی قرن عاشر کی ابتدا مین نوسو بائیس ہجری مین اور وہی اسعاف کے بھی مصنف ہین ہم یہانتک فروع اوقاف مذکور
ہوچکے آگے مسائل اختلاف شہادت وغیرہ مذکور ہوتے ہین واللہ اعلم شارح رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل مذکورہ کو بمحل یہان مذکور کیا اور تکلف کرکے مناسبت کو ثابت کرنا
خالی وقت سے نہین بہرحال مترجم بیچارہ ترجمہ مسائل مذکورہ مین تابع ہے شارح کا قول الاشباہ اختلاف الشاہدین مانع الا فی احدی واربعین یہ قول ہے اشباہ کا کہ اختلاف
دو گواہون کا مانع ہے قبول ہونے شہادت کا مگر اکتالیس مسئلون مین مانع نہین ہم یعنی جسمین تعدد شہادت کا شرط ہے اسمین اختلاف مانع ہے اسواسطے کہ ہر شاہد دوسرے کا مکذب
ہے اور مدعی ایک شاہد کا مکذب ہے دریافت کرنا چاہیے کہ تطابق کلام شاہدین مین لفظا اور معنی ضرور ہے اسطرح پر کہ دونون کا لفظ معنی واحد پر بالوضع بطریق دلالت
مطابقی کے دلالت کرے نہ بطریق تضمن کے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک اُسکا اعتبار ہے جسپر دونون شاہدون نے اتفاق کیا تو اگر ایک شاہد نے
ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی تو امام کے نزدیک گواہی مردود ہے اسواسطے کہ اقل پر بطریق تضمن دلالت کرنا امام کے نزدیک معتبر نہین لیکن صاحبین کے نزدیک
ہزار پر گواہی مقبول ہے جبکہ اکثر کا مدعی دعوی کرتا ہو اسواسطے کہ ہزار پر دونون نے اتفاق کیا ہے اور اگر مدعی نے اقل کا دعوی کیا تو صاحبین کے نزدیک گواہی مردود ہے اسواسطے
کہ مدعی اکثر کے شاہد کا مکذب ہے اور صحیح صاحبین کا قول ہے کذا فی الطحطاوی عند ابی السعود شارح کو مناسب تھا کہ بجاے الا فی احدی واربعین کے الا فی اثنین واربعین
کہتا تا تفصیل آیندہ کے مطابق ہوتا اسواسطے کہ بیالیس صورتین مستثنی مذکور ہین قال فی زواہر الجواہر حاشیتہا للشیخ صالح ابن المصنف قد ذکر فی الشرح

المحال علیہ مسائل لا یضر فیہا اختلاف الشاہدین وانا اذکرہا سردا فاقول الاولی شہد احدہما ان علیہ الف درہم وشہد الآخر انہ اقر بالف درہم تقبل

شیخ صالح بن مصنف تنویر الابصار نے زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ والنظائر مین کہا البتہ مصنف اشباہ نے اُس شرح مین جسپر حوالہ کیا ہی یعنی بحر الرائق مین چند مسائل کو ذکر کیا ہی جسمین اختلاف شاہدین مضر نہین ادر مین اُن مسائل کو شمار کرکے بلا دلیل ذکر کرتا ہون سو کہتا ہون پہلا مسئلہ یہ ہی کہ ایک شاہد نے گواہی دی کہ مدعا علیہ پر ہزار درم ہین اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے ہزار درم کا اقرار کیا تو گواہی مقبول ہی الثانیۃ ادعی کر حنطۃ جیدۃ شہد احدہما بالجودۃ والآخر بالردیۃ تقبل بالردیۃ ویقضی بالاقل ۲ دعوی کیا مدعی نے بقدر کر کے کھرے گیہون کا تو ایک نے کھرے ہونیکی گواہی دی اور دوسرے گواہ نے ناقص گیہون ہونیکی گواہی دی ناقص کی گواہی مقبول ہوگی اور اقل پر حکم ہوگا اور کر بضم اول و تشدید ثانی پیمانہ کا نام ہی الثالثۃ ادعی مائۃ دینار فقال احدہما نیسابوریۃ والآخر بخاریۃ والمدعی یدعی نیسابوریۃ وہی اجود یقضی بالبخاریۃ ۳- دعوی کیا سو دینار کا تو ایک گواہ نے کہا کہ نیشاپوری دینار تھے اور دوسرے نے کہا بخاری دینار تھے اور مدعی نیشاپوری کا دعوی کرتا ہی اور وہی کھرے ہین تو دینار بخاری کا حکم ہوگا بالاتفاق الرابعۃ لو اختلفا فی الہبۃ والعطیۃ ۴- اگر دونون اختلاف کرین ہبہ و عطیہ مین الخامس لو اختلفا فی لفظ النکاح والتزویج ۵- اگر اختلاف کرین نکاح اور تزویج کے لفظ مین ہم بحر الرائق مین کہا کہ تطابق لفظی مین یہ شرط نہین کہ وہی بعینہ لفظ مذکور ہو بلکہ یا بعینہ یا اُسکے مرادف تو ہبہ و عطیہ کا اختلاف یا نکاح اور تزویج کا اختلاف مانع قبول کا نہین انتہی حموی نے کہا تو اب استثنا کی حاجت نہین کہ واقع مین یہان اختلاف ہی نہین السادسۃ شہد احدہما انہ جعلہا صدقۃ موقوفۃ ابدا علی ان لزید ثلث غلتہا وشہد اخران لزید نصفہا تقبل علی الثلث ۶- ایک نے گواہی دی کہ واقف نے زمین کو صدقہ موقوفہ دائمی کیا ہی اس شرط پر کہ زید کو اُسکا تہائی غلہ ملے اور دوسرا گواہی دیتا ہی کہ زید کو اُسکا نصف غلہ ملے تو گواہی تہائی پر مقبول ہوگی م اور ایسی ہی اگر ایک کل کی گواہی دے اور دوسرا نصف کی تو نصف متفق علیہ پر حکم ہوگا بشرطیکہ مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو السابعۃ انہ باع بیع الوفاء فشہد احدہما بہ والاخران المشتری اقربذلک تقبل ۷- مدعی نے دعوی کیا کہ اُسنے بیع الوفا کی بیع کی تو ایک گواہ نے اُسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے کہا کہ مشتری نے بیع الوفا کا اقرار کیا تو مقبول ہی م بیع الوفا یا بیع کی کچھ خصوصیت نہین بلکہ ہر قول کا یہی حکم ہی بخلاف فعل کے اور نکاح فعل مین داخل ہی کذا فی الحلبی عن البحر الثامنۃ شہد احدہما انہا جاریتہ والآخر انہا کانت لہ تقبل ۸- ایک نے گواہی دی کہ وہ اُسکی لونڈی ہی اور دوسرے نے کہا کہ پہلے اُسکی لونڈی تھی تو قبول ہوگی التاسعۃ ادعی الفا مطلقا فشہد احدہما علی اقرارہ بالف قرض والآخر بالف ودیعۃ تقبل ۹- دعوی کیا مطلق ہزار کا بلا قید قرض یا ودیعت کے سو ایک نے گواہی دی مدعا علیہ کے اقرار پر قرض کی اور دوسرے نے ہزار امانت کی تو مقبول ہی العاشر ادعی الابراء فشہد احدہما بہ والآخر انہ وہبہ او تصدق علیہ او حللہ جاز ۱۰- دعوی کیا ابراء دین کا تو ایک نے اسکی گواہی دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ دائن نے مدیون کو دین ہبہ کر دیا یا خیرات کیا یا اُسکو چھوڑ دیا تو جائز ہی اسواسطے کہ ہبہ کرنا اور تصدق کرنا اور تحلیل دین ابرا مین داخل ہی الحادیۃ عشرۃ ادعی الہبۃ فشہد احدہما بالبراءۃ والآخر بالہبۃ وانہ حللہ جاز- ۱۱ دعوی کیا ہبہ کا یعنی دائن نے اسکو دین ہبہ کر دیا سو ایک نے برارت کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ یا تحلیل کی تو جائز ہی الثانیۃ عشرۃ ادعی الکفیل الہبۃ فشہد احدہما بہا والآخر بالابراء جاز وثبت الابراء ۱۲- دعوی کیا ضامن نے ہبہ کا یعنی دیون اصیل کو دائن نے دین ہبہ کر دیا تو ایک نے اسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ابرا کی تو جائز ہی اور ابرا ثابت ہوگا اور ضامنی باطل ہو جاویگی الثالثۃ عشرۃ شہد احدہما علی اقرارہ انہ اخذ منہ العبد والآخر علی اقرارہ بانہ اودع منہ ہذا العبد تقبل ۱۳- ایک نے گواہی دی مدعا علیہ کے اقرار پر کہ اُسنے مدعی سے غلام لیا ہی اور دوسرے نے اسکے اس اقرار پر کہ اُسنے مدعی کا غلام بطور ودیعت کے رکھا تو گواہی مقبول ہوگی م صورت اسکی یہ ہی ایک نے غلام کا دعوی کیا جو دوسرے مرد کے پاس ہی سو مدعا علیہ نے انکار کیا پھر مدعی نے شہادت مذکورہ ثابت کی تو مدعی غلام کو پا دیگا اور ایسا ہی مسئلہ آئندہ الرابعۃ عشرۃ شہد احدہما انہ غصب منہ والآخران فلانا اودع منہ ہذا العبد یقضی للمدعی ۱۴- ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے مدعی سے غلام کو غصب کیا ہی اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ فلانے نے اُسکا غلام بطور ودیعت کے رکھا ہی تو مدعی کیواسطے حکم ہوگا الخامسۃ عشر شہد احدہما انہا ولدت منہ والآخر انہا حبلت منہ تقبل ۱۵- ایک نے گواہی دی کہ عورت اُسکا لڑکا جنی اور دوسرے نے یہ کہ وہ اُس سے حاملہ ہوئی تو مقبول ہوگی م صورت اسکی یہ ہی کہ زوج نے زوجہ کی طلاق اُسکی ولادت پر معلق کی پھر گواہون نے شہادت مذکور دی تو طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ حمل کو غالباً ولادت لازم ہی تو گویا اُسنے ولادت کی گواہی دی السادسۃ عشرۃ شہد احدہما انہ اقر ان الدار لہ والآخر انہ سکن فیہا تقبل

۱۶- ایکنے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ گھر مدعی کا ہی اور دوسرے نے یہ کہ مدعی اسمین ساکن تھا تو مقبول ہوگی م ہرچند سکونت باجارہ یا باعارہ بھی ہوتی ہی لیکن ملک
اسمین اصل ہی لہذا گواہی مقبول ہوگی علی الخصوص کہ دوسرے کی شہادت سے ملک کی تایید ہوگئی السابعۃ عشرۃ شہد احدہما انہا ولدت منہ ذکرا وقال الآخر انثی تقبل
۱۷- ایکنے گواہی دی کہ زوجہ شوہر سے لڑکا جنی اور دوسرے نے کہا کہ اسکی لڑکی جنی تو مقبول ہی م صورت اسکی یہ ہی کہ طلاق اُسکی معلق ولادت پر معلق ہوئی تھی الثامنۃ عشرۃ
انکر اذن عبدہ فشہد احدہما علی اذنہ فی الثیاب والآخر فی الطعام تقبل ۱۸- مولی نے انکار کیا اپنے غلام کو تجارت کے اذن دینے کا تو ایکنے گواہی دی کپڑون کی تجارت کے
اذن کی اور دوسرے نے طعام کی تجارت کی گواہی دی تو مقبول ہوگی اسواسطے کہ ایک قسم مین اذن دینا جمیع انواع کو شامل ہوتا ہی کذا فی باب الماذون التاسعۃ عشرۃ اختلف
شاہدا الاقرار بالمال فی کونہ اقر بالعربیۃ وبالفارسیۃ تقبل بخلافہ فی الطلاق ۱۹- اختلاف کیا اقرار مال کے دو شاہدون نے کہ اُسنے عربی زبان مین اقرار کیا یا فارسی مین
تو مقبول ہوگی بخلاف طلاق کے کہ اسمین مقبول نہوگی یعنی اسواسطے کہ اقرار مین اتفاق معنوی کافی ہی بخلاف طلاق کے العشرون شہد احدہما انہ قال لعبدہ انت حر
والآخر انہ قال آزادی تقبل ۲۰- ایکنے گواہی دی کہ مولی نے اپنے غلام سے عربی مین کہا کہ انت حر یعنی تو آزاد ہی اور دوسرے نے کہا فارسی مین آزادی یعنی تو آزاد ہی
تو مقبول ہی الحادیۃ والعشرون قال لامرأتہ ان کلمت فلانا فانت طالق فشہد احدہما انہا کلمتہ غدوۃ والآخر عشیۃ طلقت ۲۱- زوج نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر تو فلانے
سے بات کریگی تو تو طالق ہی سو ایکنے گواہی دی کہ اُسنے اُس سے اول روز بات کی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس سے آخر روز بات کی تو وہ مطلقہ ہوگی الثانیۃ والعشرون
ان طلقتک فعبدی حر فقال احدہما طلقہا الیوم والآخر انہ طلقہا امس یقع الطلاق والعتاق ۲۲- زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر مین تجھکو طلاق دون تو میرا
غلام آزاد ہی سو ایکنے گواہی دی کہ اُسنے آج کے دن اُسکو طلاق دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسکو کل طلاق دی تو طلاق اور عتاق واقع ہونگے م اس مسئلہ
مین اور مسئلہ سابقہ مین مقصود ملحوظ ہی یعنی حصول شرط قطع نظر زمان سے الثالثۃ والعشرون شہد احدہما انہ طلقہا ثلثا البتۃ والآخر انہ طلقہا ثنتین البتۃ یقضی بطلقتین
ویملک الرجعۃ ۲۳- ایکنے گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو تین طلاق البتہ دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ دو طلاق البتہ دی تو دو طلاق کا حکم ہوگا اور زوج
رجعت کا مالک ہوگا م اگر لفظ البتہ کا شہادت سے تعلق ہی نہ طلاق سے تو رجعت بلا تکلف ثابت ہی اور اگر طلاق سے متعلق ہو تو ملک رجعت سے مراد یہ ہی کہ
اعادہ نکاح کا مالک ہی بعقد جدید اسواسطے کہ طلاق بائن کے بعد اعادہ عقد جائز ہی الرابعۃ والعشرون شہد احدہما انہ اعتق بالعربیۃ والآخر بالفارسیۃ تقبل ۲۴
ایکنے گواہی دی کہ مولی نے عربی زبان مین غلام کو آزاد کیا اور دوسرے نے کہا فارسی مین تو مقبول ہی م یعنی شاہد نے عربی فارسی مین گواہی دی اور شاہد نے یہ
نہین کہا کہ مولی نے حر یا آزاد کہا تو یہ مسئلہ بیسوین مسئلہ کے ساتھ مکرر نہوا کہ اسمین قول مولی کا عربی فارسی مین مذکور ہی الخامسۃ والعشرون اختلفا فی مقدار المہر
یقضی بالاقل ۲۵- شاہدون نے اختلاف کیا مقدار مہر مین تو اقل مہر پر حکم ہوگا م طحطاوی نے کہا جامع الفصولین مین مذکور ہی کہ شاہدون نے بیع اور اجارہ اور طلاق
اور عتاق کی گواہی دی بعوض مال کے اور مختلف ہوئی مقدار مال مین تو گواہی مقبول نہین مگر نکاح مین مقبول ہی اور مہر مین مہر مثل کیطرف رجوع ہوگا اور
صاحبین نے کہا کہ نکاح مین بھی مقبول نہین انتہی تو اقل پر حکم کرنا اُسکے منافی ہی السادسۃ والعشرون شہد احدہما انہ وکلہ بخصومتہ مع فلان فی دار سماہ وشہد الآخر
انہ وکلہ بخصومتہ فیہ وفی شئ آخر تقبل فی دار اجتمعا علیہ ۲۶- گواہی دی ایکنے کہ فلانے نے فلانے کو فلانے کے ساتھ خصومت کرنیکا وکیل کیا ہی اُس گھر مین جسکا
وکیل نے نام لیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُسنے اُسکو خصومت کا وکیل کیا ہی اسی گھر کی خصومت مین اور دوسری چیز کی خصومت مین بھی تو گواہی مقبول ہوگی
اُس گھر کی وکالت مین جسپر دونون شاہد متفق ہوے السابعۃ والعشرون شہد احدہما انہ وقفہ فی صحتہ والآخر بانہ وقفہ فی مرضہ قبلا ۲۷- ایکنے گواہی دی کہ واقف
نے اُسکو وقف کیا اپنی صحت مین اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اسکو اپنے مرض مین وقف کیا تو دونون مقبول ہین م طحطاوی نے کہا لیکن اسکی
تصریح نہوئی کہ وقف کل مین ہوگا یا ثلث مین اگر اُسکا اتنا ہی مال ہی اور ظاہر ثلث ہی مال معلوم ہوتا ہی مگر اسکو بنقل ثابت کرنا چاہیے
الثامنۃ والعشرون لو شہد شاہد انہ اوصی علیہ یوم الخمیس وآخر یوم الجمعۃ جازت ۲۸- اگر ایک شاہد نے گواہی دی کہ زید نے خالد کو

انہ لاوصی کیا پنجشنبہ کے دن اور دوسرے نے کہا جمعہ کے دن تو جائز ہے الثامنۃ والعشرون ادعی مالا فشہد احدہما ان المحتال علیہ احال غریمہ بہذا وشہد الآخر انہ کفل عن غریمہ بہذا المال تقبل ۲۹- مدعی نے دعویٰ کیا مال کا سو ایک گواہ نے گواہی دی کہ محتال علیہ پر اسکے دائن نے یہ مال اتارا اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعی علیہ مدعی کے مدیون کا ضامن ہوا بواسطے اس مال کے تو گواہی مقبول ہے م غریم معنی دائن و مدیون دونوں کے بولا جاتا ہے سو یہاں غریم اول معنی دائن ہے اور غریم ثانی بمعنی مدیون ہے اور محتال علیہ وہ ہے جس پر کوئی مال حوالہ کرے یعنی اتارے اور وہ قبول کرے صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ زید نے خالد پر مال کا دعویٰ کیا سو خالد نے انکار کیا زید نے دو شاہد گذرانے ایک شاہد نے یہ گواہی دی کہ خالد محتال علیہ ہے یعنی خالد کے دائن نے زید کا حوالہ خالد پر کیا یعنی جو اسکا دین خالد پر ہے وہ زید کو دلایا اور دوسرے نے گواہی دی کہ خالد ضامن ہے مدیون زید کا خلاصہ یہ ہے کہ مال خالد پر بہر صورت ہے لیکن ایک شاہد نے کہا کہ اس پر مال بطریق احالہ ہے اور دوسرے نے کہا بطریق ضمانت ہے اور یہ صورت شیخ صالح کے کلام میں آ گئی ہوگی مگر اسنے کہا ہے کہ حکم ضمانت پر ہوگا اسلیے کہ وہ اقل ہے کذا فی الطحطاوی الثلثون شہد احدہما انہ باعہ کذا الی شہر وشہد الآخر بالبیع ولم یذکر الاجل تقبل ۳۰- ایک نے گواہی دی کہ اسنے اسکو بیچا ایک مہینہ کی مدت پر اور دوسرے نے بیع کی گواہی بلا ذکر مدت دی تو مقبول ہے الحادیۃ والثلثون شہد احدہما انہ باعہ بشرط الخیار ثلثۃ ایام ولم یذکر الآخر الخیار تقبل فیہما ۳۱- ایک نے گواہی دی کہ اسنے بیع کی بشرط خیار تین دن کے اور دوسرے نے خیار کو نہ ذکر کیا تو دونوں میں مقبول ہے الثانیۃ والثلثون شہد واحد انہ وکلہ بالخصومۃ فی ہذہ الدار عند قاضی الکوفۃ والآخر عند قاضی البصرۃ جازت شہادتہما ۳۲- ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو اس گھر کی خصومت میں وکیل کیا قاضی کوفہ کے سامنے اور دوسرے نے کہا کہ قاضی بصرہ کے سامنے تو دونوں کی گواہی جائز ہے الثالثۃ والثلثون شہد انہ وکلہ بالقبض والآخر انہ جراہ تقبل ۳۳- ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو قبض کرنیکا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اسکو مسلط کیا تو مقبول ہے م قولہ جراہ من التجریۃ بمعنی التسلیط کذا فی الحلبی الرابعۃ والثلثون شہد احدہما انہ وکلہ بقبض والآخر انہ سلطہ علی قبضہ تقبل ۳۴- ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو قبض کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اسکو قبض کرنے پر مسلط کیا م یہ صورت اور صورت سابقہ یکسان ہے فقط لفظ کا فرق ہے الخامسۃ والثلثون شہد احدہما انہ وکلہ بقبضہ والآخر انہ اوصی لہ بقبضہ فی حیوتہ تقبل ۳۵- ایک نے گواہی دی کہ اسکو اسنے اسکے قبض کرنے کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اسنے اسکو اپنی زندگی میں اسکے قبض کرنے کی وصیت کی تو مقبول ہے م موصی الیہ بالقبض بمنزلہ وکیل کے ہے حقیقۃً وکیل نہیں اسواسطے کہ وکالت موت سے باطل ہو جاتی ہے السادسۃ والثلثون شہد احدہما انہ وکلہ بطلب دینہ والآخر بتقاضیہ تقبل ۳۶- ایک نے گواہی دی کہ اسنے اسکو وکیل کیا اپنے دین کے طلب کرنے میں اور دوسرے نے کہا کہ دین کے تقاضا کرنے کے واسطے وکیل کیا تو مقبول ہے السابعۃ والثلثون شہد احدہما انہ وکلہ بقبضہ والآخر بطلبہ تقبل ۳۷- ایک نے گواہی دی کہ اسکو وکیل کیا اسکے قبض کرنے کے واسطے اور دوسرے نے کہا اسکے طلب کرنے کے واسطے تو مقبول ہے الثامنۃ والثلثون شہد احدہما انہ وکلہ بقبضہ والآخر انہ امرہ باخذہ او ارسلہ لیاخذہ تقبل ۳۸- ایک نے گواہی دی کہ اسنے اسکو اسکے قبض کرنے کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اسنے اسکو اسکے لینے کا امر کیا یا اسکو بھیجا تا اسکو لے تو مقبول ہے التاسعۃ والثلثون اختلفا فی زمن اقرارہ فی الوقف تقبل ۳۹- دونوں شاہدوں نے اختلاف کیا واقف کے زمانہ اقرار فی الوقف میں م اسمیں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مشہود اگر قول محض ہے تو اختلاف زمانی یا مکانی قبول شہادت کا مانع نہیں بسبب ممکن ہونے اعادہ اور تکرار اسکے قول میں اور اگر فعل محض ہو چنانچہ غصب یا قول مختلط بفعل ہو چنانچہ نکاح تو اسمیں اختلاف زمان یا مکان کا مانع ہے قبول کا نکاح اگرچہ قول ہے لیکن حضور شاہدین اسکی شرط ہے اور وہ فعل ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ الاربعون اختلفا فی مکان اقرارہ تقبل ۴۰- شاہدوں نے اختلاف کیا وقف کے مکان اقرار میں تو مقبول ہے الحادیۃ والاربعون اختلفا فی وقفہ فی صحتہ او فی مرضہ تقبل ۴۱- گواہوں نے اختلاف کیا واقف کے وقف کرنے میں اسکی صحت میں یا اسکے مرض میں م یہ مسئلہ ستائیسویں مسئلہ کے ساتھ مکرر ہو گیا الثانیۃ والاربعون شہد احدہما بوقف علی زید والآخر علی عمرو یکون وقفا علی الفقراء انتہی ۴۲- ایک شاہد نے گواہی دی واقف کے وقف کرنیکی زید پر اور دوسرے نے عمرو پر تو مقبول ہے اور یہ وقف فقیروں پر ہوگا انتہی کلام الاشباہ وقد زدت تفصیل ہذہ علی ما ذکرہ المصنف

مسائل شہادۃ اختلفا فی تاریخ الرہن بان شہد احدہما انہ رہن یوم الخمیس والآخر یوم الجمعۃ تسمع عندہما خلافا لمحمد جواہر الفتاوی شیخ صالح نے کہا مین کہتا ہون اور وہ مسائل
مصنف اشباہ اور بحر الرائق نے مذکور کیئے انہیں مین نے چند مسائل زیادہ کیے یعنے تیرہ مسئلے ازانجملہ یہ ہی کہ شاہدون نے تاریخ رہن مین اختلاف کیا سو ایک نے گواہی دی
کہ راہن نے پنجشنبہ کے دن رہن رکھا اور دوسرے نے کہا کہ جمعہ کے دن تو گواہی شیخین کے نزدیک مسموع ہی بخلاف محمد کے کذا فی الجواہر الفتاوی ومنہا لو اتفق الشاہدان علے
الاقرار بن واحد بمال ثم اختلفا فقال احدہما کنا جمیعا فی مکان کذا وقال الآخر کنا فی مکان کذا تقبل اور ازانجملہ یہ کہ اگر شاہدون نے ایک شخص کے اقرار بمال پر اتفاق کیا اور
مکان مین اختلاف کیا سو ایک شاہد نے کہا کہ ہم سب بیٹ مکان مین تھے اور دوسرے نے کہا کہ ہم فلانے مکان مین تھے تو مقبول ہی حموی جلبی نے کہا یہ بکری ہی چالیسوین صورت
کے ساتھ طحطاوی نے کہا اگر دونون مین فرق ہی سو اسطے کہ چالیسوین وقف کے اقرار مین ہی اور یہان مال کے اقرار مین علاوہ اسکے وہان شاہدون نے یہ نہین کہا کہ ہم سب تھے سو تامل کرد اور اسکا
مابعد سینتیسوین صورت کے ساتھ مکرر ہوجائیگا ومنہا لو قال احدہما المسئلۃ بحالہا کان ذلک بالغداۃ وقال الآخر کان ذلک بالعشی تقبل وہما فی الولوالجیہ اور ازانجملہ یہ کہ ایک
نے کہا اور حال اگر مسئلہ سابقہ بجال خود ہی یعنی مال کا اقرار متفق علیہ ہی یون کہا کہ یہ اقرار اول روز تھا اور دوسرے نے کہا آخر روز تھا تو مقبول ہی اور یہ دونون مسئلے ولوالجیہ
مین مذکور ہین ومنہا شہدا علی رجل انہ طلق امرأتہ واحد ہما یقول انہ عین منکوحۃ بنت فلان الآخر یقول نسیہا الا انی اعلم وتشہد ان المرأۃ التی کانت لہ سوی ابنۃ فلان
قد طلقہا واخرجہا من دارہ قبل ہذا التعلیق قال فخر الدین اذا شہدا علی الطلاق الا انہ عین احدہما المرأۃ وذکر اسمہا ولم یعین الاخر التی ہی فی نکاحہ ولیس فی نکاحہ
غیر امرأۃ واحدۃ تصح الشہادۃ وہی فی جواہر الفتاوی اور ازانجملہ یہ کہ دو شاہدون نے ایک مرد پر گواہی دی کہ اُسنے اپنی زوجہ کو اور ایک کہتا ہی کہ زوج نے اپنی
عین منکوحہ زید کی بیٹی کو مثلاً طلاق دی اور دوسرا شاہد کہتا ہی کہ وہ مطلقہ بعینہا نہیں مین مقرر جانتا ہون اور گواہی دیتا ہون کہ جو عورت کہ زوج کی تھی زید
کی بیٹی کے سوا اسکو اُسنے طلاق دی اور اُسکو یعنی زید کی بیٹی کو تو اُسنے اپنے گھر سے نکال دیا قبل اس تعلیق کے یعنے جسمین ایک شاہد تعیین کرتا ہی کذا فی الطحطاوی
فخر الدین نے کہا جبکہ دو نے طلاق پر گواہی دی مگر یہ کہ ایک شاہد نے عورت مطلقہ کی تعیین کی اور اسکا نام مذکور کیا اور دوسرے شاہد نے اُس عورت کو جو
اُسکے نکاح مین تھی علی التعیین ذکر نہ کیا اور حالانکہ زوج کے نکاح مین نہین سوا ایک عورت کے تو شہادت صحیح ہوگی یعنی اسواسطے کہ صاف معلوم ہوگیا کہ مطلقہ زید ہی کی
بیٹی ہی اور یہ مسئلہ جواہر الفتاوی مین ہی ومنہا ادعی ملک دارہ فشہد لہ احدہما انہا لہ وقال ملکہ وشہد الآخر انہا کانت ملکہ تقبل قنیۃ المفتی اور ازانجملہ یہ کہ ایک شخص نے اپنے گھر کی ملک
کا دعوی کیا تو ایک گواہ نے گواہی دی کہ وہ گھر اُسی کا ہی یا یون بولا کہ اسکا مملوک ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ وہ گھر اسکا مملوک تھا تو مقبول ہی کذا فی القنیۃ المفتی م جب زمانہ
گذشتہ مین اُسکا مملوک ٹھہرا تو اصل یہ ہی کہ بطور سابق اُسی کا مملوک ہیگا اُسوقت تک کہ ناقل شرعی اُسکو نقل کرے ومنہا ادعی الفین والفا وخمسمأۃ فشہد احدہما بالالف
والآخر بالف وخمسمأۃ تقضی لہ بالالف اجماعا منیہ اور ازانجملہ یہ کہ دعوی کیا دو ہزار کا یا ایک ہزار اور پانسو کا تو شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ایکہزار اور پانسو
کی گواہی دی تو ہزار کا حکم بالاجماع ہوگا کذا فی المنیۃ المفتی اسواسطے کہ شاہد نے ہزار کا لفظ صراحۃ ذکر کیا بخلاف ایکہزار اور دو ہزار کی گواہی کے اسواسطے کہ ہزار دو ہزار مین
نہ تو داخل ہین صراحۃً اور معلوم ہوچکا کہ مفتی بہ صاحبین کا قول ہی کذا فی الطحطاوی ومنہا لو شہدا لہ علی ہذا الرجل الف درہم وشہد احدہما انہ قد قضاہ المطلوب منہا خمسمأتہ
والطالب ینکر ذلک فان شہادتہما علی الالف مقبولۃ ولوالجیہ اور ازانجملہ یہ کہ دونون شاہدون نے بالاتفاق اسکی گواہی دی کہ مدعی کے اس مرد پر ہزار درم ہین اور
ایک نے یہ گواہی دی کہ دراہم مطلوبہ مین سے مدعی علیہ نے پانسو درم ادا کیے ہین اور طالب اسکا منکر ہی تو اُن دونون کی گواہی ہزار پر مقبول ہی کذا فی الولوالجیہ یعنی مدعی علیہ کو
چاہیے کہ دوسرا گواہ پانسو کے ادا کرنے پر قائم کرے ومنہا ادعی جاریۃ فی ید رجل وجاء بشاہدین فشہد احدہما انہا جاریتہ غصبہا منہ وشہد الآخر انہا جاریتہ ولم یقل
غصبہا منہ قبلت الشہادۃ مجمع الفتاوی اور ازانجملہ یہ کہ مدعی نے دعوی کیا ایک لونڈی کا ایک مرد کے ہاتھ مین اور مدعی دو شاہد لایا سو ایک شاہد نے
گواہی دی کہ وہ لونڈی مدعی کی لونڈی ہی مدعی علیہ نے اس سے غصب کرلی ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسکی لونڈی ہی اور یہ نہ کہا کہ اُسنے اُس سے غصب
کرلی ہی تو شہادت مقبول ہی کذا فی مجمع الفتاوی اسواسطے کہ مطلق کا بے مقید کے ساتھ مجتمع ہوجاتا ہی ومنہا شہدا بالبرقۃ بقرۃ واختلفا فی لونہا تقبل عندہ خلافا لہما

جامع الفصولین اور ازانجملہ یہ کہ شاہدون نے گاے کے چوری کی بالاتفاق گواہی دی اور اختلاف کیا اُسکے رنگ مین تو یہ گواہی امام کے نزدیک مقبول ہو بخلاف صاحبین کے

کذا فی جامع الفصولین ومنہا شہد احدہما بکفالۃ والآخر بحوالۃ تقبل فی الکفالۃ لانہا اقل جامع الفصولین اور ازانجملہ یہ کہ ایک نے کفالت کی گواہی دی اور دوسرے نے

حوالہ دین کی تو کفالت مین گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ ضامنی نسبت بحوالہ کمتر ہو کذا فی جامع الفصولین م یہ صورت ستائیسوین صورت کے ساتھ مکرر ہی

ومنہا شہد احدہما انہ وکلہ بطلاقہا وحدہا وشہد الآخر انہ وکلہ بطلاقہا وطلاق فلانۃ الاخری فہو وکیل فی طلاق التی اتفقا علیہا وہی فیہ ایضا اور ازانجملہ یہ کہ ایک نے

گواہی دی کہ مثلاً زید کو زوج نے فقط فلانی زوجہ کی طلاق کا وکیل کیا ہو اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُسکی طلاق کا اور دوسری فلانی عورت کے بھی طلاق کا وکیل

کیا ہو تو زید اسی عورت کی طلاق مین وکیل ہوگا جس عورت پر دونون شاہد متفق ہوے اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین مین ہو ومنہا شہد بالوکالۃ وزاد احدہما انہ

عزلہ تقبل فی الوکالۃ لا فی العزل وہی فیہ ایضا اور ازانجملہ یہ کہ دو شاہدون نے وکالت کی گواہی دی اور ایک گواہ نے اتنا زیادہ کیا کہ وکیل مذکور کو معزول کیا

وکالت سے تو شہادت وکالت مین مقبول ہوگی نہ معزول کرنے مین اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین مین ہو ومنہا ادعت ارضا شہد احدہما انہا ملکہا لان زوجہا دفعہا الیہا

عوضا عن الاستیمان وشہد الآخر انہا ملکہا لان زوجہا اقر انہا ملکہا تقبل لان کل بائع مقر بالملک لمشتریہ فکانہما شہدا انہ ملکہا اور ازانجملہ یہ کہ عورت نے ایک

زمین کا دعوی کیا ایک شاہد نے گواہی دی کہ وہ زمین اُس عورت کی مملوک ہو اسواسطے کہ اُسکے زوج نے وہ زمین اُسکو بعوض مہر کے دی ہو اور دوسرے

نے گواہی دی کہ اُس زمین کی عورت ہی مالک ہو اسواسطے کہ اُسکے زوج نے اقرار کیا کہ زمین عورت کی مملوک ہو تو گواہی مقبول ہو اسواسطے کہ ہر بائع اپنے

مشتری کی ملک کا مقر ہو تو گویا دونون شاہدون نے بالاتفاق گواہی دی کہ زوج نے عورت کو زمین کا مالک کیا ہو م جب زوج نے زمین عوض مہر کے دی تو

زوج بائع ٹھہرا اور استیمان عبارت ہو مہر سے کذا فی الطحطاوی وقیل ترد لانہ لما شہد احدہما انہ دفعہا عوضا وشہد بالعقد وشہد الآخر باقرارہ بالملک فاختلف

المشہود بہ اما لو شہد احدہما ان زوجہا دفعہا عوضا والآخر باقرارہ انہ دفعہا عوضا تقبل لاتفاقہما کما لو شہد احدہما بالبیع والآخر باقرارہ وہی فی جامع الفصولین

انتہی کلام الشیخ صالح ابن الشیخ محمد بن عبد اللہ الغزی اور قول ضعیف مین شہادت مذکورہ مردود ہو اسواسطے کہ جب ایک گواہ نے اسکی گواہی دی کہ زوج

نے زمین کو عوض مہر کے دیا اور عقد معاوضہ کی گواہی دی اور دوسرے نے زوج کے اقرار بالملک کی گواہی دی تو مشہود بہ مختلف ہوگیا یعنی اِس

جہت سے کہ شاہد اول نے اقرار بالملک کی گواہی دی اور اگر ایک شاہد یون گواہی دیتا کہ اُسکے زوج نے زمین عوض مہر کے دی اور دوسرا زوج

کے اقرار پر یون گواہی دیتا کہ اُسنے زمین عوض دی تو مقبول ہوتی بسبب متفق ہونے دونون شاہدون کے چنانچہ ایک شاہد اگر گواہی دے بیع کی اور دوسرا گواہ بائع کے

اقرار بیع پر گواہی دے تو مقبول ہو اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین مین ہو تمام ہوچکا کلام شیخ صالح بن شیخ محمد بن عبد اللہ غزی کا فی الاشباہ السکوت کالنطق الا

فی مسائل عد منہا سبعۃ وثلثین اشباہ مین ہو کہ سکوت نطق کے مانند ہو مگر چند مسائل مین شمار کیا ہو مسائل مذکورہ مین سے سینتیس کو م اولی یہ تھا کہ شارح

یون کہتا السکوت لیس کالنطق الا فی کذا چنانچہ اسیطرح ہو بعض نسخ درالمختار مین اور یہ نقل بالمعنی ہو اسواسطے کہ اشباہ کی عبارت یون ہو القاعدۃ الثانیۃ

عشر لاینسب الی ساکت قول ثم قال لخرج عن ہذہ القاعدۃ مسائل کثیرۃ یکون السکوت فیہا کالنطق کذا فی الطحطاوی اور مترجم نے ۳۰ مسائل کو کتاب النکاح

کے باب الاولیا مین مفصل ذکر کیا ہو قلت وزاد فی تنویر البصائر مسئلتین مین کہتا ہون اور تنویر البصائر مین دو مسئلے اور زیادہ کیے ہین الاولی مسئلۃ السکوت فی الاجارۃ

قبول ورضی کقولہ لساکن دارہ اسکن بکذا والا فانتقل فسکت لزمہ المسمی وذکرہ المولف فی الاجارۃ پہلا مسئلہ یہ ہو سکوت کرنا اجارہ مین قبول اور رضامندی

ہو چنانچہ صاحب خانہ کا یون کہنا اپنے گھر کے رہنے والے سے کہ سکونت کر بعوض اتنے کے والا اُٹھ جا اور پھر مستاجر چپ رہا تو اسکو معین کرایہ

دینا لازم ہوگا اور مولف اشباہ نے اسکو کتاب الاجارہ مین ذکر کیا ہو الثانیۃ سکوت المودع قبول دلالۃ قال المولف فی البحر سکوتہ عند

وضعہ بین یدیہ قبول دلالۃ انتہی دوسرا مسئلہ یہ ہو کہ ساکت رہنا امانت رکھنے والے کا قبول ہو بدلالت حال مولف اشباہ نے

اپنی کتاب بحر الرائق مین کہا جب ہنا امانت دار کا امانت رکھنے کے وقت اپنے سامنے قبول ہی باعتبار دلالت کے انتہی کلام التنویر وزاد علیہا فی زواہر الجواہر
مسائل اور مسائل مذکورہ پر زواہر الجواہر مین چند مسائل بڑھائے ہین منہا عند قولہ الرابعۃ والعشرون سکوتہ عند بیع زوجتہ فقال وکذا سکوتہا عند بیع زوجہا لما فی
البزازیۃ الفتوی علی عدم سماع الدعوی فی التقریب والزوجۃ انتہی وصحح قاضی خان انہا تسمع فلیتامل عند الفتوی ازانجملہ ماتن کے اس قول کے پاس کہ سکوت زوج کا زوجہ
کے بیع کرنے کے وقت سو شیخ صالح زواہر کے مصنف نے کہا اور اسیطرح سکوت زوجہ کا اپنے زوج کے بیع کرنے کے وقت بجائے قول کے ہی اسواسطے کہ بزازیہ مین
فتوی ہی عدم سماع دعوی پر قرابت دار اور زوجہ مین انتہی ما فی البزازیۃ اور قاضی خان نے تصحیح کی ہی کہ دعوی مذکور مسموع ہی تو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کیوقت یعنی
مفتی کو مناسب ہی کہ خصمین کو نظر کرے اور جو انکے حق مین احوط ہو اسکا فتوی دے کذا فی الطحطاوی قلت ویزاد ما فی تفرقات التنویر من سکوت الجار عند تصرف
المشتری فیہ زرعا و بناء اعزیاہ للبزازیۃ وہکذا ذکرہ فی تنویر البصائر معزیا الیہا فالعجب من صاحب الجواہر الزواہر کیف ذکر صدر کلام البزازیۃ وترک آخر شارح
کہتا ہی مین کہتا ہون اور زیادہ کیا جاے وہ مسئلہ جو متفرقات تنویر مین ہی یعنی ساکت رہنا پڑوسی کا مشتری کے تصرف کیوقت خرید کے مکان مین باعتبار
زراعت کرنے یا عمارت بنانے کے اور اس قول کو ہمنے بزازیہ کیطرف نسبت کیا ہی اور اسیطرح تنویر البصائر مین ذکر کیا ہی اوسی کی طرف نسبت کرکے تو تعجب ہی جواہر
زواہر کے مصنف سے کہ کیونکر اسنے ابتدا کلام بزازیہ کو ذکر کیا اور آخر کلام کو چھوڑا وہ صدر کلام بزازیہ سکوت زوجہ کا ہی اپنے زوج کی بیع کرنے کے وقت اور
آخر کلام بزازیہ کا مسئلہ ہی متفرقات کا ومنہا لو تزوجت بغیر کفو فسکت الولی حتی ولدت کان سکوتہ رضی زیلعی اور منجملہ زوائد صاحب زواہر الجواہر کے یہ ہی کہ اگر
عورت نے نکاح کیا غیر کفو سے سو ولی ساکت رہا یہانتک کہ وہ جنی تو اسکا سکوت رضامندی ہوگا کذا فی الزیلعی ومنہا ما فی المحیط رجل زوج رجلا بغیر امرہ فہناہ القوم
وقبل التہنئۃ فہو رضی لان قبول التہنئۃ دلیل الاجازۃ اور ازانجملہ وہ مسئلہ ہی جو محیط مین ہی کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کا نکاح کر دیا بدون اسکے امر کے سو اسکو قوم
نے مبارکبادی دی اور اسنے مبارکباد قبول کیا تو وہ رضامندی ہی نکاح کی اسواسطے کہ مبارکباد کا قبول کرنا اجازت نکاح کی دلیل ہی م یہ مسئلہ مبنی ہی
ظاہر الروایۃ پر اور بموجب روایت حسن کے جسپر فتوی ہی نکاح ہی منعقد نہوگا اور قبول تہنیت سے مراد سکوت ہی ورنہ یہ مسئلہ استثنیات مین نہوگا ومنہا الوکالۃ
کما تثبت بالصریح تثبت بالسکوت ولذا قال فی الظہیریۃ لو قال ابن العم للکبیرۃ انی ارید ان ازوجک من نفسی فسکتت فزوجہا جاز ذکرہ المولف فی بحرہ من بحث الاولیاء
اور ازانجملہ یہ کہ وکالت جیسے صریح قول سے ثابت ہوتی ہی ویسے ہی سکوت سے بھی ثابت ہوتی ہی اور اسیواسطے ظہیریہ مین کہا ہی کہ اگر ابن عم نے چچا کی بالغ بیٹی سے
کہا کہ مین چاہتا ہون کہ تیرا نکاح کرون اپنی ذات سے سو وہ چپ ہی سو اسنے اس سے نکاح کر لیا تو جائز ہی ذکر کیا ہی اسکو مولف نے اپنی کتاب بحر الرائق مین
اولیا کی بحث سے م یہان سکوت سے موکل کا سکوت مراد ہی اور یہ غیر ہی ما تقدم کا کہ وہان وکیل کا سکوت مراد ہی ومنہا سکوت اہل العلم والصلاح فی التعدیل کما فی
الشہادات البحر قال ویکتفی بالسکوت من اہل العلم والصلاح فیکون سکوتہ تزکیۃ للشاہد لما فی الملتقط وکان اللیث بن مساور قاضیا فاحتاج الی تعدیل شاہد و
کان المزکی مریضا فعادہ القاضی وسال عن الشاہد فسکت المعدل ثم سالہ فسکت فقال سالک ولا تجیبنی فقال المعدل اما یکفیک من مثلی السکوت قلت
قد عدہ فی الاشباہ معزیا لشہادات شرحہ فکیف تکون زائدۃ نعم زاد فیہ تقییدہ بکونہ من اہل العلم والصلاح فعدہا من الزوائد اور ازانجملہ سکوت اہل علم
اور صلاح کا قول کے برابر ہی شاہد کے تعدیل مین چنانچہ بحر الرائق کے کتاب الشہادت مین ہی کہا اور کفایت کرتا ہی سکوت اہل علم اور صلاح کا تو ہوگا
سکوت اسکا تزکیہ شاہد کا اسواسطے کہ ملتقط مین ہی کہ لیث بن مساور قاضی تھا سو اسکو ایک شاہد کی تعدیل کی حاجت ہوئی اور مزکی بیمار تھا سو قاضی
اسکی عیادت کو گیا اور شاہد کا حال اس سے پوچھا سو وہ چپ ہو رہا پھر پوچھا پھر چپ رہا تو قاضی نے کہا مین تجھ سے پوچھتا ہون تو مجھکو جواب نہین دیتا
تو معدل نے کہا کیا تجھکو مجھ سے آدمی کا چپ رہنا کفایت نہین کرتا شارح کہتا ہی مین کہتا ہون سکوت مزکی کو اشباہ مین شمار کیا اپنی شرح کی کتاب الشہادت
کیطرف نسبت کرکے تو یہ مسئلہ زاید کیونکر ہوگا ہان یہ البتہ ہی کہ صاحب زواہر نے سکوت مزکی مین اسکے اہل علم اور صلاح ہونیکی قید زیادہ کی ہی لہذا اسکو

اُسکو زوائد مین شمار کیا ہم اور بعضے نسخون مین یون عبارت ہو تکلیف یکون فی تقییدہ بکونہ من اہل العلم والصلاح بعدہا من الزوائد انتہی طحطاوی نے کہا من الزوائد خبر ہی یکون کی اور قول اُسکا بعد کا حذف کرنا اولی ہو خلاصہ مطلب یہ ہو کہ جب یہ مسئلہ اشباہ مین ہو تو فقط اہل علم او صلاح کی قید لگانے سے زوائد مین کیونکر ہوگا چونکہ عبارت مذکور خالی تکلف سے نہ تھی لہذا مترجم نے نسخۂ صحیحہ مکتوبہ عرب پر اعتماد کیا واللہ اعلم ومنہا لو ان العبد خرج لصلوٰۃ الجمعۃ فراٰہ مولاہ فسکت حل لہ الخروج الیہا لان السکوت بمنزلۃ الرضی کما فی جمعۃ البحر اور از انجملہ یہ کہ اگر غلام نماز جمعہ کیواسطے نکلا سو اُسکے مولی نے اُسکو دیکھا سو چپ رہا تو اُسکو نماز کیواسطے نکلنا حلال ہو اسواسطے کہ سکوت بمنزلہ رضامندی کے ہو چنانچہ یہ بحر الرائق کے باب الجمعہ مین مذکور ہو ومنہا ما فی القنیۃ بعد ان رقم بعلامۃ نع عت ولو زفت الیہ بلا جہاز فلہ ان یطالب بما بعث الیہ من الدنانیر وان کان الجہاز قلیلاً فلہ المطالبۃ بما یلیق بالمبعوث فی عرفہم نجمنشد یفتی بانہ اذا لم یجہز بما یلیق فلہ استرداد ما بعث والمعتبر ما یتخذ للزوج لا ما یتخذ لہا ولو سکت بعد الزفاف زمانا یعرف بذلک رضاہ لم یکن لہ ان یخاصم بعد ذلک وان لم یتخذ لہ شئی اور از انجملہ وہ مسئلہ ہو جو قنیہ مین مذکور ہو بعد علامت قع عت کے اگرچہ زوجہ زوج کے پاس بھیجی گئی بدون جہیز کے تو زوج کو مطالبہ کرنا اُن دنانیر کا جو اُسکے باپ یا چچا کیطرف بھیجے تھے جائز ہو اگر تھوڑا جہیز دیا ہو تو اسکو مطالبہ کرنا اُس قدر جہیز کا جو اُنکے عرف مین مبعوث کے ساتھ لائق ہو درست ہو تو اسوقت مین یہ فتوی ہو کہ جب زوجہ کے ولی نے جہیز مناسب حال نہ دیا تو زوج کو پھیر لینا اِس مال کا جو قبل نکاح کے بھیجا تھا جائز ہو اور معتبر وہ جہیز ہو جو زوج کی منفعت کیواسطے بنایا جاتا ہو نہ وہ جہیز جو زوجہ کیواسطے ہوتا ہو اور اگر زوج نے سکوت کیا بعد زفاف کے اتنی مدت کہ اُس سے عدم جہیز یا قلت جہیز کی رضامندی معلوم ہوگئی تو زوج کو جھگڑا کرنا بعد اُس مدت کے جائز نہین اگرچہ زوج کیواسطے کوئی چیز بنائی گئی ہو قم نع علامت ہو قاضی عبد الجبار کی اور عت علامت ہو علاء الدین ترجمانی کی یعنے یہ مسئلہ قاضی عبد الجبار اور علاء الدین ترجمانی سے مروی ہو اور یہان مقصود بالذکر فقط سکوت بعد زفاف ہو حلبی نے فی عرفہم کے بعد ح ضبط کیا ہو یاے تحتیہ و حاء مہملہ حالانکہ یہ قنیہ کے رموز سے نہین کما لا یخفی علی ناظرہا اور نسخ کثیرہ مین نجمنشد ہو کذا فی الطحطاوی اور مسئلہ جہیز کا کتاب النکاح مین مفصل مذکور ہو چکا ومنہا اذا ابراٴہ فسکت صح فلا یحتاج الی القبول ہکذا ذکرہ البرہان فی الاختیارات فی کتاب الاقرار از انجملہ یہ کہ جب اُس نے مدیون کو دین سے بری کردیا سو مدیون چپ رہا تو ابراء صحیح ہو اور حاجت نہین قبول کرنے مدیون کی اسیطرح برہان نے اختیارات کتاب الاقرار کے اندر ذکر کیا و منہا سکوت الراہن عند بیع المرتہن الرہن یکون مبطلا فی احدی الروایتین ذکرہ الزیلعی وغیرہ وہی تعلم من الاشباہ اول القاعدۃ الحمد للہ العزیز الوہاب وہو اعلم بالصواب اور از انجملہ سکوت راہن کا مرتہن کے بیچنے کے وقت رہن کو مبطل رہن ہوگا اور ایک روایت مین مبطل نہین ذکر کیا ہو اسکو زیلعی وغیرہ نے اور یہ مسئلہ اشارۃً معلوم ہوتا ہو اشباہ کے اول قاعدہ سے سب تعریف اسہی کو ہو جو غالب اور بخشنے والا ہو اور وہی دانا تر ہو ٹھیک بات کا م شیخ صالح مؤلف زواہر نے زوائد کے بعد حمد ربانی ادا کی تالیف کی توفیق پر بعضے علمانے چند مسائل اور زیادہ کیے ہین ۱۔ جسنے اپنا اسباب ایک مرد کے پاس رکھدیا اور چپ رہا پھر چلا گیا تو صاحب اسباب مودع بالکسر ٹھہریگا یعنی امانت رکھوانے والا ۲۔ جب میت کے دو وصیون سے ایک وصی نے جنازہ اُٹھانے کیواسطے قبرستان تک حمال کرایہ کیے اور دوسرا وصی حاضر اور ساکت ہو یا بعضے وارثون نے کرایہ مقرر کیا او دونون وصیون کے سامنے اور وہ ساکت ہین تو جائز ہو اور یہ اجرت جمیع مال سے ہوگی بمنزلہ کفن کے ۳ م بدعت اور خلاف شرع دیکھکر ساکت رہنا رضامندی کے مانند ہو بشرطیکہ ہاتھ یا زبان سے اُسکے روک دینے پر قادر ہو اور اگر قادر نہو تو دل سے مکروہ جانے یعنی درصورت عدم قدرت اگر بدعت اور گناہ کو مکروہ جانیگا تو اسوقت مین اُسکا ثبوت رضامندی مین نہ شمار ہوگا ۴۔ زید نے خالد کو وصیت کی پھر خالد زید کی حیات مین ساکت رہا پھر جب مرگیا تو بعض ترکہ خالد نے بیچا یا اُسکے دین کا تقاضا کیا تو یہ وصیت کا قبول کرنا ہو اِن مسائل کو حموی نے معین الحکام سے نقل کیا ۵۔ زوج اپنے گھر مین روئی لایا اور اُسکی زوجہ نے سوت کاتا یا زوج سوت لایا اور زوجہ نے کپڑا بنا تو زوج اُسکے قیمت کا تاوان نہین لے سکتا اور ساکت رہنا زوج کا رضامندی مین شمار ہوگا ۶۔ زید نے آٹا گوندھا اور خالد نے اُسکی روٹی پکائی یا زید نے زمین پر بکری کو پچھاڑا اور خالد نے اُسکو ذبح کیا تو زید کا سکوت امر کرنیکے مانند ہو باعتبار دلالت حال کے اور خالد اُسکا معین ہو نہ اُسکو اجرت ملیگی نہ اُسپر ضمان ہو اِس فعل مین کذا فی الطحطاوی عن البیری م تو معلوم ہوا کہ ترین مسائل مین سکوت نطق کے مانند ہو باقی تفصیل اشباہ کے مسائل ۳۷- اور تنویر البصائر کے ۲- اور زواہر الجواہر کے

۸- اور طحطاوی کے منقول و قول الاشباہ لا یحلف المنکر فی احدی و ثلثین مسئلۃ بیناھا فی الشرح یہ قول ہو اشباہ کا کہ قسم نہ لیجاے منکر سے اکتیس مسئلون مین ہمنے انکو شرح مین بیان

کیا ہی یعنی بحر الرائق مین قال الشیخ شرف الدین فی حاشیتہ علیہا المسماۃ بتنویر البصائر علی الاشباہ والنظائر اقول قال فی شرحہ المحال علیہ ثم اعلم ان المصنف اقتصر علی عدم الاستحلاف

عندہ فی الاشیاء التسعۃ وفی الخانیۃ انہ لا یستحلف فی احد و ثلثین مسئلۃ بعضہا مختلف فیہ و بعضہا متفق علیہ فذکر سرد اختصار التسعۃ شیخ شرف الدین نے اپنے حاشیہ مین جو اشباہ پر ہی

جسکا نام تنویر البصائر علی الاشباہ والنظائر ہی کہا کہ مین کہتا ہون کہ مصنف نے اپنی شرح مین جسپر اشباہ مین حوالہ کیا ہی یون کہا کہ پھر معلوم کر کہ کنز کے مصنف نے اقتصار

کیا عدم استحلاف پر امام کے نزدیک نو چیزون مین اور خانیہ مین ہی کہ منکر سے قسم نہین لیجاتی اکتیس صورت مین بعضی اُنمین مختلف فیہ ہین اور بعضی متفق علیہ ہین پھر اسنے

بطور شمار کے بلا دلیل اختصار کیواسطے نو چیزون کو ذکر کیا م الاشیاء التسعۃ ہین تنویر وغیرہ مین یون ذکر کیا ہی کہ تحلیف نہین اُسوقت نکاح مین جس کا انکار کیا اور رج

یا زوجہ نے اور اس رجعت مین جسکا مرد یا عورت نے انکار کیا عدت کے بعد اور اس ایلا مین جسکا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت کے اور استیلاد کے انکار مین جسکا دعوی

لونڈی کرتی ہی اور رقیت اور نسب اور ولا مین اسطرح پر کہ مثلاً زید شخص مجہول پر دعوی کرے کہ وہ میرا غلام یا بیٹا یا مولی ہی یا بالعکس اور حد اور لعان مین حاصل یہ ہی کہ مسائل مذکورہ مین

فتوی ہی عدم تحلیف پر سوا حدود کے کذا فی الطحطاوی و فی تزویج البنت صغیرۃ او کبیرۃ وعندہما تستحلف الاب فی الصغیرۃ اور تحلیف نہین تزویج بنت مین صغیرہ ہو یا کبیرہ اور

صاحبین کے نزدیک باپ سے قسم لیجائیگی صغیرہ مین م تو لہ فی تزویج البنت عطف ہی التسعۃ وکذا فی تزویج الولی امتہ خلافا لہما اور مولی کے نکاح کر دینے مین اپنی لونڈی کا بخلاف

صاحبین کے وفی دعوی الدائن الایصاء فانکرہ لا یحلف اور دائن کے دعوی مین وصیت کرنیکا پھر مدعی علیہ نے اسپر انکار کیا تو قسم لیجائیگی م دائن نے یہ دعوی کیا کہ میت نے مدعی علیہ کو

ادا کرنے دین کی وصیت کی ہی اور چاہتا ہی کہ اپنا دین مدعی علیہ سے لے اور وہ وصیت کا منکر ہی تو اسپر قسم نہین وفی دعوی الدین علی الوصی اور دین کے دعوی مین وصی پر م یہان

وصیت تحقق ہی لیکن دین کا انکار بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان اصل وصیت کا انکار ہی وفی الدعوی علی الوکیل فی المسئلتین کالوصی وکیل پر دعوی کرنے مین دونون صورتون مین

وصی کے مانند ہی م ایمن دو مسئلے ہین ایک یہ کہ مدعی نے دعوی کیا کہ مدعی علیہ فلانے کام کا وکیل ہی اور وہ اصل وکالت کا منکر ہی دوسرا مسئلہ یہ ہی وکالت تحقق ہی لیکن مدعی

کے دعوی کا منکر ہی کما مر فی المسئلتین المذکورتین وفیما اذا کان فی ید رجل شئی فادعاہ رجلان کل اشتراہ منہ فاقر بہ لاحدہما وانکر الآخر لا یحلفہ اور اس صورت مین جبکہ ایک مرد کے ہاتھ

مین ایک چیز ہو سو اسکا دو شخصون نے دعوی کیا ہر شخص اس چیز کے خرید کرنیکا مدعی علیہ سے دعوی کرتا ہی سو اسنے ایک شخص کے خریدنے کا اقرار کیا اور دوسرے کے خریدنے کا انکار کیا تو

دوسرا شخص اس سے قسم نہ لیگا وکذا لو انکرہما فنکل لاحدہما فحلف لاحدہما فنکل وقضی علیہ لم یحلف للآخر اور اسیطرح اگر مدعی علیہ نے دونون کی خرید کا انکار کیا سو ایک مدعی کیواسطے اس سے

قسم لی گئی سو اسنے قسم نہ کھائی اور اسپر حاکم کا حکم ہوگیا چیز دینے کا تو دوسرے مدعی کیواسطے قسم نہ لیجائیگی وفیما اذا ادعی الہبۃ مع التسلیم من ذی الید فاقر لاحدہما لا یحلف للآخر اور نیز

اُس صورت مین جبکہ دو شخصون نے دعوی کیا ہبہ مع التسلیم کا قابض سے سو اسنے ایک کیواسطے اقرار کیا تو دوسرے کے واسطے قسم نہ لیجاویگی وفیما اذا ادعی کل منہما انہ رہنہ و

قبضہ فاقر بہ لاحدہما اور اس صورت مین جبکہ دو شخصون مین سے ایک نے دعوی کیا کہ مدعی علیہ نے اس چیز کو رہن کیا ہی اور مین نے اسپر قبضہ کیا ہی سو اُسنے ایک مدعی کے رہن اور قبض کا

اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے قسم نہ لیجائیگی او حلف لاحدہما فنکل لا یحلف للآخر دعوی رہن مع القبض مین ایک مدعی کیواسطے قسم طلب ہوئی سو مدعا علیہ نے قسم نہ کھائی

تو دوسرے کے واسطے قسم نہ لیجائیگی وفیما اذا ادعی احدہما الرہن والتسلیم والآخر الشراء فاقر بالرہن وانکر البیع لا یحلف للمشتری اور اس صورت مین جبکہ ایک مدعی نے

رہن اور تسلیم کا دعوی کیا اور دوسرے نے خرید کا دعوی کیا سو مدعی علیہ نے رہن کا اقرار کیا اور بیع کا انکار کیا تو مشتری کیواسطے قسم نہ لیجائیگی ولو ادعی احدہما

الاجارۃ والآخر الشراء فاقر بہا وانکرہ لا یحلف لمدعیہ ویقال لمدعیہ ان شئت فانتظر انقضاء المدۃ او فک الرہن وان شئت فافسخ اور ایک

مدعی نے اگر اجارہ کا دعوی کیا اور دوسرے نے خرید کا سو مدعی علیہ نے اجارہ کا اقرار کیا اور خرید کا منکر ہوا تو خرید کے مدعی کے واسطے قسم نہ لیجائیگی اور

اسکے مدعی سے کہا جائیگا کہ اگر تیرا جی چاہے تو انقضاء مدت اجارہ کی یا رہن خلاص ہونیکا انتظار کر اور اگر تو چاہے تو بیع کو فسخ کر ڈال م خرید کے مدعی سے انتظار کیواسطے

اُسوقت کہا جائیگا جبکہ اُسنے خرید کو ثابت کیا ہو انقضاء اجارہ اس مسئلہ سے متعلق ہی اور فک رہن مسئلہ سابقہ سے عبارت مین لف و نشر غیر مرتب کیا ہی وفیما اذا ادعی احدہما الصدقۃ

والقبض وآلآخر الشراء واقر لاحدہما لایحلف اور اِس صورت[۲۱] مین جبکہ ایک مدعی نے کسی چیز کے صدقہ اور قبض کرنیکا دعوی کیا اور دوسرے نے اُسی چیز کے خرید کا دعوی کیا سو
مدعی علیہ نے ایک مُدعی کا خواہ صدقہ خواہ خرید کا اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے قسم نہ لیجائیگی وفیما اذا ادعی کل منہما الاجارۃ فاقر لاحدہما اور اِس صورت[۲۴] مین جبکہ
دو شخصون مین سے ہر ایک نے اجارہ کا دعوی کیا سو مدعی علیہ نے ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے قسم نہ لیجائیگی او لکل لایحلف بخلاف مالو ادعی کل منہما علی

ذی الید الغصب منہ فاقر لاحدہما ویحلف للاحدہما فنکل یحلف للثانی کما لو ادعی کل منہما الایداع فاقر بہ لاحدہما یحلف للثانی فکذا الاعارۃ ویحلف مالہ علیک کذا ولا قیمتہ وہی کذا وکذا
یا اجارہ کے دعوی مین ایک مدعی کیواسطے قسم طلب ہوئی اور اُس نے قسم نہ کھائی تو دوسرے کیواسطے قسم طلب نہوگی بخلاف اسکے وہ صورت ہے کہ اگر ہر ایک نے
قابض پر غصب کا دعوی کیا سو اُسنے ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا یا ایک مدعی کیواسطے اُس سے قسم طلب ہوئی سو اُسنے قسم نہ کھائی تو دوسرے مدعی سے قسم
لیجائیگی چنانچہ اگر ہر ایک مدعی نے امانت رکھنے کا دعوی کیا سو مدعی علیہ نے ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا تو دوسرے کے واسطے اُس سے قسم لیجائیگی اور یہی حکم ہے عاریت
دینے کا اور قسم یون لیجائیگی کہ مدعی کی تجھپر فلانی چیز نہین ہے اور نہ اُسکی قیمت ہے اور قیمت تو اتنی اتنی ہے م قیمت کی قسم اسواسطے لیجائیگی کہ جب مدعی علیہ نے متنازع فیہ کا ایک
مدعی کیواسطے اقرار کیا تو دوسرے کے حق کو اُسنے فوت کیا لہذا اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اسیطرح کی قسم غصب مین تو ظاہر ہے نہ ودیعت اور استعارہ مین ہان مگر انکار سے
مودع اور مستعیر بھی در حکم غاصب ہوتا ہے وفیما اذا ادعی البائع رضی الموکل بالعیب لم یحلف وکیلہ اور اِس صورت[۲۶] مین جبکہ بائع نے دعوی کیا کہ موکل بیع کے عیب سے راضی ہوگیا
ہے اور وکیل اُسکا منکر ہے تو وکیل سے قسم نہ لیجائیگی یعنی اسواسطے کہ رضامندی موکل کی جہت سے ہے تو وکیل سے غیر کے فعل کی کیونکر قسم طلب ہو وفیما اذا انکر توکیلہ
فی النکاح اور اِس صورت[۲۷] مین جبکہ مدعی علیہ انکار کرے کہ مین نے مدعی کو نکاح مین وکیل نہین کیا وفیما اذا اختلف الصانع والمستصنع فی المامور بہ لایمین علی واحد منہما
اور اِس صورت[۲۸] مین جبکہ کاریگر اور کام بنوانے والا کام مین مختلف ہون یعنی صانع کہتا ہو کہ تو نے فلانے کام کی فرمایش کی اور مستصنع کہتا ہو کہ نہین مین نے
دوسرے کام کی فرمایش کی تھی تو دونون مین سے کسی پر قسم نہین م یہ دو صورتین ہین ایک یہ کہ درصورت اختلاف فی المامور بہ صانع پر قسم نہین اور دوسری صورت یہ کہ
مستصنع پر قسم نہین وکذا لو ادعی الصانع علی رجل انہ استصنعہ فی کذا فانکر لایحلف اور اسیطرح[۳۰] اگر صانع نے ایک مرد پر دعوی کیا کہ اُسنے اُس سے فلانا کام بنوایا اور وہ مرد
منکر ہے تو اُس سے قسم نہ لیجائیگی م باب السلم کے آخر مین معلوم ہوگا کہ اگر صانع اور مستصنع عمل مین متفق علیہ ہون تو مستصنع کو اختیار ہے چاہے اُسکو لے اور چاہے نہ لے تو
درصورت اختلاف یا انکار بطریق اولی اُسکو اختیار ہوگا پھر قسم کی کیا وجہ ہے الحادیۃ والثلثون لو ادعی انہ وکیل عن الغائب بقبض دینہ وبالخصومۃ فانکر لایستحلف المدیون
علی قول خلافا لہما کذا ذکر بعضہم وقال الحلوانی یستحلف فی قولہم جمیعا انتہی اکتیسوان[۳۱] مسئلہ یہ ہے کہ اگر دعوی کیا ایک شخص نے کہ مین وکیل ہون شخص غائب کا اُسکا دین
لینے اور خصومت کیواسطے سو مدیون نے اِسکا انکار کیا تو اِس سے قسم نہ لیجائیگی امام کے قول پر بخلاف صاحبین کے اسیطرح ذکر کیا ہے بعضے فقہا نے اور حلوانی نے کہا
کہ امام اور صاحبین سب کے قول مین مدیون سے قسم لیجائیگی انتہی کلام الخانیۃ وبہ علم ان ما فی الخلاصۃ تساہل وقصور حیث قال کل موضع لو اقر لزمہ فاذا انکرہ یستحلف
الا فی ثلث اور خانیہ کے اکتیس مسائل سے معلوم ہوگیا کہ جو خلاصہ مین ہے سو تساہل اور قصور ہے اسواسطے کہ صاحب خلاصہ نے کہا کہ جس موضع مین اگر شخص اقرار کرے تو اقرار
اُسکو لازم ہو جاوے جب اُسکا انکار کرے تو اُس سے قسم لیجائیگی مگر مسائل ثلثہ مین باوجود انکار کے قسم نہین م قصور یہ ہے کہ صاحب خلاصہ نے فقط تین ہی صورتون کو
مستثنیٰ کیا باوجود کثرت مسائل مذکورہ کے اب آگے مسائل ثلثہ کا بیان ہے منہا الوکیل بالشراء اذا وجد بالمشتری عیبا فاراد ان یردہ بالعیب واراد البائع ان یحلفہ باللہ
ما یعلم ان الموکل رضی بالعیب لا یحلف فاذا اقر الوکیل لزمہ ذلک ویبطل حق الرد پہلا مسئلہ منجملہ مسائل ثلثہ کے یہ ہے کہ خرید کے وکیل نے مول لی چیز مین عیب پایا سو ارادہ
کیا کہ اُسکو بسبب عیب کے پھیرے اور بائع نے ارادہ کیا کہ اُس سے قسم لے اللہ کی کہ وہ نہین جانتا ہے کہ اِسکا موکل عیب سے راضی ہوگیا ہے تو اِس سے قسم نہ لیجائیگی پھر
اگر وکیل رضاے موکل کا اقرار کرے تو اِسکو بیع لازم ہو جاوے اور پھیر دینے کا حق باطل ہو م یہ بعینہ خانیہ کا ۲۶ مسئلہ ہے الثانیۃ لو ادعی علی الآمر رضاہ لایحلف وان اقر
لزمہ[۲] مسئلہ اگر مدعی امر کرنیوالے پر دعوی کرے مامور کی رضامندی کا تو اُس سے قسم نہ لیجائیگی اور اگر اقرار کرے تو اُسپر لازم ہو جاوے م ضمیر رضاہ کی مامور کیطرف راجع ہے

چنانچہ اسکے موافق ترجمہ ہوچکا اور احتمال ہے کہ آمر کیطرف راجع ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ مدعی رضاے آمر کا دعوی کرے اور ایک نسخہ مین یون ہے کہ لو ادعی الآمر رضاہ یعنی
اگر آمر رضاے مامور کا دعوی کرے یعنی مامور عیب سے راضی ہوگیا غرض اسکی یہ کہ مامور پر الزام آوے کذا فی الطحطاوی الثالثة الوکیل بقبض الدین اذا ادعی المدیون ان الموکل
برأہ عن الدین وطلب یمین الوکیل علی العلم لایحلف ولو اقر لزمہ انتہی ۳ - قبض دین کے وکیل پر مدیون نے دعوی کیا کہ موکل نے اسکو دین چھوڑ دیا اور اُسنے وکیل سے قسم
طلب کی تو اس سے قسم نہ لیجائیگی اور اگر وکیل اقرار کرے ابراء دین کا تو اُسکو اقرار لازم ہوا انتہی ما فی الخلاصة ہم اقرار لازم ہو یعنی وکیل کو بمقتضاے اقرار یعنی ترک
مخاصمت مدیون کے ساتھ لازم آوے اور یہ مطلب نہین کہ اُسکے موکل پر وکیل کا اقرار لازم آوے وزدت علی الواحد والثلثین السابقة البائع اذا انکر قیام العیب
للحال لایحلف عند الامام ولو اقر بہ لزمہ کما مر فی خیار العیب صاحب بحر الرائق نے کہا اور اکتیس مسائل سابقہ پر مین نے یہ مسائل زیادہ کیے اول یہ کہ بائع جب قیام عیب
فی الحال کا انکار کرے تو اُس سے قسم نہ لیجائیگی امام کے نزدیک اور اگر وہ اقرار کرے عیب کا تو اُسکو لازم ہو چنانچہ مذکور ہوچکا خیار العیب مین ہم صورت اسکی یہ ہے کہ
مشتری نے دعوی کیا مثلاً کہ غلام فرش پر پیشاب کردیتا ہے اور بائع اُسکا منکر ہے تو اسپر قسم نہ آویگی والشاہد اذا انکر رجوعہ لایستحلف ولو اقر بہ ضمن ما تلف بہا
جبکہ رجوع عن الشہادة کا انکار کرے تو قسم نہ لیجائیگی اور اگر رجوع کا اقرار کرے تو ضامن ہوگا اُس مال کا جو اُسکی گواہی سے تلف ہوگیا والسارق اذا انکر لایستحلف
للقطع ولو اقر بہا قطع وذکر الاسبیجابی ولایحلف الاب فی مال الصبی ولا الوصی فی مال الیتیم ولا المتولی للمسجد والاوقاف الا اذا ادعی علیہم العقد فیحلفون حینئذ انتہی
اور چور جب چوری کا انکار کرے تو قطع ید کیواسطے درصورت نکول اُس سے قسم نہ لیجائیگی یعنے لزوم مال کیواسطے البتہ قسم لیجائیگی کذا فی الطحطاوی اور اگر
چوری کا اقرار کریگا تو ہاتھ قطع کیا جائیگا اور اسبیجابی نے ذکر کیا کہ قسم نہین لیجاتی باپ سے صغیر کے مال مین اور نہ وصی سے یتیم کے مال مین اور نہ مسجد اور اوقاف
کے متولی سے یعنے درصورت دعوی خیانت باپ و وصی اور متولی پر قسم نہین مگر جبکہ اُنپر عقد کا دعوی ہو تو اب اُنسے قسم لیجائیگی انتہی کلام البحر ہم یعنی اگر باپ یا وصی یا متولی
پر اراضی صغیر یا یتیم یا وقف کے عقد اجارہ کا کوئی دعوی کرے اور وہ منکر ہو تو اُس سے قسم لیجائیگی قلت وزدت علی ما ذکرہ مسائل شرف الدین حاشیہ تنویر البصائر سے
مصنف نے کہا مین کہتا ہون اور مین نے چند مسائل زیادہ کیے صاحب بحر الرائق کے مذکورات پر الاولی لو ادعی رجل شیئا واراد استحلافہ فقال المدعی علیہ ہو لابنی الصغیر فلایحلف
وفی فتاوی الفضلی علیہ الیمین فی قولہم جمیعا فاذا استحلف فنکل والمدعی ارض یقضی بالارض للمدعی ثم ینتظر بلوغ الصبی ان صدقہ المدعی کان کما قال وان کذبہ ضمن الوالد
قیمة الارض ولو خذ الارض من المدعی وتدفع للصبی وہذا بمنزلة ما لو اقر الغائب لم یظہر حجودہ ولا تصدیقہ لاتسقط عنہ الیمین فکذلک ہنا قلت وعلی الاول یرجع ہذہ الی
قول المصنف ولایستحلف الاب فی مال الصبی لانہ لما اقر بہا للصبی ظہر انہا من لہ وفیہ تامل پہلا مسئلہ تنویر البصائر کا یہ ہے کہ اگر دعوی کیا ایک مرد نے کسی چیز کا اور مدعی علیہ
سے قسم لینا چاہا تو مدعی علیہ نے کہا کہ وہ چیز میری صغیر بیٹے کی ہے تو قسم نہ لیجائیگی اور فتاوی فضلی مین ہے کہ اُسپر قسم ہے سب کے قول مین پھر جب اس سے قسم
طلب ہوئی سو اُسنے قسم نہ کھائی اور جسکا دعوی ہے وہ زمین ہے تو زمین مدعی کو دلائی جائیگی پھر صغیر کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائیگا اگر بعد بالغ ہونیکے صغیر نے
مدعی کی تصدیق کی تو ویسا ہی ہوگا جیسا اُسنے کہا اور اگر اُسنے مدعی کی تکذیب کی تو صغیر کا والد زمین کی قیمت کا ضمان دیگا مدعی کو کذا فی الحلبی اور زمین
مدعی سے لیکر صغیر کو دیجائیگی اور یہ مسئلہ بمنزلہ اُسکے ہے کہ اگر مدعی علیہ نے اُس شخص غائب کے واسطے اقرار کیا جسکی تصدیق اور تکذیب ظاہر نہین تو مدعی علیہ سے
قسم ساقط نہو گی تو اسیطرح یہان اقرار صغیر مین بھی ساقط نہوگی شارح کہتا ہے مین کہتا ہون اور قول اول کے موجب یعنے درصورت عدم یمین رجوع اس مسئلہ کا
مصنف بحر الرائق کے اُس قول کیطرف ہوگا کہ باپ پر صغیر کے مال مین قسم نہین اسواسطے کہ جب باپ نے صغیر کیواسطے اقرار کیا تو ظاہر ہوگیا کہ متنازع فیہ صغیر کے مال سے ہے اور اسمین تامل
ہے ہم طحطاوی نے کہا شاید وجہ تامل کی یہ ہے کہ صاحب بحر کا کلام اُس صورت مین ہے جب تحقق ہوجائے کہ وہ صغیر ہی کا مال ہے اور یہان صغیر کا مال ہونا ثابت نہین مگر باپ کے اقرار
سے اور یہ بھی ممکن ہے کہ شاید مدعی علیہ نے ابطال دعوی مدعی کا حیلہ کیا ہو الثانیة لو اشتری دارا فحضر الشفیع فانکر المشتری الشراء قال فی النوازل ولو ان جار المشتری
دارا فحضر الشفیع فانکر المشتری الشراء او اقر ان الدار لابنہ الصغیر ولا بینة فلا یمین علی المشتری لانہ قد لزمہ الاقرار لابنہ فلا یجوز الاقرار لغیرہ بعد ذلک

۲-اگر خرید کیا ایک گھر کو سو شفیع حاضر ہوا تو مشتری نے خرید کا انکار کیا یا یہ اقرار کیا کہ گھر اسکے صغیر بیٹے کا ہی اور شفیع کے پاس گواہ نہین خرید پر تو مشتری پر قسم نہین اسواسطے
کہ اُسکو اپنے بیٹے کا اقرار لازم ہوگیا تو جائز نہین غیر ولد کیواسطے اقرار کرنا بعد اسکے ہم غیر ولد سے بائع مراد ہی یعنے اگر قسم مشتری پر لازم ہو اور شاید وہ قسم سے انکار کرے
تو وہ گھر شفیع کو دیاجا ے اور صغیر کی ملک سے نکلجاے الثالثة لو کان فی ید رجل غلام او جاریة او ثوب ادعاہ رجلان فقدماہ الی القاضی فاقر بہ لاحدہما ثم اراد الآخر تحلیفہ
فان ادعی ملکا مرسلا او شراء من جہتہ لم یکن لہ ان یحلفہ وان ادعی علیہ الغصب فلہ تحلیفہ لانہ لو اقر بالغصب یجب علیہ الضمان کذا فی النوازل ۳-اگر ایک شخص کے پاس غلام یا لونڈی
یا کپڑا ہی جسکا دو مرد دونے دعوی کیا سو دونون مدعا علیہ کو قاضی کے پاس لیگئے سو اُسنے ایک مدعی کے واسطے اقرار کیا پھر دوسرے نے اسکی قسم لینے کا ارادہ کیا سو اُسنے ملک
مرسل یا اُسکی خرید کرنیکا مدعا علیہ سے دعوی کیا تو اُسکو قسم لینا جائز نہین اور اگر اُسپر غصب کا دعوی کیا تو اُسکو قسم لینا جائز ہی اسواسطے کہ اگر مدعا علیہ غصب کا اقرار کریگا تو
اُسپر ضمان واجب ہوگا کذا فی النوازل ھم اگر مدعی ثانی خرید کا اقرار کریگا تو اُسپر ضمان واجب نہوگا اسواسطے کہ وہ چیز اسکے ہاتھ سے نکل گئی دوسرے مشتری کو ملی اور اُسکا اقرار
دوسرے پر حجت نہین غایة الامر یہ ہی کہ دوسرا مقر لہ قیمت پھیر لیگا اگر قیمت دینا ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی ملک مرسل یہ کہ وجہ ملک اُسمین بیان نہو یعنی بجہت خرید یا ہبہ یا وراثت
کے ملک ہوا اور یہ مسئلہ مکرر ہی خانیہ کے سولھوین مسئلہ سے فقط ملک مرسل کی قید اسمین زیادہ ہی الرابعة لو اشتری الاب لابنہ الصغیر دارا ثم اختلف مع الشفیع فی مقدار الثمن فالقول للاب
بلا یمین کما فی کثیر من کتب المذہب ۴-اگر خرید کیا باپ نے اپنے صغیر بیٹے کیواسطے ایک گھر پھر اختلاف ہوا شفیع کے ساتھ مقدار قیمت مین تو باپ ہی کا قول معتبر ہی بلا قسم
کے چنانچہ اکثر کتب اہل مذہب مین ہی یعنی قسم اسواسطے نہین کہ باپ پر صغیر کے مال مین قسم نہین چنانچہ مذکور ہوچکا الخامسة لو ادعی السارق انہ استہلک المسروق ورب المسروق
انہ قائم عندہ فالقول للسارق لا یمین علیہ ۵-اگر سارق نے دعوی استہلاک مسروق کا کیا اور مسروق کا مالک مدعی ہی کہ وہ مال قائم ہی سارق کے پاس تو سارق ہی کا قول
معتبر ہی اور اُسپر قسم نہین ھم یہ مسئلہ مفروض ہی سارق کے قطع ید کے بعد بقرینہ عبارت نوازل قال ابو اللیث فی النوازل وسئل ابو القاسم عن السارق اذا استہلک المسروق
بعد ما قطعت یدہ ہل یضمن قال لا ویستوی حکمہ فیما استہلکہ قبل القطع وبعد القطع قیل لہ فان قال السارق قد ہلک قال صاحب المال لم یستہلک وہو عندک قائم ہل یحلف
قال یجب ان یکون القول قول السارق ولا یمین علیہ فقیہ ابو اللیث نے نوازل مین کہا کہ ابو القاسم سے سوال ہوا سارق کا جسنے مال مسروق کو مستہلک
کیا اپنے قطع ید کے بعد کیا اُسپر ضمان لازم آویگا جواب دیا کہ ضمان نہین اور سارق کا حکم یکسان ہی استہلاک مال مین قبل قطع ید اور بعد قطع ید کے پھر اُنسے سوال ہوا
کہ اگر سارق کہے کہ مال ہلاک ہوا اور مالک مال کہے کہ تو نے اسکو مستہلک نہین کیا اور وہ تیرے پاس موجود ہی کیا سارق سے قسم لیجائیگی کہا ابو القاسم نے واجب یہ ہی کہ
سارق ہی کا قول معتبر ہو بدون قسم کے ھم طحطاوی نے کہا یہان ہلاک مال اور استہلاک کا حکم یکسان ہی السادسة اذا وہب لرجل شیأ واراد الرجوع فادعی الموہوب لہ ہلاک
الموہوب فالقول قولہ ولا یمین علیہ کما فی الخانیة وغیرہا ۶-جب ایک مرد نے کوئی چیز ہبہ کی اور ارادہ کیا پھیر لینے کا سو موہوب لہ نے موہوب کی ہلاکی کا دعوی کیا تو موہوب لہ کا
قول معتبر ہوگا اور اُسپر قسم نہین کما فی الخانیة وغیرہا السابعة ادعی علیہ انک وصی فلان المیت فانکر لا یحلف ۷-مدعی علیہ پر دعوی ہوا کہ تو فلانی میت کا وصی ہی سو اُسنے انکار
کیا تو اُس سے قسم نہ لیجائیگی ھم یہ مسئلہ مکرر ہی خانیہ کے بارھوین مسئلہ کے ساتھ الثامنة ادعی علیہ انک وکیل فلان فانکر انہ وکیل فلان لا یحلف وہما فی البزازیة ۸-مدعی علیہ پر
دعوی ہوا کہ تو فلانے کا وکیل ہی سو اُسنے انکار کیا کہ مین فلانے کا وکیل نہین تو اس سے قسم نہ لیجائیگی اور یہ دونون مسئلے بزازیہ مین ہین ھم یہ مسئلہ بھی خانیہ کے چودھوین
مسئلہ کے ساتھ مکرر ہی التاسعة قال الواہب شرطت العوض وقال الموہوب لہ لم تشترط فالقول لہ بلا یمین ۹-واہب نے کہا کہ مین نے ہبہ بشرط عوض کے کیا اور موہوب نے
کہا کہ تو نے عوض شرط نہین کیا تو موہوب لہ کا قول معتبر ہی بلا قسم اسواسطے کہ اصل ہبہ مین یہ ہی کہ بلا عوض ہو العاشرة اشتری العبد شیأ فقال البائع انت محجور فقال
العبد انا ماذون فالقول لہ بلا یمین ۱۰-غلام نے کوئی چیز خرید کی سو بائع نے غلام سے کہا کہ تو مجحور ہی یعنی مولی نے تجھکو تجارت کی اجازت نہین دی سو غلام نے کہا مین ماذون
فی التجارہ ہون تو غلام ہی کا قول معتبر ہوگا بلا قسم الحادیة عشرة اذا اشتری عبد من عبد فقال احدہما انا محجور وقال الآخر انا وانت ماذون لنا فالقول لہ بلا یمین ۱۱-
جب کہ ایک غلام نے دوسرے غلام سے کوئی چیز خرید کی سو ایک غلام نے کہا کہ مین محجور ہون اور دوسرے غلام نے کہا کہ ہم دونون ماذون فی التجارہ ہین تو

قول معتبر اُسکا ہی جو مدعی ہی اذن کا بلا یمین اسواسطے کہ صدور بیع قرینہ ہی اذن کا الثانیۃ عشرۃ باع القاضی مال الیتیم فردہ المشتری علیہ بعیب فقال برئتنی منہ فالقول
قولہ بلا یمین وکذا لو ادعی رجل قبلہ اجارۃ ارض الیتیم واراد تحلیفہ لم یحلفہ لان قولہ علی وجہ الحکم وکذا فی کل شئی یدعی علیہ ۱۲۔ قاضی نے یتیم کا مال بیچا سو مشتری نے
قاضی کو پھیر دیا بسبب عیب کے سو قاضی نے کہا کہ تو نے مجھکو اُس سے بری الذمہ کر دیا ہی تو قول معتبر قاضی کا قول ہوگا اور اسیطرح اگر ایک مرد نے اجارہ زمین یتیم کا دعوے
کیا قبل بیچنے قاضی کے اور اُسنے تحلیف قاضی کا ارادہ کیا تو قاضی سے قسم نہ لیجائیگی اسواسطے کہ قاضی کا قول حکم ہی یعنی حاکم پر قسم نہیں اور یہی حکم ہی ہر چیز کے دعوی کا قاضی پر الثالثۃ

عشرۃ لو طالب ابو الزوجۃ زوجہا بالمہر فلہ ذلک لو صغیرۃ او کبیرۃ بکرا ولو اختلف لاب الزوج فی بکارتہا ولابنیۃ للزوج والتمس من القاضی تحلیفہ علی العلم بذلک عن ابو یوسف
انہ یحلف وذکر الخصاف انہ لا یحلف کالوکیل بقبض الدین اذا ادعی المدیون ان صاحب الدین ابراہ وانکر الوکیل لا یحلف الوکیل کذلک ہنا کذا فی الظہیریۃ ۱۳۔ اگر
زوجہ کے باپ نے اُسکے زوج سے مہر کا تقاضا کیا تو اُسکو جائز ہی اگر زوجہ صغیرہ یا کبیرہ باکرہ ہو اور اگر باپ اور زوج نے اُسکی بکارت مین اختلاف کیا اور گواہ نہون
زوج کے عدم بکارت پر اور زوج نے التماس کیا قاضی سے باپ کی قسم لینے کا اُسکی عدم علمی پر ابو یوسف سے روایت یون ہی کہ اُس سے قسم لیجاے اور خصاف نے
ذکر کیا کہ اِس سے قسم نہ لیجاے چنانچہ قبض دین کے وکیل سے مدیون یون دعوی کرے کہ صاحب دین نے اُسکو دین معاف کر دیا ہی اور وکیل اِسکا منکر ہو تو اِس سے قسم نہ لیجائیگی

اسیطرح یہان بھی قسم نہ لیجائیگی کذا فی الظہیریۃ الرابعۃ عشرۃ اشتری امۃ فادعی ان لہا زوجا فقال البائع لہا زوج عبدی فطلقہا قبل البیع او مات فالقول لہ بلا
یمین کذا فی السراجیۃ واللہ اعلم ہذا التحریر من خواص ہذا الکتاب کذا فی حاشیۃ الاشباہ للشرف الغزی ایضا ۱۴۔ خرید کیا لونڈی کو پھر مشتری نے دعوی کیا کہ اِس
لونڈی کا زوج ہی یعنے اِس عیب سے پھیر دینے کا ارادہ کیا سو بائع نے کہا کہ اُسکا زوج میرا غلام ہی سو اُسنے اُسکو طلاق دی قبل بیع کے یا وہ مر گیا تو بائع کا قول
معتبر ہوگا بلا یمین کذا فی السراجیۃ واللہ اعلم اِس قسم کی تحریر اِس کتاب کے خواص مین سے ہی اسیطرح مذکور ہی شرف الدین غزی کے حاشیۂ اشباہ مین قلت فی حاشیتہا

للشیخ صالح زاد سبعۃ اخر فنقول شارح کہتا ہی مین کہتا ہون اور شیخ صالح کے حاشیۂ اشباہ مین سات مسئلے اور زیادہ کیے ہین سو ہم اُنکو بیان کرتے ہین الخامسۃ عشرۃ طعن
علیہ فی الشاہد وقال ہو ادعی ہذہ الدار لنفسہ قبل شہادتہ فانکر فاراد تحلیفہ لا یحلف مجمع الفتاوی ۱۵۔ اگر مدعا علیہ نے شاہد مین طعن کیا کہ اُسنے اِس گھر کا اپنی ذات کیواسطے
دعوی کیا تھا قبل اِس شہادت کے سو شاہد نے اِسکا انکار کیا تو مدعا علیہ نے اِس سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو قسم نہ لیجائیگی کذا فی مجمع الفتاوی السادسۃ عشرۃ اذا کانت الترکۃ

مستغرقۃ بدیون جماعۃ باعیانہا فجاء غریم آخر وادعی دینا لنفسہ فالخصم ہو الوارث لکنہ لا یحلف لانہ حینئذ لو اقر لہ لم یقبل فلم یحلف مجمع الفتاوی ۱۶۔ جب ترکہ جماعت
معین کے دین مین مستغرق ہو پھر دوسرا قرضخواہ آوے اور دین کا دعوی کرے اپنی ذات کیواسطے تو خصم وارث ہی میت کا لیکن اِس سے قسم نہ لیجائیگی اسواسطے کہ
اسوقت مین اگر اُسکے دین کا اقرار کریگا تو مقبول نہوگا تو اُس سے قسم بھی نہ لیجائیگی کذا فی مجمع الفتاوی السابعۃ عشرۃ رجل لہ علی رجل الف درہم فاقر بہا ثم انکر

اقرارہ ہل یحلف باللہ ما اقررت قال المدعی نعم وقال الصفار لا وانما یحلف علی نفس الحق مجمع الفتاوی ۱۷۔ ایک کے دوسرے مرد پر ہزار درم ہین سو اُسنے ہزار کا اقرار کیا
پھر اپنے اقرار کا منکر ہو گیا کیا اِس سے اللہ کی قسم لیجائیگی کہ مینے اقرار نہین کیا مدعی نے کہا کہ ہان قسم لیجائیگی اور صفار نے کہا کہ نہین اور اِس سے نفس حق پر یعنی ہزار
درم ہونے پر قسم لیجائیگی کذا فی مجمع الفتاوی والثامنۃ عشرۃ دفع لآخر مالا ثم اختلفا فقال قبضت ودیعۃ وقال الدافع بل لنفسک لا یحلف المدعی علیہ فالقاضی القول

لرب المال لانہ اقر بسبب الضمان ہو قبض مال الغیر مجمع الفتاوی ۱۸۔ ایک شخص نے دوسرے کو مال دیا پھر دونون مختلف ہوے سو جسنے مال لیا تھا کہا کہ مین نے بطور امانت کے
قبضہ کیا تھا اور دینے والے نے کہا بلکہ تو نے اپنی ذات کیواسطے یعنے قرض لیا تھا تو قسم نہ لیجائیگی مدعا علیہ سے قاضی نے کہا قول معتبر صاحب مال کا ہی اسواسطے کہ وہ سبب
ضمان کا مقر ہی یعنی قبض مال غیر کذا فی مجمع الفتاوی مدعی نے دعوے ودیعت سے غرض یہ ہی کہ اُسپر ضمان لازم نہ آوے اسواسطے کہ بلا تعدی ہلاک ہو جانے سے ودیعت کے امانت دار پر ضمان نہین اور

قول قاضی بیان ہی حکم مسئلہ یعنی جب مدعا علیہ پر قسم نہوئی تو صاحب مال کا قول معتبر ہوگا کذا فی الطحطاوی التاسعۃ عشرۃ رجل قدم رجلا للقاضی وقال ان فلانا ابن فلان توفی ولم یترک
دارا غیری لہ علی ہذا کذا وکذا من المال فانکر المدعی علیہ دعواہ فقال للابن استحلفہ بالعلم انی ابنہ وانہ مات لم یحلف بل یبرہن الابن علیہما ثم یحلفہ علی ما یدعے

لابیہ من المال وقیل یتحلف علی العلم الاول قول الامام والثانی قولہما وقال الحلوانی الصحیح قول الثانی انہ یحلف ولوالجیہ ۱۹- ایک مرد نے آیا ایک دکو قاضی کے پاس
درکہا کہ فلان بن فلان مرگیا اور اُسنے کوئی وارث نہین چھوڑا سوا میرے اور اُس میت کا اُس دیر اتنا اور اتنا مال ہی سو مدعا علیہ نے اُسکے دعوی کا انکار کیا تو مدعی کے
بیٹے نے کہا قاضی سے کہ اِس سے قسم لیجیے اسکی کہ وہ نہین جانتا کہ مین اُسکا بیٹا ہون اور وہ شخص نہین مرگیا تو اس سے قسم نہ لیجائیگی بلکہ بیٹا اپنی ولدیت اور اُسکی موت گواہی سے
ثابت کرے پھر مدعا علیہ سے قسم لے اپنے باپ کے مال کے دعوی پر اور دوسرا قول یہ ہی کہ اُس سے قسم لیجا علم پر یعنی نفی علم ولدیت اور موت پر پہلا قول امام کا ہی اور دوسرا قول صاحبین
اور حلوانی نے کہا ثانی کا قول یعنی ابویوسف کا قول صحیح ہی کہ اِس سے قسم لیجائے کذا فی الولوالجیہ طحطاوی نے کہا تخصیص ابویوسف کی اسکی مفید ہی کہ محمد اُنکے ساتھ نہین اور
الکہ پہلی عبارت اسکے مخالف ہی یعنی وہان حلف لینا صاحبین کیطرف منسوب ہی انتہی م اکثر نسخ مین الصحیح قول الثانی باضافت ہی اور اگر قول کا لفظ معرف باللام ہو تو تخالف عبارتین

بالکہ نہ رہے ابویوسف اور محمد دونون کا قول ٹھہر جائے واللہ اعلم ومنہا العشرون ادعی علیہ الف درہم فقال المدعی علیہ للقاضی انہ قد کان ادعی علی ہذہ الدعوی عند قاضی بلد کذا ثم
ابرأنی من دعواہ تلک فابرائی عن ہذہ الدعوی فحلفہ انہ لم یبرأنی منہا فان حلف حلفت مادعی اختلف فیہ والصحیح انہ یستحلف علی دعواہ ولوالجیہ اور از انجملہ ۲۰- اگر ایک شخص
پر دوسرے کا ہزار درم کا سو مدعا علیہ نے قاضی سے کہا کہ مدعی نے یہ دعوی مجھپر فلانے شہر کے قاضی کے پاس کیا تھا پھر مدعی نے اِس دعوے سے نکل بھاگا تھا سو اُسنے مجھکو بری الذمہ کر دیا
تھا اس دعوے سے سو آپ قاضی صاحب اِس سے قسم لیجیے کہ اُسنے مجھکو اِس دعوے سے بری الذمہ نہین کر دیا پھر اگر مدعی یہ قسم کھائیگا تو مین یہ قسم کھاؤنگا کہ اُسکا مجھپر کچھ نہین اسمین روایت
ہی قول صحیح یہ ہی کہ اسکے دعوے پر قسم لیجائیگی کذا فی الولوالجیہ م یعنی مدعی سے قسم لیجائیگی مدعا علیہ کے دعوی برأت پر اسطرح پر کہ مین نے اسکو اپنے اس دعوے سے بری الذمہ نہین کیا

نے تحدی کہا کہ مجھکو اس عبارت کا یہی مطلب معلوم ہوتا ہی جو ندکور ہوا ومنہا لو ان رجلا ادعی علی رجل انہ خرق ثوبہ واحضر الثوب معہ للقاضی واراد استحلافہ علی السبب لایحلف علی
السبب اور از انجملہ ۲۱- اگر ایک دنے ودسرے مرد پر یہ دعوے کیا کہ اُسنے اُسکا کپڑا پھاڑا اور وہ اپنے ساتھ کپڑا بھی لایا قاضی کے پاس اور اُس سے قسم لینا چاہا سبب پر تو اس سے قسم
نہ لیجائیگی سبب پر م یعنی مدعا علیہ سے یون قسم نہ لیجائیگی کہ واللہ مین نے اسکو نہین پھاڑا اسواسطے کہ پھاڑنا کبھی مالک کے اذن سے بھی ہوتا ہی یا کپڑا مدعا علیہ کا تھا اور اُسنے
اپنی ملک کی حالت مین پھاڑا پھر اُسکو بیچ ڈالا تو استحلاف علی السبب مین حرج ہی بلکہ اِس پھاڑنے کے تاوان پر قسم لیجائیگی فائدہ قلت وبہذہ مع قبلہا صارت اثنین وخمسین

مسئلہ فلیحفظ فائدہ مین کہتا ہون اور یہ وائد مسائل سابقہ کے ساتھ ملکر باون مسئلے ہوئے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م حلبی نے کہا باون نہین بلکہ اٹھاون ہوا خانیہ کے
۴۴ اور البحر الرائق کے ۶- اور تنویر البصائر کے ۱۴- اور زواہر الجواہر کے ۔- وقد افاد الامام الحلوانی ان الجہالۃ کما تمنع قبول البینۃ تمنع الاستحلاف ایضا الا اذا اتہم القاضی وصی

الیتیم او قیم الوقف ولایدعی شیأ معلوما فانہ یحلف نظرا للوقف والیتیم واللہ اعلم اور امام حلوانی نے کہا کہ جہالت دعوی کی جیسے قبول شہادت کی مانع ہی قسم لینے کی بھی مانع ہی
مگر جبکہ متہم کرے قاضی یتیم کے وصی کو خواہ وقف کے متولی کو اور کسی چیز معین کا دعوی نکرے تو اس سے قسم لیجائیگی بلحاظ وقف اور یتیم کے واللہ اعلم قول الاشباہ القاضی اذا قضی
فی مجتہد فیہ نفذ قضاؤہ الا فی مسائل الخ ای فینقض فیہا حکم الحاکم یہ قول ہی اشباہ کا کہ قاضی جب حکم کرے اُس امر مین جسمین اجتہاد مجتہدین مختلف ہی تو اسکا حکم جاری ہوجائیگا
مگر چند مسائل مین الی آخرہ یعنی چند مسائل مستثنے مین حاکم کا حکم توڑا جائیگا نافذ نہوگا م حموی نے کہا کہ قاضی سے مراد قاضی مجتہد ہی اور قاضی مقلد کو تو حکم کرنا
سوائے اپنے مذہب کے قول راجح کے جائز نہین یہانتک کہ اگر غیر مذہب کا حکم کریگا تو اُسکا حکم نافذ نہوگا انتہی یعنی مثلاً اگر قاضی حنفی مذہب شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب کا حکم
کریگا تو اُسکا حکم نافذ نہوگا اور فتاوی مکازرونی مین شیخ شبلی سے منقول ہی کہ اگر قاضی حنفی صاحبین کے قول پر حکم کرے امام کے مخالف اور حالانکہ صاحبین کا قول اس مسئلہ مین
راجح نہین تو اُسکا حکم نافذ نہوگا توڑا جائیگا کذا فی الطحطاوی شارح نے اشباہ کے مسائل مستثنے کو بسبب کثرت کے نقل نہ کیا منجملہ مسائل اشباہ نکاح متعہ ہی یعنے اگر قاضی مجتہد
اپنے خلاف مذہب جواز نکاح متعہ کا حکم کرے تو نافذ نہوگا اسواسطے کہ متعہ منسوخ ہی اور ابن عباس رض اگرچہ جواز کے قائل تھے لیکن یہ قول مخالف کتاب اور سنت کے معتبر نہوگا
علاوہ اسکے اِس مسئلہ سے ابن عباس کا رجوع بھی صحیح در ثابت ہی قال ابن المصنف الشیخ صالح بن محمد بن عبداللہ فی حاشیتہ علیہا المسماۃ بزواہر الجواہر فی التفسیر علی الاشباہ والنظائر

وقد ظفرت بمسائل اخر فزدتہا تتمیما للفائدۃ وقسمتہا علی ثلثۃ اقسام الاول مالم یختلف فیہ مشائخنا والثانی مااختلفوا فیہ والثالث ما لانص فیہ عن الامام

واختلف اصحابنا فیہ وتعارضت فیہ تصانیفہم مصنف کے بیٹے شیخ صالح ابن محمد بن عبد اللہ نے اپنے اشباہ کے حاشیہ مین جسکا نام زواہر الجواہر فی التفصیل الاشباہ والنظائر
ہو کہا اور القنیہ مین ایسے چند مسائل اور بائے ہین سو مین نے انکو بڑھایا ہو تا فائدہ پورا ہو جائے اور انکو تین قسم کیا ہو پہلی قسم وہ جسمین ہمارے مشائخ یعنی امام او لیا جسین مختلف
نہین ہین اور دوسری قسم وہ ہو جسمین وہ مختلف ہین اور تیسری قسم وہ ہو جسمین امام سے روایت صریح نہین اور ہمارے اصحاب یعنی مصنفین اہل مذہب اسمین مختلف ہین و
انکی تصانیف اسمین متعارض ہین فمن القسم الاول اذا باع دارا وقبضہا المشتری واستحقت منہ وتعذر علی البائع ردہا فقضی علی البائع للمشتری بدار مثلہا فی الموضع والخشب
والاذرع والبناء کقول عثمان البتی ثم رفع لقاض آخر ابطلہ والزم برد الثمن فقط الا ان یکون احدث بناء او غرسا فیلزمہ بقیمۃ ذلک مع الثمن سو قسم اول سے یہ مسئلہ
ہو کہ جب ایک شخص نے گھر بیچا اور اسپر مشتری نے قبضہ کیا اور وہ گھر مستحق استرداد ہوا اُس سے یعنی غیر بائع کا مملوک ثابت ہوا اور بائع پر اُسکا پھیرنا متعذر رہا سو
قاضی نے بائع پر مشتری کیواسطے ایسے دوسرے گھر دینے کا حکم کیا جو اُسکے برابر ہو باعتبار مساکن اور محلہ اور طول اور عرض کی ناپ اور عمارت مین چنانچہ عثمان البتی کا مذہب
ہو پھر اُسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو اسکو باطل کرے اور فقط قیمت پھیر دینا بائع پر لازم کردے مگر یہ کہ مشتری نے اُسمین عمارت بنائی ہو یا درخت لگایا ہو تو
اُسکی قیمت بھی گھر کی قیمت کے ساتھ لازم کرے ومنہ حاکم قضی ببطلان شفعۃ الشریک ثم رفع لقاض آخر فانہ ینقضہ لمخالفتہ لنص الحدیث اور از انجملہ یہ کہ ایک قاضی
نے شفعہ شریک کے بطلان کا حکم کیا بعد دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو اُسکو باطل کردے کیونکہ یہ حکم نص حدیث کے مخالف ہو ومنہ المحدود فی قذف اذا قضی لشئ بعد
ثبوتہ ثم رفع الحکم لقاض لایراہ ابطلہ اور از انجملہ یہ کہ جسپر قذف کی حد پڑی جبکہ وہ کسی چیز کا حکم کرے بعد اِسکے ثابت ہونیکے گواہی سے پھر اُسکا مرافعہ ہوا اُس قاضی کے
پاس جسکا یہ مذہب نہین ہو تو اسکو باطل کردے ہم طحطاوی نے کہا اور ایک نسخہ مین بعد توبہ ہو بتاء مثناۃ فوقانیہ یعنی محدود فی القذف اپنے توبہ کرنے کے بعد قاضی
ہو کر حکم کرے ومنہ ما لو حکم اعمی ثم رفع لقاض لم یرہ ینقضہ لانہ لیس من اہل الشہادۃ والقضاء فوقہا اور از انجملہ یہ ہو کہ اگر اندھا حکم کرے پھر اُسکا مرافعہ دوسرے
قاضی کے پاس ہو جو اُسکو جائز نہین جانتا تو اُسکو باطل کردے اسواسطے کہ اندھا اور اسیطرح محدود فی القذف لائق شہادت کے نہین اور قاضی ہونا تو شہادت
سے بھی بالاتر ہو ہم یہ دونون مسئلون کی دلیل ہو ومنہ اذا حکم بشہادۃ الصبیان ثم رفع لآخر نقضہ لانہ کالمجنون وکذا اداء النائم فی نومہ اور از انجملہ یہ کہ جب قاضی لڑکون کی گواہی سے
حکم کرے پھر اُسکا دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہو تو اُسکو باطل کردے اسواسطے کہ یہ مجنون کے مانند ہو اور اسیطرح وہ مسئلہ ہو جبکہ سوتا آدمی سونے کی حالت مین گواہی ادا کرے اور یہ
کوئی حکم کرے لازم الابطال ہو ہم اگرچہ بعضون کے نزدیک شہادت اطفال معتبر ہو لیکن یہ مخالف ہو نص قرآنی کے لہذا لازم الابطال ہو قال اللہ تعالی واستشہدوا شہیدین من
رجالکم یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ دو گواہ کرو اپنے مردونمین سے یعنے مسلمانون مین سے دو مرد گواہی مین شرط ہین حالانکہ اطفال کو رجال نہین بولتے ومنہ الحکم بشہادۃ النساء
وحدہن فی شجاج الحمام ورفع لآخر لا یمضیہ اور از انجملہ حکم کرنا فقط عورتون کی گواہی سے سر کے زخمون مین حمام کے اندر اور اُسکا مرافعہ ہوا تو دوسرا قاضی اُسکو نہ جاری رکھے بلکہ
باطل کردے اسواسطے کہ نص قرآنی کے مخالف ہو ومنہ الحکم باجارۃ المدیون فی دینہ لا ینفذ اور از انجملہ حکم کرنا مدیون کے اجارہ پر اُسکے دین مین نافذ نہوگا ومنہ القضاء بخط
شہود اموات لا ینفذ اور از انجملہ حکم کرنا مردہ گواہون کے خط دیکھکر نافذ نہین ومنہ القضاء بجواز بیع الدراہم بالدنانیر نسیئۃ اور از انجملہ حکم کرنا جواز بیع دراہم کا دنانیر سے
اُدھار یعنی ایک شخص روپے نقد دے اور دوسرا اشرفی دینے کا وعدہ کرے یا بالعکس واجب الابطال ہو اسواسطے کہ حدیث مشہور کے مخالف ہو ومنہ القضاء بشہادۃ
اہل الذمۃ فی الاسفار وفی الوصیۃ ثم رفع لمن لا یراہ نقضہ اور از انجملہ حکم کرنا کفار ذمیون کی گواہی سے سفر اور وصیت مین پھر مرافعہ ہوا اُس قاضی کے پاس جسکا
یہ مذہب نہین تو اُسکو باطل کردے ومنہ اذا قضی لشئ فرفع الآخر فنقضہ ولم یبین وجہ النقض امضی نقضہ اور از انجملہ یہ کہ جب ایک قاضی نے کسی چیز کا حکم کیا پھر اُسکا
مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا سو دوسرے حاکم نے اُسکو باطل کیا اور وجہ بطلان کو بیان نہ کیا تو حاکم ثانی کا حکم جاری رکھا جائیگا اسواسطے کہ صدر نقض مین اصل یہ ہے
کہ علی وجہ الصواب ہو کذا فی الطحطاوی ومنہ اذا باع رجل من آخر عبدا او امۃ ومضی علی ذلک مدۃ ثم ظہر فیہ عیب لم یقر البائع بہ ولم تقم بہ بینۃ بانہ کان موجودا عندہ
فردہ القاضی علی البائع ثم رفع حکمہ لآخر فانہ یبطل الرد ویعیدہ للمشتری اور از انجملہ یہ کہ جب ایک مرد نے دوسرے سے غلام یا لونڈی کو بیچا اور اُسپر

رگئی پھر اسمین وہ عیب ظاہر ہوا جسکا بائع اقرار نہین کرتا اُسپر گواہ بھی قائم نہین کہ وہ عیب بائع کے پاس تھا سو قاضی نے اُسکو بائع پر رد کیا پھر اُسکا مرافعہ ہوا
رے حاکم کے پاس تو وہ اُس پھیر دینے کو باطل کرے اور مشتری کے پاس اُسکو پھیرے ومنہ اذا حکم بتحریم بنت المرأۃ التی لم یدخل بہا ثم رفع لآخر ابطل
ول لمخالفتہ نص وربائبکم اللاتی فی حجورکم الآیہ اور از انجملہ یہ کہ ایک حاکم نے اُس عورت کی بیٹی کی تحریم کا حکم کیا جس سے اُسکے زوج نے صحبت نہین کی اور
ربت کے طلاق دی پھر اُسکا مرافعہ دوسرے حاکم کے پاس ہوا تو حاکم اول کے حکم کو باطل کردے اسواسطے کہ تحریم اس نص قرآنی کے مخالف ہی اور حرام ہین تمھاری
تمھاری گودون مین ہین تمھاری اُن عورتون سے جنسے تمنے صحبت کی سو اگر تمنے اُنسے صحبت نہ کی تو تمپر کچھ گناہ نہین ومن القسم الثانی اذا اختلف الصحابۃ علی
ن ثم اخذ الناس بواحد وترکوا الآخر فحکم القاضی بالمتروک لم ینقض عندہ خلافا للثانی اور قسم ثانی یعنے جسمین امام اور صاحبین مختلف ہین یہ مسئلہ ہی کہ جب صحابۂ کرام
اللہ عنہم مختلف ہون دو قول پر پھر لوگون نے اُنکے ایک قول پر عمل کیا اور دوسرے قول کو چھوڑا سو قاضی نے قول متروک پر حکم کیا تو امام کے نزدیک حاکم ثانی اُسکو نہ توڑے
ابو یوسف کے ومنہ اذا وطی ام امرأتہ وحکم ببقاء النکاح ثم رفع لآخر یری خلافہ لم یبطلہ ثم ان الزوج جاہلا فہو سعۃ وان عالما لا یحل لہ المقام معہا لان القضاء
ولا یحرم خلافا لابی حنیفۃ اور از انجملہ یہ کہ جب ایک شخص نے اپنی خوشدامن سے وطی کی یعنی زنا کیا اور حالانکہ ہنوز منکوحہ سے قربت نہین ہوئی کذا فی
الفصولین اور قاضی نے بقاء نکاح منکوحہ کا حکم کیا پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس جو اُسکے مخالف اعتقاد رکھتا ہی تو حاکم ثانی اُسکو باطل نکرے پھر اگر
جاہل ہی تو وہ کشایش مین ہی یعنی منکوحہ کے پاس رہنا اُسکو جائز ہی اور اگر عالم ہی تو اُسکو منکوحہ کے پاس رہنا حلال نہین اسواسطے کہ قاضی کا حکم حرام کو حلال نہین
اور نہ حلال کو حرام بخلاف امام اعظم کے کہ اُنکے نزدیک بقاء نکاح کا حکم لازم البطلان ہی کذا فی الطحطاوی وذکر الحاکم فی المنتقی فی رجل وطی ام امرأتہ
ان ذلک لا یحرمہا ثم رفع لآخر فرق بینہما وذکر ذلک مطلقا فالظاہر ان ذلک مذہبہ وقول الامام لمخالفۃ النص ولا تنکحوا وہو اولی اور حاکم نے اُس
تقی مین ذکر کیا جسنے اپنی خوشدامن سے وطی کی پھر قاضی کا حکم ہو گیا کہ وہ وطی اُسکی منکوحہ کو حرام نہین کردیتی پھر مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس
تفریق کردے زوجین مین اور حاکم نے اُسکو مطلقاً ذکر کیا بلا خلاف امام اور صاحبین کے تو ظاہرا یہ تفریق حاکم کا مذہب ہی یا امام کا قول ہی بسبب اُسکے
ہونے کے اس نص قرآنی کے کہ نہ نکاح کرو جو تمھارے باپون نے نکاح کیا عورتون سے اور نکاح سے یہان وطی مراد ہی یعنی اُس عورت سے قربت نکرو جس سے تمھارے
قربت کی م نص منکور اس مسئلہ کی دلیل نہین ہوسکتی بلکہ اُس مسئلہ کی دلیل ہی جسکو جامع الفصولین مین اسطرح ذکر کیا کہ اگر قاضی نے جواز نکاح مزنیہ اب کا حکم
واسطے کیا یا بالعکس تو یہ حکم نافذ نہوگا کہ اُسکی حرمت کتاب اللہ مین منصوص ہی کذا فی الطحطاوی ومنہ اذا قضی بخلاف مذہبہ غلطا ووافق قول مجتہد ثم رفع لآخر امضاہ
امام وقال ینقضہ لانہ غلط والغلط لیس مجتہد فیہ اور از انجملہ جبکہ قاضی نے خلاف اپنے مذہب کے غلط حکم کیا اور کسی مجتہد کے قول کے موافق پڑ گیا پھر دوسرے قاضی
افعہ ہوا تو وہ اُسکو جاری رکھے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ اُسکو باطل کردے اسواسطے کہ وہ غلط ہی اور غلط مجتہد فیہ نہین م جامع الفصولین مین ہی کہ
المجتہد ... ک بالاجماع لیکن سزاوار یہ ہی کہ قاضی عالم ہو مواضع خلاف سے اور قول مخالف کو چھوڑے اور اپنے مذہب کے موافق
صحیح ہو اور اگر قاضی کو مواضع اجتہاد کا علم نہو تو اُسکے نفاذ حکم مین ہمارے علماسے دو روایتین ہین یعنی صحت اور
لکر حکم کیا تو حکم امام کے نزدیک نافذ ہی اور اگر عمداً حکم کیا تو بھی بقول صحیح نافذ ہی اور صاحبین اور ائمۂ ثلثہ نے
کے قول پر فتوی ہی اور بعضون نے کہا کہ امام کے قول پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی ومنہ المدیون اذا
ثم رفع لآخر نقضہ وقالا ینفذ فلو حکم الثانی بہ لنفذ ولم ینقض اور از انجملہ یہ کہ مدیون محبوس ہوا تو اُسکا حبس
رفات ہی سو اگر قاضی نے اُسکے منع تصرف کا حکم کیا پھر اُسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے
رے قاضی نے بھی پہلے قاضی کے موافق حکم کیا تو اب وہ حکم نافذ ہوگا اور باطل نہوگا یعنی باتفاق ومن القسم

الثالث اذا حکم بالشاہد والیمین فی الاموال ثم رفع لحاکم تری خلافہ نقضہ عند الثانی عن الامام لا لاختلاف الآثار اور تیسری قسم سے یہ مسئلہ
حکم کیا ایک شاہد اور مدعی کی قسم پر مالی مقدمات مین پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس جسکا مذہب اُسکے خلاف ہی تو اس حکم کو باطل کرے
اور امام سے ایک روایت یہ ہی کہ باطل نکرے بسبب اختلاف آثار کے یعنی بعضے آثار ایک شاہد اور یمین کے حکم کے جواز پر دلالت کرتے ہین اور
موافق تقسیم سابق کے مناسب یہ تھا کہ یہ مسئلہ قسم ثانی مین مذکور ہوتا اسواسطے کہ قسم ثالث وہ ہی جسمین امام سے روایت ہو حالانکہ اسمین امام
ہی مگر یہ کہ روایت سے روایت معتبر مراد رکھے ومنہ او قضی القاضی بشہادۃ الاب لابنہ او لجدہ ثم رفع لآخر لا یراہ امضاہ عند الثانی ونقضہ عند محمد اور از
باپ کی گواہی پر اُسکے بیٹے یا دادا کے واسطے حکم کرے پھر دوسرے کے پاس مرافعہ ہو جسکا مذہب اُسکے مخالف ہی تو ابو یوسف کے نزدیک اسکو جاری رکھے
اسکو باطل کرے ومنہ او تزوج الثانی بابنتہ من الزنی وحکم الحاکم بحل ذلک ثم رفع لمن لا یراہ ابطلہ لانہ مما یستشنعہ الناس ذکرہ فی شرح الطحاوی اور
نے اپنی زنا کی بیٹی سے نکاح کیا اور حاکم نے اُسکے حلال ہونے کا حکم کیا پھر مرافعہ ہوا اُس حاکم کے پاس جسکا مذہب اُسکے مخالف ہی تو اسکو باطل کرے
لوگ معیوب جانتے ہین ہم لوگون سے اہل فضل مراد ہین اور مناسب یہ تھا کہ اسمین خلاف کو مذکور کرتا اسواسطے کہ قسم ثالث سے ہی ومنہ جعل عتق

ولا وارث لہ ثم قضی القاضی بمیراثہ للمعتق ثم رفع لحاکم آخر نقضہ وجعل مالہ لبیت المال عند ابی یوسف وہو صحیح لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم انما

یلزم مولی الموالاۃ لانہ یستحق بالعقد وہو قائم بہما فاستویا کالزوجیۃ فاغتنم ہذہ المقام فانہ من جواہر ہذہ الکتاب واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع
ازانجملہ یہ کہ ایک مرد نے غلام کو آزاد کیا پھر آزاد کرنے والا مر گیا اور اسکا کوئی وارث نہین پھر قاضی نے اُسکی میراث غلام آزاد کو
دوسرے حاکم کے پاس تو اس حکم کو باطل کردے اور اسکا مال بیت المال کے واسطے ٹھہرا دے ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول
حدیث صحیح کے کہ میراث اُسی شخص کے واسطے ہی جس نے آزاد کیا یعنے غلام آزاد کے واسطے میراث نہین اور مولی العتاقہ پر مولی
لازم نہین آتا اسواسطے کہ مولی الموالاۃ مستحق میراث کا عقد موالاۃ سے ہوتا ہی اور عقد مذکور دونون مین قائم ہی تو دونون میراث
جیسے زوجیت زوجین مین برابر قائم ہی یعنی مطلق ارث مین نہ مقدار معین مین سو غنیمت جان اس مقام کو کہ وہ اس کتاب کے جواہرات مین سے
دانا تر ہی ٹھیک بات کا اور اسی کی طرف مرجع اور مآب ہی مولی الموالاۃ یہ کہ دو شخص مجہول النسب آپسمین عقد محبت منعقد کرین تو اگر کوئی
تو ایک دوسرے کا وارث ہوگا بخلاف ولاء عتاقت کے کہ اسمین آزاد کرنے والا فقط اپنے غلام آزاد کا وارث ہوتا ہی اور غلام آزاد

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ علی احسانہ کہ اس ایام برکت انجام مین جلد دوم غایۃ الاوطار ترجمہ
رحمۃ اللہ علیہ کی جنکا مذہب تمام ہندوستان مین رائج ہی جسکا ترجمہ بزبان
اقوال کے ساتھ کیا اور جسکا تکملہ بعد انتقال مولوی صاحب مرحوم افضل العلماء جناب
منشی نولکشور بعلو ہمتی جناب منشی پراگ نرائن صاحب مالک مطبع موصوف
کافہ مسلمین

وہ حاملہ تھی تو اُسکا حمل بھی مالک اول کا مملوک ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن الاشباہ فہی اثنا عشر تو یہ بارہ مواضع ہین جنمین حمل تابع اپنی ماں کا ہوتا ہو یعنی مالک
رِق حریت عتق کتابت تدبیر مطلق استیلاد رہن حق اضحیہ استرا دبیع سرایان ملک لا شبہ دانی کفالہ اور جنمین تابع نہین ہوا ہر ان کا کفالت مین یعنی اگر وہ حاملہ نے
یا لونڈی نے باجازت مولی الضامنی یا حاضر ضامنی کی اور ضمانت مدت تک بنی رہی یہانتک کہ لڑکا پیدا ہوا اور بالغ ہوا تو یہ لڑکا ضمانت مین ماں کا تابع نہین و اجارہ اور
اجارہ مین ماں کا تابع نہین یعنی جس حاملہ کو اجارہ لیا پھر وہ جنی تو یہ لڑکا اجارہ مین داخل نہین تو ماں کیطرح خدمت کرنا اسکو لازم نہوگا و جنایۃ اور جنایت مین تابع ماں کا
نہوگا یعنی اگر حاملہ نے کوئی جنایت کی تو ولی جنایت کو ماں کے ساتھ ولد نہ دیا جاویگا اور اگر مالک فدیہ دیگا تو فقط ماں کا فدیہ دیگا کذا فی الجامع الصغیر اور حاکم شہید نے مختصر مین
کہا کہ جنایت ماں کیطرف سے ولد تک سرایت کریگی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی وحد وقود او رحد اور قصاص مین تابع ماں کا نہوگا تو حاملہ پر حد نہ ماری جاویگی مگر بعد
ولادت کے اور قصاص نہ لیا جاویگا مگر بعد وضع حمل کے وزکوٰۃ سائمۃ اور زکوٰۃ کے جانوروں مین بچہ تابع ماں کا نہین و رجوع فی ہبۃ اور ہبہ پھر لینے مین بچہ تابع ماں کا نہین
یعنی اگر لونڈی کسیکو بخشی اور وہاں حاملہ ہوئی اور واہب نے اُسکے پھیر لینے کا ارادہ کیا تو حمل مین رجوع کرنا جائز نہین کذا فی السراج اور زیلعی نے رجوع حمل کو جائز رکھا ہو چنانچہ اسکا ذکر
کتاب الہبہ مین آویگا وایصاء بخدمتہا اور اُسکی خدمت کی وصیت مین یعنی مولی نے اپنی حاملہ لونڈی کی خدمت کسی شخص کیواسطے وصیت کی تو اُسکا بچہ وصیت مین تابع ماں
کا نہین ولا یتذکی بذکوٰۃ امہ اور حلال نہین ہوتا بچہ اپنی ماں کے ذبح کرنے سے پورا بنگیا ہو یا ناقص یعنی گابھن گلے یا بکری کو ذبح کیا اور اُسکے پیٹ سے زندہ بچہ
نکلا تو اُسکے ماں کا ذبح کرنا کفایت نہین کرتا اُسکو بھی ذبح کرنا چاہیے اور یہ جو حدیث مین آیا ہو کہ ذکوٰۃ الجنین ذکوٰۃ امہ سو بنا بر تشبیہ کے ہو یعنی ذبح کرنا جنین کا مانند ذبح
کرنے اُسکی ماں کے ہو بدلیل روایت نصب کے تو اگر بچہ مردہ نکلا تو نہ کھانا چاہیے نزدیک امام اعظم اور زفر اور حسن بن زیاد کے اور صاحبین کے نزدیک اگرچہ بچہ پورا ہو چکا ہو
تو اُسکا کھانا حلال ہو بسبب ذبح ہونے اُسکی ماں کے فہی تسع کما بسط فی بیوع الاشباہ تو یہ نو مواضع ہین جنمین جنین تابع ماں کا نہین چنانچہ ابن نجیم نے اسکو مصرح بیان کیا ہو
اشباہ کے باب البیوع مین وزاد فی البحر ولا فی نسب حتی لو نکح ہاشمی امۃ فولدہ ہاشمی کا بیہ رقیق کامہ اور ابن نجیم نے بحر الرائق مین مسائل مذکورہ پر یہ مسئلہ اور زیادہ
کیا ہو کہ ولد تابع نہین اپنی ماں کا نسب مین تا اینکہ اگر نکاح کیا سید نے لونڈی سے تو اُسکا بیٹا ہاشمی سید ہوگا مانند اپنے باپ کے اور غلام مملوک ہوگا مانند اپنی ماں کے
اسواسطے کہ زوج ہاشمی راضی ہوگیا اپنے ولد کی رقیت سے بھی تو اُسنے لونڈی کے نکاح پر اقدام کیا اور نسب مین ولد اپنے باپ کا اسواسطے تابع ہوا کہ نسب
واسطے تعریف اور شناخت کے ہو تو مرد کی جانب اسمین غالب ہوئی اسواسطے کہ مردون کا حال مکشوف ہوتا ہو نہ عورتون کا کذا فی منح الغفار حموی نے کہا کہ نص
صریح ہو کہ اگر باپ سید نہو اور ماں سیدہ ہو تو بیٹا سید نہوگا اگرچہ اُسکو فی الجملہ شرافت نسبی ثابت ہو اور شیخ ابراہیم دمشق کے مفتی حنفیہ نے لکھا ہو کہ جسکا باپ سید نہو
اور ماں سیدہ ہو تو اُسکا ولد سید شریف ہو اسواسطے کہ سیادت اور شرافت اس نسب مطہر اور شرف کی ابتدا سے ماں کیطرف سے آئی ہو یعنی سیدۃ النساء بنت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف سے آور سغناقی نے کہا کہ مین نے حمید الدین ضریر سے یہ مسئلہ پوچھا اُسنے کہا مین نے اپنے استاد شمس الدین کردری سے سنا کہ وہ سید ہونے
کے قائل تھے اس دلیل سے کہ حقتعالی نے قرآن مجید مین عیسی علیہ السلام کو نوح اور ابراہیم علیہ السلام کی ذریت مین فرمایا ماں کی جہت سے اور فتاوی
وجیز مین ہو کہ جب ماں سیدہ ہو تو قول مختار یہ ہو کہ ولد سید ہو اور جامع الفتاوی مین ہو کہ جسکا باپ سید نہو ماں ہو تو اُسکے سید ہونے مین اختلاف ہو شمس الائمہ حلوائی
نے کہا کہ مفتی بہ قول یہ ہو کہ وہ سید ہو اور بعضے علماء نے کہا کہ جسکی ماں سیدہ نہین اُسکو شرافت نسبی حاصل ہو تو یہ قول اختلاف بین القولین کے توفیق کیواسطے صالح
ہو تو جسنے کہا کہ وہ سید نہین تو مطلب اُسکا یہ ہو کہ جسکی فقط ماں سیدہ ہو اُسکی شرافت اسکے برابر نہین جسکا باپ سید ہو واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ملخصا ولا یتبعہا بعد الولادۃ
الا فی مسئلتین اذا استحقت الام ببینۃ واذا بیعت البہیمۃ معہا ولدہا وقتہ اور بچہ اپنی ماں کا تابع نہین ہوتا بعد ولادت کے مگر دو مسئلون مین ایک تو یہ کہ جب ماں غیر کی مستحق ملک
ٹھہری بسبب گواہون کے اور دوسرے یہ کہ جب جانور بیچا جاے اور اُسکا بچہ ہو بیع کیوقت تو وہ بھی بیع مین تابع اپنی ماں کا ہو جاویگا بشرطیکہ بائع اور مشتری نے سکوت کیا ہو اور
اگر عدم دخول بیع کی تصریح ہوگئی ہو تو تابع نہوگا کما فی الدر المنتقی اور قنیہ مین ہو کہ شیر خوار بچہ گاے اور بکری اور اونٹنی اور گھوڑی کا بیع مین تابع ہو ماں کا ذوہ

بچہ کہ وہ دودھ نہین پیتا کذا فی حاشیۃ المدنی وولد الامۃ من زوجہا ملک لسیدہا تبعا لہا اور ولد لونڈی کا اُسکے زوج کے نطفہ سے ملک ہی اُسکے مولی کا مان کا تابع ہوکر وولدہا من مولاہا حرٌ اور لونڈی کا ولد اپنے مولی کے نطفہ سے آزاد ہی اسواسطے کہ وہ ابتداء علوق سے آزاد ہی اسواسطے کہ ابراہیم ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے مگر حُر اور یہ نہین کہ اول مملوک ہوکر ولد مولی کا آزاد ہو جاتا ہی جیسا کہ متبادر ہوتا ہی ہدایہ وغیرہ سے کذا فی منح الغفار وقد یکون حُرًا من رقیقین بلا تحریر کان ملکہ عبدٌ امۃ ابیہ

فولدہ حر لانہ ولد ولد المولی ظہیریۃ اور گاہے دو رقیق کا ولد حُر ہوتا ہی بدون آزاد کرنے کے چنانچہ نکاح کیا غلام نے اپنے باپ کی لونڈی سے تو اُسکا ولد آزاد ہوگا کہ وہ مالک کا پوتا ہی کذا فی الظہیریۃ وعلیہ فولدہا من سیدہا او من ابنہ او ابیہ حرٌ اور بنا بر قول ظہیریہ کے ولد لونڈی کا اپنے مالک سے یا مالک کے بیٹے سے یا مالک کے باپ سے آزاد ہی اسواسطے کہ دونون قول قریب سے کہ محرم ملک مین یکسان ہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا حملت امۃ کافرۃ لکافر من کافر فاسلم فہل یومر مالکہا الکافر ببیعہا لاسلامہ تبعًا قال فی الاشباہ لم ارہ

قلت الظاہر نعم لا یجبر لانہ قبل الوضع موہوم وبہ لا یسقط حق المالک کافرہ لونڈی ایک کافر کی حاملہ ہوئی دوسرے کافر سے پھر وہ مسلمان ہو گیا یعنی زوج تو لونڈی کے مالک کافر پر لونڈی کی بیع کا بسبب اسلام جنین کے باپ کا تابع ہوکر حکم کیا جاویگا اسوجہ سے کہ حمل دین مین خیر الابوین کا تابع ہوتا ہی یا نہ حکم کیا جاویگا اشباہ مین کہا کہ مین نے اسکا حکم کلام فقہا مین مصرح نہین دیکھا شارح باتباع صاحب نہر کہتا ہی ظاہر جواب اس سوال کا یہ ہی کہ مالک پر بیع مین جبر نہ ہوگا اسواسطے کہ حمل قبل ولادت کے امر موہوم ہی احتمال ہی کہ حمل ہو یا بیماری اور بسبب اس امر موہوم کے مالک کا حق نہ ساقط ہوگا و لہذا خانیہ مین کہا ہی کہ اگر مالک نے اپنی لونڈی کے حمل کی کسیکے واسطے وصیت کی تو اگر وصیت کے دن اُسکے پیٹ مین بچہ ہو اسطرح پر کہ اقل مدت حمل مین جنی اُسدن سے تو وصیت صحیح ہی اور اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ مین جنی تو وصیت باطل ہی کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر

باب عتق البعض

یہ باب ہی عتق البعض کے احکام مین جب پورا عتق مذکور ہو چکا تب ادھورا عتق شروع ہوا اسواسطے کہ ادھورا قلیل الوقوع ہی اور ثواب مین کمتر ہی پورے سے اعتق بعض عبدہ ولو مبہما صح ولزمہ بیانہ آزاد کیا مولی نے اپنے غلام کا کچھ حصہ اگرچہ غیر معین ہو تو بھی صحیح ہی اور لازم ہوگا مالک پر بیان کر دینا بعض مبہم کا امام اعظم کے نزدیک اگر غلام پورا نہ آزاد کرے بلکہ بعض آزاد کرے تو صحیح ہی خواہ بعض معین کو آزاد کرے چنانچہ نصف یا ثلث یا بعض غیر معین کو آزاد کرے مثلاً یون کہے کہ مین نے بعض غلام کا یا جز غلام کا آزاد کیا لیکن درصورت ابہام قاضی اُس سے بیان کرا دیگا کہ بعض یا جز دسے کیا مراد ہی نصف یا ثلث اور اگر مالک یون کہے کہ مین نے اپنے غلام کا ایک سہم آزاد کیا تو امام اعظم کے نزدیک چھٹا حصہ آزاد ہوگا کذا فی المنح وسعی فیما بقی وان شاء حررہ اور سعی کرے غلام باقی مین اور اگر مولی چاہے تو باقی کو بھی آزاد کر دے یعنی اگر مثلاً سو درم قیمت تھی غلام کی اور مولی نے آدھا آزاد کیا باقی رہے پچاس درم تو محنت مزدوری کرکے غلام اسقدر مولی کو پہونچاوے تو پورا آزاد ہو جاوے لیکن اُسکا باقی عتق فقط سعی ہی پر منحصر نہین بلکہ اگر مالک بھی آزاد کر دیگا تو سعی کی کچھ حاجت نہوگی وہو ای معتق البعض کمکاتب حتی یودی الا فی ثلث بلا رد الی الرق لو عجز ولو جمع بینہ وبین قن فی البیع بطل فیہا ولو قتل ولم یترک وفاءً فلا قود بخلاف المکاتب اور وہ یعنی معتق البعض مکاتب کے مانند ہی یہانتک کہ باقی کو ادا کرے سعی کرکے مگر تین امر مین مکاتب کے مانند نہین ایک یہ کہ اگر عاجز ہو سعایت سے تو رق کیطرف نہین پھیر اجاتا بخلاف مکاتب کے کہ وہ بدل کتابت کے عجز سے رقیت کیطرف عود کرتا ہی امر ثانی یہ ہی کہ اگر جمع کیا جاوے درمیان معتق البعض اور خالص غلام کے بیع مین یعنی دونون کو ساتھ ہی بیچے تو دونون مین بیع باطل ہوگی نہ معتق البعض کی صحیح ہوگی اور نہ خالص غلام اور اگر مکاتب اور خالص غلام کی ساتھ ہی بیع ہوگی تو مکاتب کی بیع باطل اور خالص کی صحیح ہوگی اور امر ثالث یہ ہی کہ اگر معتق البعض قتل کیا جاوے اور نہ چھوڑا ہو اتنا مال جس سے قدر حاجت ادا ہو تو اُسکے قاتل پر قصاص واجب نہین اسواسطے کہ اسمین اختلاف ہی کہ وہ آزاد مرا یا غلام تو شبہہ پڑا کہ اُسکے خون کا دعویدار کون ہی اگر وہ غلام تھا تو مولی مدعی ہی اور اگر آزاد تھا تو اُسکے وارث مدعی ہین بخلاف مکاتب کے کہ بدون ادائے بدل کتابت کے جب وہ مقتول ہوگا تو رقیت اسکی ثابت تھی تو بلا شبہہ اُسکے خون کا مدعی فقط مولی ہوگا نہ وارث تو مکاتب کے قاتل سے قصاص لیا جاویگا اور اگر معتق البعض کا کوئی وارث نہوگا سوائے مولی کے تو ظاہر اقتضائے تعلیل یہ ہی کہ اس صورت مین اُسکے قاتل کا بھی قصاص لیا جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الشیخ الرحمتی وقالا من اعتق بعضہ عتق کلہ والصحیح قول الامام قہستانی